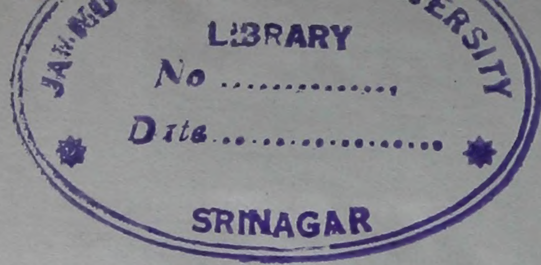
Done



تاریخ یونان قدیم

جلد سوم





سلسلۂ نصابات علمیہ جامعۂ عثمانیہ

تاریخ یونان قدیم

جلد سوم

تالیف

پروفیسر اڈولف ہولم

ترجمہ

پروفیسر محمد ہارون خاں شروانی ایم۔ اے (آکسن) بیرسٹر ایٹ لا

صدر شعبۂ تاریخ جامعۂ عثمانیہ

رکن مجلس شعبۂ فنون وقانون ومجالس نصاب تاریخ ومعاشیات جامعۂ عثمانیہ

رفیق (فیلو) جامعۂ عثمانیہ

ممتحن علیگڈھ مسلم یونیورسٹی وپنجاب یونیورسٹی

سنہ ۱۳۵۰ھ م سنہ ۱۳۴۰ف م سنہ ۱۹۳۱ء

دارالطبع جامعۂ عثمانیہ سرکار عالی حیدرآباد دکن



یہ کتاب میکملین اینڈ کمپنی کی اجازت سے جن کو
حق اشاعت حاصل ہے اُردو میں ترجمہ کرکے
طبع وشائع کی گئی ہے۔

فہرست مضامین

تاریخ یونان قدیم جلد سوم

تمت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ

(۲)

میں نے اس جلد میں تاریخ یونان کے اُس عہد کے حالات بیان کئے ہیں جس میں ہم بعض ایسے ممتاز افراد سے دو چار ہوتے ہیں جن کی تاریخی اہمیت کی بابت مورخوں میں بہت کچھ باہمی اختلاف ہے۔ میں نے جو کچھ رائے ان اشخاص کی بابت ظاہر کی ہے اُس کی بنیاد محض خیال پر ہی نہیں ہے بلکہ میں نے یہ کوشش کی ہے کہ ناظرین کرام کے سامنے دلائل بھی پیش کروں۔ دیموس تھنیس اور فیلقوس کی بابت اس قسم کی تحقیقات کی ضرورت تھی جو تاریخی اسناد پر مبنی ہو، جب اسناد کو پیش نظر رکھ کر میں نے دیموس تھنیس کی بابت غور کیا تو جن نتیجوں پر میں پہنچا وہ میرے بہت سے پیش روؤں کے نتائج سے مختلف تھے۔ لیکن دیموس تھنیس اور فیلقوس کے برعکس سکندر اعظم کی بابت مسئلۂ زیر بحث یہ تھا کہ تاریخ یونان میں اس کا حقیقی رتبہ کیا ہے۔ میں نے بار بار اس امر پر زور دیا ہے کہ ہم کو اُسے نہ صرف ایک عہد جدید کا بانی مبانی تصور کرنا چاہئے بلکہ میرے نزدیک اُس نے اُن تمام امیدوں کو پورا کر دکھایا جو زمانۂ دراز سے ہر ممتاز یونانی کے دل میں موجزن تھیں۔ اس کے ساتھ ہی میرے خیال کے مطابق وہ حقیقی معنی میں یونانی تھا۔ اس قسم کی آراء کا اظہار کرنے سے میں نے اپنے نزدیک انصاف کو ہاتھ سے نہیں جانے دیا ہے۔

دیباچہ

جہاں تک اس جلد کے موضوع کا تعلق ہے میں نے اس سے پہلی دو جلدوں کی طرح اس بات کی بھی کوشش کی ہے کہ پڑھنے والے کو یونانیوں کی عادات خصوصی کا علم ہو جائے۔ اس کے لئے اُس مخصوص مطالعے سے بھی مدد لی گئی ہے جو علمائے یونانیات نے زندگی کے مختلف شعبوں کا کیا ہے، مثلاً پہلی اور دوسری جلدوں کی طرح میں نے اس جلد میں بھی علم مسکوکیات سے مدد لینے سے گریز نہیں کی۔ یہ ظاہر کرنا بے سود معلوم ہوتا ہے کہ جب انسان اس قسم کے میدان میں قدم رکھتا ہے تو اُس کیلئے ہر ایک امر کی تفصیلی معلومات کو ایک خاص اہمیت حاصل ہو جاتی ہے، لیکن یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ بعض مرتبہ انسان ان تفصیلات میں پڑکر بالکل گم ہو جاتا ہے اور اکثر یہ دیکھا گیا ہے کہ قدیمیات کی بھول بھلیوں میں پہنچ کر خود تاریخی قدامت کا تخیل ہی حذف ہو جاتا ہے۔ اسی دشواری سے بچنے کے لئے میں نے ہمیشہ ممتاز اور نمایاں واقعات پر زور دیا ہے۔ اس جلد کے اختتام پر میں نے یونانی قانون عامہ کی بابت چند یادداشتیں مدون کی ہیں جن کا اصلی مقصد یہ ہے کہ جس طرح تاریخ روما کے اس شعبے میں اس قدر چمک دمک کے ساتھ آگے کی طرف قدم بڑھایا گیا ہے اسی طرح یونانی قوانین کے متعلق بھی تحقیقات کا دروازہ کھول دیا جائے۔ واقعہ یہ ہے کہ اسوقت تک جس قدر بھی تحقیقات یونانی مملکتوں کی تنظیم کی بابت کی گئی ہے وہ اُس مطالعے کا عشر عشیر بھی نہیں جو مختلف ریاستوں کے عام حالات کے متعلق کیا گیا ہے۔

اس سے پیشتر کی جلدوں کی طرح اس میں بھی بہت سی غلطیاں اور محذوفات ملیں گے۔ دوسری جلد کے شائع ہونے پر اُس کی جو تنقید کی گئی اُس سے میں نے تیسری جلد کی تیاری میں فائدہ اُٹھایا ہے۔ آخر میں جن بزرگواروں نے اپنے بیش بہا انتقاد میں اپنے مفہوم کو لطف آمیز الفاظ میں ادا کیا ہے ان کا میں بدل ممنون ہوں۔

انگریزی مترجموں کی یادداشت

انگریزی کے مترجم جناب مولف کے تہ دل سے ممنون ہیں کہ انھوں نے کتاب کے چند واقعات کی تصحیح کی ہے، اور بعض امور کی تفصیل میں کچھ اضافے بھی کئے ہیں، جنھیں مترجموں نے ترجمے میں شامل کر لیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ فریڈرک کلارک صاحب کا بھی (جو جامعۂ آکسفرڈ میں کسی وقت "شیلری" وظیفہ حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے تھے) شکریہ ادا کرتے ہیں کہ انھوں نے ترجمے پر نظر غائر ڈالی ہے اور اس کے ساتھ پروف کی تصحیح بھی کی ہے۔

بابِ اوّل

اسپارٹا کی سیادت، کورش اور دس ہزار، جنگ اسپارٹا وایران، آگےسی لاؤس کا ورود ایشیا میں

۴۰۳ ق م لغایت ۳۹۵ ق م

ہم نے اس کتاب کی دوسری جلد میں ایتھنز کی تاریخ کو اُس مقام تک بیان کیا تھا جب اُس نے اسپارٹا اور عدیدی گروہ کا جوا اپنے کندھوں پر سے اُتار کر پھینک دیا۔ اب ہم یہ دیکھیں گے کہ جس شہر نے جنگ پیلوپونیز میں اس قدر نمایاں کامیابی حاصل کی تھی وہ اپنے اختیارات و اقتدارات کو ایک وسیع تر دائرے میں کس طرح کام میں لایا۔

اگر ہم اسپارٹا کی حکمت عملی پر غور کریں تو ہم اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ اُس نے صرف فتح کے ثمرات حاصل کرنے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اُس نے اس حد سے تجاوز کر کے اپنے حلیفوں پر ظلم و ستم ڈھانے کا شیوہ بھی اختیار کر لیا۔ اسپارٹا کو کورنتھ یا تھبز کے اقتدار میں کسی قسم کا اضافہ گوارا نہ تھا خواہ یہ اضافہ خاص ارض یونان میں ہو یا نوآبادیوں میں، چنانچہ ۴۰۳ھ جیسے بعید زمانے ہی سے تھبزیوں اور کورنتھیوں دونوں نے اسپارٹا کی اطاعت سے انکار کر دیا۔ اس طرز عمل کی ابتدا کا الزام لیساندر کے سر

رکھنا پڑیگا، اس لئے کہ نہ صرف وہی اسپارٹا کی فتح کا اصلی باعث تھا بلکہ اُس کی درخشاں کامیابی کے بعد وہی اُس کے طرزِ عمل کی ساخت و پرداخت کی گویا روحِ رواں تھا۔[1] ہم اس سے قبل دیکھ چکے ہیں کہ لیساندر نے اُن مقامات پر جنھیں ایتھنز سے فتح کیا گیا تھا، دس دس اراکین کی عاملانہ جماعتیں قائم کی تھیں جن کا فرض اوّلیں یہ تھا کہ لیساندر کے احکام کا اتباع کریں اور اسپارٹا کے مفاد کو مدِنظر رکھیں۔ اُن کی پشت پناہی کے لئے تقریباً ہر ایک مفتوحہ شہر میں ایک ایک اسپارٹی دستہ بھی مقرر کردیا گیا تھا جو ایک ایک ہارموسٹ کے زیرِ کمان تھا۔ ان کی حکومت اُنھیں اصول پر مبنی تھی جو ایتھنز کے تیس "خودسروں" کی تھی، اور انھیں کی طرح لوگوں کو ان سے بھی بہت جلد نفرت پیدا ہوگئی۔ اس احساسِ تنفر کا اثر ابتداءً صرف لیساندر کی شخصیت پر پڑا، لیکن رفتہ رفتہ مملکتِ اسپارٹا بھی اُس کی زد میں آگئی۔ حقیقت یہ ہے کہ خود اُس کے ہم وطن اُس کے رسوخ اور اُس کی عظمت کے باعث سے اُس سے حسد کرنے لگے، لیکن جب لیساندر کا بالآخر زوال ہوا اور حکومت کی باگ خود اُس کے حاسدوں کے ہاتھ میں آئی تو انھوں نے بھی اپنی حکومت کے بجنسہٖ وہی طریقے اختیار کئے جو خود لیساندر نے اختیار کئے تھے۔ وہ یہ نہیں بھولے کہ اُس کا اتنا اعزاز و احترام کیا گیا تھا جتنا صرف معبودوں کا ہونا چاہیئے، اور جزیرۂ ساموس میں اُس نے جو عدیدی حکومت قائم کی تھی اُس نے تو اس حد تک کیا کہ ایک تہوار کا کام جو ہیرا دیبی کے اعزاز میں ہوا کرتا تھا، نام بدل کر

---

[1] اسپارٹیوں کی بےانصافانہ حکومت، زینوفون ۳، ۵، ۱۱ وغیرہ۔ مقابلہ کیا جائے اسی تاریخ کی جلد ۲۔ باب ۳۰ کے ۴ آخری فقروں کا۔

لیساندر کے لئے پلوٹارک: "لیساندر" ۸ تا ۲۲۔ جب یہ ملطہ میں تھا تو اُس نے وہاں کے باشندوں سے یہ حلفی وعدہ کیا کہ عموم کے آٹھ سو رہبروں کی جاں بخشی کروں گا، لیکن جب یہ رہبر اسکے قول پر اعتبار کر کے اپنے چھپنے کی جگہ سے نکل آئے تو اُس نے انھیں گرفتار کر کے عدیدیوں کے حوالے کردیا جنھوں نے انھیں فوراً قتل کردیا۔ لیساندر اور فرناباز و کا قصہ پلوٹارک: لیساندر ۲۰ و گروٹ (۵ (۲)، ۱۴۹) ثابت کرتا ہے کہ پلوٹارک کی یہ رائے ("لیساندر ۲۱") کہ لیساندر پہلے لیبیہ گیا اور وہاں سے ایشیا آیا صحیح نہیں ہے۔ اصل یہ ہے کہ اُس کے پاس کافی وقت نہیں تھا۔

باب ۱۔ اُسے لیسانڈر کے نام پر موسوم کر دیا لیکن یہ عجیب بات ہے کہ اُس باضابطہ دربار کی طرف جو ساموس میں لگا رہتا تھا، اور جو اُن شعرا کی جانب (مثلاً رزمیہ شاعر خوئے ریلوس) جو اُس کی مدح و ثنا کے طومار باندھتے تھے، اس قدر التفات نہیں کیا گیا۔ اسپارٹی حکام کا خیال تھا کہ اُس میں اور پوسانیاس جیسے شخص میں کوئی زیادہ فرق نہ تھا، چنانچہ اُن کا اُس کے خلاف متفق اور کمربستہ ہو جانا کوئی بعید از قیاس امر نہیں۔ سینتوس میں جو اُس نے ایک فوجی نوآبادی قائم کی تھی اُس کا خاتمہ کر دیا گیا، اُس کے ایک دوست تھورا کس پر جو ساموس میں کومندان تھا، تقلب کا الزام لگا کر سزائے موت دی گئی، اور خود لیسانڈر کو اسپارٹا واپس بلا لیا گیا۔ وہ اپنے ساتھ نا بازو کا ایک خط لایا جسے وہ سفارشانہ سمجھے ہوئے تھا، لیکن جب اُسے کھولا گیا تو معلوم ہوا کہ اُس خط کی بجائے جو فرنابازو نے اُسے پڑھ کر سنایا تھا ایک اور خط ہے جو لیسانڈر کی شکایتوں سے بھرا ہوا تھا۔ ایرانی صوبہ دار کی اس چالاکی کے باعث سے لیسانڈر خود اپنے ہموطنوں کی نظروں سے گر گیا اور اُن کا نشانۂ تضحیک بن گیا۔ اس سے اُسے اس بات کا یقین ہو گیا کہ عمومی طوفان کے سامنے اُسے سر تسلیم خم کرنے کے سوا کوئی چارۂ کار نہیں ہے، چنانچہ اُس نے درخواست دی کہ وہ زیوس عمون کی زیارت کو جانا چاہتا ہے جس کی اُس نے نذر مانی تھی۔ اُس کی یہ درخواست منظور ہو گئی اور وہ فوراً اسپارٹا سے چل دیا۔

غرضکہ اسپارٹا کو کچھ زمانے کے لئے ایک ایسے شخص سے نجات مل گئی جو حالات و واقعات موجودہ کے اعتبار سے اپنے وطن مالوف کے لئے خطرناک ثابت ہوتا۔ ہم اُس کی واپسی کی تاریخ کے متعلق کچھ نہیں جانتے، لیکن یہ ضرور کہہ سکتے ہیں کہ گو اس کے بعد کے واقعات کا اُس کے پرانے دوست کورش کے ساتھ خاص تعلق تھا لیکن اُس نے اُن میں کسی قسم کی دلچسپی کا اظہار نہیں کیا۔ ہوا یہ کہ ایران کا شاہزادہ کورش اپنے بھائی شہنشاہ اردشیر کے خلاف اسپارٹا سے امداد کا خواہاں ہوا۔ اُس کے باپ دارا کے انتقال کے بعد ملکہ پری زادی نے یہ کوشش کی تھی کہ کہ اُس کا چھوٹا بیٹا کورش تخت ایران پر بیٹھ جائے اس لئے کہ وہ اپنے بھائی سے عمر میں چھوٹا تھا اور یہ دنیا کا قاعدہ ہے کہ ماں کو اپنے چھوٹے بیٹے سے نسبتہً زیادہ

باب ۱

محبت ہوتی ہے لیکن اس ارادے کی تکمیل میں تسافرنز مزاحم ہوا اور جب اردشیر بالآخر تخت پر بیٹھ گیا تو اُس نے نئے شہنشاہ کو یقین دلایا کہ کورش اُس کی (یعنی شہنشاہ کی) جان لینا چاہتا ہے۔ اس خبر سے اردشیر اس درجہ برافروختہ ہوا کہ وہ خود اپنے بھائی کے قتل کے درپے ہوگیا اور اگر اُس کی ماں ملکہ پری زادی دونوں کے درمیان حائل نہ ہوجاتی تو اُس نے ایک دن اپنے چھوٹے بھائی کو ہلاک کرہی دیا تھا۔ باوجود اس باہمی مخاصمت کے اردشیر نے کورش کو صوبہ دار بنا کر ایشیائے کوچک بھیج دیا لیکن اس کے حرکات وسکنات پر نگرانی رکھنے کے لئے اُس کے پیچھے پیچھے تسافرنز بھی روانہ کیا گیا۔ اب کورش علی الاعلان تخت ایران کا دعویدار ہوگیا اور اس مقصد کے حصول کی غرض سے اُس نے ایک عظیم الشان فوج جمع کرلی اور جگہ جگہ سے تنخواہ دار سپاہی فراہم کرنا شروع کئے۔ خوش قسمتی سے اُس زمانے میں مختلف یونانی مملکتوں میں بھینچی کی ہوا چل رہی تھی جس کی وجہ سے ہزاروں بیروزگار یونانی (کسی نہ کسی کی) ملازمت کے خواہاں دربدر مارے مارے پھرتے تھے۔ چنانچہ انھیں میں سے تیرہ ہزار نے کورش کے سامنے ملازمت کی درخواست پیش کی جو فوراً منظور ہوگئی۔ اُس نے اپنی فوج کے لئے رنگروٹ بھرتی کرنے کے واسطے ایک اسپارٹی مسمی کلیارخوس کو نوکر رکھا جو کسی زمانے میں اسپارٹا کا امیر البحر اور ہارموست رہ چکا تھا اور جس نے کچھ لیسانڈر کی سی طبیعت پائی تھی*۔ اس سے قبل باوجود الفورس کی قطعی ممانعت کے اُس نے بیزنطہ میں ایک خودسرانہ حکومت قائم کرلی تھی، اور چونکہ اسپارٹی اس قسم کے طرز عمل کے کسی حالت اور صورت سے روادار نہ ہوسکتے تھے اس لئے اُس نے اُن کے دباؤ سے تنگ آکر بالآخر اپنی راج دھانی چھوڑ دی لیکن کورش اس بات سے مطمئن نہ تھا کہ اسپارٹا کے خفیہ اشارے سے یونانی اُس کے علم کے نیچے جوق جوق جمع ہو جائیں، بلکہ اُس کی اصل خواہش یہ تھی کہ کسی نہ کسی طرح سے اُسے اسپارٹا کی باضابطہ مدد مل جائے، اور چونکہ اسپارٹا اُس کا مرہون منت

* دیکھو اسی تاریخ کی جلد ۲، باب ۲۸۔

رہ چکا تھا اس لئے یہ کچھ بعید از قیاس بھی معلوم نہ ہوتا تھا۔ اب اسپارٹی ایک طرف تو علی الاعلان حکومت ایران کی دشمنی مول لینا بھی پسند نہ کرتے تھے اور دوسری جانب وہ کورش کو بھی خوش رکھنا چاہتے تھے اور اُن کے زعم میں کورش کی کامیابی سے انھیں بہت سے مادّی فوائد حاصل ہو سکتے تھے، چنانچہ انھوں نے بالآخران تمام امیدوں کو پیش نظر رکھ کر خیئری سوفوس کی سرکردگی میں سات سو ہوپ لیت کورش کی امداد کو روانہ کردئے۔ چونکہ بالفعل اصلی مقصد کو ظاہر کرنے کی چنداں ضرورت نہ تھی اس لئے ظاہر یہ کیا گیا کہ یہ فوج دراصل کورش کی مدد کے لئے روانہ کی جا رہی ہے جو بحری قزاقوں کی گوشمالی کرنا چاہتا ہے لیکن بلاشبہہ بعد ازاں اُس کے جملہ احکام کی تعمیل ان پر فرض تھی۔

آخر کار سنہ ۴۰۱ق م کے موسم بہار میں کورش نے ایک لاکھ ایشیائیوں اور تیرہ ہزار یونانیوں کو اپنے ساتھ لے کر اردشیر کے خلاف جنگ شروع کردی[92] لطف یہ کہ

---

[92] کورش کی مہم اور دس ہزار کی پسپائی کے لئے ہماری معلومات زینوفون کے "اناباسس" پر مبنی ہیں۔ دیودوروس (۱۴، ۱۹-۳۱) کا بیان اس سے ذرا مختلف ہے، اور معلوم ہوتا ہے کہ اُس کا ماخذ الیفوروس کے واسطے سے سوفینے نے تس ہے جس کا حوالہ اناباسس ۵، ۸، ۱ میں دیا ہوا ہے۔ نیز مقابلہ کیا جائے نوئی برٹ: کورش کی مہم کے متعلق "زینوفون اور دیودوروس کے بیانات" لائپزگ Neubert: De Xen. anabasi et Diodori de Cyr. exped. سنہ ۱۸۸۱ء۔ کلیارخوس کے لئے ولٹ: "کلیارخوس" Wildt: De Clearchs. کولون سنہ ۱۸۸۲ء۔

جغرافی اور جنگی معلومات کے لئے جن مصنفوں کی تحریروں کا مطالعہ مناسب ہے اُن کا حوالہ ٹروین فیلڈ نے اپنی کتاب "دس ہزار یونانیوں کا راستہ" Treuenfeld: Der Zeg der 10,000 Griechen (نائمبرگ سنہ ۱۸۹۰ء) میں دیا ہے۔ نیز اُس کے لئے اینزورتھ، کوخ، شترکر (سنہ ۱۸۸۶ء)، ہرٹزبرگ Ainsworth, Koch, Strecker, Hertzlierg ریوسٹو، کوخلی Ruestow Koechly گروٹ Grotc اور شپیگل (قدیمیات ایران) Spiegel: Eranische Allerthumskunde ۲، ۴۳۴/۴۵۸

باب ۱

ان ہزاروں نفوس میں سے کوئی بھی ایسا نہ تھا جو یہ جانتا ہو کہ آخر وہ کہاں جا رہا ہے۔ سب سے پہلے تو اس عظیم الشان لشکر نے شمال کا رخ کیا جس کی وجہ سے غیر ملکی تنخواہدار سپاہی ذرا گھبرائے، لیکن کورش نے فوراً اُن کے مشاہرے میں اضافہ کر کے انھیں رام کر لیا۔ بہر حال یہ فوج سارڈس سے پہلے تو مشرقی سمت میں کیلائے نائے کی طرف اور وہاں سے شمال اور شمال ومشرقی سمت میں افروجیہ اور لیکاؤنیہ ہوتی ہوئی کاپادوسیہ کے شہر تیانا پہنچی، اور وہاں سے عین جنوب کی طرف کیلیکیہ کے دروں میں ہوتی ہوئی طرسوس آئی۔ یہاں سے کورش خلیج اسوس کے ساحل کا چکر لگا کر اُسی راستے پر ہو کر گزرا جو آئندہ چل کر سکندر مقدونوی نے اختیار کیا، اور اس کے بعد ریگستان میں ہو کر دریائے فرات کو شہر تھاپساکوس پر عبور کیا۔ یہاں سے وہ اُس دریا کے کنارے کنارے ہوتا ہوا شہر بابل کے مفصلات تک پہنچ گیا۔ اس طویل سفر کے دوران میں اُسے اردشیر یا اُس کی فوج کسی مقام پر نہیں ملی، لیکن یہاں پہنچ کر اُسے دشمن سے مقابلہ کرنا پڑا۔ شہنشاہ ایران کی فوج میں مختلف بیانات کے اعتبار سے چار لاکھ سے نو لاکھ تک سپاہی تھے، اور اُس نے یہ جم غفیر لے کر کورش پر دجلہ اور فرات کے دوآبے میں کوناکسا کے قریب حملہ کیا۔ باوجود اس عظیم الشان فوج کے مقابلے کے اگر کورش ضرورت سے زیادہ جوش کا اظہار نہ کرتا یا اگر کلیارخوس قابلیت کے ساتھ اپنا فرض منصبی ادا کرتا تو ممکن ہے فتح کا سہرا کورش ہی کے سر رہتا، لیکن کلیارخوس نے بجائے اس کے کہ دشمن نے قلب پر حملہ کرنے میں کورش کی مدد کرے، محض اپنے دو بدو ایرانی لشکر کو شکست دینے اور اُس کا تعاقب کرنے پر اکتفا کیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اُس نازک وقت پر جب کورش نے دشمن کے قلب پر جہاں خود اردشیر موجود تھا، حملہ کیا تو اُس وقت کلیارخوس اس کی مدد کیلئے نہ پہنچ سکا اور دست بدست لڑائی میں خود کورش بھی کام آیا۔ اپنے سردار کو مردہ دیکھ کر اُس کے ایشیائی سپاہی تو میدان چھوڑ کر بھاگ گئے، لیکن یونانیوں نے لڑائی برابر

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ کی تصانیف کا مطالعہ کیا جائے۔

کوناکسا کے نام سے ہم صرف پلوٹارک کی سوانح عمری سے اردشیر میں دوچار ہوتے ہیں۔

بابل

جاری رکھی، اور ایک مرتبہ پھر اپنے مقابل ایرانی سپاہ کو اپنے زعم میں شکست دے کر وہ اس قدر خوش ہوئے کہ تخت ایران کی داد وستد بھی شروع کر دی، یعنی ایک شخص مسمی آریائیوس کو اُس پر بٹھانا چاہا، لیکن اُس نے شکریئے کے ساتھ اُن کی اس درخواست کو نامنظور کر دیا۔ اس کے بعد انھوں نے ایرانیوں پر دباؤ ڈالا کہ وہ انکی واپسی کا انتظام کریں، اور جب تسافرنز کی عیاری سے اُن کے سپہ سالار کو تلوار کے گھاٹ اُتار دیا گیا تو بھی وہ مایوس نہیں ہوئے بلکہ اُس کی بجائے ایک سپاہ دار مسمی زینوفون کی ترغیب وترہیب اور عاقلانہ مشوروں سے اُن کے دل بڑھ گئے۔ آخر الامر انھوں نے خیئرروسوفوس کو اپنا سپہ سالار اعظم منتخب کر کے بیشمار دشمنوں میں ہو کر وطن کی راہ لی۔ راستے میں زینوفون انھیں اپنے نیک مشوروں سے مستفید کرتا رہا اور حتی الامکان اُس نے اُن کی جرأت، ہمت اور تادیبی کیفیت کو ہاتھ سے نہیں جانے دیا۔ ظاہر ہے کہ اگر وہ اُسی راستے سے واپس جاتے جس سے وہ کورش کے ساتھ آئے تھے تو دشمن میدانوں میں اُن کے راستے میں حائل ہو کر انھیں چاروں طرف سے گھیر لیتے، اسلئے انھوں نے مجبوراً شمال کی طرف اپنا رخ کیا جس سے وہ مطلق واقف نہ تھے، اور یہ ارادہ کیا کہ سلسلۂ کوہ کو عبور کر کے وہ کسی طرح سے بھی بحیرۂ اسود پہنچ جائیں۔ ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیئے اس پسپائی کا نپولین کی پسپائی روس سے یا ایتھنزیوں کی پسپائی سرقوسہ سے کسی طرح مقابلہ نہیں کیا جا سکتا اس کے ساتھ یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ انھیں بجائے شکست کے ایک معنی کر کے جو کامیابی حاصل ہوئی وہ محض ایک اتفاقی امر نہ تھا بلکہ اس سے ان لوگوں کی صریح قابلیت کا اظہار ہوتا ہے جن کے سر اس کا سہرا تھا۔ ممکن ہے کہ نپولین اور ایتھنزیوں کو سردی یا گرمی کی شدت سے بہت کچھ نقصان اٹھانا پڑا ہو یا ایرانی بہ نسبت روسیوں یا سرقوسیوں کی حملہ آور قوم کے لئے زیادہ خطرناک ہوں، لیکن اس کے ساتھ ہمیں یہ بھی تسلیم کرنا پڑیگا کہ یہ یونانی جغرافیۂ ایران سے جس قدر واقف تھے اس کی بہ نسبت نپولین یا ایتھنزیوں کو روس اور سرقوسہ کے ملک سے کہیں زیادہ واقفیت تھی۔ بہرحال سب سے پہلے تو دریائے دجلہ کے مغربی کنارے کے متوازی شمال کی طرف چلے۔ لیکن جب وہ کاردوچیوں کے ملک یعنی کردستان میں ہو کر گزر رہے تھے تو اُن پر جنگجو

گردوں نے اُن کے عقب سے اور ادر وتیوں نے اُن کے مقابل اگرانُ جملہ کر دیا جس کی وجہ سے وہ دریائے کینٹری تیس کو (جسے اب بہتان شط کہتے ہیں) عبور کر کے انتہائی تکالیف اور پریشانیوں کے باوجود خلیج وان کے مغرب میں برف پوش پہاڑوں پر ہو کر برابر آگے بڑھتے چلے گئے، یہاں تک فروری یا مارچ سنہ ق م میں وہ آخر کار طرابزون پہنچ گئے۔ جب اُن کی نظر پہلی مرتبہ سمندر کے پانی پر پڑی، جس کے دیکھنے کے وہ مہینوں سے مشتاق تھے، تو وہ یک زبان ہو کر فرط خوشی میں چلا اُٹھے کہ لو سمندر آگیا! سمندر آگیا!! اس پسپائی سے یونانی قوم کے جو خصوصیات عیاں ہو جاتے ہیں، وہ اُن کے کسی کارنامے سے ظاہر نہیں ہوتے۔ گو انھوں نے محض ذاتی نفع کی خاطر ملازمت قبول کی تھی لیکن انھوں نے صرف ایسے رہبروں کی ماتحتی گوارا کی جو خود اُن کے منتخب کردہ تھے، اُن میں آخر تک اپنی قومیت کا احساس رہا اور ایران میں بھی برابر وہ اپنے مذہبی ارکان بالکل اُسی طرح سے ادا کرتے رہے گویا کہ وہ یونان میں اطمینان سے بیٹھے ہوئے ہوں۔ وہ نہایت مستقل مزاجی کے ساتھ متحد و متفق رہے، لہذا جو کچھ بھی اُن کی راہ میں حائل ہوا اُس پر وہ برابر غالب ہی آتے رہے۔ یہ امر قابل لحاظ ہے کہ گو اُن کا سپہ سالار ایک اسپارٹی تھا لیکن جس شخص نے خود اپنی بہادری کی زندہ مثال اور یونانی طرز سے ترغیب دے کر انھیں یکجا رکھا وہ ایک ایتھنزی شہری تھا۔ مختصر یہ کہ اس پسپائی سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سنہ ق م میں یونانیوں میں اُتنا ہی دم خم موجود تھا جتنا اس سے ایک صدی پہلے تھا۔ اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ اخلاقی اعتبار سے یہ سپاہی یونانیوں میں بہترین تھے، اور جب ایسے معمولی چال بازوں نے یہ کچھ کیا تو یقیناً یونانیوں کے برگزیدہ افراد سے، خاصکر جب اُن کی رہبری کے فرائض قابل اشخاص کے سپرد ہوں، بہت کچھ امید کی جا سکتی تھی۔ ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ اُن کی نجات صرف اس وجہ سے ہوئی کہ ایک بہادر اور تنومند شخص ہر وقت اُن کا دل بڑھاتا رہا جس کی وجہ سے وہ اپنی ہی خوشی سے اپنے افسروں کی حکم برداری کرتے رہے، اور اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایسی قوم کیلئے کوئی طرز حکومت عمومیت سے بہتر نہیں تھا۔

باب۱

جب یہ لشکر، جس میں اب صرف نو ہزار نفوس باقی رہ گئے تھے، سمندر کے کنارے پہنچا تو بجائے اس کے کہ انھیں ایرانی دشمنوں کی مخالفت پر کمربستہ ہونا پڑے اب اُنھیں مقامی دیہاتیوں کی چھیڑ خانیوں اور برائے نام دوستوں کی ریشہ دوانیوں سے دوچار ہونا پڑا۔ اس زمانے میں اسپارٹی آبنائے باسفورس کے ہر طرف ذی اقتدار تھے، اور چونکہ وہ شہنشاہ ایران سے بالکلیہ مقاطعہ کرنا نہیں چاہتے تھے اس لئے اُنھوں نے اس لشکر کے رستے میں ہر طرح سے روڑے اٹکانے شروع کئے۔ بیز نطہ پہنچنے پر وہ ادھر اُدھر کھنچے پھرے، یہاں تک کہ آخر کار انھوں نے تھریسی حکمران سیوتھیس کی ملازمت اختیار کرلی، اور اُس وقت تک جب اُنھیں ایران کے خلاف ازسرِ نو تلوار نکالنا نہ پڑی وہ برابر اُسی کے مطیع و منقاد رہے۔

الغرض اسپارٹا اور ایران کے درمیان ازسرِ نو جنگ شروع ہوگئی۔ شہنشاہ ایران نے تسافرنز کے فتوحات کے صلے میں اُسے افروجیۂ عظمیٰ و الیونیہ کا صوبہ دار اور ایشیائے کوچک کا والی بنا کر بھیجا تھا۔ اسنے مستقر پر پہنچتے ہی اُسنے اُن تمام یونانی بلدیات کو جو ایشیا کے ساحل پر آباد تھے، سلطنت ایران میں شامل کرنے کا تہیہ کر کے فی الفور شہر کیمے کا محاصرہ کرلیا۔ اس پر ایشیائے کوچک کے یونانیوں نے ارضِ یونان کے مسلمہ رہبر اسپارٹا کے سامنے دستِ طلب دراز کیا، اور جس طرح کسی زمانے میں کریسوس نے اسپارٹا کو اپنا ہادی مان لیا تھا اسی طرح اس مرتبہ الیونیوں نے اسی مملکت کے سامنے اپنا سرِ تسلیم خم کردیا، اور اسپارٹیوں نے الیونی شہروں کو اپنی حمایت و حفاظت میں لے لیا۔ اُن کے خیال کے مطابق ایرانیوں نے نہایت کمینہ حرکت کی تھی، اور اُنھوں نے یہ سمجھا کہ جس سلطنت میں دس ہزار غیر ملکی نہایت اطمینان کے ساتھ گزر سکتے ہوں وہ کسی زبردست حملہ آور کی تاب نہیں لاسکتی۔ ان تمام خیالات کو پیشِ نظر رکھ کر انھوں نے جس طرح اس سے قبل کورش کے نام احکام صادر کئے تھے اُسی طرح تسافرنز کے نام پیغام بھیجا کہ وہ یونانیوں کو اپنے حال پر چھوڑ دے؛ اور جب تسافرنز نے اُس کی طرف مطلق التفات نہ کیا تو انھوں نے تھمبرون کو تیمضریوں، لکدموںیوں، بعض دیگر پیلوپونیزیوں اور کورش کے آٹھ ہزار ساتھیوں سمیت ایشیا روانہ کیا۔ ابتدا میں تو اسپارٹیوں کو

تھوڑی بہت کامیابی ہوئی اور انھوں نے ایولس کے ایک حصے پر قبضہ کرلیا، باب
اس کے ساتھ دیماراتوس اور گونگی لوس کی اولاد جو وہاں آباد ہوگئی تھی یونانیوں
سے آکر مل گئی۔ لیکن جو نتائج برآمد ہوئے وہ اسپارٹیوں کی امیدوں سے
بہت کم تھے، اور اگر نظر غائر سے دیکھا جائے تو تھمبرون جیسے قابل سپہ سالار کو
اتنی کامیابی حاصل نہیں ہوئی جتنی دس ہزار کو اپنے منتخب شدہ سرداروں کی
ماتحتی میں حاصل ہوگئی تھی۔ تھمبرون نے غلطی یہ کی کہ اپنے سپاہیوں کو خود
اسپارٹیوں کے حلیفوں اور دوستوں کی لوٹ مار کرنے کی عام اجازت
دیدی۔ بہرحال موسم خزاں ۳۹۹ق م کے بعد اس کی جگہ درکی لِداس سپہ سالار
مقرر ہوا اور اسے تھمبرون سے نسبتۃً زیادہ کامیابی حاصل ہوئی۔ اس نے تیسافرنز
کے ساتھ صلح کرکے اسے تو گویا غیر مسلح کردیا اور ایک ہفتے کے اندر اندر تمام
ملک ایولس فرنابازو سے لے کر اسے بھی ہتھیار ڈالنے پر مجبور کیا۔ ساتھ ہی ایک
فصیل تعمیر کرکے اس نے تھریسی خرسونیز کو محفوظ کرلیا، آتارنیوس کے شہر پر قبضہ کرلیا،
اور جب دشمن کی فوجیں ۳۹۷ق م میں دریائے میاندر کے کنارے پر مقابلے
کے لئے آئیں تو اس کے استقلال کی وجہ سے فرنابازو اور تیسافرنز دونوں کو
ایک طویل التوائے جنگ کی آڑ لینے کے سوا چارہ کار ہی نظر نہ آیا۔ اس کا مقصد عظیم
یہ تھا کہ خاموشی کے ساتھ ایک ایسے صلحنامے پر دستخط کرائے جس میں ایشیائے کوچک
کے یونانی شہروں کو بالکل خود مختار تسلیم کرلیا جائے[۹۵]۔ غرضکہ اس مہم کی ابتدا تو

---

[۹۵] اس زمانے میں اسپارٹا کی جو حالت تھی اس کے لئے مقابلہ کرو بازین: "جمہوریۂ اسپارٹا بمنشاء زینوفون" Bazin : La republique des Lared. de xenophon پیرس ۱۸۸۵ء؛ فلئی شاندرل: "اسپارٹا کی حالت زینوفون کے زمانے میں" Fleischanderl: Die spartan Verfassung bei xenophon لائپزگ ۱۸۸۸ء۔ تسافرنز کے لئے مقابلہ کرو نکولائی: "تسافرنز کا تدبر" Nicolai Dic Politik des Tissap ۱۸۸۹ء۔ چوتھی صدی ق م میں ایشیائی معاملات کے لئے دیکھو پ۔ کرمبھولتس: "ایشیائے کوچک کے ایرانی صوبے" P. Krumbholz:Dic Asia munoris

کامیابیوں کے ساتھ ہوئی، لیکن نتیجہ اس قدر مفید نہ نکلا۔ اصل میں اسپارٹیوں نے باب
اپنی تمام تر قوت کو ایران کے خلاف استعمال ہی نہیں کیا، بلکہ اس کے ساتھ انھوں نے خاص ارض یونان میں بھی اپنے دشمنوں کو نیچا دکھانا چاہا، یعنی بغیر لیسانڈر کی موجودگی کے اس کی سیاسی خواہشات کو پایۂ تکمیل کو پہنچانا چاہا۔ ان کا یہ خیال تھا کہ انھیں ایران اور اسپارٹا کے یونانی دشمنوں دونوں کو بیک وقت مغلوب کرنے کی اہلیت حاصل ہے۔ سب سے پہلے تو انھوں نے ایلس کی طرف رخ کیا۔ جنگ پیلوپونیز کے دوران میں یہاں کے باشندوں نے اسپارٹیوں کو بہت دق کیا تھا، اور اب اس جرم کی پاداش میں اسپارٹا نے انھیں سزا دینے کا ارادہ کر لیا۔ انھیں یہ حکم ملا کہ وہ ان تمام سپے ریوائی کیون کو جو ان کے ملک میں ہوں، فی الفور آزاد کردیں، اور انکاری جواب ملنے پر اسپارٹیوں نے ایلس پر حملہ کر دیا۔ اس پر ایلس نے اسپارٹا کے دشمنوں سے مدد چاہی، لیکن ادھر سے شافی جواب ملنے کے عوض آرکیڈیا اور اکائیہ نے موقع کو غنیمت سمجھ کر خود ایلس پر حملہ کر دیا۔ الغرض ۳۹۸ء اور ۳۹۷ء ق م میں مسلسل دو برس تک شاہ آگیس ملک ایلس کو روندتا رہا اور ایک طرف تو لکڈمونی، ان کے حلیفہ اور ایتھنزی اس کی مدد کے لئے موجود رہے دوسری جانب خود سرزمین ایلس میں بھی اندرونی فساد برپا رہنے سے اسے اپنے کام میں بہت کچھ آسانی ہو گئی۔ آخر ۳۹۷ء ق م میں ایلس کو نہ صرف لپریوم دشمن کے حوالے کر دینا پڑا بلکہ ترفیلیہ کے ضلع سے بھی دست بردار ہونا پڑا، نیز ساحل کا وہ حصہ بھی جس میں فیئی یا اور کیلیلے واقع تھے، اور سرحدی ضلع اکروریا بھی دشمن کے قبضے میں آگئے۔ لیکن یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ باوجود ان پے در پے شکستوں کے ایلس ہی اولمپیا کے کھیلوں کا صدر بنا رہا[۵۵]

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ Satrapus persicis لائپزگ ۱۸۸۳ء۔

تھیمبر مین، وڈرکی لیداس، زینوفون حصہ ۳، اور دیودورس ۱۴، $\frac{۳۵}{۳۸}$ ۔ زینوفون (۳، ۱، ۱۰) اپنے بہترین اسلوب میں یہ بتاتا ہے کہ وڈرکی لیداس نے کس طرح میدیاس جیسے بدآدمی کو نیچا دکھایا۔

۵۵ جنگ ایلس، زینوفون ۳، ۲، $\frac{۲۱}{۳۱}$؛ دیودورس ۱۴، ۱۷، ۳۴، ۳؛ برائی تن باخ Breitenbach کے

باب ۸ شاہ اگِس نے مالِ غنیمت کا دسواں حصہ دیلفی کی نذر کر کے اسپارٹا کی راہ لی۔ لیکن ان کامیابیوں کے بعد وہ بہت دن زندہ نہیں رہا بلکہ ۳۹۷ ق م میں راہیٔ ملکِ عدم ہوا۔ اُس کی وفات کے بعد اُس کے ورثا میں جھگڑا پڑ گیا۔ دعویداروں میں سے ایک لیوتی خدیس تھا جو اپنے آپ کو اگِس کا بیٹا بتاتا تھا لیکن بہت سے اسپارٹی اُسے الکبیادیس کی اولاد تصور کرتے تھے۔ دوسرا دعویدار ۴۴ سالہ اگے سی لاؤس تھا جو اگِس کا بھائی اور آرخی داموس کا بیٹا تھا۔ زینوفون نے اپنی کتاب میں اس تنازعہ کے دلائل ایک مکالمے کی شکل میں پیش کئے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ اسپارٹا میں مشکل سے کوئی متنفس ایسا ہو جو لیوتی خدیس کو اگِس کی جائز اولاد تصور کرتا ہو، لیکن غالباً ایک فریق ایسا تھا جو اُسے اپنا آلۂ کار بنائے ہوئے تھا اور یہ اپنی مطلب براری کے لئے اُس کا ساتھ دینے کے لئے تیار تھا۔ اس کے علاوہ بہت سے اسپارٹی اگے سی لاؤس کے لنگ کرنے کی وجہ اس کا بادشاہ ہونا پسند نہ کرتے تھے۔ آخر کار جب دیوپِتھیس سے، جو فال نکالنے میں نہایت مشاق تھا، استفسار کیا گیا تو اُس نے جواب دیا کہ اپولو کے حسب قول اسپارٹا میں "لنگڑی" حکومت کسی طرح مناسب نہیں ہے۔ لیسانڈر بھی، جس کی سیاسی قوت اُس وقت تک برابر قائم تھی، اگے سی لاؤس کا ہمنوا تھا، چنانچہ اس فال کی اُس نے یہ تاویل کی کہ "لنگڑی حکومت" سے مراد لنگڑے بادشاہ کی حکومت نہیں ہے بلکہ اس سے مقصود یہ ہے کہ ایسا شخص اسپارٹا کے تخت پر نہیں بیٹھنا چاہئیے جو کم اصل ہو یا جس کی نجابت میں

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گذشتہ حواشی زینوفون ۳، ۲، ۲۱؛ کرتیوس کے حواشی ۳، ۴۴، ۷۔ پوسانیاس ۵، ۴، ۸ و ۶، ۲، ۸ کے مطابق ایلیسیوں کو اولمپیا کے مقام پر اسپارٹیوں کے خلاف ایک تدبیر کامیابی ہوئی جس کی انھوں نے ایک یادگار قائم کی؛ گارڈنر ("سکہ جات ایلس" رسالہ مسکوکیات Gardner : Coins of Elis. Numis. Chr. ۱۸۷۹ء صفحہ ۲۴۱) کا خیال ہے کہ اس یادگار کی تصویر ایک نہایت حسین ایلیسی سکّے پر بنی ہوئی ہے۔ اس سکّے کو ہیڈ Head نے بھی اپنی کتاب میں جگہ دی ہے (صفحہ ۳۵۵ نشان ۲۳۳)۔ اس پر فتح کی دیبی کے ہاتھ میں سدا بہار پتوں کی ایک شاخ نظر آتی ہے۔

باب ۱

کسی قسم کا شک وشبہہ ہو۔ اس دلیل کا اسپارٹیوں پر بہت اثر پڑا چنانچہ اُنھوں نے فوراً اگےسی لاؤس کو اپنا بادشاہ منتخب کرلیا۔

اگےسی لاؤس بہادر، سیدھا سادہ اور بامروت شخص تھا، اور اُس میں وہ تمام عادات واطوار موجود تھے جو عام طور پر کسی سچے اسپارٹی شہری میں ہونے چاہئیں۔ جہاں تک ہمیں علم ہے وہ کبھی الیفوروں کے ساتھ، جو شہر کے اصلی رہبر تھے، دست وگریباں نہیں ہوا، اور ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اُس نے اپنے اثر کی وجہ سے کبھی کسی اسپارٹی شہری کو آزردہ خاطر نہیں کیا۔ اس میں شک نہیں کہ لیسانڈر نے اُس کا ساتھ صرف اس لئے دیا تھا کہ وہ اُسے اپنا آلۂ کار بنانا چاہتا تھا، لیکن جیسے اس چالاک اسپارٹی نے فرنا بازو کی اصلیت سمجھنے میں غلطی کھائی تھی اُسی طرح وہ اگےسی لاؤس کے حقیقی خصائص کی تہ کو نہیں پہنچ سکا۔ اگےسی لاؤس میں ایک خاص خوبی یہ تھی کہ وہ ہر وقت ہر واقعے کے لئے گویا تیار بیٹھا رہتا تھا۔ اپنی خانگی زندگی میں وہ نہایت ہوشیار تھا لیکن اُسے کبھی اپنے اوپر زعم باطل نہیں ہوا؛ بحیثیت ایک بادشاہ کے وہ ہمیشہ الیفوروں کا تابعدار رہا، لیکن اوروں کے سامنے اُس نے کبھی اپنی متانت اور سنجیدگی ہاتھ سے نہیں جانے دی، چنانچہ وہ وقت دور نہ تھا جب خود لیسانڈر کو بھی اس خصوصیت کا تجربہ ہو جائے اور اسپارٹی اُس سے بیحد مسرور ومحظوظ ہوں۔

اگےسی لاؤس کے انتخاب کے بعد ہی اسپارٹا کو ایک بڑے خطرے کا مقابلہ کرنا پڑا۔ سب سے پہلے تو بادشاہ کو قربانی کے شگونوں سے معلوم ہو گیا کہ ملک پر کوئی عظیم الشان مصیبت آنے والی ہے۔ اس واقعے کے کچھ دن بعد ایک شخص نے الیفوروں کے پاس آکر اطلاع دی کہ بعض لوگوں نے ایک شخص مسمی کینادون کی سرگردگی میں ایک سازش تیار کی ہے، اور یہ کیناداون بجائے کسی اچھے امیر خاندان کا ایک فرد ہونے کے اس قدر غریب ہے کہ وہ دستر خوانِ مشترکہ کا چندہ تک ادا نہیں کرسکتا۔ اُس نے یہ کیا کہ کیناداون نے خود اُسے یہ حکم دیا تھا کہ جب اسپارٹا کا چوک بھرا ہو تو وہاں کے سب "دشمنوں" کو شمار کرے، اور "دشمنوں" سے اُسکی مراد بادشاہوں، الیفوروں، گیروشیوں اور ذی اقتدار طبقے کے دیگر افراد سے تھی۔

باب۱

بہر حال جب ان دشمنوں کا شمار کیا گیا تو معلوم ہوا کہ چار ہزار آدمیوں میں صرف چالیس ایسے افراد ہیں جو اس زمرے میں آسکتے ہیں یعنی اُن کا تناسب ایک فی صدی سے زیادہ نہیں ہے۔ اُس نے یہ بھی اطلاع دی کہ اس کینادون نے بعینہٖ اسی قسم کی درخواست دوسروں سے بھی کی تھی، اور کہا تھا کہ اسپارٹا کے پیرِیوئی کیوں، اور ہیلوتوں کی یہ خواہش ہے کہ کسی نہ کسی طرح سے ان خود ساختہ اشیائی رہبروں کا خاتمہ ہوجائے، بلکہ بعض تو انھیں زندہ چبا ڈالنے کے لئے بالکل تیار تھے۔ جب کسی نے اُس سے دریافت کیا کہ آخر تم ہتھیار کہاں سے لاؤ گے تو اُس نے جواب دیا کہ اول تو خود ارباب سازش ہی کے پاس ہتھیاروں کی کمی نہیں، اور اس کے علاوہ لوہاروں کی دکانیں اور مزدوروں کے گھر ان سے بھرے پڑے ہیں۔ یہ قصہ سُن کر ایفوروں نے اس کا تہیہ کر لیا کہ کسی طرح سے اس خطرناک شخص سے چھٹکارا حاصل ہونا چاہیئے۔ ایفوروں نے اس سے پیشتر اُس سے کئی مرتبہ اکثر خفیہ امور میں کام نکالا تھا لہذا وہ اُس سے خوب اچھی طرح سے واقف تھے۔ وہ جانتے تھے کہ ایسے شخص کا خاص شہر اسپارٹا میں گرفتار کرنا خالی از خطرہ نہیں ہے اس لئے انھوں نے اُسے ایک سرکاری کاغذ دے کر اسپارٹا سے روانہ کر دیا اور جو سپاہی اُس کے ساتھ گئے انھیں یہ حکم دیدیا کہ وہ اُسے شہر کے باہر پہنچ کر گرفتار کرلیں۔ کینادون پابجولاں اسپارٹا واپس آیا؛ ایفوروں کے حکم سے اُس کے سر بازار دُرّے لگائے گئے تاکہ دوسروں کو عبرت ہو، اور آخر کار اُس کا اور اُس کے ساتھیوں کا کام تمام کر دیا گیا۔[۵]

---

۵ اسگے سی لاؤس کی تخت نشینی، زینوفون ۳، ۳، ۱-۴؛ پلوٹارک: اسگے سی لاؤس ۳؛ لی سیاس ۲۲۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا یہ دیوپی تھیس وہی دیوپی تھیس ہے جس نے تیس سال پہلے ایتھنز میں اناسی غورس پر الزام لگایا تھا۔ اسگے سی لاؤس پر مفصلۂ ذیل کتابیں قابل مطالعہ ہیں:۔ ہرٹس برگ: "سوانح عمری شاہ اسگے لاؤس دوم" Hertzberg : Das Leben des Koenigs Agnsilaos II ، ہالے ۱۸۵۶ء؛ ہرٹس برگ کا مضمون پاؤلی کے مجموعے ا (۲)، ۴ میں؛ بٹمان: "سوانح عمری اسگے سی لاؤس" Buttmam : Lebendes Agesilaos ہالے ۱۸۷۲ء۔

باب

ہم نے ۳۹۷ ق م کے بعد کے ایشیائی حالات کا ذکر نہیں کیا، لہذا اب ہم اُن کی طرف اپنی توجہ مبذول کرتے ہیں۔ ۳۹۷ ق م کے اختتام اور ۳۹۶ ق م کے آغاز پر اسپارٹا اور ایران کی جنگ میں کچھ سکون پیدا ہو چلا تھا لیکن ۳۹۶ ق م کے موسم گرما میں اس میں پہلے کی سی تیزی پیدا ہو گئی۔ زینوفون کے قول کے بموجب ایک سرقوسی مسمی ہیروداس نے اسپارٹا آکر بیان کیا کہ اُس نے خود اپنی آنکھوں سے فنیقیہ میں ایک ایرانی بیڑا تیار ہوتے ہوئے دیکھا ہے جس میں تین سو سہ طبقہ کشتیاں ہیں، لیکن اُسے یہ معلوم نہ تھا کہ اس بیڑے کا مقصد کیا ہے۔ اسپارٹیوں نے یہ نتیجہ نکالا کہ ہو نہ ہو یہ بیڑا اسپارٹا کے خلاف لڑنے کیلئے بنایا گیا ہے۔ اب جنگ اسئے گوس پوتامی کے بعد ایتھنزی امیر البحر کونون نے ایواغورس شاہ سالامس (قبرص) کے پاس پناہ لی تھی۔ جب شہنشاہ اردشیر اور اسپارٹا کے مابین نزاعات بڑھے تو اُس نے اردشیر کو یہ کہلا بھیجا کہ اگر ایران کو اُس کی خدمات کی ضرورت ہے تو وہ بسروچشم حاضر ہے۔ ظاہر ہے کہ جب اسپارٹا نے اردشیر کے مخالف شاہزادہ کورش کی مدد کی تھی تو ایک ایتھنزی کے لئے اس سے زیادہ کوئی راستہ صاف نہ تھا کہ وہ اردشیر کی مدد کے لئے تیار ہو جائے۔ بالآخر بادشاہ نے اپنے صوبہ دار فرنابازو کی وساطت سے اُسے یہ حکم دیا کہ وہ فوراً کاریہ اور لکیہ میں ایران کے لئے ایک بیڑا تیار کرے۔

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ بہت سے مصنف اس کوشش میں لگے رہے ہیں کہ اگے سی لاؤس کی بابت جس قدر واقعات کا ثبوت ہے اُن سے بھی زیادہ واقعات بیان کریں۔ اُن کا خیال ہے کہ اس بادشاہ کے خیالات پہلے تو نہایت وسیع تھے اور اُسکا دائرۂ نظر تمام ارض یونان تھی، لیکن رفتہ رفتہ ان میں ایک قسم کی تنگی پیدا ہونے لگی تاآنکہ اُس کی نگاہ محض اسپارٹا کے مفاد تک ہی محدود ہو گئی۔ لیکن ہمیں یاد رکھنا چاہئے کہ جب اُس میں ذہنی انقلاب کا ہونا بیان کیا جاتا ہے تو اُسوقت اُسکی عمر پچاس سال سے متجاوز ہو گئی تھی؛ اور اگر ہم اُسے ایک ایسا شائستہ اسپارٹی تصور کریں جو ہمیشہ الیوروں کے حکم کی تعمیل کو اپنا فرض عین تصور کرتا تھا تو اسکے طرز عمل میں ہم ایک قسم کی یکرنگی محسوس کریں گے۔ واقعہ یہ ہے کہ وہ ہمیشہ ہر چیز کا افادی پہلو پیش نظر رکھتا تھا۔
کینا دون کی سازش، زینوفون ۳، ۳، ۴-۱۱۔

الغرض ہیروداس کی اطلاع سے اسپارٹیوں میں بہت کچھ ہیجان پیدا ہوا اور باب ۳
تمام پیلوپونیز میں حب وطن کی ایک رو دوڑ گئی۔ اسی زمانے میں تموتیوس، جو شاعر ہونے کے ساتھ ہی ساتھ ماہر موسیقی بھی تھا، اپنے ناٹک "ایرانیاں" سے لوگوں کا جوش تازہ کر رہا تھا۔ لیسانڈر نے یہ تحریک کی کہ اگے سی لائوس تیس اسپارٹائیوں، ۲۰۰۰ نیوداموڈیوں* اور ۶۰۰۰ حلیفوں کو ساتھ لے کر فوراً ایشیا چلا جائے۔ لیسانڈر کا اصلی مقصد یہ تھا کہ اُس کا زائل شدہ اثر از سر نو قائم ہو جائے اور وہ عشاری حکومتیں جنھیں اسپارٹیوں نے برخاست کر دیا تھا، دوبارہ برسر اقتدار ہو جائیں؛ نیز اس کا یہ بھی خیال تھا کہ اگے سی لائوس جو اُس کا مرہون منت ہے، ضرور اُس کے خیالات کی تائید کرے گا۔ یہ ایک نہایت خوش آیند بات تھی کہ مصری بغاوت کی وجہ سے ایران اور ایشیائے کوچک میں نسبتہً قوت و جبروت کا مظاہرہ کر سکتا تھا۔ غرضکہ اگے سی لائوس تیس اسپارٹیوں کو لے کر جس میں خود لیسانڈر بھی موجود تھا، ایشیا روانہ ہو گیا۔ لیکن یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اُس کی مدد کے لئے ایتھنز، تھبز، کورنتھ اور آرگوس نے کسی قسم کی امدادی فوج روانہ نہیں کی۔ شاہ اسپارٹا کی یہ خواہش تھی کہ وہ اس مہم کو کسی مقدس مذہبی رسم سے شروع کرے، چنانچہ وہ سب سے پہلے آؤلس اس غرض سے گیا کہ اگامیمنون کی طرح وہاں قربانی کرے تاکہ اُس کے معبود اُسے اپنے ظل حفاظت میں لے لیں۔ لیکن جب بیوتارخوں کو یہ معلوم ہوا کہ وہ بیوتی عقیدے کے مطابق قربانی نہیں کرنا چاہتا تو اُنھوں نے قربانی کو قربان گاہ سے نکال کر باہر پھینک دیا۔ بادشاہ نے اس پر صدائے احتجاج بلند کی اور یہ خیال کر کے کہ جب مہم کا آغاز اس قدر بُرے شگون سے ہوا تو اس کا انجام کیا ہوتا ہے، وہ نہایت تردد اور غصے کی حالت میں ایشیا چلا گیا۔ ظاہر ہے کہ ایک ایسی فوج سے جو تعداد میں کورش کے اجیر سپاہیوں کی تعداد سے بھی کم تھی، یہ امید کرنی لاحاصل تھی کہ وہ ایرانیوں کو مرعوب یا مغلوب کر سکے گی۔ ۵۶

---

* نیوداموڈی = وہ ہیلوٹ جنھوں نے جنگ میں کوئی کارنمایاں انجام دیا ہو اور جنھیں اُس کے صلے میں آزادی ملگئی ہو

۵۶ آؤلس کی قربانی، پلوٹارک: اگے سی لائوس ۶۔ ایشیائی جنگ، زینوفون ۳، ۴؛ پلوٹارک: اگے سی لائوس ۶ وغیرہ؛ لیسانڈر ۲۳، ۲۴۔

چونکہ تسافرنز باضابطہ جنگ کے لئے تیار نہیں تھا اس لئے اُس نے یہ اعلان کیا کہ اگر شہنشاہ ایران اجازت دیدے تو وہ یونانی بلدیات کو سوار اج دینے کے لئے تیار ہے اور شہنشاہ کی اجازت آنے تک جنگ کو ملتوی کرنا مناسب ہے ساتھ ہی ساتھ اُس نے کمک کے لئے سوس آدمی بھیجا۔ بہر حال اگے سی لاؤس التوائے جنگ کے لئے آمادہ ہو گیا اور اطمینان سے اپنی سوس میں رہنے لگا۔ لیکن یہاں اُس کے اور لیسانڈر کے مابین منافقت کی شکل پیدا ہو گئی۔ وہ اس طرح کہ جہاں ایشیا میں لیسانڈر کے نام سے گویا بچہ بچہ واقف تھا وہاں اگے سی لاؤس کو کوئی جانتا بھی نہ تھا۔ شاہ اسپارٹا نے اس تکلیف دہ صورت حال کا خاتمہ کرنے کی یہ ترکیب نکالی کہ جب کوئی معاملہ تصفیئے کی غرض سے اُس کے سامنے پیش ہوتا تو وہ فوراً لیسانڈر کی رائے کے خلاف فیصلہ صادر کرتا جس سے لیسانڈر اس درجہ زچ ہوا کہ اُس نے یہ درخواست کی کہ اُسے کسی اور کام پر لگادیا جائے جو فوراً منظور ہو گئی، لیکن جاتے جاتے بھی اُس نے اپنی قابلیت کے ثبوت کے طور پر فرنا بازو کے ایک ماتحت سپی تھری داتیس کو ایران کے خلاف بغاوت پر آمادہ کر دیا۔ اسی دوران میں تسافرنز کے پاس کمک آگئی چنانچہ اُس نے اپنا مصنوعی جامہ اُتار کر پھینک دیا اور اگے سی لاؤس کو سرزمین ایشیا سے نکل جانے کا حکم دیا۔ الغرض فریقین کے درمیان جنگ از سر نو شروع ہو گئی تسافرنز کا خیال تھا کہ اگے سی لاؤس کاریہ کی طرف بڑھیگا، چنانچہ اُس نے اپنی فوج کے بیشتر حصے کا اسی صوبے میں اجتماع کیا اور اپنے سواروں کے دستے کو وادئ میانڈر اس امید پر چھوڑ دیا کہ ضرورت کے وقت وہ صرف اُسی کی مدد سے اگے سی لاؤس کا خاتمہ کر دے گا۔ لیکن اگے سی لاؤس اس کے خلاف بڑھنے کی بجائے ذرا شمال کی طرف چلا اور یہاں سے اُس نے یہ اندازہ کر لیا کہ اُس کی کامیابی کے لئے اُسے سواروں کی ازبس ضرورت ہے، اس کے بعد اُس نے بجنسہ وہی ترکیب چلی جو زمانہ مابعد میں اسی پیو اکبر عہد عروج روما میں چلنے والا تھا۔ ابتدا میں اُس نے باشندگان ملک سے ذاتی خدمات کا مطالبہ کیا تھا۔ لیکن اب اُس نے اُن سے یہ کہا کہ اگر تم اپنے قائم مقام اور سوار مہیا کر دو گے تو پھر تمہاری ذاتی خدمت کی ضرورت نہیں رہیگی۔ اس لئے ۳۹۶/۳۹۵ ق م کا موسم گرما الفی سوس میں بسر کیا جواب تک بڑا جنگی پڑاؤ معلوم ہوتا تھا اور اس کی شکل بالکل ویسے ہی تھی جیسی ان واقعات سے کچھ عرصے پہلے سرقوسہ کی اُس وقت ہو گئی تھی جب دیونی سیوس حملے کی تیاری میں مصروف تھا

(دیکھو اسی کتاب کا گیارھواں باب) اس نے جن ایرانیوں کو گرفتار کیا انھیں برہنہ کرا کے اُن کی نمائش کرائی تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ یہ زن نما مرد کس قدر بزدل ہیں۔ موسم بہار میں اپنے پڑاؤ سے نکل کر اُس نے ایرانی سواروں کے دستے کو بمقام پاکٹولوس ایک شکست فاش دی، اور گو سارڈس اُس کے قبضے میں نہیں آیا لیکن اُس کی اس کامیابی کی وجہ سے تِسافرنز کا خاتمہ ہو گیا۔ شہنشاہ کی ماں پری زادی نے جو اپنے بیٹے کورش کو بہت چاہتی تھی اور جو شخص کورش کا دشمن تھا اُسے اپنا بھی دشمن تصور کرتی تھی، اردشیر کو یہ پڑھایا کہ تِسافرنز نے ضرور غداری کی ہے جس پر اردشیر نے فوراً اپنے وزیر ٹِتھو راؤس تیس کو تِسافرنز کا کام تمام کرنے کے لئے روانہ کر دیا۔ آخر کار ۳۹۵ ق م میں تِسافرنز گرفتار کر لیا گیا اور اُسے بمقام کیلائے نائے سولی پر چڑھا دیا گیا۔ اب سیدھے سادے ایشیائیوں کی طرح ٹِتھو راؤس تیس نے یہ خیال کیا کہ چونکہ نقض امن کرنے والے کا تو خاتمہ ہو چکا اور یونانیوں کا مقصد حاصل ہو گیا اس لئے یونانیوں کو اپنے ملک کو واپس چلا جانا چاہیئے، چنانچہ اُس نے یہ اعلان کیا کہ اسپارٹیوں کی خواہش پوری کر دی جائیگی اور اگر یونانی بلدیات شہنشاہ کو خراج ادا کرتے رہیں گے تو انھیں سوا راج کے اختیارات عطا کر دئے جائیں گے۔ اگے سی لاؤس نے اس اعلان کا یہ جواب دیا کہ جب تک اسپارٹا سے مکمل ہدایات نہ آجائیں اُس وقت تک وہ قطعی تصفیہ نہیں کر سکتا۔ اس پر ٹِتھو راؤس تیس نے یہ رائے ظاہر کی کہ اسپارٹا سے جواب آنے تک اگے سی لاؤس کو فرنا بازہ کے صوبے میں اقامت گزیں ہونا مناسب ہے۔ اگے سی لاؤس نے اُس کے اس مطالبے کو منظور کر کے شمال کا رخ کیا۔ اسی دوران میں اسپارٹی بیڑے میں بھی اضافہ ہو گیا تھا اور اُسے اگے سی لاؤس کی ہی ماتحتی میں رکھ دیا گیا تھا۔ اگے سی لاؤس نے فوراً اپنے نسبتی بھائی پِساندر کو اُس کا افسر اعلیٰ مقرر کر دیا۔ اس سے قبل ۳۹۵ ق م میں اسپارٹی فار اکس ایک سو بیس جہازوں کو لے کر جزیرۂ رھوڈز کو چلا تھا اور بمقام کاؤنوس کے مقام پر جہاں کونون پڑا ہوا تھا، لنگر ڈال دیا تھا۔ کونون کو بندرگاہ سے باہر نکلنے میں بہت دقت پیش آئی لیکن وہ کسی نہ کسی طرح لڑتا بھڑتا نکل ہی آیا۔ اب جزیرۂ رھوڈز بھی اسپارٹا سے باغی ہو گیا، اس لئے فار اکس دوبارہ جزیرے میں قدم نہیں رکھ سکا۔ ادھر کونون نے بہت سے

باب۱

جہازوں کو جو مصر سے اسپارٹا جا رہے تھے، گرفتار کر لیا۔

ان واقعات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسپارٹی بیڑے نے باوجود اچھے بڑے ہونے کے ۳۹۵ء ق م میں کوئی کارنمایاں انجام نہیں دیا تھا۔ بہرحال اب پیسانڈر کے اسپارٹی بیڑے میں مزید جہازوں کا اضافہ ہو کر اُن کی تعداد ایک سو بیس ہو گئی ۹ھ

الغرض سمندر اور خشکی دونوں پر اسپارٹی اپنے دشمنوں کے لئے خطرناک ثابت ہوئے۔ اب تیتھراؤس تیس یہ سوچنے لگا کہ میدان جنگ سے اسپارٹا سے دست بدست لڑنے سے یہ بدرجہا بہتر ہے کہ خود اسپارٹیوں کے ہم وطنوں کو فوجی یا رقمی امداد دے کر اُن کے خلاف بھڑکا یا جائے۔ ارض یونان میں شاید ہی کوئی ایسی مملکت باقی رہی تھی جسے اسپارٹا نے کسی نہ کسی طرح کوئی نہ کوئی گزند نہ پہنچایا ہو، جس کی وجہ سے اسپارٹا کے نام لیوا

۹ھ ایرانی وزیر تیتھراؤس تیس، ۴، جس پر نیپرڈے Nipperdey نے Nep. Con. حواشی کا اضافہ کیا ہے۔ اس ضمن میں اس کتاب کے باب ۷، ۲ کا حاشیہ نمبر ۲ بھی دیکھا جائے۔

تِسافرنز کی موت، زینوفون ۳، ۴، ۲۵؛ دیودوروس ۱۴، ۸۰۔

اسپارٹی بیڑا، زینوفون ۳، ۴، ۲۸ مع حواشی براٹن بلرخ؛ دیودوروس ۱۴، ۷۹۔

کونون اور ایرانی، دیودوروس ۱۴، ۳۹؛ پلوٹارک: "اردشیر" ۲۱؛ کتے سیاس ۶۲؛ اس آخری سوانح عمری کے بیان کے مطابق مورخ کتے سیاس نے، جو اُس زمانے میں شہنشاہ ایران کا طبیب خاص تھا، فریقین کے درمیان گفت و شنود کی تھی، اور وہی ایران اور رھوڈز میں ایران کا قائم مقام مقرر ہوا۔ ایوا غوراس کے ذریعے سے کونون اور بادشاہ کے درمیان گفت و شنود، پوسانیاس ۱، ۳، ۱۔ زینوفون ۲، ۴، ۱ میں ہیروڈاس کا جو قول نقل کیا ہے اُس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بحری جنگ تِسافرنز کے اشارے سے ہی ہوئی تھی، لیکن Nep. Con. ۲ کے مطابق اُس سے اور اسگےسی لاؤس کے مابین سمجھوتا ہو گیا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اُس زمانے میں ایشیائے کوچک کی سرزمین میں سازشوں کا بازار خوب گرم تھا، لیکن ہمیں کسی قسم کی تفصیلی معلومات حاصل نہیں ہیں۔ جبتک سلطنت ایران قائم رہی اُس وقت تک ہر شخص اپنے ہمسایے کے لئے گویا آتش بنا رہا۔ زینوفون نے ۳، ۴، ۸ میں جو رائے ظاہر کی ہے اُس سے اسپارٹی ذہنیت کا پتا چلتا ہے حقیقت یہ ہے کہ آقا، فوجی قواعد اور تعمیل حکم یہی تین چیزیں ایک کامیاب مملکت کی بنیاد کا کام دیتی ہیں۔

بہت ہی کم باقی رہ گئے تھے۔ ظاہر ہے کہ اگر ادھر خانگی سازشیں اُٹھ کھڑی ہوئیں اور ادھر میدان جنگ میں بھی لڑنا پڑا تو اسپارٹا کی کامیابی بہت ہی مشتبہ ہو جائیگی۔ باب ۱

یادداشت متعلق باب اوّل

اسناد عہد ۴۰۳ تا ۳۶۲ ق م

اس عہد کی اہم ترین سند زینوفون: "ہیلے نیکا" مقالہ ۳ تا ۷ ہے جس کی تنقید برائٹن باخ Breitenbach نے اپنی اشاعت کی تمہید اور حواشی میں کی ہے (دو جلد برلن ۱۸۷۳ء)۔ عہد نصف دوم یعنی ۳۶۲ تا ۳۰۴ ق م کے حالات کے لئے فون شٹرون کی تحقیقات جو اس نے اپنی "تاریخ سیادت اسپارٹا و تھبز" Von Stern : Geschichte den spartan und theban Hegemonie (ڈیورپ غیلڈ ۱۸۸۴ء) میں مدوّن کی ہے، منجملہ دیگر اسباب کے اس لئے بھی اہم ہے کہ اس میں زینوفون کے محاسن کو نہایت ممتاز کر دیا گیا ہے۔ اگر ہم اس امر کو ملحوظ رکھیں کہ جن واقعات کو زینوفون نے بیان کیا ہے اُس میں خود اُس نے نمایاں حصہ لیا تھا تو ہم یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ وہ اپنی روش میں حتی الامکان غیر جانبدار نظر آتا ہے۔ اُس کے حالات کے لئے دیکھو ا۔ روکیت: "سوانح عمری زینوفون" A. Roquette : De Xen. vita کینگس برگ ۱۸۸۴ء لیکن بہت سے نقادوں کی رائے یہ ہے کہ زینوفون کی تحریروں سے جانبداری کی جھلک نظر آتی ہے، اور یہ بیان کیا جاتا ہے کہ اُس نے بہت سے واقعات بالکل حذف کر دئے ہیں جن میں سے چند مفصلۂ ذیل ہیں:۔ (۱) وہ ایپامی نونڈاس اور پیلوپیداس کے کارنامے بہت کم بیان کرتا ہے اور اپنی کتاب کے اوائل میں اُن کا ذکر نہیں کرتا ہے، یعنی ایپامی نونڈاس کا ذکر تو ۷، ۱، ۴۱ تک نہیں کیا جاتا اور پیلوپیداس کا بیان صرف ۷، ۱، ۳۳ میں کافی سمجھا جاتا ہے۔ (۲) وہ میگالوپولس اور

یادداشت متعلق باب

میسینے کی بنیاد کا مطلق تذکرہ نہیں کرتا۔ لیکن ہمیں یہ امر ملحوظ رکھنا چاہئے کہ یہ محذوفات اس کی جانب داری پر مبنی نہیں ہیں۔ دونوں تھبنزی رہبروں کا تو اس نے اسی بنا پر ذکر نہیں کیا کہ اس کے جذبات بھی دیموس تھنیس کے احساسات کے ہمشکل تھے جن کا اظہار موخر الذکر نے اپنی کتاب "ارسطقراطیس" Aristocr ۱۹۸ میں کیا ہے۔ اسی وجہ سے وہ محض تھبنزی قوم کا ذکر کافی سمجھتا ہے اور اُن کے سپہ سالار بیا کو نظر انداز کر دیتا ہے۔ اسی کے ساتھ اُس کے بیان میں ایک خصوصیت یہ بھی پائی جاتی ہے کہ تاوقتیکہ وہ کسی شخص کی خصائص خود اپنے ذاتی تجربے کی بنا پر بیان نہ کر سکے وہ سنی سنائی انفرادی خصوصیات کو بالکل نظر انداز کر دیتا ہے۔ مثلاً جب وہ اسپارٹا کی حفاظت کا ذکر کرتا ہے۔ تو جہاں دیگر مورخ اگےسی لاؤس کی تعریف کے طومار باندھ دیتے ہیں وہاں وہ اس کا نام بھی نہیں لیتا! اسی طرح جب اس کا اپنا بیٹا وفات پاتا ہے تو درانحالیکہ اُس کی موت کا قصہ قدیم زمانے میں زباں زد خاص و عام تھا، وہ خود اس کا ذکر بھی نہیں کرتا۔ جب صورت حال یہ ہے تو اس میں کون تعجب کی بات ہے کہ جب وہ محض "تھبنزیوں" کے حالات پر اکتفا کرتا ہے تو ایپامی نونڈ اس کی توہین کا خیال تک اُس کے دل میں جگہ نہیں پاتا، اور جب وہ پیلوپی داس کی شمالی فتوحات کو نظر انداز کر دیتا ہے تو اس سے اُس کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ تھبنز کی عظمت میں کسی قسم کا بٹا لگائے۔ بلاشبہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ میگالوپولس اور میسینے کی بنیاد کا تذکرہ نہ ہونے سے اُس کی تاریخ میں ایک بدیہی نقص باقی رہ گیا ہے، لیکن اُس کا سبب یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ جانب دار تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ زینوفون عالمگیر تاریخ لکھنے پر قادر نہ تھا بلکہ اس کے عوض وہ صرف ایسے واقعات کو ضبط تحریر میں لاتا تھا جن کی بابت اُسے کوئی خاص معلومات ہوتی تھی۔ اس کے علاوہ اُس کی تاریخ میں بہت سے فقرے ایسے ہیں جن سے غیر جانب داری مترشح ہوتی ہے مثلاً (۱) ایپامی نونڈ اس کی تعریف و توصیف ۷، ۵، ۸، ۱۸ وغیرہ (۲) الفی کراٹس ساکن اتھنز کی قابلیت کا اقرار (۳) اسپارٹا پر یہ الزام کہ اُس نے تھبنز پر مظالم ڈھائے، اور یہ اس قسم کے الفاظ میں کہ اگر لکھنے والا اسپارٹا کا دشمن بھی ہوتا تو بھی اپنا مفہوم اس سے بہتر ادا نہ کرتا۔ اسی طرح اگےسی لاؤس کے پیلوپونیز میں ہو کر گزرنے اور ناکامی کا منہ

یادداشت متعلق باب

دیکھنے کی بابت بھی اُس نے نہایت سخت الفاظ میں اپنی رائے کا اظہار کیا ہے؛ ۴،
۵، ۱۸۔ نیز اگے سی لاؤس کی طبعی کمزوری کی وجہ سے خفیہ سازشوں کے ہونے اور
سفوڈریاس کی بریت کے متعلق بھی اس کا بیان پڑھنے کے قابل ہے ۵، ۴، ۲۵/۳۴؛
اور جب تھیبالوی اسپارٹا کے سامنے دست استمداد پھیلاتے ہیں تو زینوفون کے
نزدیک اسپارٹا بہت کمزوری دکھاتا ہے ۶، ۱، ۲ وغیرہ؛ وہ ان حقائق کا اعادہ کرنے
میں پس و پیش نہیں کرتا جو اؤتوکلیس اسپارٹیوں کے سامنے بیان کرتا ہے جس پر اسپارٹیوں
سے کوئی جواب نہیں بن پڑتا۔ بہرحال ان مثالوں اور نیز دوسری اور بہت سی مثالوں سے
زینوفون کی غیر جانبداری کا پتا لگتا ہے۔ نیز دیکھو اسی کتاب کا بارھواں باب۔
زینوفون ایک نہایت صاف گو مورخ ہے جو حکیم سقراط کی تعلیم کا اتباع کر کے محض
لفاظی اور لسانی سے پرہیز کرتا ہے، اور خود اُس کے نقاد اُس کے بہترین فقروں
کو اپنی کتابوں میں ہو بہو نقل کر کے گویا اُس کے محاسن پر مُہر لگا دیتے ہیں۔
اہمیت کے اعتبار سے زینوفون کے بعد دیودوروس کا نمبر آتا ہے،
جس کی تصنیف کے مقالہ جات ۱۴ و ۱۵ کا تعلق عہد زیر بحث سے ہے۔ میں
دیودوروس پر اپنی کتاب کی جلد ۲، باب ۷ کے اختتام پر تنقید کر چکا ہوں۔ حقیقت
یہ ہے کہ اُس کی خواہش تھی کہ تاریخ عامہ کی تحریر میں اخباری رنگ اختیار کرے لیکن
اُس کی سنویت اکثر و بیشتر بالکل بیکار ثابت ہوتی ہے اور جن دو حصوں سے بالفعل
ہمارا مطلب ہے وہ بھی اس کلیے سے مستثنیٰ نہیں ہیں۔ اپنے اس خیال کے ثبوت
میں میں مفصلہ ذیل دلائل پیش کرنا چاہتا ہوں:۔ (۱) اُس کے دئیے ہوئے سنین
پر کسی طرح اعتبار نہیں کیا جا سکتا اس لئے کہ ہر سال کی ابتدا میں وہ اُن ایتھنز کے
آرخنوں اور رومن قنصلوں کے نام لکھتا ہے جو بیک وقت جائزہ دار نہیں تھے
بعض مرتبہ جب سال آرخن کے جائزے سے نو ماہ پیشتر ہی شروع ہو جاتا ہے
(جلد ۲، باب ۷، حاشیہ متعلق اسناد) تو خلفشار المضاعف ہو جاتا ہے۔ اگر وہ اپنے
سنوی تسلسل کے لئے کوئی خاص مسلک اختیار کرتا یعنی اپنے سال کو ایک ہی تاریخ
پر شروع اور ایک ہی پر ختم کرتا تو غالباً اس قدر ابتری نہ بڑھتی؛ لیکن اس کی بجائے کبھی تو
اس کا سال بڑا ہو جاتا ہے کبھی چھوٹا، کبھی تو اس میں سال بھر سے زیادہ کے مہینے

یادداشت متعلق باب

شامل کر دیئے جاتے ہیں اور کبھی متعدد سال ایک ہی دائرے میں داخل کر لئے جاتے ہیں (دیکھو حواشی متعلق باب ۵) چنانچہ اگر وہ کسی امیر کا کسی خاص سال میں واقع ہونا بیان کرتا ہے تو بھی ہم اس قطعی نتیجے پر نہیں پہنچ سکتے کہ خود اُس کی اپنی رائے میں بھی وہ واقعہ اُسی سال میں ضرور پیش آیا ہوگا۔ (۲) لیکن اس سے بھی زیادہ جس وجہ سے اُس کا ساختہ سال سنوی اعتبار سے بالکل لغو ہو جاتا ہے وہ یہ ہے کہ اُس نے بجائے اخباری طرز اختیار کرنے کے اپنے ہی بنائے ہوئے طرز پر عمل کیا ہے جس کی بنا واقعات کے باہمی تعلق پر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اکثر بہت سے سنین کے واقعات کو ایک سی سال میں شامل کر دیتا ہے، اور اکثر و بیشتر ان واقعات کا قنصلوں اور آرخنوں کی فہرست سے مطلق کوئی تعلق نہیں ہوتا جن کے نام اس سال کے تحت میں لکھ دئے گئے ہوں۔

دیودوروس کے مغالطہ آمیز سنوی تسلسل پر تنقید کر کے ہم اُس کے محاسن کی طرف متوجہ ہوتے ہیں، اور اس ضمن میں ہم سب سے پہلے اس رائے کے اظہار پر مجبور ہیں کہ اُس نے مختلف واقعات واشیاء کے پوشیدہ تعلقات کو آشکارا کرنے کی کوشش کی ہے، ساتھ ہی اُس نے اپنے مخصوص طرز تحریر کا اتباع کرنے کے علاوہ یہ ثابت کر دیا ہے کہ وہ ایک کارآزمودہ نقاش بھی ہے، اور اُس کی اس صنعت کو آج تک نظرانداز کیا جاتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اُس نے جس تاریخی مواد سے مدد لی اور اُس میں جو ترتیب وہ تہذیب پیدا کی اُس میں فنّی اور نقاشانہ اصول مضمر تھے اُس نے اپنی کتاب کے مختلف مقالوں میں جو تقسیم کی ہے اُس کی بنا محض مضامین کی نوعیت پر ہے اور ہر مقالے میں ایک قسم کی پنہاں یک رنگی نظر آتی ہے جس میں ایک یا زیادہ اشخاص یا واقعات کو ممتاز کر کے دکھایا گیا ہے۔ چونکہ ہر مقالے کا حجم ایک خاص حد سے تجاوز نہیں کر سکتا اس لئے اُن حالات کے بیان میں جن کا اُن اشخاص یا واقعات سے نسبتہً کم تعلق ہے اختصار مدّنظر رکھا گیا ہے۔ دیودوروس کے نزدیک دنیائے معلومہ تین بڑے بڑے حصوں میں منقسم تھی یعنی مشرق، ارض یونان اور مغرب، ان میں سے مشرق اور یونان کا نہایت گہرا باہمی تعلق ہے؛ اور چونکہ تاریخ عالم میں یہ حصے یکے بعد دیگرے طاقتور اور ممتاز ہوتے ہیں اس لئے اُن واقعات کے بیان میں جو

یادداشت متعلق باب ا

جو کسی خاص عہد میں نسبتۃً کم نمایاں ہیں، نہایت کم گوئی کا اصول مد نظر رکھا گیا ہے۔ جو مقالے چوتھی صدی ق م سے متعلق ہیں اُن میں سے چودھویں مقالے (۴۰۶ سنہ ق م تا ۳۸۶ سنہ ق م) کا مرکز دیونی سیوس اکبر کا عہد حکومت ہے؛ پندرھویں مقالے (۳۸۶ سنہ ق م تا ۳۶۱ سنہ ق م) میں تھیبز، اسپارٹا اور ایتھنز کی باہمی کشمکش کا ذکر ہے، سولھویں مقالے (۳۶۱ سنہ ق م تا ۳۳۶ سنہ ق م) میں سب سے ممتاز شخصیت فیلقوس کی ہے؛ سترھویں مقالے (۳۳۵ سنہ ق م تا ۳۲۴ سنہ ق م) میں سکندر اعظم کا بیان اس قدر غالب ہے کہ اُس زمانے میں اٹلی اور سسلی کی تاریخ بالکلیہ حذف کر دی گئی ہے۔ اس آخری واقعے کی وجہ سے بعض مورخوں کو یہ خیال پیدا ہو چلا ہے کہ ہمارے پاس سترھواں مقالہ تمام و کمال موجود نہیں ہے؛ مقابلہ کرو ڈروائسن "یونانیت" Droysen : Hellenismus ۲۱، ۲، ۳۶۹؛ گروسر: "کروتون" Grosser Croton : ۱، ۶۴۱ - اگر بالفرض یہ خیال صحت پر مبنی ہوتا تاہم وہ اصول جس کی طرف میں نے اشارہ کیا ہے، غلط ثابت نہیں ہوتا۔ اغلب امر یہ ہے کہ سترھویں مقالے کا اگر کوئی جزو حذف ہوا ہے تو بھی وہ حجم میں زیادہ نہیں ہوگا، اور دیگر مقالوں میں تو جو اجزا تلف ہو گئے ہیں وہ صاف عیاں ہیں۔ دیودوروس اپنے سولھویں مقالے میں دیونی سوس کی طرف خاص طور سے رجوع ہوتا ہے، جس کی وجہ سے وہ اگے سی لاؤس کی تخت نشینی کو بالکل ہی اُڑا جاتا ہے، اور یہ ہم کسی طرح سے نہیں کہہ سکتے کہ یہ واقعہ ممتاز نہ تھا۔ چونکہ پندرھویں مقالے میں اُس کی توجہ بالخصوص ارض یونان کی طرف مبذول ہے اس لئے وہ دیونی سیوس کے حالات بیان کرنا ضروری نہیں سمجھتا لیکن ہمیں اس کا یقین ہے کہ دیونی سیوس نے اس دور میں بھی بہت سے کارہائے نمایاں انجام دئے ہوں گے۔ وہ دیونی سوس اصغر کا ذکر ۳۳۹ سنہ ق م تک یعنی اسی حکومت کے نویں سال تک نہیں کرتا اور اس کے بعد اپنے سولھویں مقالے کا نصف حصہ اس کے لئے مختص کر دیتا ہے۔ دیودوروس کی تصنیف کی خصوصیت اُن ابواب کے حجم سے بھی ظاہر ہوتی ہے جو اُس نے مختلف حصص دنیا کے لئے مخصوص کر دئے ہیں۔ چودھویں مقالے میں مغرب کے حالات کو ۶۸ ابواب میں منقسم کر دیا گیا ہے، حالانکہ یونان اور ایشیا کے بیان کے لئے صرف ۴۹ ابواب کافی سمجھے گئے ہیں

یادداشت متعلق باب

جن میں سے تیرہ ابواب میں دس ہزار کی پسپائی کا ذکر بھرا ہوا ہے۔ اس کے برعکس پندرھویں مقالے کے ۶۷ ابواب میں مشرقی حالات بیان کیے گئے ہیں، لیکن یہاں مغرب کے لیئے صرف ۲۱ باب وقف ہیں بہت سے ایسے سال بھی ہیں جن میں مشرقی تاریخ بیان کی گئی ہے نہ مغربی تاریخ، اس لیئے نہیں کہ ان سنین میں ان ممالک میں کوئی ممتاز واقعہ پیش نہیں آیا، بلکہ محض اس لیئے کہ مصنف کے پاس یہاں کے حالات بیان کرنے کے لیئے کافی جگہ باقی نہیں رہی۔ تمثیلاً چودھویں مقالے میں ۳۹۸ ق م، ۳۹۷ ق م، ۳۸۹ ق م، اور ۳۸۰ ق م میں مشرق کا ذکر تک نہیں ہے لیکن جہاں پندرھویں مقالے میں ۳۸۴ ق م اور ۳۷۹ ق م کے مشرقی واقعات کو نظر انداز کیا گیا ہے وہاں چھبیس سال میں سے بیس سال کے مغربی حالات بالکل محذوف ہیں۔ یہ بالکل دوسرا سوال ہے کہ ان امور کو مدنظر رکھ کر ہمارے دل میں دیودوروس کی وقعت بطور ایک تاریخی سند کے بڑھ جاتی ہے یا کم ہو جاتی ہے۔ چودھویں مقالے کے لیئے (یعنی اُس حصے کے لیئے جس سے اس تاریخ کے ابواب ۱ تا ۹ اور باب ۱۱ کو تعلق ہے) اُس نے جس تاریخی مواد کا انتخاب کیا ہے اور اُسے جس طرح پر ترکیب دی ہے اُس میں اُس نے مشرق اور مغرب کے ہمجنس واقعات کا گویا توازن قائم کر دیا ہے؛ مثلاً دونوں مقامات میں خودسر حکمرانی کرتے ہیں، اور یونانیوں کو مشرق میں ایران سے اور مغرب میں قرطاجنہ سے جنگ آزمائی کرنی پڑتی ہے۔ اس مقالے کے آخری حصے سے مصنف کا اصلی مقصد یہ معلوم ہوتا ہے کہ پڑھنے والے پر ایک خاص اثر پیدا ہو۔ تین اہم واقعات جن سے خودسروں اور غیر یونانیوں کی کامیابی ظاہر ہوتی ہے، ایک ہی سال کے تحت درج کر دیئے گئے ہیں یعنی صلحنامۂ شہنشاہی، اولمپیا کے مقام پر دیونی سیوس کی توہین کے باوجود اُس کی کامیابی اور غالویوں کے ہاتھوں روما کی تباہی (ابواب ۱۱۰ تا ۱۱۷)۔ چودھواں مقالہ مطلق العنان حکمرانوں کے لیئے وقف ہے۔ اس مقالے میں بہت سے واقعات کی تفصیل غلط مندرج ہے، مثلاً تیس کی حکومت کی تاریخ، بیوتی اور کورنتھی لڑائیوں مثلاً جنگ کورونیہ کے حالات وغیرہ۔ باب ۳۵ کے مطابق انی توس اور میلے توس کو "بلا تحقیقات" سزائے موت تجویز کی گئی تھی! پندرھویں مقالے میں دیودوروس سے

یادداشت متعلق باب ب

جو غلطیاں سرزد ہوئی ہیں اُن کے لئے اس کتاب کے باب ۵ کے حواشی ملاحظہ ہوں۔
چودھویں مقالے میں تاریخ سسلی کے علاوہ ایشیا اور ممالک شمال کے حالات مفید مطلب ہیں (ابواب ۳۹، ۷۹، ۸۲)۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ خود دیودوروس کا انحصار کن اسناد پر تھا۔ لیکن اُس کے جواب سے کسی مفید مطلب بات کا ہماری معلومات میں اضافہ نہیں ہوتا، اس لئے کہ ہم الیفوروس اور تھیوپومپوس سے اس قدر کم واقف ہیں کہ ہم یہ رائے قائم نہیں کرسکتے کہ چونکہ فلاں امر کا ماخذ ان دونوں میں سے کوئی ہے اس لئے اُسے منظور یا نامنظور کرنا چاہیئے۔ لیکن ظاہر ہے کہ حکمیات میں اس قسم کے افادیت آمیز قیاسات کو فیصلہ کن تسلیم نہیں کیا جاتا۔ یہ ایک حکمیاتی مسئلہ ہے کہ کسی موجودہ مصنف کی تحریر سے ایسے مصنف کے حقیقی وجود کا ثبوت دیا جاسکتا ہے یا نہیں جس کی تصانیف تلف ہوچکی ہوں۔ بہرحال ہمارا خیال ہے کہ نقادوں کو ماخذ کی تحقیقات کرتے وقت واقعۂ معلومہ سے واقعۂ غیر معلومہ کی طرف جانا چاہیئے تھا، اور جہاں تک دیودوروس کا سوال ہے، اُنھیں سب سے پہلے اُس کے مخصوص طریق کا اور اُس کے بعض واقعات کو دُہرانے کے خاص طرز بیان کی جانچ کرنی چاہیئے تھی، نیز اگر اُس کی تصانیف کے مختلف حصوں میں کسی قسم کا اختلاف پایا جاتا تو اُس کی اصلیت سے آگاہی حاصل کرنی چاہیئے تھی۔ اسکے بعد ممکن ہے کہ اُس کی اسناد کا اختلاف عیاں ہوجاتا۔ لیکن نقادوں اور محققوں نے ہنوز اس اُصول پر عام طور پر عمل نہیں کیا، گول۔ بریوکر نے اپنی دو کتابوں یعنی "تحقیقات متعلق دیودوروس" اور "محقق زمانۂ حال و مورخ زمانۂ قدیم"
L. Broecker : Untersuchungen ueber Diodor, und Moderne Quellenforscher und antike Geschichtsschreiber میں اس کی ابتدا ضرور کی ہے۔ شٹرن نے اپنی کتاب "دیودوروس کی سند اعلیٰ یعنی تاریخ تھیوپومپوس"
Stern : Theopompus eine Hauptquelle Diodors (اشٹراس برگ ۱۸۸۹ء) میں جانبداری کا پیرایہ اختیار کیا ہے۔ مقابلہ کرو باؤئر۔ "سالنامۂ تاریخ یونان"
Bauer : Jahrbuch ueber Griech Gosch. کا لواری ۱۸۸۹ء۔

یادداشت متعلق باب

مفصلۂ ذیل بیان میں میں ایک ایسا موضوع لوں گا جس کا دیودوروس نہایت شائق معلوم ہوتا ہے، یعنی لڑائیاں اور جنگیں، اور اس موضوع کی تحقیقات کر کے اس کے عام طرز استدلال کا تعین کروں گا۔ میرے نتائج اُن اصحاب کے لئے ضرور کار آمد ثابت ہوں گے جو دیودوروس کی کتاب کو بطور ایک تاریخی سند کے استعمال کرنا چاہتے ہیں۔ سب سے پہلے میں اپنی جانچ پرتال اور تحقیق کے لئے دو لڑائیوں یعنی جنگ پلاٹیہ اور جنگ لیوکٹرا کو لیتا ہوں جو بعض مورخوں کی رائے کے مطابق ہمشکل اور بعض کے نزدیک ایک دوسرے سے بہت کچھ مختلف تھیں۔ واقعہ یہ ہے کہ دیودوروس نے ان دونوں لڑائیوں کا ذکر کچھ اس انداز سے کیا ہے کہ دونوں کے تدریجی حالات صاف نظر آتے ہیں، لیکن ساتھ ہی اُس نے ان دونوں کا ایک ہی قسم کی شگفتہ بیانی کے ساتھ تذکرہ کیا ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شاید دونوں کی صورت حال ایک ہی ہو۔ اس معنیٰ کر کے ابواب ۱۱، ۳۱، ۳۲ (لیوکٹرا) اور ۱۵، ۵۵، ۵۶ (پلاٹیہ) ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں۔ ابتدا میں تو دونوں لشکر نہایت بہادری سے لڑتے ہیں (۱۱، ۳۱؛ ۱۵، ۵۵)؛ اس کے بعد مہر نوشش اور کلیومبروتوس کی موت کی وجہ سے صورت حال میں تغیر پیدا ہو جاتا ہے (۱۱، ۳۱؛ ۱۵، ۵۵)۔ دونوں کا طرز بیان بالکل یکساں ہے۔ دیودوروس نے اپنے مقالہ جات ۱۱ تا ۱۷ میں جن لڑائیوں کا بیان کیا ہے اُن میں سے اکثر کے لئے ایک ہی طرح کے فقرے استعمال کئے ہیں؛ شوبرٹ Schubert سے بعض زوردار فقرے دوریس کی طرف منسوب کرتا ہے (اگاتھوکلیس ۲۰)، لیکن ایسے فقرے ۱۳، ۵۴ میں بھی ملتے ہیں، اور کم سے کم اس حصے کا ماخذ کسی حالت میں دوریس نہیں ہو سکتا۔ حقیقت یہ ہے کہ اس قسم کے پُر زور الفاظ خود دیودوروس کے تخیل جنگ کی ترجمانی کرتے ہیں۔ اُس نے جتنی لڑائیوں اور محاصروں کا اپنی کتاب کے مقالہ جات ۱۱ تا ۱۷ میں ذکر کیا ہے اُن کو وہ تقریباً جنگ لیوکٹرا اور جنگ پلاٹیہ کی طرح بیان کرتا ہے۔ ظاہر ہے کہ واقعات مختلف ہوتے ہیں اور لڑائیوں کی درجہ بدرجہ ترقی میں بھی اختلاف ہوتا ہے، لیکن دیودوروس کے خیال کے مطابق یہ واقعات بمنزلہ کچی دال چاول کے ہیں اور جب تک الی میں اپنے ذا ئقے کے مطابق

یادداشت متعلق بابلہ

نمک مرچ مسالہ نہ ملایا جائیگا اُس وقت تک اُن میں لطف و لذت پیدا نہیں ہوسکتی۔ ہر باضابطہ لڑائی کا اظہار نفیریوں اور شور و غوغا سے ہوتا ہے، ہر ایک میں فریقین نہایت بہادری سے لڑتے ہیں اور ہر ایک کا نتیجہ مشکوک و مشتبہ ہوتا ہے کہ ہر ایک لڑائی میں "بہت سے" سپاہی مارے جاتے ہیں اور "اُن سے بھی زیادہ" زخمی ہوتے ہیں؛ اس کے بعد اگر ممکن ہو تو ایک طرف کا سپہ سالار مارا جاتا ہے (اسلئے کہ اس کے بغیر ایک فریق کے غلبے کی کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی ہے)، اور اُس کی ماتحت فوج فرار ہوجاتی ہے جس کا دشمن فی الفور تعاقب کرتا ہے۔ ہر باضابطہ لڑائی کے تین عنصر ضرور ہوتے ہیں یعنی شور و غل، بہادری اور خوش قسمتی، اور یہ کلیہ ۴۸۰ ق م سے تقریباً ۳۲۰ ق م تک ایشیا، یونان اور سسلی کی ہر ایک جنگ پر صادق آتا ہے۔ چونکہ بظاہر یہ ناممکن معلوم ہوتا ہے کہ ان تمام ممالک اور جملہ سنین کی بابت دیودورس کا ماخذ ایک ہی اخبار نویس ہو اس لئے اُسے نقال محض کا لقب نہیں دیا جاسکتا بلکہ ہم اُس پر یہ حکم لگانے میں حق بجانب ہیں کہ اُس نے مختلف اسناد کو اپنا ماخذ و منبع بنایا ہوگا اور واقعات کو خود اپنے الفاظ میں ادا کیا ہوگا۔ ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ اس نے اپنے نفیس فقرے اور جنگ کا باقاعدہ بیان کہاں سے لیا؛ اگر اس سوال کا جواب یہ ہے کہ ان امور کا ماخذ الیفورس ہے تو پھر بلاشبہ تھیوپومپوس اور تمائیوس کو بھی اُس نے اسی طرح اپنے سانچے میں ڈھال لیا ہوگا۔ مقالہ جات ۸ تا ۲۰ میں اُس کی زبان اس قدر نپی تُلی نہیں ہے، اور اسی طرح مقالہ ۱۶، ۴۱، ۵۲ کی شکل جداگانہ ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ دیودورس نے اپنی تصنیف کے ہر حصے کے لئے ایک ہی طرز اختیار نہیں کیا، اور ہمارے لئے یہ امر بھی کچھ غیر اہم نہیں ہے کہ ہم جہاں تہاں اس کا تعین کرسکتے ہیں کہ اُس نے کونسے مصنف سے اپنے واقعات اخذ کئے ہوں گے؛ مثلاً ۱۴، ۳، ۸، ۴، ۸، کا ماخذ زینوفون ۴، ۲، ۳ ہے اس لئے کہ دونوں میں ایک ہی سلسلۂ واقعات کا تسلسل ایک ہی طرح دکھایا گیا ہے درانحالیکہ یہ تسلسل اصلیت کے برعکس ہے۔ دیودورس نے مفصلۂ ذیل بیان میں وہی ترتیب رکھی ہے جو ہمیں زینوفون میں ملتی ہے: جنگ کورنتھ (زینوفون ۴، ۲، ۹، ۲۳) اگےسی لائوس کا کوچ ارض یونان کی شمالی سرحد تک (زینوفون ۴، ۳، ۱۱)؛ جنگ کنیدوس

یادداشت متعلق باب

(زینوفون ۴، ۲، ۱۱)؛ اسگےسی لاؤس کورونیہ میں، (زینوفون ۴، ۳، ۱۵)۔

اب ہم اس مسئلے کی طرف رجوع ہوتے ہیں کہ آخر دیودورس ہمارے کس کام کا ہے۔ اُس کے سنوی تسلسل میں ہم ایسے مسائل سے دوچار ہوتے ہیں جنھیں حل کرنے کے لئے ہمیں دوسرے مصنفوں کے تصانیف کا مطالعہ کرنا پڑتا ہے؛ حقیقت یہ ہے کہ اُس کی سنویت صرف انھیں مقامات پر قابل وثوق ہے جہاں کسی مفصل بیان کو متعدد سالوں میں پھیلا دیا گیا ہو۔ جہاں تک تاریخی واقعات کا تعلق ہے، وہ سسلی کے حالات کے لئے ایک نعمت غیر مترقبہ ہے، تاریخ یونان کے سلسلے ایک تتمے کا کام دیتا ہے اور ایشیا کی تاریخ کے لئے بھی نہایت کار آمد ہے علاوہ تاریخی مواد کے اُس کی تصنیف اکثر و بیشتر بیکار ہے؛ لیکن ہم بحیثیت ایک عالمگیر تاریخ کے مؤلف کے اُس کی اہمیت کو ہرگز نظر انداز نہیں کر سکتے اور اس میں بھی شک نہیں کہ وہ اپنے واقعات کو نہایت ہوشیاری سے یک جا کرتا ہے۔ (دیکھو اس کتاب کے باب ۱۵ کے حواشی)۔ اگر اُس نے کوئی واقعہ حذف بھی کر دیا تو بھی اُن اسباب کی بنا پر جن کا ذکر اوپر کیا جا چکا ہے، کوئی نتیجہ نہیں نکالا جا سکتا۔ تاریخ رو نا کے لئے بھی انھیں امور کو پیش نظر رکھنا چاہئے۔ اگر کوئی واقعہ ایسا ہے جس کا دیودورس میں کہیں پتا نہیں تو محض اسی وجہ سے یہ باور کرنا صحیح نہیں کہ سرے سے یہ واقعہ پیش ہی نہیں آیا ہو گا۔

پلوٹارک کے تذکرہ جات لیسانڈر، اگےسی لاؤس وار دشیر میں بہت سے ایسے فقرے آئے ہیں جن سے ان افراد کے خصائص معلوم ہوتے ہیں۔ اُس نے اردشیر کا جو نقشہ کھینچا ہے وہ ایران کی شخصی حکومت کا ایک نہایت ہی نفیس خاکہ ہے۔ کتےسیاس دیگر معاملات میں قابل وثوق نہ ہو (اور شپیگل نے اپنی "قدیمیات ایران" Spiegel : Eranische Alter ۲، ۲۲۲-۲۴۴ میں اس کا قطعی بطلان کر دیا ہے؛ لیکن اُسے ان معاملات کی بابت بہت کچھ معلومات حاصل تھیں۔ مقابلہ کرو ہاؤگ: Hauq . Die Quellen "یونانیوں کی سوانح عمریوں کے لئے پلوٹارک کے آخذ" Plutarchs in der Lebenbesehr, der Griechen ٹیوبنگن ۱۸۵۴ء؛ سمتھ: "پلوٹارک کی سوانح عمری اردشیر" Smyth Astudy of Plutarch's

یادداشت متعلق باب ۱

life of Artaxerxes لائپزگ ۱۸۸۱ء۔ اس کی سوانح عمری لیساندر میں لیساندر کے مقاصد اور اُس کی موت کی بابت نہایت مفید معلومات دی ہوئی ہیں جن میں سے اُس کی موت کا حال غالباً بیوتی ماخذ سے لیا گیا ہے۔ اُس کے تذکرۂ اگے سی لاؤس میں اس لئے بہت سے واقعات تھیوپومپوس سے اخذ کئے ہیں، لیکن زاخسے کا خیال الیفوروس کی طرف منتقل ہوتا ہے (اگے سی لاؤس کی سوانح عمری میں پلوٹارک کے ماخذ Sachse : Die Quellen P. in der Lebensb. des Agesilaos شلائپز ۱۸۸۸ء۔ پلوٹارک ہمیشہ بہ نسبت تسلسل تاریخی کے سلسلۂ واقعات کی طرف زیادہ توجہ کرتا تھا، اس کے لئے اسی باب کا حاشیہ نمبر ۱ دیکھنا مفید ہوگا۔

کورنے لیوس نیپوس کی تالیفات میں سے تھراسی بولوس، کونون، ای فیکراٹیس، خابریاس، تیموتیوس، داتامیس اور اگے سی لاؤس کی سوانح عمریوں کا ہمارے عہد سے تعلق ہے۔ ان کتابوں کی بےشمار تاریخی غلطیوں پر نیپرڈے Nipperday نے اپنی اشاعت دوم (لوپوس، برلن) میں تفصیل سے بحث کی ہے۔ یوستی نوس کی تصنیف کے مقالہ جات ۵ و ۶ تقریباً بالکل ہی بیکار ہیں، لیکن پولی اےنوس میں بہت سا کارآمد مواد موجود ہے جس کے لئے ملبر کی کتاب «ماخذ پولی اےنوس» Melber : Ueber den Werth and die Quellen Strate-gemensamml Polyaenus Suppl. Vol. تتمۂ نمبر ۱۴ No. XIV of the Jahrb. f Kl. Phil سالنامۂ لسانیات قدیمہ صفحہ ۴۱۹ تا صفحہ ۶۸۸۔

«مجموعۂ نوشتہ جات قدیمہ» C.I.A. جلد ۲۔ ڈٹن برگر Dittenburger اور ہکس Hicks کی کتابوں میں اکثر اہم نوشتے دئے ہوئے ہیں۔

۳۶۲ ق م تک کے واقعات کے لئے زمانۂ حال میں جو کتابیں لکھی گئی ہیں اُن میں سے مفصلۂ ذیل کا ذکر اس جگہ مناسب ہے:۔ لاخمان، «تاریخ یونان از جنگ پیلوپونیز تا زمانہ سکندر اعظم» Lachmann : Gesch. Griechenlands vom ende des pelop. Krieges bis Alexander لائپزگ ۱۸۳۹ء؛

یادداشت متعلق باب ۱

زیورز: "تاریخ یونان از جنگ پیلوپونیز تا جنگ مین تی نیہ" Sievers : Geschichte Griechenlands vom Ende des pelop. Krieges bis zur Schlacht bei Mantineia کیل سنہ ۱۸۴۰ء؛ فون شٹرن کی کتاب "تاریخ اسپارٹا و تھبس" Stern : Geschichte des spartan, und theban Hegemonie. نیز تفصیل کے لئے براٹن باخ کی اشاعت پہلے نیکا اور کرٹیوس کی "تاریخ یونان" Curtius : Gr. Gesch. کی اشاعت ششم کے حواشی - بلاس بھی اپنی کتاب "خطابت یونان" Blars : Die griech. Beredsamkeit میں نہایت تفصیل سے بحث کرتا ہے۔ اس جلد کے لئے ہرمان کی "قدیمیات" : Hermann Staats alter میں مواد کا جو مجموعہ ہے اُس کا ضرور مطالعہ کرنا چاہیئے۔

باب دوم

اسپارٹا کے علاوہ دیگر یونانی مملکتوں کی حالت

حکیم سقراط کا خاتمہ

اسپارٹا کی عظمت و اقتدار کے مخالفوں میں سب سے ممتاز ایتھنز تھا۔ اس میں شبہہ نہیں کہ حال ہی میں اُسے ایک بڑی زک اُٹھانی پڑی تھی، لیکن بجائے اس کے کہ اُس کے باعث کسی قسم کی کمزوری پیدا ہو، اس کی تجارت میں، جو اُس کی قوت وسطوت کی اصلی بنیاد تھی، از سرِ نو ایک خاص قسم کی گرمی پیدا ہو گئی تھی۔ زمانۂ دراز سے یہ شہر بحیرۂ ایجین کی تجارت کا مرکز بنا ہوا تھا اور اپنے انتہائے عروج کے زمانے میں اُسے اس تجارت کا گویا اجارہ حاصل تھا، جس کے باعث اُس کی بندرگاہ پرائیوس کی دولت اور مرفہ الحالی میں بیش بہا اضافہ ہو گیا۔ گو پچھلی شکست کے بعد وہ پہلی سی بات تو رہی نہ تھی اور بجائے اس کے کہ ایجین کی تمام تجارت پرائیوس کھنچکر آئے اس سمندر کے جزیروں اور ساحلی بلدیات کو آزادی تامہ حاصل ہو گئی تھی، تاہم پڑی ہوئی عادت دفعتاً چھٹ نہیں سکتی، چنانچہ ان شہروں کے بہت سے تاجر اپنا مال و اسباب حسب سابق ایتھنز لے جاتے اور وہاں اُسے بآسانی فروخت کر دیا کرتے۔ اس جدید صورت حال کی وجہ سے ایتھنز کی تجارت کو از سرِ نو فروغ حاصل ہوا اور پچھلی جنگ میں اُس کے سیاسی جسم میں جو زخم ہو گئے تھے اُن کا جلد جلد اندمال ہونے لگا۔ لیسانڈر کی حکمت عملی یہ تھی کہ ایتھنز کو ہتھیار ڈالنے پر مجبور کرنے کی غرض سے شہر کو بیشمار غیر ملکیوں سے بھر دے، اور وہ اب رفتہ رفتہ اپنے گھروں کی راہ لینے لگے۔

باب ۷

ہم دیکھ چکے ہیں کہ ایتھنز کے پاس بہت کم نوآبادیاں رہ گئی تھیں، چنانچہ بہت سے جری اور باہمت ایتھنزیوں نے یہ وتیرہ اختیار کر لیا کہ جب کبھی ایشیا یا کسی اور ملک میں کوئی جنگ برپا ہوتی تو متخاصم فریقوں کی فوج میں وہ بھرتی ہو جاتے اور اپنے نئے مالکوں کے موافق لڑائی میں حصہ لیتے۔ ان تارکان وطن کے لئے ایتھنز کے امیر البحر کونون نے خود اپنے فعل سے ایک قسم کی مثال قائم کر دی تھی۔ الغرض اس طریقے سے شہر کو اپنے مشکوک و مشتبہ باشندوں سے نجات مل گئی جس کے باعث ان شہریوں کی مرفہ الحالی میں اضافہ ہو گیا جو اپنا وطن چھوڑ کر باہر نہیں گئے تھے۔

ایتھنز کے لئے یہ امر بھی نہایت ہی خوش آیند تھا کہ عدیدی گروہ نے، جو زمانۂ دراز سے ملک میں خلفشار مچائے ہوئے تھا، اپنے اقتدار کو غلط طریقے پر استعمال کر کے گویا خود اپنے گلے پر چھری پھیر لی تھی۔ جب ہم چوتھی صدی ق م کے واقعات پر غور کرتے ہیں تو ہمیں مشکل سے کوئی ایسا ایتھنزی نظر آتا ہے جسے عدیدیوں یا اسپارٹیوں کے قبضۂ ایتھنز کا ڈر ہو، اور اس طرح ایتھنزیوں کو اس خوف سے جو کیمون سے لے کر کری تیاس کے زمانے تک ہر ایک شخص کے دل میں جاگزیں تھا، بالآخر نجات مل گئی تھی۔ اسی سبب سے ہتیائے ریاسئے یا خفیہ انجمنوں کا پتا بھی نہیں ہے، اور ہر شخص یا تو عمومی حکومت سے بالکلیہ مطمئن ہے یا اپنے اختلاف یا تنفر کے جذبے کو عملی جامہ نہیں پہناتا۔ اسی زمانے میں ایک اور واقعہ ایسا پیش آیا جس سے ایتھنز کے امن و امان میں گونہ اضافہ ہو گیا، اور یہ واقعہ الکبیادیس کی موت تھی۔ اس منچلے ایتھنزی کی فوری موت کے اسباب کی بابت مورخوں میں اختلاف ہے، لیکن یہ امر یقینی ہے کہ اسپارٹی اور ایرانی، "تیس خودسر" اور کورش، اگیس اور لیساندر، غرض جتنے بھی اشخاص کسی زاویۂ دنیا میں برسر اقتدار ہوئے وہ سب کے سب اس کے حرکات شنیعہ کی وجہ سے اس سے دلی نفرت کرتے تھے اور یہ سمجھنے لگے تھے کہ اس نے محض اپنے مفاد کی خاطر ان میں سے ہر ایک کو اپنا آلۂ دلبستگی بنایا ہے۔ ایسی صورت حال میں اس کے لئے صرف سوس ہی ایسا مقام تھا جہاں اس کی زندگی محفوظ رہ سکتی تھی، اور چونکہ شہنشاہ ایران ہر مفرور و غدار یونانی کو اپنے ملک میں پناہ دیتا تھا اس لئے

باب ۲

لیساندر نے اپنے دشمنوں کے نرغے سے نکل کر سیدھا پائے تخت ایران کی طرف رُخ کیا۔ اُس کا راستہ افروجیہ میں ہو کر تھا، چنانچہ جب وہ اس صوبے میں ہو کر گزر رہا تھا تو فرنا بازو کے اشارے سے اُس کی قیام گاہ کو آگ لگادی گئی اور جب اُس نے نکل کر بھاگنا چاہا تو نشانہ بنا کر اُس کا خاتمہ کر دیا گیا۔ ہم دیکھ چکے ہیں کہ اس حوصلہ مند ایتھنزی کے حرکات سے اس کے شہر کو کتنی مشکلوں کا سامنا کرنا پڑا تھا، اور اُس کی موت کے بعد اب اُس کے ہم قوم اپنی نیند سو سکتے تھے۔ اُس کی موت سے کسی فرد بشر کو نقصان نہیں پہنچا، بلکہ ایتھنز کو تو اُس سے صریحی فائدہ ہوا، اس لئے کہ جس انسانی صفت کی اب ایتھنزیوں کو ضرورت تھی وہ محنت و مشقت تھی، اور الکبیادیس جیسا دور رس اور زیرک شخص جو خواب دیکھا کرتا تھا ان کی تکمیل کی کوشش شہر والوں کے لئے بیحد نقصان رسان اور مضر ہوتی[۱]۔

ان خداداد آسانیوں کے باوجود بھی ایتھنزیوں کے لئے اپنے گھر کا انتظام کرنا، خصوصاً مسائل قبضۂ اراضی کا حل کرنا کوئی آسان کام نہ تھا۔ تیس خودسروں نے جن شہریوں کو اپنا نشانۂ ستم بنایا تھا، اُن کے شہری حقوق کو ہی نقصان نہیں پہنچا تھا بلکہ اُنھیں بعض مملوکات سے بھی دست بردار ہونا پڑا تھا۔ ایتھنز میں بھی اُن تمام مملکتوں کی طرح جہاں کے مفرور باشندے اپنے اپنے وطن مالوف کو واپس آ رہے تھے، یہی مسئلہ درپیش تھا کہ ان واپس شدہ شہریوں کے نقصان کی کس طرح تلافی کی جائے، اور اگر اُن کی عدم موجودگی میں اُن کی مملوکات دوسروں نے خرید لی ہیں تو ان خریداروں کو اُن کے واپس کرنے پر

[۱] الکبیادیس کی موت کے لئے نیپوس: "الکبیادیس" ۱۰، پلوٹارک: "الکبیادیس" ۳۸؛ یوستی نوس ۵، ۸، جو غالباً تھیوپومپس کا اتباع کرتا ہے؛ اسی طرح دیودورس (۱۴، ۱۱) غالباً ایفوروس کے نقش قدم پر چلتا ہے۔ پلوٹارک: "نو ۱ ، ۸" میں لکھا ہے کہ رومنوں نے فیثاغورس کا بت بھی نصب کیا، جس سے اس ایتھنزی کی شہرت کا تھوڑا بہت اندازہ ہو سکتا ہے۔ اس کے حلیے کیلئے بڑھا ئی سر "یادگار ہائے" Baumeister : Denkm. صفحہ ۴۶۔

باب ۲

مجبور کیا جائے یا نہیں۔ ظاہر ہے کہ اگر سابق عدیدی حکمرانوں کی ہر ایک کارروائی کو کالعدم قرار دیا جاتا تو بدامنی اور بےچینی بڑھ جاتی۔ ہم جانتے ہیں کہ تقریباً ہر ایک ملک کو اس قسم کی مشکلات کا کبھی نہ کبھی ضرور مقابلہ کرنا پڑا ہے، اور یہ ایتھنزیوں کی بڑی بھاری کامیابی ہے کہ وہ اس گتھی کو سلجھانے میں دوسرے یونانی بلدیات سے کہیں زیادہ کامیاب ہوئے، اور انھوں نے جو نئے قواعد مدوّن کئے اُن سے بےچینی کی آگ میں پہلے سے زیادہ حدت پیدا نہیں ہوئی۔ امن و امان قائم رکھنے کا سہرا شہر کے عمومی رہبروں یعنی تھراسی بولوس اور اُس کے ساتھیوں کے سر ہے جنھوں نے اپنی نکلی ہوئی اراضی کا معاوضہ لینے سے انکار کرنے میں مسابقت کی۔ ان کے اس فعل سے اُن لوگوں کے جوش پر گویا پانی پڑ گیا جو نہایت شد و مد سے معاوضے کا مطالبہ کرنے والے تھے، اور باہمی مفاہمت کا دروازہ کھل گیا۔

اس کے بعد ایتھنزی اپنے قوانین موضوعہ کی نظر ثانی کے اہم کام کی طرف متوجہ ہوئے۔ کہنے کو تو بظاہر پُرانے قوانین کے نفاذ میں کسی قسم کی دقّت معلوم نہیں ہوتی تھی، لیکن اس میں عملی مشکلات بشیار تھے۔ ایتھنز میں اکثر و بیشتر قانون سازی "تجاویز عوام" کے ذریعے سے ہوا کرتی تھی جو اکثر ایک دوسرے سے متضاد تھیں، چنانچہ اُس کے ہموار کرنے کی خاطر تسامینوس کی تحریک پر چند مقننوں کا تقرر ہوا اور انھوں نے اپنی مدد کے لئے بعض ایسے افراد کا انتخاب کیا جنھیں ایسے معاملات میں مہارت حاصل تھی۔ ان میں سے ایک نکوماخوس بھی تھا، جو دراصل اُس اعتبار و اعتماد کا ہرگز مستحق نہ تھا جو اُس پر کیا گیا تھا، اور جس کی نالائقی و نااہلی کی وجہ سے اس اہم کام کی تکمیل میں ضرورت سے زیادہ دیر لگ گئی۔ اس پچھلے زمانے میں شہریوں کی باضابطہ فہرست میں کسی نہ کسی طرح سے بہت سے غیر ملکیوں کے نام بھی شامل ہو گئے تھے اس لئے سولون کے اُس پرانے قانون کا از سر نو احیاء کیا گیا جس کے بموجب حقوق شہریت صرف اُنھیں افراد تک محدود رہنے چاہیئے تھے جن کے والدین ایتھنزی شہری ہوں۔

چونکہ یہ سب اصلاحات آرخن اقلیدس کے عہد میں عمل میں آئی تھیں اسلئے اُس کا زمانہ (یعنی اولمپیاد ۹۴، ۲ = ۴۰۳ ق م) تاریخ ایتھنز میں ایک نہایت ممتاز عہد

باب ۱۰

شمار کیا جاتا ہے۔ اسی سال میں آرخینوس کی تحریک پر سرکاری کار و بار میں الیونی حروف تہجی کا استعمال کیا جانے لگا۔ ان میں اور قدیم اٹیکائی حروف میں یہ فرق تھا کہ یہاں طویل حروف علت اور دوہرے حروف صحیحہ کے لئے خاص خاص علامتیں تھیں جو قدیم اٹیکائی حروف تہجی میں نہ تھیں۔ نیز پرانے زمانے میں ناٹک کی حاضری اور عدالتی خدمات کے معاوضے میں اتیھنزی شہریوں کو جو معاوضہ دیا جاتا تھا اُسے از سر نو رائج کیا گیا، اور کچھ عرصے کے بعد اگی رصیوس کی تحریک پر یہ قرار پایا کہ اجلاس جمعیت کی شرکت کے لئے بھی شہریوں کو معاوضہ دیا جائے۔ ان سب امور کو مدنظر رکھ کر ہم یہ نتیجہ نکالے بغیر نہیں رہ سکتے کہ اتیھنز کی مالی حالت پہلے سے یقیناً بہتر ہوگی۔[۲۹]

پچھلے زمانے میں تھراسی بولوس ہی نے اتیھنز کو آزاد کرانے میں نہایت نمایاں حصہ لیا تھا، چنانچہ اُقلیدس کی آرخنی کے بعد اتیھنزی میدان سیاست میں سب سے وقیع و ممتاز شخصیت اُسی کی تھی۔ اُس کی سربراہی میں عموم اتیھنز کی رہبری کے فرائض انی توس (جس نے آئندہ چل کر حکیم سقراط پر استغاثہ دائر کیا)، اگی رصیوس (جس کا ذکر اس سے پیشتر کیا جا چکا ہے)، کیفالوس اور اپیکراتیس کے سپرد تھے۔ ان میں سے کیفالوس مقرروں کی صف اول میں تھا اور جو کچھ کرتا تھا نہایت سوچ سمجھ کر کرتا تھا، کہتے ہیں کہ جب اُس کی سیاسی زندگی ختم ہو گئی تو وہ ہمیشہ فخریہ انداز سے یہ کہا کرتا تھا کہ مجھ سے کبھی کوئی خلاف آئین حرکت سرزد نہیں ہوئی۔ رہا اپیکراتیس، سو اُس کا لباس اور عام انداز اسپارٹیوں کی طرح نہایت سیدھا سادہ تھا۔[۳۰]

---

۲۹ تھراسی بولوس اور انی توس نے معاوضہ لینے سے انکار کیا؛ الیسقراطیس و کالی ماخوس ۲۳- نکوماخوس کیلئے Lys. or XXX اور فروبرگر Frohburger کی تمہید کا مطالعہ کیا جائے- اقلیدس کی آرخنی میں اصلاحات: گلبرٹ: "قدیمیات" ۱، ۱۵۱؛ کرتیوس: "تاریخ یونان" ۳ (۹) ۵۴ وغیرہ Curtius : G. Gesch. ۳۵، ۳۶، ۷؛ ہرمان: "قدیمیات" Hermann : Staatsalt. ۸، ۱۶ تا ۱۶- شہریوں کو معاوضہ دیا جانا: گلبرٹ ۱، ۳۲۵ وغیرہ- اگی رہیوس کی تحریک پر جمعیت میں حاضری کا معاوضہ Schol. Ar Eccl ۱۰۲- ہیلیاستوان کی تقسیم و انصرام؛ وخسموت: بلدیۂ اتیھنز Wachsmuth : Statdt Athen ۲، ۳۷- -

۳۰ سنہ ۴۰۰ ق م کے بعد اتیھنز کے عمومی رہبر: بیلوخ Beloch باب ۷ خصوصاً صفحہ ۱۱۶ وغیرہ-

باب ۲

علاوہ تھراسی بولوس کے یہ سب رہبر محض معمولی عقل و تمیز کے انسان تھے اور ان میں سے کسی میں کوئی خاص قابلیت نہیں تھی۔ لیکن یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ایتھنزیوں کے سامنے جو مسائل درپیش تھے ان کا تعلق جدید ادارات کے شیوع کی بجائے قدیم ادارت کی تجدید سے تھا، اور اس کام کے لئے محض قابلیت سے زیادہ محنت، ترتیب اور تہذیب کی ضرورت تھی، چنانچہ باوجودیکہ یہ رہبر غیر معمولی قابلیت کے نہ تھے، لیکن محض اسی کے باعث ایتھنزی انھیں نہایت پسند کرتے تھے۔ جدید حکومت نے ایک سوتالنت کا بارِ عظیم ملک پر عائد کردیا تھا؛ اُسے ادا کرنے کے لئے و نیز جنگی کشتیوں کی تیاری، اسلحہ سازی کے کارخانوں کی تجدید اور عموم ایتھنز کو مختلف خدمات کے معاوضوں کے واسطے روپے کی سخت ضرورت تھی۔ عمومی رہبر اپنے اس مقصد میں کامیاب ہوئے اور گو انھوں نے اپنے عہد میں دائرہ حکومت میں اعتدال کو پیش نگاہ رکھا، لیکن ایتھنز کے لئے یہ امر نہایت ہی خوش آئند ہوتا اگر ذہنی دائرے میں بھی وہ اسی قسم کا اعتدال مدنظر رکھتے۔ لیکن اس کی بجائے سیاسی اعیانیت کے دشمنوں نے ذہنی اعیانیت کی مخالفت بھی شروع کردی، چنانچہ بالآخر انھوں نے حکیم سقراط کو اپنے اسی طرزِ عمل پر قربانی چڑھادی[۹۴]۔

۹۴ حکیم سقراط کی سزا۔ اس بحث کو فورشخ ہامر Forch hammer نے اپنی کتاب "ایتھنزی وحکیم سقراط" Athener und Socrates برلن ۱۸۳۷ء میں بہت نمایاں کردیا ہے۔ اس موضوع پر آخرترین تصنیف گ۔ سوریل: "مقدمۂ سقراط" G. Sorel : Le Proces de Socrate (پیرس ۱۸۸۹ء) ہے؛ اور وِنڈل بانڈ: "تاریخ فلسفۂ قدیمہ" صفحہ ۱۹۱ Windelband Gesch. d. alten Philos. میں اس مقدمے کا صحیح لب لباب دیا ہوا ہے۔

سقراط کے مقدمے کا دار و مدار اس واقعے پر تھا کہ اُس نے ملکی مذہب میں جدید معبودوں کا اضافہ کیا ہے اور نوجوان ایتھنزیوں کے اخلاق خراب کئے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ ان دونوں میں سے کسی فعل کا بھی مرتکب نہیں ہوا۔ بدیں سبب ایتھنزی سے لیاشتوں کے حامیوں کو یہ تسلیم کرنا پڑا کہ جیوری نے واقعات کو غلط زاویۂ نگاہ سے ضرور دیکھا ہے، لیکن اُنھوں نے سقراط کو محض اس وجہ سے مجرم گردانا ہے کہ اُن کے نزدیک سقراط نے انسان کی ذاتی رائے کو

باب ۳

حکیم سقراط نے اپنی عمر کے متعدد سال اپنے شہر میں ادھر اُدھر چکر لگانے میں گزارے تھے۔ وہ دراصل سنگ تراشی کا پیشہ کرتا تھا، لیکن اُس نے عوام کو

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ جو غیر معمولی اہمیت دی ہے وہ مملکت کے لئے خالی از خطرہ نہیں ہے۔ حقیقت حال یہ ہے کہ حکیم سقراط ایک ایسا مجوّز تھا جس کی رائے میں اُس کی اپنی ذات کو کوئی دخل نہیں تھا، اور کم از کم جیوری کے متعلق ہم یہ رائے قائم کر سکتے ہیں کہ انہیں دونوں کے درمیان تفریق کرنے کی قابلیت ہی نہ تھی۔ یہاں ایک خاص امر کی جانب ناظرین کرام کی توجہ مبذول کرنے کی ضرورت ہے جسے دوسرے مصنفوں نے نظرانداز کر دیا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ایتھنز سے لیاستول نے حکیم سقراط کو جو سزا دی اُس سے وہ خطرناک نتائج ظہور پذیر نہیں ہوئے جو آجکل کے معاشروں میں اس قسم کی سزا سے نکلتے، اور چونکہ ایتھنز نظائر کی اہمیت کو تسلیم نہیں کرتے تھے اس لئے سقراط کی سزا سے کسی قسم کی نظیر بھی قائم نہیں ہوئی۔ یونانی حکمیات قانون کی ماہیت سے واقف نہیں تھے، اور علم اصول قانون دراصل سلطنت روما کا ایک کارنامہ ہے۔ یونان میں ہر عادل مقدمے کی تجویز سے پہلے اپنے لئے ایک منطقی شکل قائم کر لیتا اور تجویز میں کبھی اسباب و توجیہات کی ضرورت نہ سمجھتا؛ نیز یہ بھی یاد رکھنا مناسب ہوگا کہ گو مقدمات میں ملزم کی طرف سے وکلا کو پیروی کرنے کی اجازت دی جاتی تھی لیکن اصولاً عادل اس قسم کی اجازت دینے پر مجبور نہ تھا۔ ہم اس امر سے واقف ہیں کہ ہر ملزم کو قانون پر عبور نہیں ہوا کرتا، لہذا جب ایک طرف تو وکلاء کو پیروی کے لئے عام اجازت نہ ہو اور دوسری جانب مقدمے کا دار و مدار عادلوں کی ذاتی رائے پر ہو، تو ظاہر ہے کہ ہر مقدمے کی تجویز خود اُسی کے واقعات کے لحاظ سے دی جاتی ہوگی۔ انہیں اسباب کی بنا پر ایتھنز میں کسی عدالت مرافعہ کا ذکر سننے میں نہیں آتا۔ اس طریق کار کا جو اثر تاریخ تمدن پر پڑا اُس کا ذکر اس موقع پر بے محل ہوگا؛ جہاں تک سقراط اور اُس کی سزا کا تعلق ہے، اُس کی اہمیت یہ ہے کہ ایتھنز میں کسی فرد بشر کا یہ خیال نہیں تھا کہ سقراط کی سزا سے آئندہ اسی قسم کے ملزموں کے لئے کوئی نظیر قائم ہو گئی ہے۔

ساتھ ہی ہمیں یہ تسلیم کرنا پڑیگا کہ جب حکیم سقراط پر جرم ثابت ہو گیا تو اُس کیلئے سزائے موت کی

باب۔ نیکی اور بھلائی کی ہدایت کرنا اپنا فرض سمجھ لیا تھا، چنانچہ جہاں کہیں اُسے کوئی مل جاتا وہیں اُسے ٹھہرا کر روزمرہ کی زندگی پر غور و فکر کرنے کی فہمائش کیا کرتا۔ اُس میں کسی قسم کی خود غرضی یا جاہ طلبی نام کو نہ تھی، اور وہ اُن تمام فرائض کو جو ایتھنزی شہری ہونے کی حیثیت سے اُس پر عائد تھے، نہایت وفاداری سے بیدھڑک انجام دیتا تھا۔ گو وہ خود نہایت کم رو تھا، لیکن وہ ہر خوبصورت چیز کے لئے اپنی جان تک قربان کرنے کے واسطے تیار رہتا تھا۔ اُس کے ہر طرف پُرجوش دوستوں کا جھرمٹ لگا رہتا تھا جن میں سے اکثر و بیشتر نوجوان ایتھنزی ہوتے تھے۔ جب وہ کسی جمِ غفیر میں ہو کر نکلتا تو لوگ دیوانہ سمجھ کر اُسے گھورنے لگتے، اور یہ خیال کر کے کہ گو بظاہر اُس کی روش معصومانہ ہے لیکن اُس میں کچھ نہ کچھ فی ضرور ہے، ہمیشہ اُس کی طرف شک و شبہہ کی نگاہ سے دیکھا کرتے تھے۔ اُس کی روش اکثر ایتھنزیوں کے لئے سخت تکلیف دہ تھی؛ مثلاً وہ شاہراہ پر چلتے چلتے رک کر راہگیروں سے جرح کرنے لگتا، اور اُس کے سوالات محض روزمرہ کے واقعات اور بازاری گپ شپ سے متعلق نہ ہوتے تھے، جو عام ایتھنزیوں کو مرغوب و محبوب تھی؛ بلکہ وہ ہر شخص سے یہ استفسار کرتا کہ اُس کے نزدیک فرائض انسانی کیا کیا ہیں، اور بعض مرتبہ سوال کا جواب پاکر

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ تجویز کوئی غیر معمولی بات نہ تھی۔ یونان کا ضابطۂ تعزیرات اس ابتدائی اصول پر مبنی تھا کہ مملکت کو اپنی حفاظت خود اختیاری کا حق حاصل ہے، اور اُس کے لئے وہاں جو طریقے برتے جاتے تھے اُن کا تشدد اور اُن کی سادگی بالکل لاثانی تھی۔ مجرموں کو صرف دو قسم کی سزا دی جاتی تھی، یعنی جرمانہ یا سزائے موت، اور تمامتر ارض یونان میں صرف اسپارٹا ہی کی مملکت ایسی تھی جہاں سزائے موت کی بجائے دیس نکالا ممکن تھا۔ (زینوفون: "ہیلے نیکا"، ۲، ۵، ۲۵)۔ یہی وجہ ہے جس کے باعث ہمیں تاریخ یونان کی ورق گردانی سے سزائے موت کی بیشمار مثالیں ملتی ہیں، اور ہم دیکھتے ہیں کہ بڑے بڑے سیاسی رہبروں کو بیدریغ زہر کا پیالہ پلا دیا جاتا ہے۔ اس طرز عمل کا ایک اچھا نتیجہ یہ نکلا کہ کورکائرا اور آرگوس جیسی مملکتوں میں جو قتل عام ہوا کرتے تھے اُن کی نظیر ایتھنز میں نہیں ملتی، اور یہاں دوسری بڑی بڑی یونانی مملکتوں کے برخلاف تمام شہریوں اور معمولی رعایا کی جان و مال کی کماحقہٗ حفاظت کیجاتی تھی۔ ساتھ ہی یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ ایتھنز میں دشمنوں کیساتھ کسی قسم کی رعایت روا نہیں رکھی جاتی تھی۔

اپنے مخاطب کو تنبیہ کرنے لگتا، جسے اکثر شہری نہایت ناشائستہ اور نامعقول فعل تصور کرتے تھے۔ بعض مرتبہ ایسا بھی ہوتا کہ وہ کسی شہری کے سامنے یہ ثابت کرتا کہ وہ اپنے بچوں کو صحیح اصول پر تعلیم و تربیت نہیں دے رہا ہے؛ چند روز کے بعد جب وہ شہری اپنے بچوں کو بجائے اُس کی ہدایت پر عمل کرنے کے سقراط کے اُصول پر عمل کرتے ہوئے دیکھتا تو سقراط پر بہت غصہ آتا، اور جب سقراط کہتا کہ اُسے لوگوں کے خانگی معاملات سے کچھ واقفیت نہیں ہے تو وہ اُسے جھوٹا خیال کرنے لگتا لیکن سب سے زیادہ جو چیز اتھنزیوں کی آنکھ میں کھٹکتی تھی وہ یہ شہرت تھی کہ سقراط عمومیت کا مخالف ہے۔ اس وقت تک اتھنز میں جس قدر بھی سیاسی انقلابات ہوئے تھے اُن سب سے بری ہو کر وہ بالکل بخیر نکل گیا تھا؛ لیکن عمومیت کی احیاء کے بعد اُس پر میلیے توس، لیکون اور انی توس نے یہ الزام لگایا کہ وہ اتھنزی نوجوانوں کے اخلاق خراب کرتا ہے اور ملک کے دیوتاؤں میں نئے معبودوں کا اضافہ کرنا چاہتا ہے۔ ان الزامات کی تحقیقات کے لئے پانچ سو شہریوں کے ایک جیوری کو مامور کیا گیا۔ جب بحث و تمحیص کے بعد تجویز پر رائے لینے کا وقت آیا تو اُنھوں نے صرف پانچ رایوں کی کثرت سے اُسے مجرم قرار دیا۔ جن لوگوں نے اُس کے خلاف استغاثہ دائر کیا تھا اُنھوں نے ساتھ ہی یہ مطالبہ بھی کیا تھا کہ اگر اُس پر یہ الزامات ثابت ہو جائیں تو اُسے سزائے موت دی جائے؛ لیکن اتھنزی ضابطے کے مطابق اگر کوئی شخص کسی سزا کا مستوجب قرار پاتا تو اُسے اپنی سزا کی بابت خود بھی کسی قسم کی تحریک کرنے کا اختیار تھا۔ اب سقراط کے خلاف جو رائیں تھیں وہ نہایت ہی قلیل تھیں، اس لئے ظن غالب یہ ہے کہ اگر وہ خود اپنی سزا گھٹانے کی بابت کچھ کہتا تو شاید جیوری اُسے منظور کر لیتی۔ اس درخواست کی بجائے اُس نے مطالبہ کیا تو یہ کہ مرنے سے پہلے اُسے پری تانیوم میں دعوت دی جائے، اور یہ ایک ایسا اعزاز تھا جس کے بہت ہی کم اتھنزی مستحق سمجھے جاتے تھے۔ اس مطالبے کا جیوری پر نہایت ہی برا اثر پڑا اور لوگ یہ سمجھنے لگے کہ سقراط کا اصلی مطلب یہ ہے کہ اتھنز کے عاملانہ اقتدار کی توہین و تذلیل کرے، چنانچہ جب مسئلۂ سزا پر رائے لینے کا وقت آیا تو گو سقراط تیس مینائے جرمانہ ادا کرنے پر تیار ہو گیا تھا لیکن سزائے موت کے موافق جو

باب ۲ کثرت رائے تھی وہ محض اثبات جرم کی کثرت سے کہیں بڑھی ہوئی تھی۔ مقدمے کے دوران میں اپولو کا تہوار منانے کے لئے ایتھنز سے مقدس کشتی نکل چکی تھی، اور قاعدہ یہ تھا کہ جب تک یہ واپس نہ آئے اُس وقت تک کسی کو سزائے موت نہیں مل سکتی تھی؛ چنانچہ سقراط تیس روز تک برابر قید خانے میں پڑا رہا، اور جب اُسکے دوستوں نے اُسے قید سے نجات پانے کی تدابیر بتائیں تو اُس نے یہ کہکر انکار کر دیا کہ وہ اپنے وطن مالوف کی حفاظت سے نکلنا ہرگز جائز نہیں سمجھتا۔ اس دوران میں اُس کے دوست برابر اُس کے پاس آتے جاتے رہے، اور اپنی موت سے تھوڑی ہی دیر پہلے اُس نے روح کے غیر فانی ہونے کے مسئلے پر اُن اعلیٰ و ارفع خیالات کا اظہار کیا جو حکیم افلاطون نے اپنی کتاب فیدو میں نقل کر دئے ہیں (۳۹۹ ق م)۔

ہمارے پاس اس کا مطلق کوئی ثبوت نہیں کہ حکیم موصوف کے دشمنوں نے اُس کے خلاف جو استغاثہ دائر کیا تھا وہ واقعات پر مبنی تھا۔ بلاشبہ سقراط ہمیشہ کسی ایسی ندائے آسمانی (دائے مونیون) کا ذکر کیا کرتا تھا جس کے ذریعے سے اُسے امور شنیعہ سے بچنے کی ہدایت ہوا کرتی تھی؛ لیکن چونکہ اُس نے کبھی کسی کو اپنا مذہب بدل کر ندائے غیبی کا معتقد بن جانے کی تلقین و تبلیغ نہیں کی اس لئے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اُس نے ایتھنزیوں کے مذہب میں نئے نئے معبود پیدا کرنے کی کوشش کی؛ بلکہ ہمارے علم میں تو وہ ایتھنزی معبودوں کی نہایت خوش عقیدگی سے پرستش کیا کرتا تھا۔ اسی طرح کوئی حق پسند شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ اُس نے ایتھنزی نوجوانوں کے اخلاق خراب کرنے چاہے، بلکہ اُس کی بجائے واقعہ یہ ہے کہ جو کچھ اُس نے کیا اُن کی بھلائی کے ہی لئے کیا۔ اصل قصہ یہ تھا کہ ایتھنز اُس زمانے میں نہایت تنگ منظر عمومیوں کے پنجے میں گرفتار تھا، جنھوں نے حکیم سقراط کو اُسکے شاگردوں یعنی کری تیاس اور الکبیادیس کے حرکات مذمومہ کا جواب دہ گردانا اور آخر اُسے زہر کا پیالہ پلا کر چھوڑا۔ اگر ہم تمام واقعات پر نظر غائر ڈالیں تو ہم اسی نتیجے پر پہنچیں گے کہ اُس کے ساتھ سخت بے انصافی کا برتاؤ کیا گیا؛ لیکن اگر ہم ایتھنز کے رائج الوقت قانون کو پیش نظر رکھیں تو اُس کی سزا سطح تنقید سے بالاتر نظر آئے گی،

اس لئے کہ ایتھنز ی سے لیاستون کی تجویز کا دار و مدار صرف اُن کی ذاتی رائے پر تھا، اور باب ۲
اس میں بھی شبہہ نہیں کہ مملکت ایتھنز کو اپنے شہریوں کی زندگی پر اختیار تامہ حاصل تھا۔ ہم دیکھ چکے ہیں کہ سقراط نے قید سے فرار ہونے سے بالکل انکار کر دیا جس سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ وہ فرائض شہریت سے اُتنا ہی واقف تھا جتنا خود اُسکے مخالف۔ یہ بھی عیاں ہے کہ مستغیثوں نے جن کے سرگروہوں میں انی توس بھی تھا، محض اس وجہ سے استغاثہ دائر کیا تھا کہ وہ اُسے عمومیت ایتھنز کا ایک خطرناک دشمن تصور کرتے تھے جس جیوری کے سامنے یہ مقدمہ پیش ہوا اُس میں علاوہ پُرجوش عمومیوں اور متقی ایتھنزیوں کے، جنھیں یہ سمجھایا گیا تھا کہ سقراط واقعی نئے نئے معبودوں کی پرستش کرانا چاہتا ہے، غالبًا ایسے بھی تھے جو اُس سے دوسروں کے خانگی معاملات میں مداخلت کی عادت کی وجہ سے سخت متنفر تھے۔

اس واقعے کے کچھ ہی دن پیشتر فال گوئے دیلفی نے خیئ ریفون کی تحریک پر یہ اعلان کر دیا تھا کہ سقراط سے زیادہ دنیائے یونان میں کوئی عقلمند نہیں ہے؛ لیکن مشکل یہ تھی کہ جب دیلفی کے اقوال ایتھنزیوں کے منشاء کے خلاف ہوتے تھے تو وہ دوسرے یونانیوں کی طرح اس کی طرف مطلق التفات نہیں کرتے تھے؛ اور جب یہ دیکھتے ہیں کہ دیلفی والوں کے ذریعہ سے یونانی مذہب اکثر طمع نفسانی اور خودغرضانہ حرص و آز کا آلۂ کار بن جاتا تھا تو ہم یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ اُن کا یہ فعل قطعًا حق بجانب تھا۔ علاوہ ازیں ہم یہ جانتے ہیں کہ فہم و ادراک اور تورع دو بالکل مختلف چیزیں ہیں۔

ان سب باتوں کا نتیجہ یہ نکلا کہ بہت سے ایسے لوگ بھی، جن میں آپس میں بہت کچھ اختلاف رائے پایا جاتا تھا، سقراط کی سزائے موت کے بارے میں متحد اللسان ہو گئے۔ بایں ہمہ اگر اُس کے ذاتی خصائص سے عوام کو کسی طرح واقفیت حاصل ہو جاتی تو بھی ممکن ہے کہ اُن کے ضمیر کا فعل راہ راست پر آجاتا؛ لیکن بجائے اسکے کہ عوام اُس کے حقیقی خصائل سے واقف ہوں وہ اُس کی اس مزاح آمیز شکل ہی سے واقف تھے جو ایتھنز ی ایکٹر تماشا گاہ پر لانے کے عادی تھے۔ سقراط عوام سے کہیں زیادہ ارفع و اعلیٰ تھا، اور الکبیادیس اور کری تیاس کے زمانے سے ایتھنزیوں کو ایسے

باب ۲ـ لوگوں سے دلی نفرت پیدا ہو گئی تھی؛ چنانچہ سقراط کی وفات کے بعد ایک زمانۂ دراز تک باشندگان ایتھنز پر کسی غیر معمولی قابلیت کے شخص نے مستقل طور پر اثر نہیں ڈالا۔

سقراط کی موت سے خود ایتھنز کو بھی یقیناً نقصان پہنچا اور اس سے یہ معلوم ہو گیا کہ اُس میں اپنے طباع اور ذہین شہریوں کے محاسن سے فائدہ اُٹھانے کی قابلیت نہیں ہے۔ لیکن ہم یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ سقراط جیسے شخص کی شہادت سے بنی نوع انسان کو اخلاقی فائدہ ضرور پہنچا، اور اس میں شبہ نہیں کہ خود شہید کے لئے جام شہادت پینا یقیناً نہایت مبارک ہے، (اس لئے کہ مرنا تو ہر ایک کو ہے) اور ایسی موت کسے نصیب ہوتی ہے۔ حق یہ ہے کہ حکیم سقراط نے جیسے اپنے فرائض کی تکمیل میں اپنی زندگی گزاری ویسے ہی اپنی جان بھی دیدی۔ اُس کے کارنامے اور اُس کی تعلیم نہایت ثمر آور ثابت ہوئی۔ اُس کے ہمنشینوں نے اُس کی تربیت سے مختلف قسم کے فائدے اُٹھائے۔ چنانچہ بعض پر اُس کی عملی تعلیم کا اور بعض پر اُس کی نظری تعلیم کا اثر پڑا۔ سقراط کی زندگی مستقبل کے لئے نیکیوں کا ایک عجیب نمونہ رہی ہے۔ کانٹ کہتا ہے کہ بعض انسان ایسے بھی ہوتے ہیں جنھیں اپنے معلومات پر مطلق فخر نہیں ہوتا اور جو اپنے ضمیر کی آواز کا اتباع کرتے ہیں؛ ہمارے نزدیک سقراط ایسا ہی انسان تھا۔ سقراط نے اپنی "ندائے غیبی" کا اعلان کر کے گویا کانٹ کے "حکم قطعی" کی پیش بندی کی ہے۔

اکثر مورخوں کا یہ خیال ہے کہ حکیم سقراط کی وفات کے بعد ایتھنزی اپنے فعل قبیحہ پر سخت نادم ہوئے؛ لیکن اُن کی ندامت کا ہمارے پاس کوئی ناقابل تردید ثبوت نہیں ہے۔ ممکن ہے کہ بہت سے لوگوں نے اپنی رائے بدل دی ہو، لیکن ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ ایتھنز میں سزائے موت نسبتہً ایک معمولی سی بات تھی، لہذا اُس کی سزا سے لوگوں میں وہ احساسات و جذبات پیدا نہیں ہوئے ہوں گے جو ایسے مواقع پر ہمارے دلوں میں موجزن ہوتے ہیں۔ اُس زمانے میں ایتھنزیوں کی تمامتر توجہ شہر کی عام مرفہ الحالی اور اُس کے اثرات کی طرف مبذول تھی؛ اور گو ایک اور شہر یعنی رھوڈز نے بھی شاہراہ ترقی پر قدم رکھ دیا تھا لیکن بالفعل ایتھنزی اپنی عام ثروت و مرفہ الحالی کا احیاء کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ جزیرہ رھوڈز ابتدا میں تو

اتیھنز کا باج گزار تھا، لیکن بالآخر اُس نے علم بغاوت بلند کر دیا اور ۴۱۲ ق م میں لِنڈوس، باب ۳
یالی سوس اور کامیروس کے باشندوں نے ایک جدید شہر رھوڈز کی بنیاد ڈالی لیکن جزیرہ کچھ ایسے مقام پر واقع تھا کہ ابتدا میں اُسے اپنی تمامتر قوت جنوب و مشرقی بحیرۂ روم اور جنوب و مغربی ایشیائے کوچک کے اندرونی حصوں سے تعلقات پیدا کرنے میں صرف کرنا پڑی۔ بعض واقعات اس قسم کے تھے جن کی وجہ سے اس نواح کی تجارت میں بہت ترقی ہوئی اور نئے مرکز تجارت کے قیام کے باوجود پرانے مرکز بھی برابر قائم رہے[۵] زمانۂ مابعد میں اس صورت حال میں تبدیلی پیدا ہوگئی جسکے باعث رھوڈز کی تجارت خود ایتھنز کی تجارت سے بدرجہا بڑھ گئی، لیکن جس عہد کا ہم اس وقت ذکر کر رہے ہیں اُس میں ایتھنز اول درجے کی تجارتی منڈی تھی۔ اسکے علاوہ یونان کے ذہنی مرکز کی حیثیت سے بھی اُس کی اہمیت میں روز افزوں اضافہ ہو رہا تھا جس کی وجہ سے چاروں طرف کے دولتمند غیر ملکی آتے اور یہاں کی دولت میں اضافہ کرتے تھے۔ ان حالات کو مدنظر رکھ کر ہم یہ حکم لگا سکتے ہیں کہ تاریخ عالم میں اس کی بہت ہی کم مثالیں ملیں گی کہ ایک قوم نے جو زکوں پر زکیں پا چکی ہو، اپنی حالت اتنی جلد سنبھالی ہو یا اُن زکوں کے آثار اس قدر جلد مٹا دئے ہوں جیسے ۴۰۴ ق م کے بعد ایتھنز نے۔

اس حالت سے اُس شہر کی حالت بالکل مختلف تھی جس نے ایتھنز کو نیچا دکھانے میں اس قدر نمایاں حصہ لیا تھا۔ کورنتھ نے ایتھنز کی تذلیل میں اسپارٹا کی

---

۵ رھوڈز: دیکھو اس کتاب کی جلد ۲ باب ۔ اس کے اجزا کا اختلاط باہمی، دیودوروس ۱۳، ۷۵؛ اسٹرابو ۱۴، ۶۵۴/۶۵۵؛ Arist. or. ۴۳ ۔ نیا شہر یالی سوس سے ۸۰ استادیس (= تقریباً ایک کوس) تھا، اور اس قدر بڑے پیمانے پر آباد تھا کہ ارسطاطالیس کے بیان کے مطابق وہ "متعدد میدانوں اور باغوں سے بھرا ہوا تھا"۔ مقابلہ کرو کون: "بلدیات قدیمہ کا قیام" Kuhn: Ensteh: der Staedte. der Alten ص ۲۰۹/۲۲۱؛ شوماخر: "جمہوریۂ رھوڈزیان" Schumachr De republ. Rhodiorum. ہائیڈلبرگ ۱۸۸۶ء۔

رھوڈز کے سکوں کا ایک مخصوص معیار تھا جس سے اُس شہر کی تجارتی اہمیت ظاہر ہوتی ہے؛ اسکے لئے باب ۳، حاشیہ ۱۱، اور باب ۴ کا مطالعہ سود مند ہوگا۔

باب ۲ مدد کی تھی، اور اُسے امید تھی کہ اس کے معاوضے میں اسپارٹا اُس کا مرہونِ منت ہوگا؛ لیکن اسپارٹا نے کورنتھیوں کی خواہشات کو پورا نہیں کیا۔ کورنتھ کو مغربی سمندروں میں سیادت کا دعویٰ تھا، لیکن اسپارٹا اس سیادت کو خود ہضم کر گیا۔ کورنتھ چاہتا تھا کہ وہ کورکائرا میں حکومت کرے، اور سرقوسہ میں بھی ایک خاص رتبہ حاصل کرے، لیکن اسپارٹا ان دونوں میں سے کسی کا بھی روادار نہ تھا، جس کی وجہ سے ایک طرف تو کورکائرا برابر آزاد و خود مختار رہا، دوسری جانب سرقوسہ میں اسپارٹا نے اُسی خود سر کی پشت پناہی کی جس کی کورنتھ نے مخالفت کی تھی۔ اس پر کورنتھیوں نے اسپارٹا کے مخالفوں کا ساتھ دینا شروع کیا اور جیسا ہم عنقریب پڑھیں گے، محض اسپارٹا کو بےحساب گزند پہنچانے کی خاطر وہ خود اپنی آزادی سے بھی ہاتھ دھو بیٹھے۔ لیکن کورنتھی سکّوں کے مختلف اطراف و اکناف میں برآمد ہونے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس بدامنی کے دور میں بھی اُس کی تجارت، بالخصوص مغربی ممالک سے تعلقات، میں کسی قسم کی کمی نہیں ہوئی[۵۵]

اہم ترین یونانی مملکتوں میں آرگوس نے اپنی قدیم حیثیت قائم رکھی اور دوسرے درجے کی ریاستوں میں اول نمبر اسی کا رہا۔ اس کے برعکس تھبز نے خلاف امید ترقی کی اور ہم خود اس سے پیشتر یہ دیکھ چکے ہیں کہ اس مملکت میں نہایت شدومد سے ارتقا ہو رہا تھا۔ تھبز کو بھی اسپارٹا اور کورنتھ کی طرح ایتھنز سے دلی نفرت تھی، بلکہ اُس کا زور چلتا تو وہ ایتھنز کی اینٹ سے اینٹ بجا دیتا۔ لیکن تھبزیوں کے جذبات میں ایک عظیم الشان انقلاب پیدا ہوا، چنانچہ اسپارٹا کے عروج کے زمانے میں

ــ۵۵ کورنتھی سکّے جنھیں پیگاسی کہتے تھے، پانچویں صدی ق م میں بھی کورنتھی علاقوں یعنی اناکتوریوم، لیوکاس اور امبراکیہ میں مضروب ہوتے تھے (دیکھو جلد ۲ باب ۱۲) لیکن ان سکّوں پر حرف ک، جو خاص کورنتھ کے ٹکسال کی نشانی تھی، کندہ نہ تھا۔ چوتھی صدی ق م میں یہ سکّے اکارنانیہ کے دیگر بلدیات مثلاً ۳۳۸ ق م کے بعد کورکائرا میں بھی بنائے جانے لگے؛ نیز بعض سکّے ایسے بھی ملے ہیں جو اپیائرس، الیریہ، برنتیوم اور سسلی میں بنے ہیں اور جن پر ہر دار الضرب کی علامت کیلئے حرف تہجی میں سے ایک ایک کندہ ہے۔ مقابلہ کرو بلومر، "اکارنانی سکّے" Imhoof Blumer : Muenzen 'Akarnaniens وائنا ۱۸۸۶ء اور ہلیڈ صفحہ ۴۱۴۔

باب ۲

وہ اُس کے مخالف ہو گئے اور لیساندروا گے سی لاؤس کی بے دھڑک اور کھلے خزانے مخالفت کرنے لگے۔ کورنتھ نے اسپارٹا سے محض اپنی امیدوں پر پانی پھرتا ہوا دیکھ کر جھگڑا مول لیا تھا؛ تھبز کو یہ امید تھی کہ اسپارٹا کا ساتھ دینے سے وہ ملک بیوتیہ کا سردار بن جائیگا، لیکن جب اسپارٹا کا بول بالا ہوا تو اُس نے تھبز کی مدد کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ ان تمام واقعات کا یہ نتیجہ نکلا کہ یونانی فرقہ بندی کی شکل وہی ہو گئی جو صلح نامۂ نکیاس کے بعد تھی۔

تھبز کی قوت وسطوت کا مظاہرہ اس قدر جلد اس لئے ہوا کہ وہاں کے باشندوں نے جدید ذہنی اعیانیت کے سپرد سیاہ وسفید کر دیا۔ ایتھنز نے ہر غیر معمولی بات سے کنارہ کشی کر کے اپنی قدیم روش برابر جاری رکھی؛ اس کے برعکس تھبز اپنے عقلمند اور فہیم شہریوں کی رہبری کے اصول کو تسلیم کر کے اپنے لاثانی سیاسی مرتبے کو پہنچ گیا۔ اب جو تین یونانی مملکتیں صف اول میں نظر آتی ہیں، اُن کے خصائص ہمارے نزدیک مفصلۂ ذیل ہیں:۔ اسپارٹا میں عدیدیوں کی حکومت ہے اور اس میں بھی نہایت قابل اور دوررس مدبر موجود ہیں؛ ایتھنز میں اصول عمومیت پر حکمرانی کی جاتی ہے، اور اس کے شہریوں نے یہ تصفیہ کر لیا ہے کہ کسی شخص کی، خواہ کتنا ہی قابل کیوں نہ ہو، مستقل رہبری کو تسلیم نہیں کریں گے؛ تھبز میں بھی عمومی طرز کی حکومت ہوتی ہے، لیکن یہاں کے حالات اپنی قسم کے نرالے ہیں، یعنی عموم چند قابل افراد کے اقوال پر عمل کرنے پر تیار ہو جاتے ہیں۔[۵]

۵۔ تھبز کی حالت کا اندازہ پلوٹارک: "لی سیاس" سے ہوتا ہے۔
یہاں کے قومی معبودوں کیطرف بہت سے کارہائے نمایاں اور سرفروشیاں منسوب کی جاتی ہیں۔
تھبز کی پالیسی کے عملی مقاصد؛ حواشی باب ۶۔

یادداشت متعلق باب دوم

چوتھی صدی ق م کے اوائل میں ایتھنز کی حالت کی بابت جو اسناد ہیں اُنہیں یہاں کے مقرر، (خصوصاً لی سیاس) بھی شامل ہیں، ان کے لئے بلاس: "خطابت اٹیکا" Blass : Attische Beredsamkeit جلد ۱ - اور فروبرگر Frohberger کی بسیط تمہید اور تفسیر کا مطالعہ کیا جائے (لائپزگ ۱۸۶۸ء)۔

زمانۂ حال کے مصنفوں میں سے دیکھو شیفر: "دیموس تھینس اور اس کا عہد" Schaefer : Demosthenes und seine Zeit جلد ۱، حصہ ۱، اور بیلوخ: "عہد فارقلیس میں اٹیکائی سیاسیات" Beloch Die attische Politik seit Perikles لائپزگ ۱۸۸۴ء۔

باب سوم

اسپارٹا کے دشمنوں کو ایرانی امداد۔ جنگ خاکنائے کورنتھ اور بحری معرکے

ہالیارتوس، کنیدوس، کورونیہ، لیخائیوم۔

ایفیکراتیس

۳۹۵ ق م تا ۳۸۷ ق م

اب ہم ۳۹۵ ق م کے واقعات کی طرف از سر نو رجوع ہوتے ہیں، اور دیکھتے ہیں کہ یونان کی کیفیت کچھ عجیب و غریب ہے، یعنی ظاہری صورت حال اور اصلی واقعات میں بہت کچھ تفاوت پایا جاتا ہے۔ گو بظاہر اسپارٹا نہایت طاقتور معلوم ہوتا ہے، لیکن چونکہ اُس کا موجودہ دستور محض جبر و قوت اور فریب کے ذریعے سے قائم ہے اور جو کچھ بھی اُس کی سیاسی حیثیت ہے وہ صرف اُس کے حلیفوں کی وجہ سے ہے، اس لئے اُس کی بنیاد فی الواقع نہایت ہی کمزور ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اُس دور میں مختلف حصص یونان کی کچھ ویسی ہی کیفیت تھی جو جرمن عہدیت کے اجزا کی، یعنی اس میں دو بڑی بڑی مملکتیں، تین دوسرے درجے کی مملکتیں (یعنی تھبز، آرگوس اور کورنتھ) اور بہت سی چھوٹی چھوٹی ریاستیں تھیں۔ ایتھنز کا اقتدار کو زیر کرنے میں اسپارٹا کو دوسرے اور تیسرے درجے کی اکثر ریاستوں سے مدد ملی تھی، اور اگر اسے اپنی فاتحانہ حیثیت برقرار رکھنی تھی تو دوسرے درجے کی مملکتوں کے ساتھ عمدہ برتاؤ کرنا چاہیئے تھا۔ آرگوس تو بالکل الگ تھلگ تھا؛ رہے کورنتھ اور تھبز تو اُس کے لئے یہ لازم تھا کہ وہ بعض شعبوں میں ان دونوں مملکتوں کو کلی آزادی دیدے

باب ۱۳ اور انھیں اس پر راضی کرے کہ دیگر سیاسی قضیہ جات میں وہ مداخلت نہیں کریں گے۔ لیکن لیساندر کی موت کے بعد اسپارٹا کا طرز عمل بجائے چھوٹی مملکتوں کو رام کرنے کے یہ ہو گیا کہ جیسے ممکن ہو اُن کی تذلیل و توہین کی جائے جس کے باعث یہ دونوں ایتھنز اور ہیرگوس سے اتحاد عمل کر کے اسپارٹا کی مخالفت کے لئے آمادہ ہو گئیں۔ حقیقت یہ ہے کہ باہمی منافرت کے مخزن بارود میں صرف ایک چنگاری کی ضرورت تھی، ورنہ یونان ایک عظیم دھماکے کے لئے بالکل تیار تھا۔

معاملات یونان میں مداخلت کرنے کے وقت ایرانی اس نتیجے پر پہنچ گئے تھے کہ اگر یونان اپنی فراست اور قوت ایران سے لڑنے میں دل کھول کر صرف کر سکتا ہے تو وہ بھی دشمن کا زور کم کرنے کے لئے اپنا روپیہ بیدریغ خرچ کرنے پر قادر ہیں، اور روپیہ ایسی چیز تھی کہ اُس کا نام سُن کر یونانیوں کے منھ میں ہمیشہ پانی بھر آتا تھا۔ ساٹھ برس پہلے میگابازوس نے اسپارٹا میں ایرانی روپیہ دل کھول کر خرچ کیا تھا لیکن اُس کا کوئی خاطرخواہ نتیجہ نہیں نکلا تھا، تاہم اُس نے بعض اپنی قوت بازو پر بھروسا کر کے مصر کو مسخر کر لیا تھا؛ اب گو مشرقی اقتدار کم ہو گیا تھا، لیکن تھراؤس تیس کی دارائیاں اپنا اثر دکھائے بغیر نہیں رہیں۔ ایرانیوں نے بلدیۂ رھوڈز کے ایک شہری مسمی تموکراتیس کو بیچ میں ڈالا اور تیس تالنت (تقریباً ۹۰۰۰۰ روپیہ) اس غرض سے اُس کے حوالے کیا کہ وہ اس رقم کو یونان کے سربرآوردہ لوگوں میں تقسیم کر دے تاکہ وہ اپنے ہم قوموں کو اسپارٹا کی مخالفت پر اُبھاریں۔ ہم پڑھتے ہیں کہ تھبز میں اندروکلیداس، اِسمے نیاس اور گالاکسی دوروس نے، کورنتھ میں تمولاؤس اور پولی انتھیس نے اور آرگوس میں کیلون نے ایرانی پیشکش کو منظور کر لیا، لیکن گو ایتھنز میں کیفالوس اور اے پیکراتیس کی رشوت کی بابت سننے میں آتا ہے لیکن زینوفون کا بیان ہے کہ ایتھنز میں کسی نے رشوت نہیں لی۔ بہرحال بعض ایتھنزی اور دوسرے بلاد یونان کے بہت سی شہری

۱؎ اسپارٹا کے حلیفوں کی بے چینی؛ زینوفون ۳، ۵، ۱۲۔ تموکراتیس کا اپنے ساتھ تیس تالنت لیجانا۔ زینوفون ۳، ۵، ۱؛ لیکن اس رقم کی تعداد کے تعیّن کیواسطے پلوٹارک "اردشیر" ۲۰ اور "آگے سی لاؤس" ۱۵ کا ملاحظہ کیا جائے۔ پوسانیاس (۳، ۹، ۴) کہتا ہے کہ کیفالوس اور اے پیکراتیس نے بھی رشوت لی تھی۔

تھبز اور ایتھنز کے باہمی عہدنامے کے اجزاء؛ مجموعۂ نوشتہ جات اٹیکا "۲" ۶ = ڈٹن برگر، ۵۱۔

باب۳۔ بالفعل ایران کے دامِ تزویر میں گرفتار ہو گئے تاکہ ایرانی روپیہ اجیر سپاہیوں کے مہیا کرنے اور قلعے تعمیر کرنے کے کام میں لائیں اور اسپارٹی حملوں کی مدافعت کی جا سکے۔

اس تحریک کی سرپرستی کے فرائض تھیبز نے اپنے سر لئے۔ اس نے ایک طرف تو ایشیائی بلاد کی ایک باضابطہ لیگ قائم کی اور دوسری جانب خاص ارضِ یونان میں اسپارٹا کے دشمنوں کو بھڑکانا شروع کیا۔ سب سے پہلے تو اسپارٹا کو لڑائی میں شامل کرنے کی غرض سے اُس نے فوکس اور اوپنٹی لوکرس کو آپس میں لڑا دیا اور خود لوکرس کا حلیف بن کر فوکس پر حملہ کر دیا۔ اس پر فوکس نے اسپارٹا سے مدد چاہی، اور چونکہ اسپارٹی تھیبز کے مسلسل افعال معاندت کی وجہ سے سخت ناراض تھے اس لئے اُس نے فوراً اس استدعا کو منظور کر لیا۔ اُس کا ارادہ یہ تھا کہ سب سے پہلے تھیبز پر ایک عظیم الشان وار کرے، اور اُسے اس قدر تعجیل تھی کہ اُس نے فوراً لیسانڈر کو فوکسیوں کو یکجا کرنے کی ہدایت کر کے یہ حکم دیا کہ وہ اسپارٹی فوج سے بمقام ہالیارٹوس مل جائے جہاں شاہ پیؤسانیاس لکدمونی فوج کو لے کر تاریخ مقررہ پر آموجود ہو گا۔ اب تھیبز نے اپنے سفرا ایتھنز روانہ کئے اور اُن کے ذریعے سے یہ کہلوایا کہ اسپارٹا پر حملہ کرنے کے لئے یہ ایک نہایت عمدہ موقع ہے؛ اُس نے یہ پیام بھی بھیجا کہ جس طرح تیس سال قبل ایتھنز کے حلیف اُس سے کنارہ کشی پر آمادہ تھے، اُسی طرح اب اسپارٹی حلیف اُس کا ساتھ چھوڑنے پر بالکل تلے ہوئے ہیں؛ ایتھنز کو اپنے آپ کو طاقتور بنانے کے واسطے اس سے بہتر موقع ملنا مشکل ہے؛ اور درانحالیکہ اس وقت تک وہ صرف بحری مملکتوں پر قابو یافتہ تھا، اب وہ خاص پیلوپونیز کو مغلوب کر سکتا ہے۔ یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ لیسانڈر کی فتوحات سے صرف نو سال کے بعد تھیبز ایتھنز کو سیادت یونان کے سبز باغ کیسے دکھا سکتا تھا، اس لئے یہ وثوق سے نہیں کہا جا سکتا کہ تھیبزی سفرا نے ایتھنزیوں کے سامنے بجنسہٖ اسی قسم کے الفاظ کا اعادہ کیا ہو گا۔ لیکن اسی کے ساتھ ہمارا خیال ہے کہ تھیبز یہ باتیں محض اوپری دل سے کہتا ہو گا، چنانچہ ممکن ہے کہ ایتھنز کو اپنا ہمنوا بنانے کی خاطر سفیروں کی تقریر کا ماحصل یہی ہو۔ اب ایتھنز نے اپنے قدیم دشمنوں کی

باسیلہ باہمی رقابت سے اس طرح فائدہ اُٹھایا جیسے آئندہ چل کر (نپولین اعظم کے زوال کے بعد) تالے راں کی وساطت سے ہزیمت خوردہ فرانس نے وائنا کی کانگریس میں تمام یورپ پر از سر نو اپنا اثر قائم کر لیا۔ الغرض تھرا سی بولوس تھبز گیا اور وہاں واہ واہ اور مرحبا کی صداؤں میں ایک دفاعی محالفے کی تحریک کی جسے فوراً منظور کر لیا گیا۔ اس محالفے میں آرگوس اور کورنتھ بھی شامل ہو گئے۔

جنگ کی ہوا اسپارٹی اُمیدوں کے موافق نہیں چلی۔ شہر ہالیارتوس قلعہ بند تھا، اور بجائے چپ چاپ پڑے رہنے کے لیسانڈر نے اُس پر حملہ کر دیا۔ تھبزی فوراً میدان میں آموجود ہوئے، اور نہ صرف اُنھوں نے اسپارٹیوں کو شکست فاش دیکر بھاگنے پر مجبور کیا بلکہ لڑائی میں لیسانڈر بھی کام آیا۔ کچھ عرصے کے بعد پوسانیاس بھی اسپارٹی فوج کو ہمراہ لے کر آپہنچا، اور رواج کے مطابق لیسانڈر کی نعش کا مطالبہ کیا۔ لیکن اسی دوران میں اتھنزی کمک بھی پہنچ گئی جس کے باعث تھبزیوں کا دل بڑھ گیا، چنانچہ اُنھوں نے پوسانیاس کو یہ جواب دیا کہ وہ نعش کو اُسی وقت حوالے کریں گے جب اسپارٹی سپاہی ایک ایک کر کے اپنے ملک کو واپس چلے جائیں گے۔ ہم اس سے پیشتر (جلد ۲، باب ۲۳ میں) واقعۂ دیلیوم کے سلسلے میں دیکھ چکے ہیں کہ اپنی سیاسی کامیابی کی غرض سے تھبزی مذہب سے کام لینے میں مطلق پس و پیش نہیں کرتے تھے، اور بعض مرتبہ زندہ دشمن کو شکست دینے میں مردوں تک سے کام نکال لیتے تھے۔ قصہ مختصر اسپارٹیوں نے یہ محسوس کر کے کہ وہ جنگ آزمائی کے لئے کافی طاقتور نہیں ہیں، اپنے گھروں کا رخ لیا۔ واپسی پر پوسانیاس پر مقدمہ قائم کیا گیا اور اُسے سزائے موت دی گئی، جس کی وجہ سے اُسے تگیہ میں جلاوطنی کی تکالیف برداشت کرنی پڑیں۔

لیسانڈر کی موت کے بعد اسپارٹیوں کو معلوم ہوا کہ اُس کا خیال اسپارٹی دستور کو تہ و بالا کر دینے کا تھا اور اس مقصد کی تکمیل کے لئے اُس نے بڑے بڑے منصوبے پکائے تھے منجملہ دوسری باتوں کے وہ چاہتا تھا کہ اقتدار شاہی کا دروازہ ہر ایک اسپارٹی کے لئے کھل جانا چاہیئے، اور اس سے اُس کا مقصد صاف طور پر یہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ خود بھی اس عہدۂ بالاتر کا امیدوار ہونا چاہتا تھا۔ اسی زمانے میں اس کے ثبوت میں

باب ۱۳

حکومت اسپارٹا کو ایک تحریر دستیاب ہوئی جو لیسانڈر نے ایک شخص مسمی کلیون کے قلم سے لکھوائی تھی؛ اگے سی لاؤس تو یہ چاہتا تھا کہ اُسے شائع کردے، لیکن الفیوروں نے اس کی ممانعت کردی۔ ان واقعات سے پتا لگتا ہے کہ لیسانڈر کی موت نے اسپارٹا کو بدامنی کے طوفان سے بال بال بچا لیا۔[۵۲]

جب یہ واقعات یورپ میں پیش آرہے تھے تو شاہ اگے سی لاؤس ایشیا میں کچھ پیش قدمی کررہا تھا۔[۵۳] اسپتھ ری داتیس نے اُس سے مل کر اُسے میسیا اور اوتیس یا کوتیس شاہ پفلاگونیا میں ملاپ کرادیا تھا۔ لیکن چونکہ اُن میں اسپارٹیوں کے سردار ہری پیداس نے، جو بادشاہ کے ساتھ اسپارٹا سے آئے تھے اسپتھ ری داتیس اور اوتیس کو مال غنیمت کا حصہ دینے سے انکار کردیا اس لئے یہ دونوں اپنے حلیفوں کا ساتھ چھوڑ کر خود شاہی فرودگاہ کی طرف چل دیئے اور اس طرح اس نئے محالفے کو ختم کردیا۔ یہ یونانیوں کی عین خوش قسمتی تھی کہ اس زک کے بعد انھیں کوئی اور نقصان نہیں پہنچا۔ اگے سی لاؤس یہ محسوس کرنے لگا تھا کہ وہ بہت سے حکمرانوں اور اقوام کو ایران کا ساتھ چھڑوانے اور بڑے بڑے ایرانی لشکروں کو ہزیمت دینے میں کامیاب ہو جائیگا۔ لیکن عین اُس وقت جب اُسے عظیم الشان اسپارٹی فتوحات کے خواب نظر آرہے تھے، اُسے الفیوروں کا یہ حکم ملا کہ چونکہ اسپارٹا کو خطرات نے ہر چہار طرف سے گھیر لیا ہے اس لئے اُن سے محفوظ رکھنے کی غرض سے اُسے فوراً وطن کا رخ کرنا چاہیئے۔ اس حکم کی تعمیل قطعاً ناگزیر تھی، چنانچہ اُس نے اُن سپاہیوں کو اپنے ساتھ لے کر جنھیں اُس نے ایشیا میں جمع کیا تھا، تھریس میں ہو کر یونان کا رخ کیا۔

اسی دوران میں بلا مدد غیرے اسپارٹیوں کو ایک حد تک کامیابی حاصل ہوگئی

---

[۵۲] وفات لیسانڈر: زینوفون ۳، ۵، ۱۹؛ اسکے منصوبے: پلوٹارک: "لیسانڈر" ۲۵، ۲۶، ۳۰۔

[۵۳] شمالی یونان میں جنگ، دیودوروس ۱۴، ۸۲۔ زینوفون (اناباسس ۵، ۸۶) کہتا ہے کہ پفلاگونیوں کے حکمران کے پاس سواروں کے دستوں کی بڑی تعداد تھی، اور زینوفون کی ہیلینیکا (۴، ۱) میں اس کا نام اوتیس رکھا گیا ہے۔ اگے سی لاؤس اور فرنابازو کی ملاقات، زینوفون ۴، ۱، $\frac{29}{40}$ ۔

باب ۵ حلیفوں کی فوج نے، جس میں ایتھنزی، کورنتھی اور آرگوسی شامل تھے، یہ ترکیب نکالی کہ وہ اسپارٹا پر اُس کی سرحد کے قریب ایسے مقام پر حملہ کردیں گے جو اسپارٹی اتحادیوں کی دسترس سے باہر ہوگا۔ لیکن اتفاقاً اُن میں اور اسپارٹیوں میں بجائے ایسے خاطرخواہ مقام کے کورنتھ کے قریب نمیا نامی چشمے کے کنارے پر مڈبھیڑ ہوئی۔[۵۴] اس لڑائی میں اسپارٹا، ایلس، تروائزین اور ہالی آئیس کے سپاہیوں کی مجموعی تعداد تیرہ ہزار پانچ سو ہوپ لیت، اور ایک ہزار تین سو سوار اور ہلکے ہتھیاروں والے پیدل تھے؛ دشمن کی فوج میں علاوہ ساڑھے پندرہ سو سواروں اور بہت سے ہلکے ہتھیار والے سپاہیوں کے چھ ہزار ایتھنزی، سات ہزار آرگوسی، پانچ ہزار بیوتی، تین ہزار کورنتھی اور تین ہزار یوبیائی ہوپ لیت شامل تھے۔ اسپارٹی فوج کا سپہ سالار اگے سی پولس (ولد پئوسایناس) قائم مقام ارسطودیموس تھا، جس نے نہایت تدبر اور شجاعت کا ثبوت دیا اور آخرکار دشمن کو شکست اٹھانی پڑی۔ اب اسپارٹی فوج نے وسطی یونان کی طرف رخ کیا لیکن چونکہ دشمن اُن کے راستے میں حائل تھا اس لئے وہ اپنے مقصد کی خاطرخواہ تکمیل نہیں کرسکے۔ چونکہ کورنتھ کا راستہ رُکا ہوا تھا اس لئے اسپارٹیوں کو شمال کی طرف جانے کے واسطے دو راستے کھلے ہوئے تھے، ایک کورنتھ کے مشرق میں اور دوسرا مغرب کی طرف ہوکر؛ ان میں سے مشرقی راستہ زنجیرۂ ادنیوم کو عبور کرکے کورنتھ اور خلیج سارون کے درمیان یا ساحل کے قریب کنکریائے ہوتا ہوا

[۵۴] جنگ کورنتھ، زینوفون ۴، ۲، ۹ تا ۲۳۔ ایتھنزیوں نے اپنے ہمقوم دیکسی لوس کی جو اس لڑائی میں کام آیا تھا، کیرامی کوس کے مقام پر ایک یادگار نصب کی؛ کرتیوس، "مخزن آثاریات" Curtius : Arch. Anz. سنہ ۱۸۶۳ء صفحہ ۱۰۳؛ ڈن برگر ۵۶۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سے ایتھنزی مبارز اس لڑائی میں مارے گئے، ڈن برگر ۵۶۔ دیپیلون دروازے کے باہر ایتھنزی قبرستان کے لئے مقابلہ کرو کرتیوس کا مضمون "جریدۂ آثاریات" Archaeol. Zeitung سنہ ۱۸۷۱ء میں۔

اسی زمانے میں ایتھنزیوں اور آرگوسیوں نے اسپارٹیوں کو بمقام اوئے نوے بھی شکست دی تھی اور انھوں نے اس یادگار کی طور پر دلیفی میں ایک چڑھاوا چڑھانے کے علاوہ (پئوسایناس ۱۰، ۱۰، ۳) ایتھنز کے ایوان پوقلون میں ایک تصویر تیار کرائی تھی؛ دیکھو واخسموت: "بلدیۂ ایتھنز" Wachsmuth : Die Stadt Athen ۲، ۵۲۱۔

باب۳

شمال کی طرف جاتا تھا، لیکن غالباً اُس کے استحکام کی وجہ سے اسپارٹیوں نے اُسے اختیار کرنے کی کوشش ہی نہیں کی، بلکہ مغربی راستے پر ہو کر جو نمیا کے قریب گزرتا تھا، شمال کی طرف رخ کیا۔ لیکن اُس کے دوسری جانب وہ طویل دیوار تھی جو کورنتھ کو اُس کے بندرگاہ لیخائیوم سے ملاتی تھی، اور اب یہ حملہ آوروں کے لئے سدِّ راہ بن گئی۔ اسپارٹی اس پر حملہ کرنے کی جرأت کرنے کے بجائے اس امید میں پیلوپونیز ہی میں پڑے رہے کہ شمال میں اگے سی لاؤس دشمن پر حملہ کرکے اُس کا دھیان بٹائیگا جس کے باعث اُن کا راستہ کھل جائیگا۔

اغی پولس پہنچنے پر شاہ اسپارٹا کو درکی لداس ملا اور اُسے یہ خبر دی کہ اسپارٹیوں کو کورنتھ کے مقام پر فتح حاصل ہوئی ہے۔[۵] اس کے بعد اگے سی لاؤس نے سیدھا تھسلی کا رخ کیا جہاں کے باشندے اسپارٹا کے دشمن تھے اور تھسالوی سواروں کے دستے کو، جو اپنی بہادری اور جاں بازی کے سبب مشہور آفاق تھا، شکست فاش دی۔ لیکن وہ دشمن کے ساتھ بمقام کورونیہ برسرِ پیکار ہونے ہی کو تھا کہ اُسے ایک خبر بد ملی۔ ہم دیکھ چکے ہیں کہ اگے سی لاؤس نے پیساندر کو اسپارٹی بیڑے کا امیر البحر بنا دیا تھا اور دیودوروس کے بیان کے مطابق اُس کے پاس پچاسی جہاز تھے جس کے مقابلے کے لئے کونون اور فرنابازو نے نوّے ۹۰ سے زائد کشتیاں مہیا کرلی تھیں۔ ان دونوں بیڑوں میں بمقام کنیدوس لڑائی ہوئی جس میں اسپارٹیوں کو شکست کا مُنھ دیکھنا پڑا اور خود پیساندر بھی کام آیا۔[۶] ہم پڑھتے ہیں کہ تقریباً اُسی وقت جب یہ خبر اگے سی لاؤس کو پہنچی تو سورج گرہن پڑ رہا تھا، جس کی تاریخ کا تعین ۱۴ اگست ۳۹۴ء ق م کیا جاتا ہے۔ یہ ایک ایسا شگون تھا جسے اسپارٹی اور اُن کے دشمن

---

[۵] زینوفون (۴، ۳، ۲۰) درکی لداس کو "فلاپو دیموس" یا "سفر پسند" کا لقب دیتا ہے؛ زینوفون "اگے سی لاؤس" ۶، ۷ میں کہتا ہے کہ اگے سی لاؤس نے دشمن کے ملک میں زیادتیاں نہیں کیں۔

[۶] جنگ کنیدوس، زینوفون ۴، ۳، ۱۱، ۱۲ - دیودوروس (۱۴، ۸۳) کا بیان مبہم ہے۔ دیکھو برائٹن باخ کی تنقید زینوفون کے بیان پر (حسب بالا)۔

دونوں فریق میں سے کوئی بھی بُرا تصور کرسکتا تھا، اور اس میں شبہ نہیں کہ اگر اسپارٹی جنگ کینیدوس کا حال سُن لیتے تو وہ بہت ہی پست پڑجاتے؛ چنانچہ اگسے سی لاؤس نے اس خبر کو اپنے سپاہیوں سے چھپایا اور یہ ظاہر کیا کہ گو پساندر مار اگیا لیکن میدان اسپارٹیوں کے ہاتھ ہی رہا۔ اس مدبرانہ کارروائی کی وجہ سے اسپارٹیوں کے دل بڑھے ہوئے رہے اور تمام مشکلات کو عبور کرکے انھوں نے بالآخر دشمن پر فتح پائی۔ اگسے سی لاؤس نے مال غنیمت کا دسواں حصہ، جس کی مقدار ایک سو تالنت کے قریب ہوتی تھی، معبود دیلفی کے نذر کیا، اور اس کے بعد زینوفون کے بیان کے مطابق، سمندر کے راستے سے اپنے وطن کا رخ کیا۔ زینوفون کا یہ قول اس لئے قابل لحاظ ہے کہ اغلباً شاہ اسپارٹا صرف اس خیال سے خاکنائے کورنتھ ہوکر واپس روانہ نہیں ہوا کہ اُس کے نزدیک دشمن کو اس راستے پر نیچا دکھانا نہایت ہی دشوار امر تھا۔ ظفرمند اسپارٹی سپاہی، جنھیں نہ صرف ہیلیس پونٹ سے بیوتیہ تک کوچ کرنا پڑا تھا بلکہ دشمنوں کے ملک میں ہوکر گزرنا بھی پڑا تھا، اب جہازوں میں بیٹھ بیٹھ کر گھر کا رخ کرنے پر مجبور ہوئے۔ گو اسپارٹا پیلوپونیز، بیوتیہ، کورنتھ اور کورونیہ میں ہر جگہ کامیاب رہا تھا لیکن دونوں فاتح افواج میں سے کسی کو بھی اُس خاکنائے کو عبور کرنے کی ہمت نہیں تھی جو اُن کے درمیان میں حائل تھی۔ واضح ہو کہ یہ سب واقعات ایتھنز کی توہین و تذلیل کے صرف دس سال کے اندر اندر پیش آرہے تھے۔

حقیقت یہ ہے کہ اگر اسپارٹیوں کی یہ خواہش تھی کہ جزیرہ نمائے پیلوپونیز میں اُنکا کوئی ہمسر نہ رہے تو اول تو اُنھیں کورنتھ کو اپنے ہی زیر اقتدار رکھنے کی کوشش کرنی چاہئے تھی؛ اور اب جبکہ وہ ہاتھ سے نکل چکا تھا تو حتے الوسیع اُس پر از سر نو قبضہ کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کرنا چاہئے تھا۔ لیکن شہر کورنتھ نے نہایت ہی نادر طریقے سے اپنے آپ کو دشمنان اسپارٹا کے ساتھ مربوط کرلیا تھا۔ سب سے پہلے تو یہاں کے عمومیت پسند گروہ نے عید اُٹلیہ کے موقع پر اپنے مخالفوں کے سرگروہوں کو ایک ایک کرکے قتل کردیا، اور اس کے بعد اُنھوں نے یہ اعلان کیا کہ آج سے کورنتھ اور آرگوس ایک ہی مملکت کے اجزا سمجھے جائیں گے، یعنی دونوں بلاد کے شہریوں کو دونوں جگہ مساویانہ حقوق حاصل ہوں گے۔ یونان میں اس قسم کی کارروائی

بالکل ہی لاثانی تھی، اور گو اس سے پہلے جزیرۂ رھوڈز کے تین شہر یعنی یالی سوس، کامیروس اور لنڈوس آپس میں مربوط ہو گئے تھے، لیکن بہ نسبت کورنتھ اور آرگوس کے ان تین میں کہیں زیادہ باہمی تعلق تھا۔ ہمارے نزدیک اگر کورنتھ اور آرگوس کا یہ اختلاط محض فرضی کارروائی سے زیادہ وقعت رکھتا اور اس میں کسی قسم کے استقلال کی کیفیت ہوتی تو ممکن ہے کہ اسی سے یونان کا اصول مملکت بالکل بدل جاتا، یعنی بجائے شہری مملکت کے یہاں ایک عالمگیر یونانی مملکت کی بنیاد پڑ جاتی لیکن اس کارروائی کی ابتدا اور اصل محض ایک مخصوص سیاسی گروہ کی طرف سے ہوئی تھی چنانچہ یہ تعلق دیرپا ثابت نہیں ہوا۔ ہم اس امر سے واقف نہیں ہیں کہ دونوں مقامات کے شہریوں کے تساوی اختیارات کی عملی شکل کیا تھی، لیکن ہم قیاس کر سکتے ہیں کہ جو کچھ بھی ہو، خود اُس کے محرک بھی اُس سے مطمئن نہ تھے۔ یہ ظاہر ہے کہ محض ایک لفظی قرارداد سے کسی مقام کی اُس آزادی کا خاتمہ نہیں کیا جا سکتا جو اُسے صدیوں سے حاصل ہو۔

الغرض خاکنائے کورنتھ اس طریقے سے اسپارٹی اثر سے باہر ہو گئی، اور اب اُنھوں نے اس پر از سر نو قبضہ کرنے کی جان توڑ کر کوشش کی، جس کی وجہ سے جنگ گویا اب جنگ کورنتھ بن گئی اور اُس کا مقصد عظیم یہ ہو گیا کہ کسی طرح سے خاکنائے پر تسلط حاصل کر لیا جائے۔ گوناگوں مشکلوں کے باوجود اس وقت تک وہ کورنتھی بھی جو اسپارٹا کے مدّاح تھے اور انقلاب حکومت کے باعث کورنتھ سے فرار ہو گئے تھے، ابھی تک کورنتھ کو دوبارہ اپنے اقتدار کے ماتحت لانے سے مایوس نہیں ہوئے تھے، چنانچہ اُنھوں نے اپنے اُن دوستوں سے جو شہر میں رہ گئے تھے اور اُن لکڈیمونیوں سے جو سکیون میں تھے نامہ و پیام شروع کیا۔ سکیون کے اسپارٹی دستے کا فوجدار پراکسی تاس تھا، اور اُس نے اب اپنے سپاہیوں کا ایک رسالہ جس کے ساتھ بعض سکیونی اور کورنتھی مفرور بھی تھے، طویل دیواروں کے درمیان لا کھڑا کیا، اور باوجود اسپارٹا کے اُن مخالفوں کے پے در پے حملوں کے جو کورنتھ میں برسر اقتدار تھے، برابر اپنی جگہ پر جما رہا۔ بالآخر کورنتھی فوج کو سخت شکست ہوئی، اور لیخائیوم کے بندرگاہ پر کورنتھیوں کا قبضہ رہنے کے باوجود فتح کا سہرا اسپارٹیوں ہی کے سر رہا۔ اس کے بعد پراکسی تاس نے

باب ۱۲ طویل دیواروں کے ایک حصے کو مسمار کرکے خاکنائے کو عبور کرنے کا راستہ کھول دیا جہاں سے اُس نے میگارا کی اراضی پر چھاپے مارنے شروع کردئیے اور ساتھ ہی ارض میگارا کے مختلف مقامات کو قلعہ بند کرکے اُن میں پیلوپونیزی فوجی دستے چھوڑ دئیے۔ اسی طرح کورنتھ کے مختلف مقامات میں اسپارٹی فوج چھوڑتا ہوا وہ وطن کی طرف روانہ ہوا۔ ان تمام واقعات کے بعد پیلوپونیز کی صورت حال کچھ مفصلۂ ذیل ہوگئی: اسپارٹیوں کا مستقر سکیون اور اُن کے دشمن حلیفوں کا مستقر کورنتھ ہے، اور درانحالیکہ اسپارٹی لڑ بھڑ کر خاکنائے کو عبور کرلیتے ہیں، حلیفوں کے پاس کورنتھ ایسا مرکز ہے جہاں سے وہ اپنے دشمنوں کو میلوں گرداگرد نقصان پہنچا سکتے ہیں۔[۵۷]

اس جنگ میں حلیفوں کا دارومدار اکثر و بیشتر اجیر سپاہیوں پر رہا۔ اُن کا سپہ سالار ایتھنزی ایفیکراتیس تھا جسکی ذاتی وجاہت میں کسی کو کلام نہیں ہوسکتا اور جس نے بہت جلد اپنے آپ کو اُس زمانے کا قابل ترین سپہ سالار ثابت کردیا۔[۵۸] اصل یہ ہے کہ اجیر سپاہی اس عہد کے ضروریات کو دو طرح سے پورا کرتے تھے، اول تو فوج میں بھرتی ہوکر اُن تندرست نوجوانوں کو کچھ کام مل جاتا تھا جو اپنے گھروں پر بیکار بیٹھے رہا کرتے تھے؛ دوسرے ایسے شہری جنگ کے زمانے میں اپنے ملک کی مدد کرسکتے تھے جن کے پاس روپیہ تو وافر تھا لیکن جو خود میدان جنگ میں جانا پسند نہیں کرتے تھے۔ یونان کے بعض اضلاع اجیر سپاہیوں کے لئے مشہور تھے مثلاً کریٹ، آرکیڈیا، اکائیہ، اکارنانیہ اور ایتولیہ۔ یہ حکم نہیں لگایا جاسکتا کہ ان اجیر سپاہیوں میں سے اکثر اس قدر غیر مہذب، غیر متمدن یا جانوروں کی طرح بے رحم تھے، کہ اُس قطعی تعمیل حکم کے معاوضے میں، جو اُن پر فرض تھی،

۵۷ خاکنائے کے لئے لڑائی؛ کورنتھ میں تبدیلیاں؛ زینوفون ۴، ۴ وغیرہ؛ دیودورس ۱۴، ۹۲-
زینوفون (۴، ۶، ۱) کہتا ہے کہ اسی زمانے میں اکائیائیوں نے کالی دون پر قبضہ کرلیا۔

۵۸ ایفیکراتیس کے لئے دیکھو رسے ونتز: سوانح عمری ایفیکراتیس وغیرہ Rehdaniz : Vita Iphicratis, Chabriae, Timothei برلن ۱۸۴۵ء؛ باؤئر: تاریخ جنگہائے یونان، کتابچہ آ. میولر Baner : Griech. Kriegsalterth. in I. Muellers Handbuch ۴ ج ۴ ص ۹۴

باب ۲ وہ طرح طرح کے حرکاتِ شنیعہ کے مرتکب ہوتے تھے؛ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ اپنی عزت و آبرو کی اتنی ہی سختی سے حفاظت کرتے تھے جتنی سترھویں صدی عیسوی کے جرمانی اور سوئیزرستانی نیزہ بردار اجیر سپاہی۔ اُن کی عام تادیب تو معمولی اور روایتی طریقے پر ہوتی تھی، لیکن اپنے ہتھیاروں کے مسئلے میں وہ شہری سپاہیوں سے ممتاز تھے۔ اُنھیں شہری سپاہیوں سے کہیں زیادہ اپنے گھروں سے باہر پڑاؤ پر رہنا اور اُن سے کہیں زیادہ کوچ کرنا پڑتا تھا، بلکہ یوں کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا کہ وہ پیشہ ور سپاہی تھے جن کا گویا گھر ہی چھاؤنی میں تھا۔ انھیں اسباب کی بنا پر ہوپ لیتوں کے ہلکے ہتھیار اُن کے لئے قطعاً نامناسب تھے اور انھیں اپنے لئے مخصوص اسلحہ کی ضرورت تھی۔ ایفیکراتیس نے ان تمام امور کو مدنظر رکھ کر اپنی توجہ اس مسئلے کی طرف مبذول کی اور اپنی اصلاحوں سے یونانی فن حرب میں گویا ایک جدید باب کا اضافہ کردیا۔ اُس نے ہر سپاہی کے پاؤں ڈھکنے کے لئے ایک ہلکا سا کپڑا مہیا کیا اور درانحالیکہ اُن کی ڈھالیں معمولی ڈھالوں سے ذرا چھوٹی تھیں لیکن اُن کے بلم اور تلوار ہوپ لیتوں کے بلم اور تلوار سے زیادہ بڑے تھے۔ اس قسم کے اسلحہ سے جو سپاہی مسلح ہوتے تھے اُنھیں اصطلاح میں پَل تاست یا "سبک سپر بردار" کہتے تھے۔ ان کی خصوصیت یہ تھی کہ وہ نسبتہً آسانی سے ایک جگہ سے دوسری جگہ جا سکتے تھے چنانچہ اُن میں کسی کمین گاہ سے دشمن پر یک بیک ٹوٹ پڑنے کی خاص قابلیت تھی، اور یہی وہ طرز تھا جسے دیموس تھنیس پانچویں صدی ق م میں اختیار کرچکا تھا۔ ایفیکراتیس نے محض کورنتھ کے قرب وجوار میں اپنے کارہائے نمایاں دکھانے پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ فلیوس اور آرکیڈیا کے ملکوں پر بھی چھاپے مارے۔ ساتھ ہی اُس نے طویل دیواروں کا منہدم شدہ حصہ از سرِ نو تعمیر کیا؛ چنانچہ اب اسپارٹیوں کے لئے خاکنائے کو عبور کرنا پھر ناممکن ہوگیا۔

چونکہ اسپارٹیوں کو اب صرف اگےسی لاؤس ہی ایسا شخص نظر آتا تھا جو میدانِ جنگ میں اُن کی سیادت کو از سرِ نو قائم کرسکتا، اس لئے اُنھوں نے اُسے فوراً محاذِ جنگ کی طرف روانہ کیا۔ اُس نے وہاں پہنچتے ہی سب سے پہلے تو طویل دیواروں پر قبضہ کیا، اور اس طرح زینوفون کے قول کے مطابق گویا پیلوپونیز کے دروازے اپنے ہمقوموں کے لئے کھول دئے۔ لطف یہ ہے کہ عین اُسی روز

باب ۵ جس دن ان فصیلوں پر حملہ ہوا ہے، اگے سی لاؤس کے بھائی نے لیخائیوم کا بندرگاہ مسخر کر کے جو جہاز وہاں موجود تھے اُن سب پر بھی قبضہ کر لیا تھا۔ بہر حال اگے سی لاؤس نے یہاں سے نکل کر بعض مہمات سر کیں، جو خود یقیناً اس قدر اہم نہ تھیں جتنی زینوفون ظاہر کر کے اپنے دوست شاہ اسپارٹا کے طرز کار کو نمایاں کر دیتا ہے۔ جب وہ خاکناے کورنتھ پر پہنچا تو آرگوسی خاکنائی کھیلوں میں مشغول تھے، چنانچہ اُنھیں منتشر کر کے وہ خود ان کھیلوں کی نگرانی کرنے لگا۔ لیکن جونہیں اُس نے پیٹھ موڑی، فوراً آرگوسیوں نے واپس آکر اس عید کو از سر نو منایا جس کی وجہ سے (بقول زینوفون) بعض مقابلہ رانوں کو ایک ہی سال میں دو مرتبہ میری بننے کا موقع ہاتھ آگیا۔ اس کے بعد ایفیکراتیس نے پرائیوم کی اُس اراضی پر دھاوا کیا جو خلیج کورنتھ میں چلی گئی ہے، اور جو کورنتھی فوج شہر پر قابض تھی اُسے گرفتار کر لیا۔ در اصل اس مہم کا مقصد یہ تھا کہ اس سے بیوتی خائف ہو جائیں، چنانچہ بیوتیہ اور دوسری مملکتوں کے سفرا نے اگے سی لاؤس کے پاس آکر اُس سے شرائط صلح کی بابت استفسار کیا۔ وہ اُنھیں جواب دینے والا ہی تھا کہ اُسے ایک عظیم الشان مصیبت کی خبر آئی، یعنی دشمن نے لیخائیوم کے مقام پر ایک اسپارٹی رجمنٹ کو نیست و نابود کر دیا ہے۔ لیخائیوم کے محافظ دستے میں امیکلائے کے بھی بہت سے شہری تھے۔ ایک قدیم رواج کے بموجب اُن کا یہ فرض تھا کہ حتی المقدور وہ عید ہیاکِنتھوس اپنے وطن امیکلاے ہی میں منائیں، چنانچہ اس مقصد کے لئے وہ لیخائیوم سے چلے اور اُنھیں خدا حافظ کہنے کے لئے اُن کے بعض مقامی دوست بھی اُن کے ہمراہ کچھ دور تک چلے گئے۔ جب موخر الذکر لیخائیوم کو واپس آرہے تھے تو راستے میں اُن پر ایفیکراتیس کے پیل تاستوں نے حملہ کر دیا۔ لیکن اُن کی اور حملہ آوروں کی جو لڑائی ہوئی اُس کا وہی انجام ہوا جو جزیرۂ اسفاکتے ریہ میں اسپارٹیوں کا ہوا تھا یعنی وہ مسلسل حملوں کے باعث لڑائی میں تھک کر پست پڑ گئے اور اُن کے ڈھائی سو سپاہی کام آئے۔ جب اگے سی لاؤس کو اس حادثۂ فاجعہ کی اطلاع پہنچی تو اُس نے فوراً خود لیخائیوم جانے کا ارادہ کیا، لیکن یہ معلوم ہونے پر کہ مردوں کی نعشیں پہلے ہی حاصل کر لی گئی ہیں اُس نے اپنا ارادہ ملتوی کر دیا اور کچھ عرصے پرائیوم میں قیام کرنے کے بعد لیخائیوم میں ایک مورا یعنی رجمنٹ

چھوڑتا ہوا جنوب کی طرف چل دیا۔ زینوفون بیان کرتا ہے کہ اُسے بُرے بھلے آدمیوں کی بد اندیش گفتگو سے اس درجہ نفرت تھی کہ وہ پیلوپونیز کے شہروں میں ہو کر دن کی بجائے رات میں نکلا اور رین ٹی نیہ سے ذرا گریز کرتا ہوا آخر کار اسپارٹا پہنچ گیا۔ ایفیکراتیس کے اجیر سپاہیوں نے اسپارٹیوں پر فتح پاکر اپنی شہرت میں چار چاند لگا دئے، اور جس طرح اسپارٹا کی شہرت مہم اسفا کتیریہ کے بعد کم ہونی شروع ہو گئی تھی اسی طرح اس مرتبہ بھی اس کی بابت لوگوں کی رائے میں گونہ تبدیلی پیدا ہو گئی۔ باب

کورنتھ کے قریب جو واقعات رونما ہوئے اُن کا ذکر کرتے ہوئے ہم نے متواتر زینوفون کا اتباع کیا ہے، اور اُن اہم امور کو بالکل نظرانداز کر دیا ہے جو اسی زمانے میں سمندر اور ساحل ایجین پر پیش آرہے تھے۔ ہم اس بات سے واقف ہیں کہ زینوفون مختلف امور کی تاریخ کا ٹھیک تعین نہیں کرتا چنانچہ مشرقی مہمات اور خاص ارض یونان کی لڑائیوں کا ہمعصر ہونا خالی از شبہ نہیں ہے۔ گو کورنتھ کے قریب کے واقعات میں سے اکثر و بیشتر اُسی وقت ٹھیک سمجھ میں آسکتے ہیں جب ہمیں اُسی زمانے کے مشرقی حالات کا بھی علم ہو جائے، لیکن ہم ان دونوں کو علٰحدہ علٰحدہ بیان کرنے پر مجبور ہیں۔ جنگ کنیدوس کے بعد اسپارٹیوں کے قبضے سے بحری سیادت نکل گئی تھی، جس کی وجہ سے اب خاکنائے کو عبور کرنا اُن کے لئے پہلے سے بھی بدرجہا مشکل ہو گیا تھا۔ اس لڑائی کے بعد فرنا بازو اور کونون نے بحیرۂ ایجین میں ہو کر یونان کا رخ کیا اور اُن ریاستوں کو آزاد کیا جن پر اسپارٹا تشدد کا برتاؤ کر رہا تھا۔ دیودوروس کہتا ہے کہ پہلے تو کوس اور اُس کے بعد نسی روس، تیوس، خیوس، متی لنہ، ایفی سوس اور ایریتھرا نے اُن سے جا ملے۔ ایفی سوس سے فرنا بازو تو خشکی کے راستے اور کونون سمندر کی راہ ہیلیس پونٹ گئے جہاں پہنچ کر انھوں نے اسپارٹی سپہ سالار درکی لداس سے سستوس اور ابی دوس تک تمام ملک چھین لیا، اور یہ دونوں مقامات عین ایشیاء کے راستے میں واقع ہونے کی وجہ سے نہایت اہم تھے۔ ان نوشتوں کے اجزا سے جو ہم تک پہنچے ہیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کے علاوہ خیوس اور فاسے لس نے بھی ایتھنز سے عہد نامے کرلئے[۵۹] آئندہ سال یعنی ۳۹۳ ق م میں ان واقعات سے بھی

۵۹ ایتھنز اور ایریتریا کے باہمی عہد نامے پر غالباً اسی زمانے میں دستخط ہوئے ہوں گے۔ کیونکہ

باب ۱۱ اہم تر حالات رونما ہوئے۔ فرنا بازو اور کونون چند ایرانی جہازوں کو لے کر جزیرۂ میلوس پہنچے؛ وہاں سے فیرائے آئے جو خلیج مسینیہ پر واقع تھا اور جزیرۂ کیتھرا کے قریب کا ساحلی علاقہ تباہ و برباد کر کے ایتھنزی نکوفیموس کو اُس کا ہارموسٹ یا حاکم مقرر کیا۔ اب اُنھوں نے خاکنائے کورنتھ پہنچ کر اسپارٹا کے دشمنوں میں روپیہ پیسہ تقسیم کیا اور اُن سے محالفہ کر لیا۔ اس کے بعد فرنا بازو تو ایشیا چلا گیا اور اُس کی اجازت سے کونون نے ایتھنز کا رخ کیا، جہاں اُس نے ایرانی روپے سے جو اُس نے فرنا بازو سے لیا تھا، ایتھنز کی فصیل تعمیر کرائی۔ اس کام میں تھبز اور بعض دیگر بلدیات نے ایتھنز کی مدد کی، اور اول الذکر نے پانچ سو خشت ساز اور معمار بھی روانہ کئے[۱۰]۔ الغرض ایتھنز نے اپنے آپ کو از سر نو بیرونی حملوں سے محفوظ و مامون کر کے اپنے آپ کو آئندہ کے واسطے پہلے سے ہی تیار کر لیا۔ ہمیں مملکت ایران کی بڑھی ہوئی طاقت کا اس امر سے اندازہ ہوتا ہے کہ اسّی برس پہلے کی طرح ایرانی بیڑہ اس سال میں پھر سواحل یونان پر بصد تزک و احتشام نمودار ہوا۔ کونون نے اپنے وطن مالوف کی ایک اور طرح سے بھی خدمت کی، یعنی اُس نے اپنے دوست ایواغورس والی سالامس کی مدد سے دیونی سیوس خود سر سرقوسہ کو، جس کی قوت و سطوت کا سکہ مشرق تک میں بیٹھا ہوا تھا، ایتھنز کا طرفدار بنانے کی کوشش کی۔ لیکن وہ اس کوشش میں کامیاب نہیں ہوا، بلکہ اپنے جوش وغیرہ کی وجہ سے وہ ایرانیوں کی نظروں میں مشتبہ ہو گیا چنانچہ اُنھوں نے اُسے ہر طرح سے دق کرنا شروع کر دیا۔

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ　Kochler　۲، ۲۱۲؛ ڈٹن برگر ۵۲۔

ایریتھرا والوں نے کونون کو "محسن بلدیہ" کا خطاب دیا تھا، ڈٹن برگر ۵۳۔ ایتھنز اور فلسیکس کے باہمی تعلقات ویسے ہی تھے جیسے ایتھنز اور رخیوس کے؛ "مجموعۂ نوشتہائے اٹیکا" I. C. A. ۲/۱ = ڈٹن برگر ۵۰۔ کونون کے کارہائے نمایاں، ایسقراطیس ۶۳، ۶۴۔

[۱۰] ایتھنزی طویل دیواروں کی تعمیر کے لئے دیکھو ایک قدیم نوشتے کا جزو جو کیو ہلر ۳، ۵۰ میں دیا ہوا ہے۔ نیز مقابلہ کرو واخشموت: "بلدیۂ ایتھنز" Wachsmuth : Dic Stadt Athen ۱/۵۷۹ وغیرہ؛ ۲/۱ ، ۷، ۸ وغیرہ اور ۲، صفحہ

باب ۳

ان مہمات اور گفت و شنود کی وجہ سے دنیائے یونان میں اسپارٹی سیادت کا بالکلیہ خاتمہ ہوگیا، اور آئندہ وہ اپنی چھوٹی انگلی تک اٹھانے پر قادر نہیں رہا۔ اب ایتھنز کے دم میں دم آیا، آرگوس میں ایک خاص توانائی پیدا ہوگئی اور تھبز نے مشرقی ممالک سے تعلقات پیدا کر کے ان پر اپنے آئندہ کے دور رس طرز عمل کو مبنی کر دیا۔[۱۱]

یادداشت متعلق باب سوم

سنہ ۳۹۵ ق م سے سنہ ۳۸۶ ق م تک کا تسلسل واقعات بہت ہی مشتبہ ہے؛ مقابلہ کرو برائٹن باخ Breitenbach کی اشاعت ہیلے نیکا میں اس کی تمہید؛ فون شٹرن صفحہ ۷؛ بیلوخ: اٹیکائی سیاسیات، Beloch : Ath. Politik صفحہ ۳۴۶–۳۵۹؛ بریوکلر: "جنگ کورنتھہ کا تسلسل واقعات" Brueckler : De chronol. belli Orinththiaci ہالے سنہ ۱۸۸۹ء۔ اصل مشکل اس لئے پیش آتی ہے کہ ہمارا مستند ترین مصنف زینوفون اپنی کتاب کو واقعات یونان سے شروع کرتا ہے (۴، ۲/۸) اور اس کے بعد بحری معرکوں کو بیان کرتا ہے، لیکن یہاں بھی وہ جنگ کنیدوس کو ہضم کر جاتا ہے اس لئے کہ اس کا بیان اس سے پیشتر ہی (۴، ۳، ۱۰/۱۲) آچکا ہے۔

---

[۱۱] ایتھنز اور روڈس کے باہمی تعلقات Lys. de bon Aristoer. ۹ و غیرہ؛ مجموعۂ نوشتہ جات یونانی C.I.A. ۲/۸؛ ڈٹن برگر ۵۳۔ یونان کی اسپارٹا کے خلاف بغاوت اور جنگ کنیدوس کے باعث مختلف یونانی ریاستوں کے مابین ایک لیگ قائم ہوگئی، لیکن اس کی بابت جو کچھ بھی معلومات ہمیں حاصل ہیں وہ سب سکوں کے ذریعے سے ہیں۔ سب سے پہلے جس محقق نے اس موضوع پر بحث کی وہ واڈنگٹن تھا جس کا مضمون جدید مسکوکیات سنہ ۱۸۶۳ء Waddington: Revue numismatique 1863 میں طبع ہوا تھا؛ اس کے بعد سنہ ۱۸۸۱ء میں ہیڈ Head نے سکہ جات افیسوس پر ایک رسالہ لکھا،

یادداشت متعلق باب ۳

حقیقت یہ ہے کہ دونوں واقعات پر اس سے پہلے ہی روشنی ڈالی جا چکی ہے۔ الغرض جنگ کنیدوس کی تاریخ معلوم کرنے کا صرف ایک ہی طریقہ ہے یعنی سورج گرہن ۱۴ اگست ۳۹۴ق م کا پڑنا، اور اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ لڑائی اگست ۳۹۴ق م

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ اور اسی طرح امہوف بلومر نے بھی اپنے رسالہ "سکہ جات یونان" ۱۸۸۳ء Imhoof Blumer : monnaies grecque صفحہ ۳۱۱ پر بحث کی۔ بلومر پہلا شخص ہے جس نے زیر بحث سکۂ یاسوس کے متعلق معلومات بہم پہنچائیں۔ دیکھو ہیڈ: "تاریخ مسکوکیات" Head : Hist. Num. کے مختلف فقرے۔ رھوڈز، کنیدوس، یاسوس، ساموس۔ اور ایفی سوس کے سکوں پر لفظ SYN سے یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچتا ہے کہ یہ سب جزیرے ایک لیگ میں منسلک ہو گئے ہوں گے۔ ان کے سکوں کے ایک طرف ہرقل کی شبیہ ہے، جس میں وہ اپنے زمانۂ طفولیت میں ایک سانپ کی گردن دباتا ہوا نظر آتا ہے، اور دوسری طرف مختلف بلدیات کے امتیازی علامات ہیں جیسے رھوڈز کے لئے گلاب کا پھول (ہیڈ ۵۴۰)، کنیدوس کے لئے افرودیت کا سر (ہیڈ ۵۲۸)، ساموس کے لئے شیر کا چہرہ (ہیڈ ۵۱۶) اور ایفی سوس کے لئے شہد کی مکھی (ہیڈ ۴۹۵)۔ واڈنگٹن کی رائے میں یہ لیگ غالباً جنگ کنیدوس کے بعد منظم ہوئی ہوگی اور واقعہ یہی ہے کہ صلح نامۂ شہنشاہی کے بعد یعنی ۳۸۷ق م کے قریب ایفی سوس، یاسوس اور کنیدوس اس قسم کی لیگ میں شامل ہو بھی نہیں سکتے تھے۔ لیکن علاوہ ان سکوں کے جن پر لیگ کے لئے لفظ SYN کندہ ہے اور بھی بعینہٖ ان سکوں کی شکل کے سکے ہیں لیکن ان پر یہ علامت مفقود ہے اور سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان دونوں قسم کے سکہ جات میں کیا تعلق ہے۔ ایسے سکے مفصلۂ ذیل ہیں:- تھبز، نقرئی سکہ مع بیوتی ڈھال کے، اور ایلکٹرون کا سکہ مع دیوتی سوس کے سر کے (ہیڈ ۳۴۹، اور اس کی کتاب "سکہ جات بیوتیہ" Coins of Boeotia صفحہ ۴۰ و ۴۱)؛ کروتون، نقرئی سکہ؛ لمپساکوس، طلائی سکے (گارڈنر: "یونانی سکوں کے انواع" Gardner : Types of Greek Coins تصویر ۱۷، ۸، ۸)؛ زاکنتھوس (ہیڈ ۳۶۰)؛ کیزیکوس، ایلکٹرون (واڈنگٹن: "جریدۂ مسکوکیات" ۱۸۶۳ء، تصویر ۱، ۶)۔ ان سب سکوں میں تھبزی سکے نہایت اہم ہیں اس لئے کہ ان سے ایک ایسی صورت حال معلوم ہوتی ہے جسے اس وقت تک مورخوں نے بالکل نظر انداز کر دیا تھا۔ جہاں ہرقل کا ایک سانپ کا گلا گھونٹنے کی علامت تھبز میں پانچویں صدی کے بعد زمانے میں بھی پائی جاتی ہے

یادداشت متعلق باب ۳

ابتدا ایں ہوئی ہو گی ۔ اس کے علاوہ ہمیں مطلق کوئی معلومات اس امر کی بابت حاصل نہیں کہ آخر سمندر اور خشکی پر کون کونسی لڑائیاں ایک ساتھ ہوئیں، اور زمانۂ حال کے مورخوں کی یہ حالت ہے کہ اس کی بابت حساب لگایا گیا تو معلوم ہوا کہ مختلف مورخوں کے

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ (عجائب خانۂ برطانیہ: "وسطی یونان" تصویر ii x، ۷) ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس علامت کو لیگ والوں نے تھبز سے اخذ کیا ہوگا ۔ اس امر پر اس سے پہلے بھی غور کیا گیا ہے، لیکن اگر ہم ان سکوں کے اوزان پر توجہ کریں تو ہماری معلومات میں مزید اضافہ ہو جائیگا ۔ ہیڈ نے اپنی کتاب میں ہمیں بتایا ہے کہ لیگ کے چاندی کے سکے دراصل رھوڈزی سہ درہمیاں ہیں جن کا وزن ۸، ۷ اگرین ہے، لیکن سکس Six نے خود مجھے مطلع کیا ہے (نیز مقابلہ کرو انہیں کا مضمون "سکہ جات یونان" جریدۂ مسکوکیات .Six : monnai es grecques num.Chron ۱۸۸۸ء صفحۂ ۱۰۷) کہ بعض بیوتی معیار پر بھی پورے اترتے ہیں (دیکھو اس تاریخ کی جلد ۲ باب ۱۷، حاشیہ ۱۰ ۔ اور ہیڈ: "بیوتیہ" صفحۂ ۴۱؛ ۸، ۸۶ اگرین) ۔ الغرض ان سہ درہمیوں کا تھبز سے تعلق یقینی ہے ۔ اس سے یہ بات بھی سمجھ میں آتی ہے کہ ایلکترون کے سکے ڈھالنے میں تھبز نے ایشیا کا اتباع کیوں کیا ۔ تھبز نے سونے کے ایسے سکے ڈھالے جن سے اس کا نام اور مخصوص نشان ایشیا میں مشہور و معروف ہو گیا، اور اسے یہ سونا تمو کراتیس کی وساطت سے ایران سے ملا جو تھبز اور رھوڈز کے باہمی معاملات میں سفیر کا کام کرتا تھا ۔ رھوڈزی معیار ایک اور طرح سے سمجھ میں آجائیگا ۔ رھوڈز کے باشندے اس نتیجے پر پہنچے کہ ان کے اور اقلیمی یونان کے باہمی تعلقات اچھے رہے تو یہ ان کے لئے سود مند ہوگا، چنانچہ انھوں نے ایک ایسا سکہ رائج کیا جو آئی گینی معیار کے مطابق بنایا جا سکتا تھا ۔ اس ضمن میں ہمیں آخری بات یہ کہنی ہے کہ ۳۹۴ ق م کے بعد تھبز اور رھوڈز کے تعلقات نہایت گہرے تھے اور اس کی مدد سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ زمانۂ مابعد میں اپیامی نونداس نے کس بنا پر رھوڈزیوں کے سامنے ہاتھ پھیلایا تھا (دیودورس ۱۷، ۷۹) ۔ ایسے واقعات اور حالات کے تحت تھبز کی بحری سیادت کا تخیل اس قدر لغو نہیں تھا جتنا بادی النظر میں معلوم ہوتا ہے ۔

اب لمپساکوس، کیزیکوس، کروتون اور زاکینتھوس کی طرف آئیے ۔ یہ بالکل ممکن ہے کہ لمپساکوس کے سکے اسی صنف کے ہوں جن پر اس حاشیے میں ہم بحث کر چکے ہیں؛ علاوہ ازیں مجھے سکس نے مطلع کیا ہے کہ کیزیکوس نے ہرقل کی علامت کو زمانۂ مابعد میں اختیار کیا، گو اس نے ایفیکلیس کا اضافہ کر کے ایک قسم کا

یادداشت متعلق باب

اندازے کے مابین پورے دو سال کا فرق ہے۔ بیلوخ (صفحہ ۳۴۸) کو اس بات کا یقین ہے کہ گروٹ نے یہ معاملہ قطعی طور پر طے کر دیا ہے (۵، ۲۳۸)؛ لیکن گروٹ کے نظریے کی بنیاد اس اصول پر ہے کہ ازبسکہ فرنا بازو نے کورنتھیوں کی حالت سنہ ۲۹۲ ق م میں

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ امتیاز ضرور پیدا کر لیا۔ زاکینتھوس کے سکوں میں ہرقل سانپ کا گلا دباتا ضرور نظر آتا ہے لیکن اُس کا طرز جداگانہ ہے۔ اس علامت کے اختیار کرنے سے کم از کم یہ ظاہر ہوتا ہے کہ بلدیات زیر بحث دُنیا کے سامنے اپنی حصول آزادی کی خواہش کا اظہار کرنا چاہتے تھے، اور اس عہد کے مماثل عہد کی تلاش میں ہمیں اپنی نگاہ سنہ ۳۷۰ ق م کے بعد کے واقعات پر دوڑانا پڑے گی جب اسی اسپارٹا کے خلاف ایک جدید لیگ منظم کی جا رہی تھی، اور اُن نوشتوں کے مطابق جن پر باب ۷ میں بحث کی جائے گی ("مجموعۂ نوشتہ جات اٹیکا" ۲، ۱۷ = ڈٹن برگر ۶۳) اس میں "زاکینتھوس اور نیلوس دونوں کے شہری" شریک تھے۔ اس طرح ممکن ہے کہ جو زاکینتھی سکہ ہم تک پہنچا ہے وہ اُسی عہد کا سکہ ہو۔ اب کروتون کی طرف نظر دوڑائیے؛ اس ضمن میں یہ امر بہت کچھ قابل لحاظ ہے کہ .Theocr ۴، ۳۲ کے مطابق کروتون اور زاکینتھوس کے درمیان کچھ نہ کچھ تعلقات ضرور تھے لیکن ہم اُن کی صحیح نوعیت سے واقف نہیں ہیں۔ میں اسی کتاب کے گیارھویں باب کے حواشی میں یہ دکھاؤں گا کہ کروتون کی خودمختاری کا سنہ ۳۴۰ ق م تک خاتمہ ہو چکا تھا لیکن میرا اصل مقصد یہ ہے کہ کروتون اور زاکینتھوس کے باہمی گہرے تعلقات کا واقعی ثبوت بہم پہنچاؤں، اور مجھے اس کا یقین واثق ہے کہ کروتون کا ہرقلی سکہ ذرا پہلے یعنی سنہ ۳۹۰ ق م کے قریب کے زمانے میں مسکوک ہوا ہوگا، جب یہ شہر دیونی سیوس کے خلاف مدافعت کی تیاریاں کر رہا تھا اور ایک جدید اطالوی لیگ اس خودسر کے خلاف منظم کی جا رہی تھی۔

چوتھی صدی ق م کے نصف اول میں تمام دنیائے یونان میں آزادی کی تحریک نہایت زور و شور سے پھیل رہی تھی، اور اُس کی ایک دلچسپ علامت یہی ہرقل کی تصویر ہے جس میں وہ ایک افعی کا گلا گھونٹتا ہوا نظر آتا ہے، اور جسے رھوڈز سے کروتون تک کے بلدیات اپنے سکوں کے لئے اختیار کر لیتے ہیں۔ جس طرح سوس سے قرطاجنہ تک کی بربری اقوام نے ایک دوسرے کو مدد پہنچائی بجنسہ اسی طرح وہ یونانی جنھیں آزادی سے گویا عشق تھا، ایک دوسرے کو مدد پہنچانے میں کوتاہی نہیں کرتے تھے، اور اُس کی علامتیں یہی سانپ کا گلا گھونٹنے والے اور شیر سے لڑنے والے ہرقل کی تصویریں نظر آتی ہیں (جن میں سے موخرالذکر کا بیان گیارھویں باب کے حواشی میں کیا جائیگا)۔

یادداشت متعلق باب ۷

ذرا درست کرلی تھی کورنتھی اپنی جھیپنی کا ۳۹۲ ق م سے پیشتر مظاہرہ نہیں کرسکتے تھے (زینوفون ۴، ۴، ۱) بہرحال برائٹن بلخ اس جھیپنی کا ۳۹۳ ق م میں فرناباز و کی واپسی سے پہلے ہونا بیان کرتا ہے۔ اس مفروضے کے تسلیم کرنے کے بعد یہ ممکن معلوم ہوتا ہے کہ جن اولمپی کھیلوں کا تذکرہ کیا گیا ہے وہ ۳۹۲ ق م کے ہی ہوں (۴، ۵، ۱)۔ بہ نسبت بری جنگوں کے بحری جنگوں کی تاریخ کا نسبتہً آسانی سے تعین ممکن ہے؛ دیکھو فون شٹرن صفحہ ۷۔

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ ہمیں یہ اچھی طرح سے معلوم ہے کہ زیوکسس نے ایک تصویر تیار کی تھی جس میں ہرقل کو سانپ مارتے ہوئے دکھایا تھا، لیکن اس میں اس کے علاوہ دوسری شکلیں بھی تھیں، اور چونکہ تھیبزی سکہ زیوکسس کی تصویر سے قدیم تر ہے اس لئے اس تصویر کا کوئی اثر سکوں کی منبت کاری پر نہیں پڑا (وسطی یونان ۲، ۷، ۱۲) ٹیپلز میں تانبے کا ایک سکہ ہے جو ان سکوں کے مشابہ ہے۔ بٹو میئسٹر نقاشی Bumeister Abbild. صفحہ ۲۱۶۷؛ نیز اسی کتاب کے چھٹے باب کے حواشی کا مطالعہ کیا جائے۔

ہیڈ (۴۲۴) کے نزدیک ۳۹۴ ق م کے قریب کے زمانے میں اتھنزی طلائی سکہ بھی نمودار ہوتا ہے، جس سے تھراؤس ٹیس، تموکراٹیس اور کونون والے (ایرانی) سونے کا مزید ثبوت بہم پہنچتا ہے۔

تاریخ یونان کے واقعات معلوم کرنے کے لئے سکوں کی تحقیقات بھی ایک نہایت ہی دل آویز مطالعہ ہے، اور اگر دنیا کے ممتاز ترین سکہ شناس جیسے واڈنگٹن، امہوف، سکس اور ہیڈ قابل وثوق واقعات کو معلوم کر کے ہماری رہبری کرسکتے ہیں، تو دوسروں کو بھی اس کی اجازت ہونی چاہیئے کہ بعض مزید واقعات دریافت کر کے اُن کے وقیع انکشافات کو مکمل کر کے ان واقعات کو عام فہم بنادیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اسناد تاریخ کی دقیق تنقیدوں سے اس تحقیقات میں کہیں زیادہ تاریخی مواد ملتا ہے۔

باب چہارم

اسپارٹا ایران کی خوشامد کرتا ہے۔ اڑگوس کے خلاف اگےسی پولس کی مہم۔ ایواغورس۔ تھراسی بولوس کی موت۔ انتالکِداس صلح نامۂ شہنشاہی

۳۹۲ ق م لغایت ۳۸۷ ق م

اسپارٹیوں کو یہ خیال پیدا ہو گیا تھا کہ انھیں پچھلی نبرد آزمائیوں میں جو شکست ہوئی ہے اُس کا صرف یہی ایک سبب تھا کہ اُس کے دشمنوں نے شہنشاہ سے مخالفہ کر کے ایران سے روپیہ حاصل کر لیا تھا اور اُسے اسپارٹا کے خلاف جنگی تیاریوں میں صرف کر دیا تھا۔ انھوں نے اس کی ضرورت محسوس کر کے کہ کسی نہ کسی طرح سے ایران کو مخالفین سے علیحدہ کر لیا جائے، یہ طے کیا کہ اگر ایران اسپارٹا کو اس بات کا یقین دلائے کہ سیادت یونان اُسی کو حاصل رہیگی تو وہ اُس سے مفاہمت کرنے کو تیار ہے۔ اس میں شک نہیں کہ ایشیائی یونانیوں کی آزادی ایک نہایت قابل تعریف اور قابل حصول مقصد تھا، لیکن اسپارٹیوں کے لئے اس سے بھی زیادہ اہم یہ تھا کہ وہ کسی نہ کسی طرح سے اپنی فوقیت یورپی یونان میں قائم رکھ سکیں، چنانچہ اُس کے معاوضے میں انھوں نے اپنے ایشیائی بھائیوں کو ایران کے رحم پر چھوڑ دینے میں ذرہ برابر دریغ نہیں کیا۔ الغرض ان مقاصد کو پیش نظر رکھ کر انھوں نے انتالکداس کو تری باز و صوبہ دار ایشیائے بعید کے پاس بطور اپنے ایلچی کے روانہ کیا اور اُسکے ذریعے سے ایرانیوں کے ساتھ گفت و شنید شروع کی۔ اس سفارت کے کاٹ کرنے کیلئے

باب ۷ ایتھنزیوں نے کونون کو بھیجا اور اُس کے پیچھے پیچھے تھبز، کورنتھ اور آرگوس کے سفیر بھی سرزمین ایشیا پہنچے۔ انتالکداس نے فوراً یہ اعلان کر دیا کہ اسپارٹا ایشیائی یونانیوں کو شہنشاہ ایران کے ماتحت رہنے میں کچھ حرج نہیں سمجھتا تھا، لیکن ساتھ ہی وہ جزیروں اور دوسرے یونانی بلدیات کی آزادی کو ایک نہایت ہی لازمی امر تصور کرتا ہے۔ ظاہر ہے کہ ایران کے قدیم ہمنوا ایشیائی یونانیوں کی ماتحتی کے خلاف زبان ہلانے کی بھی جرأت نہیں کر سکتے تھے، لیکن اسپارٹا کی دوسری تحریک کی تائید ناممکن تھی، اس لئے کہ اسپارٹی سفیر کی زبانی یونانی بلدیات کی آزادی کے صرف یہ معنیٰ ہو سکتے تھے کہ بیوتیہ پر تھبز کو جو حقوق حاصل تھے وہ سب زائل ہو جائیں، آرگوس کورنتھ سے علیحدہ ہو جائے اور ایتھنز نہ صرف اپنے جدید حلیفوں کو اپنے حال پر چھوڑ دے بلکہ شاید اپنے قدیم مقبوضات لیمنوس، اِمبروس اور سکی روس سے بھی دست بردار ہو جائے۔ تری بازو نے ان متخالف یونانیوں کی جد و جہد سے اپنی بے تعلقی دکھا کر یہ جواب دیا کہ وہ ان امور کی اطلاع شہنشاہ ایران کو کریگا، لیکن ساتھ ہی ایک طرف تو اُس نے اَنتالِکداس کی مٹھی گرم کر دی اور دوسری جانب کونون کو قید کر لیا۔ اس کے کچھ عرصے کے بعد ہی کونون نے جزیرۂ قبرس میں وفات پائی[1]۔

---

[1] اَنتالِکداس کی سفارت، زینوفون ۴، ۸، ۱۲ وغیرہ۔

کونون نے اپنی قوم کو پچاس ٹالنت نذر کئے (نیپوس: "کونون" ۴) تمام ایتھنزیوں کی دعوت کی (Athen ۱، ۵) اور جنگ کنید وس کی یادگار کے طور پر پائیریوس میں افرودیت کے نام پر ایک بت خانہ تعمیر کرایا (پئوسانیاس ۱، ۱، ۳)؛ ان تمام باتوں کی وجہ سے وہ ایتھنزیوں میں نہایت ہر دلعزیز ہو گیا تھا۔ اس کے تعمیر کردہ بت خانے کا مقام اب متعین ہو گیا ہے، دیکھو وخسموت: "بلدیۂ ایتھنز" (Wachsmuth. Die Stadt Athen) ۲، ۱۲۰۔ ایتھنزیوں نے اس کا اور ایلوا غورس کا ایک مجسمہ زیوس ایلیوتھیریوس اور ستوا بازی لیوس کے قریب نصب کیا (دیموس تھنیس ۲۰، ۷۰؛ ارسطقراطیس ۹، ۷۵؛ پئوسانیاس ۱، ۳، ۱)۔

اس میں شبہہ نہیں کہ تری بازو نے کونون کی مخالفت محض فرناباز و کے حسد کی وجہ سے کی تھی۔

باب ۴

شہنشاہ نے تری بازوکی گزارش کو کان لگا کر سنا لیکن اُس نے اسپارٹا کی خواہش کے بموجب احکام صادر کرنے کی بجائے ایتھنز کے ہمنوا سترو تھاس کو تری بازو کی جگہ ایشیائے بعید کا والی بنا کر بھیج دیا۔ یہ خبر سن کر اسپارٹیوں نے از سر نو دشمن کو دھمکا کر زیر کرنے کا ارادہ کر کے تھبرون کو سنہ ۳۹۱ ق م میں ایشیا روانہ کیا جہاں پہنچ کر اُس نے وادیٔ میاندر کو تاخت و تاراج کرنا شروع کیا ہی تھا کہ اُسے سترو تھاس نے چاروں طرف سے گھیر کر قتل کر دیا۔

غالباً ان واقعات کے پیش آنے سے ذرا پہلے ہی ایتھنزیوں نے یہ بھانپ کر کہ اسپارٹا اور ایران ایک دوسرے سے قریب تر ہوتے چلے جاتے ہیں، براہ راست اسپارٹا کے ساتھ اندوکی دیس کی معرفت گفت و شنود شروع کر دی، چنانچہ ان دونوں میں سمجھوتہ ہو گیا کہ وہ برابر لیمنوس، امبروس اور سکی روس پر قابض رہیں گے، ان کے شہر کی طویل دیواریں برابر محفوظ رہیں گی اور اُس کے بیڑے کی حیثیت میں کسی قسم کا فرق نہ آئیگا؛ لیکن ساتھ ہی وہ اسپارٹا کے اس مطالبے پر راضی ہو گئے کہ تھبز اور خیونوس سے دست بردار ہو جائے اور آرگوس اور کورنتھ ایک دوسرے سے علٰحدگی اختیار کر لیں۔ ظاہر ہے کہ آرگوس اس سمجھوتے کو کسی طرح پسند نہیں کر سکتا تھا، بلکہ جب یہ ایتھنزیوں کے سامنے پیش کیا گیا تو خود اُنھوں نے اس کی توثیق کرنے سے انکار کر دیا۔ ہم دیکھیں گے کہ تھوڑے ہی زمانے کے بعد ہی وہ ان شرائط کے منظور کرنے پر مجبور ہو گئے۔[۲]

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ کونون کے باقی ماندہ حالات زندگی کے لئے دیکھو نیپوس؛ کونون ۵؛ ایسقراطیس ۴، ۴، ۱۵؛ دیودوروس ۱۴، ۸۵؛ لی سیاس ۱۹، ۳۹، ۴۱۔

سترو تھاس اور تھبرون؛ زینوفون ۴، ۸، ۷ تا ۱۹۔

[۲] نام نہاد صلحنامۂ اندوکی دیس کا ذکر علاوہ فلوخوروس کے کسی اور مورخ نے نہیں کیا؛ فلوخوروس کے بیان کے مطابق اس پر سنہ ۳۹۲ ق م، سنہ ۳۹۱ ق م یا سنہ ۳۹۰ ق م میں دستخط ہو گئے ہوں گے۔ اس کے متعلق مقابلہ کرو کرشنر کی کتاب (Kirchner: De Andocidea tert. orat.) برلن سنہ ۱۸۶۱ء؛ بلاس "یونانی فن بلاغت" (Blass: Griech Bereds. ۱، ۲۸۱ وغیرہ، ۳۱۹ وغیرہ؛ بیلوخ "سیاسیات اٹیکا" (Beloeh : Att. Pol.) ۱۲۳، ۱۲۴؛ فون شٹرن (Von Stern) ۸۔

باب ۴

بہر حال جنگ برابر جاری رہی، گو ہم اس کے مختلف واقعات کی صحیح تاریخوں کا تعین نہیں کر سکتے۔ اسپارٹیوں نے حتی الامکان اپنا اثر قائم کرنے کی کوشش کی اور اس کے لئے اگے سی لاؤس اور اگے سی پولس دونوں نے اپنی قابلیت کے جوہر دکھائے۔ مغرب میں اکائیائیوں نے شہر کالی دون پر قبضہ کر لیا تھا، اور جب انھیں اس شہر کے تخلیے پر مجبور کرنے کے لئے اکارنانی آگے بڑھے تو اگے سی لاؤس اکائیائیوں کی مدد کے لئے محاذ جنگ پر پہنچا اور اکارنانیوں سے لڑکر بہت سا مال غنیمت حاصل کیا۔ اس کے بعد اس نے یہ دھمکی دی کہ اگر اکارنانی اپنے افعال سے باز نہیں آئے تو وہ مغربی یونان میں آکر دوبارہ ان کی گوشمالی کریگا، چنانچہ انھیں بھی مجبوراً اسپارٹی لیگ میں شامل ہونا پڑا۔ اب اگے سی پولس کی یہ خواہش ہوئی کہ جس طرح اس کے ساتھی اگے سی لاؤس کو ایک نمایاں کامیابی حاصل ہوئی ہے اسی طرح اس کا نام بھی کسی جنگی کارنامے کی وجہ سے مشہور ہو جائے۔ اپنے اس مقصد کے حصول کے لئے اس نے ایک نہایت عمدہ ترکیب نکالی۔ آرگوسی اس بات سے واقف تھے کہ دوریائی ماہ کارنیوس کا احترام کرتے اور اس میں لڑنے کو گناہ عظیمہ تصور کرتے ہیں، چنانچہ جب کبھی انھیں دوریانیوں سے جنگ آزمائی کرنی پڑتی اور وہ تیار نہ ہوتے تو وہ فوراً ماہ کارنیوس کا تہوار منانے لگتے تھے۔ ہم اس سے پہلے (جلد ۲، باب ۴۲ میں) دیکھ چکے ہیں کہ یونانی مذہب میں اس قسم کی چالبازی ناممکن نہ تھی۔ اگے سی پولس کو معلوم تھا کہ اگر اس نے یکایک آرگوس پر حملہ کر دیا تو یہی حرکت کی جائیگی جس کے باعث اسے سخت پریشانی کا سامنا کرنا پڑے گا، چنانچہ مہم سر کرنے سے پہلے اس نے اولمپیا کے زیوس سے یہ اعلان کرا لیا کہ اگر کوئی مملکت کسی مقدس مہینے کا تہوار ملتوی کر کے اسے کسی اور مہینے میں منانے لگے تو اس کے اس فعل کا دوسری مملکتوں پر اثر نہیں پڑتا، اور اس اعلان کی تصدیق و توثیق دلفی کے معبود سے بھی کرائی جسے زیوس کا فرزند تصور کیا جاتا تھا۔ اسکی پیش بندی ٹھیک ثابت ہوئی، اس لئے کہ جب وہ آرگولس کی سرحد کو عبور کر رہا تھا تو اسے آرگوس کے دو نقیب ملے جو اپنے سروں پر پتّوں کے گھیرے پہنے ہوئے تھے، اور انھوں نے اسے آرگوسیوں کا یہ پیام پہنچایا کہ عید کارنیوس کی وجہ سے اسے مہم کو فوراً

باب ختم کردینا چاہیئے۔ لیکن اُن کے تعجب اور خوف کی انتہا نہ رہی جب اُنھوں نے دیکھا کہ حملہ آور اس کا مطلق لحاظ نہیں کرتے بلکہ برابر آگے کو بڑھے چلے جاتے ہیں۔ بہرحال یہ مہم اسپارٹیوں کے لئے خوش آیند ثابت نہیں ہوئی۔ اوّل تو شگون ہی بُرے نکلے یعنی اسپارٹی پڑاؤ میں زلزلہ آیا اور قربانی شدہ جانوروں کے جگر کا ایک ٹکڑا ہی مفقود نکلا۔ زلزلے کی تو اگے سی پولس نے یہ تاویل کی کہ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ زیوس اُسے شاباش دے رہا ہے، لیکن قربانی کی ناکامی دیکھ کر وہ بھی گھبرا گیا اور بغیر کسی مقام کو مستحکم کئے ہوئے آرگوس سے واپس چل دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ اسپارٹا کو آرگوس کے مقابلے میں اُس وقت بھی کامیابی نصیب نہیں ہوئی جب ابتدائی حالات و واقعات کی بنا پر اُن کی کامیابی یقینی نظر آگئی تھی[2]۔

اسپارٹا کو سرزمین ایشیا میں اور بحیرۂ ایجین پر بھی ابتدا میں زیادہ کامیابی نہیں ہوئی۔ ہم دیکھ چکے ہیں کہ رھوڈز نے جنگ کنیدوس کے زمانے میں ہی اسپارٹا کے خلاف علم بغاوت بلند کردیا تھا (دیکھو باب ۱)، لیکن جب وہاں کے غیر مطمئن اعیانیوں نے اسپارٹا کے سامنے دست اعانت دراز کردیا تو اُس نے ایک دی گوس اور دِفری داس کی ماتحتی میں آٹھ جہاز اور تھوڑوں کی فوج اُن کی مدد کے لئے روانہ کردی۔ لیکن اس مہم میں بھی اسپارٹا ہی ناکام ہوا جس کے باعث عمومی گروہ مسلسل برسر اقتدار رہا۔ اس پر اسپارٹیوں نے تے لیوتیاس کو، جو خلیج کورنتھ میں امیر البحر تھا، بارہ جہاز لے کر ایشیا روانہ کیا۔ وہ ساموس سے مزید فوج لے کر میدان میں پہنچا، اور ایک دی گوس سے جائزہ لے کر دس ایتھنزی جہاز جو فِلوکراتیس کی ماتحتی میں تھے اور جو ایواغورس والیٔ قبرس کی مدد کے لئے روانہ کئے گئے تھے، گرفتار کرلئے۔ اس موقع پر ایواغورس

[1] اگے سی لاؤس کی مہمات، اکارنانیہ، زینوفون ۴، ۶، و ۷، ۱۔ مقابلہ کرو برائٹن باخ کی اشاعت ہیلے نیکا، جلد ۲، (LXXXiv)
ان ممالک کے لئے مقابلہ کرو اوبرہومر ”اکارنانیہ“ (Oberhummer Akarnanien,) (Ambrakia U.S.W. im Alterth.) میونخ سنہ ۱۸۸۷ء۔

[2] اگے سی پولس کی مہم آرگوس، زینوفون ۴، ۷، ۲ تا ۷ – یہ مہم سنہ ۳۹۰ ق م یا سنہ ۳۸۹ ق م میں سر کی گئی

باب ۷ شہنشاہ ایران سے برسرپیکار تھا، چنانچہ اُس کا یہ عجیب و غریب نتیجہ نکلا کہ ایران کے حلیف اتیھنز نے تو اُس کے دشمن کو مدد دی اور اسپارٹا نے، جو ایران کے ساتھ دست و گریباں تھا، اُس کے ایک اور دشمن کو کمزور کر کے اُسے گویا طاقتور کر دیا۔ اغلب امر ہے کہ اس عجیب و غریب صورت حال نے شہنشاہ ایران کو اسپارٹی تحریکات کی پذیرائی پر ضرور آمادہ کر دیا ہوگا[۹۵]۔

اب ایواغورس اور ایران کے باہمی تعلقات میں متعدد اسباب کی وجہ سے تبدیلی ہو گئی۔ سالامس میں تو ایواغورس کی حکومت مسلمہ تھی، لیکن جب اس نے جزیرے کے دیگر بلدیات پر بھی اپنا اثر قائم کرنا چاہا تو اماتھوس، سولی اور کی تیوم کی شہروں نے شہنشاہ ایران سے اس کی شکایت کی، چنانچہ اُس نے ہکاتومنوس والی کاریہ اور اوتوفرادا تیس صوبہ دار لیدیہ کو اس کے خلاف یورش کرنے کا حکم دیا۔ اس پر اُس نے ایتھنزیوں سے مدد کی استدعا کی، اور بلحاظ اس امر کے کہ اگر انھوں نے اُسے مدد دی تو اُس کا مربی شہنشاہ ایران اُن سے ناراض ہو جائیگا، انھوں نے اس کا وعدہ کر لیا۔ لیکن فلوکراتیس کا بیڑا دشمن کے قبضے میں آنے کے بعد انھیں ایواغورس کی مدد کا خیال ترک کر دینا پڑا اور اس کی بجائے خود اپنی قوت کو وسعت دینے کی طرف رجوع ہوئے۔ انھوں نے تھراسی بولوس کی سرکردگی میں چالیس جہازوں کا ایک بیڑا اپنے رھوڈزی دوستوں کی کمک کے لئے روانہ کیا۔ لیکن بجائے رھوڈز جانے کے تھراسی بولوس نے اس بیڑے کو لے کر ایک ایسی مہم سر کی جس سے ایتھنز کو بہت کچھ نفع پہنچا، اور ایسے ممالک کا رُخ کیا جو ایتھنز کے لئے رھوڈز سے بھی اہم تر تھے۔ وہ تھریس اور ہیلیس پونٹ کی طرف چل دیا، اور تھاسوس، ساموتھریس، تھریسی خرسونیز، تینیدوس، بیزنطہ اور خالکیدون کو اپنے ساتھ ملا کر انھیں جنوب کی راہ لی۔ اس کے علاوہ پونتوس کی برآمد پر بوسفورس میں جو کروڑگیری لی جاتی تھی اسے ایتھنز کی طرف سے ہراج کرنے میں کامیاب ہوا (دیکھو جلد ۲، باب ۲۸)۔ جزیرہ لسبوس میں گو شہر متی لنہ ایتھنز کا دوست تھا لیکن اس کے دوسرے شہر اسپارٹا کا دم بھرتے تھے؛

[۹۵] رھوڈز نے تے لیوتاس وغیرہ؛ زینوفون ۴، ۸، ۲۰ تا ۲۴۔

یہاں پہنچ کر تھراسی بولوس نے اسپارٹی ہارموسٹ تھیبری، ہاخوس کو شکست دے کر تمام جزیرے میں ایتھنزی سیادت کا ڈنکا بجا دیا۔ بعد ازاں کلازومنے نائے اور ہالی کارناسوس کو اپنا جانبدار کر کے وہ رھوڈز کی طرف جانے کی بجائے ایشیائے کوچک سے کچھ روپیہ وصول کرنے کی خاطر اُدھر چل دیا، اور آخرکار پمفیلیا پہنچا جہاں سلائہ قیام میں اُس کے دوست الکبیادیس نے سکونت اختیار کی تھی (جلد ۲ باب ۲۸)۔ یہاں ایک روز رات کے وقت اسپندیوں نے اُس کی قیام گاہ کا محاصرہ کر کے اُسے قتل کر ڈالا، اور اس طرح ایک ایسے شخص کا خاتمہ کر دیا جو ایتھنز کو آزاد کرانے میں کامیاب ہوا اور جو اپنی دور اندیشی اور فہم و فراست کو کام میں لا کر اُس کی قدیم عظمت و سطوت کا از سر نو احیاء کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

حقیقت یہ ہے کہ باوجود اُس کی درخشاں کامیابیوں کے ایتھنزی تھراسی بولوس سے غیر مطمئن ہو گئے تھے۔ اُس کے مخالف اُس کی ترقی کو ناپسند کرتے تھے اور اُس پر یہ الزام لگاتے تھے کہ وہ خودسری حکومت قائم کرنا چاہتا ہے، گو یہ کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ خاص ایتھنز میں خودسر بننے کا خواہاں ہے۔ اُس کی موت کے بعد اُس کے دوست اور ساتھی ایرگوکلیس پر جمع شدہ روپے کے تغلب کا الزام لگایا گیا، اور پمفیلیا کی مہم نے اُس کے مخالفوں کو اور بھی مشتبہ کر دیا۔ الغرض ایرگوکلیس کو مجرم گردان کر اُسے سزائے موت دی گئی۔ لیکن چونکہ اُس کے پاس سے زر متنازعہ فیہ میں سے ایک حبہ بھی برآمد نہیں ہوا اس لئے دشمنوں نے اُس کے ایک اور دوست فلوکراتیس پر بھی تغلب کا الزام لگایا اور تھراسی بولوس کی جگہ اگی رھیوس کو جو اصول عمومیت میں غلو رکھتا تھا، میدان جنگ کو روانہ کیا۔[۵]

ﮥ ایواغورس کے لئے دیکھو شارفے: "حالات ایواغورس" (Seharfe : De Evag. rebus gestis ۱۸۶۶ء؛ ایرخ: "ایواغورس ساکن قبرس" Erich: De Evag. Cyprio برلن ۱۸۸۲ء؛ نیز اسی کتاب کے باب ۲۱ سے مدد لیجئے۔

تھراسی بولوس کی جانبازیاں، زینوفون ۴، ۸، ۲۵ تا ۳۰؛ دیودوروس ۱۴، ۹۴ تا ۹۹؛ وہ تھاسوس کو اپنا طرفدار بنا لیتا ہے، دیموس تھنیس ۲۰، ۵۹؛ ہیلیس پونٹ سے تعلقات ایضاً ۱۰، ۶۰۔

باب۲ ایتھنزیوں کو اپنی بحری سیادت کی کنجی یعنی ہیلیس پونٹ پر قبضہ حاصل ہوگیا تھا۔ یہ اسپارٹا کے لئے ہرگز مبارک نہ تھا، چنانچہ ایک طرف تو اُس نے ایران کو اپنا ہمنوا بنانے کی کوشش جاری رکھی اور دوسری جانب اپنے ہی بل بوتے پر ایتھنزیوں کی سیادت ہیلیس پونٹ کا خاتمہ کر دینا چاہا۔ اس مقصد کے حصول کے لئے افوروں نے ایک مزید نامزد ہوشت مسمی اناکسی بیوس کو میدان جنگ کی طرف روانہ کیا۔ یہ وہی شخص تھا جو "دس ہزار" کے ساتھ بُری طرح پیش آیا تھا، لیکن اب اُس نے اسپارٹی حکومت کو رام کر لیا تھا۔ اس نے ابی دوس کو اپنا مرکز بنا کر وہاں سے ایتھنزیوں پر پے در پے یورشیں کیں اور انھیں معتد بہ نقصان پہنچایا۔ اس پر ایتھنزیوں نے ۳۸۹ ق م میں ایفیکراتیس کو اُس کے خلاف تھریسی غیر سویز روانہ کیا، اور اس نے اپنی عادت کے مطابق ایک چال چل کر اپنا کام نکال لیا۔ اسپارٹی سپہ سالار نے، جس کا پڑاؤ ایشیا میں تھا، ابی دوس سے انتاندروس تک ساحل پر ایک مہم سر کی اور وہاں سے وہ اس خیال کو لئے ہوئے واپس چلا کہ وہ بالکل محفوظ دماموں ہے۔ لیکن ایفیکراتیس خفیہ طور پر ایشیا پہنچ کر اس کی گھات میں بیٹھا ہوا تھا، چنانچہ جب اناکسی بیوس قریب ہو کر نکلا تو وہ اُس پر ٹوٹ پڑا۔ اس لڑائی میں اناکسی بیوس نے اپنی بہادری کے جوہر دکھائے کہ ایتھنزیوں کی توجہ اُس کے سپاہیوں سے ہٹ گئی اور ان میں سے بہت سے میدان جنگ سے نکل کر ابی دوس کی طرف چلے گئے۔ اب اس ناکامی کی تلافی کرنے کی غرض سے اسپارٹیوں نے ائی گینا کو اپنا مرکز بنا کر وہاں سے ایتھنز کو دق کرنا شروع کیا، جس پر ایتھنزیوں نے فوراً اس جزیرے پر اپنا بھی ایک قلعہ بنا لیا، لیکن جب اسپارٹی گورگوپاس نے آ کر فوج کا جائزہ لیا تو ایتھنزی

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ - نیز دیکھو "مجموعۂ نوشتہ جات اٹیکا" (C.I.A.) ۲/۲، ۹۲، ۲، ۱۴؛ سوڈبورا Mittheilungen ۷، ۴۷، ۱۷؛ کیوہلر، ۷، ۳۱۳؛ غون اسٹرن ۱۱؛ بیلوخ ۳۴۵، ۳۴۶-

ایتھنزیوں نے تھراسی بولوس کے دوستوں کے خلاف مقدمے قائم کئے؛ ان کی بابت لی سیاس کی ان تقریروں سے معلومات حاصل ہوتی ہیں جو اُس نے ایرگوکلیس اور فلوکراتیس کے خلاف کیں۔ نیز دیکھو ہرمان: "قدیمیات" (Hermann: St. A. ۱۶۹)-

باب۷ جزیرے کو چھوڑ کر چلے گئے۔

۳۸۹ قم میں ہیلیس پونٹ اور اٹیکا کے ساحل پر حسب معمول لڑائی جاری رہی جس میں ایتھنزی ہیلیس پونٹ میں اور اسپارٹی ساحل اٹیکا پر کامیاب ہوئے۔ اب ہیلیس پونٹ کا سپہ سالار انتالکداس تھا، لیکن اُس نے اپنی توجہ عرصۂ جنگ کی بجائے میدان تدبر کی طرف زیادہ مبذول کر لی تھی۔ ایتھنزیوں نے اُس کے مددگار نکولائوس کو ابی دوس میں چاروں طرف سے گھیر لیا، لیکن اُدھر گورگوپاس آئی گینا سے نکلا اور ایتھنزی کماندار یونومس کے پیچھے پیچھے ساحل اٹیکا تک جا کر اُس کے چار جہاز گرفتار کر لئے۔ یہاں ہم پہلی مرتبہ ایتھنزی خابریاس سے دوچار ہوتے ہیں جس نے اسپارٹیوں پر ایک پوشیدہ کمیں گاہ سے نکل کر حملہ کر دیا اور گورگوپاس کا خاتمہ کر دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ اس جدید قسم کی جنگ آزمائی کی بنیاد جس میں چالبازی اور تدبر کو بڑا دخل تھا، دیموس تھنیس نے پانچویں صدی ق م میں رکھی تھی، اور گو جنگ پیلوپونیز میں اسپارٹیوں نے اُسے اختیار کیا تھا لیکن وہ اُنہیں زیادہ کامیاب نہیں ہوئے تھے (جلد ۲، باب ۲۲)؛ اب ایفیکراتیس نے اصلاحیں کر کے اس کے ذریعے سے دشمن پر پے در پے کامیابیاں حاصل کیں۔ لڑائی کا یہ طریقہ روز بروز زیادہ مروّج ہوتا گیا یہاں تک کہ کچھ عرصے تک تو یہ اس پرانے طریقے کی جگہ رائج ہو گیا جس میں ہوپ لیتوں سے زیادہ کام لیا جاتا تھا اور جس میں اسپارٹیوں، تھبریوں اور ایتھنزیوں نے کمال حاصل کیا تھا۔ الغرض اگے سی لائوس کا بھائی تے لیوتیاس ائی گینا آیا اور ایتھنزیوں کے ساتھ ایک ایسی چال چلا جو خود ایفیکراتیس کی شان کے شایاں تھی۔ اُس نے اپنے سپاہیوں کو پرائیوس پر حملہ کرنے کا حکم دیا، اور راتوں رات تیاری کر کے علی الصباح حملہ کر دیا۔ اسپارٹیوں نے ایتھنز کے بندرگاہ میں گھس کر جتنا سامان جنگ ممکن ہوا برباد کیا، جو سہ طبقہ جہاز ہاتھ آئے اُنھیں اپنے ساتھ لیا اور بعض ماہی گیروں کی کشتیاں جنھوں نے اسپارٹیوں کو ایتھنزی سمجھ کر آنے دیا تھا، گرفتار کر کے واپس چلے گئے[۱]۔

[۱] اناکسی میوس، زینوفن ۴، ۸، ۳۱ تا ۳۹؛ واقعات ائی گینا، زینوفن ۵، ۱؛ اکولوخوس، زینوفان ۵، ۱، ۲، ۷۔

باب ۷

لیکن باوجود ان تمام لڑائیوں کے فریقین کے باہمی تنازعات نے فیصلہ کن صورت اُسی وقت اختیار کی جب اسپارٹا نے جنگ پیلوپونیز کے آخری ایام کی طرح اپنی مدبرانہ قابلیت دکھائی اور ایران و سرقوسہ کو اپنا ہمنوا بنالیا (دیکھو جلد ۲ باب ۲۸) ان میں سے ایک حلیف مشرق میں تھا اور دوسرا مغرب میں، اور اُن کی پشت پناہی کے باعث اسپارٹا کے دشمنوں نے اُس سے مرعوب ہو کر اُس کے مطلوبہ شرائط کو فوراً منظور کرلیا۔ ان دونوں مملکتوں سے اسپارٹا کے مراسم نہایت دیرینہ تھے، دیونی سیوس خودسر سرقوسہ کے تعلقات میں تو کسی قسم کا فرق نہیں آیا تھا، اور ایران کے ساتھ پہلے کی طرح سے دوستانہ ربط و ضبط پیدا ہو گیا تھا۔

غرضکہ انتالکداس تری بازو کو ساتھ لے کر سوس سے آیا اور اپنے ساتھ شہنشاہ کا ایک پیام لایا جس کا مضمون عنقریب بیان کیا جائیگا۔ لیکن اگر اسپارٹی آخری ثانیہ میں اپنے دشمنوں پر ایک فتح حاصل نہ کرلیتے تو یہ پیام بالکل بیکار رہتا۔ ہوا یہ کہ جب انتالکداس ابی دوس پہنچا تو اُس سے چند ایرانی اور بیس صقالوی جہاز آکر مل گئے، چنانچہ انہی جہازوں کے ایک بیڑے کے ذریعے سے اُس نے ایتھنزی کشتیوں کی ہیلیس پونٹ میں ناکہ بندی کردی اور آٹھ جہازوں کو بغیر کسی قسم کی لڑائی کے گرفتار کرلیا۔ اپنی اس بےبسی سے ایتھنزی سخت متردد ہوئے، اور جب انھیں جنگ ائی گوس پوتامی کے بعد کی تکالیف یاد آئیں تو وہ انھیں شرائط کو منظور کرنے پر تیار ہوگئے جو انھوں نے چند سال پیشتر مسترد کردی تھیں۔ ممکن ہے کہ اس موقع پر بہت سے ایتھنزی ایسی جنگ کے جاری رکھنے کے خلاف ہو گئے ہوں جو انھوں نے محض تھیبز کی وجہ سے شروع کی تھی اور جس میں انھیں تھیبز سے بھی زیادہ نقصانات برداشت کرنے پڑے تھے۔ الغرض جب ایتھنز کے بعد آرگوس نے بھی ہتیار ڈال دئے تو پیغام شہنشاہی کی کامیابی میں مطلق کوئی شک و شبہہ

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ خابریاس کے ابتدائی کارنامے نمایاں دیودورس ۱۴، ۹۲؛ ۱۵، ۲؛ تھیوپومپوس جزو ۱۱۱؛ دیموس تھینیس ۲۰، ۷۶؛ نیپوس: خابریاس ۲؛ برائٹن باخ نے اس کا ایک ملخص تیار کیا ہے جو اسکے مرتبہ حواشی زینوفون ۵/۱، ۱۰ میں ملیگا۔ خابریاس ایواغورس کے بہت کچھ کام آیا۔

باب ۷ باقی نہیں رہا - اس پیغام کے الفاظ مفصلۂ ذیل تھے:-

"شہنشاہ ارد شیر کی خواہش ہے کہ ایشیائی بلدیات اور جزائر کلازومے نائے و قبرص اسی کے قبضے میں رہیں، امبروس، لیمنوس اور سکی روس حسب سابق ایتھنز کے ماتحت رہیں، اور دیگر یونانی بلدیات، خواہ چھوٹے ہوں یا بڑے بالکل خود مختار ہو جائیں - شہنشاہ اور اس کے حلیفوں نے یہ بھی تہیہ کر لیا ہے کہ جو فریق اس فیصلے کو تسلیم نہیں کرے گا اس سے وہ برسر پیکار ہو جائیں گے"

اس پر تھبز نے یہ خواہش ظاہر کی کہ وہ اس صلح نامے کا حلف نہ صرف اپنی طرف سے بلکہ بیوتیوں کی جانب سے بھی لے، جس سے اس کا حقیقی مقصد یہ تھا کہ اسے بیوتیوں کا سردار تسلیم کر لیا جائے - لیکن اسپارٹا نے ایران سے جو مدد چاہی تھی اس کی ایک جہت یہ بھی تھی کہ تھبز بیوتیہ کی سیادت سے محروم ہو جائے تھبز ہی نے جنگ کورنتھ کی ابتدا کی تھی، اور اب اسپارٹا کی دلی خواہش یہ تھی کہ اسے اپنے کرتوت کی سزا ملے؛ چنانچہ جب تھبز نے بیوتیوں کا مستقل سرگروہ بننا چاہا تو اگے سی لاؤس نے اس کے خلاف مہم سر کرنے کی تیاریاں شروع کر دیں - اس پر تھبزیوں نے رعب میں آکر اپنا مطالبہ واپس لے لیا اور اعلان کر دیا کہ آئندہ سے وہ بھی بیوتی بلدیات کی آزادی کی حرمت کریں گے - اسی طرح آرگوس بھی کورنتھ سے دست بردار ہو گیا - یہی وہ صلحنامہ تھا جسے "صلح نامۂ شہنشاہی" یا صلح نامۂ انتالکداس کا لقب دیا جاتا ہے - حقیقت یہ ہے کہ جب تک مقدونیوں نے یونانیوں کی سیاسی حالت کو بالکل تہ و بالا نہ کر دیا اس وقت تک یہ صلح نامہ برابر اتحاد یونان کی بنیاد رہا[۵]

[۵] صلحنامۂ شہنشاہی قبول کرنے سے پہلے ایتھنز کے حالات، زینوفون ۵/۱، ۲۵ تا ۳۰ - اسی زمانے میں فالوکریتوس ساکن پاروس نے ایتھنزیوں کو دشمن کے حرکات و سکنات کی خبر دی - اس مضمون کے نوشتے پر فوکارٹ نے "جریدۂ آثاریات" Foucart: Rev. Archeol. ۱۸، ۳۹۹ میں بحث کی ہے، "مجموعۂ نوشتہ جات اٹیکا" (C.I.A.) ۲، ۲۲ = ڈٹن برگر ۵۸ - اس صلحنامے کے بعد ہی ایتھنز اور خیوس کے مابین ایک محالفہ ہو گیا "مجموعۂ نوشتہ جات اٹیکا" ۲، ۱۵

باب ۲ ہمارا خیال ہے کہ صلحنامۂ شہنشاہی اُس توازنِ قوت کا پرتو ہے جو چوتھی صدی ق م کے نصف اول میں یونان میں نظر آتا تھا۔ ایشیائے کوچک کے یونانیوں کو آزاد کرانے کا واقعہ کی ایک واقعۂ ماضیہ سے زیادہ وقعت نہیں رہی تھی؛ خاص یونان میں کوئی ایسی مملکت نہیں تھی جسے دوسری ریاستوں پر کسی قسم کی فوقیت حاصل ہو؛ چنانچہ اس صلح نامے میں شہنشاہ نے ہر ایک بلدئے کی آزادی کا حکم نافذ کر دیا۔ اسپارٹا کے بعد یونان کی قوی ترین مملکت اتھنز کی تھی؛ اور ممکن ہے کہ اگر اتھنز کوشش کرتا تو اس صلح نامے کی مخالفت کرنے میں کامیاب ہو جاتا۔ خود اس صلح نامے میں بھی اُسے ایک خاص امتیازی کیفیت حاصل تھی جس سے دوسری مملکتیں محروم تھیں؛ اس لئے کہ وہی ایک ایسی مملکت تھی جسے بیرونی

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ = ڈٹن برگر ۹۹۔
صلحنامے کا نام "صلحنامۂ شہنشاہی" پڑ گیا لیکن بعد میں اسے "صلحنامۂ انتالکداس" بھی کہنے لگے؛ دیکھو زینوفون ۵، ۱، ۳۶۔ صلحنامے کا بیان زینوفون ۵، ۱، ۲۹ تا ۳۱ میں ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اتھنز اور کلازومے نے کے مابین ۳۸۶ ق م میں ایک مخالفہ ہوا تھا، جس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اسکا نفاذ ۳۸۶ ق م سے پہلے نہیں ہوا ہو گا۔ دیکھو سوبودا (Swoboda) ۴۷ ادغیرہ۔
کلازومے نائے کے صحیح مقام کے لئے لوباء "سفرنامہ" (Lebas : Voyage) تصویر ۲۔
زینوفون ۵، ۱، ۳۶ میں جو الفاظ ہیں اُنکا مطلب صلحناموں کے نفاذ کرنے والوں سے نہیں ہے، بلکہ "پروستاتیس" کا لقب محض ایک خطاب ہی خطاب ہے جسکے ساتھ کوئی خاص حق وابستہ نہیں تھا۔ دیکھو اسی کتاب کا باب ۲۹، حواشی ہمیں اسپارٹا کی حیثیت کا تعین کرنے کے لئے یہ امر خاص طور پر ملحوظ رکھنا چاہیئے۔
جہاں تک ان شرائط کا تعلق ہے جنکے ذریعے سے تھبزیوں کے ساتھ صلح کیگئی، مفصلۂ ذیل امور مدِّ نظر رکھے جائیں:۔ وہ صرف یہ چاہتے تھے کہ جسطرح اسپارٹا نے اپنے حلیفوں کیطرف سے قسم کھائی ہے اُسیطرح اُنھیں بھی اجازت دیجائے (زینوفون ۵، ۱، ۳۲) باوجود اسکے اسقتے سی لاؤس اُنکے مطالبوں کو مسترد کرنے میں اسلئے حق بجانب تھا کہ جہاں اسپارٹی اپنے حلیفوں کی خود مختاری تسلیم کرتے تھے وہاں تھبزی بیوتیوں کی خود مختاری تسلیم نہیں کرتے تھے؛ چنانچہ اُنھوں نے یہ شرط کی کہ تھبزی چھوٹے بڑے سب بلدیات کی خود مختاری کا حلف لیں اور آخر میں اُنھیں مختلف بلدیات کی آزادی کا اعلان کر دینا پڑا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا اس کے بعد اُنھیں "جملہ بیوتیوں کی طرف سے" حلف لینے کی اجازت مل گئی یا نہیں۔

باب ۔ علاقوں پر قبضہ کرنے کی اجازت دی گئی تھی۔ رقبے کے اعتبار سے بھی اگر اُس کے مقبوضات کو اس میں شامل کر دیا جائے تو اسپارٹا کے بعد وہی یونان کی وسیع ترین مملکت نظر آتی ہے لیمنوس کا رقبہ تقریباً ۳۰۰ مربع میل، انبروس کا ۱۶۰ مربع میل اور سکی روس کا ۱۲۰ مربع میل ہے، اور اگر اس رقبے کو اٹیکا کے ڈیڑھ ہزار مربع میل میں ملا دیا جائے تو جملہ مقبوضات ایتھنز کا رقبہ تقریباً دو ہزار مربع میل ہو جاتا ہے۔ یونان میں جو اہم ترین مملکتیں تھیں اُن میں صرف اسپارٹا ہی ایسی تھی جو اس سے بھی وسیع تھی، یعنی اگر مسینیہ کو علٰحدہ رکھا جائے پھر بھی اُس کے قبضے میں ۲۰۰۰ مربع میل سے زیادہ اراضی نکلے گی، اور اگر مسینیہ کا رقبہ اسمیں شامل کر لیا جائے تو اُس کی مقدار ۳۷۵۰ مربع میل ہو جاتی ہے، یعنی اُس کے پاس ایتھنز سے تقریباً دو گنا ملک تھا۔ بلاشبہہ آرگولس کی اراضی بھی ۲۵۰۰ مربع میل تھی، لیکن اس تخمینے میں کورنتھ اور اکیتے کے آزاد بلدیات بھی شامل ہیں۔ اگر تھیبز کے پاس تمام ملک بیوتیہ بھی رہتا تاہم اس کا حلقۂ اثر ۱۶۰۰ مربع میل سے زیادہ نہ ہوتا، اور اگر انمیں سے اورخومینوس وغیرہ کو تنہا کر دیا جائے تو اس میں مزید کمی ہو جائیگی۔ ایتھنزیوں کو اپنی قوت کا احساس اُنکی حیثیت کے احساس کے مطابق تھا۔ انھوں نے اس کا اندازہ کر لیا کہ صلح نامے میں اُن کی قدیم لیگ کے خلاف ایک لفظ بھی نہیں ہے۔ چنانچہ وہ فی الفور اُس کے احیاء کے مسئلے کی طرف متوجہ ہو گئے۔ ظاہر ہے کہ ہر آزاد بلدیئے کو یہ اختیار تھا کہ وہ جس مملکت کے ساتھ چاہے محالفہ کر لے، اور اسی اصول پر کاربند ہو کر بہت سے بلدیات نے خود اسپارٹا سے محالفے کر لئے تھے۔ لیگ کے سر گروہ کا صرف یہ اعلان کافی تھا کہ اُس کے اراکین بالکلیہ آزاد ہیں، اور جہاں تک اسپارٹا کا تعلق ہے اُسنے اپنے حلیفوں پر بہت سے اختیارات چھوڑ رکھے تھے۔ اگر صلح نامے کو سطحی نظر سے دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ایتھنز کو زک اُٹھانی پڑی، چنانچہ اُس نے اپنے بعض سیاسی رہبروں کو اس کی وجہ سے سخت سزائیں دیں۔ اس صلح نامے کے بعد ایتھنز میں سب سے نمایاں اور با اثر شخص کالسٹراتوس تھا جو عمومیت پسند اگی رہیوس کا بھتیجا تھا، اور بلاشبہہ خود بھی عمومیت پسند تھا۔ لیکن باوجود اپنے اصول کے واقعات اور حالات اسپارٹا سے علٰحدگی کے منافی تھے، چنانچہ اُسے بھی اسپارٹا سے میل کرنا پڑا جس کے معاوضے میں اسپارٹا نے بیوتیہ کے خلاف ایتھنز کی پشت پناہی کر کے

شہر اور و پوس ایتھنز کو دلوا دیا۔۵۸

یونان کے لئے یہ نہایت افسوس کا مقام تھا کہ فریقین میں مصالحت کا آغاز اور صلح نامے کا نفاذ شہنشاہ ایران کے حکم سے ہوا، اور یہ وہ حکمران تھا جس کی قوت عرصۂ دراز سے محض اُس کی دولت و ثروت پر مبنی رہ گئی تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ اس صلح نامے کو تسلیم کرنے کی ایک بہت بڑی وجہ تھی کہ جہاں آرگوس اور ایتھنز کو ایران سے روپیہ آنا بند ہو گیا تھا وہاں اسپارٹا کے لئے ایرانی تھیلیوں کے منھ ہر وقت کھلے تھے۔ دوسرے الفاظ میں یونان کی صورت حال کچھ اس قسم کی ہو گئی تھی کہ وہ یونانی مملکت جہاں سب سے زیادہ ایرانی روپیہ آئے، اُسے اپنی ہمسایہ ریاستوں پر قابو حاصل ہو جائے۔ یہ امر یونان کے لئے دو طرح سے باعث تذلیل و توہین تھا، اول تو ایک ایسے حکمران کو جو پچھلے دنوں میں دس ہزار یونانیوں کو شکست نہیں دے سکا، کسی یونانی مملکت کی استدعا پر یا بغیر کسی کی استدعا کے یونانی معاملات میں مداخلت کر سکتا

۵۸ ایتھنزی مدبروں کو اس صلح نامے کے بعد جو سزائیں دی گئیں اُن کے لئے بیلوخ ۱۳۰ — اگی رھیوس اور تھراسی بولوس ساکن کولی توس کو قید کر لیا گیا؛ ڈیموس تھنیس ۱۹: تھموکراتیس" ۱۳۴ — مفصلۂ ذیل کو سزائے موت دی گئی: دیو تی سیتوس (ڈیموس تھنیس؛ Pesi Par. ۱۸۰)؛ نکوفیموس و ارسطوفانیس (لی سیاس ۱۹)؛ ایپی کراتیس و فورمیزیوس (ڈیموس تھنیس ۲۷۷)۔ یہ امر یقینی ہے کہ ایتھنز کی ۳۸۶ ق م والی حیثیت اور اب کی حیثیت میں بہت بڑا فرق تھا اور ممکن تھا کہ وہ صلح نامے کی مقاومت کرتا؛ لیکن اسی وجہ سے تو اُس کے ساتھ برتاؤ اچھا کیا گیا، اور جو شرائط اُس کے سامنے پیش کئے وہ وہی تھے جنھیں خود اسپارٹا ایک مرتبہ پہلے انڈوکیڈیس کے سامنے پیش کر چکا تھا۔

مختلف مقبوضات کے رقبوں کے تعین میں میں نے بیلوخ: "دنیائے یونان و روما کی آبادی" Beloch : Bevoelk. der griech. und roem. Welt لائپزگ ۱۸۸۶ء، ابواب ۳ تا ۶ کا اتباع کیا ہے۔

گویا اختیار ل گیا؛ اور دوسرے آئندہ سے بجائے اپنے بل بوتے پر کھڑے ہوسکنے یونانی محض ایرانی روپیے پر تکیہ کرنے لگے۔

اس صلح نامے سے اسپارٹا کو فائدہ اور تھیبز کو بہت نقصان ہوا۔ اسپارٹا اب تھیبز کے ساتھ بُرا سلوک کرنے لگا، جس کی وجہ سے دنیائے یونان میں چند نہایت اہم واقعات رونما ہونا شروع ہو گئے۔



باب پنجم

اسپارٹا کا تشدد

مین تی نیہ، فلیوس، اولین تھوس، تھبز

۳۸۵ ق م تا ۳۷۹ ق م

صلح نامۂ شہنشاہی کے بعد اسپارٹا کو جو مہلت ملی اُس سے استفادہ حاصل کرکے اُس نے دوسرے اور تیسرے درجے کی مملکتوں پر اپنا رعب جمانا شروع کر دیا، اور گو پچھلی جنگ کورنتھ کے واقعات اُسے متنبہ کرنے کے لئے کافی تھے، لیکن اُس نے انھیں بالکلیہ نظر انداز کرکے نہ صرف لیسانڈر کے طرزِ عمل پر از سرِ نو عمل کرنا شروع کر دیا بلکہ پہلے سے بھی زیادہ سختی برتنے لگا۔ حقیقت یہ ہے کہ اسپارٹیوں نے سنین ماضیہ سے نہ کوئی سبق حاصل کیا تھا اور نہ وہ کسی واقعے کو بھولے تھے، اور چونکہ ایران ان کے ساتھ تھا، اور رخا کنائے کا دروازہ کھلا ہوا تھا اس لئے انھیں کسی سے ڈرنے یا دبکنے کی بظاہر کوئی وجہ نظر نہ آئی[1]

بہرنہج ۳۸۵ ق م میں اسپارٹا نے مین تی نیہ کے خلاف کارروائیاں شروع کر دیں، اور وہاں کے باشندوں پر یہ الزامات لگائے کہ اول تو انھوں نے پچھلی جنگ میں آرگوس کو غلہ روانہ کیا، دوسرے ایک مرتبہ باوجود اسپارٹا کے قطعی حکم کے میدانِ جنگ جانے سے انکار کیا، اور تیسرے جنگ میں کما حقہٗ دل لگا کر حصہ نہیں لیا۔

---

[1] زینوفون ۵، ۲، ۱ کے بموجب اسپارٹی اُن حلیفوں کو سزا دینے کے خواہاں تھے جنھوں نے پچھلے تنازعات میں معاندانہ روش اختیار کی تھی۔

باب ۸

بلکہ اسپارٹیوں کے نزدیک اُن کے جذبات و احساسات کا میلان فی الجملہ معاندانہ ہی رہا۔ الغرض مین تی نیوں سے یہ مطالبہ کیا گیا کہ وہ اپنی شہر پناہ منہدم کردیں، اور جب وہاں سے انکاری جواب ملا تو اسپارٹا نے فوراً اُن کے خلاف اعلان جنگ کر دیا۔ لڑائی ٹھن جانے کے بعد اگے سی لاؤس نے اپنے ہموطنوں سے یہ استدعا کی کہ چونکہ ستر برس پہلے مسینیہ کے خلاف مین تی نیہ نے اُس کے والد کا ہاتھ بٹایا تھا اس لئے اُسے معذور سمجھ کر خدمات سپہ سالاری سے معاف کر دیا جائے، چنانچہ اسپارٹیوں نے اُس کے عذرات منظور کر لئے اور اُس کی جگہ اگے سی پولس کو سپہ سالار افواج مقرر کر دیا۔ جس طرح آرگوس کے خلاف نوجلشی کے دوران میں اگے سی پولس نے آئندہ واقعات کی پیش بندی کر کے اپنی فہم و فراست کا ثبوت دیا تھا اسی طرح اس مرتبہ بھی اس نے اپنے فرائض منصبی نہایت قابلیت سے انجام دیئے۔ سب سے پہلے تو اُس نے مین تی نیوں کو بھوکا مارنے کی غرض سے شہر کے چہار طرف ایک دیوار تعمیر کر کے اُس کی ناکہ بندی کر دی، لیکن چونکہ شہر میں سامان خورد و نوش کی کمی نہ تھی اس لئے اُس سے کوئی خاطر خواہ فائدہ نہیں نکلا۔ اب اُس کا ذہن اس طرف منتقل ہوا کہ اگر اُس مقام پر جہاں دریائے اوفس شہر سے نکلتا ہے ایک پشتہ بنا دیا جائے تو اُس کے باعث شہر پانی سے بھر جائیگا، اور شہر کی فصیل جو کچی اینٹوں سے بنی ہوئی ہے بیٹھ جائیگی۔ جب مین تی نیہ کے باشندوں نے اپنی شہر پناہ منہدم ہوتے ہوئے دیکھی تو اُسے مضبوط کرنے کی غرض سے اُس پر جگہ جگہ سہارے لگا دئے، لیکن فصیل بیٹھتی ہی چلی گئی جس کی وجہ سے آخر کار اُنھیں ہتھیار رکھ دینے پڑے۔ اب یہاں کے

لہ دیودورس ۱۵/ ۱۲ میں اوفس کے متعلق جو لکھا ہے وہ خلاف واقعہ ہے، گو بلا شبہ زمانہ مابعد میں اُسے ضرور جنگی خندق کے طور پر استعمال کیا گیا تھا: مقابلہ کرو فوژیر: "مین تی نیہ کی کھدائیاں"
Fougeres : Fenilles de mantinee
جریدہ مراسلات یونان
Revudecor. hell ۱۴ / ۷ - پلوٹارک کے بیوچیداس ۴ اور جوسانیاس ۸/ ۸، ۵ اور ۹، ۱۳/ ۱ میں جس لڑائی کا ذکر ہے اُس کے لئے دیکھو تواریخ شرلہ ۳۶/ ۳۷۔

عمومی رہبروں کو یہ خطرہ محسوس ہونے لگا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اسپارٹی ہم سب کو تلوار کے گھاٹ اُتار دیں، چنانچہ اُنھوں نے اگے سی پولس کے باپ پَوسانیاس سے جو تگیا میں رہتا تھا، یہ استدعا کی کہ وہ اگے سی پولس سے اُن کی سفارش کر دے تو اُن کی جان بچ جائیگی۔ باپ کے کہنے سے اسپارٹی سپہ سالار نے سختی سے باز آکر عمومیوں کی جاں بخشی کر دی اور اُنھیں یہ اجازت دیدی کہ وہ اسپارٹی سپاہیوں کی دو رویہ صف میں ہو کر شہر سے نکل جائیں۔ ان عمومیوں کے جانے کے بعد اسپارٹیوں نے مین تی نیہ والوں کو چار مختلف موضعوں میں آباد کر لیا، اور زینوفون کہتا ہے کہ سرانبوہوں کی حکومت سے نجات ملنے کے باعث وہ اپنی جاگیروں پر خوشی و خرمی سے اپنی زندگی گزارنے لگے۔

سنہ ۳۸۴ ق م میں اسپارٹا نے فلیوس پر وار کیا، اور اسے اپنے اعیانی جلاوطنوں کو واپسی کی اجازت دینے پر مجبور کیا۔ علاوہ ازیں اسپارٹا کے حکم سے ان جلاوطنوں کو یا تو اُن کی ضبط شدہ جائدادیں واپس مل گئیں یا وہ مملکت کی جانب سے ہرجہ پانے کے مستحق قرار پائے۔ اس طرز عمل سے فلیوس میں جو پیچیدگیاں پیدا ہوئیں اُن کے نتائج بہت جلد ظہور پذیر ہو گئے[3]

لیکن قبل اس کے کہ اس قسم کی پیچیدگیاں پیدا ہوں، اسپارٹیوں کو اپنی بہادری اور شجاعت دکھانے کا ایک اور موقع مل گیا۔ سنہ ۳۸۳ ق م میں دو تھریسی شہروں یعنی اکانتھوس و اپولونیا کی طرف سے ایک سفارت اس لئے اسپارٹا آئی کہ اولین تھوس کے جبر و تشدد کی شکایت اسپارٹا کے گوش گزار کی جائے۔ انھوں نے اسپارٹا کو اطلاع دی کہ اولین تھوس نے قرب وجوار کے بلدیات کو اپنے ساتھ اتحاد کرنے پر راضی کر لیا ہے اور ان میں آپس میں سمجھوتا ہو گیا ہے کہ ہر ایک شہر کے قوانین ہمشکل ہوں گے اور ہر ایک کے شہریوں کو اسی قسم کے حقوق

[3] معاملات فلیوس؛ زینوفون ۵، ۲، ۸ تا ۱۰؛ ۳، ۱۰ تا ۱۷۔ لوبا کے سفرنامہ Lebas (tineraire) میں ایک نقشہ دیا ہوا ہے جس کے مطابق سے یہاں کے قلعے کی اہمیت واضح ہو جاتی ہے۔

باب

حاصل ہوں گے۔ انھوں نے یہ بھی کہا کہ اولینتھوس نے اسی پر قناعت نہیں کی ہے بلکہ بہت سے مقدونوی بلدیات کو (جن میں پیلا جیسا وسیع شہر بھی شامل ہے) شاہ امینتاس کی حکومت سے آزاد کر دیا ہے، اور واقعہ تو یہ ہے کہ یہ بادشاہ اپنا تمام ملک کھو دینے سے بس بال بال ہی بچ گیا ورنہ اولینتھوس نے تو کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کیا۔ سفیروں کے قول کے بموجب اولینتھوس نے یہ سب حرکات کر کے اکانتھوس اور اپولونیا کو بھی ان کے ساتھ اتحاد کرنے کا حکم دیا تھا اور ساتھ ہی یہ دھمکی دی تھی کہ اگر ان دونوں نے اس کی سرتابی کی تو وہ ان سے برسرپیکار ہو جائیگا۔ اسپارٹا کو ان کی زبانی یہ معلوم ہوا کہ ایتھنز اور تھبز دونوں کے سفیر اس وقت اولینتھوس کو اپنا جانبدار بنانے کے لئے موجود ہیں، اور اگر اس شہر کے قبضے میں ایک دفعہ پوتی دیا بھی آگیا (جو جزیرہ نما اور اقلیم یوریب کے مابین گویا حد فاصل ہے) تو پھر تمام جزیرہ نما پر اس کا اثر قائم ہونے میں کسی قسم کا اشتباہ باقی نہیں رہے گا۔ انھوں نے اسپارٹیوں سے کہا کہ عجیب بات ہے کہ ایک طرف تو تم بیوٹی شہروں کو آپس میں اتحاد کرنے سے روکتے ہو، اور دوسری جانب ایک عظیم الشان شمالی بلدے کو اس کی گویا اجازت دیتے ہو کہ وہ اپنے بیڑے کو تقویت پہنچائے، اور تھریسی کانوں سے سونا برآمد کر کے ہمسایہ بلاد کو اپنے ساتھ ملائے اور اپنی قوت و سطوت میں اضافے پر اضافہ کئے چلا جائے؛ آخر میں انھوں نے اسپارٹا کو آگاہ کیا کہ یہی وقت مداخلت کا ہے، ورنہ جس روز مختلف بلدیات اور اولینتھوس میں اتحاد ہو گیا وہ آپس میں رشتہ داری اور اشتراک ملک کی وجہ سے باہم گروابستہ ہو گئے تو پھر یہ موقع ہاتھ سے نکل جائے گا۔ الغرض ان دلائل کو سن کر اسپارٹی ان کی مدد کے لئے آمادہ ہو گئے[1]

---

[1] اکانتھوسیوں اور اپولونیائیوں کی سفارت؛ زینوفون ۵، ۲، ۱۱ وغیرہ
خالکدیسی لیگ؛ کوئن "بلدیات قدیمہ کا خاتمہ" kuhn: Die Enstehung der Staedte der Alten لائپزگ ۱۸۷۸ء صفحہ ۳۸۳ وغیرہ۔ گلبرٹ: "قدیم سیاسیات یونان" Gilbert: Griech. Staatsalt. ۲، ۱۹۷، ۱۹۸ - خالکدیسی لیگ کے سکے۔

باب

قصہ مختصر اسپارٹیوں نے یہ تہیّہ کر لیا کہ اُنھیں تھریس میں ایک بہت بڑی مہم سر کرنی چاہیئے۔ اُس زمانے میں جس کا ہم ذکر کر رہے ہیں، فوجی تنظیم پر بہت کچھ زور دیا جاتا تھا، چنانچہ اسپارٹا نے اپنے حلیفوں کو اس بات کی اجازت دی کہ اگر وہ اس میں اپنی سہولت سمجھیں تو بجائے سپاہیوں کے روپیہ مہیا کریں، اور چونکہ اُنھوں نے ایک اجیر سپاہی کے روزمرّہ کے اخراجات کے لئے ایک استاتر یعنی دو درہم روزانہ کافی سمجھے اس لئے یہ قاعدہ مقرر کر دیا کہ حلیف بلدیات ہر سپاہی کے معاوضے میں اس قدر رقم روزانہ ادا کیا کریں گے۔ لیکن مشکل یہ آ پڑی کہ ایک طرف تو اکانتھوس کے سفیر بیحد جلدی کر رہے تھے اور دوسری جانب ایک ایسی مہم کی ترتیب و تنظیم کے لئے زمانہ درکار تھا۔ الغرض اسپارٹا نے یہ طے کیا کہ بالفعل تو دو ہزار نیوداموڈیس، اپے ریوئکی اور سکی ریتائے * یو دامیداس کے زیر قیادت روانہ کر دیئے جائیں اور باقی ماندہ فوج اُس کے بھائی فی بداس کی ماتحتی میں متعاقب روانہ

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ ہیڈ ۱۸۴۔ یہ سکے سونے، چاندی اور تانبے کے تھے اور اُن کے ایک طرف تو اپولو کا سر اور دوسری طرف ایک بربط یا تپائی کی تصویر، اور الفاظ "خالکی دیون" اور "اپی" کے ساتھ کسی عہدہ دار کا نام بھی کندہ تھا۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس لیگ کے متعلق کوئی عہدہ دار بھی تھا، جو بلا شبہہ اشتراکی گوس ہوگا۔ اُس زمانے کے اکانتھوسی اوبلی پر بھی یہی علامات اور لفظ "اکانتھیون" کندہ تھا۔

خالکدیسیوں اور مقدونیہ کے باہمی تعلقات کیلئے مقابلہ کرو فون شٹرن ۳۱ سٹوبودا: "امین تاس اور خالکدیسیوں کا باہمی معاہدہ" "آسٹروی جریدۂ آثاریات و کتبیات" Swobad : Vertrag des Amyntas mit den chalcidiern. in the Arch. epigr. mitth. aus Oesterreich, جلد ۷، ۱۸۸۳ء۔ نیز اسی موضوع پر ڈٹن برگر ۶۰ میں ایک نوشتے کی نقل بھی کی ہے۔ یہاں بھی ہمیں اکانتھوس (جس کے ساتھ اقنی پولس اور پوتیائی بھی شامل ہیں) اور خالکدیسیوں کے مابین اختلاف نظر آتا ہے۔ نیز مقابلہ کرو دیودوروس ۱۴، ۹۲ اور ۱۵، ۱۹، ۲۱۔

* یہ ایک اسپارٹی فوج کے ایک رسالے کا نام تھا جس میں ۶۰۰ پیدل سپاہی ہوتے تھے اور جس میں زیادہ تر آرکیڈیا کے ضلع سکی ریتس کے باشندے شامل رہتے تھے۔

باب ۵

کردی جائے گی۔

تھریس پہنچتے ہی یوڈامیداس نے اُن شہروں میں اسپارٹی رسالوں کو متعین کردیا جنھوں نے اس کی استدعا کی تھی، اور پوتی دیا پر قبضہ کرکے اُسے اپنی مہم کا مرکز بنالیا، لیکن فی بداس تھریس نہیں پہنچ سکا۔ وہ ۳۸۲ ق م کے موسم گرما میں شمال کا رخ کرکے تھبز آیا اور شہر کے باہر ورزشگاہ کے قریب اپنا پڑاؤ ڈال دیا۔ یہاں اُس سے ملنے کیلئے شہر کے اسپارٹی فریق کا رہبر اور دو پولیمارخوں میں سے ایک یعنی لیون تیادیس اُس سے ملا، دوسرا پولیمارخ، جس کا نام اِزمے نیاس تھا، اسپارٹا کے مخالف فریق کا رہبر تھا، اور یہ وہ گروہ تھا جس کی عین خواہش یہ تھی کہ تھبز خوب اچھی طرح سے طاقتور ہوجائے اور تمام بیوتیہ پر اثر قائم کرلے۔ یہ ایک عجیب وغریب بات تھی کہ ایک ہی شہر کے دو اعلیٰ عمال مختلف سیاسی گروہوں کے رہبر اور ایک دوسرے کے گویا خون کے پیاسے ہوں، لیکن اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ شہر میں ان دونوں گروہوں کی قوت کم وبیش مساوی ہوگی۔ بہرحال لیون تیادیس نے فی بداس کو قلعۂ کادمیہ حوالے کرنے پر آمادگی کا اظہار کیا، اور کہا کہ چونکہ یہ زمانہ عید تھس موفوریا کا ہے، جس کی وجہ سے قلعہ محض عورتوں سے بھرا ہوا ہے اس لئے اُس پر قبضہ کرنے کے لئے اس سے بہتر موقع ملنا محال ہے، رہا وقت کا مسئلہ، سو حملے کے لئے بہترین وقت دوپہر کا ہے، جب مرد قیلولہ کررہے ہوں گے اور اسپارٹیوں کو لڑے بغیر اپنا مقصد حاصل ہوجائیگا۔ اسپارٹی سپہ سالار نے اس خیال سے اس تحریک کو منظور کرلیا کہ اس سے اسپارٹیوں کی عزیز ترین خواہش پوری ہوجائیگی، یعنی تھبز کو اُس کی نخوت وتکبر کی سزا مل جائیگی۔ الغرض لیون تیادیس نے قلعہ پہنچ کر اسپارٹیوں کا قبضہ کرادیا، اور اس کے بعد مجلس گاہ جاکر ازمے نیاس کو گرفتار کرلیا۔ لیون تیادیس نے یہ تمام کارروائی اس سرعت سے کی تھی کہ فریق مخالف کو آپس میں اتحاد کرنے اور دشمن کی مدافعت کرنے کا موقع ہی نہیں ملا تھا بلکہ اس کے بجائے وہ اس قدر مرعوب ہوگیا کہ اُس کے چار سو سربرآوردہ ارکان فوراً شہر چھوڑ کے فرار ہوگئے۔ گو اس خبر کے سننے سے اسپارٹیوں کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی، لیکن سوال یہ پیدا ہوا کہ آیا (موجودہ سیاسی حالات کے اعتبار سے) لیون تیادیس کو اس قسم کی چال چلنی چاہئے تھی یا نہیں۔ اسپارٹا کے

سیاسی میدان میں اسگے سی لاؤس کو ایک خاص وقعت حاصل تھی، چنانچہ اُس نے باب۵
اس مشکل مسئلے کو حل کرنے کی اپنے ہموطنوں کو ایک ترکیب بتائی اور کہا کہ اگر کسی اسپارٹا کے فعل سے اسپارٹا کو کسی قسم کا فائدہ حاصل ہو رہا ہو تو یہ فعل اُس کے لئے بالکل مباح ہے بشرطیکہ وہ اُس کی ذمہ داری پر کیا گیا ہو۔ اسگے سی لاؤس کے اس خیال سے فعل کی صحت اور عدم صحت کا مسئلہ فاعل کی ذات پر منحصر ہو گیا، اور اب یہ سوال نہیں رہا کہ کاڈمیہ واپس دیا جائے یا نہیں بلکہ امر متنازعہ فیہ یہ ہو گیا کہ آیا فی بداس کسی سزا کا مستحق ہے یا نہیں۔ بالآخر یہ قرار پایا کہ فی بداس نے محض اپنے اختیار سے تھبز پر زیادتی کی ہے جس کی پاداش میں اُسے ایک لاکھ درہم (یعنی ۱۶ ۲/۳ تالنت) بطور جرمانہ خزانۂ اسپارٹا میں داخل کر دینے چاہئیں۔ لیکن ایک طرف کاڈمیہ پر برابر اسپارٹی قبضہ جاری رہا اور دوسری طرف غالباً فی بداس کو جرمانے کی رقم خطیر ادا کرنی نہیں پڑی۔
اب ازمے نیاس سے کسی طرح چھٹکارا حاصل کرنا تھا، چنانچہ اُس کے لئے بجنسہ وہی طریقہ اختیار کیا گیا جو ساٹھ برس پہلے پلاٹیہ کے خلاف اُسی گروہ کے کہنے سے اختیار کیا گیا تھا جس کی اب بیخ کنی منظور تھی۔ اسپارٹا نے ازمے نیاس کی تحقیقات کے لئے ایک فرضی عدالت قائم کی جس میں ہر حلیف ریاست کی طرف سے ایک ایک اور اسپارٹا کی طرف سے تین عادلوں کا تقرر کیا گیا۔ انھوں نے ازمے نیاس پر متعدد الزامات عائد کئے، مثلاً اُس کی بربریوں سے دوستی، رشوت لیکر شہنشاہ ایران کی طرفداری، اُس کا اندروکلی داس سے مل کر* یونان کو طرح طرح کے مصائب و آلام میں گرفتار کرنا؛ چنانچہ انھوں نے اُس کے خلاف سزائے موت کا حکم صادر کیا، اور ازمے نیاس فوراً تلوار کے گھاٹ اُتارا گیا۔ اس معاملے میں اسپارٹا کا طرز عمل اس درجہ خلاف انصاف رہا کہ خود زینوفون بھی (جو کسی امر پر اپنی رائے قائم کرنے سے ہمیشہ احتراز کرتا ہے) اس کے خلاف اپنی آواز بلند کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔
اسپارٹیوں کو ایک شخص کو ایسے فعل کے ارتکاب پر گردن زدنی ٹھہرانے پر شرم آنی چاہئے تھی جس کے وہ خود مرتکب ہو چکے تھے؛ انھیں ایک ایسے شخص کو ہرگز

* اس کے لئے اس کتاب کا تیسرا باب دیکھا جائے۔

باب ۲ سزائے موت نہیں دی جانی چاہئے تھی جس نے اس خیال میں خود ان کی پیش بندی کی تھی کہ یونان کی نجات صرف اسی طرح ممکن ہے کہ بیرونی اقوام کے ساتھ دوستی پیدا کی جائے۔

بہر حال غالباً بعد اس برابر بیوتیہ ہی میں رہا، اور اُس کی جگہ ۳۸۲ ق م میں تے لیوتیاس کو تھریس روانہ کیا گیا۔ اُس نے جاتے ہی ایمن تاس اور درداس والیٔ ایلی میہ کے ساتھ تعلقات قائم کر لئے، اور ابتدا میں اُسے کامیابی بھی ہوئی لیکن آئندہ سال یعنی ۳۸۱ ق م میں وہ تھریس میں مارا گیا۔ اسکے بعد خود شاہ اگے سی لاؤس افواج کی کمان لے کر خود شمال کی طرف روانہ ہو گیا[۵۵]

اس واقعے کے کچھ عرصے کے بعد ۳۸۱ ق م میں فلیوسیوں کی بےچینی کی وجہ سے پیلوپونیز میں از سر نو تنازعات پیدا ہو گئے۔ اس شہر کے جو لوگ جلاوطن ہوئے تھے اُنھوں نے واپس آکر یہ شکایت کی کہ اُنھیں ضبط شدہ مملوکات کا کافی معاوضہ نہیں ملا اور مقامی عادلوں نے اُن کے ساتھ عام طور پر بے انصافی کا برتاؤ کیا ہے، لہذا اُنھوں نے غیر جانبدار بیرونی عادلوں کے تقرر کا مطالبہ کیا، اور جب مقامی حکام نے اُن کی یہ درخواست مسترد کر دی تو اُنھوں نے اسپارٹا کے سامنے ہاتھ پھیلایا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اسپارٹا کے دونوں بادشاہوں نے حلیف بلدیات میں سے کسی نہ کسی کی سرپرستی کا ذمہ لے لیا ہوگا مثلاً جہاں اگے سی لاؤس مین تی نیہ کی پشت پناہی کرتا تھا وہاں اگے سی لاؤس فلیوس کا طرفدار تھا، اور موخرالذکر کو غالباً یہ پہلے سے معلوم ہو گیا تھا کہ فلیوسی جلاوطن اسپارٹا سے مدد کیلئے مستدعی ہوں گے لیکن وہ اس میں بہت کچھ مبالغہ آمیزی تصور کرتا تھا۔ بہر حال

۵۵ تھبز پر یک بیک قبضہ، زینوفون ۵، ۲، ۲۴ تا ۳۶ - گو اکثر تھبز میں دو بولیمارخ ہوا کرتے تھے، لیکن اس موقع پر دو ہی تھے۔ مقابلہ کرو فولوتارک، ۲۴، جس میں پریوس Preuss "مسائل بیوتیہ" (Quaest. Boeot. لائپزگ ۱۸۷۹ء) کا اتباع کیا گیا ہے۔ زینوفون کی رائے کے خلاف عام طور پر یہ فرض کر لیا جاتا ہے کہ تھبز پر جو قبضہ کیا گیا اُس کی بابت جملہ امور خاص اسپارٹا ہی میں قرار پائے تھے۔ زینوفون اپنی کتاب (۵، ۲، ۲۶) میں لیون تیادیس کی بابت جو رائے قائم کرتا ہے وہ بالکلیہ انصاف پر مبنی ہے۔

باب ۵

اگے سی پولس تو تھریس جا چکا تھا لہذا اس جھگڑے کی بابت فیصلہ کرنے کا اختیار تنہا اگے سی لائوس کو تھا جس نے درخواست کی سماعت کرتے ہی فلیوس کے خلاف اعلان جنگ کر دیا۔ اب فلیوس نے اس کے سوا کوئی چارۂ کار نہ دیکھا کہ جلاوطنوں کے دعاوی کو تسلیم کرے لیکن مشکل یہ پیش آئی کہ اگے سی لائوس کے نزدیک بغیر کسی قسم کی ضمانت کے محض زبانی وعدہ بالکل بیکار تھا اور جب اُس کی نوعیت کی بابت دریافت کیا گیا تو اُس نے جواب دیا کہ سب سے بہتر ضمانت یہ ہوگی کہ فلیوس کے اکروپولس پر اسپارٹیوں کا قبضہ ہو جائے، جس کے دوسرے معنی یہ ہو کہ جو برتاؤ تھبز کے ساتھ کیا گیا تھا وہی اب فلیوس کے ساتھ کیا جائیگا۔ تمام نشیب وفراز کا اندازہ کرنے کے بعد شہر کے حکام نے یہی طے کیا کہ ہم لڑیں گے، اسپارٹیوں کو محاصرہ کرنے دو، اور چونکہ محاصرے کے ایام کے اواخر میں شہر والوں نے اپنی خوراک نصف کر دی اس لئے محاصرہ خلاف امید عرصۂ دراز تک جاری رہا۔ آخر کار ۳۷۹ سنہ ق م میں وہ ہتھیار ڈالنے پر مجبور ہو گئے اور انھوں نے اس خیال سے کہ اطاعت کی رضامندی کے اظہار پر ممکن ہے کہ اگے سی لائوس اُن پر تشدد کرنے سے باز آئے اُس سے گفت وشنود شروع کر دی۔ لیکن شاہ اسپارٹا نے یہ طے کیا کہ جلاوطنوں میں سے پچاس اور اتنے ہی دوسرے فلیوسی یہ طے کریں کہ کس کس کو سزائے موت ملنی چاہیئے، ساتھ ہی تین سو فلیوسی اپنے شہر کے لئے جدید قوانین مرتب کریں اور چھ مہینے تک شہر میں ایک اسپارٹی رسالہ موجود رہے۔ (فلیوس کی تسخیر سے پہلے ہی اگے سی پولس تھریسی شہر افی تو س میں راہی ملک عدم ہوا اور رواج کے بموجب اُس کی نعش شہد میں محفوظ ہو کر دفن کے لئے اسپارٹا لائی گئی)۔

اسی سال اولینتھوس کو بھوکا مار کر اسپارٹیوں نے اطاعت پر مجبور کیا اور اُسے بھی اسپارٹی لیگ کا رکن بن جانا پڑا۔[۵۶]

الغرض اس طرح اسپارٹیوں نے پیلوپونیز، وسطی یونان اور شمالی یونان میں

---

[۵۶] جنگ اولینتھوس؛ زینوفون ۵، ۲، ۲۴، ۳۷ تا ۳۴؛ ۳، ۱، ۹، ۲۶ - فون شٹران (۳۹) یہ ثابت کرتا ہے کہ واقعات جنگ کے تسلسل پر آنکھ بند کر کے یقین نہیں کیا جا سکتا۔

باب ۵

اپنے مقاصد پورے کر لیئے اور سطحی طور پر اُن کی قوت پہلے سے زیادہ مستحکم نظر آتی تھی۔ لیکن ہمیں یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ اُن کی ان فتوحات سے یونان کو کوئی خاص فائدہ حاصل نہیں ہوا۔ مثلاً اولین تھوس نے محض اپنی انفرادی آزادی قائم رکھنے کے بجائے قرب وجوار کے بلدیات کی ایک عہدیت قائم کر کے جملہ حصص یونان کے لئے ایک قابل تعریف نمونہ قائم کر دیا تھا، اور جب اسپارٹا نے اُس کی تمام کوششوں کا جبراً خاتمہ کر دیا تو اُس نے گویا یونان کے تدریجی ارتقا کی کیفیت میں خلل انداز ہو کر مقدونیہ کے لئے راستہ صاف کر دیا۔ ہم جانتے ہیں کہ آئندہ اولین تھوس نے بلدیات خالکدیس کی ایک نئی لیگ قائم کر لی لیکن اسپارٹی غلبے کی وجہ سے یہ اپنے مقاصد میں کامیاب نہیں ہوئی۔ آخر کار فیلقوس شاہ مقدونیہ نے اس شہر کو فتح کر کے اپنی آئندہ کی کامیابیوں پر گویا مہر ثبت کر دی۔ لیکن سب سے زیادہ افسوسناک اور قابل تاسّف وہ آواز ہے جو اکانتھوس سے آتی ہے، یعنی یہ کہ اگر اولین تھوس کو کامیابی حاصل ہوگئی تو وہ تھریس پر قبضہ کر لیگا اور وہاں کی کانوں سے سونا برآمد کرنے سے ایک طاقتور بیڑا تیار کر لیگا۔ ایک خالکدیسی شہر اپنے ہمسائے کی جس قوت کی شکایت کرتا ہے، وہی بہت جلد مقدونیہ کے فرماں روا کو حاصل ہو جاتی ہے۔

یادداشت متعلق باب پنجم

باب پنجم اور اُس کے بعد کے چار ابواب کے لئے ہماری سند دیودوروس کتاب ۱۵ ہے لیکن یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ اُس کے ۹۴ ابواب جن میں مشرقی اور یونانی معاملات کا تذکرہ ہے، غلطیوں سے بھرے پڑے ہیں، جن کے انکشاف کا سہرا فون شٹرن (دیکھو یادداشت متعلق باب اول) اور پوہلر (" دیودوروس بطور ماخذ تاریخ یونان ۳۷۹ ق م تا ۳۶۲ ق م" Pohler: Diodorus als Quelle Zur Geschichte von Hellas کاسل ۱۸۸۵ء) کے سر ہے۔ نیز

یادداشت متعلق باب ۵

مقابلہ کرو، شیفر: "دیموس تھنیس" Schaefer : Demosthenes ۱ (۲)، ۱۲، ۱۷۔
انگر Unger نے یہ نظریہ قائم کیا تھا کہ دیودوروس ہر سال کے واقعات مقدونوی سال کی ابتدا یعنی ایتھنزی امیونیموس کے عہدے سے نوماہ پیشتر سے شروع کرتا ہے (دیکھو یہی تاریخ، جلد ۲، اسناد متعلق باب ہفتم)؛ لیکن پوہلر کے نزدیک اس کلیے کا انطباق دیودوروس کی پندرھویں کتاب پر نہیں ہوتا؛ چنانچہ اُس کے خیال کے مطابق مختلف واقعات کو مختلف سنین کے تحت جو رکھا گیا ہے وہ صحت پر مبنی ہے۔ اگر پوہلر کا یہ قول درست ہے، تو اس سے دیودوروس کا تسلسل واقعات صحیح ثابت ہو جائیگا اور ہمیں یہ جانچنا ہے کہ اس کا استدلال کس حد تک قابل تسلیم ہے۔ سب سے پہلے تو ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اُس کے استدلال کی بنیاد ہی کمزور ہے، اس لیے کہ یہ ثابت کرنے کے لئے کہ دیودوروس کا ماخذ الیفوروس ہی ہے، وہ صرف یہی نہیں کرتا کہ انگر نے مقدونوی سال کی بابت جو خیال ظاہر کیا ہے اس پر استدلال کرے، بلکہ اُس قدیم نظریئے سے بھی کام لیتا ہے جس کے مطابق الیفوروس نے مختلف سنین کے تعین کی تکلیف ہی گوارا نہیں کی۔ پوہلر اپنی کتاب کے صفحہ ۱۲ پر کہتا ہے کہ "الیفوروس نے اپنی تاریخ میں کسی خاص امر کی بابت کئی کئی سال کے واقعات متعلقہ کو یکجا کر دیا ہے اور ایسے ہمعصر حالات کو بالکل نظر انداز کر دیا ہے جو ایک دوسرے سے متعلق نہ ہوں"۔ اسی طرح صفحہ ۱۸ پر وہ لکھتا ہے کہ "ہم عرصۂ دراز سے الیفوروس کی اس خصوصیت سے واقف ہیں کہ وہ مختلف واقعات کو اُن کے موضوع کے لحاظ سے جمع کر دیتا ہے اور اس میں سنوی تسلسل کا مطلق لحاظ نہیں کرتا"۔ اس اصول کے مطابق جہاں کہیں (دیودوروس میں) سنویت کو نظر انداز کر دیا گیا ہو وہاں الیفوروس کے ماخذ ہونے کا پتا لگتا ہے، اور یہی کیفیت اُن حصوں کی بھی سمجھی گئی ہے جن میں گزشتہ موسم سرما کے حالات کسی سنۂ مابعد کے سلسلے میں درج کر دئے گئے ہوں۔ یہ ظاہر ہے کہ اگر پہلا معیار درست ہے تو دوسرا خود بخود غلط ثابت ہو جاتا ہے۔ دیودوروس ۱۵، ۵، ۲ تا ۵۰ کی مفصلہ ذیل تنقید میں پوہلر کا اتباع کیا گیا ہے، اور یہ نہ صرف نفس تاریخ کے لئے کار آمد ہے بلکہ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ دوسرا معیار (جس پر انگر اور پوہلر دونوں متفق رہے) قطعاً بیکار ہے۔

یادداشت متعلق باب ۵

دیودوروس ۱۵، ۲۵ تا ۲۷ کا پہلا سال آنگر اور پوہلر کے نظریئے کا انطباق کرنے سے سمجھ میں آتا ہے، اور چونکہ اس میں سنہ ۳۷۹/۸ ق م سے سنہ ۳۷۸/۷ ق م تک کے واقعات مندرج ہیں اس لئے اس کی ابتدا سنہ ۳۷۹/۸ ق م کے موسم سرما سے قرار دی جا سکتی ہے لیکن خود پوہلر کے قول کے مطابق دیودوروس ۱۵، ۲۸ تا ۳۵ کے سال میں بہار سنہ ۳۷۸ ق م سے خزاں سنہ ۳۷۶ ق م تک کے کم از کم ڈھائی سال شامل ہیں (پوہلر ۲)؛ واقعاً اس "سال" میں اس سے بھی زیادہ مدت شامل ہے اس لئے یہ ضروری نہیں کہ ایتھنز نے حلیفوں کو بغاوت کی ترغیب (باب ۲۸) اعلان جنگ (باب ۲۹) کے بعد ہی دی ہو (پوہلر ۲۱)، بلکہ ممکن ہے کہ تھیبس وغیرہ نے ایتھنز کے ساتھ اس سے پہلے ہی اتحاد عمل کر لیا ہو۔ واقعہ یہ ہے کہ باب ۲۸ میں چند الفاظ ایسے ہیں جن سے دیودوروس کی مراد متعدد سالوں سے ہوتی ہے۔ میں اس سال کے واقعات پر پھر بحث کروں گا۔ خود پوہلر اس سال کے حدود سے جو مارچ سنہ ۳۷۸ ق م کو ختم ہوتا ہے، آگے بڑھ جاتا ہے (سفودریاس) کا حملہ، باب ۲۹، پوہلر ۲۲)؛ اس میں سنہ ۳۷۷/۶ ق م کی مدت برائے نام شامل ہے، اور اس کے نظریئے کے مطابق اس کی ابتدا خزاں سنہ ۳۷۸ ق م سے پہلے نہیں ہونی چاہیئے۔ تیسرا سال یعنی سنہ ۳۷۶/۵ ق م جس کا ذکر دیودوروس ۱۵، ۳۶ تا ۳۷ میں کیا گیا ہے، خزاں سنہ ۳۷۶ ق م تک شروع نہیں ہوتا (پوہلر ۲۸)، درانحالیکہ اگر نظریہ درست ہے تو اس کی ابتدا بہار سنہ ۳۷۷ ق م میں، اور خاتمہ خزاں سنہ ۳۷۶ ق م میں ہونا چاہیئے۔ سال چہارم سنہ ۳۷۵/۴ ق م جس کا حال دیودوروس ۱۵، ۳۸ تا ۴۰ میں بیان کیا گیا ہے، موسم گرما سنہ ۳۷۴ ق م تک جاری رہتا ہے، درانحالیکہ نظریئے کے مطابق اسے خزاں سنہ ۳۷۶ ق م میں شروع اور خزاں سنہ ۳۷۵ ق م میں ختم ہو جانا چاہیئے۔ پانچویں سال یعنی سنہ ۳۷۴/۳ ق م کا تذکرہ دیودوروس ۱۵، ۴۵ تا ۴۷ میں کیا گیا ہے؛ پوہلر کے نزدیک زاکنتھوس کے جھگڑوں میں تیموتھیوس نے "مئی یا جون سنہ ۳۷۴ ق م" میں مداخلت کی، جس کے یہ معنی ہوئے کہ اس سال کے ضمن میں جن واقعات کا تذکرہ ہے وہ دراصل اس گزرے ہوئے سال کے واقعات ہیں جن کا بیان اس سے پیشتر کیا جا چکا ہے۔ ساتویں اور آٹھویں سال سنہ ۳۷۲/۱ ق م میں سے، جن کے حالات دیودوروس ۱۵، ۴۸ تا ۴۹ میں

یادداشت متعلق باب ۵

مذکور ہیں، پہلے سال میں تو ہم ہیلی کے اور بورا کی تباہی کا بیان پڑھتے ہیں، دوسرے کے تحت صلح کانگریس کا ذکر دیا ہوا ہے، اور یونکر کہتا ہے کہ ان دونوں سنین میں افورس کا اتباع کرنے کے بجائے صحیح سنوی تسلسل قائم رکھا گیا ہے۔ اس تجزئے سے یہ صاف ظاہر ہے کہ جدید نظرئے کا انطباق واقعات کے ان سات مجموعوں میں سے صرف ایک ہی سال پر کیا جا سکتا ہے۔

اس کے برعکس قدیم نظرئے کا اندازہ دور ثانی (دیودوروس ۱۵، ۸۱ تا ۳۵) کے حالات کو جانچنے سے ہو جاتا ہے اور اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اس قسم کی تاریخ کی اہمیت جس کے مطابق افورس نے مختلف موضوعات متعلقہ کو یکجا کر دیا ہے) قطعاً ناقابل انکار ہے۔ اس دور کی فہرست مضامین مفصلۂ ذیل ہے:۔ ایتھنزی لیگ کا بتدریج قیام؛ سفودریاس کا حملۂ ایتھنز؛ تھبز کا لیگ میں داخلہ اور لیگ کا مزید استحکام؛ خابریاس کی بحری مہمات؛ اسپارٹی لیگ کی ازسرنو تنظیم؛ اگے سی لاؤس کا بیوتیہ جانا اور خابریاس کا مقابلہ؛ فی بداس کی موت بمقام تھس پیئے؛ اگے سی لاؤس از سرنو بیوتیہ میں برسرپیکار ہوتا ہے اور اُسے شکست ملتی ہے؛ جنگ ناکسوس میں خابریاس کی فتح۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ۳۷۶ ق م کی مفروضہ تاریخ میں اسپارٹا اور ایتھنز کی قائم کردہ قوت وسطوت کے استحکام اور اُن کے باہمی مناقشوں میں خابریاس ایتھنز اور اگے سی لاؤس اسپارٹا کی رہبری کرتے ہیں اور خابریاس ہی اپنے رقیب سے زیادہ عاقل و دانا ثابت ہوتا ہے۔ اس دوران میں تھبز کی حیثیت محض ثانوی ہی رہتی ہے۔ کہنے کو تو یہ صرف ایک سال کی تاریخ ہے، مگر فی الواقع یہ ایک مختصر سی تاریخی تصنیف ہے، جس کی حقیقی اہمیت یہ ہے کہ اس میں ایک عظیم الشان تنازع کی تصویر ایک مخصوص زاویۂ نگاہ سے کھینچی گئی ہے، اور جس میں مولف نے تھبز کو ایتھنز اور اسپارٹا کے مقابلے میں محض ثانوی حیثیت دی ہے، لیکن ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ سنوی اعتبار سے یہ تصویر بیکار محض ہے۔ اسی طرح اگر ہم دیودوروس کے اُن سات تاریخی سالوں کی فہرست مضامین پر نظر ڈالیں تو بھی اُس کے مخصوص انداز کا پتا چل جائیگا:۔ (۱) تھبز کی علیحدگی (۲) ایتھنز، اسپارٹا، خابریاس، اگے سی لاؤس۔ (۳) خابریاس مشرق میں اور تیموتیوس مغرب میں اپنی جلت بہم...

یادداشت متعلق بابِ

دکھاتا ہے؛ تھبز کا اور خونیوس پر قبضہ۔ (۴) ایران کی تحریک پر صلح؛ ایرانی چاہتے ہیں کہ مصر کے خلاف یونان سے کام نکالیں؛ تھبز صلح کرنے سے انکار کرتا ہے؛ پیلوپونیز میں عمومی اختلال۔ (۵) ایران کی مصر پر فوج کشی؛ اس جنگ میں ایفیکراتیس اپنے آپ کو ممتاز کرتا ہے؛ یہ تیسرا اتھنزی سپہ سالار ہے جو اس طرح ممتاز اشخاص کی صف اول میں آجاتا ہے؛ یونان کے ایسے حصوں میں جن کا ذکر ابھی تک نہیں ہوا اختلال، خصوصاً زاکین تھوس کوُرکائرا اور بیوتیہ میں۔ (۶) شگون اور عجائبات۔ (۷) تھبز کے بغیر صلح ان اجزاء میں سے ہر ایک کے واقعات کے اعتبار سے بالکل مکمل ہے، اور ہر ایک کی ابتدا میں دیودوروس نے ایک سنہ چسپاں کر دیا ہے، جس سے صرف مرور ایام کا ہی عام اندازہ ممکن ہے۔

اس کے برعکس اپنی پندرھویں کتاب میں جب دیودوروس واقعات کی تفصیل بیان کرنے لگتا ہے تو اس سے بہت سی غلطیاں بھی سرزد ہوتی ہیں، اس بارے میں میں فون شٹرن کا خاص طور پر حوالہ دینا چاہتا ہوں۔ دیودوروس کے بارھویں باب کے لئے اسی موجودہ باب کا حاشیہ نمبر ۲ دیکھا جائے۔ باب ۲۲ میں اتھنزی سپہ سالار دیموفون کا سرکاری طور پر مامور ہونا صحیح نہیں۔ دیودوروس کے باب ۲۷ کے لئے اس کتاب کا چھٹا باب ملاحظہ کیا جائے۔ ابواب ۲۸، ۳۴تا۳۲، ۳۴ کے لئے دیکھو فون شٹرن ۷۸، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۱۳۔ جنگ لیوکترا کے لئے اس کتاب کے آٹھویں باب کے حواشی اور فون شٹرن ۱۳۵، ۱۴۲ وغیرہ کا مطالعہ کیا جائے۔ ابواب ۵۹، ۶۱تا۶۳، ۶۷تا۶۹ (پیلوپونیز میں تھبزی مہمات) کے لئے فون شٹرن ۱۴۹، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۹، ۱۷۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۹، ۱۹۰۔ دیودوروس کے باب ۷۳ کے لئے اس کتاب کا نواں باب ۷۸تا۸۹ کے لئے دسویں باب کے حواشی دیکھے جائیں۔

پلوٹارک پر چھٹے باب کے حواشی میں بحث کی گئی ہے۔ بدقسمتی سے اس کی سوانح عمری اپامنونداس ضائع ہو گئی ہے۔

باب ششم

بیوتیہ، تھبنز کی آزادی، اسفوودریاس

سنہ ۳۷۹ ق م و سنہ ۳۶۲ ق م

پچھلے سات برس ہیں ممالک یونان میں جو تاریکی پھیلی ہوئی تھی اُس میں تھبنز کی طرف سے کچھ روشنی نمودار ہوتی ہے، اور یہی وہ شہر ہے جو اب یونان کی رہبری کے لئے تیار ہو جاتا ہے ہم ضلع بیوتیہ سے کما حقہٗ واقف نہیں ہیں۔ اس میں شبہہ نہیں کہ چوتھی صدی ق م میں اسے جو چند روزہ اہمیت حاصل ہوئی اُس کا اصلی باعث اُس کی ابتدائی تاریخ ہوگی، لیکن شومیٔ قسمت سے اس کے واقعات نہایت تاریک ہیں۔ بہرحال جب ہم بیوتیوں کے ذاتی خصائص پر غور کرتے ہیں تو ہمیں اُن میں بالکل متضاد اور متبائن خصائص نظر آتے ہیں۔ ان میں ایک طرف تو اتحاد کی طرف نہایت پُرجوش میلان معلوم ہوتا ہے اور دوسری جانب وہ اُتنی ہی سختی کے ساتھ مختلف بلدیات بیوتیہ کی آزادی کے بھی خواستگار ہیں۔ علاوہ ازیں اخلاقی میدان میں جہاں ایک بڑی اقلیت مطمحی خیالات سے بھری ہوئی ہے، وہاں اکثریت پر مادی اثرات غالب ہیں۔ ان متبائن رجحانات سے یہاں والوں کے خصائص کی تنومندی اور قوت معلوم ہوتی ہے، اور حقیقت یہ ہے کہ بیوتیوں کے روزانہ کاروبار پر نظر ڈالنے سے جن ظاہری صفات کا اندازہ ممکن ہے اُن سے کہیں زیادہ عمق ہے۔

جیسا ہم اس کتاب کی پہلی جلد میں بیان کر چکے ہیں، بیوتیہ یونانی تمدن کے قدیم ترین مرکزوں میں سے ایک ہے، اور صرف آرگوس اور تھسلی ہی اُس کی قدامت کو پہنچ سکتے ہیں[1]۔ ان میں سے آرگوس کو تو تاریخی اہمیت حاصل ہی نہیں ہوئی رہا تھسلی

[1] گو ہم بیوتیوں کے تمدن کے معیار کا قابلِ اطمینان طور سے اندازہ کر سکتے ہیں، لیکن یہ تقریباً

باب ۱۷ سو اُس کی امیدوں اور آرزوؤں کے پیدا ہوتے ہی یا د مخالف کی وجہ سے خاتمہ ہو گیا۔ ان تینوں میں سے صرف بیوتیہ ہی ایسا ملک تھا جس نے چوتھی صدی ق م میں

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ناممکن ہے کہ ہم تھیبز کے مختلف سیاسی فریقوں کی بابت کوئی قطعی رائے قائم کریں۔ معلوم یہ ہوتا ہے کہ یہاں کی سیاسیات کی بنا اس مسئلے پر نہیں تھی کہ حکومت اعیانی طرز پر چلنی چاہئے یا عمومی طرز پر، بلکہ سوال زیر بحث یہ تھا کہ بیوتیہ کو آزاد ہونا چاہئے یا پابند۔ ہم یہ وثوق کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ جو فریق یہ چاہتا تھا کہ تھیبز بیوتیہ پر حاوی نہ رہے وہ بہت جلد غیر مقبول ہو جاتا، اس کے برعکس وہ مملکتیں جو تھیبز کی اس خواہش کی تائید کرتیں وہ ہر دلعزیز ہو جاتیں اور تھیبز فوراً اُن سے مخالفہ کرنے کے لئے اپنا ہاتھ بڑھاتا۔ یہی وجہ تھی کہ ۴۸۰ ق م میں تھیبز نے ایران کے ساتھ مصالحہ کر لیا، اور گو اسپارٹا کا مقصد تھیبز کا بالکلیہ قلع قمع کر دینے کا تھا تاہم ۴۷۹ ق م میں اُس نے اپنے اس دشمن سے بھی دوستی کر لی، اور ایتھنز سے، جس نے اُسکی حمایت کی تھی، کنارہ کشی اختیار کر لی۔ اس کا اصل سبب یہ تھا کہ اسپارٹا تو تھیبز کے اختیار کی توسیع پر معترض نہ تھا، لیکن ایتھنز کو اس طرز عمل پر اعتراض تھا۔ لیکن جس وقت تھیبز نے یہ دیکھا کہ اُسکی اس خواہش کی مخالفت کی جاتی ہے، اور اُسے اپنے اس خیال کا ثبوت اول تو صلحنامۂ نکیاس کے بعد پاناکتوم کے معاملے میں (جلد ۲، باب ۲۴) ملگیا۔ ۴۰۴ ق م میں جب لیسانڈر نے اس اصول کا اعلان کیا کہ علاوہ اسپارٹا کے کسی اور مملکت کو ماتحت علاقوں پر اپنا اثر قائم رکھنے کا اختیار نہیں ہے تو اُسے اس کا یقین ہو گیا، چنانچہ اُس کی سیاسی روش میں ایک خاص ردعمل شروع ہوا۔ اب تھیبز اسپارٹا کا دشمن ہو گیا، اور فی بداس نے جن اعیانیوں کو برسر اقتدار کیا تھا، وہ تمام بیچینی کے بھینٹ چڑھ گئے؛ ان کا قصور یہ تھا کہ انھوں نے پلاٹیہ اور تھسپیائے کی آزادی کو برقرار رکھ کر گویا تھیبز کی قوت و سطوت کو صدمہ پہنچایا تھا۔ خود اپامنونداس بھی صرف اس وجہ سے مسلسل برسر اقتدار رہا کہ وہ بیوتیہ کی اطاعت کے اصول سے واقف تھا۔ اسی طرح شاہ فیلقوس دوم تھیبز میں صرف اسی وقت تک ہر دلعزیز رہا جب تک اُس نے بیوتیہ کو تھیبز سے آزاد کرنے کی خواہش ظاہر نہیں کی؛ اور جب تھیبز کی مشتبہ ہو گئے تو دیموس تھینیس نے موقع دیکھ کر فوراً اعلان جنگ کر دیا کہ ایتھنز کو تھیبز کے مقاصد سے ہمدردی ہے، جسکے بعد فوراً تھیبز ایتھنز کا ہمنوا ہو گیا۔

فنون لطیفہ کے لئے دیکھو کرتیوس: تاریخ یونان، ۳۶ (۶)، ۱۷۷۔

دُنیائے یونان پر اپنا اثر ڈالا۔ آرگوس اور تھسلی کی طرح بیوتیہ میں بھی بہت سے ایسے شہر تھے جن کی خصوصیات میں اختلاف پایا جاتا تھا۔ اس ملک میں چار یا پانچ مختلف النوع مجموعے نظر آتے ہیں۔ پہلا مجموعہ تو اُن شمالی شہروں کا ہے جو کوپائس جھیل کے چاروں طرف آباد تھے؛ ان کی سرگروہی کے فرائض یہاں کا قدیم شہر اورخومینوس ادا کرتا تھا، اور اسی سے ہالیارتوس، کورونیہ اور خئیرونیہ کا بھی تعلق تھا۔ دوسرے مجموعے کا رہبر خود شہر تھبز تھا۔ علاوہ ازیں مشرق میں تناگرا اور مغرب میں تھس پیائے اور (بعض امور میں) پلاٹیہ کو ایک خاص اہمیت حاصل تھی۔ ان میں ہر مجموعے کا منفذ و مخرج جداگانہ تھا؛ مثلاً اورخومینوس منیائی تھا اور غالباً اس کا کچھ نہ کچھ تعلق تھسلی کے ساتھ بھی ہوگا۔ عرصۂ دراز تک یہ باقی ماندہ بیوتی مجموعوں سے الگ تھلگ رہا، اور اس زمانے میں بھی جب جہازوں کی وہ فہرست مرتب ہوئی تھی جس کا ہومری تحریروں میں ذکر ہے، اُس کی حیثیت ایک خودمختار مملکت جیسی تھی، لیکن اس مملکت میں علاوہ خود اورخومینوس اور اسپلے دون کے کوئی تیسرا شہر شامل نہ تھا۔ بہرحال منجملہ اُن مقامات کے جن کا ذکر اوپر کیا گیا ہے، پانچویں صدی ق م تک اس کا تعلق شہر خئیرونیہ کے ساتھ نہایت خاص تھا، اور اغلباً کوپائے بھی جو (اورخومینوس سے یوریپوس جانے والی سڑک پر واقع تھا) کسی زمانے میں ضرور اورخومینوس کے ماتحت رہا ہوگا۔ اگرا اورخومینوس کا ہالیارتوس اور اوان خستوس سے کوئی دیرینہ تعلق رہا بھی ہوگا تاہم ہمیں اُس کی بابت بہت کم معلومات حاصل ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ گو یہ دونوں مقامات اندرون ملک میں واقع تھے لیکن یہاں پوسئیڈون ہی کی پوجا کی جاتی تھی، اور اوان خستوس ایک ایسی عہدیت کا سرگروہ تھا جس میں دور دراز بلدیات بھی شامل تھے، چنانچہ ممکن ہے کہ یہاں بھی منیائی قوم کے آثار ہوں۔ افسانوں سے پتا چلتا ہے کہ تھبز پر فینیقیوں کا اثر پڑا ہوگا، اور فی الواقع بھی یہ اثرات بعید از قیاس نہیں ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ بیوتیہ کے جنوب و مشرقی حصے یعنی تھس پیائے اور قرب و جوار کے مضافات میں تھریسی آباد تھے، علاوہ ازیں تھس پیائے اور ایتھنز کے باہمی روابط نہایت دوستانہ تھے، بلکہ ہم یہ بھی پڑھتے ہیں کہ تھس پیائے کے اولیں آبادکار ایتھنز سے ہی آئے تھے۔ بیوتیہ کے اس حصے میں میوزوں کا پہاڑ، کوہ ہیلی کون واقع تھا، اور

باب ۵ اور اس پر پوجا کا جو طریقہ رائج تھا اُس کا تعلق بھی تھریس ہی سے سمجھا جاتا تھا لیکن ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ تھسپیائے کی اراضی کے جنوبی سرحد کے قریب ہی کوہ کتھائیرون بھی تھا جو باکھوس کی پوجا کا مرکز تصور کیا جاتا تھا، اور معلوم ہوتا ہے کہ اس طرز عبادت کا بھی تھریس ہی وطن ہوگا۔ تھیبز میں بھی باکھوس کی بہت کچھ قدر و منزلت ہوتی تھی، اور یہاں کے باشندے اُسے اور ہرقل دونوں کو اپنے رکھشک دیوتا تصور کرتے تھے۔ الغرض ہمیں بیوشیہ میں منیائی، فینیقی، تھریسی اور اٹیکائی عنصر دوش بدوش ملتے ہیں۔ آخر میں ہمیں یہ کہنا ہے کہ مختلف حصص بیوشیہ میں آلہ تحت الثریٰ کی بھی پرستش کی جاتی تھی، مثلاً اوروپوس میں امفیاراوس کی، تھیبز میں کابیری کی اور لیبادیہ میں تروفونیوس کی؛ اسی طرح ہالیارتوس میں رھادامانتوس اور تریسیاس کی قبریں دکھائی جاتی تھیں، اور یہ بھی بیان کیا جاتا تھا کہ لیبادیہ ہی میں ہرقل اور کربیروس تحت الثریٰ سے سطح زمین پر برآمد ہوئے تھے۔

بیوتی فتح کے بعد ملک کے ہر حصے میں ایک قسم کی اعیانیت پیدا ہوگئی؛ لیکن ان اعیانیوں نے مقامی روایات کو مسترد نہیں کیا بلکہ اُن بلدیات میں جو پہلے نسبتاً اہم تھے اپنا اقتدار قائم کرنا چاہا، اور اپنے اس میلان کو صاف ظاہر کر دیا کہ وہ کسی ایک شہر کی اطاعت نہیں کریں گے خواہ اُس شہر میں جدید بیوتی امرا ہی کیوں نہ صاحب اقتدار ہوں۔ یہی امور اتحاد باہمی اور سیادت تھیبز کے راستے میں حائل ہو گئے۔ مثلاً اورخومینوس میں صرف قدیم منیائیوں کی اولاد ہی تھیبزی اقتدار کے مخالف نہ تھی، بلکہ ایولی بیوتی بھی، جو وہاں جا کر آباد ہو گئے تھے اور جو منیائی قوم کے گویا جانشین تھے، اس شہر کی قدیم عظمت کی نہایت پرزور تائید کرنے پر آمادہ ہو گئے۔

الغرض ملک کے انتظام کے لئے ایک وفاقی دستور مرتب ہوا۔ لیکن ظاہر ہے کہ وہ بیوتی شہر (یعنی تھیبز) جو اپنے ہمسایوں سے کہیں زیادہ طاقتور تھا، محض ایک وفاقیہ کی سیادت پر کس طرح قانع ہو سکتا تھا۔ چنانچہ اُس نے اس بات کی کوشش کی کہ دوسرے بلدیات کو سیاسی اعتبار سے اپنا ماتحت بنا کر اُن کے مشترکہ معاملات کی نگرانی کرے یا کم از کم اُن معاملات میں اُس کا بول بالا ہو۔ تھیبز کے اس طرز عمل کی مخالفت پر بیوتیہ کے تمام بلدیات نہایت شد و مد سے آمادہ ہو گئے۔

باب ۶

بیان کیا جاتا ہے کہ قدیم زمانے میں اس بیوتی لیگ میں چودہ اراکین شامل تھے، لیکن زمانۂ مابعد میں صرف سات بلدیات (یعنی تھبز کے علاوہ غالباً اورخومینوس، ہالیارتوس، کورونیہ، کوپائے، تھس پیائے اور تناگرا) کو راسے دینے کا حق باقی رہ گیا تھا۔ لیگ پر نگرانی کا فرض بیوتارخوں کے ذمے تھا جن کی تعداد زمانۂ مابعد میں سات تھی۔ لیکن ہمیں اس بات کا علم نہیں کہ وہ کونسے ادارات تھے جن کی قراردادیں تمام وفاقیہ پر حاوی ہوتی تھیں۔ ایک جگہ طوسی ویدس چار مجالس کا ذکر کرتا ہے، لیکن ہمیں ان مجالس کی ترکیب سے مطلق واقفیت نہیں ہے۔ ۴۸۰ ق م میں تھبز نے ایرانیوں کا ساتھ دیا اور اسے اپنے اس فعل کی سزا بھی نہایت سخت ملی، لیکن اس نے اپنے اس نقصان کی بہت جلد تلافی کرلی۔ یہاں کے سپاہیوں نے میدان جنگ میں اپنی قابلیت کے جوہر دکھائے، اور نہ صرف "عہد خمسینی" میں بلکہ جنگ پیلوپونیز میں بھی چلت پھرت اور تیزی میں پہلے تو تھبز ایتھنز کے برابر تھا اور پھر اس سے بھی سبقت لے گیا۔ ذہنی میدان میں تمام بیوتیہ کی طرح تھبز بھی اپنے ہمسایہ ملک (یعنی اٹیکا) میں بدنام تھا، لیکن وہ کسی طرح اس بدنامی کا مستحق نہ تھا۔ بلاشبہ بیوتیوں کے دماغ میں وہ مستعدی نہیں پائی جاتی جو ایتھنزیوں میں تھی لیکن ذہنی عمق میں وہ ایتھنزیوں سے کچھ کم نہ تھے اور اسی سرزمین سے ہومر کے بعد قدیم ترین یونانی شاعر کا ظہور ہوا۔ اس میں شک نہیں کہ فنون پیکر سازی میں بیوتیہ سے وہ علو ظاہر نہیں ہوتا جو بعض دوسرے یونانی اضلاع کا مایۂ ناز ہے؛ اور خود ایلیوتھرائے اور تناگرا بھی جو اس ضمن میں (اول الذکر اپنے گلی مجسموں اور ثانی الذکر میدون کی جائے پیدائش ہونے کی وجہ سے) مشہور ہیں، اٹیکائی سرحد پر واقع ہیں، اور ہمیشہ اٹیکا اور بیوتیہ کے مابین مابہ النزاع رہے ہیں۔ بیوتیوں کے خصائص میں ایک خاص عمق اور سنجیدگی پائی جاتی ہے، اور یہ صفات شعر گوئی کی بعض اصناف کے لئے نہایت مفید ہیں؛ چنانچہ وہ ملک جس میں تحت الثریٰ کے معبودوں کی پرستش کی جاتی تھی وہی پنڈار کا جنم بھوم بھی تھا۔ بیوتیہ میں کورنا ساکنۂ تناگرا کے علاوہ میرتس ساکنۂ انتھےدن کا بھی ممتاز شعرا میں شمار ہوتا تھا؛ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہاں ایتھنز سے کہیں زیادہ صنف لطیف کی عزت کی جاتی تھی۔ ہم اس سے واقف ہیں کہ دنیائے یونان میں بیوتیہ کے علاوہ

باب ۵

دوسرے انقطاع میں عورتیں شعر کہتی تھیں، مثلاً ہم چھٹی صدی ق م کے اختتام پر سکیون اور آرگوس میں بھی شاعرہ عورتوں کا ذکر سنتے ہیں؛ لیکن کم از کم ایتھنز کی تاریخ ایسی مثالوں سے بالکل معرّا ہے۔ علاوہ ازیں بیوتی سنجیدگی اور یہاں کی جنس لطیف کا مرتبہ اس امر سے بھی واضح ہوتا ہے کہ جب مسلک فیثاغورس کے اقبال کا ستارہ جنوبی اٹلی میں چمکا تو اُسی زمانے میں اس مسلک کو بیوتیہ اور خاصکر شہر تھبز میں ایک قیام گاہ مل گئی۔ چوتھی صدی ق م کے اوائل میں تھبز میں بعض ایسے لوگ پیدا ہوئے جن کی پاکبازی اور علوِ خیالات اُن کی ممتاز ترین صفات تھیں، اور یہی وہ لوگ تھے جن کی وجہ سے اس ملک کو چند روزہ سیاسی تفوق حاصل ہوا۔ اس کے سپوتوں کی بہادری ضرب المثل تھی، اور کورونیہ و دیلیوم کی جنگوں (جلد ۲، باب ۲۳) اور سرقوسہ کی لڑائی (جلد ۲، باب ۲۷) میں اس کا کافی و وافی ثبوت مل چکا ہے۔ لیکن جن ہمسایہ شہروں نے اُس کے سیاسی مقاصد سے اختلاف کیا اُس کے ساتھ وہ نہایت بے رحمی کیساتھ پیش آیا اور اپنے اس فعل سے اُس نے اپنی ابتدائی کامیابیوں کے فوائد پر گویا پانی پھیر دیا۔ بیوتی خصائص کے روشن و تاریک دونوں پہلو اُس کے زمانۂ عروج کے واقعات سے ظاہر ہوتے ہیں۔ ہمیں بیوتی شہروں کے مقاصد سے ایک اور سبب سے بھی دلچسپی ہے؛ وہ یہ کہ در اصل یہ اُسی جدّ و جہد کا گویا ایک نقشہ ہے جس میں دنیائے یونان کی مختلف مملکتیں اپنی اپنی آزادی کے لئے مصروف کار نظر آتی ہیں۔

اسپارٹیوں کا قلعۂ تھبز پر براہ راست قبضہ تھا، اور اُنھیں کا ہمنوا فریق انتظامات بلدی پر بھی حاوی تھا۔ لیکن میلون اور پیلوپی داس کی ماتحتی میں جلا وطنوں نے خود سروں کے خلاف ایتھنز میں بیٹھ کر سازش کرنی شروع کی اور چپکے چپکے اُس کی تیاریاں کرنے لگے۔ آزادی کے بہت سے دلدادہ ایسے بھی تھے جو شہر تھبز میں رہ گئے تھے، اور اُنھوں نے ایک شخص مسمی خارون کو اپنا رہبر تسلیم کر لیا تھا۔ وہ اچھی طرح سے جانتے تھے کہ جبر و تشدد سے کچھ کام نہیں چلیگا، بلکہ اپنے مخالفوں کو نیچا دکھانے کا واحد طریقہ یہ ہے کہ اُنھیں یک بیک نرغے میں لے لیا جائے اور یہ صرف اس طرح سے ممکن ہے کہ خود دشمن کے کمپ والے کسی شخص سے میل کرلیں۔ الغرض جلا وطنوں نے دو پولیمارخوں یعنی آرخیاس اور فلیپوس کے معتمد فلداس سے ساز کر لیا، اور اُس کے

ذریعے سے وہ مختلف برسراقتدار اشخاص کی حرکات وسکنات کا پتا لگاتے رہے؛ ساتھ ہی ساتھ وہ اپنی تیاریوں سے بھی غافل نہیں ہوئے۔

۳۷۹ ق م میں میلون اور پیلوپی داس خفیہ طور پر تھبز آئے، اور (زینوفون کی تحریر کے بموجب) ایک دن رات مسلسل خارون کے مکان میں چھپے رہے۔ ان کا اصل مقصد یہ تھا کہ دونوں پولیمارخوں اور لیون تیادیس پر یک بیک حملہ کر کے ان کا خاتمہ کر دیا جائے۔ ان پولیمارخوں کی مدت عہدہ ختم ہو چکی تھی، چنانچہ وہ اپنے دوستوں کو اس موقع پر دعوت دینے والے تھے۔ فی لداس نے جن پر ان کا پورا بھروسا اور اعتماد تھا، ان سے یہ وعدہ کیا کہ دعوت کے موقع پر وہ تھبز کی سب سے خوبرو لڑکیوں کو اپنے ساتھ لائیگا۔ لیکن جب اس دعوت کا وقت آیا تو اس نے لڑکیوں کے عوض ان سازشیوں کو جو زنانہ بھیس بدلے ہوئے تھے، لا کھڑا کیا۔ پلوٹارک کا بیان ہے کہ ان کے آنے سے ذرا پہلے آرخیاس کے پاس ایک خط آیا تھا جس میں اسے آنے والے خطرے سے متنبہ کیا گیا تھا، لیکن اس نے "کار ضروری کل پر رکھ کر" خط کو بے پڑھے ایک طرف رکھ دیا۔ بہر حال پولیمارخوں کو خنجر سے ہلاک کر کے وہ لیون تیادیس کے گھر میں گھس گئے اور اس کا بھی خاتمہ کر دیا۔ سازشیوں کے فریق کے بہت سے افراد قید تھے، اور اس بہانے سے کہ وہ کسی قیدی کو (پولیمارخوں کے حکم سے) نکالنا چاہتے ہیں، وہ قید خانے میں گھس گئے اور داروغۂ محبس کو جان سے مار کر قیدیوں کو رہا کر دیا۔ بعد ازاں انھوں نے ان ہتھیاروں پر قبضہ کر لیا جو چڑھاووں کے طور پر برآمدہ ہائے عامہ میں لٹکے ہوئے تھے، اور مسلح ہو کر امفیوم پر قابض ہو گئے۔ جب صبح ہوئی تو انھوں نے رات کے تمام کارناموں کا اعلان کر دیا، چنانچہ یہ سب واقعات سن کر اکثر تھبزی بھی ان سے آکر مل گئے۔ لیکن کادمیہ کی تسخیر کرنے کا مشکل کام ہنوز باقی تھا، اور اس پر ابھی تک اسپارٹی ہی قابض تھے۔ انھیں یہ اچھی طرح سے معلوم تھا کہ پلاٹیہ اور تھسپیا میں تھبز کو نفرت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے، چنانچہ انھوں نے ان مقامات پر کمک طلب کرنے کی غرض سے قاصد روانہ کیے۔

باب ۸ یوں تو ویسے ہی اسپارٹی مدافعت کا تہیہ کیئے ہوئے تھے، لیکن وہ اس کمک کے نہایت بیتابی سے منتظر تھے۔ پلاٹیہ نے ضرور اپنی فوج بھیجی لیکن اُسے شکست اٹھانی پڑی۔ اس کے برخلاف تھبنز نے اُس احسان کا معاوضہ ادا کیا جو تھبزیوں نے تھراسی بولوس کی مدد کر کے اُن پر کیا تھا، چنانچہ اُنھوں نے اپنی فوج تھبنز کی مدد کرنے کی غرض سے روانہ کر دی۔ ایتھنز میں اس قدر جوش پھیلا کہ دو ایتھنزی سپہ سالاروں نے اس مہم میں بذات خاص حصہ لیا، گو نہ تو اُن کے پاس جمعیت ایتھنز سے کوئی حکم آیا تھا اور نہ جمعیت کی کثرت آراء اُن کے اس فعل کے موافق تھی حقیقت یہ ہے کہ ایتھنزی جمعیت اصولاً اس لئے اسپارٹا کے خلاف جنگ آزمائی کرنا پسند نہ کرتی تھی کہ تھبنز میں اسپارٹی اقتدار کے باعث اُنھیں دو بڑے بڑے فائدے حاصل ہو گئے تھے، یعنی ایک تو اُنھیں پلاٹیہ واپس مل گیا اور دوسرے اُنکا سرحدی شہر اوروپس پر قبضہ ہو گیا تھا۔ بہرحال کاڈمیہ کے اسپارٹی سپہ سالار نے واقعات و حالات کو ملحوظ رکھ کر یہ نتیجہ نکالا کہ وہ اس پر زیادہ دیر تک قابض نہیں رہ سکتا، لہذا قلعہ تھبزیوں کے حوالے کر کے وہ شہر سے نکل گیا، لیکن اُسکے ساتھ جو تھبزی شہر سے نکل کر چلے جا رہے تھے اُنھیں اُس کے ہموطنوں نے پکڑ کر خود اسپارٹیوں کے روبرو قتل کر دیا۔ یہ واقعہ کوئی انوکھا واقعہ نہیں ہے اسلئے کہ ہم جانتے ہیں کہ کسی زمانے میں کلیومنیس بھی اپنے ایتھنزی دوستوں کے ساتھ بھی بالکل ایسے ہی پیش آیا تھا۔ بہرحال جب اسپارٹی کماندار اسپارٹا پہنچا تو اُس پر فوراً مقدمہ قائم کیا گیا اور اُسے سزائے موت دی گئی۔ اسپارٹیوں نے اب تھبنز پر حملہ کرنے کا تہیہ کیا، اور حملہ آور فوج کی سپہ سالاری کے فرائض اگے سی لاؤس کے تفویض ہوئے، لیکن اُس نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ وہ ضعف پیری کی وجہ سے یہ فرض ادا کرنے کے قابل نہیں رہا، چنانچہ اُس کے عوض اگے سی پولس کا بھائی اور جانشین کلیومبروتوس کماندار مقرر ہوا۔ وہ پلاٹیہ ہو کر تھبنز کے قریب کینوس کیفالائے پہنچا جہاں وہ سولہ دن متواتر تھبزیوں کا منتظر رہا، لیکن جب تھبزی نظر ہی نہیں آئے تو اسپارٹی حقوق کی حفاظت کرنے کی غرض سے اسفودریاس نامی ہارموست کی ماتحتی میں فوج چھوڑ کر وہ خود واپس

چلا گیا۔[1]
اسی دوران میں ایتھنز کے جذبات میں ایک خاص قسم کی تبدیلی پیدا

---

[1] تھبز کی آزادی؛ اس کے لئے اسناد؛ زینوفون: "ہیلے نیکا" ۱ تا ۱۰؛ Plut. gen. Socr.
Plut. Pelop. ۲ تا ۱۱۔ ان اسناد کی تنقید کے لئے دیکھو کوئیک: "سوانح عمری پیلوپداس میں پلوٹارک کا ماخذ" Queck : De fontibus Plut. in vita Pelop, ڈرائبرگ ۱۸۶۶ء؛ ہانسکے: "پلوٹارک بحیثیت ایک بیوتی کے" Hanske : Plutarch als Boeoter درتسن ۱۸۸۳ء؛ فون شٹرن: "زینوفون کی کتاب ہیلے نیکا اور بیوتی تاریخی روایات" Von Stern : Xenophons Hellenica und die boiot. Geschichtueberlieferung ڈورپٹ ۱۸۸۷ء۔ فون شٹرن یہ فرض کر لیتا ہے کہ پلوٹارک نے بیوتی دیولی سے دورس اور انا کسس کا تاریخی مواد gen. Socr, میں اور سالس تحقیقیں کو اپنی سوانح عمری پیلوپداس میں استعمال کیا، درانحالیکہ موخر الذکر نے پہلے کے دونوں مورخوں سے اپنی تصنیف میں مدد لی تھی۔ علاوہ ازیں نیپوس نے اپنی کتاب "پولی اسے نوس" ۲، ۳، ۱ میں چند نہایت عجیب وغریب غلطیاں ملتی ہیں۔ دیودورس (۱۵، ۲۵) نے عام رائے دینے پر ہی اکتفا کیا ہے۔ ہماری اسناد دراصل دو ہی ہیں، یعنی زینوفون اور پلوٹارک؛ ان میں سے زینوفون تو جو کچھ کہتا ہے، سوچ سمجھ کر کہتا ہے، لیکن پلوٹارک بعض مرتبہ جوش میں بھر جاتا ہے۔ زمانۂ حال کے مصنفوں نے زینوفون کے بجائے پلوٹارک کا اتباع اس لئے کیا ہے کہ اُن کے نزدیک زینوفون کی بعض رایوں میں فریقیانہ جھلک پائی جاتی ہے؛ لیکن جیسا فون شٹرن اپنی کتاب کے صفحۂ ۴۴ پر ثابت کرتا ہے، یہ امر واقعے کے خلاف ہے۔ میں اُس کی اس رائے سے متفق نہیں ہوں کہ جہاں زینوفون خاموش ہو وہاں بھی پلوٹارک سے کام نہیں لینا چاہئے۔ خود زینوفون (۵، ۴، ۷) کہتا ہے کہ بعض کا خیال یہ ہے اور بعض کا وہ۔ زینوفون اور پلوٹارک اپنے اپنے واقعات مختلف اصول کی بنا پر منتخب کرتے ہیں؛ اس لئے ممکن ہے کہ باوجود فون شٹرن کی رائے کے (۵۵) پلوٹارک نے "پیلوپداس" میں جو فقرہ "کار ضروری کل پہ رکھو" نقل کیا ہے، ممکن ہے کہ وہ صحیح ہو۔ یہ سچ ہے کہ فون شٹرن کے قول کے بموجب آرخیاس نے بے چینی کے آثار دکھائے تھے، لیکن ہمیں یہ یاد رکھنا چاہئے کہ ہمیشہ شرابیوں کے افعال منطقی معیار پر پورے نہیں اُترتے۔ اس کے برعکس زینوفون کا بیان ۵، ۴، ۶

باب ۸

ہوتی ہے۔ ایتھنز یوں نے اُن دو اشراف کو جنھوں نے کادمیہ کے محافظ لشکر پر ذاتی طور پر پیش قدمی کی تھی، مقدمہ قائم کیا، اور انھیں مجرم گردانا۔ ان میں سے ایک کو تو سزائے موت دی گئی لیکن دوسرا فرار ہو گیا۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایتھنز چاہتا تھا کہ اسپارٹا کے ساتھ خوشگوار تعلقات قائم رکھے۔ لیکن ان خوش آئند توقعات پر اسفوڈریاس اور خود اسپارٹیوں کے فعل سے گویا پانی پڑ گیا۔ سنہ ۳۷۸ ق م میں اسفوڈریاس نے ایٹیکا پر اس خیال سے حملہ کیا کہ وہ پیرائیوس پر قابض ہو جائیگا؛ لیکن وہ صرف میدان تھریا تک، جو ایلیوسس کے قریب واقع ہے، پہنچا ہی تھا کہ خود اپنی جرأت وہمت سے خوف زدہ ہو کر پیچھے پلٹ پڑا؛ لیکن واپس ہوتے ہوتے اُس نے ایٹیکا کے دیہاتوں کو تاخت وتاراج کر دیا۔ اس کے جواب میں ایتھنزیوں نے تین اسپارٹی سفیروں کو جو اُس وقت ایتھنز میں اپنے پروکسی نوس کالیاس کے یہاں ٹھہرے ہوئے تھے، گرفتار کر لیا۔ لیکن سفیروں نے یہ بیان کیا کہ انھیں اسفوڈریاس کی خواہشات کا مطلق کوئی علم نہیں ہے، اور اسی کے ساتھ ایتھنزیوں کو یہ یقین دلایا کہ افوروں نے اس حملے کی مطلق کوئی تیاری نہیں کی بلکہ وہ اسفوڈریاس کو بہت جلد اس حرکت کا مزا چکھا دیں گے۔ یہ سُن کر ایتھنزیوں نے اُن سفیروں کو رہا کر دیا۔ لیکن زینوفون لکھتا ہے کہ اسفوڈریاس کا بیٹا اگےسی لاؤس کے بیٹے آرخی داموس کا دوست تھا؛ چنانچہ موخرالذکر نے اگےسی لاؤس کو اس پر آمادہ کیا کہ وہ اسفوڈریاس کے خلاف رائے نہ دے؛ اور چونکہ اُس کی رائے نہایت وقیع تھی، نیز چونکہ کلیومبروتوس برابر اسفوڈریاس کا ساتھ دے رہا تھا اس لئے اُس کی مخالفت کے لئے کوئی سر برآوردہ شخص باقی نہیں رہا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اسفوڈریاس بالآخر چھوٹ گیا۔ قدما کے خیال کے بموجب تھبزی یہ نہیں چاہتے تھے کہ ایتھنز و اسپارٹا متحد ومتفق رہیں؛ چنانچہ اُنھوں ہی نے اسفوڈریاس کو ایٹیکا پر حملہ کرنے کے لئے کہا تھا۔ اس میں تو شبہ نہیں

بقیہ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ مشتبہ سمجھ سکتے ہیں اس لئے کہ یہاں اُس نے جو الفاظ استعمال کئے ہیں اُن سے ہیرودوٹس ۵، ۲۰۵ کا اثر ظاہر ہوتا ہے۔ لیکن اگر واقعات ایک سے ہوں تو بہت سے لوگوں کا طرز عمل ایک ہی سا ہوتا ہے۔ کادمیہ کا بیان کرتے ہوئے دیودوروس ۱۵، ۲۷ اپنی خطابت ختم کر دیتا ہے۔

۲ اسکے مطابق تھبزیوں نے اسی زمانے میں اسپارٹا سے صلح کی گفت وشنید کی ابتدا کی۔ Plat: Isocr.

باب ۶

کہ اس ناکام حملے سے علاوہ تھبز کے کسی کو مطلق کوئی فائدہ نہیں پہنچا اس لئے کہ آخرالامر اس کے بعد اتھینز اپنے تلون کو دور کر کے تھبز کا ساتھی ہو گیا، اور ممکن ہے کہ اسی مقصد کے حصول کی غرض سے تھبزیوں نے یہ طریقہ ایجاد کیا ہو۔ لیکن اگر اسفودریاس اپنی حوصلہ مندی کے ساتھ بیوقوف نہ ہوتا تو وہ کبھی فی بدا اس کے قدم بقدم چلنے کی کوشش نہ کرتا[۵۳]۔ حقیقت یہ ہے کہ صورت حال بہت کچھ بدلی ہوئی تھی۔ اگر بالفرض وہ پرائیوس پر قبضہ کر لیتا پھر بھی اس سے اسپارٹا کی مشکلات کا آغاز ہی ہوتا، اور یہ اُن مشکلات سے بالکل مغائر ہوتیں جن سے تھبز کو دوچار ہونا پڑا[۵۴]۔

سنہ ۵۳ اسفودریاس؛ زینوفون اور پلوٹارک دونوں یہ فرض کر لیتے ہیں کہ تھبز ہی نے ترکیب چلی ہوگی۔ ("پیلوپی داس" ۱۴؛ "آگیسی لاؤس" ۲۴) - زینوفون ۵، ۴، ۲۰ کے مطابق اُنھوں نے اسفودریاس کو رشوت تک دی۔ مقابلہ کرو فون شٹرن ۶۷۔ معلوم ہوتا ہے کہ بیوتی اپنی چالبازی کا بڑے فخر سے ذکر کرتے تھے۔

سنہ ۵۴ بیوتیہ کی چوتھی صدی ق م کا خاکہ اس کے سکوں سے ظاہر ہوتا ہے۔ اس کے لئے دیکھو ہیڈ: سکہ جات بیوتیہ"، لندن ۱۸۸۱ء Heao : coins of Boeotia, Num. Chron. (جدیدۂ سکوکیات) ۳۹۵ ق م سے ۳۸۷ ق م تک لیگ کے ایلکٹرون اور چاندی، دونوں دھاتوں کے سکوں پر حرف ⊖ کندہ ملتا ہے۔ ۳۸۷ ق م (صلحنامۂ انتالکداس) سے تقریباً ۳۷۴ ق م تک کم وبیش ہر بیوتی شہر اپنا اپنا سکہ ڈھالتا تھا، خئیرونیہ، کوپائے، کورونیہ، ہالیارتوس، لبادیہ، میکالے سوس، ایرخومینوس (اسی طرح کندہ ہے) پلاٹیہ (پہلی مرتبہ) تناگرا، تھس پیائے اور تھبز سب میں علٰحدہ علٰحدہ سکے ڈھالے جاتے تھے۔ تھبز کی آزادی سے جنگ خئیرونیہ تک صرف تھبز میں ہی ٹکسال رہجاتی ہے، اور اُس کے سکوں پر بیوتی ڈھال، دو دستہ صراحی اور عاملوں (غالباً پولیمارخوں) کے نام کندہ ہیں (ہیڈ صفحہ ۶۱)۔ گارڈنر: "انواع" Gardner:Types (صفحہ ۱۱) میرون کو ایک بہت بڑا نقاش قرار دیکر پانچویں صدی ق م کے بہت سے بیوتی سکوں (خصوصاً انھیں جن پر ہرقل کی شبیہ کندہ ہے) اُسی کیطرف منسوب کرتا ہے (تصویر ۳، ۴۴/۴۴)۔

باب ہفتم

ایک جدید لیگ کے قیام کے باعث ایتھنز کا عروج۔

تھبز اسپارٹا کے خلاف اپنی حیثیت قائم رکھتا ہے۔

خابریاس۔ تمو دیوس۔ یاسون والیٔ فیرائے

سنہ ۳۷۷ ق م تا سنہ ۳۷۴ ق م

ایتھنز نے یہ دیکھ کر کہ تھبز آزاد ہو گیا ہے اور اسپارٹیوں کی سفیہانہ حرکات برابر جاری ہیں، موجودہ حالات سے فائدہ اٹھایا اور آخر کار اسپارٹا سے قطعاً بے تعلق اور خود مختار ہو گیا۔ ان واقعات کی اصلیت سمجھنے کے لئے اس کی ضرورت ہے کہ ہم اس سے پہلے کے چند سالوں کی کیفیات پر سرسری نظر ڈالیں۔

سنہ ۳۹۴ ق م میں کونون نے بحیرۂ ایجین میں ایتھنزی اقتدار کا از سر نو احیا کیا، اور (غالباً سنہ ۳۸۹ ق م میں) تھراسی بولوس نے اُس کے طرز عمل کو قائم رکھا۔ انھیں ایام میں ایتھنز اور تھریس، ایشیائے کوچک، اور جزائر کے مختلف جدیات کے مابین چند عہد نامے ہوئے جن کے بموجب ایتھنز کو اُسی قسم کے حقوق حاصل ہو گئے جو اُسے اپنی قدیم سیادت کے عہد میں حاصل تھے۔ اُس نے محض اُن عہد ناموں پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ دیونی سیوس نے خود سرقوسہ کے ساتھ دوستانہ تعلقات قائم کرنے کی کوشش کر کے اپنا دائرۂ اثر وسیع کرنا چاہا، اور ساتھ ہی چونکہ ایران اُس کی (یعنی ایتھنز کی) پشت پناہی کے لئے ہمیشہ تیار رہتا تھا اس لئے اُس کی مادی قوت میں بہت کچھ اضافہ ہو گیا۔ اس میں شبہ نہیں کہ صلحنامۂ شہنشاہی خود ایتھنز کیلئے بھی

باب ۳

نقصان رساں تھا، لیکن اُسے اس سے کچھ نہ کچھ فائدہ ضرور حاصل ہوا تھا، یعنی وہ اس کے بعد بھی جزائر لیمنوس، اِمبروس اور سکی روس پر برابر قابض تھا۔ بہرحال اُسنے نہایت خاموشی کے ساتھ غیر ایشیائی اقوام کے ساتھ عہدنامے کرنے کا گویا حق حاصل کر کے اپنے سپہ سالار خابریاس کے ذریعے سے مصری معاملات میں مداخلت کردی۔ مصر سلطنت ایران سے باغی ہوگیا تھا اور اُس پر مصری حکمران حکومت کرتے تھے۔ چنانچہ ۳۸۰ ق م سے ۳۶۹ ق م تک یہاں کا فرماں روا نکتانیبوس تھا اور یہ الیواغورس کا حلیف تھا۔ الیواغورس نے بھی ایران کے خلاف علم بغاوت بلند کردیا تھا، لیکن باوجود متعدد بار ایران سے برسرِ پیکار ہونے کے اُسے آخرکار ہتھیار ڈال ہی دینا پڑے جس کے باعث ایرانیوں نے نہایت اطمینان سے مصر کا رخ کیا۔ اس وقت تک تو خابریاس الیواغورس کا خدمتگار تھا، لیکن الیواغورس کی ناکامی کے بعد اُسے نکتانیبوس نے بلاکر اجیر سپاہیوں کے ایک بڑے لشکر کی سپہ سالاری پر مامور کردیا۔ ظاہر ہے کہ خابریاس کو مصر اتھینزیوں نے نہیں بھیجا تھا بلکہ وہ اُس ملک میں اپنی ہی خوشی سے گیا تھا، لیکن یہ امر ضرور قابل لحاظ تھا کہ مصری فوج کا سپہ سالار ایک اتھنزی کماندار ہو؛ اس سے اتھنز کی شہرت میں چار چاند لگ گئے اور لوگوں کو اُس کی قوت و سطوت کا اندازہ ہوگیا۔ خابریاس زیادہ دنوں تک مصر میں مقیم نہیں رہا اس لئے کہ شہنشاہ ایران کے حکم سے اتھنزیوں نے اُسے واپس بلالیا[1]۔

الغرض اتھنز کے حوصلوں اور آرزوؤں میں پھر ایک خاص کیفیت پیدا ہوگئی تھی، اور جب بیوشیہ میں اسپارٹا کو زک مل گئی تو اُس نے اپنی تمامتر توجہ ایک نئی لیگ کو مرتب کرنے کی طرف مبذول کردی۔ حقیقت یہ ہے کہ اس لیگ کے قیام کیلئے مواد پیشتر ہی سے تیار تھا، اور ۳۷۸ ق م میں اتھنز نے اُس کی تکمیل کی طرف صرف آخری قدم رکھ کر اُس کی تکمیل کردی۔ اغلب امر یہ ہے کہ اگر اسپارٹا نے خود اپنے مفاد کو

---

[1] مصر خابریاس؛ دیودورس ۱۵، ۲ تا ۸، ۹، ۱۸، ۲۹- پیلی بیوس ۳۹، ۱، ۲ Schol-art.
Plut. مقابلہ کرو ویڈمان: تاریخ مصر Wiedemann : Aegypt. Gesch. ۲، ۲، ۷ و ۳، ۷ -

باب ۸

قربان نہ کر دیا ہوتا اور اپنی قوت و اقتدار کو غلط طور پر استعمال کر کے ایتھنز کی دشمنی مول نہ لے لی ہوتی تو ایتھنز صرف اسی حکمت عملی پر اکتفا کرتا جیسے کونون اور تھر اسی بولوس نے اختیار کیا تھا، یعنی زیادہ سے زیادہ یہ کرتا کہ بحری حکومتوں سے اسی قسم کے محالفے کرے جیسے فارنیلیس اور کونون کے عہد میں ایتھنزی لیگ نے کئے تھے۔ لیکن اب تھیبز کے عروج اور اسفوڈریاس کے طرز عمل سے صورت حال میں تبدیلی پیدا ہو چکی تھی، اور اس جدید ایتھنزی لیگ کا مقصد علی الاعلان یہ تھا کہ وہ اسپارٹا کے ظلم وستم سے ہر ایک یونانی ریاست کو محفوظ رکھنے کی خواہش مند ہے۔ ظاہر ہے کہ اس قسم کی لیگ میں اراکین کی تو کوئی کمی نہ ہوگی، لیکن ساتھ ہی اس کی بنیاد مستحکم و دیرپا بھی ہونا ممکن تھا۔ چونکہ اس جدید محالفے کا اساسی اصول یہ تھا کہ آزادی کی حفاظت کی جائے، اس لئے اس میں اور قدیم ایتھنزی لیگ میں کچھ نہ کچھ فرق ہونا لازمی تھا۔ ارسطاطالیس ساکن مار اتھون کی تحریک پر ۳۷۷ ق م میں ایک قرارداد منظور ہوئی جس میں اس کی سیاسی تنظیم کے اصول مدون کئے گئے؛ اس کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں انھیں اصول کا اعادہ کیا گیا ہے جن کا ایتھنز اعلان کر چکا تھا۔ اس کے مطابق لیگ کا مقصد یہ تھا کہ اس کے ذریعے سے ممالک یونان کی آزادی کو اسپارٹا کی دستبرد سے محفوظ رکھا جائیگا۔ لیکن ہمیں یہ امر واضح کر دینا چاہیئے کہ یہاں یونان سے مراد صرف یوروپی یونان اور جزائر سے تھی اور ایتھنز نے صلح نامۂ شہنشاہی کو تسلیم کر کے ایشیائی یونانیوں پر سلطنت ایران کی سیادت کو تسلیم کر لیا تھا۔ ہم یہ دیکھ چکے ہیں کہ پانچویں صدی ق م میں ایتھنز نے اراکین لیگ کی اراضی پر خود اپنی نوآبادیاں قائم کر کے انھیں ناراض کر دیا تھا، چنانچہ اس مرتبہ انھوں نے یہ عقلمندی کی کہ اپنے حلیفوں کو ہموار کرنے کی غرض سے چھوٹتے ہی ان سے یہ وعدہ کر لیا کہ وہ اراکین لیگ کی اراضی پر قبضہ کرنے کی کوشش نہیں کریں گے۔ ایک بالکل نئے دستور کی تنظیم کی گئی اور آئندہ لیگ کی قراردادوں کے نفاذ کے لئے قواعد و ضوابط مدون کئے گئے جو نہایت ہی قابل لحاظ تھے۔ یہ قرار پایا کہ لیگ کے دو حصے کئے جائیں ایک میں صرف ایتھنز سمجھا جائے اور دیگر حلفائی ایک سی نیڈریون یا مجلس ایتھنز میں منعقد ہوا کرے جس میں خود ایتھنز رکن نہ ہو؛ اس

باب

اس مجلس کی جملہ قرار دادوں کو خواہ اُن کی تحریک خود ایتھنز نے کی ہو یا نہ کی ہو، خود ایتھنزیوں کے سامنے بھیجا جاتا اور انھیں اُن کے منظور یا نامنظور کرنے کا کُلّیتہً اختیار رہوتا۔ اس سبب سے یہ ناممکن ہو گیا کہ لیگ کوئی ایسی تحریک منظور کرے جس سے ایتھنز اختلاف کرتا ہو، لیکن اسی کے ساتھ ایتھنز کو بھی کسی ایسے طرز عمل کا اختیار نہیں رہا جس کی مخالفت پر ارکین کی زیادہ تعداد کمربستہ ہو۔ اس سے یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ گو ایتھنز کو اس نئی لیگ میں اب بھی چند مخصوص اختیارات حاصل تھے، لیکن پانچویں صدی ق م کی صورت حال کی طرح اُسے کسی قسم کا مطلق اقتدار نہیں رہا تھا۔ باوجود ان تمام باتوں کے ہمارے پاس اس امر کے باور کرنے کے اسباب ہیں کہ اب بھی اس کا مقصد یہی تھا کہ اپنا کھویا ہوا اقتدار از سر نو حاصل کرے؛ چنانچہ گو اس نے "خراج" (فوروس) کا مطالبہ نہیں کیا، لیکن "محاصل" (سیوں ٹاکس) عائد کئے، اور ان دونوں میں لفظی فرق ہو معنوی فرق نہ تھا؛ حقیقت یہ ہے کہ ایتھنز نے صرف یہی کافی سمجھا کہ جس لفظ سے اُس کے حلیفوں کو دلی نفرت تھی اُسے استعمال کرنے سے گریز کرے۔ ہر ایک رکن کو جہاز اور سپاہی مہیا کرنے پڑتے، لیکن پہلے کی طرح اگر کوئی بلدیہ یکمشت رقم معینہ ادا کر دیتا تو وہ اس بار سے سبکدوش ہو جاتا۔ علاوہ ازیں ایتھنز کی قدیم عدالتی سیادت کا از سر نو احیا کرنے کی غرض سے آسانیاں پیدا کی گئیں اور اس بارے نہیں مختلف ریاستوں کو گویا ایتھنز کے ساتھ سمجھوتا کرنے کی آزادی دی گئی۔ الغرض ایتھنزی اپنی تمام تر قوت اس مقصد کے حصول کے لئے صرف کر رہے تھے کہ وہ آزادی کے ایک عظیم الشان دائرے کے اندر اپنی سلطنت قائم کر لیں۔ ساتھ ہی ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ لیگ نے خاص شہر ایتھنز پر بھی مالی بوجھ ڈالا اور عین اُسی سال میں جس میں اُس کی بنیاد پڑی آتس فورایا براہ راست محصول کا از سر نو تعین کیا گیا (دیکھو باب ۱۳) گو ایتھنزی اس محصول کو ناپسند کرتے تھے لیکن اُس کی ضرورت روز بروز واضح ہوتی جا رہی تھی۔

ایتھنزی قرارداد کی اُس نقل میں جو ہم تک پہنچی ہے، آٹھ بلدیات کے نام درج ہیں جو لیگ میں یکے بعد دیگرے شامل ہوئے۔ لیگ کے ابتدائی دو برسوں

باب ۶ خیوس، متی لنہ، میتھمنا، رھوڈز اور بزنطہ، یعنی وہ تمام بلدیات شامل تھے جو ساحل ایشیا پر یا تھریس میں تھے۔ بعد ازاں اس میں تینے دوس، خالکس ایریتریا دیگر یوبیائی بلدیات اور تھبز بھی شامل ہو گئے۔ تھبز کا شمول اس وجہ سے اور بھی زیادہ معنی خیز تھا کہ اس سے یہ ظاہر ہو گیا کہ لیگ کا تعلق محض بحری امور سے نہیں، بلکہ جیسے جنگ کنیدوس سے پہلے تھبز نے تحریک کی تھی، اس کا مقصد تمام بلاد یونان پر حاوی ہونے کا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس مقصد میں کامیابی ممکن نہ تھی، اور خود تھبز بھی آسانی سے ایتھنز کے روز افزوں اثر کو برداشت نہیں کر سکتا تھا، بلکہ بہت جلد وہ خود اس قدر قوی ہو گیا کہ اس نے کسی بیرونی اثر کے سامنے سر جھکانے سے صاف انکار کر دیا، اور ایتھنز سے تو خاص طور پر اُسے پرخاش ہو گئی۔ ان شہروں کے بعد جزائر اور تھریس کے شہر اس لیگ میں آ گئے، اور آخری مقامات جو اس میں شامل ہوئے وہ مغربی اقوام و حکمران تھے مثلاً کورکائرا، اکارنانی قوم، باشندگان کیفالونیہ، مولوسی شہزادگان مسمی الکیتاس و نیو بطلیموس اور جزیرۂ زاکینتھوس کا شہر نیلوس۔ الغرض جب لیگ کا انتظام پایۂ تکمیل کو پہنچا تو اس میں تقریباً ستر بلاد و اقوام شامل تھے۔[۱]

---

[۱] ۳۷۸ ق م کی ایتھنزی لیگ کے لیے دیکھو بوسولٹ: "دوسری ایتھنزی لیگ" Busolt : Der Zweite athenische Bund, N. Jahr جلد ۷، صفحہ ۶۶۳ وغیرہ؛ لینتز: "مجلس محالفہ" Senz : Das Synedrion der Bundesgenossen کیونگز برگ ۱۸۸۰ء؛ ہیوک: "محالفے کی مجلس ملی" Hoek : Der Rath der Bundesgen ; N. Jahrb جلد ۱۱۷؛ شیفر: "دیموس تھنیس" ۱، ۲۹؛ گلبرٹ و بوسولٹ کے "کتابچہ جات"۔

[۲] ۳۷۸ ق م جیسے بعید زمانے میں بھی ایتھنز کا اقتدار اس قدر بڑھ گیا تھا کہ ایتھنزی "اپنی سیادت" پر بحث کرنے لگے تھے (Isocr : Paneg ۱۶، ۲۰)۔ یہی مصنف (۱۱۴) کلیرؤخیوں سے دست برداری کی بھی پیش بندی کرتا ہے۔ دیکھو شیفر: "محالفۂ ایتھنز" Schaeffer : Dess c. Athen. in T لائپزگ ۱۸۵۶ء؛ "مجموعۂ نوشتہ جات اٹیکا" ۲، ۱۷؛ ڈٹن برگر ۶۳؛ ہکس ۸۱؛ "مقابلہ کرو واخسموت: بلدیۂ ایتھنز" Wachsmuth ;

باب
اس لیگ نے اپنا مقصد یہ ظاہر کیا کہ وہ اسپارٹا کی دست درازیوں کے خلاف یونانی مملکتوں کی آزادی برقرار رکھیگی، اور یہی دراصل اُس کے سیاسی ایوان کی اساسی کمزوری تھی۔ اس اعلان سے گویا یہ مسئلہ زیر بحث آگیا کہ اگر سیاسی صورت حال کے تبدیل ہونے کی وجہ سے اسپارٹا سے خوف جاتا رہے تو کیا لیگ کا بھی خاتمہ ہو جائیگا۔ یونانیوں کی کیفیت یہ تھی کہ جب کبھی اُنھیں کسی فوری خطرے سے دوچار ہونا پڑتا تو وہ ایک حد تک باہمی اتحاد کے رشتے میں منسلک ہو کر اس خطرے سے چھٹکارا حاصل کر لیتے تھے، لیکن جب وہ خطرہ رفع ہو جاتا تو اس کے بعد اُن کا فطری اور ناقابل زوال جذبۂ حریت از سر نو اُبھر آتا اور وہ خود مختاری حاصل کرنے کے درپے ہو جائے۔ یہی اب بھی ہوا اور جدید ایتھنزی لیگ کے بہت جلد ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔
اس کے بعد جو دور آتا ہے اُس میں لیگ کی حیثیت محض ثانوی رہ جاتی ہے گو اس میں شبہ نہیں کہ اس کے ذریعے سے ایتھنز کو اپنی قوت و اقتدار کے بڑھانے میں بہت کچھ مدد ملتی ہے۔ یونان میں تین مملکتیں ایسی رہیں جو نہایت پیش پیش رہیں، یعنی اسپارٹا، ایتھنز اور تھبز؛ ان کی جلت پھرت اور سیاسی عمل کے باعث ان کے مقاصد میں باہمی تصادم ہوتا ہے جس کی وجہ سے تمام یونان

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ Die Stadt Athen ۲، ۲۷۴۔ منجملہ مورخوں کے دیودورس ہماری واحد سند ہے، اور اس کے ابواب ۲۸ تا ۳۵ نہایت ہی کار آمد ہیں۔
نیز مقابلہ کرو گرتیوس: "تاریخ یونان" ۳ (۶)، ۵۹، ۶۰، ۷۶، اور فوکارٹ:
جریدۂ مطالعات یونان" ۱۸۸۹ء صفحہ ۳۵ وغیرہ۔ مشرق میں خابریاس اور تمودیوس نے مختلف اقوام کو لیگ میں شامل ہونے کے لیے آمادہ کیا اور مغرب میں صرف تمودیوس نے۔ سکوں پر لیگ کا مطلق ہدایہ نہیں ڈیلوس ۳۷۷ ق م میں ایتھنز کے اثر میں آیا؛ شیوفر، "معاملات جزیرۂ ڈیلوس" Schœffer De Deli ins. rebus برلن ۱۸۸۹ء صفحہ ۵۶۔
۳۷۸ ق م سے ایتھنز اور تھریس کے باہمی تعلقات کا بیان اا، ہیوک کی کتاب "ایتھنز کی تدابیر تھریس میں" De rebus ab Atheniens in Thracia etc. gestis ۱۸۴۴ء صفحہ ۴ پر دیا ہوا ہے

باب ۳

لرزہ براندام ہو جاتا ہے۔ ابتدا میں اسپارٹا خفیف ہو رہا ہے اور اُن زیادتیوں کو برداشت نہیں کر سکتا، جو اُس پر کی گئی ہیں، چنانچہ وہ جنگ کو از سرِ نو جاری کرنا ہی بہتر سمجھتا ہے۔ اس کے بعد تھیبز بھی نچلا بیٹھنا پسند نہیں کرتا۔ اس باہمی تصادم کے عہد میں ایتھنز برابر ان دونوں کے توڑ جوڑ کو بغور دیکھ رہا ہے اور اپنے وسائل سے کام نکال رہا ہے، اور اس فکر میں ہے کہ موقع ملے تو میں فریقین کے درمیان آجاؤں۔ الغرض آئندہ چند سال کے زمانے میں اسپارٹا اور تھیبز کی باہمی کشمکش اُس عہد کی تاریخ یونان کا ممتاز ترین واقعہ ہے۔

اسی عہد میں اسپارٹیوں نے بھی اپنے زعم میں تھیبز کو مغلوب کرنے یا کم از کم اُسے شدید نقصان پہنچانے کی غرض سے اپنی لیگ کی بھی از سرِ نو تنظیم کی۔ اُنھوں نے اسے نو حصوں میں منقسم کیا، جن میں سے دو حصوں میں آرکیڈیا، اور ایک ایک حصے میں ایلس، اکائیہ، کورنتھ و میگارا، سکیون و فلیوس و بلدیات اسکٹے، فوکس و لوکرس، اولینتھوس و دیگر تھریسی حلفائے اسپارٹا شامل تھے[۵۳]۔

تھیبز کی آزادی کے سال کلیومبروتوس نے بیوتیہ پر ایک حملہ کیا تھا جس میں اُسے ناکامی ہوئی تھی، چنانچہ اب ۳۷۸ق م میں اس کا بدلہ لینے کی غرض سے اسگے سی لاؤس نے از سرِ نو بیوتیہ پر چڑھائی کی۔ زینوفون نے اپنے سرپرست کی اس مہم کا مفصل ذکر کیا ہے، لیکن اُس نے یہ واقعہ نظر انداز کر دیا ہے کہ

---

۵۳ اسپارٹی لیگ کی تنظیم؛ دیودورس ۱۵، ۳۱ - مہمات زینوفون ۵، ۴، ۳۴ تا ۴۶ ۳۷۸ق م میں خابریاس کے کارنامے؛ دیودورس ۱۵، ۳۲ - خابریاس کی فوج کا عمدہ برتاؤ؛ اُس کا مجسمہ؛ دیودورس ۱۵، ۳۲، ۳۳؛ نیپوس، خابریاس ۱ (مع حواشی مرتبہ بنیرڈ) ؛ پولی اسئے نوس ۲، ۱، ۲؛ ۳۷۸ق م میں اسپارٹی فوج کی آزادگی، پلوٹارک اسگے سی لاؤس ۲۶ - دیودورس (۱۵، ۲۷) کا یہ خیال کہ تھیبزی تھیبس پیاسے کی طرف ابتدا ہی میں بڑھے تھے، غلطی پر مبنی ہے؛ حقیقت یہ ہے کہ وہ خود اپنے بیان (باب ۳۲) کی پیش بندی کرتا ہے۔

باب ۶

اسپارٹا کے مخالفوں میں سب سے زیادہ کامیابی اتھنزی خانبریاس کو حاصل ہوئی۔ اس مہم کا ایک عجیب وغریب پہلو یہ تھا کہ غالباً چونکہ تھبزی کھلے میدان میں اسپارٹیوں سے جنگ آزمائی کرنے سے ڈرتے تھے اس لئے انھوں نے اپنے ملک کے بہترین حصے میں خندقوں کا جال پھیلادیا اور جگہ جگہ پشتے بنالئے؛ نتیجہ یہ ہوا کہ فریقین میں جو کچھ لڑائی ہوئی وہ انھیں خندقوں اور پشتوں کے چاروں طرف ہوئی، اور اگے سی لاؤس کو صرف یہ کامیابی ہوئی کہ اُس نے ملک کو برباد اور مال غنیمت پر قبضہ کرلیا۔ اپنی واپسی پر اُس نے فی بداس کو تھیس پیا میں چھوڑدیا، لیکن فی بداس کو تھبزیوں سے لڑنا پڑا، اور ایک لڑائی میں وہ خود بھی کام آیا، جس کی وجہ سے تھبزی محبان وطن کے دل بہت بڑھ گئے ۳۷۸ ق م کے موسم خزاں میں ایک اور اسپارٹی رسالہ سمندر کے راستے سے بیوتیہ روانہ ہوا، اور ۳۷۷ ق م کے موسم خزاں میں خود اگے سی لاؤس نے اسی طرف کا رخ کیا۔ بیوتیہ پہنچ کر وہ اس قدر خوش تدبیری سے لڑا کہ اُس کے حریفوں کو ایک زمانے تک سامان رسد کی کمی کی وجہ سے تکلیف اٹھانا پڑی لیکن اسی مہم کے دوران میں اگے سی لاؤس بیمار پڑ گیا اور اسکی جگہ کلیومبروتوس بیوتیہ روانہ ہوا

چونکہ اسپارٹیوں کو خشکی پر کوئی نمایاں کامیابی حاصل نہیں ہوئی تھی اسلئے اُن کے حلیفوں نے انھیں اس پر آمادہ کیا کہ وہ اتھنز کے خلاف سمندر پر قسمت آزمائی کریں۔ انھوں نے کہا کہ اگر اتھنز کسی بحری معرکے میں ہار گیا تو اسپارٹیوں کا تھبز پر بآسانی قبضہ ہو جائیگا۔ اس دلیل سے متاثر ہو کر اسپارٹا نے پولِس کی ماتحتی میں ساٹھ سہ طبقہ جہاز روانہ کئے جنھوں نے نہ صرف اتھنز کو بہت کچھ نقصان پہنچایا بلکہ جو جہاز پونتوس سے اناج لیکر آرہے تھے انھیں بھی گیرائس توس سے آگے نہ بڑھنے دیا۔ اب اتھنز میں بیداری کے آثار پیدا ہوئے، اور اس نے ایک بیڑا مرتب کیا جس کے ذریعے سے خانبریاس نے جزیرۂ ناکسوس کے قریب اسپارٹا کو شکست دی۔ یہ کامیابی اتھنز کے لئے اسلئے اور بھی زیادہ قابل لحاظ تھی کہ زمانۂ دراز سے اُسے اتنی کامیابی نہیں ہوئی تھی؛ رہی جنگ کنیدوس،

باب ۷

سو وہاں کونون کی پشت پناہی کے لئے اتھنزی بیڑا موجود تھا۔ چنانچہ جب خابریاس واپس آیا تو اُس کے ہموطنوں نے اُس پر اعزاز و مبارکباد کی گویا بوچھار کر دی۔ تھریسی ساحل پر جنگ جاری رہی اور ساتھ ہی ساتھ کونون کا بیٹا تموتیوس جو علاوہ ایک شجیع و تربیت یافتہ شہری ہونے کے ایک قابل سپہ سالار بھی تھا، جہازوں کا ایک بیڑا لیکر پیلوپونیز کی طرف چلا اور جزیرہ نما کا دورہ کر کے بحیرۂ ایونیہ میں جزیرۂ کورکائرا پر قبضہ کر لیا۔ تموتیوس کا میلان عمومیت کے بجائے اعیانیت کی طرف تھا، چنانچہ اُس نے کورکائرا والوں کو اپنا قدیم اعیانی دستور برقرار رکھنے کی اجازت دیدی۔ چونکہ وہ عادتاً ہر شخص سے نہایت خُلق سے پیش آتا تھا اس لئے اُس نے بہت سے بلدیات کو رام کر لیا اور پیلوپونیزی بیڑے کو، جو نکولوخس کی ماتحتی میں تھا، الی زیہ کے قریب ۳۷۵ ق م میں شکست دی۔[۹]

اسپارٹیوں کا یہ خیال غلط تھا کہ انھیں کسی بحری مہم سے تھبز کے ساتھ جنگ آزمائی میں فائدہ ہوگا، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ پچھلے بحری معرکوں میں انھیں جو زک پہنچی اُس سے تھبز کی سیاسی حیثیت میں گونہ اضافہ ہو گیا، اور اُس نے بیوتیہ کے اکثر حصے کو ایک عہدیت کے رشتے میں منسلک کر لیا۔ ۳۷۵ ق م میں پیلوپی داس نے "تشون مقدس" کو لے کر دشمن کو زیر کیا اور ۳۷۴ ق م میں تھبزی فوج نے آگے بڑھ کر فوکس پر حملہ کر دیا۔ گو اسپارٹا نے فوکس کو فوراً کمک روانہ کی، لیکن باوجود اپنی عہدیت کی جدید تنظیم کے (جس میں فوکس بھی شامل تھا)، وہ شمالی محاذ میں بالکل ناکام ہوئے اور انھیں اپنی ناکامی کو تسلیم کرنا پڑا۔ اسی دوران میں فارسالوس کا ایک نہایت ذی اثر شخص پولی داموس

---

[۹] جنگ ناکسوس، زینوفون ۵، ۴، ۶۱؛ دیودوروس ۱۵، ۳۴؛ پلوٹارک؛ Phoc. ۷، جو متضاد واقعات سے بھری ہوئی ہے۔ خابریاس کا اعزاز Dem : Lept ۸۴/۸۶؛ خابریاس تھریس میں؛ دیودوروس ۱۵، ۳۶؛ ایسقراطیس ۱۵، ۱۲۱ وغیرہ تموتیوس کے لئے آئندہ باب کے حواشی ملاحظہ کئے جائیں۔ نکی را، دیودوروس ۱۵، ۳۷؛ پلوٹارک، پیلوپیداس ۱۶-۱۷، فون شٹرن ۸۹۔

باب

اسپارٹا آیا اور تھسالویوں کی سیاسی کیفیت اسپارٹیوں کے سامنے پیش کرکے اُن کی مدد کا طالب ہوا۔ اُس نے کہا کہ تھسلی کا سب سے طاقتور فرماں روا فیرائے کا حکمراں یاسون ہے جو اپنے پیشرو لیکوفرون کا جانشین ہے۔ پولی داموس کے بیان کے بموجب لیکوفرون ایک نہایت قابل حکمراں تھا جس نے ایک ہزار کا لشکر منظم کرکے بہت سے تھسالوی شہر مغلوب کر لئے تھے۔ اُس نے یہ بھی کہا کہ اب یاسون کا دانت فارسالوس پر لگا ہوا ہے، اور فارسالوس کے زیر کرنے کے بعد وہ تمام ملک تھسلی پر پورے طور سے حاوی ہو جائیگا۔ یاسون نے یہ اعلان کر دیا تھا کہ حتی الامکان وہ فارسالوس پر بغیر لڑے جھگڑے قبضہ کرنا چاہتا ہے؛ لیکن اگر وہاں کے باشندوں نے اُس کا کہا نہ مانا تو وہ اُنھیں اطاعت کرنے پر مجبور کرے گا۔ فارسالوس والوں کی نگاہیں اسپارٹا ہی کی طرف اُٹھتی تھیں، بلکہ خود یاسون نے اُنھیں اسپارٹا سے مدد کی التجا کرنے کے لئے اجازت دے دی تھی۔ پولی داموس نے یہ بھی صاف کہدیا کہ یاسون نہایت حوصلہ مند اور ہمت والا آدمی ہے، جسکا مقصد یہ ہے کہ ایران جیسی سلطنت کو، جس کی کمزوریوں کا اندازہ دس ہزار کی مہم سے ہو گیا تھا، زیر کرلے۔ ان سب باتوں کو سننے کے باوجود اسپارٹیوں نے اپنی معذوری کا اظہار کیا، جس کے باعث پولیداموس کے فارسالوس پہنچتے ہی اُس کے ہم وطنوں نے ہتھیار ڈال دیے۔ یاسون تھسلی کا فرماں روا تسلیم کر لیا گیا، اور اُس نے اپنی کامیابی کے بعد جو فوج منظم کی اُس میں آٹھ ہزار سوار، بیس ہزار ہوپ لیت اور بے شمار ہلکے ہتھیار والے سپاہی تھے، اور زینوفون کہتا ہے کہ اُن شہروں کا شمار کرنا جہاں سے یہ فوج آئی تھی خالی از وقت نہیں ہے۔ یاسون کی سیادت میں تھسلی کا تاریخ عالم میں ایک ممتاز حیثیت پیدا کر لینا ناممکن معلوم نہ ہوتا تھا۔[۵]

۵ اسپارٹا میں پولیداموس، زینوفون، ۶، ۱، ۲۔ لیکوفرون کے لئے گروتیوس: تاریخ یونان، ۳ (۶)، ۳۲۸، ۶۶۲۔ یاسون، ایضاً، ۶۶۶ و ۶۶۷۔ صلح کے لئے زینوفون ۶، ۲، ۱ ۴

باب ۲۰ تھسلی کے معاملات میں اسپارٹا نے مداخلت کرنے سے جو انکار کیا اُس سے اُس نے گویا یہ تسلیم کرلیا کہ وہ اب وقت واحد میں اپنے تمام دشمنوں سے لڑنے کے قابل نہیں رہا۔ اس کے برعکس تھبز کی قوت ایتھنز یوں کیلئے ناقابل برداشت ہوگئی، چنانچہ ایتھنز نے اعیانیت پسند کالیاس کی وساطت سے اسپارٹا سے گفت وشنید شروع کردی اور آخر کار فریقین کے مابین ۳۷۱ ق م میں صلح ہوگئی۔ زینوفون تو صلح نامے کے شرائط کی بابت ساکت ہے، اور اُس کی جو تفصیل دیودورس نے دی ہے اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ اُسے ۳۷۱ ق م کے صلح نامے سے خلط مبحث ہوگیا ہے۔ خیال یہ تھا کہ "سی نیدریون" یا مجلس حلفا کی منظوری پر تھبز بھی ایتھنز کے حلیف کی حیثیت سے اُس پر دستخط کردے گا، لیکن ہم یقین سے نہیں کہہ سکتے کہ ایسا ہوا بھی یا نہیں۔

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ دیودورس ۱۵، ۳۸؛ مقابلہ کرو فون شطران ۳ ۹ وغیرہ۔
تھسلی کے دستور سیاسی کے لئے دیکھو ہرمان: "مملکت قدیم" Hermann : Staatsalterth ص ۱۷۸۔

باب ہشتم

جنگ لیوکترا تک تھبز کی ترقی کا حال

اپامینونداس

سنہ ۳۷۴ ق م تا سنہ ۳۷۱ ق م

فریقین میں صلح ہوئے کچھ زیادہ عرصہ نہ گزرنے پایا تھا کہ اُن کے ابین از سرِ نو مخاصمت پیدا ہو گئی [1]

تِموتِیُوس نے مغرب سے اپنے وطنِ مالوف کی طرف چلنے سے پہلے زاکینتھوس میں وہاں کے بعض جلاوطنوں کو اُتار دیا، جس کی وجہ سے اِس جزیرے کی ذی اقتدار جماعت میں ایک عام ناخوشی کی لہر دوڑ گئی اور اُس نے اسپارٹا سے مدد کے لئے التجا کی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہنوز اسپارٹا کو اپنی کمزوریوں کا کافی احساس نہیں ہوا تھا، چنانچہ جب یہ خبر پہنچی تو اُس نے فوراً جنگ کا اعلان کر دیا۔ الغرض کورنتھ، لیوکاس، امبریسیہ، الیس، زاکینتھوس، اکائیہ، اپی دورس

[1] امن و امان کا خاتمہ، زینوفون ۶، ۲، ۳۔ اُن اسباب کے لئے جن کی بنا پر اسپارٹا نے اس قدر آسانی سے امن کو خیرباد کہا دیکھو فون شٹرن von Stern ۱۰۳۔ کورسائرا کی اہمیت کے لئے دیکھو زینوفون ۱، ۶، ۲؛ نیز ا، ہیوک ؛ کورسائرا کی شرکت اتھینز کے دوسرے بحری اتحاد میں

A. Hoek : Die Beziehungen Korkyras Zum Zweiten Athen

Zeebunde ہوزوم ۱۸۸۱ء۔

تھروسے نیز، ہرمیدسے اور ہالی آئس کی مدد سے انھوں نے ساٹھ جہازوں کا ایک بیڑا تیار کر کے کورکائرا روانہ کیا اور ساتھ ہی ساتھ دیونی سیوس سے مدد کیلئے التجا کی۔ اس مرتبہ بھی جنگ پیلوپونیز کے ابتدائی عہد کی طرح امر مابہ النزاع یہ تھا کہ آخر بحیرۂ ایونیہ پر کس کی سیادت رہیگی، چنانچہ ہم یہ فرض کر لینے میں حق بجانب ہوں گے کہ کورنتھیوں کی پیش بندی ہی لڑائی کے ازسرنو آغاز کا باعث تھی۔ الغرض حلیفوں نے جزیرۂ کورکائرا کا محاصرہ کر لیا۔ جب کورکائریوں نے ایتھنز سے مدد طلب کی تو انھوں نے پہلے تو تموتھیوس ہی کو اس مہم کا سردار اعلیٰ بنایا لیکن اس نے تیاری ہی تیاری میں اپنا اتنا وقت گنوا دیا کہ وہ اپنے ساتھیوں کی نظر میں مشتبہ ہو گیا، چنانچہ آخرکار اس کی جگہ ایفی کراتیس کو سپہ سالار بنا کر ایتھنزیوں نے ستر جہاز اس کے ساتھ کر دئیے اور یہ بیڑا ۳۷۳ ق م میں ایتھنز سے مغرب کی طرف چل دیا۔[1]

اس طرف کورکائرا والوں کو بڑی بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا اور ہر شخص کا یہ خیال تھا کہ آخرکار انھیں ہتھیار ڈال دینے پڑیں گے۔ لیکن اسپارٹی افسروں کے طرز عمل میں اب بھی پہلے ہی کی طرح بہت سی خامیاں تھیں، چنانچہ اسپارٹی سپہ سالار مناسی پوس نے جب یہ دیکھا کہ کورکائرا والوں کو سر تسلیم خم کرنے کے سوائے چارہ ہی نہیں تو نہ صرف وہ بے پروائی برتنے لگا بلکہ اپنی فوج کے اجیر سپاہیوں کے ساتھ ایسی بدسلوکی کرنی شروع کر دی کہ وہ بھی ناخوشی کے جوش میں اپنے فرائض سے غافل ہو گئے۔ کورکائرا والے اپنی شہر پناہ سے یہ سب دیکھ رہے تھے، چنانچہ وہ موقع پا کر یک بیک نہایت تیزی کے ساتھ نکل آئے اور ان میں اور اسپارٹیوں میں جو لڑائی ہوئی اس میں خود

[1] ڈیوڈورس (۱۵، ۴۶۔۴۷) میں کورکائرا کی بابت چند عجیب وغریب باتیں لکھی ہیں۔ اگر ہم فولن شٹرائن ۷۰۰ کا اتباع کریں تو ہمیں اس کا یہ خیال مسترد کرنا پڑے گا (۱۵، ۴۹) کہ ایتھنزیوں نے تموتھیوس کو معزول کر کے ازسرنو اسے اپنے عہدے پر بحال کر دیا۔

باب ۳

مناسی پوس بھی کام آیا۔ جب اسپارٹیوں نے سُنا کہ ایفی کراتیس بھی اُن کے خلاف پیش قدمی کر رہا ہے تو وہ فوراً اپنے جہازوں پر بیٹھے اور جلدی میں (زینوفون کے بیان کے مطابق) غلّہ و شراب اور بہت سے بیماروں اور غلاموں کو وہیں چھوڑ کر وطن کی راہ لی۔ ایفی کراتیس نے مغرب کی طرف پیش قدمی کرنے کے دوران میں اور کورکائرا پہنچ کر جو انتظامات کئے تھے وہ اس قدر عمدہ تھے کہ زینوفون (جو ایسے امور میں رائے دینے کا اہل ہے) اپنے نامور اہل ملک کی فراست اور تدبر کی تعریف کے طومار باندھ دیتا ہے۔ اُس نے کورکائرا پہنچتے ہی دس سرقوسی کشتیوں کو، جو اُسی وقت مغرب سے آئی تھیں، گرفتار کر کے اپنے بیڑے میں ملا لیا، اور خود اکارنانیہ اور کیفالونیہ جا کر وہاں سے معقول رقم بطور خراج وصول کی (۳۷۲ ق م)۔ اُدھر اتیھنز میں (نومبر ۳۷۳ ق م میں) تمودیوس پر عدم ادائے فرائض کا الزام لگایا گیا لیکن وہ اپنے دوستوں یعنی یاسون ساکن فے رائے اور مولوسی الکے تاس کی پیروی کے بعد آخر کار جملہ الزامات سے بری ہو گیا[۳۵]۔

جہاں مغرب میں تمام امور اتیھنزیوں کے لئے قابل اطمینان طرز پر طے ہو رہے تھے وہاں خود اُن کی سرحد پر جو سیاسی کیفیت تھی وہ اُن کے لئے ہرگز مسرّت افزا نہیں تھی، اس لئے کہ اس محاذ پر تھبز جو بظاہر اُن کا حلیف تھا، اُن کے تردّدات میں بہت کچھ اضافہ کر رہا تھا۔ تھبز چھوٹی چھوٹی بوئتی بلدیات کو زیر کرنے کی فکر میں تھا، جن میں سے بعض اتیھنز کی سرحد پر واقع تھے، چنانچہ

---

[۳۵] ایفی کراتیس تمودیوس کے برابر ہوشیار نہیں تھا۔ مقابلہ کرو دیو بی اے نوس ۳، ۹، ۳۰۔ تمودیوس کے مقدمے کے لئے فون شٹرن ۱۱۶۔ وہ ایک نہایت دولتمند شخص ہونے کے علاوہ سقراط اور افلاطون کا دوست بھی تھا، اور اگر اتیھنزیوں کے دل میں اس کے خلاف حسد کی آگ نہ بھڑکتی تو وہ قدیم روش کے مطابق سپہ سالار اور مدبّر دونوں بن جاتا۔ دیکھو بلاس "خطاب یونان Blass: Griech Bereds ۲، ۴۹ وغیرہ۔ اور کلیس Cless کا مضمون پاؤلی کی "محیط المحیط" Pauly s Realenc. جلد ۶، صفحہ ۲ میں۔

باب ۸

ایتھنز انھیں تھبز کے خلاف بطور حاجب کے استعمال کرتا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ تھبز محض اپنی کمزوری کو محسوس کر کے ایتھنز کی ہمنوائی کے لئے تیار ہو گیا تھا۔ اُدھر پلاٹیا والوں نے اپنے وطن مالوف کو خیرباد کہہ کر ایتھنز کو مامن بنا لیا تھا، اور اب تھس پیا کو بھی خطرہ محسوس ہونے لگا تھا[۴۴]۔ ساتھ ہی ساتھ فوکسیوں کے ساتھ جو اسپارٹا اور ایتھنز دونوں کی دوستی کا دم بھرتے تھے تھبز نے چھیڑ خانی شروع کر دی تھی۔ ان سب باتوں کو ملحوظ رکھ کر ایتھنزیوں نے یہ سوچا کہ موجودہ صورت حال قائم رہنے کے بجائے یہ بدرجہا بہتر ہوگا اگر ایک عام صلح کر لی جائے۔ سب سے پہلے اُس نے اسپارٹا سے گفت وشنود کا تہیّہ کیا اس لئے کہ جب یہ دو بڑی بڑی دولتیں باہم اتحاد کر لیں گی تو پھر ایتھنزیوں کے خیال کے مطابق باقی چھوٹی چھوٹی ریاستیں بہ آسانی صلح پر آمادہ ہو جائیں گی اور اس طرح خود اسپارٹا پر اس طرز عمل کی اہمیت عیاں ہو جائیگی۔ الغرض ایتھنز نے ۳۷۱ ق م میں خود پیش قدمی کر کے نہ صرف اپنے سفرا کو اسپارٹا روانہ کر دیا بلکہ تھبز سے بھی اپنے سفرا اسپارٹا روانہ کرنے کی تحریک کی۔ ایتھنزی سفیر کالیاس (جس نے دو سال پہلے بھی صلح کرانے میں حصہ لیا تھا) اوتوکلیس و میوشتراتوس اور (سرانبوہ) کالیشتراتوس تھے۔ غالباً تھبزیوں کے غیاب میں سب سے پہلے توکالیاس نے اپنا تعارف اس طرح کرایا کہ اُس کے جدّامجد تریپتولیموس اور ہرقل کے مابین رشتہ داری تھی جس کے باعث گویا اس کا نسلی تعلق اسپارٹا سے تھا۔ بعد ازاں اوتوکلیس اُٹھا اور اُس نے کہا کہ اسپارٹا کا طرز عمل اس خود مختاری کے اصول کے بالکل منافی ہے جو ہر یونانی کا جزو ایمان ہے، اور خود اسپارٹا بھی اس اصول کا متعدد مرتبہ اعلان کر چکا ہے۔ اوتوکلیس نے

[۴۴] پلاٹیا پر ۳۷۳/۳۷۲ ق م کے موسم سرما میں قبضہ ہوا ہوگا؛ دیکھو فون شٹرن ۱۱۸۔ یہی مصنف یہ بھی فرض کر لیتا ہے کہ (ص ۱۱۹) کہ اسی زمانے میں تھبز نے تھس پیائے پر قبضہ کر کے اُس کے باشندوں کو مختلف قریوں میں تقسیم کر دیا تھا، اور اس طرح وہ زینوفون ۶، ۳، ۷ کا پوسانیاس ۹، ۱۴۹، ۲ سے تطابق کرتا ہے۔

۳۷۱ کہا کہ اسپارٹا کے جدید طرز عمل کے باعث یونان میں اُس کے بہت سے نئے دشمن پیدا ہو گئے ہیں۔ اس کے بعد کالیسٹراتوس کی باری آئی جس نے اپنی تقریر میں صورت حال کے عملی پہلو پر زور دیکر کہا کہ اسپارٹا اور ایتھنز دونوں کے لئے صلح کرنا ہی مفید ہوگا تاکہ وہ ایک دوسرے کی دست بُرد سے محفوظ رہ سکیں، ایک خشکی پر دوسرا سمندر پر۔ قصہ مختصر یہ کہ کورکائرا کے تلخ تجربے کے بعد اسپارٹا نے صلح ہی کرنا مناسب سمجھا، چنانچہ فریقین کے مابین یہ طے ہوا کہ صلح نامۂ شہنشاہی میں جن یونانی بلدیات کو آزادی مل چکی ہے ان سب کی آزادی کا ازسرنو اعلان کر دیا جائے۔ ساتھ ہی ساتھ اسپارٹا نے یہ وعدہ کیا کہ وہ ان تمام ہارموستوں کو جو اس وقت مختلف بلاد میں برسر اقتدار ہیں، واپس بلا لیگا اور اپنے بیڑے اور افواج کو جو غیر ممالک میں مقیم ہیں، واپسی کا حکم دیدے گا۔ یہ بھی طے پایا کہ اگر کوئی مملکت ان شرائط کی خلاف ورزی کرے تو اُس پر مشترکہ فوج کشی کی جائے۔ جیسا خیال تھا، اسپارٹا اور ایتھنز دونوں کی باہمی صلح کے بعد جملہ یونانی مملکتوں نے اُن کا اتباع کیا، اور صلح نامے پر فریقین کے دستخط ثبت ہونے اور اُس کی تعمیل کا حلف لینے کی رسم ہی باقی رہ گئی۔ اب ایک طرف تو اسپارٹیوں نے اس فرض کو اپنی اور اپنے حلیفوں کی طرف سے پورا کر دیا، دوسری جانب ایتھنزیوں اور اُن کے حلیفوں نے اپنی اپنی طرف سے حلف لیا، جن میں تھبزی بھی تھے۔ لیکن دستخط کرنے کے دوسرے روز تھبزیوں نے یہ اجازت چاہی کہ وہ صلحنامے پر اپنے دستخطوں کے بجائے "تھبزی" کے "بیوتی" لکھ دیں، لیکن اگےسی لاؤس نے انھیں اس قسم کی اجازت دینے سے قطعی انکار کر دیا، جس پر تھبزیوں نے اسپارٹا کو چھوڑ کر اپنے وطن کی راہ لی، اور باقی ماندہ دول نے صلح کے درہم و برہم کرنے کا ان ہی پر الزام لگایا[۵۳]

---

۵۳ اسپارٹا کی صلح کانفرنس۔ دیکھو، خصوصاً فون شترن ۱۲۳ وغیرہ۔ ہماری سند زینوفون ہے اور پلوٹارک محض اُس کی تزئین پر اکتفا کرتا ہے۔ پہلے دن تو تھبزیوں نے ایتھنزی لیگ کے ارکین کی حیثیت سے دستخط کئے، لیکن دوسرے دن کچھ سوچ کر وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ اُن کے لئے "تھبزی" کے بجائے "بیوتی" ہی لکھنا بہتر ہوتا، اور یہ مطالبہ کیا کہ انھیں اس تبدیلی کی اجازت

باب ۸

یہ کارروائی بہت سی باتوں کے اعتبار سے عجیب وغریب تھی۔ تھبزیوں کو دستخطوں میں تبدیلی کی اس وجہ سے اجازت نہیں دی گئی تھی کہ اسپارٹیوں کے خیال کے مطابق اگر وہ اپنے ناموں کے بعد بجائے "تھبزی" کے "بیوتی" لکھ دیتے تو گویا اُن کی سیادت بیوتیہ مسلّمہ ہوجاتی، اور یہ ایک ایسا امر تھا جس کے اسپارٹا اور ایتھنز دونوں روادار نہ تھے۔ علاوہ ازیں اگے سی لاؤس کو یہ امید تھی کہ اگر تھبزیوں کی سختی کے ساتھ مخالفت کی گئی تو وہ ضرور صلح نامۂ شہنشاہی کے موقع کی طرح اس مرتبہ بھی سر تسلیم خم کردیں گے۔ لیکن اس مرتبہ ایک طرف تو تھبز پہلے سے کہیں زیادہ قوی تھا اور اپنی مستقل مزاجی کا ثبوت دینے پر گویا تُلا ہوا تھا، دوسری جانب اسپارٹا کی قوت میں انحطاط پیدا ہوگیا تھا۔ اس کے ساتھ ہی یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ تھبز کے سربرآوردہ مدبروں نے تمام وکمال بیوتیہ کو مغلوب کرنے کا گویا تہیہ کرلیا تھا۔

الغرض تھبز بھی ترقی کی اُسی شاہراہ کو طے کرنا چاہتا تھا جس پر اس سے پہلے اسپارٹا اور ایتھنز گزر چکے تھے اور یہ صرف اسی طرح سے ممکن تھا کہ وہ تمام بیوتیہ پر قابض ہوجائے۔ چونکہ بیوتی شہر ایک ایسی وحدت کے رکن تھے جن کے مابین اکثر وبیشتر یک رنگی پائی جاتی تھی، اس لئے یہ امر بالکل قرین قیاس تھا کہ اگر وہ

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ دی جائے۔ لیکن اسپارٹا کو یہ تبدیلی مطلق پسند نہ تھی۔ یہ سوال کیا جاسکتا ہے کہ جب تھبزیوں کو صلح نامۂ شہنشاہی پر تمام بیوتیوں کی طرف سے دستخط کرنے کی اجازت مل چکی تھی (زینوفون ۵، ۱، ۳۲؛ دیکھو اسی کتاب کے باب ۴ کی یادداشتیں) تو پھر اسپارٹا اس مرتبہ کیوں سدّ راہ ہوا۔ لیکن یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ انھیں صرف اس شرط پر اجازت دی گئی تھی کہ وہ بیوتی معاملات میں دخیل نہیں ہوں گے، اور اس مرتبہ وہ اس پر رضامند نہیں تھے؛ تھبزیوں کے طرزعمل کی اس تبدیلی کی وجہ سے اسپارٹیوں کا طرز عمل صحیح معلوم ہوتا ہے۔

صلح کے قیام کے نگران "بولومینوئس" تھے (زینوفون ۶، ۳، ۱۸)، اور کسی کو جبر کا خیال بھی نہیں تھا۔

بیوتیہ کی مرکزیت کیلئے دیکھو گلبرٹ "مملکت قدیمہ" Gilbert : Staatsaltert. ۲، ۵۰۔

دُنیا میں نام پیدا کرنا چاہتے ہیں تو اُنھیں پہلے سے بھی زیادہ اتحاد کا نمونہ قائم کرنا چاہئے یعنی دوسرے الفاظ میں اُنھیں تھبز کی زبردستی کو پہلے سے بھی زیادہ قبول کر لینا مناسب ہے، اور بلاشبہہ نہ صرف اُن منفرد شہروں کا بلکہ خود بیوتیہ کا مفاد بھی اسی طرزِ عمل میں مُضمر تھا۔ لیکن اگر یہ بلدیات اس پر راضی نہ ہوں اور اپنے قدیم حقوق کی مضبوطی کے ساتھ گرفت کئے رہیں پھر بھی یہ حکم نہیں لگایا جاسکتا کہ انھوں نے اپنے اس فعل سے اُن اُصول کو خیرباد کہدیا جو یونانیوں کے لئے سرمایۂ ناز تھے؛ اور اگر تھبزیوں نے ہتھیار اُٹھائے تو دیگر یونانیوں کی نگاہ میں وہ ایسے حقوق کے پائمال کرنے کے مرتکب ہوئے جو گویا اُن کی گھٹی میں پڑے ہوئے تھے۔ ظاہر ہے کہ اس قسم کی تسخیر اکثر بالجبر ہی عمل میں آتی ہے، اور اگر مغلوب رعیت ہتھیار ڈال دیتی ہے تو جہاں تک تاریخ کا تعلق ہے معاملہ بالکل ختم ہوجاتا ہے لیکن اگر وہ ہتھیار نہ ڈالے تو بھی ہم اسے کم از کم برسرِ ناحق نہیں کہہ سکتے۔ حالاتِ مذکورۂ بالا میں یہ نہیں کہا جاسکتا کہ تھبز کلیتہً حق پر تھا۔ اگر اورخومینوس اور پلاٹیہ کے باشندے اُس کا حکم ماننے کے لئے تیار ہوگئے تو اس سے بلاشبہہ بیوتیہ کے اقتدار میں ضرور اضافہ ہوگیا، لیکن اس سے اتحادِ یونان کا خیال کوسوں دور چلا گیا۔ اسپارٹا اور ایتھنز دونوں نے تھبز کے خلاف طرزِ عمل اختیار کرلیا، اور موخرالذکر کی مخالفت کے سبب یہ ناممکن ہوگیا کہ ان دونوں پر غلبہ حاصل کرے، جس کے باعث ایک ایسا بیوتیہ جو جبراً و قہراً متحد کیا گیا ہو، یونان کے انحطاطِ مزید کے لئے گویا آلہ بن گیا۔ جو لوگ تھبزیوں کے طرزِ عمل کے موید ہیں وہ اپامینونداس کے اعلیٰ درجہ فضل خصائل پر استدلال کرتے ہیں، لیکن ظاہر ہے کہ کسی فردِ واحد کے عادات و اطوار ملک کا مستقبل درخشاں نہیں بنا سکتے۔ اس کے علاوہ یونان میں یہ قاعدہ تھا کہ تبدیلیِ دستور کے ساتھ ہی مغلوب فریق کے اراکین یا تو جان سے مار ڈالے جاتے یا جلاوطن کر دئے جاتے تھے۔ ان تمام باتوں کو پیشِ نظر رکھ کر ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ چھوٹے چھوٹے بیوتی شہروں کے وہ باشندے جو سیاسیات و تمدن کے میدان میں اپنے ملک کے درخشاں عہد کی داستان سے اپنی یاد تازہ کرلیتے تھے (دیکھو اسی کتاب کا باب ۶)، اگر تھبز کے طرزِ عمل کی مخالفت پر آمادہ تھے

حاشیہ

تو ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ ان کا یہ فعل اُن کی کجروی پر مبنی تھا؛ اور وہ یونانی جو تھبز کو بوتیہ کا سردار بنانے کے خواہاں نہ تھے اُن پر تھبزیوں کے دعاوی کو مسترد کرنے کے باعث دشمنانِ ملک ہونے کا الزام کسی طرح پر عائد نہیں کیا جا سکتا۔

تھبزیوں کے منصوبوں کو روکنے کا کام اسپارٹا نے اپنے ذمّے لے لیا۔ لیکن یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ اُس نے اور ایتھنز نے صلحنامے کی تعمیل کرنے میں مطلق کوتاہی نہیں کی۔ مثلاً مؤخر الذکر نے ایفیکراتیس کو واپس بلا کر وہ سب مال غنیمت واپس کر دیا جو صلح نامے کی توثیق کے بعد اُس کے ہاتھ لگا تھا۔ اسی طرح سے اسپارٹا نے اپنے وعدے کے مطابق اپنے ہارموست واپس بلا لئے۔ لیکن کلیومبروتوس ابھی تک اسپارٹی لشکر لئے ہوئے تھبزیوں کی سرکوبی کی غرض سے فوکس میں پڑا ہوا تھا، اور اب سوال یہ پیدا ہوا کہ آیا اسے اسپارٹا واپس بلا کر تھبز کے خلاف مہم سر کرنی چاہیئے یا نہیں۔ جب اس مسئلے کے حل کے لئے کلیومبروتوس نے اسپارٹا سے ہدایات طلب کیں تو وہاں کے ایک شخص مسمی پروتھوئس نے یہ صلاح دی کہ کلیومبروتوس کی فوج فوراً برخاست کر دی جائے، حلیفوں کے چندے کا روپیہ بتکدۂ دیلفی میں جمع کر دیا جائے اور اگر تھبزی دوسرے یونانیوں کو ایذا پہنچانے سے گریز کریں تو ایسی حالت میں اُن کے خلاف فوج کشی کی جائے۔ لیکن اسپارٹیوں نے اس رائے کو ماننے کے بجائے یہ طے کیا کہ اگر تھبزی بیوتیوں کو اپنے حال پر نہ چھوڑیں تو بلا توقف اُن کی سرکوبی کرنی چاہیئے۔ زینوفون کا یہ بیان ہے کہ انھوں نے یہ قرارداد محض وسوسۂ شیطانی سے مغلوب ہو کر منظور کی تھی، اس کے ساتھ ہی ساتھ زمانہ حال کے مورخ بھی اسپارٹا کے اس فیصلے کو خلاف انصاف تصوّر کرتے ہیں، اور ان کا یہ خیال ہے کہ اسپارٹا کو پروتھوئس کی تجویز پر عمل کرنا چاہیئے تھا۔ لیکن رسمی نقطۂ نظر سے اسپارٹا کا طرز عمل بالکل صحت پر مبنی تھا؛ اُس نے اپنی فوج کو واپس بلانے کا حکم بھیج دیا، لیکن ظاہر ہے کہ اگر راستے میں اُسے ایسے یونانیوں سے دوچار ہونا پڑا جو شرائط صلح نامہ کے خلاف دوسروں پر ظلم ڈھا رہے ہوں، اور اُس کی پاداش میں اُن کی سرزنش کی گئی تو اُس سے نہ تو الفاظ عہد نامہ کی

باب ش

خلاف ورزی ہوگی نہ روایتی اصول کی۔ بلاشبہ زمانۂ مابعد میں اسپارٹا کف افسوس ملتے ہوں گے کہ آخر انھوں نے ایک طاقتور لشکر بھیج کر معترضوں کا منھ کیوں بند کردیا۔ کسی شیطانی وسوسہ کی وجہ سے اسپارٹا نے قواعد کی خلاف ورزی کی ہو یا نہ کی ہو، اس میں شبہ نہیں کہ انھیں فریق ثانی کی قوت و جبروت کا بہت ہی کم اندازہ ہوا۔ الغرض کلیومبروتس نے تھیبزیوں کو حکم دیا کہ وہ دوسرے بیوتیوں کو اپنے حال پر چھوڑ دیں، اور جب اسے انکاری جواب ملا تو اس نے فوراً بیوتیہ پر حملہ کر دیا۔ وہ تھسلی کے راستے ہو کر بندرگاہ کریوسس کی طرف اس خیال سے چلا کہ کہیں دشمن اس کے اور پیلوپونیز کے مابین حائل نہ ہو جائے۔ اس بندرگاہ پر پہنچتے ہی اس نے بارہ تھیبزی سہ طبقہ جہاز گرفتار کر لئے اور اسکے بعد وہ مقام لیوکترا دشمن کے انتظار میں ٹھہر گیا، اور یہی وہ مقام ہے جہاں تھیبزی سپہ سالار اپامینونڈاس نے غیر فانی شہرت حاصل کی۔

اپامینونڈاس سنہ ۴۱۸ ق م کے قریب ایک ایسے گھرانے میں پیدا ہوا تھا جو گو زیادہ امیر تو نہ تھا لیکن شہر میں اس کا اثر ضرور تھا۔ اس کا مزاج قدرتی طور پر نہایت شائستہ واقع ہوا تھا، اور بیان کیا جاتا ہے کہ اسے فن موسیقی سے خاص طور پر ذوق تھا، چنانچہ قدما کی تصانیف میں ان استادوں کے نام ملتے ہیں جنھوں نے اسے ستار نوازی اور رقص و سرود کی تعلیم دی تھی۔ وہ سکندر اعظم کی طرح کشتی جیسی ورزش کو ناپسند کرتا تھا اور اس کی جگہ دوڑ دھوپ کو ترجیح دیتا تھا۔ اس نے فیثاغورس کے ایک پیرو لیسس ساکن تارنتوم سے فلسفے کا درس لیا تھا، اور اس کے دل میں اپنے استاد کی اتنی قدر پیدا ہو گئی تھی کہ اس نے نہایت اصرار سے اسے اپنے مکان میں مستقل مہمان بنا لیا تھا۔ یہ درس اس کے ذاتی اوصاف کی پختگی اور نفاست کے لئے نہایت اہم ثابت ہوا، اس لئے کہ غالباً اسی کے باعث اس کے اطوار میں وہ شرافت اور انسانیت کا جذبہ پیدا ہو گیا جس کی مدح سرائی سے قدما کبھی نہیں تھکتے۔ جو کچھ اس کے ذاتی خصائل بیان کئے جاتے ہیں یعنی سنجیدگی و حلم، کلام میں ایک طرح کی کشش، حق کی محبت، تھیبزیوں کی بہتری کے لئے کوشاں ہونا، ان سب کو جب ہم پیش نظر رکھتے ہیں تو اس کے اور

باب

فارقلیس کے مابین بہت کچھ مشابہت معلوم ہوتی ہے، اور جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ وہ ان تمام اوصاف کے ساتھ ہی ساتھ نہ صرف یونانی سپہ سالاروں میں عظیم ترین بلکہ دُنیا کے عالیشان فوجی رہنماؤں میں سے ایک تھا تو وہ ہماری نظر میں فارقلیس سے بھی بڑھ جاتا ہے۔ ایک اور معاملے میں بھی وہ اس اتھنزی مدبر سے زیادہ خوش قسمت تھا، یعنی اُس کی مجلس مشورت اور میدان جنگ دونوں میں اُس کا دلی غمخوار اور دوست "قشون مقدس" کا سپہ دار پیلوپیداس موجود رہتا تھا، جو نہ صرف اپنے عہد کی بنا پر بلکہ عملی جنگی خدمت کے باریک سے باریک پہلو سے واقفیت کی وجہ سے بھی اپامینونداس کے عظیم الشان منصوبوں کی پشت پناہی کرنے کا حد درجہ اہل تھا۔ یہ اپامینونداس اور پیلوپیداس ہی تھے جنھوں نے کم و بیش وزنی ہوتی اوصاف میں کیفیت تموج پیدا کر کے انھیں تیز رو بنا دیا جس سے بعض نہایت درخشاں نتائج ظہور پذیر ہوئے۔ واقعہ یہ ہے کہ ایسے بہت ہی کم اشخاص قدیم و جدید دُنیا میں نظر آتے ہیں جن کی بابت اتنی ہی متفق طور پر تعریف و توصیف کی جاتی ہو جیسی اپامینونداس کی کیجاتی ہے۔ سکندر اعظم کے ذاتی خصائص بھی اپامینونداس کی طرح نفیس تھے، لیکن وہ اپنے ماحول کے اثرات سے محفوظ نہ رہ سکا، چنانچہ اُس کی بعض حرکات نہایت بیہودہ تھیں، اور ہم یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ چوتھی صدی ق م کے بہترین یونانی خصوصیات کا اپامینونداس ہی مظہر ہے۔ اُس کی یہ آرزو کہ تھبز دُنیائے یونان میں ایک طاقتور مملکت بن جائے ایک نہایت قابل تعریف آرزو تھی، اور اُس نے اس مقصد کے حصول کے لئے جو طریقے اختیار کئے وہ سب کے سب تمام دوسرے یونانی سیاسی رہبروں کے طریقوں کی طرح زبردست تھے، اور دُنیائے یونان کی عام ترقی کی طرف اُس کی توجہ کم از کم اتنی ضرور تھی جتنی اگے سی لاؤس اور دیموس تھنیس جیسے سیاسی رہبروں کی۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ یہ یاد رکھنا چاہئے کہ یونان کے تخیل کے مطابق یونان کا حقیقی مفاد مختلف مملکتوں کی آزادی کے برقرار رکھنے پر ہی مشتمل تھا۔[۹۶]

---

[۹۶] اپامینونداس۔ زمانۂ حال کے مصنفوں کے تصانیف: ڈیومینل: سیاسیات اپامینونداس کی

زینوفون کا یہ بیان پڑھنے کے وقت کہ ابتدا ہی سے شگون اور علامات اسپارٹیوں کے خلاف نظر آرہے تھے، ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ سب کچھ جنگ کے بعد ہی لکھا گیا تھا؛ لیکن اس کا یہ بیان غالباً صحت پر مبنی ہے کہ اسپارٹیوں نے دوپہر کا کھانا کھا کر اور شراب و کباب سے خوب سیر ہو کر لڑائی شروع کی؛ نیز اس میں بھی شبہہ کی گنجائش نہیں کہ تھبزی سوار پیلوپونیزی سواروں سے کم نہیں تھے۔ علاوہ ازیں جب پیلوپونیزی حملہ کرنے کی غرض سے آگے بڑھے تو انھوں نے اپنے ہلکے ہتھیاروں والے سپاہیوں کے ذریعے سے دشمن کی فوج کے اس حصے کو پیچھے ہٹا کر جو میدان جنگ سے جا رہا تھا، دشمن کے لشکر کے وسط میں جا ملایا جس کے باعث بیوتیوں کی قوت میں اضافہ ہو گیا۔ لیکن تھبزی فتح کا سب سے بڑا سبب اُن کی فوج کی صف آرائی اور اُن کے حملہ کرنے کا طرز تھا۔ دراں حالیکہ اپنی قدیم رسم کے مطابق پیلوپونیزی صف کے عمق میں ہر جگہ بارہ بارہ سپاہی ایستادہ تھے، اپامینونداس نے اس خیال سے کہ مبادا حملے کا بار اُسی پر پڑے اپنا بایاں بازو نہایت طاقتور کر لیا تھا، اور اس کے عمق میں پچاس پچاس سپاہی کھڑے کر دئے تھے۔ ہم (اسی کتاب کی جلد ۲، باب ۲۳ میں) دیکھ چکے ہیں کہ جنگ ڈیلیوم کے موقع پر تھبزی عمق میں پچیس پچیس سپاہی کھڑے تھے۔ اپامینونداس کا

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ "اصلی قیمت" Du Mesnil : Ueber der Werth der Politik des Epaminondas, جریدۂ تاریخی Histor, Zeitschr ۱۸۶۳ء

بومتوؤ : "سوانح عمری اپامینونداس" Pomtow : Leben des Epaminondas برلن ۱۸۷۰ء۔

پیلوپیداس کے لیے واتر: "سوانح عمری پیلوپیداس" سالنامہ لسانیات، تتمہ ۸، ۱۸۴۲ء

Vater : Leben des Pelopidas, N. Jahrb f Phil., Supplementbund VIII, 1842,

یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ تھبز اور باقی اہل بیوتیہ کے باہمی تعلقات، تھبز و ایٹیکا یا اسپارٹا و لقدمونیہ کے باہمی تعلقات سے بالکل مختلف تھے؛ در حقیقت یہ ہے کہ تھبز پلاٹیہ اور دوسرے خود مختار حالوں سے اس طرح کا برتاؤ کرتا تھا جیسے اسپارٹا مسینیہ والوں سے کیا کرتا تھا

باب ۴

مقصد یہ تھا کہ دشمن کے لشکر کے بہترین حصے کو، کلیومبروتوس کی سرکردگی میں دائیں جانب مقیم تھا محض اپنے حملے کے زور سے شکست دے کر میدان سے بھگا دے۔ تنظیم لشکر کی اس شکل کو ترچھی یا میخ نما طرز کہتے ہیں، اس لئے کہ پیش قدمی کرنے والا حصہ گویا میخ کی طرح دشمن کی صف میں جا گھستا ہے، اور گو اس کی بنا ایک عمدہ اصول پر ہوتی ہے، لیکن اس کی تکمیل کے لئے ایسے سپہ سالار کی رہبری کی ضرورت ہوتی ہے جو موجودہ صورت حال کو اچھی طرح سمجھتا ہو، اور یہ صفت یونان کی شہری فوج میں بہت ہی کم پائی جاتی تھی۔ یونانی شہری سپاہی صف بستہ پیش قدمی کرنے کے لئے ہمیشہ تیار رہتے تھے، اور اُن کے کماندار بھی اس میں اُن کی رہبری کرنے کے اہل تھے، لیکن یہ اصول کہ ہراول کا ایک حصہ تو آگے بڑھ جائے اور دوسرا حصہ اپنی جگہ ساکت رہے، یعنی دوسرے الفاظ میں یہ کہ لشکر کا کمزور حصہ دشمن کے تقدیمی حصے یا پیشقدمی کرنے والا حصہ دشمن کے جناحی حملے کا نشانہ بنا رہے، یہ ایک ایسا امر تھا جس کا خیال نہ تو کسی یونانی سپہ سالار کے دل میں جاگزیں ہو سکتا تھا نہ وہ اسے پورا ہی کر سکتا تھا، اس لئے کہ اُس کی قابلیت اور معمولی ہوپ لیت کی تادیبی کیفیت دونوں اُس کے لئے کافی نہ تھیں۔ یہ تھیبز کی خوش قسمتی تھی کہ اُس کے سپاہیوں میں تنظیم اور اُس کے سپہ سالار میں فطری قابلیت دونوں چیزیں موجود تھیں۔ الغرض تھیبزیوں نے حملہ کیا اور لڑائی میں پیلوپیداس اور اُس کے "قشون مقدس" نے بہت سے کارہائے نمایاں انجام دئے۔ خود کلیومبروتوس اور اُس کے ۰۰۰ سپاہیوں میں سے ۰۰۰ کام آئے اور تھیبزیوں کے سر کامیابی کا سہرا رہا۔ لیکن شکست کے باوجود اسپارٹی فوج خاصی ترتیب و تنظیم کے ساتھ اُسی فوجی پڑاؤ کی طرف ہٹ گئی جہاں سے وہ چلی تھی۔ مشکل یہ پڑی کہ اُس میں اب اتنی قوت باقی نہ رہی تھی کہ وہ از سر نو پیش قدمی کر کے اسپارٹی مردوں کی نعشیں حاصل کرے، چنانچہ اُس نے ایک نقیب کو دشمن کی طرف روانہ کر کے اُس سے نعشوں کے حصول کی استدعا کی، چونکہ یونانی قواعد جنگ کے مطابق اسپارٹیوں کا یہ عمل اُن کی شکست کے مترادف تھا، اس لئے

باب

تھبزیوں نے میدان جنگ میں اپنی فتح کی ایک یادگار نصب کی اور اُس کی اطلاع ایتھنز اور یاسون ساکن فیرائے کو بھی روانہ کردی ؎ لیکن ایتھنزی تھبزیوں کی اس کامیابی پر خوش نہیں ہوئے، چنانچہ ایتھنزی مجلس نے نہ تو تھبزی اطلاع کا کوئی جواب دیا اور نہ سفیروں کو معمول کے مطابق دعوت عامہ میں مدعو کیا گیا۔ یاسون ایک لشکر لے کر بیوتیہ پہنچا، لیکن جب تھبزیوں نے اُس سے اسپارٹا کے خلاف اتحاد کرنے کے لئے کہا تو اُس نے صاف انکار کردیا اور اُسکے بجائے انھیں دشمن سے وقتی صلح کر لینے کی صلاح دی جس پر فریقین نے عمل کیا اور اسپارٹیوں کو اپنے وطن پلٹ جانے کی اجازت مل گئی۔ لیکن بجائے تھبزیوں کے علف کے وہ اپنی سرعت رفتار پر زیادہ اعتماد کرکے دوسری ہی شب کو واپس ہوگئے۔ اسپارٹیوں نے تمام توقعات کے خلاف اس شکست کی مصیبت کو

ؒ جنگ لیوکترا پر فون شطرن نے نہایت مفصل بحث کی ہے (۱۲۳)۔ اسنے دیودوروس کے بیان (۵ پ ۵۵) کی جو تنقید کی ہے (۱۴۲) اسکی بابت ہمارا خیال ہے کہ محض یہ واقعہ کہ الفورس نے اپنا تاریخ عالم پر قلم اُٹھایا تھا اس مفروضے کا سدباب نہیں ہے کہ دیودوروس نے یہ مفصل بیان الفوروس سے اخذ کیا ہوگا، اسلئے کہ درحقیقت یہ دیودوروس ہی تھا جس نے پہلی باضابطہ تاریخ عالم لکھی۔ پولی بیوس کی تنقید (۱۲، ۲۵) سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ الفوروس نے نہایت مفصل کیفیت قلمبند کی ہے۔ یہ مناسب ہے کہ ہم اُس بیوتی بیان کو تسلیم کرلیں جسے فون شطرن نے دیودوروس کے ابواب ۵۱ تا ۵۴ کا ماخذ قرار دیا ہے جن میں جنگ کے پیش خیموں کا ذکر ہے، لیکن جب ہم نفس جنگ پر آتے ہیں تو (ابواب ۵۵، ۵۶) وہاں ہمیں دیودوروس کا معمولی طرز بیان نظر آتا ہے جس کا ماخذ اغلباً الفوروس ہوگا۔

پئوسانیاس ۴، ۲۴، ۲ کے مطابق جنگ لیوکترا کے بعد بھی تھبزیوں نے ان مسینیوں کو جو افریقہ، صقلی اور اٹلی میں رہنے لگے تھے، اپنے وطن واپس آنے کی دعوت دی لیکن فون شطرن کہتا ہے کہ دوراندیشی کا یہ طرز عمل جیسا کہ قیاس معلوم ہوتا ہے۔

نیز مقابلہ کرو گروتیوس، "تاریخ یونان" ۴ (۶) ۴۲۲ تا ۴۲۳۔

باب ۲ نہایت بہادرانہ طور سے برداشت کیا جس سے یہ محسوس ہونے لگا کہ اسپارٹنیوں میں پرانا دم خم باقی ہے۔ جب یہ خبر اسپارٹا پہنچی تو اس وقت گیمنوپیڈیا* کا شادی آمیز میلا ہو رہا تھا اور لوگ نہایت شوق سے لڑکوں کا ناچ اور ان کے کرتبوں کو دیکھ رہے تھے؛ لیکن ایفورس نے یہ حکم دیا کہ یہ میلا برابر جاری رہے اور اس دلخراش خبر کا لوگوں کی شادمانی اور خوشی پر مطلق اثر نہ پڑے۔ لڑائی میں جو لوگ مارے گئے تھے اُن کی بیواؤں نے مطلق آہ و بکا نہیں کی، اور چونکہ مرنے والوں نے اپنے ملک پر جان قربان کی تھی اور زندہ رہنے والوں کو شہادت نصیب نہیں ہوئی تھی اس لئے شہیدوں کے اعزا و اقربا سڑکوں پر خوش و خرم پھرتے نظر آتے تھے اور باقی شہری مغموم دکھائی دیتے تھے جس سے غیر ملکی انگشت بدنداں تھے۔ قصہ مختصر اگے سی لاؤس کے بیٹے آرخی داموس کو حکم ملا کہ وہ (اسپارٹی فوج کی حفاظت کی غرض سے) معمر سپاہیوں کو لے کر (جن کی عمریں ساٹھ سال سے متجاوز نہ ہوں) بیوتیہ جائے، اور راستے میں اُس کے ساتھ تی گیا، مان تی نیہ، کورنتھ، سکیون، فلیوس اور اکائیہ کے سپاہی بھی ہو گئے۔ آرخی داموس کو لیوکترا سے واپس آتی ہوئی فوج میگارا کے شہر ائی گوس تھینا میں ملی؛ اسے ساتھ لیکر وہ فوراً کورنتھ پہنچا اور وہاں اپنی فوج کو برخاست کر دیا۔

اخلاقی حیثیت سے جنگ لیوکترا کچھ کم اہم نہ تھی۔ اول تو اسپارٹا جیسی مملکت کو کھلے میدان میں نیچا دیکھنا پڑا تھا۔ بظاہر تو اسپارٹیوں نے اپنا فوجی مرکز چھوڑ کر دشمن پر حملہ کیا اور باوجود پسپائی کے وہ اپنے پڑاؤ پر برابر قابض رہے اور اس کے بعد خود ہی میدان جنگ چھوڑ کر چلے گئے؛ اور اگر انھوں نے اُس اجازت سے فائدہ نہ اٹھایا ہوتا جو تھبنزیوں نے نہایت عقلمندی و فراست سے انھیں دی تھی تو ممکن ہے کہ آرخی داموس کی موجودگی سے میدان جنگ میں کایا پلٹ ہو جاتی لیکن اُنکی خود اعتمادی میں دھبہ آجانیکی وجہ سے جنگ کے اخلاقی پہلو نے اہمیت اختیار کر لی۔ بلاشبہ اُنمیں اب بھی بہت کم طاقت باقی تھی اور خود اسپارٹا کی حفاظت سے اُنکی قوت مدافعت کا پتا چلتا ہے؛ لیکن تمام یونان کے لئے جو امر قابل لحاظ تھا وہ یہ تھا کہ اب وہ اپنے آپ کو میدانی فاتحین کا

* یہ ایک سالانہ میلا تھا جس میں برہنہ لڑکے ناچتے اور طرح طرح کے کرتب کرتے تھے۔ (مترجم اردو)

باب۴

لقب نہیں دے سکتے تھے، اور اس احساس کا اثر دُنیائے یونان پر عظیم الشان پڑا۔ خود فاتحوں کے نقطۂ نظر سے بھی جنگ لیوکترا کچھ کم اہم نہ تھی۔ تھبزیوں کے ہاتھ میدان محض اُن کی ذاتی بہادری کے سبب سے رہا تھا، اور اس کامیابی میں اجیر سپاہیوں کا مطلق دخل نہ تھا۔ اس سے دُنیائے یونان میں ایک جدید قوت محسوس ہونے لگی جو اسپارٹیوں کی سطوت کے ہم پلہ تھی اور جس نے یونانیوں کے افسانہائے شجاعت میں گویا چار چاند لگا دئے تھے۔ ساتھ ہی ساتھ دُنیا کو ایک ایسے سپہ سالار کا انکشاف ہوا جس کا ثانی خود اسپارٹا میں کبھی پیدا نہیں ہوا تھا۔

تھبزیوں کی کیفیت عنفوان شباب کی سی تھی؛ ان کے جوش کی کوئی انتہا نہ تھی، وہ اپنے آپ کو حق بجانب تصور کرتے تھے اور سمجھتے تھے کہ ہم حق کے لئے لڑرہے ہیں، ان کی تادیبی اور تنظیمی کیفیت کی سطح نہایت ارفع و اعلیٰ تھی اور اُن کے سپہ سالار کا دنیائے معلوم میں کوئی ثانی نہ تھا۔ وہ گویا ایک ایسے نوجوان کی مانند تھے جس کا شباب زوروں پر ہو، اور انھوں نے ایسے اسپارٹا کے خلاف ہتھیار اُٹھائے تھے جو نہ صرف معمّر ہونے کی وجہ سے رو بانحطاط تھا بلکہ جسکی آبادی بھی خطرناک طرز پر روز بروز مائل بہ تنزل تھی۔

باب نہم

معاملات پیلوپونیز و مقدونیہ میں تھیبز کی مداخلت

میگالوپولس - میسینے

۳۷۱ ق م تا ۳۶۹ ق م

ارخی داموس کے پیلوپونیز واپس چلے جانے پر تھیبزیوں میں یہ خیال پیدا ہوا کہ اسپارٹا کی قوت کا انحطاط ہر چند ان کے لئے خوش آیند ہے لیکن اس سے انھیں اپنے اقتدار میں اضافہ کرنے کا ایک نہایت لطیف موقع مل گیا ہے۔ اگر بنظر غائر سے دیکھا جائے تو اب بھی تھیبز کا درجہ اسپارٹا سے کمتر تھا اس لئے کہ جہاں صلح نامۂ شہنشاہی کا حلف تھیبز کے دوستوں نے علٰحدہ علٰحدہ لیا تھا وہاں اسپارٹا نے اپنے جملہ ساتھیوں کی نمائندگی کی تھی۔ اب خیال یہ ہوا کہ اگر اس جدید عہد نامے کا حلف جملہ پیلوپونیزیوں نے جدا جدا لیا تو اس سے اسپارٹا کے اثر میں کچھ نہ کچھ کمی ضرور آجائیگی اور اسی مناسبت سے تھیبزی اقتدار میں اضافہ ہو جائیگا۔ ان امور کو ملحوظ رکھ کر تھیبزیوں نے عہد نامے کی توثیق کی غرض سے اپنے شہر میں ایک کانگریس طلب کی جہاں (زینوفان کے بیان کے بموجب) ایلس کے سوائے یونان کی تمام مملکتوں نے اپنے قائم مقام روانہ کر کے صلح نامے کا حلف لیا۔ اب خیال یہ پیدا ہوتا ہے کہ غالباً اس کانگریس میں تھیبزی بھی شریک ہوئے ہوں گے، لیکن ہماری دانست میں اس کا جواب نفی میں ہے۔ بہرنہج اس کو منعقد کر کے تھیبز نے اپنی فتح و نصرت کا

گویا علم نصب کر دیا۔ ہم (اسی کتاب کی جلد ۲ باب ۱۹ میں) فارنلیس کے جبر حلم زغل کی ناکامی کا ذکر کر چکے ہیں اسی کے بموجب صلح عامّہ کے لئے تمام یونانی مملکتوں کی ایک کانگریس خاص ایتھنز میں کام کر رہی تھی اور اقتدار اس درجہ بڑھ گیا تھا کہ یہاں والے صلح نامے کا حلف اٹھوانے کی غرض سے اطراف واکناف یونان میں اپنے قاصد روانہ کر رہے تھے۔[1]

لیکن اس تمام حلفا حلفی کی وقعت نمائش سے زیادہ نہ تھی، اور نہ اس کا اثر موجودہ صورت حال پر پڑ رہا تھا۔ قدیم فرقی جھگڑے برابر جاری تھے، اور سوال زیر بحث یہ تھا کہ اسپارٹا اور ایتھنز ان دونوں مملکتوں میں سے کونسی مملکت پر سبقت لے جائیگی۔ شمالی یونان میں تو جنگ لیوکٹرا کے بعد اقتدار تھبز بلاشبہہ مسلمہ ہو گیا تھا؛ جنوب میں اب پیلوپونیز تنازعے کا مرکز بن گیا تھا اور باہمی کشمکش یہاں نہایت زور شور پر تھی۔ تمام ملک میں عمومی فرقے کی موافقت (اور اسپارٹا کی مخالفت) میں بغاوتیں شروع ہو گئیں، اور آرگوس میں تو جوش و خروش اس قدر بڑھا کہ وہاں والوں نے پہلے تو بہت سے مالدار باشندوں کو اور پھر بعض عمومی رہبروں کو تہ تیغ کر کے دم لیا۔ لیکن ان سب سے کہیں زیادہ اہم آرکیڈیا کے معاملات تھے جنھوں نے صورت واقعات پر گہرا اثر ڈالا۔[2]

گو اسپارٹیوں نے (اپنے عروج کے زمانے میں) منٹی نیہ والوں کو کاشتکاری کے علاوہ کوئی دوسرا پیشہ اختیار کرنے کی ممانعت کر دی تھی لیکن وہ اب اپنے شہر کو از سر نو قلعہ بند کرنے لگے۔ اُن کے اس فیصلے سے اسپارٹا کی

---

[1] ایتھنز کی کانگریس، زینوفون ۶، ۵، ۱ تا ۳؛ مقابلہ کرو فون شمٹ (۱) ۱۴۹۔
منٹی نیہ کی فصیل کی از سر نو تعمیر، زینوفون ۶، ۵، ۳ تا ۵۔
اور خمیوس تھبزیوں کے سامنے ہتھیار ڈال دیتا ہے؛ دیودورس ۱۵، ۷، ۵؛ نیز مقابلہ کرو کتاب ہذا کا باب ۱۰، حواشی۔ تھس پیائی غالباً اُسی زمانے میں نکالے گئے ہوں گے۔

[2] پیلوپونیز میں اندرونی اختلال، دیودورس ۱۵، ۴۰؛ ۵۷، ۵۸۔

باب ۹ انتہائی کمزوری کا اظہار ہوتا ہے۔ اسپارٹیوں نے ذرا تدبر سے کام لے کر یہ اعلان کیا کہ اگر مین تی نیہ والے چند روز اور ٹھہر جائیں تو وہ خود اُن کی مدد کریں گے؛ لیکن مین تی نیوں نے محض اپنی قوت بازو اور اپنے حقیقی دوستوں کی مدد پر بھروسا کر کے بلا توقف اپنی فصیل کی مرمت شروع کر دی۔ انھیں بہت سی بستیوں نے مدد دی، مثلاً اس کام کی تکمیل کی غرض سے ایلس نے تین تالنت قیمتی سونا مین تی نیہ کی نذر کر دیا۔ الغرض یہ تحریک تمام ملک آرکیڈیا میں پھیل گئی، اور یہاں کے باشندوں نے صرف اپنے شہروں کی مرمت ہی نہیں کی بلکہ ایسے مقامات پر بھی نئے نئے شہر تعمیر کرنے شروع کر دئے جہاں اس سے قبل آبادی کا نشان بھی نہ تھا۔ اس تحریک میں تگیا سب سے زیادہ پیش پیش تھا۔ زینوفون کا بیان ہے کہ تگیا کے عمومیوں نے یہ طریقہ نکالا تھا کہ اگر تمام آرکیڈیوں کی ایک جمعیت عامہ منعقد کی جائے اور اس میں ایسی قرار دادیں منظور ہوں جن کا جملہ آرکیڈی شہروں پر نفاذ ہو سکے تو اس طرح آرکیڈیا میں بہت کچھ یکجہتی پیدا ہو جائے گی۔ لیکن فریق مخالف کو اس میں بہت کچھ کلام تھا، چنانچہ باہمی نقیض بڑھنے کے باعث فریقین میں جنگ ہو گئی جس میں آخرکار عمومیوں کا ہی بول بالا ہوا اور اُنھوں نے اپنے مخالفوں کو جو پالانتیوم میں جا چھپے تھے، گرفتار کر لیا اور تگیا لا کر سب کی گردنیں اُڑا دیں۔ گو زینوفون کسی جدید شہر کی تعمیر کا ذکر نہیں کرتا لیکن ہم اس امر سے واقف ہیں کہ اسی دور میں میگالوپولس ضرور آباد ہوا ہوگا اس لئے کہ قدیم مورخ اس کی بنا کا تعین ۳۷۱ق م سے ۳۶۸ق م تک کسی سال میں کرتے ہیں۔ اس شہر کا محیط پچاس استادیا (تقریباً چھ میل) تھا اور یہ قرار پایا کہ وادی ہیلوسون کے قرب وجوار کے باشندے، مائی نالی، پرہازی، ائی گی تیس، یوتریزی اور کینوری اپنے اپنے مساکن کو چھوڑ کر اس "بلدیۂ عظمیٰ" میں آباد ہو جائیں اور اسی میں جملہ آرکیڈیوں کی مجلس منعقد ہوا کرے۔ یہ تمام قرار دادیں عمومی فریق کے دباؤ سے ہی منظور کی گئی تھیں۔ یہ بھی طے ہوا کہ آئندہ سے اُن سب آرکیڈیوں کا مجموعی نام جو وقت معینہ پر میگالوپولس میں جمع ہو کر جنگ و امن کے معاملات طے کیا کریں گے[۱] دہ ہزار ہوگا۔ معلوم ہوتا ہے کہ ہر وہ آرکیڈی جو میگالوپولس میں بر وقت موجود ہوتا رائے دینے کا مستحق تھا۔ ساتھ ہی ساتھ پانچ ہزار کی ایک مستقل فوج بھی منظم کی گئی جسے

باب ۹

ایپاری توئے" کہتے تھے - گویہ "دہزار" کبھی کبھی یک جا ہوکر قرار دادیں منظور کر لیتے تھے، لیکن آرکیڈی اتحاد و مرکزیت کا خواب کبھی شرمندۂ تعبیر نہ ہوا - حقیقت یہ ہے کہ خودمئی نالی، پرحازی وغیرہ قبیلے بھی جو اپنے اپنے گاؤں کو چھوڑ چھوڑ کر جدید شہر میں آباد ہو گئے تھے، اپنے اس نئے وطن کو پسند نہیں کرتے تھے - ہم سنتے ہیں کہ یہ شہر تجارت کے لئے عمدہ تھا، لیکن جبکہ آرکیڈی ارباب فلاحت سرے سے تجارت کے خواہاں ہی نہ تھے تو اُس کی تجارتی اہمیت سے کیا فائدہ؟ علاوہ ازیں اس شہر کی بنا تجارتی اغراض سے نہیں ڈالی گئی تھی بلکہ اس کا مقصد صرف یہ تھا کہ جنوب و مغربی آرکیڈیا میں اسپارٹا کے مقابلے کی غرض سے ایک قلعہ تعمیر ہو جائے، لیکن یہ مقصد اس لئے پورا نہیں ہوا کہ میدان میں واقع ہونے کی وجہ سے یہ شہر مدافعت کے لئے بھی اچھا نہ تھا - حقیقت یہ ہے کہ میگالوپولیس بجائے ایک "بلدۂ عظمیٰ" کے بہت جلد "صحرائے عظیم" بن گیا چنانچہ ہم کسی پہلو سے بھی اس کی بنیاد کو کامیاب نہیں گردان سکتے[۵۴]۔

---

[۵۴] آرکیڈی معاملات؛ زینوفون ۶، ۵، $\frac{۹}{۲۲}$؛ دیودوروس ۱۵، ۲۹؛ پوسانیاس ۸، ۲۷، ۲ -
میگالوپولیس (یونانی "ہے میگالے پولیس") کوہن: "زوال ممالک ہائے قدیمہ" Kuhn: Enstehung der staedte der Alten لائپزگ ۱۸۷۸ء، صفحہ ۳۲۲ وغیرہ -
اُس کی بنیاد کی تاریخ کے لئے پوسانیاس ۸، ۲۷ (اولمپیاد ۱۰۲، ۲ = ۳۷۱ ق م) Marm. Par. (۱۰۲، ۳)؛ دیودوروس ۱۵، ۷۲ (اولمپیاد ۱۰۳، ۱)؛ فون شٹرن Von Stern ۱۵۷ -

پوسانیاس کے بیان کے مطابق دو آرکیڈی (جن کے نام لکو مدیس اور ہوپولیاس تھے) جو تگیا اور منٹی نیہ کے باشندے تھے، اُس کی بنیاد میں شریک ہوئے، اور باوجود دیودوروس ۱۵، ۵۹ کے، موخرالذکر کی حیثیت اپنے ساتھی کی بہ نسبت اہم تر ہے - غالباً اسی کراتیس اور تھیوکسی نوس، جن کا ذکر پوسانیاس میں پڑھنے میں آتا ہے، وہی ہیں جن کی طرف آرکیڈی لیگ کے میگالوپولیس والے سکوں پر حروف "پو" اور "تھے" کے ذریعے سے اشارہ

باب

چونکہ تگیا سے شکست خوردہ اعیان اشپارٹا فرار ہو گئے تھے اس لئے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ کیا گیا ہے، ہیڈ: "تاریخ مسکوکیات" Head : H. N. ۳، ۳۰-
(Plut. C. Col ۳۲ کے مطابق افلاطون نے ارسطونیموس کو آرکیڈیوں کے پاس
"اتحاد و اجتماع" کی ہدایت کرنے کی غرض سے بھیجا تھا۔ پئوسانیاس (۸، ۲۷) کہتا ہے کہ
شہر کے بانیوں میں ایک ہیئے رو ٹیموس بھی تھا جو زمانۂ مابعد میں مقدونیوں کا طرفدار
بن گیا؛ لیکن غالباً پئوسانیاس کی مراد ارسطونیموس سے ہوگی۔ دیکھو شیفر: "دیموس تھنیس"
Schaeffer : Demosth. ۲، ۱۷۱۔

میگالوپولس کے موقع کے لئے برسیان: "جغرافیہ" Bursian : Geogr. ۲، ۲۲۵
وغیرہ، بیڈیکر ۲، ۳۱۲۔

حقیقت یہ ہے کہ میگالوپولس کی بنیاد کی اصل غایت یہی تھی کہ اشپارٹا سے جنگ آزمائی
کی جائے، اور اسی کے ذریعے سے اشپارٹا کا اقتدار دریائے الفیوس کی بالائی وادی سے
ہٹا دیا گیا۔ پئوسانیاس کہتا ہے (۸، ۳۲، ۱) کہ "دہ ہزار آرکیڈی" (جن کا ذکر ۳۴۴ ق م
جیسے قریب زمانے تک ہیں پڑھنے میں آتا ہے) (ہرمان: "حکومت قدیمہ" Hermann :
Staatsalt ۱۷۷) تھرسی لیوم میں جمع ہوتے تھے۔ لفظ "میوریوی" سے معلوم ہوتا ہے
کہ باشندے کثیر التعداد ہوں گے؛ یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اس لفظ کا انطباق ہر قوم کے جملہ
شہریوں پر ہوتا تھا۔ ہیروداموس مطمح نظر بھی "میوریوی" تھا، اور یونانی زبان میں
"میوریاندروس پولس" مستقر حکومت کو کہتے تھے گو تمام "میوریوئے" میگالوپولس میں
رہتے ہوں لیکن یہ اور میگالے پولس ہم معنی تھے۔

میوریوئے اور مین تی نیہ کے بین نقیض، زینوفون ۷، ۴، ۳۳۔ زینوفون
۷، ۴، ۳۲ میں جس "ہے پار ہی توسئے" کا ذکر کرتا ہے اُن کا بیان دیودورس ۱۵، ۶۲
و ۶۷ میں بھی ہے، اور زینوفون ۷، ۴، ۳۳، ۳۴ سے معلوم ہوتا ہے کہ انھیں مشاہرہ ملتا تھا۔
جدید آرکیڈی ادارات میں افلاطونی خیالات کی بھی جھلک نظر آتی ہے؛ چنانچہ زینوفون (۷، ۴، ۳۴)
کہتا ہے کہ چونکہ میوریوئے "رہبران قوم بھی ہیں اس لئے وہ سمجھدار بھی ہوتے ہیں" وساتھالیکہ
انھیں Hesych. میں "نگران عموم" کا لقب دیا ہے۔

باب ۹

اسپارٹیوں نے اگے سی لاؤس کو تگیہ پر حملہ کرنے کی غرض سے روانہ کیا۔ مین ٹی نیہ کے باشندے اس شہر کی مدد کیلئے کمک بھیجنا چاہتے تھے لیکن اسوقت خود اُن پر مصیبت آئی ہوئی تھی۔ واقعہ یہ تھا کہ مین ٹی نیہ اور اورخومینوس کے مابین ہمیشہ نقیض برپا رہتی تھی، چنانچہ موخرالذکر اپنے حریف کی سرکوبی کے لئے اجیر سپاہیوں کی ایک فوج جمع کر رہا تھا۔ سونے پر سہاگہ یہ ہوا کہ اب نہ صرف اسپارٹی ہی اُن کے مدمقابل بن گئے بلکہ ہرائیہ اور لیپریوم والے بھی اسپارٹیوں سے آکر مل گئے۔ الغرض مین ٹی نیہ اور اورخومینوس کے مابین مڈبھیڑ ہوئی جسمیں مین ٹی نیہ ہی کو کامیابی ہوئی۔ لیکن اس سے اُسے کوئی خاطر خواہ فائدہ نہیں ہوا اس لئے کہ

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ میگالوپولس میں تمرکز کی اصل غایت یہ تھی کہ اُس کے ذریعے سے جنوبیہ مغربی آرکیڈیا کی حفاظت ہو سکے۔ اس شہر کی آبادی سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یونانی فی نفسہ تمرکز کے اصول سے متنفر تھے، اور اس طرح ہم گیلون اور دیونی سیوس کے طرز عمل کو بخوبی سمجھ سکتے ہیں۔ نیز مقابلہ کرو گلبرٹ: "مملکت قدیمہ" ۲، ۱۴۳، ۱۴۴ وغیرہ۔ یونانی وفاقیتوں پر فریمن Freeman، فیشر Vischer وغیرہ نے جو کتابیں لکھی ہیں اُن پر بعد میں تبصرہ کیا جائیگا۔ چھٹی صدی ق م کے جو سکے ایسے دستیاب ہوئے ہیں جن پہ الفاظ "آر" یا "ارک" کندہ ہے اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتدائی زمانے میں بھی ملک اتحاد باہمی کی طرف مائل تھا۔ یہی کیفیت اُن سکوں کی بھی ہے جنھیں صرف ہرائیہ میں مسکوک کیا گیا (امہوف بلومر "سکہ جات یونان" Imhoof-Blumer : Mohn. Gr. ۱۹۲)۔ اس لیگ کے جدید سکوں کے ایک طرف حروف "اپ" اور زیوس لیکائیوس کے سر کی شبیہ اور دوسری جانب نشستہ پان کی تصویر کندہ ہے۔ (ہیڈ ۳۷۴ ہکروتوں اور پاڈوسیا میں جو نشستہ شبیہ نظر آتی ہے اُس میں اور اس میں بہت کچھ مشابہت پائی جاتی ہے (دیکھو باب ۱۱)۔ لیکن سکوں کے ایک ہی مرکز پر مسکوک ہونے کا زمانہ مختصر ہی رہا، اور غالباً جنگ مین ٹی نیہ کے بعد ہی مختلف بلدیات نے از سر نو سکے ڈھالنے شروع کر دیے، جن میں سب سے خوبصورت سکے فنیوس اور سٹیم فالوس کے ہیں۔ نیز دیکھو کرٹیوس: "تاریخ یونان" ۳ (۲) ۴، ۶، ۷ و ۵، ۶، ۷۔

باب ۹ اگےسی لاؤس مین تی نیہ کے ملک میں گھس گیا، اور اگر وہ اس پر فوراً حملہ کر دیتا تو شہر کی بہت ہی بُری گت بنتی۔ لیکن حملہ کرنے کے بجائے تین دن کے بعد وہ اسپارٹا کی طرف مڑ گیا۔ اس طرح گویا اُس نے اسپارٹا کی لاج رکھ لی اس لئے کہ اُس نے خاص مین تی نیہ میں داخل ہو کر جنگ آزمائی کرنی چاہی تھی، اور اگر فریق مخالف نے اُس کا جواب نہیں دیا تو کم از کم اسپارٹا کا قصور نہ تھا۔[۹۳]

لیکن عین اس نازک وقت پر آرکیڈیوں کو ایک نہایت طاقتور ساتھی کی مدد ملی، یعنی (۳۷۰ق م میں) اپامینونداس اور پیلوپیداس کی سرکردگی میں ایک تھبزی فوج نے خاکنائے کو عبور کرکے جزیرہ نمائے پیلوپونیز کی طرف رُخ کیا۔ ایتھنز تو آرکیڈیوں کو مدد دینا نہیں چاہتا تھا، لیکن اس موقع کو غنیمت جان کر تھبز نہایت خوشی سے اسپارٹیوں کو اُن کی قدیم سخت گیریوں کا بدلہ دینے کیلئے تیار ہو گیا۔ آرکیڈیا میں داخل ہوتے ہی تھبزیوں نے یہ محسوس کر لیا کہ اسپارٹی اس ملک کو چھوڑ کر چلے گئے ہیں، اور ممکن ہے کہ وہ فوراً اپنے وطن کو واپس چلے جاتے؛ لیکن آرکیڈیوں اور آرگوسیوں کے کہنے سے اپامینونداس نے اپنی ختم شدہ مدت سپہ سالاری کی خود ہی توسیع کرکے لقونیہ پر حملہ کر دیا حقیقت یہ ہے کہ اسپارٹا کو نقصان پہنچانے کا یہ موقع ایسا نہ تھا کہ ہاتھ سے نکل جائے اور تھبزیوں کو اس کا علم تھا کہ مدت دراز تک تھبزی فوجیں اسپارٹا کے اس قدر قریب نہ پہنچیں گی۔ اس میں شبہہ نہیں کہ انھیں اس کا خطرہ ضرور لگا ہوا تھا کہ ایتھنز

(۲) آرکیڈیا میں جنگ، زینوفون ۶، ۵، ۱۰تا ۲۲ ۔ پوسانیاس ۹، ۱۰، ۵؛ کے مطابق آرکیڈیوں نے اسپارٹا پر فتح پانے کے اعزاز میں بہت سے مجسمے دیلفی میں نصب کئے تھے؛ اس تنصیب کا یادگاری نوشتہ برآمد ہو گیا ہے؛ پومتوف: "تحقیقات متعلق توصیف دیلفی" Pomtow: Beitraege Z. Topogr, von Delphi ۱۴، ۳۹؛ وائل: "جریدہ لسانیات برلن" Weil: Berl. Phil. Woch. ۱۸۸۹ء صفحہ ۸۱۸ و صفحہ ۹۰۸ - یہ یادگاریں غالباً ۳۶۹ ق م میں نصب ہوئی ہوں گی۔

[۳] آرکیڈیوں کی درخواست کا ایتھنز میں مسترد کیا جانا، دیودوروس ۱۵، ۶۲-

ان کی پسپائی کے وقت اُن کا سدّ راہ ہو جائیگا، لیکن یہ خطرہ ایسا تھا جس سے گلو خلاصی باب ۹
کی کبھی بھی امید نہ تھی۔ الغرض حلیفوں کی فوجیں لقونیہ کی طرف بڑھیں، یعنی تھبز ہی تو
کاریائے کے راستے سے اور آرکیڈی ادیا کی طرف ہو کر؛ اور اس مقام پر
اسخولائوس اور اس کے اسپارٹائی پیرو سورائوں کی موت مرے۔ اب حلیفوں
نے سیلاسیہ پر قبضہ کر کے خاص اسپارٹا کی جانب پیش قدمی کی، یہی اسپارٹا
جس نے کبھی اس سے قبل اپنے کسی دشمن کو اپنے سے اتنا قریب نہیں دیکھا تھا
اسپارٹیوں کا سپہ سالار خود اگیسی لائوس تھا۔ اُس نے بعض ہیلوتوں کو مسلح
کرنا شروع کیا، اور گو یہ فعل خطرے سے خالی نہ تھا لیکن آخر کار اس کا نتیجہ بہتر ہی
نکلا۔ علاوہ ازیں فلیوس، کورنتھ، ایپی دوروس اور پیلینے سے کمک بھی آ پہنچی۔ بالآخر
جب دشمن اسپارٹا ہو کر نکلا اور امیکلائی پہنچا تو اس مقام پر اسپارٹی افواج نے
اُس کی مزید پیش قدمی کو روک اُسے شکست دی۔ باوجود اس ہزیمت کے حملہ آوروں
نے ہیلوس اور گی تھیوم پر قبضہ کر لیا جس کے بعد اپامینونداس نے ایک نہایت ہی
دور اندیشی کی چال چلی اور باوجودیکہ زینوفون اسے نظر انداز کر دیتا ہے لیکن اسکے
اہم ہونے میں مطلق کوئی شک نہیں ہے، یعنی ان مقامات کی تسخیر کے بعد اُس نے
مسینیہ کو اُس کے اصلی باشندوں کے سپرد کر دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ اسپارٹا پر
اس تدبیر سے زیادہ کاری ضرب نہیں لگ سکتی تھی۔ مسینیوں کو اپنے آبائی وطن
کے ساتھ جو دلی تعلق تھا اُسے اُنھوں نے کبھی فراموش نہیں کیا تھا، اور نئوپاکتوس
اور کیفالے نیہ میں بھی اُنھیں ہر وقت یہی امید لگی رہتی تھی کہ کب موقع ملے اور کب وہ
مسینیہ واپس پہنچ جائیں۔ جیسے ہی اُنھیں تھبز کی طاقت کا اندازہ ہوا اُنھوں نے
اُس کے علم کے نیچے پناہ لے لی، اور ملک کی متعدد بغاوتوں سے اپامینونداس
کے حصول مقاصد میں بہت کچھ آسانی پیدا ہو گئی۔ اپامینونداس کی اس تدبیر سے
مسینیہ کو از سر نو ایک آزاد مملکت کا رتبہ حاصل ہو گیا اور اس کے بعد کبھی اسپارٹا
اُسے زیر نہیں کر سکا۔ اس جدید مملکت کی آزادی کو تقویت پہنچانے کی غرض سے
قلعۂ اِتھومے کے قریب جو پہلی جنگ مسینیہ میں نہایت ممتاز رہا تھا، ایک نیا شہر
مسینے آباد کیا گیا۔ اس شہر کا محیط چالیس استادیا تھا۔ اس کی فصیل کا ایک حصّہ

باب ۹

جو نہایت کاریگری سے بنائی گئی تھی اس وقت تک کھڑا ہوا ہے اور شمالی آرکیڈی دروازہ اپنی قسم کا آپ ہی جواب ہے[۵۵]

یہ تمام حالات سُن کر ایتھنزیوں نے تھبز کی مزید ترقی کو روک دینے کا تہیہ کرلیا۔ اُنھیں اس سے پہلے ہی اس امر کا احساس ہوگیا تھا کہ موجودہ حالات و واقعات کے تحت تھبز کی مزید ترقی یقینی اور لازمی ہے؛ اب اسپارٹی سفیروں نے بھی اسی طرزِ عمل پر زور دیا اور ایک کورنتھی اور ایک فلیوسی نے (جس کا نام پروکلیس تھا) ایتھنز کو صلاح دی کہ وہ تھبزی سپاہ کا راستہ روک دے۔ اس پر ایفیکراٹیس آرکیڈیا کی طرف بڑھا، لیکن جب اُسے یہ معلوم ہوا کہ آرکیڈی آرگوسی اور ایلسی اپنے اپنے گھر واپس چلے گئے ہیں تو وہ پلٹ پڑا اور خاکنائے پر تھبزیوں کے سدِّ راہ ہونے کے بجائے اُس نے سیدھا ایتھنز کا رخ کیا۔ زینوفون اُس کی اس حرکت پر اُسے مورد الزام سمجھتا ہے، لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اُس نے یہ طرزِ عمل محض ملکی مصلحتوں کی وجہ سے روا رکھا ہوگا۔ تھبزی کنکر پائے ہو کر اپنے وطن الوف واپس پہنچ گئے، اور گو اپامینونداس پر اسکی توسیع مدّت خدمت کا الزام لگایا گیا، لیکن جب اُس نے اپنے ممتاز کارنامے پیش کئے تو اُسے بری الذمہ کر دیا گیا۔

مندرجۂ بالا واقعات سے ہم ۳۶۹ ق م کی ابتدا تک پہنچ جاتے ہیں۔ اس سنہ میں ایک جدید اسپارٹی سفارت ایتھنز پہنچی تاکہ ان دونوں بلاد کے مابین

---

[۵۴] تھبزی فوج لقونیہ اور مسینیہ میں، زینوفون ۶، ۵، ۲۲ تا ۳۲۔ اسپارٹا کی حفاظت کے لئے اگےسی لاؤس کی عملی تدابیر، پلوٹارک: "اگےسی لاؤس" ۳۲؛ اسی کا ذرا مجمل ذکر دیودورس ۱۵، ۶۵ میں ہے۔

مسینے پئوساہیاس ۴، ۲۶، ۵ تا ۲۷، ۵؛ ۹، ۱۴، ۲؛ دیودورس ۱۵، ۶۶، ۶۷؛ پلوٹارک: "اگےسی لاؤس" ۳۴؛ "پلوپیداس" ۲۴؛ ئزسیان ۲، ۶۵ وغیرہ۔

[۵۵] مسینی سکّوں کے ایک طرف اِتھومے کا زیوس کا زیوس اور دوسری جانب دمیتر کا سر ہے: ہیڈ ۳۶۱؛ گارڈنر "انواع" Gardner : Types، تصویر ۱۱۱، ۷، ۲۵، ۲۸۔

ایک محالفے پر دستخط کر دئے جائیں۔ پروکلیس ساکن فلیوس نے یہ تحریک کی کہ اسپارٹا بری افواج کی سپہ سالاری کرے اور بحری فوج کی کمان کے فرائض ایتھنز کے سپرد کئے جائیں۔ لیکن ایک ایتھنزی کیفی سودوتوس نے اس کا جواب یہ دیا کہ اس طرح اسپارٹا کے زیر اثر تو بہترین ایتھنزی ہو جائیں گے لیکن ایتھنز کو بدترین اسپارٹیوں پر ہی حکم چلانے پر قناعت کرنی پڑے گی۔ الغرض اسی قسم کی بیکار لفاظی کو کام میں لاکر اس نے یہ قرارداد منظور کرالی کہ ہر دو مملکتوں کے ذمے جملہ بری و بحری سپاہ کی کمان باری باری سے پانچ پانچ سال رہے۔ یہ ظاہر ہے کہ اوّل تو اس طرح سے بری میدان یا بحری رزمگاہ دونوں میں مطلق کامیابی کی امید نہ تھی اور دوسرے خود ایتھنزیوں کو اس قسم کا انتظام پسند نہیں تھا۔[۵]

موسم گرما سنہ ۳۶۹ ق م میں اپامنونداس پیلوپونیز پر دوبارہ حملہ آور ہوا، اور (زینوفون کے بیان کے بموجب) باوجود اسپارٹی پولیمارخ کی موجودگی کے اس نے زنجیرۂ اونیوم کو زبردستی عبور کر لیا۔ لیکن اب وہ فوج جو دیونی سیوس نے اسپارٹا کی مدد کے لئے بھیجی تھی، پیلوپونیز میں آپہنچی؛ اس میں کلٹی اور ایبیری سپاہیوں کے علاوہ پچاس سواروں کا ایک دستہ بھی تھا اور یہ سب بیس سہ طبقہ کشتیوں میں سسلی سے آئے تھے۔ تھبزیوں نے کورنتھ اور سکیون کے درمیانی میدان پر قبضہ کر لیا تھا، لیکن صقالوی فوجوں نے انھیں اس درجہ نقصان پہنچایا کہ چار و ناچار انھیں گھر کی راہ

(۵) ایتھنز میں گفت و شنود وغیرہ، زینوفون ۶، ۵، ۳۳۔ ثیوسائیاس ۹، ۱۴، ۳۱ کے لئے مقابلہ کرو فون شٹرن ۱۸۰۔

تھبزی سپہ سالاروں کا محاسبہ، پئوسانیاس ۹، ۱۴۔ پلوٹارک: "پیلوپی داس" میں جو بیان دیا ہوا ہے وہ مشکوک ہے۔ Nep. Ep. ۷، ۸، Ael. V. H. ۱۳، ۴۲۔

ایتھنز اور اسپارٹا کے مابین شرائط محالفہ زینوفون ۷، ۱، ۱۔۱۴۔

کورنتھ میں تھبزیوں کی شکست، زینوفون ۷، ۱، ۱۹؛ لیکن دیودوروس ۱۵، ۶۹ میں جو تفصیل دی ہوئی ہے وہ اس سے مختلف ہے۔

سکیون اور تھبز میں اتحاد، دیودوروس ۱۵، ۶۹۔ اور فون شٹرن ۸۵

باب ۹

لینی پڑی۔ واقعہ یہ ہے کہ اُن پچاس سواروں نے جو سسلی سے آئے تھے اپنے فوجی کرتبوں اور جنگی تدبیروں کا سکہ بٹھا دیا تھا اور انکے آتے ہی لوگوں کے دلوں میں ایک خاص کیفیت پیدا ہو گئی۔

جب بظاہر تھبز کی قسمت اُس کا ساتھ چھوڑتی ہوتی نظر آئی تو اشپارٹا کے دشمنوں میں جو باہمی اتحاد ہو گیا تھا وہ رفتہ رفتہ غائب ہونے لگا۔ آرکیڈی یہ خیال کرنے لگے کہ اگر وہ صرف اپنے پانوؤں پر ہی کھڑے ہوئے تو بھی وہ تھبز یوں کی طرح مظفر و منصور ہوں گے۔ لیکومدیس ساکن مین تی نیہ نے اُن سے کہا کہ فی الحقیقت وہی جزیرہ نمائے پیلوپونیز کی سب سے طاقتور قوم کے افراد ہیں اور اُن کے لئے ہرگز مناسب نہیں کہ وہ اپنی قوت بازو سے دوسروں کا بول بالا کریں، یعنی کبھی اسپارٹا کو اور کبھی تھبز کو نفع پہنچا کر اپنا ہی نقصان کریں۔ زینوفون کہتا ہے کہ جب آرکیڈی لڑتے تھے تو انھیں نہ تو طوفان باد و باراں کی پروا ہوتی تھی، نہ وہ پہاڑوں کا ہی خیال کرتے تھے اور نہ لمبے لمبے کوچوں سے جھجکتے تھے۔ ہم خود بھی اس سے واقف ہیں کہ وہ دوسرے یونانیوں سے کہیں زیادہ تنومند تھے۔ چنانچہ دوسری مملکتیں انھیں اجرت پر اپنی فوجوں میں بھرتی کرتی تھیں۔ العرض اپنی قوت کے زعم میں آکر آرکیڈیوں نے تھبز کی خواہشات کو پس پشت ڈالنا شروع کر دیا اور دوسری طرف ضلع تری فالیہ کے حوالے کرنے سے انکار کر کے ایلسیوں کو بھی برافروختہ کر دیا۔[۹۶]

زینوفون طنز آمیز انداز سے لکھتا ہے کہ جب حلیف مملکتوں میں سے ہر ایک خود اپنی ہی قوت پر مگن تھا تو ایرانی صوبہ دار اریوبارزان کی طرف سے (۳۶۸ ق م میں) فلیس کوس، فودسرابی دوس یونان میں امن و امان قائم کرنے کی غرض سے آموجود ہوا۔ اس سے قبل اشپارٹا اور ایتھنز کے مابین جو کانفرنسیں ہوئی تھیں وہ بالکل بے نتیجہ ثابت ہوئی تھیں، چنانچہ اس دفعہ یہ قرار پایا کہ اگر ڈیلفی جیسے مقدس مقام میں یہ جلسہ کیا جائے تو ممکن ہے کہ

---

۹۶ لی کومدیس، آرکیڈیوں کی مشہور و معروف خصوصیات، زینوفون ۷، ۱، ۲۳ تا ۲۷۔

باب ۹

بار آور ہو۔ لیکن یہ ایک بالکل انوکھی بات تھی کہ مختلف جنگ آزما یونانیوں میں باہمی مصالحت کرانے کے لئے ایک ایرانی آئے اور یونانیوں کے لئے اس سے زیادہ کوئی امر باعث انگشت نمائی نہیں ہو سکتا تھا کہ ڈیلفی میں کانگریس ہو اور اس پر صدارت ایک ایسا ایشیائی خود سر کرے جس کی جیبیں ایرانی سونے سے بھری ہوئی ہوں۔ الغرض کانگریس ہوئی اور یہ بھی اپنے پیش رو کانگریسوں کی طرح بالکل بے نتیجہ ثابت ہوئی۔ جلسے کے دوران میں فلس کوس نے یہ مطالبہ کیا کہ میسینیہ اسپارٹا کو واپس ملنا چاہیئے، جس سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اس وقت بھی ایران اسپارٹا ہی کا طرفدار تھا۔ الغرض جنگ برابر جاری رہی۔ دیونی سیوس والئ سرقوسہ نے از سر نو کمک روانہ کی اور پہلے سے بھی زیادہ زور اور استقلال سے اسپارٹا کی طرفداری میں مداخلت کی۔ لیکن سرقوسی فوجوں سے کام لینے کے مسئلے پر حلیفوں میں باہمی اختلاف رائے نمودار ہوا، اس لئے کہ ایتھنزیوں نے تو یہ خواہش ظاہر کی کہ انھیں ان تھسلیوں کے خلاف روانہ کیا جائے جو اس وقت تک تھسلی میں برسرپیکار تھے، لیکن اسپارٹی ان سے پیلوپونیز میں کام لینا چاہتے تھے۔ بہر حال اسپارٹا کے کہنے پر ہی عمل ہوا اور سرقوسیوں کی مدد سے آرخی داموس نے کارہائے تسخیر کر کے آرکیڈیا کے ضلع پارھازیا پر حملہ کر دیا، جس نے میگالوپلس کے قیام کے بعد ایک جدید حیثیت اختیار کر لی تھی۔ یہاں میدیا کے قریب اسے آرکیڈی اور آرگوسی نظر آئے۔ ان سے ملنے پر دیونی سیوس کی فرستادہ فوج کے سپہ سالار کساداس نے یہ اعلان کر کے کہ اس کی مدت خدمت ختم ہو گئی ہے، اپنے دستے کو میدان سے ہٹ جانے کا حکم دے دیا۔ لیکن جب وقت وہ واپس ہو رہا تھا اس وقت اس پر میسینی ٹوٹ پڑے اور باقی ماندہ فوج نے آرخی داموس پر حملہ کر دیا، جس پر اسپارٹیوں اور صقالویوں نے از سر نو اتحاد کر کے اپنے دشمنوں کو شکست فاش دی۔ لڑائی میں لاسکے دیمونیوں کا مطلق کچھ نقصان نہیں ہوا، لیکن دشمن کی طرف کے بہت سے سپاہی ہلاک ہوئے۔ جب اسگے سی لاؤس، گیرنتیس اور ایفوروں کو اس درخشاں کامیابی کی خبر ملی تو خوشی کے مارے ان کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور لوگوں نے (خطایانہ تضاد کے طریق کا استعمال کر کے) اس کا نام

باب ۹ "فتح بے اشک" رکھ دیا۔ زینوفون کہتا ہے کہ آرکیڈیوں کی شکست سے تھیبزی اور ایلیسی اتنے ہی خوش ہوئے جتنے جو اشپارٹی۔ بہرحال اس کے بعد اشپارٹا کے حلیف ایتھنز اور سرقوسہ کے مابین دوستانہ تعلقات پیدا ہو گئے، جس کے باعث ایک طرف تو ایتھنز میں دیونی سیوس کے اعزاز میں متعدد اعلانات شائع ہوئے دوسری جانب ایتھنز اور سرقوسہ کے درمیان باضابطہ محالفہ ہو گیا۔ یہ احکام ہنوز موجود ہیں اور ان سے یہ پتا لگتا ہے کہ سرقوسہ اور ایران دونوں اس وقت اشپارٹا کی طرفداری کر رہے تھے۔ لیکن اس طرز عمل میں بہت جلد ایک نمایاں فرق پیدا ہو گیا یعنی آئندہ سال ایران تو اشپارٹا کا ساتھ چھوڑ کر تھیبز سے جا ملا اور دیونی سیوس کی موت کے بعد سرقوسہ کا طرز عمل اس قدر کمزور ہو گیا کہ اُسے خود اپنی حفاظت کرنے میں بھی مشکلات کا سامنا ہونے لگا۔[۵]

ہم اس سے پیشتر یہ کہہ چکے ہیں کہ تھسلی بھی تھیبز کے اقتدار سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہا۔ چونکہ ان واقعات کا جو بیان زینوفون میں موجود ہے وہ غیر مکمل ہے اس لئے ہمیں دوسرے اسناد پر بھروسا کرنا پڑیگا۔

---

[۵] فلیس کوس؛ زینوفون ۷/۱/۲؛ دیودوروس ۱۵/۷۰۔ کے مطابق شہنشاہ ایران نے اُسے اجیر سپاہیوں کی بھرتی کے لئے بھیجا تھا۔ اگر یونانی اس کے سامنے اپنے اتحاد کا اعلان کر دیتے اور اپنے مالک کے مالی وسائل بھی قیمتاً اُسکے حوالے کر دیتے تو یہ یقیناً شہنشاہ کی خوشنودی کا باعث ہوتا۔ اڑیو بارزان اور فلیس کوس دونوں کو ایتھنزی شہری بنایا گیا Dem. ۱۴۱۔ خود فلیس کوس کا قتل لمپساکوس میں، ایضاً ۱۴۲ Aristocr.۔

"جنگ بے اشک" میدیا یا مدیہ کے مقام پر واقع ہوئی؛ زینوفون ۷/۱/۲۸؛ پلوٹارک: اگیسی سی لاؤس ۳۳؛ دیودوروس ۱۵/۷۲، جہاں "میرلوئے" (بے شمار، یا دس ہزار) آرکیڈی مارے گئے۔ اس نے جس مولف سے یہ واقعات اخذ کئے ہونگے اُن کی بلاشبہہ یہ رائے ہوگی آرکیڈی "قوم" ("میرلوئے") میں سے بعض سے کام آئے۔

دیونی سیوس کے اعزاز میں اٹیکا کی احکام؛ مجموعۂ نوشتہ جات اٹیکا ۲، ۵۱ = ڈٹن برگر ۷۲؛ مجموعۂ نوشتہ جات اٹیکا ۵۲ = ڈٹن برگر ۷۳ (محالفہ، اولمپیاد ۱۰۳، ۱)۔

باب ۹

یاسون والئی فےرائے نے اس ملک میں اپنا اثر قائم کر کے اپنے آپ کو تمام ملک تھسلی کا تاگوس یا فرماں روا تسلیم کرالیا تھا۔ اسے ایران پر حملہ کرنے کی ہمیشہ سے آرزو تھی؛ چنانچہ ایک طرف تو اس نے اپنے مقصد کے حصول کی غرض سے ایک بہت بڑا لشکر تیار کیا، دوسری جانب اپنا اثر بڑھانے کیلیے فیثوی کھیلوں کے موقع پر نام آوری کا منصوبہ گانٹھا۔ الغرض اس نے اُن اقوام کو جو اس کے پرچم کے نیچے رہتی تھیں، دیلفی میں قربانی کرنے کی غرض سے بیل، بھیڑیں، بکریاں اور سؤر مہیا کرنے کا حکم دیا، اور گو ہر قوم کو ان چوپاؤں کی ایک قلیل ہی تعداد مہیا کرنی پڑی، تاہم اس ترکیب سے اس کے پاس ایک ہزار سے زیادہ بیل اور دس ہزار سے زیادہ دوسرے مویشی جمع ہو گئے۔ وہ چاہتا تھا کہ ایک بڑی فوج ساتھ لے کر دیلفی میں داخل ہو، لیکن اُس کی حوصلہ مندی اور شدت آرزو کے باعث اُس کے دشمن بھڑک اُٹھے اور جب وہ اپنے سواروں کا معائنہ کر رہا تھا تو سات نوجوانوں نے اُسے چاروں طرف سے گھیر لیا اور اُسے جان سے مار ڈالا۔ اُس کا کام تمام کر کے اُس کے قاتل فرار ہو گئے جن میں سے چند نے یونانی بلدیات کو اپنا مامن و مسکن قرار دیا جہاں اُنکی بہت کچھ آؤ بھگت کی گئی۔ حقیقت یہ ہے کہ آسمان یونان پر نجم تھسلی کی روشنی بس کچھ یوں ہی سی نظر آنے پائی تھی کہ دفعتہً ہمیشہ کے واسطے نظر سے اوجھل ہو گئی۔ ممکن ہے کہ یاسون کی سیادت میں اُس کا ملک تاریخ عالم کے ڈھالنے میں وہی حصہ لیتا جو کچھ عرصے کے بعد مقدونیہ نے لیا، لیکن اُس کے بھائی پولی دوروس اور پولیفرون جو اسکے بعد مسند خودسری پر بیٹھے، نہایت معمولی طرز کے حکمراں تھے۔ پولیفرون نے اپنے بھائی پولیدروس کو قتل کر کے تنہا ایک سال تک حکومت کی، لیکن اُسے موخرالذکر کے بیٹے سکندر نے تہ تیغ کر دیا اور خود حکمراں بن بیٹھا۔ زینوفون کہتا ہے کہ یہ خودسر نہ صرف تھبزیوں اور ایتھنزیوں کے حق میں باعث آزار تھا، بلکہ اپنے ہم قوموں پر بھی متشدد و ظالم تھا۔ اس نے گیارہ سال حکومت کی اور ۳۵۸ق م میں خود اپنے بیٹے کی سازش سے مارا گیا۔[۵۸]

۵۸ یاسون والئی فےرائے کی موت؛ زینوفون ۶، ۴، ۲۸، تا ۳۲۔ سکندر والئی فےرائے

باب ۹

سکندر والئ فرائے کے مخالفوں نے پہلے تو سکندر ولد ایمن تاس والئ مقدونیہ سے مدد کے لئے درخواست کی، لیکن جب اُنھوں نے یہ دیکھا کہ اس کا مقصد صرف یہ ہے کہ وہ اپنا ذاتی اقتدار تھسلی میں وسیع کرلے تو وہ تھبز کی طرف متوجہ ہوئے۔ اُن کی استدعا کو منظور کرکے تھبز نے پیلوپیداس کو ایک فوج لے کر تھسلی روانہ کیا جس پر مقدونوی، جنھوں نے لاریسا اور کرانون پر قبضہ کرلیا تھا، ان شہروں کو چھوڑ کر واپس چل دئے۔ اس واقعے کے بعد سکندر نے اپنے دائرۂ عمل کو صرف فرائے تک ہی محدود کرلیا اور آئندہ سے وہ تھسلی کا "تاگوس" نہیں رہا، جس کی وجہ سے تھسالوی جماعتوں کا نظام ازسرنو مرتب کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ اس وقت تک پیلوپیداس نے جو کچھ کیا تھا اُس کا نتیجہ اچھا نکلا تھا، لیکن اب (۳۶۹ سنہ ق م میں) اُسنے معاملات مقدونیہ میں مداخلت کرنی شروع کردی۔ اس ملک میں دو مدعی تخت تھے، ایک تو بطلیموس الوری تیں، دوسرا سکندر، اور پیلوپیداس نے سکندر کے حق میں رائے دی۔ پیلوپیداس کے اس فعل سے تھبز شمالی سیاسیات میں بھی اُتنا ہی ملوّث ہوگیا جتنا وہ جنوبی معاملات میں تھا۔ اس قسم کی مداخلت اس عہد کے مخصوص امتیازات میں شمار کی جاسکتی ہے، اور اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ چوتھی صدی ق م کے نصف اوّل کے قابل ترین سرفروش یونانی یہ محسوس کرنے لگے تھے کہ محض اپنے وطن مالوف میں اُن کا دائرۂ عمل نہایت تنگ ہے اس لئے اُس کے حدود سے باہر اپنی قابلیت کا سکّہ جمانا چاہئے۔ ممکن تھا کہ وہ ایشیا کا رُخ کرتے، لیکن اُنھوں نے ایران کے خلاف اتّحاد کرنے کے بجائے باہمی مناقشات اور تنازعات کو ہی ترجیح دی۔ بلاشبہہ شمالی اضلاع میں پیلوپیداس کو اپنی قابلیت کے جوہر دکھانے کا بہت کچھ موقع مل گیا، لیکن اس سے تھبز کو نقصان ہی نقصان پہنچا۔ ۳۶۸ سنہ ق م میں تھسالویوں نے پھر سکندر والئ فرائے کی شکایت کی،

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ زینوفون ۶، ۴، ۳۶، ۳۷۔

یا سون کا کوئی سکہ [illegible] نہیں ہے، لیکن سکندر کے بعض سکّے جن پر اُسکا نام کندہ ہے ہنوز موجود ہیں۔ ہیڈ ۲۶۱۔

باب ۹ جس پر پیلوپیداس نے شمال کا رخ کیا، لیکن اس خیال سے کہ محض اس کی ذاتی وجاہت ہی سے سب جھگڑوں کا فیصلہ ہو جائیگا، وہ اپنے ساتھ فوج نہیں لے گیا۔ جب اُسے یہ خبر ملی کہ سکندر شاہ مقدونیہ کو، جو تھیبز کا دوست تھا، اُس کے مد مقابل بطلیموس نے قتل کر دیا ہے، تو وہ تھسلی میں قیام کرنے کے بجائے سیدھا مقدونیہ چلا گیا۔ اُدھر بطلیموس کا ایک حریف پئوسانیاس پیدا ہو گیا تھا جسکے خلاف اُس نے ایفیکراتیس سے، جو اُن دنوں مقدونیہ کے قریب ہی چند ایتھنز کی جہازوں کو لے کر چکر لگا رہا تھا، مدد کی درخواست کی، اور اُس کی یہ درخواست فوراً منظور ہو گئی۔ اب پیلوپیداس پر یہ لازم ہو گیا کہ مقدونیہ میں ایتھنز کا اقتدار بڑھنے نہ دے، چنانچہ اجیر سپاہیوں کی ایک فوج لے کر اُس نے اس ملک پر حملہ کر دیا۔ لیکن بطلیموس نے بہلا پھسلا کر ان سپاہیوں کو پیلوپیداس کا ساتھ چھوڑنے پر آمادہ کر لیا، اور جب پیلوپیداس بے دست و پا رہ گیا تو اُسے مجبوراً اپنے دشمن کا ساتھ دینا پڑا اور تھیبز کے حریف بطلیموس سے تھیبز کی امداد کا وعدہ کرنا پڑا۔ اس کے بعد اُس نے جنوب کا رخ کیا اور تھسلی پہنچ کر اُس نے غداروں کے ان اہل و عیال کو جو یہاں آباد تھے گرفتار کرنے اور انھیں انکے عزیزوں کے کردار کی سزا دینے کے لئے ایک جدید اجیر فوج لے کر فارسالوس کی طرف رخ کیا۔ یہاں اُس کی سکندر والئ فیرا سے بھیڑ ملاقات ہوئی اور اس زعم میں آ کر کہ یہ خود سر محض اُس کے ذاتی اقتدار کے باعث اپنے خیالات بدل دیگا، وہ بے دھڑک نہتا اُس کی جائے قیام میں چلا گیا۔ لیکن اپنا طرز عمل بدلنے کے بجائے سکندر نے اُسے گرفتار کر لیا، اور اسطرح تھیبز پر دباؤ ڈالنے کا ایک نہایت نفیس آلہ اُس کے ہاتھ آ گیا۔ سکندر نے تھیبز کو زیر کرنے کی غرض سے ایتھنز کے سامنے ایک باہمی محالفے کی تحریک پیش کی، جسے ایتھنز نے فوراً منظور کر لیا اور اوتوکلیس کی ماتحتی میں جہاز اور سپاہی دونوں روانہ کرنے کے لئے آمادگی ظاہر کی۔ یہی وہ موقع تھا جب ایتھنز والوں نے سسلی کی افواج کو تھسلی روانہ کرنیکے لئے استدعا کی تھی۔ اُدھر تھیبز نے پیلوپیداس کو چھڑانے کی سر توڑ کوشش کی، لیکن اُس کے دو سپہ سالار یعنی کلیومنیس اور

باب ۹ ہی پاتِس جو اس مقصد کے لئے بھیجے گئے اپنی مہم میں ناکام ہوئے اور اُن کی فوج بھی محض اپامینونداس کی وجہ سے، جو اُس میں ایک معمولی سپاہی کی حیثیت سے شامل تھا، بچ گئی۔ اس کے بعد تھبزیوں نے خود اپامینونداس کو سپہ سالار بنا کر تھسلی روانہ کیا، اور بالآخر ۳۶۷ق م کے اوائل میں اُس نے سکندر سے پیلوپیداس کو رہا کرا لیا۔

یہاں پیلوپیداس کی شمالی مہمات کا خاتمہ ہوتا ہے۔ ان سے یہ پتا لگتا ہے کہ تھبز والوں میں قابلیت اور ہمت وجرأت کی تو کسی طرح کمی نہ تھی، لیکن اُس کے مادّی وسائل کی نسبت یہ حکم نہیں لگایا جا سکتا۔ اس کی مداخلت سے پیلوپونیز میں جو نتائج ظہور میں آئے وہ تو دیرپا اور مستقل تھے، لیکن شمالی ممالک کے تعلقات نہ تو اس وقت اور نہ بعد میں دُنیائے یونان کے لئے مفید ثابت ہوئے۔[۹]

---

۹ پیلوپیداس نے شمال میں جرأت اور سرفروشی کی جو مثال قائم کی اُس سے ویلین ویبر Wuellenweber کے ساتھی ماکس مایر Max Meier کی یاد تازہ ہوتی ہے۔

تھسالوی مہم کا بیان پلوٹارک "پیلوپیداس" ۲۶ تا ۲۹، دیودوروس ۱۵، ۷۱ اور پوسانیاس ۹، ۱۵ میں دیا ہوا ہے۔ فون شٹرن کے خیال کے مطابق ان تینوں کتابوں میں جو ذکر ہے وہ کسی بیوتی سند کا اقتباس ہوگا۔

Dem. Arist. ۱۲۰ میں۔ معلوم ہوتا ہے کہ پیلوپیداس نے تھسلی میں بیوتیہ کے نمونے پر ایک "کوئے نون" (مملکت) قائم کی تھی، جس میں چار اضلاع ("تیتر ادیس") یعنی پیلاس گیوتس، فتیوتس، تھسالیوتس اور ہستیائیوتس تھے؛ ان میں سے ہر ایک پر ایک پولیمارخ نگرانی کرتا تھا اور تمام ملک کا ایک آرخن سرگروہ تھا۔ کیوہلر: "معلومات" Koehler; Mitth. ۲، ۲۰۱ وغیرہ اور گلبرٹ: "مملکت قدیمہ" Gilbert : Staatsalt. ۲، ۱۲ میں نوشتے کی وضاحت کی گئی ہے۔ فیلقوس شاہ مقدونیہ اس انتظام کو اپنے مقاصد کے حصول کے لئے کام میں لایا۔

باب دہم

سیادت تھبز کے آخری ایام؛ پیلوپی داس کا ورود سوس میں؛ آرکیڈیا و ایلس؛ جنگ مین تی نیہ

۳۷۱ء ق م تا ۳۶۲ء ق م

تھبز کا مقصد دراصل وہی تھا جسے زینوفون اپنے عہد کی زبان میں "قیادت یونان" کا لقب دیتا ہے۔ اس زمانے میں یہ لفظ "قیادت" Hegemonia اپنے اصلی معنیٰ سے ہٹ چکا تھا۔ ابتداءً اس لفظ سے فوج کی سپہ سالاری مراد لی جاتی تھی، چنانچہ جب یہ تمام یونان کے لئے استعمال کیا جاتا تھا تو اس سے مراد بربری اقوام کے خلاف یونانیوں کی سپہ سالاری سے ہی ہوتی تھی، اور جب لڑائی ختم ہو جاتی تو "قائد" بھی برخاست کر دیا جاتا تھا۔ اس سے بھی بعید زمانے میں لفظ Prostates (رہبر) اُس مملکت کے لئے استعمال کیا جاتا تھا جسے دنیائے یونان میں ایک خاص تفوّق ہوتا، اور مدّت دراز سے یہ امتیاز اسپارٹا کو ہی حاصل تھا؛ لیکن یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ پروستاتیس حکم نہیں دے سکتا تھا بلکہ اس کا منصب محض مشورہ اور کمزوروں کی پشت پناہی تک محدود تھا۔ علاوہ ازیں دوران امن میں عملاً اس امتیاز کے کوئی معنی نہ تھے

باب ۸

جب ۳۷۱ ق م یا اس سے قریب زمانے میں ملک کسی بیرونی مملکت سے برسرِ پیکار نہیں تھا تو صرف ایک ہی صورت میں "قیادت یونان" کے کچھ معنی ہو سکتے تھے یعنی اگر تمام ارض یونان کے لئے ایک واحد سیاسی دستور مرتب کرنے کی تجویز زیر غور ہو۔ اوّل تو اس قسم کا کسی کو خیال بھی نہ تھا، اور اگر بفرض محال کسی کے دل میں یہ خیال ہوتا بھی تاہم یہ بات مشکل سے ہماری سمجھ میں آسکتی ہے کہ اس دستور میں تمام یونانی قوم کی قیادت اعلیٰ تھبز جیسی مملکت کے سپرد کی جا سکتی ہو۔ بلاشبہ مسینیہ میں تھبز ایک واقعی پروستاتیس کی حکمت عملی پر کاربند ہوا تھا اور اپنے مخصوص طرز عمل سے ایک قدیم نقص کی اصلاح کر لی تھی؛ لیکن دیگر اطراف و اکناف میں اُس نے مختلف مملکتوں کے معاملات میں زائد از ضرورت مداخلت کر کے یہ ظاہر کر دیا تھا کہ وہ ان کی حفاظت کے بجائے انھیں اپنے دائرۂ اقتدار میں شامل کرنا چاہتا ہے۔ اس کا طرز عمل ویسا ہی ہو گیا جیسا جنگ ائی گوس پوتامی کے بعد اسپارٹا کا تھا، اور یونانیوں نے اپنے تجربے کے بعد اس کا تہیہ کر لیا تھا کہ وہ اُس کے ہرگز روادار نہ ہوں گے۔

تھبز کا اقتدار اتنا نہیں تھا کہ یونان کے جملہ متنازعہ فیہ امور میں وہ فیصلہ کن رائے دے سکے، چنانچہ اپنی مطلب براری کے واسطے اُس نے یونانیوں کے قدرتی سرپنچ یعنی ایران کی طرف رُخ کیا[1]۔ اس سے پہلے اسپارٹا اور ایتھنز دونوں نے مدت دراز تک اسی اصول پر عمل کیا تھا۔ جب تھبزیوں کو معلوم ہوا کہ انتلیکس ساکن اسپارٹا پہلے سے ایران میں موجود ہے تو (۳۶۷ ق م میں) پیلوپی داس خود شوس گیا؛ چنانچہ انطاکوس ساکن آرکیڈیا، آرخی داموس ساکن ایلس اور تھاغورس و لیون ساکنان ایتھنز نے بھی اُدھر ہی کی راہ لی۔ پیلوپی داس نے اُن خدمات پر زور دیا جو زرکسیز کے

---

[1] تھبز قیادت یونان کے حصول کی کوشش کرتا ہے، زینوفون ۷، ۱، ۳۳۔ "ہیگےمونیا" یا "قیادت" کے مسئلے پر اسی جلد کے اختتام پر بحث کی گئی ہے۔

باب ۱۔
عہد سے لے کر اگے سی لاؤس کے عہد تک تھبز نے انجام دی تھیں (دیکھو اس کتاب کا باب اوّل)؛ اور اُس کی تائید تماغورس ساکن ایتھنز نے کی جب شہنشاہ نے تھبزیوں کا عندیہ دریافت کیا تو اُس کا پیلوپی داس نے یہ جواب دیا کہ اُن کی واحد خواہش مسینیہ کی آزادی کا استحکام ہے اور ساتھ ہی وہ یہ بھی چاہتے ہیں کہ ایتھنز اپنے جہازوں کو غیر مسلح کر کے گودیوں میں رکھ دے الغرض شہنشاہ نے اس مطالبے کے مطابق اپنی رائے پیش کر دی، جس پر لیون بول اُٹھا کہ اگر صورت حال ایسی ہے تو قسم ہے زیوس کی ایتھنزیوں کو اپنا دوست کہیں دوسری جگہ تلاش کرنا پڑے گا۔ یہ سُن کر شہنشاہ نے اپنے فیصلے میں یہ اضافہ کر دیا کہ اگر ایتھنزی اس پر مطمئن نہیں ہیں تو وہ اپنے خیال کو ہمارے سامنے پیش کر سکتے ہیں۔ اس کے بعد لیون نے تماغورس سے کنارہ کشی اختیار کر لی، اور جب دونوں واپس ایتھنز پہنچے تو اُس نے اپنے ساتھی پر غدّاری کا الزام لگا کر اُسے سزائے موت دلوا دی۔ آرخی داموس تو تھبز ہی کا طرفدار تھا، لیکن آرکیڈی انطاکوس نے شہنشاہ سے کسی قسم کے تحائف لینے سے قطعاً انکار کیا اور اُس نے اپنے افسروں یعنی "مجلس دہ ہزار" کو مطلع کیا کہ گو شہنشاہ کے خدّام میں بہت سے نان پز، باورچی اور پیالہ بردار ہوں، لیکن اُس کے محلات میں انسانیت کا تو نام و نشان تک نظر نہیں آتا؛ اور لوگ جس طلائی درخت کا، جسے لیڈوی پی تھیوس نے دارائے ایران کو تحفتہً دیا تھا، اور جو تخت شاہی پر رکھا ہے، خال سنتے ہیں، وہ اس قدر مختصر ہے کہ شاید انسان تو انسان کسی چیونٹی پر بھی سایہ کرنے کے قابل نہیں ہے!۔

الغرض تھبزی سفرا نے اپنے وطن کی راہ لی ۳۶۶ ق م میں تھبز نے اپنے حلیفوں کا ایک جلسہ کیا جس میں ایک ایرانی افسر نے جو اُن کے ساتھ آیا تھا، فرمانِ شہنشاہی کی مُہر دکھا کر اُسے پڑھ کر سُنایا اور تھبزی قائم مقاموں نے اپنے حلیفوں کے سفرا سے اُس پر حلف لینے کے لئے کہا لیکن ان سفرا نے اس سے بالکل انکار کیا اور جواب دیا کہ ہم صرف سننے کے لئے آئے ہیں اور ہمیں کسی قرارداد کے منظور کرنے کا مطلق کوئی منصب نہیں ہے بلکہ یہ فرض در اصل

بابِ۱۰ لیگ کی ایک جمعیت کا ہے جو جنگ کا مسئلہ پیش آنے پر کسی نہ کسی مقام پر اس کے لئے منعقد کی جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان سفیروں نے اُس قدرتی اصول پر عمل کیا تھا کہ مسئلۂ قیادت پر بحث کرنے کا وقت صرف کسی جنگ کی ابتدا پر ہوتا ہے، اور ایسے ہی موقع پر آئندہ کے طرزِ عمل کا تعین کرنے کی غرض سے کوئی قرارداد منظور کرنا چاہیئے۔ بہرکیف ایران کے حکم کی تعمیل کرنے سے سب نے انکار کیا۔ اب تھبز نے یہ کوشش کی کہ مختلف ممالک کو وفود روانہ کرکے حلف لوائے، لیکن سب سے پہلے کورنتھیوں نے فوراً یہ اعلان کردیا کہ وہ حلف لے کر شہنشاہ ایران کے ساتھ منسلک ہونا پسند نہیں کرتے۔ الغرض جیسا زینوفون کہتا ہے، "تھبزیوں کا یہ منصوبہ کہ وہ بہت سی ریاستوں کو اپنا ساتھی بنالیں گا بالکل ناکام ثابت ہوا" اور اس طرح تھبز کو صرف خود اپنے ہی کرتوت سے اُس اعلیٰ وارفع مقام سے اُترنا پڑا جس پر وہ جنگ لیوکترا کے بعد پہنچ گیا تھا۔ لیوکترا میں اُس نے یہ دکھا دیا تھا کہ بہادرانہ قوت ہی مملکتوں کی قسمت کا فیصلہ کرتی ہے؛ اب اُس نے یہ کوشش کی کہ ایرانی طلا و نقرہ کی مدد سے اپنی سیادت کو یونانی مملکتوں سے تسلیم کرادے، لیکن اس کوشش میں اُسے ناکامی کا منھ دیکھنا پڑا۔ حقیقت یہ ہے کہ قبل اس کے کہ یونان تھبز کو اپنا اخلاقی رہنما بنائے وہ اُس کے ہاتھ سے نکل گیا۔

الغرض اپنے مقاصد کے حصول کے لئے تھبزیوں کو خود اپنے ہی وسائل پر قناعت کرنا پڑی؛ اس میں اُنھوں نے مطلق پہلو تہی نہیں کی بلکہ ہر ممکنہ کوشش و جستجو میں مصروف ہو گئے۔ اس سے پیشتر ہی اپامنونداس نے اکائیائی اعیان و اکابر کے ساتھ عمدہ سلوک کرکے اکائیائیوں کو تھبزی عہدیت میں شامل ہونے پر راضی کرلیا تھا[۱]، لیکن اب بہت سے لوگ، خصوصاً آرکیڈی یہ کہنے لگے تھے کہ اس طرزِ عمل سے محض امیار شاہی کو فائدہ پہنچا تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تھبز نے اکائیہ کو اپنے ہارموست روانہ کئے اور اُنھیں وہاں عمومی حکومت کے قیام کا

---

[۱] پیلو پونیز میں اپامنونداس کی تیسری مہم؛ زینوفون ۷، ۱؍۴۱ تا ۴۳۔

بابِ ۱ | حکم دیا جس کے باعث ہر جگہ بےچینی کے آثار نمودار ہو گئے، اور جلاوطن اعیانیوں (ا
نے واپس آکر اسپارٹا کی طرف سے ملک پر از سر نو قبضہ کر لیا۔ اسی طرح سکیون
میں بھی بہت کچھ خلفشار مچا ہوا تھا؛ یہاں ایک شخص مسمی یوفرون نے خود سرانہ
حکومت قائم کر لی تھی، لیکن اسے شہر بدر کر کے مروا ڈالا گیا۔ فلیوس برابر
اسپارٹا ہی کی دوستی کا دم بھرتا رہا؂۵۳ شمال اور مشرق میں ابتداءً ایتھنز کو کافی
کامیابی حاصل ہوئی، مثلاً ۳۶۵ق م میں تموتیوس نے ایرانی سپہ سالار
تیگرانیس سے جزیرۂ ساموس چھین لیا اور اس میں ایتھنزی شہریوں کی کلیر وخیا
(نوآبادیاں) قائم کر دیں۔ اسی طرح تموتیوس نے سستوس، میتھونے، پیدنا،
پوتیدیا اور تورونے پر بھی ایتھنز کی طرف سے قبضہ کر لیا؛ لیکن اس سے
امفی پولس کی تسخیر نہ ہو سکی، اور یہی وہ مقام تھا جس پر قبضہ کرنے کی اسے
سب سے زیادہ آرزو تھی۔ ۳۶۶ق م میں ضلع اوروپوس پر، جو ہمیشہ ایتھنز
اور تھبز کے مابین متنازعہ فیہ رہتا تھا، آخر کار تھبز ہی کا قبضہ ہو گیا۔ اُدھر پیلوپونیز
میں ایتھنز نے آرکیڈی نمائندوں یعنی "دہ ہزار" سے محالفہ کر کے گویا تھبز پر ایک
کاری ضرب لگا دی؂۵۴ جس کے باعث کورنتھ جسے ایتھنز کی روز افزوں قوت سے
بہت کچھ فکر دامنگیر ہو گئی تھی، اس کے محالفے سے دست بردار ہو گیا تھوڑے
عرصے کے بعد ہی کورنتھی محسوس کرنے لگے کہ وہ دیارِ یونان میں بالکل بے یار و مددگار
ہیں، چنانچہ انھوں نے اسپارٹا کی اجازت سے تھبز سے صلح کر لی خود تھبزی
سیدھے سادے صلح نامے کے بجائے محالفے کو ہی زیادہ پسند کرتے تھے،

---

۵۳ یوفرون؛ زینوفون ۷، ۱، ۴۴ تا ۴۶؛ ۳، ۱، ۱۲؛ ۷، ۲ میں زینوفون فلیوس کا مفصل حال بیان کرتا ہے۔ دیودورس نے ۱۵، ۷۰ میں جو سنین تسلسل دیا ہے وہ غلط ہے۔

۵۴ تھبزی اوروپوس پر قبضہ کر لیتے ہیں؛ زینوفون ۷، ۴، ۱؛ دیودورس ۱۵، ۷۶۔ مقابلہ کرو فون شترن ۲۰۹۔ تموتیوس کے مہمات؛ شیفر "دیموس تھنیس" Schaefer : Demosth. ۱، ۱۰۰ وغیرہ۔

ایتھنزیوں اور آرکیڈیوں کا باہمی محالفہ؛ زینوفون ۷، ۴، ۲۔

باب نہم

لیکن کورنتھی اس کے لئے تیار نہیں تھے۔ اُدھر فلیوس نے بھی کورنتھ ہی کی حکمت عملی کا اتباع کیا۔ حقیقت میں اسپارٹا کے زوال کی یہ ایک بہت بڑی نشانی تھی کہ کورنتھ اور فلیوس جیسی ریاستیں ایک طرف تو اُس کی دوستی کا دم بھرتی تھیں اور دوسری جانب اُس کے ساتھ محالفہ کرنے کے لئے تیار نہیں تھیں اس لئے کہ وہ ایسے محسوس کرتی تھیں کہ اسپارٹا اُن کی حفاظت نہیں کرسکتا۔[۵۵]

پیلوپونیز کی صورت حال ویسے بھی کافی پیچیدہ تھی، لیکن جب آرکیڈیا اور ایلس میں باہمی ناچاقی ہوگئی تو اُس کی پیچیدگی المضاعف ہوگئی۔ ایلسیوں نے ضلع تری فالیہ کے شہر لاسیوم پر، جو آرکیڈیوں نے اُن سے چھین لیا تھا، قبضہ کرلیا؛ لیکن آرکیڈیوں نے اُسے دوبارہ تسخیر کیا، اور ساتھ ہی ساتھ وہ اُس مقام پر بھی قابض ہوگئے جہاں تہوار منایا جاتا تھا۔ یہاں پہنچ کر اُنھوں نے ایلسی عمومیت پسندوں کو ملالیا، اور دوسری طرف اسپارٹی اور بعض اکائیائی ایلسیوں کی طرفداری کرنے لگے۔ جب سنہ ۳۶۴ ق م کے اولمپیائی میلے کا زمانہ آیا تو آرکیڈیوں نے پیزائیوں سے مل کر، جو زمانۂ قدیم میں اس پر صدارت کیا کرتے تھے، یہ تہوار منایا۔ لیکن مقابلے ختم ہونے سے پہلے ہی ایلس نے اکائیہ سے مدد مانگ کر اپنی فوج کو مرتب کیا اور دشمن پر حملہ کردیا۔ اُدھر آرکیڈیوں نے دو ہزار آرگوسیوں اور چار سو ایتھنزی سواروں کو لیکر اپنا لشکر دریائے کلادیوس کے کنارے ایستادہ کیا۔ آخرکار لڑائی میں ایلسی ہی بڑھے ہوئے رہے۔ چنانچہ اُنھوں نے زیوس کی قربان گاہ عظمیٰ تک دشمن کا تعاقب کیا؛ لیکن وہ اس مقام پر پہنچے تو دشمن نے بارہ دریوں، دروازوں، ایوان مجلس اور بُت کدۂ زیوس سے نکل نکل کر اُن پر حملہ کرکے انھیں واپس ہونے پر مجبور کردیا۔ جس کے باعث اُنھوں نے آخرکار حرم مقدس پر حملہ کرنے کا خیال بالکل ہی چھوڑ دیا۔

[۵۵] معاملات کورنتھ، زینوفون ۷، ۴، ۴ وغیرہ۔ کورنتھ، فلیوس اور آرگوس کے ساتھ ایتھنزی صلح کرلیتے ہیں؛ زینوفون ۷، ۴، ۱۰ ایس کورنتھیوں کے طرز عمل کو حق بجانب تسلیم کرلیتا ہے۔

باب ۸

اب چونکہ آرکیڈیوں کو اپنے اپاری توئے یا جیش مستقل کی تنخواہ دینی تھی اس لئے انھوں نے اس بُت خانے کے خزانے پر قبضہ کرلیا؛ لیکن ایکطرف تو مین تی نی اسے مقامات مقدسہ کی حرمت کے خلاف سمجھتے تھے، دوسری جانب خود دہ ہزار میں سے بھی بہت سے ایسے تھے جو اس حرکت کو پسندیدہ نظر سے نہیں دیکھتے تھے نتیجہ یہ ہوا کہ اس جیش میں صرف وہی سپاہی رہ گئے جو اپنے اسلحہ اور سامان خور و نوش کا خاطر خواہ انتظام کرسکتے ہوں؛ جس کے باعث اس میں ایک اعیانی بلکہ یوں کہو کہ لقونوی کیفیت نمایاں ہوگئی جنھوں نے بُت خانے پر دست درازی کی تھی انھوں نے تو اپنی مدد کے لئے تھبزیوں کو طلب کیا، لیکن اکثر آرکیڈیوں نے جھگڑے سے دست بردار ہوکر ایلس کے ساتھ صلح کرلی۔ جب آخرکار تھبزی سپاہ آئی تو اس نے آرکیڈیا والوں سے نہایت ہی بُرا برتاؤ شروع کیا؛ مثلاً جب تگیا کے آرکیڈی اپنے اور ایلس کے مابین صلح نامے کی یادگار منا رہے تھے تو اُس وقت تھبزی فوج کے سپہ سالاروں نے اس میلے میں حصہ لینے والے اعیانیوں کو گرفتار کرکے داخل زنداں کردیا[۵۶]۔ لیکن تھبز کے سب سے بڑے حریف مین تی نی تھے، اور جن کی تعداد ان محبوسوں میں بہت کم تھی؛ اس لئے ممکن تھا کہ مین تی نی اپنے ان مٹھی بھر شہریوں کی گرفتاری سے مطلق متاثر نہ ہوتا اور یہ خیال نہ کرتا کہ تھبز کے سامنے اُس نے گویا سر تسلیم خم کردیا ہے؛ لیکن انھوں نے صورت حال دیکھ کر

---

۵۶ آرکیڈیا کے اندرونی خلفشار کے لئے دیکھو فون شٹرن ۲۲۶۔ ایتھنزیوں نے اپنے سواروں کا ایک حصہ آرکیڈیوں کی مدد اور اسپارٹا کی مخالفت کے لئے روانہ کیا تھا؛ لیکن اس رسالے کے لقونیہ میں قدم رکھنے تک ایتھنز اور اسپارٹا کے مابین لڑائی نہیں چھڑی۔ اسی قسم کی دوسری مثالوں کیلئے دیکھو جلد ۲ باب ۲۱، ۲۹۔

سیلاسیہ کو تسخیر کرنے کیلئے سرقوسی اپنی فوج اسپارٹا کی مدد کیلئے روانہ کرتے ہیں؛ زینوفون ۷، ۴، ۱۲۔

ایلسیوں اور آرکیڈیوں کے مابین آویزش؛ اولوروس پر قبضہ کرنے کیلئے ۳۶۵ ق م میں جھگڑا؛

الیس اور اسپارٹا کے مابین محالفہ؛ کرومنوس پر نزاع؛ اولمپیا میں لڑائی (۳۶۴ ق م)؛ زینوفون ۷، ۴، ۱۴ تا ۳۲۔ مین تی نیہ اور دہ ہزار کے درمیان تنازعہ۔ زینوفون ۷، ۴، ۳۳۔

واقعات تگیا؛ زینوفون ۷، ۴، ۳۶ تا ۴۰۔

باب ۱۲

بہتر یہی سمجھا کہ یہ مسئلہ "دہ ہزار" کے سامنے پیش کر دیا جائے اس پر تھیبز کی کمان دار نے بظاہر مرعوب ہو کر قیدیوں کو رہا کر دیا اور اپنی برأت میں یہ عذر پیش کیا کہ اُسے یہ اطلاع ملی تھی کہ ان لوگوں نے تھیبز کے خلاف اسپارٹا سے سازش کر لی ہے بہر حال آرکیڈیوں نے اس کے خلاف خود تھیبز میں استغاثہ دائر کیا؛ لیکن کہا جاتا ہے کہ اپامنونداس نے کماندار ہی کی طرفداری کی اور کہا کہ وہ لوگ اعیانیوں کے گرفتار کرنے میں حق بجانب تھے اور اگر وہ تھیبز کی اجازت کے بغیر صلح کر لیتا تو یہ صریح غداری ہوتی۔ اگر یہ واقعہ صحیح ہے تو بلاشبہ اس کا یہ اعلان یونانی تخیلات کے بالکل متائر تھا اس لئے کہ آرکیڈیوں کو ایلس کے ساتھ صلح کرنے کا بالکلیہ اختیار تھا۔ بہرحال ان تمام امور کو ملحوظ رکھ کر نہ صرف مین تی نی بلکہ آرکیڈیا کے دوسرے بلدیات کے شہری بھی اس نتیجے پر پہنچے کہ تھیبز فی الحقیقت اپنی سیادت کے استحکام کے لئے کوشاں ہے، چنانچہ اُنھوں نے اسپارٹا اور ایتھنز کے سامنے اُس کے خلاف استغاثہ دائر کر دیا۔ واقعہ یہ ہے کہ آرکیڈیا کا خلفشار بحدّ انتہا پہنچ گیا تھا اور کسی کو یہ نہیں معلوم تھا کہ اقتدار واقعی کس شخصیت کے ساتھ وابستہ ہے، یعنی "دہ ہزار" کے ساتھ یا علحدہ علحدہ بلدیات کے ساتھ، اور ان دونوں میں سے کوئی بھی اپنے حقیقی مقاصد سے واقف نہیں تھا[۵۷]

امور مندرجۂ بالا کے باعث تھیبز کو معاملات یونان میں اب (یعنی ۳۶۲ سنہ ق م میں) پہلے سے بھی زیادہ تن دہی کے ساتھ مداخلت کرنے کا خیال پیدا ہوا۔ موجودہ صورت حال کچھ اس قسم کی تھی کہ اُسے ایک طرف تو

---

۵۷ آرکیڈی ایتھنز سے درخواست کرتے ہیں؛ زینوفون ۷، ۵، ۱؛ دیودورس ۱۵، ۸۲، ۸ -

آرخون مولون کے عہد (سنہ ۳۶۲ تا سنہ ۳۶۱ ق م) میں (یعنی جنگ مین تی نیہ سے پہلے) ایتھنز اور مین تی نیہ کے مابین جو محالفہ ہوا تھا اُس کے اجزا کی تفسیر سب سے پہلے کیوہلر نے شائع کی - اس کے بعد یہ اجزا "مجموعۂ نوشتہ جات اتیکا" C. I. A. ۲، ۵۷ (ب) = ڈِٹن برگر Ditt. ۳ میں طبع ہوئے۔ دیکھو فون شٹرن ۲۳۸ -

اپنے دشمنوں کو زیر کرتا تھا اور دوسری جانب اس خوف سے کہ مبادا کہیں بغاوت نہ پھیل جائے، اپنے حلیفوں کو بھی کسی نہ کسی طرح مرعوب کرتا تھا۔ پچھلے چند سالوں میں اُس نے اپنا حلقۂ اثر وسیع کرنے کی سر توڑ کوشش کی تھی، اور اس میں اُسے کچھ کامیابی بھی ہوئی تھی۔ مثلاً خاص بیوتیہ میں اُس نے اورخومینوس کی قوت توڑ کر اپنے مخالف فریق کا خاتمہ کر دیا، اور اس کے بعض باشندوں کو تو تہ تیغ کر دیا اور بعض کو بطور غلاموں کے فروخت کر دیا۔ تھسلی میں بھی تھبز کو کامیابی حاصل ہوئی لیکن یہاں کی ایک مہم میں پیلوپی داس سکندر والئے فرائے سے لڑتے ہوئے مارا گیا۔[۹۸] انھوں نے ایتھنزیوں کے بحری تفوق کو برباد کرنے کی نہایت ہی جانبازانہ کوشش کی، یعنی وہ ایک بیڑا تیار کر کے اُن تعلقات کو کام میں لائے جو تیس سال پیشتر قائم ہوئے تھے، اور ایتھنز کے حلیفوں یعنی رھوڈز، خیوس اور بیزنطہ کو اُس کے خلاف بھڑکایا۔[۹۹] الغرض عین اُس وقت جب اُن کے

۹۸ اورخومینوس کی تاراجی؛ دیودوروس ۱۵، ۷۹؛ پئوسانیاس (۹، ۱۵، ۳) نے اس کیلئے جس سال کا تعین کیا ہے وہ ذرا قبل از وقت معلوم ہوتا ہے؛ مقابلہ کرو فون شٹرن ۲۲۴ – ا۔ میولر O. Mueller (فون شٹرن ۲۲۳) کے خیال کے بموجب اورخومینوس کے سواروں پر شکست کا الزام عائد نہیں ہو سکتا بلکہ در اصل انھیں دھوکا دیا گیا۔ فون شٹرن کہتا ہے (۲۱۹) کہ ۳۶۴ ق م میں تھبز کی تھسالوی مہم کا مقصد یہ تھا کہ اُسے بحری تفوق حاصل کرنے میں آسانی ہو۔ ایامنونداس کا تعزیہ، ائس خیلوس Aesch : P. Parap ۳۲ میں؛ لیکن یہ کیفیت صحیح بھی ہے؟

۹۹ بحری سیادت کے لئے تھبزیوں نے جو کوشش کی اُس کے لئے دیکھو فون شٹرن ۲۱۶ وغیرہ۔ نیز دیکھو اس جلد کا اختتام۔
پئوسانیاس ۹، ۲۳، ۸ کے مطابق ایک بندرگاہ لاریمنا کا محالفہ تھبز سے ہو گیا۔
تھبزیوں کی جانبازیاں، دیودوروس ۱۵، ۸، ۷ و ۹، ؛ سو جہاز؛ رھوڈز، خیوس اور بیزنطہ ایتھنز ہی محالفے سے دست کش ہو جاتے ہیں۔ کیوس میں بے چینی کے آثار؛ دیکھو نوشتہ مندرجۂ کیوہلر "معلومات" Koehler : Mitth. ۲، ۱۴۲ = ڈٹن برگر ۷۹۔ خود ایامنونداس تھبز میں

باب ۱۵ دلوں میں طرح طرح کے منصوبوں اور ولولوں کے بادل اُمنڈ رہے تھے تو اُنھیں دفعتہً یہ معلوم ہوا کہ پیلوپونیزی اُن کے حلقۂ اثر سے نکل جانا چاہتے ہیں؛ اور اب وہ اس زہر کے مارنے کے لئے طرح طرح کی تدبیریں سوچنے لگے۔

اپامنونداس چند بیوتیوں، یوبیائیوں اور تھسالویوں کو ساتھ لیکر پیلوپونیز آیا۔ رہے فوکسی تو یہ اُس کے ساتھ اس لئے نہیں ہوئے کہ اُن کے نزدیک یہ ایک جارحانہ جنگ تھی جس میں وہ بیوتیوں کے ساتھ تعاون کرنے پر مجبور نہیں تھے۔ جب اپامنونداس پیلوپونیز پہنچا تو آرگوسی، مسینی اور جنوبی آرکیڈی بھی جو اسپارٹا کے ہمسایہ ہونے کی وجہ سے اُس کے دشمن تھے، اُن کے ساتھ ہو گئے۔ راستے میں اُس نے بمقام نمیہ قیام کیا تاکہ وہ اُس ایتھنزی فوج کو روک سکے جو اسپارٹا کی مدد کے لئے ایتھنز سے آرہی تھی؛ لیکن جب اُسے یہ معلوم ہوا کہ ایتھنزیوں نے اُسے سمندر کے راستے سے روانہ کیا ہے تو وہ اپنے حلیف بلدیۂ تگیا کی طرف بڑھا۔ زینوفون کہتا ہے کہ اُس کی یہ پیشقدمی جنگی تدبر کے لحاظ سے نہایت قابل تعریف تھی اس لئے کہ یہاں پہنچ کر بیوتی فوج دشمن کی نظروں سے اوجھل ہو گئی؛ علاوہ ازیں یہ مقام اس لئے بھی نہایت موزوں تھا کہ یہاں بیوتی اسپارٹا اور مین تی نیہ کے وسط میں حائل ہو گئے تھے۔ اپامنونداس کا پہلا خیال یہ تھا کہ اس مقام سے اسپارٹا پر ایک کاری زخم لگائے؛ اگے سی لاؤس اسپارٹی فوج کو لے کر شمال و مغرب کی طرف چلا گیا تھا جس کی وجہ سے خاص شہر اسپارٹا میں بہت کم سپاہی رہ گئے تھے اور تگیا اور اسپارٹا کی درمیانی سڑک بالکل کھلی ہوئی تھی۔ غرضکہ اپامنونداس اسپارٹا کی طرف یک بیک مڑ گیا، اور اگر اگے سی لاؤس کو اُس کے ارادے کی خبر نہ ہو گئی ہوتی تو یقین ہے کہ تھبزی شہر پر قابض ہو جاتے۔

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ موجود تھا، جہاں اس سے پہلے تمودیوس کارہائے نمایاں انجام دیچکا تھا۔ مقابلہ کرو ہوک: "تھریس میں ایتھنزیوں کے کارنامے" وغیرہ Hoek De rebus ab Atheniens. in Thracia, etc. ۱۸۴۶ء، صفحۂ ۴۴ وغیرہ۔

نیز مقابلہ کرو گرتیوس ۳ (۶)، ۲۶۱۔

باب ۱

لیکن ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ گو تھبزیوں کا اسپارٹا پر قبضہ فی نفسہ ایک نہایت ہی قابل لحاظ واقعہ ہوتا لیکن (ہاٹرک کے برلن میں ۵۷ئ میں داخلی کی طرح) اس سے جنگ کے نتیجے پر اثر نہ پڑتا۔ بہر حال اپامنونداس سے پہلے ہی اگےسی لاؤس اسپارٹا پہنچ گیا، جس کی وجہ سے تھبزی فوج نشیبی شہر کے صرف ایک حصے پر قابض ہو سکی اور اُسے بالائی حصے پر حملہ کرنے کی ہمت نہیں ہوئی۔ بالآخر آرخی داموس مٹھی بھر آدمیوں کو لے کر اپامنونداس پر ٹوٹ پڑا اور اُسے زک دی، چنانچہ آخر کار تھبزی فوج کو منگیا کی طرف پلٹ جانا پڑا تاکہ وہاں سے شمال کی طرف پیش قدمی کر سکے۔ یہاں پہنچ کر اُسے خیال ہوا کہ شاید مین تی نیہ پر قبضہ کرنے میں اُسے کامیابی ہو جائے چنانچہ اُس نے اپنے سواروں کو اُدھر ہی کوچ کرنے کا حکم دے دیا۔ لیکن اُس کے پہنچنے سے ذرا پہلے وہاں ایتھنزی کمک آ گئی تھی، اور اُس نے شہر سے نکل کر تھبزیوں کو کھلے میدان میں شکست دیدی۔ اس موقع پر زینوفون کا بیٹا گری لوس، جو اُس کے بھائی دیودوروس کے ساتھ ایتھنزی سواروں میں داخل تھا، کام آیا۔

اپامنونداس نے اب دشمن کے ساتھ، جو مین تی نیہ کے قریب پڑا ہوا تھا، ایک فیصلہ کُن جنگ کا ارادہ کر لیا۔ اس لڑائی میں تھبزیوں اور اُن کے حلیفوں نے، جن کی تفصیل اوپر بیان کی جا چکی ہے، اسپارٹا، شمالی آرکیڈیا، الیس، اکائیہ اور ایتھنز کی افواج سے، جس کا کمانڈر ایک آرکیڈی تھا، مقابلہ کیا۔ تھبزیوں اور اُن کے حلفا کی تعداد تیس ہزار اور اُن کے دشمنوں کی تعداد بیس ہزار سے متجاوز تھی۔ اپامنونداس کی حکمت عملی کی توصیف میں زینوفون بہت کچھ رطب اللسان ہے! وہ کہتا ہے کہ اُس کے افعال سے یہ نہیں ظاہر ہوتا تھا کہ وہ اُس روز حملہ نہیں کرنا چاہتا بلکہ اُس کا اصل مقصد محض پڑاؤ ڈالنا ہے، اور جب اُس نے دیکھا کہ دشمن اُس کی نقل و حرکت سے بےخبر ہے تو اُس نے یکایک حملہ کر دیا۔ چنانچہ جب تھبزی فوج پیشقدمی کر رہی تھی تو دشمن اپنی صف بندی میں مشغول تھا۔ زینوفون کے شگفتہ اور واضح بیان کے موجب اپامنونداس کی فوج جب

باب ۱

آگے کی طرف بڑھ رہی تھی تو بالکل ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کوئی سہ طبقہ کشتی دشمن کے کسی جہاز پر حملہ آور ہونا چاہتی ہے۔ میدان لیوکٹرا کی طرح اس نے اپنی بہترین فوج دشمن کے بہترین سپاہیوں کے مقابل رکھی اور دشمن کے میمنہ پر اپنے میسرہ کے ذریعے سے حملہ کیا۔ آخرکار اُسے کامیابی حاصل ہوئی اور اُس کے اعلیٰ سواروں نے دشمن کے سواروں کو زیر کر لیا۔ ایتھنزی اپنے ساتھیوں کے بائیں جناح پر ایستادہ تھے، اور چونکہ اپامنونداس یہ نہیں چاہتا تھا کہ ایتھنزی اسپارٹیوں کی مدد کو جائیں اس لئے اُس نے ان کے خلاف مظاہرہ کرنا مناسب سمجھا۔ حقیقت یہ ہے کہ اُس کی تدبیر بہترین تھی، اور بالآخر میدان تھبزیوں ہی کے ہاتھ رہا۔ لیکن خود تھبزیوں کا سپہ سالار اور روح رواں اس فتح کی بھینٹ چڑھ گیا، یعنی اُس کے ایک کاری نیزہ لگا جس کے باعث اُس نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ لیکن اپنے مرنے سے پہلے اُسے اپنی فوج کی فتح و نصرت کی خبر معلوم ہو گئی تھی اور اُس نے نیزے کو زخم سے کھینچنے کی اسی وقت اجازت دی جب اُسے اطمینان ہو گیا، چنانچہ نیزہ کھینچتے ہی اُس کی روح پرواز کر گئی۔ تھبزی اُس کی موت سے اس درجہ متاثر ہوئے کہ فتح کے باوجود اُن کے ہاتھ پاؤں شل ہو گئے اور ایتھنزی سپاہیوں نے اُن کے بہت سے سواروں اور سپر برداروں کو تہِ تیغ کر دیا۔[له]

له جنگ مین تی نیہ کے حالات کے لئے، جو دیودورس ۱۵، ۸۵ تا ۸۹ میں دئیے ہوئے ہیں، مقابلہ کرو فون شٹرن ۲۳۳۔ دیودورس سے ایک اصولی غلطی یہ سرزد ہوئی ہے کہ وہ سوارں کی اس مڈبھیڑ کو جس میں گری لوس کام آیا اور جس کا جنگ مین تی نیہ سے کوئی تعلق نہیں تھا، اس کا ایک جزو تصور کرتا ہے۔ علاوہ ازیں اُس نے جو کچھ اس لڑائی کا حال بیان کیا ہے اُس میں بیکار لفاظی زیادہ ہے، اور یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جس پر اسوقت تک کافی غور نہیں کیا گیا ہے۔ اپامنونداس کا جسم تیروں سے چھلنی ہو جاتا ہے اور وہ "اپنے جسم سے تیر نکال نکال کر اُن کی اپنے دشمنوں پر بوچھار کرتا ہے" اس لغو اور بے معنی فقرے سے ہمیں بیرن میونشہاؤزن Baron Muenchhausen کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔

باب ۱

زینوفون اپنی کتاب کو اس لڑائی کے حال پر ختم کرتا ہے، اور یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کے آخری فقرے نقل کر دیئے جائیں :- "لوگوں کو پہلے اسے جو کچھ بھی توقعات اور آرزوئیں تھیں اُن کا بالکل عکس پیش آیا تھا۔ چونکہ اس لڑائی میں یونان کی تقریباً ہر ایک مملکت نے حصہ لیا تھا اس لئے عام خیال یہ تھا کہ آئندہ وہی مملکت برسرِ اقتدار رہیگی جس کے سر فتح و نصرت کا سہرا رہا ہے؛ لیکن مشیت ایزدی یہ تھی کہ دونوں کو فتح کا دعویٰ ہو۔ چنانچہ فریقین نے اپنی فتح کی یادگاریں نہایت اطمینان سے منائیں، اور انہیں کوئی مزاحم نہیں ہوا۔ دونوں نے ایکدوسرے کو اپنی اپنی فاتحانہ حیثیت سے فریق مخالف کے مُردے حوالہ کر دئے۔ اس طرح گو فریقین اپنی اپنی کامیابی کے دعویدار تھے، لیکن انمیں سے کسی کو نہ کوئی فائدہ ہوا نہ اراضی میں کسی قسم کا اضافہ ہوا نہ حلقۂ اثر وسیع ہوا؛ اور واقعہ یہ ہے کہ جتنا تذبذب اور جتنی ابتری اس جنگ سے پہلے تھی اتنی ہی اس کے بعد بھی برابر قائم رہی "

یہاں میں اس کا ایک دوسرے واقعے سے مقابلہ کرنا چاہتا ہوں جس سے جنگ مین تی نیہ پر تھوڑی بہت روشنی پڑ جائیگی۔ اس جنگ کے واقعات متعلقہ

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ - اسی طرح ۵، ۸۶ میں وہ کہتا ہے کہ خطرات کی پروا نہ کر کے جنگ کا فیصلہ کرنے کیلئے وہ اپنی صفوں سے نکل آیا اور لکدمونیوں پر بذات خاص حملہ کر دیا۔ یہ قصہ بالکل لغو اور خودساختہ ہے۔ آخر اس سے کیا فائدہ تھا؟ ایک ایسے سپہ سالار کی موت سے، جس کا نام تک محفوظ نہیں رہا، لڑائی کا پانسہ کیسے پلٹ سکتا تھا؟ واقعہ یہ ہے کہ اس قسم کا طرز عمل کسی ایشیائی جنگ ہی میں بھلا معلوم ہوتا ہے جہاں ہر امر کا محور خود بادشاہ کی ذات ہوتی ہے اور جس مورخ سے دیودوروس نے اپنے واقعات اخذ کئے ہیں اسنے اسی قسم کے کسی ماخذ سے کام نکالا ہوگا۔ مقابلہ کرو جنگ کوناکسا (۳، ۲۳) جنگ اِسوس (۱۷، ۳۴) جنگ گوگامیلا (۱۷، ۶۰)۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا اپامنونداس نے محض ایک معمولی حیثیت کے کسی شخص کیلئے جو دشمن کی فوج کی کمان کر رہا ہو، اپنے تمام منصوبوں اور امیدوں پر پانی پھیر دیا ہوگا؟ ان تمام امور کو مدنظر رکھکر ہم پولی بیوس (۱۲، ۳۳ وغیرہ) کو حق بجانب کہنے پر تیار رہیں کہ جنگ مین تی نیہ کا جو بیان افیوروس نے پیش کیا ہے وہ بالکل سمجھ میں نہیں آتا اور افیوروس کو بری جنگ کی ابتدائی کیفیات کا علم تک نہ تھا۔ اس سے ہم اس نتیجے پر پہنچ سکتے ہیں کہ مورخوں کا عام قیاس کہ افیوروس ہی دیودوروس کا ماخذ ہے، صحت پر مبنی ہے۔

باب ۸

اور مرنے والے سپہ سالار کے ذاتی خصائص سے جنگ لیوٹزن اور گسٹاوس اڈولفس کی یاد تازہ ہوتی ہے۔ اپامنونداس کی طرح اس بادشاہ نے ایک عظیم الشان کام اپنے ذمے لیا، اور اپنے یونانی پیشرو کی طرح وہ بھی نہایت جوش و خروش اور کشادہ پیشانی کے ساتھ اسمیں منہمک ہوگیا۔ علاوہ اپنے مقصد عظیم کے دونوں ایک دوسری طرح کے خیالات سے متاثر تھے؛ ایک طرف اپامنونداس کو نہ صرف اسپارٹا ہی کو زک پہنچانا مطلوب تھا بلکہ تھبز کے مفاد کا خیال بھی اُس کے دل میں جاگزیں تھا؛ اسی طرح گسٹاوس اڈولفس نہ صرف احتجاجیت کا بول بالا کرنا چاہتا تھا بلکہ اُس کی دیرینہ تمنا یہ تھی کہ سویڈن کو ایک بڑی قوم بنادے۔ ہم دونوں رہبروں میں یہ خاص بات دیکھتے ہیں کہ اُنھوں نے بہ نسبت اپنے حقیقی اور وسیع مقصد کے اپنے پیش نامے میں ملکی مفاد کو اولین جگہ دی۔ دونوں نے لڑائیاں لڑیں؛ دونوں کو ایسے موقع سے پسپا ہونا پڑا جہاں سے انھیں بڑے بڑے کارہائے نمایاں کی آرزو تھی اور دونوں لڑائی میں کام آئے۔ حالات اس درجہ مساوی ہیں کہ دونوں کی موت سے اُن کے ممالک کے عہد زریں کا خاتمہ ہوگیا؛ گو ہم یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ تھبز کی بابت یہ حکم کہیں زیادہ وثوق سے لگایا جاسکتا ہے۔ جنگ لیوٹزن کے بعد سویڈن کے طرز عمل اور جنگ مین تی نیہ کے بعد تھبز کے طرز عمل میں وہ پہلی سی بے تعلقی کی کیفیت باقی نہیں رہی، اور آئندہ سے دونوں مملکتوں کا طرز عمل محض خود غرضانہ جذبات پر مبنی ہوگیا۔ آخر میں ہمیں صرف یہ اور کہنا ہے کہ سویڈن کا فرانس سے جو تعلق قائم ہوا وہ اسی قسم کا ہے جیسا مین تی نیہ کے بعد تھبز کا ایران سے۔

اپامنونداس کی زندگی سے یہ سبق حاصل ہوتا ہے کہ کسی فرد کے عمدہ اور نفیس افعال اُس کے ذاتی خصائص سے ہمیشہ مناسبت نہیں رکھتے ہمیں اپامنونداس کی شخصیت کے اعلیٰ و ارفع اور محبوب ہونے میں مطلق کلام نہیں، اور نہ صرف میدان تمدن ہی میں بلکہ عرصۂ کارزار میں بھی

باب ۷

اس کی عظمت متفق علیہ ہے۔ اس کا دشمن مشکل ہی سے کوئی نظر آتا ہے، اور اُس کے سیاسی حریفوں، مثلاً زینوفون تک کے دل میں اُس کی کچھ کم وقعت نہیں ہے۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اُس کی عملی زندگی کس طرح یونان کے لئے مفید ثابت ہوئی۔ بلاشبہ ایک خاص موقع پر اُس نے اسپارٹی سیادت کو کاری ضرب لگا کر مسینیہ کی قدیم حیثیت از سر نو قائم کرادی، اور اس طرح وہ یونانیوں کی آزادی کی شاہراہ پر ایک اور قدم بڑھانے میں ممد و معاون ہوا؛ ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ اس کے اس کام پر قدما بہت کچھ رطب اللسان ہیں۔ لیکن آرکیڈیا کی بابت اس کا جو طرز عمل رہا اُس کی نسبت یہ نہیں کہا جاسکتا، اور اُس نے اتحاد یونان کی بابت تو کچھ بھی نہیں کیا لیکن ہمیں یہ یاد رکھنا چاہئے کہ اول تو اتحاد یونان کی خود یونانی بھی کچھ زیادہ پروا نہ کرتے تھے، اور دوسرے اس تخیل کی بابت اُس کے اپنے جو خیالات تھے اُن کے ہوتے ہوئے یہ کچھ زیادہ کر بھی نہیں سکتا تھا۔ اُسنے اورخومینوس کی بربادی سے تھبز کے مخالفوں کو پہلے سے بھی زیادہ برافروختہ کردیا، اور یہ خیال کر کے کہ وہ ایتھنز کا ٹرانیست و نابود کردیگا اور ایک ایتھنزی بحری لیگ قائم کرنے میں کامیاب ہو جائے گا، وہ نہایت ہی شدید غلطی کا مرتکب ہوا۔ جب تھبز آرکیڈیا تک کو اپنا مستقل جانبدار نہ بنا سکا تو یہ کیسے ممکن تھا کہ بجائے ایتھنز کے وہ بیزنطلہ اور رھوڈز جیسے شہروں کے حلفے سے کام نکال سکے۔ یہ ممکن ہے کہ پیلوپی داس کی بےچین طبیعت ہی اُس منغلوبانہ تعلق کی بانی مبانی ہو جو تھبز کا ایران سے تھا (اور یہ تاریخ یونان پر ایک نہایت ہی بدنما دھبہ ہے)، لیکن ہم جانتے ہیں کہ اپامنونداس نے بھی اُس کے لئے خود اپنی منظوری دے دی تھی۔ الغرض تھبز یوں کے دو بڑے بڑے سپہ سالاروں کے لاف آمیز منصوبوں کے باعث اُنھیں ایسے میدانوں میں قدم رکھنا پڑا جو اُن کی قوت و سطوت کے دائرے سے باہر تھے۔ ہمارا خیال ہے کہ پیلوپی داس اور

بانبلہ ایامنونداس دونوں کی موت نے عین کامیابی کے موقع پر اس دنیا سے اُنھیں جدا کر کے اُن کی شہرت اور ناموری پر چار چاند لگا دیئے۔

باب یازدہم

چوتھی صدی ق م کے ابتدائی حصے میں سسلی اور اٹلی کے حالات:

(۱)

یونان کے دیار مشرق و مغرب کی باہمی یکرنگی

اب ہم دنیائے یونان کے مغربی حصے کی طرف اپنی توجہ مبذول کرتے ہیں۔ ہم اپنی کتاب کی دوسری جلد میں یہ بیان کر چکے ہیں کہ ۴۰۰ق م میں سرقوسہ پر دیونی سیوس حکمراں تھا اور اس نے اپنی حیثیت اپنے پائے تخت کو قلعہ بند کر کے بہت کچھ مستحکم کر لی تھی۔ ہمیں یاد رکھنا چاہیئے کہ اس زمانے میں سرقوسہ سے محض جزیرۂ اورتی گیا مراد نہیں تھا، جہاں سے دیونی سیوس نے قدیم باشندوں کو نکال باہر کیا تھا، بلکہ اس میں ہمسایہ ساحلی علاقہ یعنی اخرادینہ کا ایک حصہ بھی شامل تھا، چنانچہ دیونی سیوس نے ان مقامات کو قلعہ بند کر کے اُن میں ایک بندرگاہ اور ایک اسلحہ سازی کا کارخانہ قائم کر دیا تھا۔ ہم جانتے ہیں کہ اُسے سرقوسیوں کی ایک مہیب بغاوت فرو کرنی پڑی، لیکن ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اس میں اُسے اسپارٹا کی امداد ملی تھی۔ ہوا یہ کہ سرقوسہ میں جو کورنتھی سفیر رہتا تھا وہ ہمیشہ شہریوں کو آزادی کا مطالبہ کرنے کیلئے بھڑکایا کرتا تھا، اور اسے ایک اسپارٹی نے جو شہر میں رہتا تھا، قتل کروا دیا جس کی وجہ سے سرقوسیوں نے علم بغاوت بلند کر دیا۔ الغرض اس بغاوت کے فرو کرنے کے بعد دیونی سیوس نے صقالیوں اور ان یونانیوں کو جو

باب ۱۱

جزیرے میں مقیم تھے، مغلوب کر کے کمپانیا کے اجیر سپاہیوں کو جزیرے میں آباد کر دیا۔ ہم اسی کتاب (جلد ۲، باب ۲۷) میں بیان کر چکے ہیں کہ بحیثیت پایۂ تخت کے سرقوسہ کا کمزور نکتہ یہ تھا کہ اخرادینہ کے مغرب میں اس سے بالکل ملحق ایک سطح مرتفع واقع تھی، اب دیونی سیوس نے اس مثلث حدب کو اپنے پایۂ تخت کی فصیل کے اندر لے لیا اور اس کے چاروں طرف ایک دیوار تعمیر کر دی۔ اس نے سب سے پہلے تو شمالی سمت کو لیا اور یہاں کی فصیل کو، جو ۱۳۰ استادیا یعنی تقریباً چھ ہزار گز طویل تھی، (قدیم مصری حکمرانوں کی طرح) ساٹھ ہزار مزدور لگا کر بیس روز میں مکمل کرا دیا۔ اس کے بعد ۳۹۹ قم میں اس نے نہایت کثیر مقدار میں سامان اسلحہ تیار کرایا، اور کہا جاتا ہے کہ اس موقع پر منجنیق کی اور چپوؤں والی پانچ قطاروں والی جنگی کشتی کی ایجاد ہوئی۔ اس کا مقصد صرف یہی نہ تھا کہ شہر سرقوسہ میں اپنی سیادت قائم کر دے بلکہ اصل میں وہ یہ چاہتا تھا کہ سسلی سے قرطاجنی حکومت کو بیخ و بن سے اکھاڑ کر پھینک دے۔ اس نے مسانا، رھیگیوم اور غاصکر لوکری سے عمدہ تعلقات پیدا کئے، اور ۳۹۷ قم میں آخر کار قرطاجینوں سے یونانی بلدیات کی آزادی کا مطالبہ کر دیا؛ جب اُن کی طرف سے انکاری جواب آیا تو اس نے فوراً اُن کے خلاف لڑائی چھیڑ دی۔

وہ ایک بڑی فوج لے کر جس میں اکثر و بیشتر اجیر سپاہی تھے، جزیرے کی مغربی سمت روانہ ہوا اور اس کے بیشتر حصے کو فتح کر لیا۔ دیودوروس کے بیان کے بموجب اس نے موتیہ کو تو اس کے ہر چہار طرف پشتہ بنا کر مسخر کیا اور اس مضبوط مقام کے علاوہ اس نے پہاڑی شہر اریکس پر بھی قبضہ کر لیا۔ لیکن ابتدائے جنگ میں دیونی سیوس کو جو کچھ بھی کامیابی ہوئی اس کی وجہ یہ تھی کہ قرطاجنی لڑائی کے لئے کماحقہ تیار نہ تھے۔ ابتدائی مراحل ختم ہونے پر انھوں نے باضابطہ جنگ کے لئے تیاریاں شروع کر دیں، اور ۳۹۶ قم میں وہ دیونی سیوس کی فوج سے کہیں بڑی فوج لے کر جزیرے میں اُترے اور اپنے معمولی راستے کو چھوڑ کر ایک جدید راستے سے اندرون ملک

باب ۱۱

کی طرف بڑھے سب سے پہلے تو وہ شمالی سسلی کی طرف بڑھے تاکہ سسانا اور نشیبی اٹلی سے دیونی سیوس کی کمک کو روک دیں۔ انھوں نے سسانا پر قبضہ کر لیا اور کوہ اتنہ کے قریب سرقوسی فوج کو شکست دیکر خاص شہر سرقوسہ میں اس کی ناکہ بندی کر دی۔ خود سر کے اقبال کو زوال پر دیکھ کر باشندگان سرقوسہ میں بھی بےچینی کے آثار پیدا ہو گئے اور وہ بھی اپنی آزادی کا راگ گانے لگے جس کی وجہ سے دیونی سیوس ایک نہایت ہی سخت دشواری میں پھنس گیا۔ لیکن اس مرتبہ بھی اسپارٹا کی مداخلت کی وجہ سے معاملات رو براہ ہو گئے یعنی اسپارٹی سفیر نے اپنی مملکت کی طرف سے دیونی سیوس کی دوستی اور یگانگی کا اعلان کر دیا۔ ادھر قرطاجنی پڑاؤ میں وبائے طاعون پھیل گئی اور ان کی فوج کا ایک حصہ اس موذی مرض کی بھینٹ چڑھ گیا۔ اب خود سر نے اپنے دشمن کے پیچ و تاب سے فائدہ اٹھا کر خفیہ طور پر اپنی فوج اور بیڑے کو حرکت دی، اور اگر محض وقتی کامیابی ہی اس کا مقصد اعلیٰ ہوتا تو یقین ہے کہ وہ اس قرطاجنی فوج کا، جو سرقوسہ کو گھیرے پڑی تھی، بالکل ہی کام تمام کر دیتا۔ لیکن اس نے از راہ چالاکی قرطاجنی فوج کے شہری سپاہیوں کو فرار ہونے دیا تاکہ اگر صلح کی نوبت آئے تو خود قرطاجنہ کا ایک گروہ اس کا ہمنوا ہو جائے۔ بعد ازاں اس نے دشمن کی فوج کے بہترین اجیر سپاہیوں یعنی ایبریائیوں کو خود اپنے یہاں نوکر رکھ لیا۔ سونے پر سہاگہ یہ کہ قرطاجنیوں کو خبر ملی کہ ان کے افریقی مقبوضات میں بغاوت پھیل گئی ہے چنانچہ وہ گو چند روز کے لئے ہی سہی، تمام جزیرۂ سسلی کا بلا شرکت غیرے گویا مالک بن گیا۔ لیکن اس نے ان وسیع اختیارات سے کام لے کر جزیرے سے قرطاجنیوں کو نکال باہر کرنے کی کوشش نہیں کی بلکہ بظاہر دیرینہ منصوبوں کو گویا بالائے طاق رکھ دیا۔ اگر وہ اپنے قدیم خیال کے بموجب عمل کرتا تو اسے قرطاجنہ سے مسلسل جنگ آزمائی کرنی پڑتی جس میں شاید بعض مرتبہ اسے خود اپنا اقتدار بھی قائم رکھنا مشکل پڑ جاتا۔ علاوہ ازیں وہ یہ بھی چاہتا تھا کہ اگر قرطاجنہ نے اسے شکست دے دی تو سرقوسی بھی ضرور بغاوت کر دیں گے۔ چنانچہ اس نے اپنی تدبیر و تدبر کا مرکز اپنی حکومت سرقوسہ کو

بابل قرار دیا اور یہ طے کر لیا کہ اگر اُس نے قرطاجینوں کا زیادہ پیچھا نہ کیا تو رفتہ رفتہ وہ اُسے اپنے حال پر چھوڑ دیں گے۔ ان تمام امور کو مدِّ نظر رکھ کر وہ خود مختار یونانیوں کو قرطاجینوں سے کمزور سمجھ کر اُن کی طرف پلٹا تاکہ اگر تمام جزیرۂ سسلی کو نہیں تو کم از کم نشیبی اٹلی کے ایک حصے کو تو اپنی سلطنت میں شامل کر لے۔

دیونی سیوس کو معاملات اٹلی میں دست اندازی کرنے کا موقع بہت جلد مل گیا۔ ہوا یہ کہ رِھیگیوم والوں نے ناکسوس اور کتانہ کے بعض باشندوں کو، جنھیں دیونی سیوس نے ملک بدر کر دیا تھا، سسلی کے شمالی ساحل پر بمقام میلائے (حال مِلاتسو) لا بسایا اور شہر مسانا پر، جو سرقوسہ کے ماتحت تھا، ۳۹۳ ق م میں حملہ کر دیا۔ اس طرح دیونی سیوس گویا اطالوی یونانیوں سے عین اُس وقت برسرِ پیکار ہو گیا جب خود سسلی میں بھی اُسے قرطاجینوں اور بعض صقالی قبیلوں کا مقابلہ کرنا باقی تھا۔ اُسے توروم ینوم میں مطلق کامیابی حاصل نہیں ہوئی اور اس مقام پر صقالیوں کا قبضہ ہو گیا، لیکن یہ کچھ زیادہ اہم ثابت نہیں ہوا اس لئے کہ اُس نے پلٹ کر قرطاجینوں کو بمقام ماگون شکست دے دی اور اب وہ اپنی پوری توجہ رھیگیوم کی طرف مبذول کر سکا۔

نہ صرف یہ کہ اُسے ابتدا میں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا بلکہ اُس کے حملے سے نشیبی اٹلی کے یونانیوں میں پہلے سے بھی زیادہ یکجہتی پیدا ہو گئی۔ اس یکجہتی کا ایک سبب اور بھی تھا، وہ یہ کہ شمال کی طرف سے ایک نیا دشمن یعنی لوکانی اُنھیں دبا رہا تھا۔ یہ سامنی نسل کے افراد تھے اور اُن کی اور تھوری ئی والوں کی دشمنی پانچویں صدی ق م سے یعنی اُس وقت سے برابر چلی آ رہی تھی جب گی لپوس کا باپ یعنی کلیانڈریداس ساکن اسپارٹا تھوری ئی والوں کا افسرِ اعلیٰ تھا۔ کچھ بھی ہو آزادی پسند یونانیوں کی جانبازی اُنکے کچھ کام نہ آئی۔[1]

[1] لوکانی: دیکھو نسن: "جغرافیہ اٹلی" Nissen ; Italische Landeskunde

ایک قرطاجنی حملے کی وجہ سے دیونی سیوس ۳۹۲ سنہ ق م میں اٹلی پر حملہ آور نہ ہو سکا۔ لیکن اُس کے اور قرطاجنہ کے مابین بہت جلد اصلح ہو گئی جس کی بنا پر موخر الذکر نے اسے مشرقی سسلی کے بیشتر حصے کا حکمراں تسلیم کر لیا۔ الغرض ۳۹۰ سنہ ق م میں وہ ازسرِ نو رھےگیوم کی طرف متوجہ ہوا۔ لیکن اس مرتبہ علاوہ لوکری والوں کے جو دیونی سیوس ہی کے طرفدار تھے، باقی تمام اطالوی یونانی گروتون کی سرکردگی میں رھےگیوم کی پشت پناہی پر کمربستہ ہو گئے، جس کی وجہ سے خود سرقوسہ کو زک اٹھانی پڑی۔ اس کے بعد اُس نے بربریوں کے ساتھ محالفہ کر لیا۔ الغرض لوکانیوں نے تھوریئی کو لاؤس کے قریب شکست فاش دیدی جس کے بعد اطالوی یونانیوں میں اتنی سکت نہیں رہی کہ وہ پر اسنے دم خم کے ساتھ دیونی سیوس کا مقابلہ کر سکیں۔ اُس نے ۳۸۹ سنہ ق م میں ازسرِ نو میدان کارزار گرم کیا اور ضلع کاؤلونیہ میں دریائے ہیلےپولوس کے کنارے انھیں شکست دیدی۔ اس لڑائی کے بعد نشیبی اٹلی کے حالات میں ایک عظیم الشان تبدیلی رونما ہوئی۔ دیونی سیوس نے بحیرۂ ایونیہ پر کاؤلونیہ اور بحیرۂ ترھینیہ پر ہیپونیوم پر قبضہ کر لیا اور یہاں کے باشندوں کو ۳۸۸ سنہ ق م میں سرقوسہ کو منتقل کر کے اُن کی اراضی لوکری والوں کے سپرد کر دی، چنانچہ اب لوکری سلطنت دیونی سیوس کی شمالی سرحد بن گیا۔ دیونی سیوس کے حکم سے رھیگیوم اپنا مکمل بیڑا اُس کے حوالے کرنے پر مجبور ہوا، لیکن جب انھوں نے دیکھا کہ اگر وہ اُس کے جملہ مطالبات پورا کیئے دیتے ہیں تو وہ اُس کے بالکل دست نگر ہو جائیں گے، تو انھوں نے مجبوراً اُن مطالبات کو مسترد کر دیا۔ اس پر دیونی سیوس نے شہر کی ناکہ بندی کر دی اور شہریوں کو بھوکا مار کر آخر کار انھیں ہتھیار رکھ دینے پر مجبور کیا۔ الغرض ۳۸۷ سنہ ق م تک اٹلی کا مکمل جنوبی حصہ سرقوسہ کی

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ (۱/۳۳۵ وغیرہ۔ صرف پولی اگمے نوس (۲؍۱۰۰۲) ہی ایک ایسا مورخ ہے جس نے پانچویں صدی ق م جیسے بعید عہد میں اُس قوم کی موجودگی بیان کی ہے Frontin ۲؍۹۳؍۲ دیودورس کی کتاب میں ان کا سنہ ۳۹۳ ق م تک ذکر نہیں ہے (۱۴؍۱۰۱۵)۔

باب ۱۵

ماتحتی میں آگیا۔

اس طرح دیونی سیوس کی مہمات کا تقریباً صلح نامۂ انتالکداس کے ساتھ ہی ساتھ خاتمہ ہوا۔ ہم اس سے قبل باب ۴ میں دیکھ چکے ہیں کہ صلح نامۂ انتالکداس کا بیشتر دار اُس بیڑے پر تھا جو دیونی سیوس نے اپنے اسپارٹی حلیفوں کی مدد کے لئے روانہ کیا تھا۔ وہ اس وقت اپنی قوت و سطوت کے عین عروج پر تھا، اور جسطرح یونان کے دیار مشرق میں اُس کا کوئی مدمقابل نہ تھا اسی طرح دیار مغرب میں بھی دیونی سیوس کا کوئی ثانی نظر نہ آتا تھا۔ وہ اپنی سیادت قائم رکھنے میں اپنے حلفا سے بھی زیادہ کامیاب ثابت ہوا اس لئے کہ بہ نسبت اُن کے اُس کی قوت کا مدار بیرونی مدد پر نسبتہً کم تھا۔

اس کے بعد کچھ عرصے تک دیونی سیوس کے حالات پر تاریکی کا پردہ پڑجاتا ہے۔ اس کی وجہ کچھ تو یہ ہے کہ دیودوروس نے اپنی کتاب کو کچھ اسی انداز سے ترتیب دیا ہے، اور کچھ یہ ہے کہ جب یہ خود سر اطمینان کلی سے اپنے تخت پر بیٹھ گیا اور اپنے مخالفوں کی پروا نہ رہی تو اُس کی حکومت کے واقعات میں ایسے مورخ کو جسے لڑائیوں اور مہموں سے زیادہ دلچسپی تھی، خامہ فرسائی کا زیادہ موقع نہیں رہا۔ بہرحال اُسے ۳۸۳ق م میں قرطاجنہ کے خلاف اپنا علم بلند کرنا پڑا، اور اس مرتبہ قرطاجنیوں نے اٹلی کے راستے سے اُس پر وار کیا۔ لیکن دیونی سیوس نے اُنھیں شکست دیدی، اور جب ۳۸۹ق م میں اُنھوں نے پھر حملہ کیا تو اُن کی فوج میں وبا پھیل جانے کے باعث آخرکار اُنھیں افریقہ واپس چلا جانا پڑا۔ اب دیونی سیوس نے یہ سوچا کہ اُسے اٹلی کی طرف سے ہمیشہ خطرات کا سامنا کرنا پڑتا ہے، خواہ وہ خطرہ اطالوی دول کی جانب سے ہو یا قرطاجنہ کی وجہ سے، چنانچہ اُس نے یہ طے کیا کہ اٹلی کے جنوبی حصے کو ایک فصیل بنوا کر اور اُس کے برابر برابر ایک خندق کھدوا کر محفوظ کرلیا جائے، اور یہ فصیل موجودہ مقام کاتانتسارو کے جنوب میں جو خاکنائے ہے اسکے دونوں کناروں کو ملا دے یعنی ہیپونیوم کے شمال میں خلیج لامی توس سے خلیج سکے لے تیوم تک چلی جائے لیکن اس سرحدی خطے کی قلعہ بندی کرنے کے بجائے اُس نے ان مقامات سے آگے بڑھ کر (غالباً ۳۷۹ق م میں)

شہر کروتون پر قبضہ کر لیا اور ہیرا لی کی نیہ کے بت خانے کو لوٹ کر سکی لے تیوم لوکری باب ۱۱
والوں کے حوالے کر دیا۔ اس سے آگے وہ اپنا حلقہ نہیں بڑھا سکا، لیکن اسکا
حلقۂ اثر واقعاً بحیرۂ ایڈریاٹک تک پھیلا ہوا تھا، چنانچہ اُس نے ساحل الیریا
پر شہر لسوس جا آباد کیا۔ اس کے تعلقات الکیتاس فرمانروائے مولوسیان
سے بھی دوستانہ تھے اور اُس کی جلا وطنی کے زمانے میں سنہ ۳۸۵ ق م میں
دیونی سیوس ہی نے اُس کی میزبانی کی تھی سنہ ۳۸۴ ق م میں دیونی سیوس
کے اجیر سپاہیوں نے چند یونانیوں کو الیریائی بربریوں کے چنگل سے چھڑایا،
اور اسی سال آگے بڑھ کر ایتروریہ کے شہر کیرے کے قریب بتخانۂ الیتھیہ کو
تاخت و تاراج کر کے اپنا خزانہ بھرا۔ یہی وہ زمانہ ہے جب باشندگان غالیہ
روما پر دباؤ ڈال رہے تھے، چنانچہ دیونی سیوس نے اُن کے سربرآوردہ
رہبروں سے بھی محالفے اور عہد نامے کر لئے۔

دیونی سیوس کی سلطنت میں سب سے مقتدر جماعت اجیر سپاہیوں کی
تھی اور ان کے بعد سرقوسی شہریوں کا نمبر آتا تھا۔ ممکن ہے کہ اسکے حلقۂ اقتدار
کے بعض شہروں کو بعض سے زیادہ آزادی حاصل ہو، لیکن عام طور پر اسکا
برتاؤ اپنی رعایا کے جان و مال پر بالکل ایسا ہی تھا جیسا کسی خودسر کا ہونا چاہیئے۔
اگر اُسے روپے کی ضرورت پڑتی تو وہ طرح طرح کے حیلے حوالوں سے اپنا
مقصد حاصل کر لیتا؛ مثلاً ہم پڑھتے ہیں کہ وہ کبھی کبھی سکوں کو کھوٹا کر دیتا اور
لوگوں کے ذاتی مال و دولت پر ہاتھ ڈالنے سے بھی گریز نہیں کرتا تھا جب اسکا
موقعہ آیا کہ اُس کی سلطنت میں ایک ہی قسم کا سکہ جاری کیا جائے تو اُس نے
اس موقع سے فائدہ اُٹھا کر اپنا مقصد حاصل کیا۔ جتنے شہر اُس کے ماتحت
تھے سب کا نقرئی سکہ ڈھالنا بند کر دیا گیا اور صرف ایک ہی شہر سرقوسہ میں
دار الضرب قائم رکھا گیا جس کے نکلے ہوئے سکے نہایت لطیف و حسین
ہیں۔ دیونی سیوس نے اپنے پائے تخت کی مادی ثروت بڑھانے میں
بہت کچھ کوشش کی، اور یہ اسی کا نتیجہ تھا کہ یہ شہر دنیائے یونان کا عظیم ترین
شہر بن گیا۔ اس کی فوج کی نفاست اور جہازوں کی تعداد کا کوئی دوسری یونانی مملکت

باب ۱۱

مقابلہ نہیں کر سکتی تھی۔ بلا شبہہ وہ ظالم و سفاک اور شکّی و بدگمان تھا، لیکن وہ کلس تھنیس والی اسکیون کی طرح ایسے خودسروں کے زمرے میں تھا جو دُنیا کو دیکھ دیکھ کر لطف اُٹھاتے ہیں، اور حقیقت یہ ہے کہ اُسے عوام سے اُن کی اخلاقی کمزوریوں کی وجہ سے ایک طرح کی نفرت سی ہو گئی تھی۔ بنی نوع انسان کو وہ اس درجہ حقیر و ذلیل تصور کرتا تھا کہ اُس نے اپنے تصنیف کردہ درد یوں میں بعض عجیب و غریب اخلاقی چٹکلے لکھ دئیے ہیں، مثلاً "خودسری تمام بے انصافی کی جڑ ہے"۔ ایتھنزیوں کے ساتھ محالفہ کرنے کے بعد اُنھوں نے محض اُس کا دل خوش کرنے کی غرض سے اُس کے درد یوں کو مستحق انعام گردانا تھا۔ چنانچہ جب اُسے مقابلے میں ایک انعامی گھیرا ملا تو اُسے بچوں کی طرح مسرت ہوئی۔ کہتے ہیں کہ مدت دراز تک بہت لوگوں نے اُسکی شعر شاعری کا مضحکہ اُڑایا تھا، اور ان میں اُس کے دست نگر بھی تھے اور ایسے بھی جنھیں اُس سے ڈرنے کی کوئی وجہ نہیں تھی، چنانچہ جب اُس کے درد یئے مستحق انعام قرار پائے تو اُس نے اس خوشی میں اتنی شراب پی کہ پیتے پیتے اُس کی جان نکل گئی۔ ممکن ہے کہ یہ قصہ اُس کے ہمعصروں کی من گھڑت ہو اس لئے کہ بفحوائے مَثَل "آخر میں ہنسنے والا ہی سب سے زیادہ ہنستا ہے" بہت سے لوگوں نے اس لغوگو اور مغرور خودسر کے خاتمے کی وجہ سے خوب بغلیں بجائی ہوں گی۔ لیکن ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ وہ نہ صرف اپنے زمانے کی سب سے زبردست شخصیت بلکہ سب سے ہوشیار مدبر بھی تھا۔ اُسنے قرطاجنیوں سے دوستی کی، سسلی اور نشیبی اٹلی کے ایک بڑے حصے کو اپنا باجگزار بنا لیا اور یونانی معاملات میں کچھ اس طرح دست اندازی کی کہ اُس کی تحریکات کو کچھ نہ کچھ کامیابی ضرور ہوئی۔ ۳۸۷ قم میں یہی "صلحنامۂ شہنشاہی" کے اعلان کا موجب ہوا، ۳۷۲ قم میں اُسی نے ایتھنز کے مقابلے میں اسپارٹا کو مدد دی، گو اس موقع پر اسے ایفیکراٹیس کے ہاتھوں شکست ہی کیوں نہ پہنچی ہو۔ ساتھ ہی ۳۶۹ قم میں سرقوسی امدادی فوج نے تھبزی حملۂ پیلوپنیز کے موقع پر کارہائے نمایاں انجام دئیے اور ۳۶۸ قم میں

باب ۱۱ اِس نے اسپارٹیوں کو "فتح بے اشک" جیسی کامیابی میں مدد دی۔ جب کبھی یونانیوں کو اُس کی مدد کی ضرورت ہوتی تو وہ اُس کی بڑی آؤ بھگت کرتے، ورنہ وہ اُسی زمرے میں رکھا جاتا تھا جس میں اُن کی نظروں میں شہنشاہ ایران تھا، اور وطن دوست یونانیوں کی نگاہ میں بھی وہ شخص یونانی آزادی کے بدترین دشمن تھے۔ انھیں جذبات کے باعث ۳۸۸ق م کے اولمپیائی میلے کے موقع پر لی سیاس نے یہ تحریک کی تھی کہ دیونی سیوس کو رتھ دوڑ میں شریک ہونے کی ممانعت کردی جائے، لیکن یہ تحریک منظور نہیں ہوئی ۹۲

۵۳ دیونی سیوس کی خودسری کی خصوصیات میری کتاب "تاریخ سسلی قدیم" Geschichte Sic. in Alt جلد ۲ میں دی ہوئی ہیں۔ ج، بیلوخ اپنی کتاب "سلطنت سلسلی L. Beloch: L'impero Siciliano di Dionisio بزمانۂ دیونی سیوس" (روما، ۱۸۸۱ء) میں بعض جدید معلومات کا اضافہ کرتا ہے۔ وہ اپنے اس خیال پر بہت کچھ زور دیتا ہے کہ دیونی سیوس کی خودسرانہ حکومت ایک طرح کی دستوری سلطنت تھی، لیکن وہ اس نظریے کو پایۂ ثبوت تک نہیں پہنچا سکتا، چنانچہ میں نے اس پر اپنے مضمون مندرجۂ "سالیانۂ برسیان" Rec. der Abh. in Bursian's Jahresber ۱۸۸۱ء میں مدلل بحث کی ہے۔ ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ گو یونانیوں کو ہمیشہ خودسروں سے واسطہ پڑتا تھا لیکن انھوں نے کبھی یہ تسلیم نہیں کیا کہ خودسری حکومت انصاف پر مبنی ہوسکتی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ یہ ہمیشہ یونانی دستوری حلقے سے باہر ہی رہتی تھی۔ اسی لئے قدما ہمیشہ اُسے "غیر ذمہ دار حکومت" کا لقب دیتے تھے۔

مسکوکیات:۔ ۴۱۳ق م سے ۳۶۷ق م تک سسلی کے شہر کے سکوں کے لئے مہرکنی میں ایک دوسرے پر سبقت لیجانے میں کوشاں تھے۔ مہرکنوں کے کارناموں کے لئے دیکھو وائل: "سسلی کے سکوں کی مہریں" Weil: Die Kuensterinshriften der Sicillachen Muenzen, Berl,. Winckelmannspr. ۱۸۸۴ء۔ ان میں سے مشہور ترین مفصلۂ ذیل ہیں:۔

باب ۱۲

لیکن ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اٹلی میں بعض بعض بلدیات کو اب بھی خود مختاری حاصل تھی جن میں سب سے اہم تارنتوم تھا۔ اس کا روح رواں ایک فیثاغورسی مسمی آرخی تاس تھا جو فہم و فراست اور مدنیت کے باعث ممتاز تھا اور جسے متعدد مرتبہ تارنتوم کا استراتی گوس منتخب کیا جا چکا تھا۔ بہرحال امتداد زمانہ سے تارنتوم روز بروز عیش و عشرت کی وجہ سے بدنام ہو گیا اور اس سے یہ امید نہ رہی کہ وہ خود سر سرقوسہ کا سدّ راہ بن سکیگا

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ ہرقلیداس کتانہ میں، اقلیداس، بوائے نیتوس اور کیمون سرقوسہ میں۔ ان میں سے آخری دو مہر کنوں نے سرقوسی دو درہمیوں کا ٹھپہ بنایا جو اپنی نفاست میں لاثانی ہے۔ سکہ جات سسلی میں خصوصیت کے ساتھ دریائی دیوتاؤں اور نمفوں کی جوڑی اور چوکڑی گاڑیوں کی تصاویر ہیں اور ان معبودوں میں ممتاز ترین اری تھوزا ہے ۔ ۴۰۹ق م کے بعد سلی نوس ہمرا، اکراگاس اور گیلا کی تاراجی اور جزیرے کے مشرقی حصے کی دیونی سیوس کے ہاتھوں تسخیر، ان سب باتوں کا یہ نتیجہ ہوا کہ دیونی سیوس کے دارالضرب کے علاوہ جزیرے میں مشکل سے کوئی دوسرا دارالضرب باقی رہا ہوگا۔ اس خود سر نے سوائے خود اپنے نقرئی سکوں کے باقی تمام چاندی کے سکوں کی ممانعت کر دی تھی اور اب مفصلۂ بالا نقاشوں کی مدد سے اُسے سرقوسہ کے سکوں کے حسن کی شہرت برقرار رکھی۔ مقابلہ کرو ہولم: "تاریخ سسلی قدیم" Holm : Gesch. Sic. im Alt. جلد ۲، ۱۷۴۔ قرطاجیوں نے جزیرے کے مغربی حصے میں سرقوسی سکوں کی نقل اُتاری؛ لیکن ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ پانورموس، اریکس، موتیہ اور سیگستا میں مقامی سکے بھی موجود تھے، اور گو بعض مورخوں کے نزدیک سیگستا کا زوال ۴۰۹ ق م میں ہی شروع ہو گیا تھا، لیکن اس کا کوئی خاطر خواہ ثبوت نہیں۔ سیگستا کی چودرہمی سے جس پر ایک شکاری کی تصویر بنی ہوئی ہے جو اپنا پاؤں پکڑے ہے (سنہ ۱۴۵)، نیشیبی اٹلی کے مہر کنوں کا پتا لگتا ہے۔ (دیکھو کروتون اور پاندوسیہ کے متعلق حواشی)۔ یہاں اُس وثنیاتی تعلق کا ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے جو سیگستا اور اٹلی کی قوم فلوک تیتیس کے مابین بیان کیا جاتا ہے؛ اس قوم کی جائے سکونت کروتون اور پاندوسیہ کے قریب تھی، اور یہ وہی مقام تھا جہاں شہر کریمیسے سے سیگستا کے قریب دریائے کریمیسس کی یاد تازہ ہوتی ہے۔

باب ۱۱ بلکہ اُس کے نزدیک اگر اجیر سپاہیوں کی مدد سے وہ خود اپنی اور اپنے ہمسایہ بلاد کی آزادی کو کسی طرح برقرار رکھ سکے تو اس سے بہتر کیا ہو سکتا تھا۔ اُس کے حلیفوں میں سب سے ممتاز شہر قلیہ، پیتا پونتوم اور تھوریٔ تھے۔ بحیرۂ ترھینیہ پر شہر ایلیہ اور نیاپولس نے بھی اپنی خود مختاری قائم رکھی تھی لیکن ان سب کو لوکانیوں کی روز افزوں ترقی کی وجہ سے بڑی بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔ لوکانی سنہ ۳۹۰ ق م جیسے بعید زمانے ہی میں لاؤس اور پوسئیدونیہ کو اپنا دست نگر بنا چکے تھے اور اسکے علاوہ بحیرۂ ایونیہ پر کرولون کے قریب کے ملک پر بھی قابض تھے جسمیں بعض نہایت قدیم مقامات مثلاً پے تے لیہ، فوسے اور کریمیہ تھے اور انکی بابت یہ روایت مشہور تھی کہ انھیں فلوک تے تیس نے آباد کیا ہے۔ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں کہ لوکانیوں اور دیونی سیوس کے مابین تعلقات دیرینہ تھے، اور معلوم ہوتا ہے کہ اول الذکر نے شہر کروتون اور لی کی نی پیرا کا بت خانہ اُسی کے قبضے میں دیدیا تھا۔ لوکانی قوم بحیرۂ ترھینیہ سے بحیرۂ ایونیہ تک مسلسل ملک پر قابض تھی اور اُس نے اطالوی یونانیوں کو گویا دو حصوں میں تقسیم کر دیا تھا۔[۱]

---

[۱] اٹلی کے یونانی ملک کے جنوب مشرقی جزیرہ نما میں جسے آجکل کالابریہ کہتے ہیں، آباد تھے، اور اس کی چوتھی صدی ق م کے نصف اول کی تاریخ پر اُس کے سکّوں سے بہت کچھ روشنی پڑتی ہے۔

[۲] رھے گیوم کو دیونی سیوس نے سنہ ۳۸۷ ق م میں فتح کیا (دیودوروس ۱۴، ۱۱۱)۔ اس وقت تک اس شہر میں نہایت نفیس سکّے ڈھالے جاتے تھے۔ اسے سنہ ۴۶۱ ق م مقامی خودسری سے آزادی حاصل ہوئی تھی، اور اُسی وقت سے اُس کے سکّوں پر خرگوش اور خچروں کی جوٹ کی تصویر منبت ہونی موقوف ہو گئی جو اناکسی لاس کے عہد میں رائج تھی، بلکہ اُس کے بجائے سامو سی سکّوں کا اتباع کیا جانے لگا جن کی وضع اناکسی لاس سے پہلے یہاں مروّج تھی، یعنی ایک طرف تو تصاویر کے منہ پر شیر کا نقلی چہرہ اور دوسری جانب ایک نشستہ شخص کی تصویر (جیسا تارنتوم کے سکّوں کی طرح) عام طور پر دیموس کی شکل کی بنائی جاتی تھی۔ (واضح ہو کہ ہیڈ اس نظریے کی تردید کرتا ہے)۔ زمانۂ مابعد میں رھے گیوم کے سکّوں پر کورنتھی وضع کے پیگاسی

باب ۱۱ اس باب میں مغربی یونان کے جن واقعات کا اعادہ کیا گیا ہے اُن کے

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ (پردار گھوڑے) نظر آتے ہیں؛ یہ دراصل تمولیون کے اثر کا نتیجہ ہے جس کا پلوٹارک ("تمولیون" ۹، ۱۰) کے نزدیک ریگیوم نے نہایت دوستانہ انداز سے خیر مقدم کیا تھا۔

اس زمانے میں لوکری میں کوئی ٹکسال نہیں تھی جس کی وجہ یا تو اُس کے سخت قوانین ہوں گے ورنہ یہ ہوگی کہ وہ سرقوسہ کا دست نگر تھا۔

ہیپونیوم مونتے لیونے کے قریب لوکری کی ایک نوآبادی تھی۔ استرابو ۶، ۲۵۶۔ ہیپونیوم کے قدیم ترین سکے تانبے کے ہیں اور اُن پر لفظ VEIP کندہ ہے جس کا V اوسکانی طرز کا ہے، اور اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اُس کے سکے صرف اُس وقت ڈھالے گئے ہوں گے جب شہر کی اصلی یونانی کیفیت زائل ہو چکی تھی۔ معلوم ہوتا ہے کہ لوکری کی جگہ ہیپونیوم میں بھی ابتدائی زمانے میں سکے نہیں ڈھلتے تھے۔ مفصلۂ ذیل امور کو پیش نظر رکھنے سے سکوں کی ابتدائی کیفیات پر روشنی پڑیگی، لیکن اس ضمن میں سب سے پہلی مشکل یہ ہے کہ ہمارے پاس ہیپونیوم کی بابت بہت ہی کم ذرائع معلومات ہیں۔ ۳۸۸ قم میں دیونی سیوس نے اُسے تاراج کرکے اُس کی اراضی لوکری والوں کو دے دی (دیودوروس ۱۴، ۱۰۷)۔ ۳۷۹ ق م میں قرطاجینوں نے اُسے واپس کر دیا (دیودوروس ۱۵، ۲۴)۔ غالباً ۳۵۹ ق م میں اس پر اگا تھوکلیس نے قبضہ کر لیا (دیودوروس ۲۱، ۸)، لیکن بہت جلد اُس کی آزادی از سرنو قائم ہوگئی۔ ہمارے واقعی معلومات بس انھیں واقعات تک محدود ہیں۔ لیکن ہم یہ قیاس کر سکتے ہیں کہ جب ۳۷۹ ق م میں یا اُس کے بعد قرطاجینوں نے شہر کو چھوڑ دیا تو ہیپونیوم ضرور دیونی سیوس کے حلقۂ اقتدار میں آگیا ہوگا، لیکن ساتھ ہی ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ دیونی سیوس اوسکانی حروف کی سنبت کی کبھی اجازت نہیں دیسکتا تھا؛ چنانچہ ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ ایسے سکے ضرور ۳۵۶ ق م (یعنی سلطنت دیونی سیوس کے انتزاع کے بعد ڈھالے گئے ہوں گے اور اُسی وقت اُن پر اوسکانی اقربیٹا اہو کا، جنھوں نے اس شہر کا نام دیپو والین تیہ رکھا اور کتبۂ VEIP سے ظاہر ہوتا ہے کہ لفظ "دیپو" اوسکانی الاصل ہوگا۔ نیز دیکھو حواشی متعلق باب ۲۸۔

باب ۱۱ مشرقی یونان کے حالات

مطالعے سے ایک نہایت دلچسپ انکشاف ہوتا ہے یعنی انہیں اور

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ اب ہم کروتون کی طرف رجوع ہوتے ہیں جو رھے گیوم کے بعد اس حصۂ ملک کا سب سے بڑا شہر تھا۔ دیون ساکن ہالی کارناسوس (۲۰، ۷) کے نزدیک یہ شہر اور رھے گیوم دونوں بارہ برس تک دیونی سیوس کے ماتحت رہے؛ اس سے یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ دیونی سیوس نے کروتون ۳۷۹ء ق م میں یعنی اپنی موت سے بارہ برس پیشتر فتح کیا ہوگا۔ لیوی ۲۴، ۳ کے بموجب دیونی سیوس نے دھوکا دے کر اس کے قلعے پر قبضہ کیا تھا۔ ابتدائی زمانے میں کروتون کے سکوں پر اپولو کی تپائی بنی ہوئی ہے، لیکن بعد میں (اگر طرز نقاشی سے استدلال کیا جائے تو سنہ ۴۲۰ق م کے قریب) ان میں بھی نشستہ ہرقل کی شبیہ (جس نے کروتون آباد کیا تھا) بتائی جاتی ہے، اور پرانی تپائی کے برابر اژدہے کو مارتا ہوا اپولو نظر آتا ہے۔ بعض سکوں میں ہیراکی نیہ اور اپولو کی شبیہیں بھی نظر آتی ہیں۔ اس کے بعد جو سکے ڈھالے جاتے ہیں ان پر ایک طرف اپولو کا سر اور دوسری جانب تپائی بنی ہوتی ہے اور (ہیڈ ۸۰ کے بموجب) ان سے سرقوسہ کے الکترون کے سکوں کی یاد تازہ ہوتی ہے۔ ان موخرالذکر سکوں کو سنہ ۳۴۵ق م سے پہلے کے زمانے میں نہیں رکھا جا سکتا (تمولیون)، چنانچہ کروتون کے سکے بھی سنہ ۳۷۰ق م سے سنہ ۳۳۰ق م تک کے وقفے میں بنے ہوں گے بلکہ شاید ان کا زمانہ سنہ ۳۴۵ق م کے بعد ہی کا زمانہ ہے۔ اس ضمن میں ہیڈ کی رائے غلط معلوم ہوتی ہے ان سب باتوں سے یہ منکشف ہوتا ہے کہ دیونی سیوس کی فتح کے بعد سے اس کے انتقال تک کروتون میں سکے ڈھلنا بند ہو گیا ہوگا۔ ہم اس کتاب کے باب ۳ کے حواشی میں کروتون کے اس سکے پر بحث کر چکے ہیں جس پر سانپ کا گلا گھونٹتے ہوئے ہرقل کی شبیہ بنی ہوئی تھی۔

تیرینہ کروتون ہی کی ایک نوآبادی تھی (پلینی ۳، ۱۰)؛ استیفان ساکن بیزنطہ؛ ف، لینورمان "یونان کبیر" F. Lenorment : G. G. ۳، ۹۸ وغیرہ) کی رائے کے مطابق یہ مقام بانی دی سان یوسفے میہ اور سمندر کے مابین واقع تھا۔ اس کے سکے غیر معمولی طور پر حسین ہیں، اور ان پر بحری پری تیرینہ اور ایک نشستہ نیکے یا الی گایا کی شبیہ کندہ ہے۔ ہیڈ (۵۶) اور ایونز ("سواران تارنتوم" Evans : The Horsemen of Tarentum ۲۳۱)

کہتے ہیں کہ سنہ ۳۸۸ق م میں دیونی سیوس نے اس شہر کو لوکریوں کے حوالے کر دیا؛ لیکن دیودورس

باب ۱۱ | ایک دوسرے کی ہوبہو تصویریں - قرطاجنہ، سسلی کے یونانیوں پر

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ (۱۴، ۱۰۶، ۱۰۷) کا بیان ہے کہ صرف ہیپونیوم اور کاؤلونیہ پر اُن کا قبضہ کرایا گیا تھا۔ ہیڈ کا خیال ہے کہ تیرینہ کے تری کوئترا یا ثلث استاتر سے صقالی یعنی دیونی سیوسی حکومت کا پتا لگتا ہے۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا یہ ممکن ہے کہ دیونی سیوس نے صرف اسی مقام پر سکے ڈھالنے کی اجازت دی ہو؟ اس کے برعکس مروجہ روایت کے بموجب (دیودورس ۱۶، ۱۵) ۳۵۶ق م میں تیرینہ کو قوم بروتئی نے فتح کر لیا تھا۔ اس کے بعد کورنتھی استاتروں کا نمبر آتا ہے، اور انھیں ہیڈ (۹۸) ۳۸۸ق م اور ۳۵۶ق م کے درمیان رکھتا ہے۔ لیکن یہاں یہ سوال اُٹھتا ہے کہ عہد خود سری میں کورنتھی اثر کے قائم رہنے کے کیا وجوہ تھے؟ دیکھو ہیڈ ۸۶۔ اس کا کیا سبب ہے کہ تمولیون ہی کے زمانے میں کورنتھی طرز تیرینہ میں رائج نہیں ہوئی؟ تیرینہ ہنی بال کے ہاتھوں تاراج ہوا (استرابو ۶، ۲۵۶)۔ راٹھ گیبر (یونان کبیر و فیثاغورس Rathgeher: Grossgrie - Chenlend und Pythagoras گوٹا ۱۸۶۲ء) نے تیرینہ کی بابت مفصل قیاسات کا اعادہ کیا ہے، مقابلہ کرو گروسر "کروتون" Grosser: Kroton جلد ۲، دیباچہ، منڈن ۱۸۶۸ء۔

ہمسایہ شہر تیمیسہ کی آبادکاری کی بابت (جو لینورمان کی رائے کے مطابق آجکل کے ماتوناتی کے موقع پر واقع تھا، "یونان کبیر" ۳، ۹۳) استرابو ۶، ۲۵۵ دیکھا جائے۔ ہمیں اس کا علم نہیں کہ تیمیسہ پر لوکریوں کا کب قبضہ ہوا۔ بلاشبہہ لوکری اور تیمیسہ کے مابین روایتی تعلق ضرور ہے (پئوسانیاس ۶، ۶، ۲ وغیرہ)، کم از کم سکوں کی مدد سے تو یہ تعلق بہ نسبت لوکری کے زیادہ معلوم ہوتا ہے، مثلاً ان سکوں سے جن کی ایک طرف کروتون کی تپائی ہے اور دوسری جانب "خود" ہے جو خاص تیمیسہ کی علامت ہے (ہیڈ، ۸۰)۔ یہ سکے پانچویں صدی ق م کے ہیں اور ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیے کہ تیمیسہ کا کوئی سکہ ۴۰۰ق م سے بعد کا موجود نہیں ہے۔ تیمیسہ بھی آخر کار دیونی سیوس کی سلطنت میں شامل ہو گیا۔ ماتوناتی بانتی دی سان یوفے میہ کے شمال میں واقع ہے۔ کاش کہ ان مقامات کے مواقع کا قطعی تعین ہوتا تو مورخ کو بہت بڑی مدد ملتی۔

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ کاڈلونیہ بحیرۂ ایونیہ پر دریائے ساگراس کے شمال میں واقع تھا، اور اُسے استرابو (۶، ۲۶۱) "اکائیائی نوآبادی" کا لقب دیتا ہے۔ محققوں کا خیال ہے کہ یہ شہر کاسٹل ویتیرے کے قریب لوکری (جیراچے) کے شمال میں ہوگا۔ ۳۸۹ ق م سے اسے دیونی سیوس نے برباد کرکے لوکریوں کے حوالے کردیا (دیودوروس ۱۴، ۱۰۶)۔ استرابو کہتا ہے کہ سکلی لے تیوم (موجودہ سکی لاچی) جس کی نسبت لینورمان نے نہایت طویل بحث کی ہے ("یونان کبیر" ۲، ۳۲۹ وغیرہ) اور جو کاڈلونیہ کے شمال میں واقع ہے، کروتون کے ماتحت تھا۔ اس کا کوئی سکہ اس وقت موجود نہیں ہے۔ استرابو کہتا ہے کہ دیونی سیوس نے یہ شہر بھی لوکریوں کے حوالے کردیا۔ کاڈلونیہ کے وہ نہایت عجیب سکہ جات جن کی ایک طرف تو ایک شخص ہاتھ پھیلائے ہوئے اور دوسری جانب ایک بارہ سنگھا نظر آتے ہیں، دراصل ۳۸۹ ق م سے پہلے کے نہیں ہیں۔

اندرون ملک میں کروتون سے مغرب کی طرف دریائے آخیروان کے کنارے تین پہاڑیوں پر اور استرابو (۶، ۲۵۶) کے بموجب کونسن تیہ کے ذرا شمال میں پاندوسیہ آباد تھا۔ لیکن اس شہر کے موقع کی ہنوز قطعی طور پر کوئی تحقیقات نہیں ہوئی۔ لینورمان ("یونان کبیر" ۱، ۳۵۴) نے اس موقع کو مشخص کرلیا ہے اور ہیڈ (۹۱) نے اُس کے نتائج کو تسلیم بھی کرلیا ہے، لیکن جیسا میں نے لینورمان کی کتاب کے تبصرے میں، جو برسیان کے سالیانہ ۱۸۸۱ء Jahrebericht. 1881 میں چھپا ہے، ظاہر کیا ہے، اس کے استدلال کی بنا محض سطحی واقعات پر ہے۔ چونکہ شہر کا نام تھسں پروتیان ہے اس لئے ابتدائی آبادکار ضرور یا یا تمروس سے آئے ہوں گے۔ ہیڈ (۹۱) کا خیال ہے کہ پاندوسیہ پر ۴۰۰ ق م کے بعد بربرے تئی قوم کا قبضہ ہوگیا، لیکن مجھے اس قصے کی مطلق کوئی سند نہیں ملی۔ معلوم ہوتا ہے کہ پاندوسیہ کے سکوں کا زمانہ ۴۰۰ ق م سے زیادہ بعد کا زمانہ نہیں ہے اس لئے کہ یہ وہی عہد ہے جب دیونی سیوس اُس کے ہمسایہ شہر کروتون پر قابض ہوگیا تھا۔ لینورمان (۱، ۳۴۳) سیبارس اور پاندوسیہ کے لیگ کے سکوں کا ذکر کرتا ہے، اور ہمارے نزدیک اس نے پاندوسیہ اور پوسئیڈونیہ کے مابین خلط مبحث کردیا ہے۔ پاندوسیہ کے خوبصورت سکوں سے کروتون کے ساتھ

اظہار کرتے ہیں (سنہ ۴۱۱ ق م)، لیکن گو ایتھنز کو رشوت دے کر بھی کچھ زیادہ کامیابی

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ اس کے تعلق کا پتا لگتا ہے۔ آخری سکوں میں، جو غالباً سنہ ۴۰۰ ق م کے قریبی زمانے میں ڈھلے ہوں گے، ایک طرف تو (کروتون کے ہمعصر سکوں کی طرح) ہیرالی کی نیہ کا پورا چہرہ ہے (ہیڈ ۲۸، ۹۰)، جس کا رواج تقریباً سنہ ۴۰۰ ق م میں پڑ گیا تھا؛ دوسری طرف (رھے گیوم اور کروتون کے سکوں کی طرح) ایک نشستہ شبیہ ہے جو (پاندوسیہ کے سکوں میں) پان دیوتا کی ہے۔

ہمسایہ شہر کونسن تیہ (یونانی "کوسن تیہ"، حال، "کوسنتزا") میں، جسے استرابو (۶، ۲۵۶) "برے تئی مرکز" کا لقب دیتا ہے، تانبے کے سکے ڈھالے جاتے تھے، اور ہیڈ کے نزدیک یہ سنہ ۳۵۶ ق م کے ساختہ ہیں۔ خالص برے تئی سکوں کی ابتدا جن پر لفظ "برے تیون" کندہ ہے، سنہ ۳۰۰ ق م کے بعد تک نہیں ہوئی۔ برے تیون کے متعلق دیکھو باب ۲۸۔ اسی طرح پے تے لیہ میں بھی جو آجکل "سترونگولی" کہلاتا ہے اور جو لوکانیوں کا مستقر تھا (استرابو ۶، ۲۵۴) ایک زمانۂ بعد تک سکے نہیں ڈھالے گئے۔

اب تھوری آئیے، جو برو تیوم اور لوکانیہ کی سرحد پر واقع تھا۔ سنہ ۳۹۰ ق م میں اس شہر کو لوکانیوں کے ہاتھوں بمقام لاؤس ایک بڑی زک اٹھانی پڑی (دیودورس ۱۴، ۱۰۲)، لیکن اس کی تسخیر کی بابت (جس کا ذکر کرسٹ نے اپنی کتاب "ادبیات یونان" Christ: Gr. Lit. ۲۰۱ میں کیا ہے) ہمیں کوئی سند نہیں ملی؛ بہرحال اس زک کی وجہ سے اسکی قوت میں بہت کچھ کمی ہو گئی۔ سنہ ۳۵۶ ق م میں یا اس کے کچھ عرصے بعد تیرینہ اور غالباً ہیپونیوم کے ساتھ ہی ساتھ برے تئی قوم نے اسے مغلوب کر لیا۔ دیودورس ۱۶، ۱۵ (لینورمان "یونان کبیر" ۱، ۳۱۱) نے تھوری کی تاریخ سمجھنے میں خلط مبحث کر کے دوسروں کو بھی غلطی میں ڈال دیا ہے۔ کم سے کم یہ امر تو قطعی ہے کہ تھوری کی آزادی کی تجدید سنہ ۳۵۰ ق م سے پہلے تو کسی حالت میں نہیں ہوئی ہو گی۔ اگر ہم تھوری کے سکوں کا مطالعہ کریں تو بھی ہم اس نتیجے پر پہنچیں گے۔ ان کے ایک طرف تو اٹیکائی خود پہنے ہوئے پالاس کی شبیہ ہے اور دوسری طرف اتراتے ہوئے سانڈ کی شکل کندہ ہے۔ اس قسم کے سکے برابر چوتھی صدی (غالباً سنہ ۳۵۶ ق م) تک ڈھلتے رہے۔ لیکن تھوریوں کا مخصوص سکہ سنہ ۳۵۶ ق م میں بھی یعنی برے تیوں کی فتح کے

نہیں ہوتی، قرطاجنیوں کو اپنے تادیب یافتہ اجیر سپاہیوں کے ذریعے سے | باب

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ زمانے میں بھی بند نہیں ہوا اس لئے کہ تھوری کے دو سکے جن کی تصاویر "سکہ جات قدما" Coins of the Ancients (تصاویر نمبر ۳۴ و نمبر ۲۲ و نمبر ۴۵ و نمبر ۱۸) میں دی ہوئی ہیں، صاف طور پر اس کے بعد کے معلوم ہوتے ہیں، اور پہلا سکہ تو یقیناً چوتھی صدی ق م اور دوسرا تیسری صدی ق م کا ہے تیسری صدی ق م کے ابتدا میں تھوری کی آزادی کا مزید ثبوت اس امر سے بھی ملتا ہے کہ لیوی Epit. XI کے مطابق رومنوں نے لوکانیوں کے خلاف تھوریوں کو مدد دی۔ ان تمام باتوں سے یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ برے تی کی فتح کے بعد تھوری والے زیادہ دن تک ان کے حلقہ بگوش رہے ہوں گے۔

تھوری کی حالت سے ہمیں بروتیوم اور لوکانیہ کی کیفیت کے درمیان ارتقا نظر آتا ہے چونکہ سسلی کی طرح بروتیوم کے شہروں کی ترقی دیونی سیوس کی فتوحات کی وجہ سے رک گئی اس لئے ۳۸۸ق م میں ان کے سکے ڈھلنا بھی موقوف ہو جاتے ہیں، چنانچہ سے کیوم کروتون، تیرینہ، تیمیسہ اور کالونیہ کی بجنسہ یہی کیفیت ہے۔ ابھی لوکری اور ہیپونیوم نے اپنے سکے ڈھالنا شروع نہیں کیا تھا۔ اس کے برعکس لوکانیہ کے شہروں پر لوکانی قوم کا بہت کچھ دباؤ پڑ رہا تھا لیکن اس کے باوجود انھوں نے اپنی آزادی قائم رکھی۔ تھوری کو برے تیوں نے ۳۵۶ق م تک تسخیر نہیں کیا اور اس سال میں بھی یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ مستقل طور پر اس کا دست نگر ہو گیا تھا۔

لوکانیہ میں بحیرۂ ایونیہ کے کنارے پر اس پہاڑی ملک کے شمال میں جو ۴۰ درجہ طول البلد پر سمندر کے بالکل قریب تک آ جاتا ہے، ہرقلیہ واقع تھا، اور استرابو (۶، ۲۶۴) کے قول کے مطابق اسی مقام پر کسی زمانے میں قلعۂ اگاریہ تھا جسے اہیوں اور فوکسیوں نے مل کر آباد کیا تھا۔ بہر نہج اس میں شبہہ نہیں کہ اس مقام پر کوئی اہم یونانی شہر آباد نہیں ہوا۔ اس پہاڑی علاقے کے بجائے یونانیوں کو میدان زیادہ پسند تھا، چنانچہ انھوں نے ہرقلیہ (حال پولی کورو) آباد کیا تا کہ انھیں قدیم اور مشہور شہر سیرس کا نعم البدل حاصل ہو جائے۔ استرابو (۶، ۲۸۰) کے بموجب سکندر والئ مولوسیان کی آمد تک یونانی کی اجتماع گاہ ہرقلیہ ہی کی اراضی تھی۔ لیسنورمان (یونان کبیر ا، ۱۲۸) کا خیال ہے کہ مولوسی سکندر کے بعد یہ اراضی از سرِ نو لوکانیوں کے

باب ۱۱ بہت کچھ حاصل ہو جاتا ہے۔ سنہ ۴۰۰ ق م کے قریب سسلی کے محض مشرقی حصے پر

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ قبضے میں چلی گئی؛ لیکن اس کی سند کیا ہے؟ ہیڈ بالکل درست کہتا ہے (۵۹) کہ "بہر حال یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ اُس کی آزادی سلب کر لی گئی ہوگی" اور اگر لینورمان کی رائے کو ہیڈ کی طرح بالکل درست سمجھ لیا جائے تاہم اس مفروضے کے بعد وہ بیکار ہو جاتی ہے۔ ہرقلیہ کے خوبصورت سکوں پر ایک طرف پالاس کا سر منقوش ہے جس پر اکثر اتیمفری خود رکھی ہوتی ہے، اور دوسری طرف ہرقل کی تصویر ہے جو خواہ بیٹھا ہوا اور نہ شیر سے لڑتا ہوا نظر آتا ہے۔ واضح ہو کہ ہیڈ نے تصویر نمبر ۴۳ کو اپنی کتاب "سکہ جات قدما" Coins of the Ancients تصویر ۲۴، ۱۱ کے تحت نیکے بتاتا ہے، اور ہمارے خیال کے مطابق بھی اس قسم کی "پالاس" بالکل خلاف معمول ہے۔ نشستہ ہرقل کی شبیہ ان تصاویر کے زمرے میں بھی آتی ہے جن سے ہم کروتون اور پاندوسیہ میں دوچار ہو چکے ہیں، ساتھ ہی یہ سکستہ اور تاراس کے سکوں میں بھی ملتی ہے (ایونز Evans تصویر ۱، ۱۲)۔ معلوم ہوتا ہے کہ ایسے نشستہ اشخاص کی شبیہیں جن کے سامنے یا جن کے قبضے میں کوئی چیز موجود ہے، سنہ ۴۰۰ ق م کے قریب زمانے میں بنائی گئی ہوں گی۔ ایونز "شہسواران" (Evans: Horsemen ۵۳) کی رائے کے مطابق ہرقلیہ، کروتون، اور پاندوسیہ کے سکوں کی نشستہ شبیہوں میں پانہ نھے تون کے نیچے سیوس کا خاکہ نظر آتا ہے۔ سانپ کا گلا گھونٹنے والے ہرقل سے غالباً نشیبی اٹلی کے شہروں کی لیگ مراد ہے جس کی "اجتماع گاہ" کا اوپر حوالہ دیا جا چکا ہے۔ اسی قسم کا مجموعہ تاراس اور مشرق میں کیلیکیہ کے شہر مالوس میں (دانہوف) اور قبرص کے شہر کی تیوم میں بھی نظر آتا ہے (سکس)؛ اغلب یہ ہے کہ ان مقامات میں بھی اس کا تعلق آزادی سے ہوگا۔ نیز دیکھو حواشی متعلق باب ۲۸۔ باب ۳۰ میں ہرقل کی جس شکل سے بحث کی گئی ہے وہ اُس کے مدمقابل نہ ہے جس کا ذکر اس سے قبل کروتون کے تحت کیا گیا ہے۔

چوتھی صدی ق م کی تاریخ میں میتاپونتوم زیادہ ممتاز نہیں ہے، چنانچہ اس کے سکوں میں کوئی امر بیّن طور پر قابل لحاظ نہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس کا ارتقا مسلسل ہوا ہوگا۔ اسی زمانے میں جس کا ذکر ہم کر رہے ہیں اُس کے سکوں میں ایک طرف تو اناج کی بال نظر آتی ہے اور دوسری جانب یا تو اپولو یا ہرقل ورنہ انسان کی شکل میں دریائے اخیلوئس (جس کے سر پر بیل کے سینگ ہیں) نظر آتا ہے۔ ہیڈ (۶۳) ایسے سکوں کا ذکر کرتا ہے جن پر زنانہ سر

باب ۱۱ یونانی قابض نظر آتے ہیں، لیکن اس موقع پر قرطاجنی عفریت کو دیونی سیوس اکبر کی

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ بنے ہوئے ہیں، اور جو یہاں کی تاریخ کے عہد سوم کے، یعنی سنہ [illegible] ق م سے سنہ ۳۰۵ ق م تک کے معلوم ہوتے ہیں، اور اُن پر مختلف نام مثلاً ہیگی آئیا، ہومونویا اور داماتر کندہ ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ چوتھی صدی ق م کے نصف اوّل ہی میں نہیں بلکہ اس کے بعد بھی میتاپونتوم کو آزادانہ ارتقا کا موقع مل گیا ہوگا۔

اس کے بعد تارنتوم کی باری آتی ہے۔ اس شہر کے سکوں پر اے، جے، ایونز کا ایک نہایت نفیس مضمون مسمی "سواران تارنتوم" جریدۂ مسکوکیات، A. J. Evans : The Horsemen of Tarentum, Num. Chron. سنہ ۱۸۸۹ء صفحہ ۱ تا صفحہ ۲۲۹ ہے۔ ایونز عہد زیر تذکرہ کو عہد آرخی تاس (سنہ ۳۶۰ ق م تا سنہ ۳۴۵ ق م) کا لقب دیتا ہے۔ اگر ہم سکوں کو اپنا معیار قرار دیں تو ہم اس نتیجے پر پہنچنے پر حق بجانب ہیں کہ یہ زمانہ میتاپونتوم کی طرح تارنتوم کے لئے بھی امن و امان کا زمانہ تھا۔ سکوں میں مچھلی پر بیٹھا ہوا تارا اس نظر آتا ہے اور اکثر اُس کے ہاتھ میں کوئی ہتھیار دکھلائی نہیں دیتا۔ علاوہ تارنتومی لترا کے اٹیکائی اوبول (دواوبولیاں، ہیڈ ۴ ۵) بھی ملتے ہیں، جن کے ایک طرف تو تھورئی کے سکوں کی طرح پالاس کا سر بنا ہوا ہے اور دوسری طرف ہرقلیہ کے سکوں کی طرح ہرقل شیر کا گلا گھونٹتا نظر آتا ہے۔ اس سے ہم اس نتیجے پر پہنچ سکتے ہیں کہ یہ سکے دراصل مشرقی یونان کبیر کے متذکرۂ بالا لیگ کے عہد کی یادگار ہیں۔ ایونز (۵ ا) کی رائے کے مطابق اس مخصوص طرز کے سکوں کی ابتدا کا سہرا ایک نقاش کے سر ہے جس نے اُن پر اپنا نام حرف "ف" کے ذریعے سے ظاہر کیا ہے اور جس نے ہرقلیہ، تھورئی، تیرینہ اور نیاپولس کی بھی خدمات انجام دی تھیں۔ پول Poole کے نزدیک اس میں اٹیکائی طرز کی جھلک معلوم ہوتی ہے۔ اگر ہم ان خیالات پر اُن معلومات کا بھی اضافہ کریں جو دوسرے ذرائع سے ہم تک پہنچی ہیں تو ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ چوتھی صدی ق م کے نصف اول میں مغربی یونان میں دو مختلف شاہراہیں نظر آتی ہیں جن میں پہلی کا مرکز سرقوسہ ہے اور یہ مطلق العنانی کے رنگ سے رنگا ہوا ہے، اور دوسری آزادی کے جذبات سے متاثر ہے اور اس کا مرکز تھورئی سے تارس تک کے شہروں کی لیگ ہے۔ ہماری یہ بھی رائے ہے کہ اس لیگ کا رکھشک دیوتا ہرقل ہے، جو سکوں پر

باب ۱۱ | قوت کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔ دیونی سیوس یونانی قومیت کی حفاظت کرنیکے ساتھ ہی

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ کہیں تو سانپ کی گردن دباتا اور کہیں شیر کو مارتا نظر آتا ہے، اور اُس کا تعلق سیاسی اعتبار سے تو تھیبز کے ساتھ ہے لیکن فنی لحاظ سے وہ ایتھنز کے ساتھ وابستہ ہے۔

اب ہم بحیرۂ ایڈریاٹک کو چھوڑتے ہوئے، جہاں کے سکّوں پر یونانی عنصر کا اثر کم از کم اس زمانے میں نہیں معلوم ہوتا، مغربی اضلاع کی طرف، جو بحیرۂ ترھینیہ پر واقع ہیں، رخ کرتے ہیں یونانی شہر لائوس کہ جسکے سکّوں سے اُس کا سیبارِس کے ساتھ قدیم تعلق ظاہر ہوتا ہے، سنہ ۳۹۰ ق م میں لوکانی تھا (دیودوروس ۱۴، ۱۰۱)۔ الفاظ "ستا" اور "ادیسی" بعض سکّوں پہ نمودار ہوتے ہیں، اور اغلبًا ان علامات سے "ستاتیوس" اور "ادیسی اوس" جیسے شہروں سے مراد ہوگی جو بلا شبہہ اوسکانی الاصل تھے۔ چنانچہ اغلب امر یہ ہے کہ ایسے سکّے اُس وقت مسکوک کئے گئے ہوں گے جب لائوس لوکانیوں کے قبضے میں تھا۔ ان سکّوں پر لفظ "لا" کندہ نہیں جو اس قسم کے دوسرے تانبے کے سکّوں پر پایا جاتا ہے۔

الیا کی توصیف پر شلوئی ننگ کا مضمون "ویلیہ بہ ملک لوکانیہ" کار آمد ہے جو "سالیانۂ انجمن آثاریات" ۴، ۳، صفحہ ۱۶۹ تا ۱۹۵ میں دیا ہوا ہے۔ Schleuning :

Velia in Lukanien, Jahrb. des arch. Inst. IV. 3, 169-195

استرابو (۶، ۲۵۲) کہتا ہے کہ اس شہر نے لوکانیوں کا مقابلہ کر کے اپنی آزادی کو قائم رکھا۔ اسکا امتیازی نشان مسیلیہ کی طرح شیر تھا، اور دونوں مقامات کی بنا فوکسیوں نے ڈالی تھی۔ ہرقلیہ کے قدیم سکّوں پر بھی بعینہٖ اسی قسم کا شیر نظر آتا ہے ("سکّہ جات قدما" Coins of the Ancients ۵، ۱۵) اور انھیں ہیڈ سنہ ۴۰۰ ق م سے پہلے کا بتاتا ہے۔ سنہ ۴۰۰ ق م کے بعد ایلیائی سکّوں پر پالاس کا سر، جس پر ایتیکائی خود ہے اور دوسری طرف ایک اُلّو کی تصویر کندہ ہے (ہیڈ ۷۵)۔ کیا اس سے یہ قیاس کیا جا سکتا ہے کہ ایلیا کے تعلقات ایک طرف تو شہروں کی اس لیگ سے تھے جس کا مرکز بحیرۂ ایونیہ تھا، اور دوسری جانب ایتھنز سے بھی اس کے روابط تھے؟ ہمارے نزدیک یہ امر قرین قیاس نہیں ہے۔

استرابو (۶، ۲۵۲) کہتا ہے کہ پوسیڈونیہ پر لوکانی اثرات پیدا ہو گئے۔ لیکن وہ اسکی بابت کسی مخصوص سال کا تعین نہیں کرتا۔ ہمارے نزدیک لوکانیوں نے اُسے سنہ ۴۰۰ ق م کے قریب

یونانیوں کی آزادی کو بالکل اسی طرح پامال کر دیتا ہے جیسے مشرق میں اسپارٹا،	بابِ

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ زمانے میں زیر کیا ہوگا۔ باوجودیکہ ایلیا لوکانی مرکز کے قریب تر تھا لیکن لوکانیوں نے کبھی اس پر قبضہ نہیں کیا۔ اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ ایلیا کی قومیت مدافعت نسبتہً زیادہ تھی۔ فوکیہ کی طرح ایلیا ایک پہاڑی قلعہ تھا، اور سیبارس کی طرح پوسئیدونیہ ایک میدانی شہر۔ استرابو کہتا ہے کہ دریائے سیلاروس کے دہانے پر ہیرا آرگا ئیہ کی پوجا کی جاتی تھی، اور آخری سکہ جات پوسئیدونیہ پر ہیرا کا پوراچہرہ کندہ ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سنہ ۴۰۰ ق م سے کچھ زیادہ عرصہ پیشتر پوسئیدونیہ نے اپنی آزادی نہیں کھوئی۔ ہیرا کا پوراچہرہ کمپانی شہروں یعنی فستی لیہ، ہیریہ، اور نیاپولس کے سکوں میں بھی نظر آتا ہے (ہیڈ ۶۸)۔

اب صرف کمپانیہ باقی رہا جہاں کے یونانیوں کی سیاسی حیثیت اُس عہد میں نہایت ہی کمزور ہو گئی تھی۔ لیکن اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ اس حصۂ ملک میں یونانی تمدن کی قومیت میں کسی قسم کا فرق آیا ہوگا، بلکہ اس کے برعکس اب بھی کیمے میں نہایت نفیس یونانی برتن بنائے جاتے تھے (دیکھو اسی کتاب کا باب ۲۹)، اور سکوں سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ان مقامات میں بھی جو دوسرے اسناد کے لحاظ سے بالکل غیر معروف ہیں بلکہ شائد یونانی الاصل بھی نہیں ہیں، ان میں بھی یونانی تمدن سرایت کر گیا تھا۔

گو نیاپولس میں اوسکانی عنصر کی آمیزش تھی لیکن اس شہر میں یونانیت کو مسلسل فوقیت کا درجہ حاصل رہا۔ اس کے بعض سکوں پر ایک زنانہ سر ہے اور بعض پر پالاس کا سر اٹیکائی خود کے ایک طرف اور دوسری جانب انسانی سر والا بیل کندہ ہے جن میں سے موخر الذکر سے شائد دیوتی سیوس مراد ہے۔ پوراچہرہ جس کا اوپر ذکر آچکا ہے، یہاں کے سکوں پر بھی نظر آتا ہے۔ نیاپولس اور روما کے محالفے سے، جس کے بعد بھی یہ شہر برابر آزاد رہا، یہاں کے سکوں پر کوئی اثر نہیں پڑا۔ جیسا امهوف بلومر نے اپنی کتاب "سکہ جات یونان کبیر"

Imhoof Blumer : Zur Muenz Kunde Gros-griechen lands

(وائنا ۱۸۸۶ء ص ۲۲۲ وغیرہ میں دکھایا ہے، کمپانیوں کے وہ سکے جن کا ذکر ہیڈ ("تاریخ مسکوکیات" H. N. ص ۲۷) کرتا ہے کاپوا میں نہیں بلکہ نیاپولس میں ڈھالے گئے تھے۔

باب ۱۱

جو ایک طرف تو یوروپی یونانیوں پر ستم ڈھاتا ہے اور دوسری جانب دیونی سیوس سے مخالفہ کرکے کچھ عرصے کے لئے ایشیائی یونانیوں کو ایران کی دست برد سے

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ ہیرپا کے سکوں سے بہت سے مسائل پیدا ہوتے ہیں؛ اول تو اس شہر کے صحیح موقع کا ہی تعین نہیں ہوسکا ہے۔ لیکن غالباً یہ نولا کے قریب ہی ہوگا، بلکہ بعض مورخ تو یہاں تک دعوے کرتے ہیں کہ نولا اور ہیرپا کا محل وقوع بالکل ایک ہی ہے اس مسئلے پر آخری مفصل بحث امہوف بلومر نے اپنی کتاب کے صفحۂ ۲۰۶ وغیرہ میں کی ہے، اور اُس نے دکھایا ہے کہ لفظ "سنسر" جو بعض سکوں پر کندہ ہے در اصل "مینسر" ہے، اور یہ سکے ہیرپا کے ہیں (ہیڈ ۳۶)۔ ہیڈ کا خیال ہے کہ اس لفظ کا تعلق "وسیریس" سے ہے جو لیوی ۸، ۸ میں اس شہر کے لئے استعمال ہوا ہے۔ ہیرپا کے سکوں پر ایک طرف تو پالاس کا سر جس پر اتھنزی خود رکھی ہے یا ہیرا کا پورا چہرہ بنا ہے، اور دوسری جانب کمپانی بیل کی شبیہ کندہ ہے۔ ہیڈ کے نزدیک یہ سکے بنہ ۴۲۰ ق م میں ڈھالے گئے ہوں گے۔

ذرا اور اندرون ملک میں بڑھ کر سامنیوم میں دریائے ولترنوس کے کنارے پر الیفائے اور فستے لیہ واقع تھے جہاں یونانی وضع کے سکے ڈھالے جاتے تھے، لیکن جن پر چوتھی صدی ق م کے نصف ابتدائی میں اوسکانی کتبے کندہ تھے۔ الیفائے کو آجکل الیفے کہتے ہیں، اور غالباً فستے لیہ تیلیزے کے قریب آباد ہوگا۔ مقابلہ کرو ڈریسل کے مضامین تاریخ ولسانیات جو کرتیوس کے نام نامی پر معنون کئے گئے ہیں: Dressel :

Hist. u. Philol. Aufs., dedicated to E. Curtius برلن ۱۸۸۴ء

ص ۲۴۵–۲۵۸ جن میں ان تمام مسائل پر بحث کی گئی ہے۔ الیفائے کے بعض سکوں پر پالاس کا سر اور کمپانی بیل کی شبیہ کندہ ہیں؛ ہیڈ ۲۴۔ فستے لیہ کے سکوں کے لئے دیکھو "یوسکیڈ ونیہ" کے ضمن میں میرے خیالات۔ ایک سکے پر کتبہ "اب سی اس" کندہ ہے (ڈریسل ۲۵۳)؛ دیکھو حاشیۂ متعلقۂ "لاؤس"۔

آرخی تاس کے لئے دیکھو مضمون پؤلی کے محیط المحیط میں، ۱، ۲، ۱!۴۲۸ تا ۴۳۸، اور لورنتز: "تارنتوم کا قدیم بلدیہ" Lorentz : De Civit. Vet. Tar.

بجاتا ہے۔ اس موقع پر مشرق اور مغرب کی تاریخ تقریباً ایک دوسرے کا اعادہ باب ۱۱
ہے۔ دیونی سیوس اپنی عظیم الشان جنگ قرطاجنہ کی ابتدا سنہ ۳۹۷ ق م میں
کرتا ہے، اور اسپارٹا ایران کے خلاف فوج کشی سنہ ۳۹۶ ق م میں یعنی
اُس وقت کرتا ہے جب وہ یہ دیکھ لیتا ہے کہ ایرانی یونان پر وار کرنے والے ہیں؛ ادھر
ایرانی عین اُس وقت حملے کی تیاریاں کرتے ہیں جب واقعات نے قرطاجنہ
کو متحیر اور بےچین کر دیا ہے اور قرطاجنی اپنی فوج کو مجتمع کر کے سرقوسہ کو تاراج
کرنے کی فکر میں لگ جاتے ہیں لیکن جہاں ہمیں ایران و یونان کے باہمی
تعلقات مابعد کی بابت تھوڑی بہت معلومات حاصل ہیں، وہاں قرطاجنہ
اور دیونی سیوس کے باہمی تعلقات کی بابت ہم گونہ تاریکی میں ہیں۔ بلاشبہ
آئندہ ان دونوں مغربی دول کے مابین اُتنا ہی کم اختلاف رہتا ہے جتنا اسپارٹا
اور ایران کے مابین، اور جس طرح بعض مرتبہ اسپارٹا ایران کے خوشامد میں
رہتا ہے اسی طرح دیونی سیوس بھی کبھی کبھی قرطاجنہ کے راگ گاتا نظر آتا ہے
لیکن باہمدگر مخالف مملکتوں کے باہمی تعلقات کی کیفیت مشرق اور مغرب
میں بالکل جداگانہ ہے، اور فی الجملہ مغربی یونانیوں اور غیر یونانیوں کے
افعال میں اُتنی ہی قوت اور توانائی نمایاں ہے جتنی مشرق میں بےبسی اور بےپروائی
مشرقی میدان میں۔ بہ نسبت مشرق کے مغرب میں قومی احساس زیادہ نظر
آتا ہے۔ قبل اس کے کہ سنہ ۳۹۷ ق م میں دیونی سیوس قرطاجنہ کے خلاف
اپنی عظیم الشان مہم شروع کرے، سسلی کے بربریوں کا ایک بغاوت کے
سلسلے میں قتل عام کر دیا جاتا ہے، اور اس سے سنہ ۱۲۸۲ء والے سسلی کے
فرانسیسیوں کے قتل عام کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ مشرق میں آگے سی لاؤس
کی مہمات میں یونانی اور بربری کا باہمی فرق عیاں ہو جاتا ہے، لیکن صورت حال
میں بہت جلد کچھ ایسی تبدیلی ہوتی ہے کہ وہاں ایک بھی ایسی یونانی مملکت

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ سنہ ۱۸۳۳ء صفحہ ۳۸ و ۳۹ - ڈیو جانس لیرتیز کے مطابق وہ
چھ سات مرتبہ سترائی گس مقرر ہوا گو تارنتم کے باشندے معمولاً کسی ایک شخص کو
ایک سے زائد مرتبہ ایک ہی عہدے پر فائز نہ کرتے تھے۔

باب ۱۱ باقی نہیں رہتی جو دو زانو ہو کر ایرانی زر و مال کی پوجا کرنے کے لئے تیار نہ بیٹھی ہو۔ مغرب میں بہیمی جذبات کا بول بالا ہو جاتا ہے، مشرق میں سازش اور منصوبہ بازی کا۔ مغرب میں اب بھی چند آزاد یونانی مملکتیں باقی ہیں، لیکن جیسے اسپارٹا مشرقی مملکتوں کی آزادی کی بیخ کنی کی فکر میں رہتا تھا وہی برتاؤ دیونی سیوس اُن یونانیوں کے ساتھ کرتا ہے۔ لیکن دونوں کا نتیجہ ایک دوسرے سے مختلف نکلتا ہے۔ مغرب میں محض قوت کو غلبہ حاصل ہوتا ہے اور دیونی سیوس کو اس طرح سزا نہیں ملتی جس طرح اسپارٹا کو ملتی ہے۔ تھبز اور لیوکترا میں بحیثیت ایک مدبر کے آرخی تاس ساکن تارنتوم کا مقابلہ ایک دوسرے فیثاغورسی یعنی اپامنونداس سے نہیں کیا جا سکتا۔ دیونی سیوس تو اپنے انتہائی عروج کے زمانے میں مر جاتا ہے، لیکن اگے سی لاؤس اپنی زندگی ایک غیر ملک میں اجیر سپاہیوں کے رہبر کی حیثیت سے ختم کرتا ہے اور ساتھ ہی ساتھ اسپارٹیوں کے قبضے سے مسینیہ نکل جاتا ہے۔ ہمیں اس ضمن میں آخری بات یہ بیان کرنی ہے کہ شمالی اقوام کے تعلقات میں بھی مشرق اور مغرب کی تاریخ میں ایک طرح کی یکرنگی پائی جاتی ہے، اس لئے کہ شمالی یونان یا تھسالوی جس قسم کی کوشش کرتے ہیں اُن کی تکمیل لوکانیوں کے ہاتھ سرزمین اٹلی میں ہوتی ہے۔

دُنیائے یونان کے مشرقی و مغربی حصوں میں فی الحقیقت ایک قسم کی یکرنگی پائی جاتی ہے اسی لئے ان دونوں کے ارتقا میں بہت سی باتیں ایک سی نظر آتی ہیں۔ لیکن ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اس کے علاوہ دونوں کا ایک دوسرے پر براہ راست اثر بھی پڑتا ہے۔ اول تو یہ امر نہایت درجہ قابل لحاظ ہے کہ خاص خاص مملکتیں اور مخصوص افراد مشرق اور مغرب دونوں میں بیک وقت کارہائے نمایاں انجام دیتے نظر آتے ہیں۔ دنیائے یونان کے دونوں حصوں میں کورنتھ مطلق العنانی کے خلاف قدم اُٹھاتا ہے، یعنی مشرق میں اسپارٹا کے خلاف اور مغرب میں دیونی سیوس کے مقابل، اور اسی طرح لیسا ندر جو مشرقی یونان کا گویا مالک بن گیا ہے، مغرب میں اپنے ہمخیال خود سر رؤسا کے

باب ۱۱

دربار میں نظر آتا ہے۔ اسی طرح یونُس نامی ایک اسپارٹی جسے مشرقی بیڑے کا کماندار بنایا جاتا ہے، مغرب میں بھی نظر آتا ہے جہاں دیونی سیوس اُسے افلاطون کے فروخت کا حکم دیتا ہے۔ مولوسی اٹکے تاس کا نام بھی دیونی سیوس کے سوانح اور تاریخ مشرق دونوں میں پڑھنے میں آتا ہے۔ کونون کی اس کوشش سے کہ کسی طرح ایواغورس کے ذریعے سے دیونی سیوس ایتھنز کا ہمنوا بن جائے، قبرص اور سرقوسہ کا باہمی تعلق عیاں ہوجاتا ہے۔ فرنابازو اسپارٹیوں کو جہاز سازی کے لئے لکڑی تحفۃً پیش کرتا ہے، اور ہرموکراتس ساکن سرقوسہ کو کچھ روپیہ اور غالباً جہاز بھی نذر کرتا ہے تاکہ وہ سسلی کی مخالفت کے لئے تیار ہوجائے۔ ان واقعات میں بہت سے دوسرے اسی قسم کے حالات کا اضافہ کیا جاسکتا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ مشرقی اور مغربی یونان کے بہت سے شہروں کے سکوں پر ہرقل کی تصویر کندہ ہے جس میں وہ سانپ کا گلا گھونٹتا ہوا یا شیر کو مارتا ہوا نظر آتا ہے؛ یہ سکے تقریباً ہمعصر ہیں، اور اوّل الذکر لمپساکوس اور رھوڈز سے کروتون تک اور ثانی الذکر تارنتوم، ہرقلیہ، صقالوی ناکوس اور قبرصی کیتیوم میں پائے جاتے ہیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا ہم ان علامات کے ذریعے سے یہ نتیجہ نکالنے پر حق بجانب ہیں کہ اسپارٹا اور سرقوسہ نے آزادی کو پیپا کرنے کی جو کوشش کی اُس کا مقابلہ کرنے کے لئے دور دراز شہروں تک کی آزادی کے پرستاروں نے کامیابی کے ساتھ ایک دوسرے سے تعلقات پیدا کرلئے اور ایک ہی طرح کے سیاسی مطمحِ نظر کے ذریعے سے جو اخلاقی حبل متین وجود میں آئی تھی اُس کے باعث ایسے لوگ باہمی متفق و متحد ہوگئے جنھوں نے ایک دوسرے کو گویا دیکھا بھی نہ تھا۔ ہمیں اس ضمن میں آخری بات یہ بیان کرتی ہے کہ جب ہم دیکھتے ہیں کہ آرخی تاس ایک فیثاغورسی تھا اور ایامنونداس کی پرورش بھی ایک فیثاغورسی ہی نے کی تھی اور ساتھ ہی فیثاغورسی برادری میں دیونی سیوس کے سخت ترین مخالف موجود تھے، تو ہم یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ اس بھائی چارے نے دنیائے یونان کے اس عہد غلامی میں

اصول آزادی کے لئے جائے پناہ کا کام دیا تھا اور اس کی کوششوں کو ایک حد تک کامیابی بھی حاصل ہو گئی تھی۔ اگر ہم یونانیوں کی فطری انتظامی قابلیت اور اُن کی اس خصوصیت کو کہ وہ دور دراز ممالک میں اطمینان اور چین کی زندگی بسر کر سکتے تھے، پیش نظر رکھیں تو ہم یہ محسوس کریں گے کہ جغرافی دوری کے باوجود ان میں باہمی تعلقات کا پیدا ہونا بعید از قیاس نہیں۔

اب ہم دیونی سیوس کی طرف متوجہ ہوتے ہیں تاکہ اس بوڑھے خودسر کے عہد کے اختتام اور اُس کے بیٹے کے عہد کی ابتدا کا حال بیان کریں۔ اپنی زندگی کے خاتمے پر دیونی سیوس امن و امان کا خواہاں ہو گیا تھا، اور نہ صرف وہ خود شعر کہتا تھا بلکہ وہ چاہتا تھا کہ قدیم خودسروں کی طرح اُس کے دربار میں بھی شعراء و مصنفین کا جمگھٹ رہے۔ گو اس عہد میں دُنیائے یونان میں مشہور و معروف شعرا کا کم و بیش فقدان تھا لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ دربار سرقوسہ میں بعض ادیب ضرور نظر آتے تھے مثلاً اُس وقت کے ممتاز ترین شعرائے یونان میں سے ایک شاعر یعنی مزاری فلوکسے نوس اسی دربار میں رہتا تھا، اور وہ اس فن سے واقف تھا کہ کسی خودسر کے روبرو اپنی خودداری اور رکھ رکھاؤ کیسے قائم رکھا جاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ دیونی سیوس کے اشعار کی تخریب کرنے اور اُس کی بے ادبی کی پاداش میں اُسے پتھر کی کان کے مشہور محبس میں بند کر دیا گیا۔ کچھ عرصے کے بعد اُس نے از سرنو دربار میں رسوخ پیدا کر لیا اور اُسے اپنے اشعار باواز بلند سنانے کا موقع مل گیا۔ دیونی سیوس کی عین خواہش تھی کہ وہ اُس کی زبان سے اپنے اشعار کے متعلق کچھ تعریف و توصیف کے الفاظ سُنے، چنانچہ اُسے بلا کر خودسر نے اپنے چند اشعار سنائے۔ اس پر بجائے اسکے کہ فلوکسی نوس ان اشعار کے متعلق کچھ کہتا اُس نے سرکاری چوبداروں کیطرف دیکھا اور اُن سے کہنے لگا کہ بھائی اب دیر نہ کرو، مجھے پتھر کی کان کے محبس میں لے جا کر بند کر دو۔ فلسفیوں میں ایک شخص ارسطی فوس تھا جو دُنیاداری کی باتیں کرنے میں کمال رکھتا تھا، چنانچہ انسانی زندگی اور فی الجملہ بنی نوع انسان پر طعنہ زنی کرنے پر اُسے خودسر نے انعام عطا کیا۔ اسی طرح افلاطون بھی

باب ۱۱

سرقوسہ پہنچا۔ افلاطون کے نزدیک، ایک طرف تو ایتھنزیوں میں نیک اور اچھے شہری بننے کی مطلق اہلیت نہیں تھی اور دوسری جانب سسلی کے خودسروں یعنی دیونی سیوس اور اُس کے بیٹے سے اُسے مایوسی کی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی تھی۔ گو اُس نے دیونی سیوس کے داماد دیون کو اپنا ہمخیال بنا لیا تھا، لیکن خودسر کے دل میں اُس کی طرف سے طرح طرح کے شکوک پیدا ہو گئے اور آخرالامر اُس نے اُسے اپنے ملک سے نکال دیا، بلکہ بیان کیا جاتا ہے کہ اُس نے پولس ساکن اسپارٹا کو حکم دیا کہ وہ اُسے بطور غلام کے فروخت کر دے۔ دیونی سیوس کے نزدیک تقریباً ہر چیز، خصوصاً شعر و شاعری اور فلسفہ کی قدر آلۂ تضحیک سے زیادہ نہ تھی، چنانچہ اس دُنیا کے لئے ارسطی فوس سے بہتر کوئی فلسفی ملنا دشوار تھا؛ رہا افلاطون، تو جب ہم دیکھتے ہیں کہ اُس کی امیدیں دیونی سیوس جیسے شخص سے وابستہ تھیں تو ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ وہ دُنیا اور بنی نوع انسان کے اصلی حالات سے ناواقف تھا۔

سنہ ۳۶۷ ق م میں دیونی سیوس کی موت کے بعد اُس کا ۲۷ سال کا بیٹا دیونی سیوس دوم تخت نشین ہوا۔ واقعہ یہ ہے کہ وہ نہ تو فطرتاً اس مرتبے کے قابل تھا اور نہ اُسے مناسب تربیت ہی دی گئی تھی اس لئے کہ اُس کے باپ نے محض حسد کی وجہ سے اُسے اپنی زندگی میں کسی طرح کا عروج حاصل کرنے کا موقع نہیں دیا تھا۔ الغرض یہ بہت جلد ظاہر ہو گیا کہ وہ ایسی سلطنت پر حکمرانی کا مطلق اہل نہیں جس کی بنیادیں تو مضبوط ہوں لیکن جس میں بے اعتباری سرایت کئے ہوئے ہو اور جو محض جبر و قوت کے زور پر قائم رہ سکتی ہو۔ ابتدا ہی میں اُس کے عزیز دیون نے قرطاجنہ کے ساتھ ایک قابل اطمینان صلحنامہ کر لیا جس کے باعث دیونی سیوس کو امن و امان سے حکومت کرنے کا موقع مل گیا، لیکن اُس نے اس موقع کو بھی ہاتھ سے جانے دیا اور یہ ثابت کر دیا کہ جنگ میں تو کیا، امن میں بھی وہ بحسن و خوبی حکومت کرنے کا اہل نہیں ہے۔ بہرنہج اُس میں یہ سمجھنے کی قابلیت ضرور تھی کہ حکمران کو علم کی اشد ضرورت ہے چنانچہ اُس نے علم حاصل کرنے کی خواہش کا اظہار کیا، جس پر دیون نے

باب ۱۵ نہایت ہمت کر کے افلاطون کو سرقوسہ واپس بلالیا۔ دیون کا خیال ہوا کہ شاید افلاطون کے اثر سے دیونی سیوس کچھ سنبھل جائے یا اُس کی فلسفیانہ صحبت کے اثرات حکومت پر پڑ کر مفید نتائج پیدا کریں۔ الغرض افلاطون واپس آگیا، اور کچھ زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ دیونی سیوس اور اُس کے درباری علم ہندسہ کا سبق لینے لگے اور مدوّر، مربع اور مستطیل شکلیں بالو پر بنانے لگے، بلکہ دیونی سیوس تو یہاں تک بڑھا کہ وہ اپنے باپ کا مشہور فقرہ کہ "خودسری تمام بے انصافیوں کی جڑ ہے" بار بار دُہرانے لگا۔ لیکن اُسے عیش و عشرت سے جو فطری لگاؤ تھا اُس کی وجہ سے وہ بہت جلد ہندسیات اور فلسفہ سے عاری آگیا، اور دربار خودسری کے عملی سیاست داں جو دورِ فلسفہ میں پیچھے ہٹا دئے گئے تھے رفتہ رفتہ پھر اوج پر پہنچ گئے اور خاندان خودسری کا ایک فرد فلس توس جو مدبّر بھی تھا اور مؤرّخ بھی، اور جو طبعاً مطلق العنان طرز حکومت کا دلدادہ تھا، وہ نوجوان دیونی سیوس کا مشیر و صلاح کار بن گیا۔ اب دیون پر یہ تہمت لگائی گئی کہ وہ حکومت کے خلاف سازشوں میں حصہ لیتا ہے اور خود تخت نشیں ہونا چاہتا ہے، چنانچہ اُسے فوراً ملک بدر کر دیا گیا۔ رہا افلاطون، سو وہ چند روز تک تو سرقوسہ ہی میں رہا، لیکن بالآخر اُسے بھی علیحدہ کر دیا گیا۔ دیون تو سیدھا یونان چلا گیا جہاں وہ متمول یونانیوں کی طرح عزت کی زندگی بسر کرنے لگا۔ لیکن افلاطون ایک مرتبہ پھر سرقوسہ طلب کیا گیا اور اُسے تیسری بار اُسی مہیب جزیرے، انھیں خاربدکیس جیسی چٹانوں یعنی اسی شہر کو جانا پڑا جہاں اُسے اس سے قبل مایوسی کا منہ دیکھنا پڑا تھا۔ لیکن لوگ اس سے بہت جلد تنگ آ گئے چنانچہ اس دفعہ بھی اُس کے ساتھ پہلے ہی کی طرح برتاؤ کیا گیا، اور خودسر کے اجیر سپاہی اُس سے اتنے متنفر ہو گئے کہ اُسے اپنی جان کے لالے پڑ گئے اور یہ خطرہ پیدا ہو گیا کہ کہیں وہ اُسے قتل نہ کر دیں۔ آخر کار افلاطون سرقوسہ کے شاہی باغیچے میں ایک قیدی کی طرح زندگی بسر کرنے لگا۔ قصہ مختصر آرخی تاس ساکن تارنتوم نے دیونی سیوس سے سفارش کر کے اُسے عزّت و آبرو کے ساتھ

علیحدہ کرا دیا۔ یونان واپس آنے پر ۳۶۰ ق م کے اولمپیائی میلے کے موقع پر اُس کی اپنے پرانے دوست دیون سے ملاقات ہوئی۔ بہت سے لوگوں نے دیون کو یہ صلاح دی کہ سرقوسہ جاکر دیونی سیوس کو تخت سے اتار دے لیکن افلاطون نے اُسے اُس وقت باز رکھا۔ الغرض ۳۶۲ ق م میں دیار مغرب اور دیار مشرق کی حالت تقریباً ایک سی ہی تھی اور ہر جگہ معاملات درہم برہم نظر آتے تھے۔ بلاشبہ سسلی دیونی سیوس اور قرطاجنیوں میں باہم منقسم ہو گئی تھی لیکن دیونی سیوس کی حکومت اتنی کمزور ہو گئی تھی کہ وہ دن دور نہ تھا کہ سیاسی صورت حال میں کچھ نہ کچھ تبدیلی پیدا ہو جائے گی۔ اٹلی کا جنوب ترین حصہ دیونی سیوس کے ماتحت تھا؛ اس کے بعد لوکانیوں کا ملک ملک آتا تھا، ازاں بعد بعض خود مختار بلدیات کی اراضی تھی جن میں سے تارنتوم کو ہی تھوڑی بہت اہمیت حاصل تھی۔

یادداشت متعلق باب یازدہم

سسلی کے حالات کے لئے ہماری مخصوص سند دیودوروس کتاب ۱۴ و ۱۵ ہے۔ لیکن صرف کتاب ۱۴ میں ہمیں واقعات کی کچھ تفصیل ملتی ہے اور کتاب ۱۵ میں مولف تفصیل سے بالکلیہ کنارہ کشی اختیار کر لیتا ہے اس لئے کہ صلح نامۂ شہنشاہی سے جنگ مین تی نیہ تک مشرقی معاملات اُس کی توجہ کو مبذول کر لیتے ہیں اور سسلی کے واقعات کا جہاں تہاں حوالہ دینے پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

زمانۂ حال کی کتابوں میں مقابلہ کرو ہولم: "تاریخ سسلی قدیمہ" Holm: Gesch. Siciliens im Alterthum جلد ۲، لائپزگ ۱۸۷۴ء؛ میلتزر: "تاریخ قرطاجنہ" Meltzer: Gesch. der Karthage جلد ۱، برلن ۱۸۷۹ء؛ کاوالاری و ہولم: "سرقوسہ کی آثاری توصیف" Cava lari—Holm: Topografia archaeologica di Siracusa پالرمو ۱۸۸۳ء (جرمن ترجمۂ لوپوس: "شہر سرقوسہ بہ زمانۂ قدیمہ" Lupus: Derstadt Syrakus in Alterth. اشتراس برگ ۱۸۸۶ء)۔ یشیبی اٹلی کی کوئی قابل اعتبار عام تاریخ نہیں ہے؛ اس کے لئے لینورمان کی کتابیں قابل مطالعہ ہیں؛ دیکھو کتاب ہذا کی جلد ۱، باب ۲۱، حاشیہ ۳۸۔ لورینتز کے مفصل مضامین جو اُس نے تارنتوم پر لکھے ہیں اور جن کا اقتباس حاشیۂ بالا میں دیا گیا ہے واقعات سے لبریز ہیں۔

سسلی کی بابت میں نے اقتباسات سے بچنے کی کوشش

یادداشت متعلق با

کی ہے اس لئے کہ جو کچھ سواد درکار ہے وہ سب مفصلۂ بالا کتابوں میں دیا ہوا ہے۔ جہاں جہاں اقتباسات کارآمد معلوم ہوئے اُنھیں سکّوں کے ضمن میں دے دیا گیا ہے جن کے متعلق ہیڈ کی "تاریخ مسکوکیات" Head: Historia Num امہوف Types ! گارڈنر، "انواع" کے مختلف تصانیف اور ایونز Evans کی کتاب متعلق تارنتوم جن کے اقتباسات آگے دئے گئے ہیں، ان سب کتابوں میں معلومات کا ایک بڑا ذخیرہ ملے گا۔

باب دوازدہم

ادبیات، علوم و فنون چوتھی صدی ق م کے نصف اول میں

چوتھی صدی ق م کے نصف اول میں یونان کی ذہنی ترقی کی تقریباً وہی کیفیت رہی جو اس سے پہلے کے عہد میں نظر آچکی ہے، لیکن ان دونوں عہدوں میں کچھ تھوڑا بہت فرق بھی ہے جس کا اصلی سبب اس زمانے کے خصوصیات اور ان کے مختص خیالات تھے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ تمدن کی بہت سی شاخیں جو عہد ما قبل میں اپنی روشنی سے دنیائے یونان کو منور کر رہی تھیں، خاموشی اور تاریکی کے عالم میں ہیں، اور ان کے برعکس دوسری شاخوں میں ارتقائی کیفیت نظر آتی ہے۔ اول الذکر میں سب سے پہلا شمارہ نظم کا ہے اور شق دوم میں نثر کا۔ اس عہد جدید میں نظم کی وہ قسم جو عوام کے مفاد کے لئے لکھی جاتی تھی اب نظر نہیں آتی، بلکہ اب ایسی نظم لکھی جانے لگی ہے جو علوئے تخیل کی وجہ سے صرف ایک محدود طبقے کو ہی لطف اندوز کر سکتی ہے، اور بجائے اس کے کہ بڑے بڑے جلسوں میں اشعار زبانی سنائے جائیں اب انھیں چھوٹی چھوٹی صحبتوں میں پڑھا جاتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ نظم کی ان دونوں قسموں کے مابین جو امتیاز ہے وہ معمولی ادبی تاریخوں میں واضح نہیں کیا جاتا، بلکہ ان میں تینوں انواع نظم کو، یعنی رزمیہ، مزامیری اور تمثیلی اشعار کو محض اس وجہ سے صرف ایک ہی شق میں رکھا جاتا ہے کہ ان کی روایت کا طرز صرف ایک ہی ہے۔ لیکن ہم نے جو امتیاز پیدا کیا ہے وہ نہایت درجہ اہم ہے۔ یونانیوں کا خیال تھا کہ دراصل نظم مسرت آمیز طبیعت کا

ایک مظاہرہ ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ بہت سے لوگ بیک وقت اس سے محظوظ ہوں، اور اسی وجہ سے اس کا موسیقی کے ساتھ گہرا تعلق دکھایا جاتا ہے۔ گو ابتدائی زمانے میں نظم پڑھنے کے لئے کہی جاتی تھی اور اس سے انسان محض تنہا محظوظ ہو سکتا تھا، لیکن اس قسم کی تصانیف مستثنیات سے سمجھنی چاہئیں، اور نظم کا اولین مقصد بہت جلد یہی سمجھا جانے لگا کہ اس سے بہت سے لوگ محظوظ ہوں۔ ایسے جلسے جن میں عوام اشعار سے مستفید ہوتے تھے، یا تو مذہبی ہوتے تھے یا دنیوی، لیکن موخر الذکر جلسوں کا بھی مذہب سے کسی نہ کسی قسم کا تعلق ضرور ہوتا تھا۔ پھر اشعار چند خاص قواعد کے مطابق پڑھے جاتے تھے جس کے باعث شعراء کو اپنے طرز بیان میں آزادی تامہ حاصل نہ تھی۔ علاوہ ازیں اس کا وجود بھی فی نفسہٖ آزادانہ اور دوسرے ادبی اصناف سے غیر متعلق نہ تھا، اس لئے کہ ہمیشہ یہ خطرہ لگا رہتا تھا کہ ان رسوم میں لوگوں کی دلچسپی کم ہوئی اور خود شعر و شاعری کا خاتمہ ہوا۔ آخر میں چل کر کچھ ایسی قسم کے کیفیات پیدا ہو گئے، اس لئے کہ جب مرفہ الحال طبقات نے ان بڑے بڑے معاشری جلسوں میں دلچسپی لینا موقوف کر دیا جہاں حاضرین قدیم افسانوں کے سننے کے لئے جمع ہوتے تھے، تو رزمیہ نظم کا باب بھی مسدود ہو گیا۔ حقیقت یہ ہے کہ رزمیہ اشعار کا عروج و زوال بعض تہواروں اور اجتماعوں کی مقبولیت اور عدم مقبولیت کی مناسبت کے ساتھ ہوا۔ آخری بات یہ ہے کہ اٹک کا گہرا تعلق ایتھنز والوں کے معاشری رسم و رواج کے ساتھ تھا، چنانچہ اس عہد میں جس کا ہم اس وقت ذکر کر رہے ہیں، رزمیہ و مزاری شعر گوئی اور دردیہ نویسی میں کسی قسم کا ارتقا نہیں ہوا۔ جب لوگ یکجا ہوتے تو ایسے اشعار سننا پسند نہ کرتے اور ان کے بجائے دوسرے قسم کے مضامین سننے کے خواہاں ہوتے، اس وقت تک رسمی اصول کی نظم نویسی کا تخیل پیدا نہیں ہوا تھا، اور شعرا کے دل میں ہنوز یہ سوال موجزن نہیں ہوا تھا کہ میں اس وزن یا اس وزن میں کس قسم کے مضمون کو ڈھالوں۔ یہ صورت حال مخصوص طور پر دردیہ نویسی میں پیدا

باب ۱۱　بالکل عیاں ہے۔ اس میدان میں نہ صرف بعض بعض اصول بلکہ بعض بعض مضامین بھی سینہ بہ سینہ چلے آتے تھے جن سے کسی قسم کی گریز بالکل ممکن نہیں تھی۔ پرانے افسانوں کو بار بار سانچے میں ڈھالا جاتا تھا، اور چونکہ اس بارے میں جدید شعرا اپنے پیش روؤں کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے اس لئے قدیم ناٹک ہی بار بار تماشا گاہ پر لائے جاتے تھے، چنانچہ ایتھنزی مدبر لیکرگوس نے زمانۂ مابعد میں اسی ضمن میں ایتھنزی تماشا گاہوں کے لئے قوانین مرتب کئے۔ بدیں سبب اس باب میں جہاں ہم یونانیوں کے ذہنی تمدن کا ذکر کریں گے یہ بیکار معلوم ہوتا ہے کہ ہم ایسے درد ریہ نویسوں کی ایک فہرست ہدیۂ ناظرین کریں جن کی بابت ہماری معلومات بھی بادثوق نہیں کہی جا سکتیں۔ درد آمیز نظموں کی دلچسپی میں جو کمی پیدا ہوئی اُس کی ایک وجہ یہ بھی کہ جہاں پانچویں صدی ق م میں لوگوں کو اشعار کے ذریعے سے تعلیم و تربیت دی جاتی تھی وہاں اب اُن کی توجہ بالکلیہ فلسفیانہ تحریک کی طرف مبدل ہوگئی اور اسپر ادبیات نثر نے نسبتہً براہ راست متنوع حیثیت سے اثر ڈالا۔ ہم اس کا ذکر آگے کریں گے۔

اس کے برعکس سروریہ جات میں، جن کا واحد مقصد لوگوں کیلئے سامان تفریح مہیا کرنا تھا، اب بھی برابر ارتقا ہو رہا تھا۔ رفتہ رفتہ اُن سے سنگت اور پاراباسس* (گریز) کا جزو نکل گیا، اور جب عوام یہ محسوس کرنے لگے کہ سروریہ کا ایک رخ خطرناک بھی ہو سکتا ہے تو اس سے سیاسیات کو جو تعلق تھا وہ بالکل جاتا رہا، چنانچہ اب سروریہ نویسوں کا مقصد صرف یہ رہ گیا کہ مروجہ عادات و خصائل کا خاکہ کھینچیں، اور اسی قسم کے سروریہ کو "سروریۂ جدیدہ" کہنے لگے۔ گو جس زمانے کا ہم ذکر کر رہے ہیں

* سروریہ کے کھیل کے وسط میں سنگت تماشا گاہ پر آتا تھا اور ناظرین کے سامنے ناٹک کے مصنف کے خیالات کا اظہار کرتا تھا؛ اسے پاراباسس یا "گریز" کہتے تھے۔ [مترجم اردو]

باب ۱۲ اُس کے تصنیف کردہ سروریوں کو "سروریہ جات وسطی" کہتے ہیں، لیکن انھیں کوئی ممیز خصوصیت نہیں نظر آتی۔ ان کے لکھنے میں ایتھنزیوں نے کوئی خاص امتیاز پیدا نہیں کیا، اس لئے کہ اناکساندریدا اس تو کامبروس کا باشندہ تھا اور الکسس تھوریٔ کا، اور ان میں سے موخر الذکر کا تعلق دراصل عہد مابعد سے تھا۔ سروریہ نویسی جلد اس قدر مقبول ہوئی کہ وہ بہت جلد گویا دنیائے یونان کی مشترکہ نتیجۂ فکر بن گئی؛ اس کے برعکس مزماری نظم چراغ سحری کی طرح آخری مرتبہ ٹمٹمائی اور فلوکسی نوس نے، جو دیونی سیوس خودسر سرقوسہ کے دربار میں مقیم تھا، باکھوس کے حمد کے ترانے گائے۔ اسی طرح فن موسیقی میں تموديوس نے نام پیدا کیا اور اس میں بہت سی جدتیں کیں۔ اس ضمن میں ایک لطیفہ سنانے کے قابل ہے؛ وہ یہ کہ جب تموديوس نے اپنے ستار میں چند نئے تاروں کا اضافہ کیا تو اسپارٹی الیفوروں نے محض اس خیال سے کہ ستار میں قدیم تار ہی کافی ہیں اور اس میں کسی قسم کا اضافہ بدعت سیئہ کا حکم رکھتا ہے، اس کے ستار سے حکماً جدید تار کٹوا کر پھنکوا دئے۔

اس عہد کی شاعری کے متعلق ہمارا ذخیرۂ معلومات اس سے زیادہ نہیں ہے۔ بلاشبہ جو کچھ اس عہد میں نظم کیا گیا وہ سب کا سب تلف ہو چکا ہے، لیکن اگر وہ نظمیں اس وقت موجود بھی ہوتیں تاہم اغلب امر یہ ہے کہ اس قسم کی عام تاریخ یونان میں شاید ان پر اس سے زیادہ تبصرہ نہ ہو سکتا۔ حقیقت یہ ہے کہ اس عہد کے ادبیات کی اہمیت کی بنا اسکے اشعار پر نہیں بلکہ اُس کی نثر پر ہے، اور اس شعبے کی تین شقوں یعنی تاریخ، بلاغت اور فلسفے کو اس عہد میں خاص کامیابی حاصل ہوئی اور بڑے بڑے نامور نثاروں نے کتابیں لکھیں جو آج تک موجود ہیں۔

اس عہد کی نثر پر تمدن جدید کے ان قائم مقاموں کا بہت بڑا اثر پڑا جن کا عہد ماقبل میں ہم سے تعارف ہو چکا ہے، اور جن میں ممتاز ترین ہستیاں خطابیوں اور حکیم الحکماء سقراط کی ہیں۔ سقراط کی شخصیت اس درجہ

باب۱۵

عظیم الشان ہے کہ اُس نے تاریخ اور فلسفہ دونوں پر پورے طور سے اپنا رنگ جما دیا ہے۔ اس زمانے میں نثر نویسی کو بہت سے امتیازات حاصل تھے جن کی وجہ سے ہم اسے شاعری کا بدل قرار دے سکتے ہیں۔ گو (جیسا ہم آگے چل کر دیکھیں گے) جہاں تک اصول تحریر کا تعلق ہے، نثر کی کوئی تصنیف نظم کے برابر بلند پایہ نہیں ہو سکتی، لیکن عہد زیر بحث میں یونانی نثر ہی سے اپنی عملی زندگی کی ضروریات پوری کرنے کی کوشش کرتے تھے۔

اس عہد کے بڑے بڑے نثر نویس لی سیاس، السیقراطیس، زینوفون اور افلاطون ہیں، اور ان کی تحریروں سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یونان کی عام زندگی کے عموماً اور ایتھنز کے خاص طور پر قائم مقام ہونے کی حیثیت سے انھیں ایک خاص اہمیت حاصل ہے، چنانچہ ہم ان کی تصانیف سے یہ معلوم کر سکتے ہیں کہ اس عہد میں تعلیم یافتہ یونانیوں کی تمناؤں اور آرزوؤں میں کس حد تک تخالف و تضاد پایا جاتا تھا۔ یہ چاروں کے چاروں ایتھنزی تھے، لیکن ان میں سے صرف دو نے یعنی لی سیاس اور السیقراطیس نے ایتھنز کی خدمت کرنا اپنا فرض عین سمجھا، اور ان میں سے بھی السیقراطیس کی نسبت یہ کہا جا سکتا ہے کہ اُس نے عمدہ سیاسی اصول پیش کر کے صرف ایتھنز ہی کی نہیں بلکہ تمام یونان کی خدمت کی؛ زینوفون اسپارٹا کا ہمنوا تھا، رہا افلاطون، تو اس کی تو عین خواہش تھی کہ ہر مملکت کو ایک نئے سانچے میں ڈھال دے اور اُسے ایک مطلق جامہ پہنا دے۔ ان چار حکما میں سے صرف لی سیاس ہی عمومیت پسند ہے، باقی تینوں اعیانیت کے ہمنوا ہیں۔

اب ان چاروں ادیبوں پر علحدہ علحدہ غور کیجئے اور سب سے پہلے خطابوں کو لیجئے۔ لی سیاس ولد کیفالوس ساکن سرقوسہ غالباً سرقوسہ میں تقریباً ۴۵۹ ق م میں پیدا ہوا تھا، لیکن اوائل عمر ہی میں اپنے باپ کے ساتھ ایتھنز آکر رہنے لگا تھا۔ بعد ازاں اُس نے تھوریؔ آکر بود و باش اختیار کر لی،

باب ۱۲ لیکن وہاں سے آخر کار مستقل طور پر اتھینز آکر رہنے لگا۔ اس کا خاندان "غیر ملکی" طبقے میں سے تھا اور نہایت متموّل تھا۔ جب "تیس خودسروں" کا دور دورہ ہوا تو اُنھوں نے اس خاندان کے مملوکات پر قبضہ کر لیا اور لی سیاس کے بھائی پولیمارخوس کو مروا ڈالا۔ ظاہر ہے کہ جب وقت آیا تو لی سیاس نے ان خودسروں کے خلاف عمومیوں کو مدد دینے سے گریز نہیں کیا جس کے صلے میں تھراسی بولوس نے تحریک کی کہ اُسے اتھینزی شہریت کے جملہ حقوق عطا کر دئے جائیں۔ لیکن اُس کے دشمنوں نے اس کے خلاف اتنی کوشش کی کہ بالآخر اس تحریک کو ناکامی کا منھ دیکھنا پڑا، چنانچہ ایک طرف تو آئندہ سے اُسے اتھینزی شہریوں کے برابر محاصل ادا کرنے پڑے اور دوسری جانب اُسے مملکت میں حصہ لینے کا مطلق کسی قسم کا اختیار نہیں رہا۔ اُس نے اپنی زندگی دوسروں کے لئے تقریریں لکھنے کے واسطے وقف کر دی یعنی اُس نے اپنا پیشہ تقریر نویسی مقرر کر لیا جو کچھ زیادہ قابل وقعت نہیں تھا۔ اس کی تمام تقریروں میں سادگی، صفائی اور زندہ دلی بھری ہوئی ہے اور ان میں بہت سا ایسا مواد موجود ہے جس سے اُس زمانے کے سیاسی حالات سے ہمارے معلومات میں اضافہ ہوتا ہے۔

ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ اس موقع پر دو اور ہمعصر خطابوں یعنی ازائیوس اور اندوکیدا اس کا ذکر کریں۔ ان میں سے ازائیوس ساکن خالکس لی سیاس کی طرح ایک "غیر ملکی" اور تقریر نویس تھا، اور اپنی تیز فہمی کی وجہ سے مشہور خاص و عام تھا۔ اُس نے مملکت کے خانگی قانون کا خاص طور پر مطالعہ کیا تھا چنانچہ وہ اپنے ہمچشموں میں فرائض وراثت کا مبصّر سمجھا جاتا تھا۔ خودیموس تھنیس نے اپنے مخصوص فن کی تعلیم اسی سے حاصل کی تھی۔ اندوکیدا اس کی اہمیت ازائیوس سے کم ہے ہم جنگ پیلوپونیز کے سلسلے میں دیکھ چکے ہیں کہ یہی وہ شخص تھا جس نے مجسّمہ ہرمیس کے قصے سے اپنے آپ کو نکال لینے کے لئے دوسرے بتوں کو توڑ ڈالا تھا۔ زمانۂ مابعد میں یہ اس قدر عزت کا مستحق سمجھا گیا کہ جنگ کورنتھ میں اتھینزیوں نے

باب ۱۲ | اسی کو سفارت لے کر اسپارٹا روانہ کیا۔[1]

[1] یونانی فن بلاغت پر بہترین کتاب بلاس: "خطابت یونان" Blass: Die Griech. Beredsamkeit ۴ جلد، لائپزگ ۱۸۶۸ء - نیز دیکھو سٹل و کرسٹ کے ابواب

ادبیات کی شاخوں میں شاید فن بلاغت ہی ایسا ہے جس کا مطالعہ متقابلہ ہنوز ابتدائی حالت میں ہے، حالانکہ یہ واقعہ ہے کہ مختلف تصانیف کا صحیح اندازہ کرنے کیلئے یہ نہایت ہی لازمی اور ضروری ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جو طالب علم انگلستان و فرانس کے بڑے بڑے مقرروں سے واقف نہیں وہ یونانی مقرروں کے حسن و قبح کا نسبتہً کم ہی اندازہ کر سکتا ہے۔ ملک جرمانیہ کے لئے قدیم و جدید خطابت کی تاریخ خاص طور پر مفید و کارآمد ہوگی، اور اس ضمن میں، ایلبرٹی نے اپنی کتاب "مسالک مقررین" Alberti: Die Schuele des Redners (لائپزگ ۱۸۹۰ء) لکھ کر تحقیقات کی گویا ابتدا کر دی ہے۔

ایتھنز میں عام طور پر لوگ دوسروں کے لئے تقریریں مرتب کرتے تھے اور اس سے خصوصیات انسانی کا خاکہ کھینچنے کا تقریر لکھنے والے کو بہت اچھا موقع ملتا تھا۔ ظاہر ہے کہ جب کوئی شخص کسی دوسرے کے لئے تقریر لکھتا جسے دوسرے کو کسی جلسے کے روبرو پڑھنا ہوتا تو اثر پیدا کرنے کی غرض سے لکھنے والے کے لئے یہ بسا ضروری تھا کہ وہ نفس تقریر کو مقرر کی خصوصیات کے ساتھ بالکلیہ منطبق کر دے۔ مثلاً لی سیاس جو ہمیشہ دوسروں کے لئے تقریریں مرتب کیا کرتا تھا، اس فن میں مشہور آفاق تھا۔ ایتھنز میں یہ بات بالکل عام ہو گئی کہ تقریر نویسی کے لئے خصوصیات انسانی کا مطالعہ کیا جائے جس سے سوریہ نویسی کو دو طرح سے فائدہ پہنچا۔ اول تو بہت سوں نے اس میں مہارت پیدا کر لی اور دوسرے عوام الناس کیلئے ایک جدید آلۂ تفریح پیدا ہو گیا۔ جب کبھی کوئی "نااہل شخص" اپنی روزانہ کی اجرت لینے کی غرض سے تقریر کرنے لگتا (لی سیاس ۲۴) تو ہر کس و ناکس کو یہ معلوم ہو جاتا کہ یہ تقریر لی سیاس ہی نے لکھی ہوگی، اور سننے والے اُسے شاہ کار سمجھ کر اُس سے خوب حظ اُٹھاتے، اور انھیں یہ "نااہل" بالکل ایک ایکٹر کی طرح نظر آتا جس کا پارٹ لی سیاس نے لکھ دیا ہو۔ اس سلسلے میں

باب ۱۲

اگر ہم ایسقراطیس کی زندگی پر غائر نظر ڈالیں تو ہمیں اس کے اور اُن مقرروں کے مابین عظیم الشان تباین نظر آئیگا۔ وہ ۴۳۶ ق م میں پیدا ہوا اور ۹۸ سال زندہ رہ کر ۳۳۸ ق م میں راہی ملک عدم ہوا۔ اوائل زندگی میں

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ دیموس تھنیس نے اولمپیو دوروس کے خلاف جو تقریر کی تھی اس کی بابت بلاس (Blass) وائل (Weil) کے دلائل کو پورے طور پر نہیں سمجھا (بلاس ۳، ۴۴۹)۔ بلاس کہتا ہے کہ اس تقریر کے اسلوب بیان میں دیموس تھنیس کا سا علو نہیں ہے۔ وائل کے نزدیک اس خصوصیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے فن کے داؤ پیچ سے خوب اچھی طرح سے واقف تھا، لیکن بلاس کے قول کے مطابق وائل نے اس کا کوئی ثبوت نہیں دیا کہ دیموس تھنیس یا کسی دوسرے بڑے خطاب نے برا اسلوب محض فریب کے لئے استعمال کیا ہو۔ لیکن ہمارا جواب یہ ہے کہ جب کوئی امر بالکل عیاں اور یقینی ہو تو پھر اُس کے ثبوت کی کیا حاجت ہے۔ دیموس تھنیس نے کالیستراتوس کی زبان سے ایسے الفاظ نکلوائے جو اُس کی ذاتی خصوصیات کے بالکل مطابق تھے۔ اگر کالیستراتوس ایک پاجی اور بد ذات شخص تھا، اور اس کی زبان بھی خراب اور دہقانی تھی، تو دیموس تھنیس، جو محض ایک تقریر نویس تھا، اُس کی زبان سے ایسے الفاظ نکلوانے میں حق بجانب تھا جو نہ صرف غیر فصیح ہوں بلکہ جن سے اس کا پاجی پن اور بدذاتی دُنیا کے سامنے آجائے۔ ممکن ہے کہ موخر الذکر خصوصیت سے اسے نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو، لیکن کم از کم عدم فصاحت کا یقیناً کوئی اثر نہیں پڑا ہوگا۔

جو تقریریں عدالتوں اور مواقع عامہ میں کی جاتی تھیں اُنمیں سے اکثر پہلے سے تیار کیجاتی تھیں عدالتوں میں جو بحث کی جاتی تھی اُن میں سیاسی تقریریں بھی شامل تھیں، اور اُن کی قبل از قبل تیاری اس لئے اور بھی ضروری تھی کہ "بن گھڑی" کے ذریعے سے ان کے واسطے وقت مقرر کردیا جاتا تھا، چنانچہ مختلف مقرروں کو اتنا وقت نہیں ملتا تھا کہ دوران تقریر میں مختلف سوالات کا جواب دیسکیں۔ ہمیں یہ یاد رکھنا چاہئے کہ جمعیت میں تقریر کرنے والے کی حیثیت مقدس ہوتی تھی، اس لئے یہاں کی تقریریں آج کل کی پارلیمنٹی تقاریر کی طرح مکالمے کی شکل اختیار نہیں کرتی تھیں۔ Dem. cor. دلچسپ مستثنیات میں سے ایک ہے۔

باب ۱۲

وہ حکیم سقراط کے ساتھ رہا اور اپنے فلسفے سے اس قدر دلچسپی کا اظہار کیا کہ اُسکے
مقربوں اور ہم جلیسوں کو یہ خیال پیدا ہو گیا کہ وہ غالبًا اپنی عمر اسی کے لئے
وقف کر دے گا۔ لیکن اس کے بجائے اُس نے ایک دوسرے طرز کی عملی
زندگی کو ترجیح دی یعنی پرودکوس اور گورگیاس کے سامنے سوفسطائیت
اور بلاغت کے حصول کی غرض سے زانوئے تلمذ خم کیا، اور کچھ عرصے تک
دوسروں کے لئے تقاریر تیار کرنے کے بعد تقریبًا ۳۹۰ سنہ ق م میں
مقرری اور عملی فراست کی تعلیم کے لئے ایک مدرسہ قائم کیا۔ قدیم خطابوں
اور سوفسطائیوں کی طرح وہ ایک مقام سے دوسرے مقام تک پھرتا
نہیں رہتا تھا بلکہ جو لوگ اس کی شاگردی کا فخر حاصل کرنا چاہتے تھے خود
انھیں ہی ایتھنز آنا پڑتا تھا۔ سیاسیات میں اُس نے ضرور حصہ لیا لیکن
سیاسیات سے یہاں محض اندرونی حکمت عملی یا ایتھنزی دہڑوں کے
تنازعات سے مراد نہیں سمجھنی چاہئے بلکہ وہ تمام دنیائے یونان کے
معاملات سے دلچسپی لیتا تھا۔ وہ ممالک یونان کے باہمی اتحاد کا نہایت
جوش و خروش کے ساتھ حامی تھا، اور اُس کا عقیدہ تھا کہ تمام یونانی
مملکتوں کو ایسے طرز عمل سے کنارہ کش ہونا چاہیئے جس میں خود غرضی کی
چھوٹی سی شمہ بھر بھی ہو، بلکہ اس کے برعکس یونانیوں کے لئے بہترین مشغلہ
یہی ہے کہ بربریوں، یعنی ایرانیوں، سے برسرپیکار ہو جائیں۔ اصل میں
انھیں اسباب کے باعث اُس نے اپنے آخری زمانے میں دولت مقدونیہ
کے ساتھ، جس نے گویا اپنے علم پر ایرانیوں کی مخالفت کا کلمہ لکھ دیا
تھا، سمجھوتہ کرنا چاہا۔ کہا جاتا ہے کہ اُس نے جنگ خیرونیہ کے بعد
فاقہ کشی کر کے اپنے آپ کو ہلاک کر ڈالا۔ اس کے مکتب میں طالب علموں
کی ایک بڑی تعداد پڑھتی تھی، اور وہ قدیم خطابوں اور سوفسطائیوں
کی طرح ایسی ایک رقم خطیر یعنی تین چار سال کے میقات کے لئے
ایک ہزار درہم لیتا تھا۔ اس کی تعلیم گاہ کے سند یافتگاں میں سے
لی کرگوس اور ائس خنیس کا شمار ہوتا تھا۔ وہ ہمیشہ اپنے شاگردوں کی

باب ۱۲

فطری قابلیت کا اندازہ لگا لیتا تھا، اور جب وہ یہ دیکھتا تھا کہ سیدھی سادی مقرری اُن کے حسب حال نہیں ہے بلکہ اُس کے بجائے عملی بلاغت اُن کے قدرتی میلانات کے مطابق ہے تو فوراً ان کا ذہن اس فن کی طرف مبذول کر دیتا، چنانچہ اسی نے ایفوروس اور تھیوپومپوس دونوں کو تاریخ نویسی کی طرف مائل کیا۔ اس کے درس میں شریک ہونے والوں میں سے تموذیوس جیسے مدبّر بھی تھے، اور اُس نے ایواغورس والیٔ قبرص اور اُس کے بیٹے نکوکلیس کو بھی درس دیا تھا، آرخی داموس والیٔ اسپارٹا، دیونی سیوس خود سر توسعہ اور فیلقوس شاہ مقدونیہ سے بھی اُس کے تعلقات نہایت عمدہ تھے۔ اُس نے نہ صرف فن تقریر بازی سکھانے پر اکتفا کیا، بلکہ اُس کی تقریریں جو بعض اہم موقعوں پر دی گئی تھیں اُسکے فن کی نہایت درخشاں مثالیں تھیں۔ وہ خود بھی انھیں اپنے طرز تحریر کا بہترین نمونہ تصور کرتا تھا، چنانچہ بیان کیا جاتا ہے کہ اس نے اپنی ایک تقریر مسمی "عیدیاں" Panegyricus پر دس سال صرف کئے تھے۔ نثر کی تصنیف کے لئے یہ زمانہ نہایت طویل معلوم ہوتا ہے، لیکن اگر اسے بنظر غائر دیکھا جائے تو اُسے اپنے طرز کا ایک فنی نمونہ قرار دینے میں کوئی امر مانع نہیں تھا، خصوصاً اس لئے کہ گورگیاس نے نثر نویسی کو کچھ ایسے راستے پر ڈال دیا تھا کہ اس کے بعد بڑے سے بڑے نثر نویس کو اپنی تصنیف پر مدت دراز صرف کرنا مناسب معلوم ہوتا تھا۔ عمدہ نثر کے لئے جو قواعد مقرر کئے گئے تھے ان میں سے ایک اہم قاعدہ یہ تھا کہ کسی جگہ دو ایسے الفاظ یک جا نہ کئے جائیں جن میں سے پہلے کا آخری حرف اور دوسرے کا پہلا حرف دونوں حروف علت ہوں۔ ایک اور قاعدہ یہ تھا کہ فقرے کے مختلف حصّوں میں خاص تناسب پیدا کیا جائے تاکہ اُن کے حصّے ایک دوسرے کے مطابق ہو جائیں اور اُن کے معنیٰ اور آواز دونوں میں وزن کی کیفیت پیدا ہو جائے (دیکھو جلد ۲ باب ۲۶)۔ ایسقراطیس کی مشہور ترین تقریر

باب ۳۵

مسمّیٰ "وو عیدیان" Panegyricus ہے جس کا ذکر ابھی اوپر کیا جا چکا ہے اور جس سے اُس کا مقصد یہ تھا کہ گورگیاس جیسے اُستادوں نے اولمپیا کی عید کے موقع پر جو تقریریں کی تھیں اُن کا جواب لکھا جائے۔ اس تقریر میں وہ یونانیوں کو یہ صلاح دیتا ہے کہ وہ ایتھنز کی سیادت میں ایران پر حملہ کریں اور ساتھ ہی اسپارٹا کے مقابلے میں وہ ایتھنز کو یونان کا سب سے بڑا مربی قرار دیتا ہے۔ یہ تقریر تقریباً ۳۸۰ ق م میں لکھی گئی اور اس کے بعد ایسقراطیس یونان کی ممتاز ترین ہستیوں میں شمار کیا جانے لگا۔ گو اُس نے اس موقع پر اسپارٹا کو بہت کچھ بُرا بھلا کہا تھا، لیکن ۳۶۵ ق م میں اُس نے آرخی داموس کے لئے ایک تقریر لکھی جس میں اُس نے اسپارٹا کا ساتھ دیا اور یہ رائے ظاہر کی کہ مسینیہ اسپارٹیوں کی جائز ملک ہے اس وجہ سے اسپارٹا کو اس سے دست برداری کی مطلق ضرورت نہیں جب ایتھنز نے امفی پولس کے لئے فیلقوس سے جنگ آزمائی کرنا شروع کی تو اُس نے ایتھنز کے اس طرزِ عمل کی مخالفت کی۔ لیگ کی جنگ کے اثنا میں بھی اُس نے امن و اماں کے موضوع پر ایک تقریر شائع کی جس میں اُس نے یہ کہا کہ اگر ایتھنز کا خارجی اثر بالکل زائل ہو جائے تو بھی تمام یونانیوں کو باہمی اتحاد کر لینا چاہئے۔ معلوم ہوتا ہے کہ تقریر موسومہ اریوپاگی تی کوس ("رکن آریوپاگوس") اس سے تھوڑے ہی دن کے بعد شائع ہوئی ہوگی۔ اس تقریر میں اُس نے ایتھنزیوں کو یہ صلاح دی ہے کہ سولون اور کلس تھنیس سے پہلے اُن کے شہر کا جو دستور تھا اُسے پھر جاری کریں اور اس امر پر زور دیا ہے کہ اگر اریوپاگوس کو اُس کے قدیم اختیارات دوبارہ حاصل ہو گئے تو ایتھنز کی پرانی عظمت از سر نو عود کر آئے گی۔ ۳۴۶ ق م میں یعنی صلح نامۂ فلوکراتیس کے بعد ہی اُس نے اپنی تقریر لکھ کر فیلقوس کے پاس روانہ کی اور نہایت لجاجت سے اُس سے یہ استدعا کی کہ وہ یونان کو متحد کر کے ایران کے خلاف تلوار اُٹھائے۔ اس ضمن میں آخری بات یہ کہنی ہے کہ اُس نے اپنے سیاسی خیالات کا ایک ملخص ۳۴۲/۳۳۹ ق م میں شائع کیا

باب ۱۲

اور اُس کا نام پان اتھے نائکوس رکھا؛ اس تصنیف میں اور اُن تصانیف میں جو اس سے پیشتر مرتب کی گئی تھیں یہ فرق ہے کہ اس میں وہ یکطرفہ تقریر کے اسلوب کو خیرباد کہہ کر محض مکالمے کی شکل پر اکتفا کرتا ہے اور اس طرح گویا تقریباً سو سال کی عمر میں اس اسلوب کو اختیار کر لیتا ہے جو اُس عہد میں مقبول عام تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ ایسے عہد میں جس میں بڑے بڑے ارباب علم وفضل کی کمی نہ تھی، ایسقراطیس کی حیثیت نہایت ممتاز ہے اور فی الواقع وہ زمانۂ حال کی لغت کے مطابق اصلی معنی میں مبصر امور عامہ کہلائے جانے کا مستحق ہے۔ بلاشبہ اُس کے ہمعصروں نے اُس کے سیاسی تخیلات کی تائید نہیں کی لیکن اس سے صرف یہی نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ وہ اُن سے کہیں آگے بڑھا ہوا تھا۔ زمانۂ مابعد میں خود دیموس تھنیس ایسقراطیس کا ہم خیال بن گیا اور اُس نے اعلان کر دیا کہ جبر واکراہ سے کام لے کر ایتھنز کو کبھی حکومت نہیں کرنی چاہیے۔[۱]

---

[۱] ایسقراطیس کے لئے دیکھو بلاس، جو جملہ امور کو تفصیل کے ساتھ بیان کرتا ہے۔ سٹل، کرسٹ، شریوڈر، "مسائل ایسقراطیس" Sittl, Christ, Schroeder, Quaest. Isocarateae و اونکن: "ایسقراطیس و ایتھنز" Onken: Isocrates und Athen ہائیڈلبرگ سنہ ۱۸۶۲ء۔

بہت سے مورخوں کو ایسقراطیس سے محض اس وجہ سے تعصب ہے کہ وہ فیلقوس کا مخالف تھا، لیکن ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ بہت سے لوگوں کے نزدیک یہ وتیرہ ہر ایتھنزی کو اختیار کرنا چاہیئے تھا۔ بلاس Blass (۲، ۵، ۸) کو اس خیال میں اس قدر غلو ہے کہ اُس کی رائے میں ایسقراطیس کی شخصیت میں کسی قسم کا زور نہیں پایا جاتا، اس لئے کہ "فیلقوس کی غدارانہ اور ظالمانہ حکمت عملی"، کے باوجود اُس نے "اس سے کنارہ کشی اختیار نہیں کی" ہم آگے چل کر دیکھیں گے کہ فیلقوس نہ تو غدار تھا نہ ظالم، اور ہمارے پاس

باب ۱۲

اب ہم سقراط اور اس کے مخصوص مسلک کی طرف اپنی توجہ مبذول کرتے ہیں، اور ابتداہی میں یہ بیان کرنا ضروری خیال کرتے ہیں کہ اس کتاب میں اُس کے اور اُس کے شاگرد فلسفیوں کی بابت محض مجمل بیان ہی پر اکتفا کریں گے۔ سب سے پہلے تو زینوفون کو لیجئے۔ زینوفون جو غالباً ۴۳۰ ق م میں پیدا ہوا، ایک مرفہ الحال ایتھنزی خاندان کا رکن تھا۔ اس کے بہت سے سیاسی ہمنوا اپنے آپ کو خوبصورت اور خوب سیرت تصور کرتے تھے، لیکن وہ فی الواقع جسمانی اور ذہنی دونوں اعتبار سے تشکیل انسانی کا ایک نہایت عمدہ نمونہ تھا۔ زینوفون حکیم سقراط کے وفادار ترین پیروؤں میں سے تھا،

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ مطلق کوئی ثبوت اس امر کا نہیں ہے کہ ایسقراطیس عالی مرتبت شخص نہ تھا، بلکہ اُس کی تمام تر زندگی سے اُس کے اوصاف میں عالی ہمتی نمایاں ہے۔ محض یونانی سیاسیات کے سلسلے میں اس کا مضمون "سیوماخی کوس" (موافق محافظ) گویا اُس کے منہ پر مارا جاتا ہے۔ بلاس (۲، ۲۷) نے اُصول امن کے موافق اس تقریر کی جو مذمت کی ہے اگر اُس میں اُس نے یوبولوس کا اتباع کیا ہے، تو ہمیں یہ ملحوظ رکھنا چاہیئے کہ یوبولوس پر آج کل جو علم لگایا جاتا ہے وہ بالکل بے بنیاد ہے، چنانچہ محض یہ امر ایسقراطیس کو ملزم گرداننے کے لئے ہرگز کافی نہیں۔ دیموس تھنیس (Cherr ۴۲) کہتا ہے کہ ایتھنزی توسیع سلطنت کے معاملے میں اپنے خود غرضانہ جذبات کو اپنے قابو میں رکھتے تھے، جس پر وائیڈمان (Weidmann) کے مدیروں نے اپنی یہ رائے ظاہر کی ہے کہ اس فقرے سے ایتھنزیوں کے خصائص کا ایک معقول اندازہ ہوتا ہے، لیکن ہمارے نزدیک یہ صحت پر مبنی نہیں ہے اسلئے کہ خود غرضی اور طماعی میں ایتھنزی دوسرے یونانیوں سے ہرگز کچھ کم نہ تھے لطف یہ ہے کہ دیموس تھنیس ان کی مدح سرائی اس لئے کرتا ہے کہ اس کے نزدیک اُن کی فطرت ہی میں خود غرضی کا مادہ نہیں تھا، چنانچہ اگر ۳۵۵ ق م جیسے ابتدائی زمانے میں ایسقراطیس نے اپنا یہ خیال ظاہر کیا کہ سلطنت قائم کرنا مناسب نہیں ہے اور وہ اُسوقت جب بہت لوگ اس کے ہمنوا تھے تو اس سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اُس کی طبیعت میں علو اور زور ضرور ہوگا۔

لیکن ایتھنز میں عمومی حکومت قائم ہوتے ہی (جس سے اُسے مطلق کوئی دلچسپی باب ۱۲
نہ تھی)، عملی زندگی کی دیرینہ خواہش کی وجہ سے وہ فوراً ایشیا گیا اور
وہاں پہنچ کر شاہزادہ کورش کی ملازمت اختیار کر لی۔ یہی وہ شخص
تھا جس نے اجیر سپاہیوں کو ساتھ لے کر پہاڑی زنجیروں کو عبور کیا
اور وحشی قبیلوں کے خطوں میں ہو کر بحیرۂ اسود کے کنارے تک
پہنچ گیا، اور اُس وقت تک ان سپاہیوں کی حفاظت کرتا رہا جب تک
ان میں سے جو باقی بچے تھے اسپارٹا نے اپنے یہاں ملازم نہ رکھ لیا۔
اس کے بعد اس میں اور اگے سی لاؤس میں دوستانہ تعلقات پیدا
ہو گئے چنانچہ ۳۹۴ق م میں وہ واپس یونان آ گیا اور جنگ کورونیہ
کے موقع پر اپنے ہم وطنوں کے خلاف (جنھوں نے اُسے ملک بدر
کر دیا تھا) لڑا۔ اس کے بعد اسپارٹیوں نے اُسے اولمپیا کے قریب
سکی لوس کی جاگیر عطا کر دی جہاں وہ ایک جاگیردار کی سی زندگی بسر
کرنے لگا، لیکن ۳۷۱ق م میں تھبزیوں نے پیلوپونیز پر حملہ کیا اور اُسکی
جاگیر ضبط کر لی جس کے بعد اُسے گویا دُنیا میں روزی کمانے کے لئے
در بدر پھرنے کی ضرورت پیش آئی۔ جب ایتھنزیوں نے قطعی طور پر
اسپارٹا کا ساتھ دینا شروع کیا تو اُنھوں نے زینوفون کو واپس بلانا چاہا،
لیکن بجائے خود آنے کے اُس نے اپنے بیٹوں مسمی گری لوس اور دیودورس
کو ایتھنزی فوج میں بھرتی ہونے کے لئے بھیج دیا جن میں سے اول الذکر
میدان مین ٹی نیہ میں سواروں کی لڑائی میں کام آیا۔ زینوفون نے تقریباً
۳۵۹ق م میں وفات پائی۔

زینوفون کی بعض تصانیف کی نوعیت بالکل تاریخی ہے اور بعض میں
تاریخی مواد کو پیش نظر رکھ کر گویا عملی تعلیم دینے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس کی
تصانیف کی سب سے درخشاں خصوصیات میں سے ایک یہ ہے کہ اُس
نے اپنے اُستاد کے طرز تعلیم اور اُس کے خیالات کو "یادداشت ہائے سقراط"
(Memorabilia) میں منضبط کر دیا ہے، جس میں حکیم سقراط کے مکالمے

باب ۱۲

درج کئے گئے ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ حکیم سقراط مکالموں کے ذریعے سے تعلیم دیتا تھا، چنانچہ جتنے اس کے نام آور شاگرد ہوئے ہیں ان سب نے اپنے اور اپنے اُستاد دونوں کے اصول کو اسی شکل میں ترتیب دیا تھا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ائس خنیس، اقلیدس اور فئی دون تینوں نے یہی طریقہ اختیار کیا، اور اسی پر دیو جانس کلبی ساکن اسنوف کا اُستاد انتس تھنیس بھی کاربند ہوا؛ یہی وہ شخص تھا جس نے اصول "کلبیت" کی بنیاد رکھی جس کا ماحصل یہ تھا کہ انسان کو اپنی ذاتی ضروریات سے بالکلیہ آزاد رہنا چاہئے۔ اسی طرح ارسطفوس بھی مکالموں کے ذریعے سے تعلیم دیتا تھا؛ یہ "مسلک سرنی" کا بانی تھا جس کے بموجب انسان کا مقصد حیات عیش و عشرت کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ اب ادبیات کا بیشتر حصہ مکالمات پر مشتمل ہو گیا۔ اتھنزیوں کی یہ خصوصیت تھی کہ جب کبھی کسی قسم کے بحث و مباحثہ کی آواز اُن کے کان میں پڑتی تو وہ فوراً اُسے سننے کے لئے ہمہ تن گوش ہو جاتے، چنانچہ وہ ہمیشہ کسی قسم کے مقابلے سے بدرجۂ اتم محظوظ ہوتے اور یہ جدید طرز تعلیم اُن کے لئے خصوصاً اور یونانیوں کے عموماً نہایت پسندیدہ تھا۔ ایک امر ایسا ہے جسے اس وقت تک اکثر نظر انداز کر دیا جاتا ہے، اور وہ یہ ہے کہ مکالمات سقراطیہ سے دردیہ کے زوال میں سرعت پیدا ہو گئی۔ ہمیں یہ یاد رکھنا چاہئے کہ عام طور پر دردیوں میں، خصوصاً یوری پدیس کے زمانے کے بعد، یہ گویا قاعدہ بن گیا تھا کہ دردیہ کے سانگی تیزی، طراری اور حاضر جوابی کے ساتھ ایک دوسرے سے گفتگو کریں، چنانچہ عام طور پر قصے کی نوعیت کی زیادہ اہمیت نہیں رہی نیز علی العموم ایک ہی قسم کے افسانے بار بار دہرائے جانے کی وجہ سے دردیوں میں کسی قسم کی جدت طرازی کی امید رکھنا کم و بیش لاطائل تھا۔ ان اسباب کی بنا پر لوگوں کی دلچسپی کا مرکز رفتہ رفتہ واقعات قصہ کے بجائے کیفیت مباحثہ و تحمیص بن گیا۔ اس دلچسپی سے جو لوگوں کو مباحثوں کے ساتھ ہو گئی، مسالک فلسفہ کے ابتدائی مدارج میں بہت کچھ کام نکالا جا سکتا تھا، اور

باب ۱۲

جو لوگ ذاتی طور پر بڑے بڑے فلسفیوں کی گفتگو کے وقت موجود نہ رہتے وہ بآسانی تحریری مکالمات پڑھ کر کافی حظ اٹھا سکتے تھے۔ ان مکالموں میں جو دلچسپی لی جاتی تھی وہ حکیم افلاطون کی Symposium سے معلوم ہوتی ہے۔ الغرض تعلیم یافتہ جماعت کو دریدیوں سے مطلق کوئی دلچسپی نہیں رہی چنانچہ رفتہ رفتہ دائرۂ تعلیم و تعلم میں یہ بالکل بیکار ہو گئے اور خود یہ دردیہ نویسی بھی بتدریج معدوم ہو گئی۔

"یادداشت ہائے سقراط" کا پانچواں حصہ موسومہ "انتظام خانہ داری" (Oeconomicos) ہے، جس میں خاندانی زندگی کے بعض نہایت نفیس اصول کا اعادہ کیا گیا ہے اور جس میں سقراط کے دوش بدوش اسپازیہ کی شخصیت کی بھی مدح سرائی کی گئی ہے۔ جب ہم اس امر پر غور کرتے ہیں کہ اسپازیہ کو جو کچھ اہمیت حاصل تھی وہ سب فارقلیس کی بدولت تھی تو ہم اس نتیجے پر پہنچنے میں حق بجانب معلوم ہوتے ہیں کہ زینوفون کی یہ تالیف دراصل اتھینز کے دو بڑے بڑے مصلحوں کے باہمی تعلق دکھانے کے لئے لکھی گئی ہوگی، ایک تو اتھینزی مدبر فارقلیس، دوسرا اتھینزی فلسفی سقراط۔

زینوفون کی باقی ماندہ تصانیف میں اس کی تاریخی کتابیں خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ اس نے اپنی مشہور کتاب "اقدام" (Anabasis) میں اپنے چشم دید اور نہایت دلچسپ واقعات کا اعادہ کیا ہے، اور ہمیں اس کتاب کو تاریخ یونان کے اولیں اسناد میں شمار کرنا چاہیئے۔ اس کی دوسری کتاب ہیلے نیکا (Helenica) مدت دراز سے زیر بحث رہی ہے اور اس کے نقادوں نے اس پر مضمونیت کا الزام لگایا ہے، لیکن وہ یہ بھول گئے ہیں کہ ہر مورخ کو تاریخی واقعات سے (جن کی کوئی حد و انتہا نہیں ہے) انتخاب کرنے کا یقینی حق حاصل ہے، اور اسے جس امر کی ایسا ضرورت ہے وہ یہ ہے کہ وہ حق پرست ہو۔ ہم وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ جہاں تک سنہ ۴۱۱ ق م سے سنہ ۳۶۲ ق م تک کے

باب ۱۲

واقعات کا تعلق ہے، کسی نے آج تک زینوفون پر کم از کم غلط بیانی کا الزام تو لگایا نہیں۔ ہمیں اس امر کا یقیناً افسوس ہے کہ وہ اتنا دور اندیش نہ تھا کہ شہر میسینے کی تعمیر کی اہمیت کا صحیح اندازہ کر سکتا، اور اس کے علاوہ جو فروگذاشتیں اُس سے ہوئی ہیں اُن کی بابت ہم اس سے قبل ہی (یادداشت متعلق باب ۱ میں) کہہ چکے ہیں کہ وہ قابل معافی ہے۔ بلا شبہہ وہ اپنی رائے کا اظہار اسپارٹی نقطۂ نظر سے کرتا ہے، لیکن ہم جانتے ہیں کہ جب کبھی اُس کی نظر میں اسپارٹا راہ کج پر ہوتا ہے تو وہ اُس کی مذمت کرنے سے بھی گریز نہیں کرتا۔ ہم کبھی اسے اس قسم کے کینہ ور الفاظ استعمال کرتے ہوئے نہیں سنتے جیسے طوسی دیدش ہی پربولوس کے لئے استعمال کرتا ہے۔ بیشک بحیثیت ایک مورّخ کے اس میں طوسی دیدش کے سے اوصاف نہیں پائے جاتے، اور جس طرح طوسی دیدش محاصرۂ سیرقوسہ جیسے واقعے پر کلیتہً حاوی ہو جاتا ہے، اُس طرح زینوفون کے لئے بالکل غیر ممکن ہے؛ لیکن ہمیں اس کے ساتھ یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ اُس کا مقصد طوسی دیدش کی طرح کوئی فنی شاہکار تیار کرنے کا نہیں تھا جہاں طوسی دیدش خطابوں کا شاگرد تھا وہاں زینوفون حکیم سقراط کے مسلک کا پیرو تھا، اور وہ سب جن کا عقیدہ ہے کہ کسی بڑے آدمی کے خصوصیات کے ارتقا کے لئے اُن کی طبیعت میں فطری علو موجود رہتا ہے، وہ اس پر اتفاق کریں گے کہ زینوفون کی طبیعت میں اس قسم کے عناصر ضرور موجود تھے، جس کے باعث وہ طوسی دیدش کی کتاب کے ساتھ اُس کی کتابوں کا مقابلہ کرتے ہوئے اُسے وقعت کی نظر سے دیکھیں گے۔ زینوفون کی عظمت کا راز یہ ہے کہ اُسے حق کے ساتھ فطری الفت تھی۔ (اور یہ سقراطی مسلک کا ایک ممتاز خاصّہ ہے)؛ اُس نے حق کو تاریخ پر منطبق کیا، اور جو چیز ہمیں سب سے زیادہ اُس کا گرویدہ کر لیتی ہے وہ اُس کا سچا اور دلی انکسار ہے۔ جو شخص اپنے دس ہزار ساتھیوں کو بحفاظت تمام یونان واپس لا سکتا تھا، اُس کے لئے یہ بالکل ممکن تھا کہ

وہ اس ملک کے سیاسی اور فوجی امور میں اہم حصہ لیتا۔ زینوفون کا ذہن بھی اس کام کے لئے رسا تھا، لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ اس نے نہ صرف یونان کے معاملات میں کوئی نمایاں حصہ نہیں لیا بلکہ شاید اس وجہ سے کہ اُسے اپنے آبائی وطن کی پشت پناہی نصیب نہیں تھی وہ کسی قسم کا حصہ لینا بھی نہیں چاہتا تھا۔ ممکن ہے کہ بحیثیت اجیر سپاہیوں کے سپہ سالار کے وہ نام پیدا کرتا لیکن اُسے ایک دیس نکالے سپہ دار کی زندگی مطلق پسند نہیں آئی، چنانچہ جہاں تک سیاسیات اور فوجی امور کا تعلق ہے اُس کی زندگی کا باقی حصہ کم و بیش تاریکی میں بسر ہوا۔ انکساری کی جھلک اُس کی تاریخ میں بھی نظر آتی ہے جہاں وہ صرف اُنھیں امور کو پیش کرتا ہے جن کی بابت اُسے اس کا یقین ہے کہ کم از کم اُس پر مخالفانہ جنبہ داری کا الزام نہیں لگایا جا سکتا۔ آخر میں ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ۴۱۱ء ق م سے ۳۶۲ء ق م تک کے واقعات کے لئے زینوفون کی تصنیف واحد باوثوق اور صریح تذکرہ ہے [۵۵]

[۵۵] زینوفون کے لئے دیکھو باب ۱، یادداشت متعلقہ۔ اس کی بابت مورخوں میں کچھ اس قسم کا تعصب پھیلا ہوا ہے کہ سٹل جیسے مورخ اس کی تصویر کشی طوجنیس پر آوازے کستے ہیں (ہیلے نیکا ۲، ۹، ۳، ۴)۔ سٹل اپنی کتاب کے صفحہ ۴۴۲ حاشیہ ۲ پر ہیلے نیکا کے دو فقرے نقل کرتا ہے (۲، ۱، ۳۱؛ ۲، ۳، ۲۱) اور ان میں نقائص بھی نکالتا ہے، لیکن لطف یہ ہے کہ جو کچھ سٹل کہتا ہے اُس کا ان فقروں میں شائبہ بھی نہیں پایا جاتا، یعنی نہ تو پہلے فقرے میں زینوفون نے لیسانڈر کو سراہا ہے نہ دوسرے میں اسپارٹیوں کو۔ فون شٹرن ("تاریخ" Von Stern: Geschichte صفحہ ۴۰) کہتا ہے کہ فاٹر (Vater) اپنی "حیات پیلوپی داس" میں زینوفون کو "قابل نفرین" گردانتا ہے۔ لوگ حکیم سقراط کی تعریف میں تو رطب اللسان ہو جاتے ہیں، لیکن جس مورخ نے سقراط کے اصول کا انطباق کیا، یعنی حق کی موافقت کی اور محض طاعنت و سوفسطائیت کے مخالفت میں اپنے جذبات کا اظہار کیا اسکی نسبت یہ کہا جاتا ہے کہ اُس نے ایک ایسی کتاب (ہیلے نیکا) لکھی ہے جو اُسکے ذاتی معیار سے کہیں گری ہوئی ہے۔ (سٹل ۴۴۱)۔

باب ۱۲

اب ہم نہ صرف اُس عہد کے بلکہ تمام دنیائے یونان کے سب سے بڑے اور صاحبِ فکر مصنف یعنی حکیم افلاطون کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ افلاطون ایتھنز کے ایک اعیانی خاندان کا رکن اور خود سر کری تیاس کے عزیزوں میں سے تھا۔ وہ ۴۲۸ ق م میں پیدا ہوا تھا، اور نہ صرف ذہنی لحاظ سے بلکہ جسمانی اعتبار سے بھی خدا نے اُسے خاص قابلیت ودیعت کی تھی۔ اُس کے عادات و اطوار اعلیٰ درجے کے تھے۔ وہ حکیم سقراط کے شاگردانِ رشید میں سے تھا، اور جہاں تک سیاسی عقائد کا تعلق ہے، سقراط کے بہت سے شاگردوں اور اُس عہد کے ممتاز ترین اربابِ فکر کی طرح اعیانیت پسند تھا، یہی وجہ تھی کہ اس کے لئے اپنے وطن مالوف یعنی ایتھنز میں، بالخصوص آزادی اور عمومیت کی تجدید کے بعد، سیاسی معاملات میں کسی قسم کا حصہ لینا قطعاً ناممکن تھا۔ اُس نے اپنے معلومات وسیع کرنے کے لئے بہت کچھ سفر کیا اور منجملہ دیگر مقامات کے مصر بھی گیا۔ اس نے یہ کوشش کی کہ اپنے سیاسی خیالات کو کسی غیر ملک میں عملی جامہ پہنائے، اور چونکہ اُس کی رائے تھی کہ بہ نسبت کسی مجلس کے ایک مطلق العنان حکمراں احکامِ عقلی کا اتباع زیادہ آسانی سے کرسکتا ہے، اس لئے اُس نے اپنے سیاسی تجربوں کے لئے سسلی کے خودسر کا دربار منتخب کیا۔ بشومیٔ قسمت سے باوجودیکہ اُس نے سسلی کا تین بار سفر کیا لیکن نہ تو چالاک دیونی سیوس اول اور نہ غیر مستقل اور متلون مزاج دیونی سیوس دوم نے اُس کے اصول کی پیروی کی، اور ہم عنقریب دیکھیں گے کہ دیون کو بھی، جو اُس کے معتقدات کے مفہوم کو اچھی طرح سمجھے ہوئے تھا اور اُنھیں عملی جامہ بھی پہنانا چاہتا تھا، کسی قسم کی کامیابی حاصل نہیں ہوئی۔ افلاطون کو دیارِ مغرب میں قیام سے ایک فائدہ ضرور ہوا، وہ یہ کہ وہ جنوبی اٹلی کے فیثاغورسیوں، خصوصاً آرخی تاس سا کن تارنتوم سے ملا اور اور ایسے لوگوں نے اُس کے فلسفیانہ خیالات پر بہت کچھ اثر ڈالا۔ آخری دو مرتبہ مغرب کی طرف جانے سے اُس کے درس و تدریس میں،

باب ۱۲

جو اس نے ایتھنز میں جاری کر رکھا تھا، بہت کچھ حرج ہوا۔ صلحنامۂ شہنشاہی کے زمانے میں (جس کی بابت یہ امید تھی کہ اس کے باعث طویل جنگ و جدال کے بعد یونانیوں کو تھوڑا بہت آرام مل جائے گا) اُسے کولونوس میں باغیچۂ اکادیموس کے قریب کچھ اراضی مل گئی تھی، اور اس نے اس "اکادیمی" میں اور خود اپنے قدیم باغیچے میں ایک مدرسہ کھول لیا تھا جس میں وہ تشنگانِ علم کی پیاس بجھاتا اور اُن کے درس و تدریس کا انتظام کرتا تھا۔ افلاطون نے اکیاسی برس کی عمر میں ۳۴۷ ق م میں انتقال کیا۔[۵۰]

[۵۰] حکیم الحکما افلاطون در اصل بذات خود ایک دُنیا کے مماثل ہے، اور اُس کے موضوع پر جو کتابیں تصنیف کی گئی ہیں اُن سے فی الحقیقت ایک پورا کتاب خانہ بھر جائے گا۔ افلاطون پر آخرترین مباحث، جن میں ان سے پہلے کی لکھی ہوئی کتابوں کے حوالے بھی دئے ہوئے ہیں، ونڈل بانڈ Windelband، کرسٹ Christ اور سٹل Sittl کی کتابوں میں پائے جاتے ہیں۔ عجیب بات یہ ہے کہ جن مورخوں نے نہایت باریک بینی سے اور بال کی کھال نکال کر اس حکیم کی کتابوں کا سنوی تسلسل دریافت کرنے کی کوشش کی ہے ان میں بہت کچھ باہمی اختلاف پایا جاتا ہے؛ مثلاً کرسٹ تو کہتا ہے (صفحہ ۳۴۴) کہ کتاب "فائیدو" تقریباً ۳۸۸ ق م میں لکھی گئی تھی، لیکن ونڈل بانڈ (صفحہ ۲۲۶) کے نزدیک اس کا زمانہ ۳۶۱ ق م کا ہے۔

اس عجیب و غریب بات کا بہت ہی کم لحاظ کیا گیا ہے کہ فیثاغورس کی طرح افلاطون کا بھی اپولو کے ساتھ رابطہ ہو گیا، بلکہ لوگوں نے تو یہ تک کہنا شروع کیا کہ وہ اپولو کا فرزند ہے؛ (Vita Plat. West, ۳۸۲) جس کا اقتباس روشر نے اپنی قاموس Rescher's Lexicon ۲۵۳۵ میں دیا ہے۔

تاریخ یونان کے طالب علم کے لئے افلاطون کی کتاب مسمیٰ "دولت عامہ" کی حیثیت اُس کی کتابوں میں نہایت ممتاز ہے، اس لئے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ممالک یونان کے لئے حکیم افلاطون کس قسم کے سیاسی خیالات کو پسند کرتا تھا۔ در اصل اس کے سامنے بہترین مملکت کا نمونہ گویا مطمحِ جامے میں اسپارٹا تھا، لیکن

باب ۳۳

اغلباً اس کی جملہ تصانیف ابتدا میں واقعی فلسفیانہ یادداشتوں پر

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ آزادی کی مسلسل تحدید کی وجہ سے اس کا حصول بالکل ناممکن ہوگیا تھا۔ افلاطون نے اپنی تصانیف موسومہ "جمہوریہ" و "گورگیاس" دونوں میں مویشی کی پرورش کے اصول کو انسان کی تربیت پر منطبق کیا ہے (۵، ۵۹ م) - (اٹیکائی زبان کے لفظی تنوع کے باعث) گلاؤکون افلاطون کے ہر سوال کے جواب میں ہزار طرح سے اثبات میں جواب دے کر نہ تو افلاطون کو تھکاتا ہے نہ زمانۂ حال کے پڑھنے والوں کو، لیکن گلاؤکون کبھی یہ دریافت نہیں کرتا کہ آخر ایسی فوق الفطرت ہستیاں کہاں آباد ہیں جو حکام سیاسی اور سرگروہان عوام سے اسقدر بالاتر ہیں کہ مویشیوں کی طرح ان کی تربیت کی نگرانی کر سکتی ہیں۔ باوجود زمانۂ حال کے اس قسم کے تصانیف جیسے سر طامس مور کی "لامکان" (یوٹوپیا)، ہیرنگٹن کی "اوقیانیہ" (اطلانتس) کمپانیلا Compancila کی "بلدیۂ آفتاب" (چتا ویل سو لے) اور فورئے Fourier اور سین سیمون St. Simon کی تصانیف کے کابے Cabet اپنی اکاریہ میں یوروپیوں کی نوآبادی قائم نہیں کر سکا، اور نہ زمانۂ حال میں صرف ایک ملک یعنی پاراگوئے میں حلقۂ مسیحی کے مبلغوں نے اندیانیوں کی ایک ایسی نوآبادی قائم کرنے میں کامیاب ہوئے ہیں۔

اس امر پر علمی دنیا میں مباحثہ شروع ہوگیا ہے کہ آیا اکادمی کی طرف سے عملی سیاسیات میں ملوکیت، خصوصاً مقدونوی ملوکیت کی تائید کی گئی یا نہیں۔ ج۔ برنیز Bernays: اپنی کتاب "فوکیون اور اس کے زمانے کے نقاد" Phokion und seine neueren Beurtheiler (برلن ۱۸۸۱ء) میں یہ فرض کر لیتا ہے کہ اس نے تائید کی، لیکن گومپرتز ("اکادمی اور اس کی مفروضہ مقدونیہ پرستی" Gompertz: Die Acadamie und ihr Vermeinter Philomaked: مطالعات و اثنا ہ، ۱۸۸۲ء) کی رائے اس کے خلاف ہے اور اس نے برنیز کے بعض تفصیلی واقعات کی تصحیح بھی کی ہے۔ ظاہر ہے کہ اس مدرسے کا رجحان اس کے

باب ۱۰

مشتمل ہوں گی، لیکن بہت جلد افلاطون نے انھیں مستقل فنّی تصانیف کا رتبہ

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ صدر مدرس کے میلانات کے موافق تھا، یعنی وہ ایک طاقتور اور ذی اقتدار مملکت کا ہم نوا تھا، لیکن ممکن ہے کہ اُس کے بعض دوسرے شاگرد اسی اصول کو پیش نظر رکھ کر جمہوری حکومت کے طرفدار ہو گئے ہوں۔ اس اکادمی کے جمہوریت پسندوں میں فوکیون اور بیزنطینی لیون ممتاز ترین تھے، لیکن دیون اور ارسطونیموس بین بین تھے (دیکھو باب ۹)؛ اور خئیرون خود سر بن گیا (Ath. ۱۱، ۵۰۹)۔ ہرقلیہ کا خود سر کلیارخوس اور اُس کے قاتل دونوں حکیم موصوف کے شاگرد تھے؛ بلاس: "خود سری" Blass: Tyrannis ۱، ۲۵۷ و ۸ ۲۵۔ دیموس تھنیس (ارسطقراتیس Dem: Aristocr ۱۶۱، ۱۴۷) کے نزدیک افلاطون کے دو شاگردوں یعنی فیثون اور ہرقلیدیس نے کوتیس کو مار ڈالا، لیکن بالآخر اوّل الذکر فیلقوس کا ہم نوا بن گیا۔ بلاشبہہ افلاطون نے فیثاغورسیوں سے بہت کچھ سبق حاصل کیا، لیکن اُس نے اُن کی جگہ کوئی سیاسی گروہ نہیں قائم کیا جس کا مقصد ایسے لوگوں کو تیار کرنا تھا جو سیاسیات کے میدان میں عملی حصّہ لیں۔ اس کے بجائے وہ صرف اپنے خیالات کی تبلیغ کرنی چاہتا تھا۔ بلاشبہہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ جہاں تک فوکیون کا تعلق ہے ان خیالات میں سیاسی اہمیت پیدا ہو گئی تھی، لیکن ان کا سیاسیات پر جو انطباق کیا گیا وہ درحقیقت فوکیون کی مخصوص شخصی حیثیت کے باعث تھا۔ ارکان اکادمی میں جو باہمی تعامل ہوتا تھا وہ فیثاغوریوں کے تعامل کی ایک نہایت بھدّی نقل تھی، بلکہ خود موخر الذکر بھی چوتھی صدی ق م میں اس قدر مرتب و مہذّب نہیں تھے جتنا وہ چھٹی صدی ق م میں رہ چکے تھے۔

ہم نے چوتھی صدی ق م کو عہد نثر نویسی کا لقب دیا ہے اور اس کا تباین پانچویں صدی سے دکھایا ہے جس کی ممتاز خصوصیت شاعری تھی۔ اس مقابلہ سترھویں اور اٹھارھویں صدی ق م کی تاریخ فرانس سے کیا جا سکتا ہے جس طرح پانچویں صدی ق م میں شعرا مثلاً ائس خیلوس، سوفوکلیس، یوری پدیس اور ارسطوفانیس میدان ادبیات میں ملک کی رہبری کرتے ہیں اسی طرح فرانس میں سترھویں صدی عیسوی میں کورنیئی Corneille

باسلسلہ

دے دیا اور اُس کا مقصد اول یہ ہوگیا کہ پڑھنے والے اُن کی اسی نوعیت سے استفادہ حاصل کریں۔ بظاہر وہ حکیم سقراط کے مکالمات و مباحث کی یادداشتیں تھیں، مگر اغلب امر یہ ہے کہ خود مولف بھی ان سب مکالموں کو سقراط کی طرف منسوب نہ کرتا ہوگا، بلکہ در اصل عام طور پر دیکھا جائے تو افلاطونی سقراط افلاطون ہی کا دوسرا نام سمجھنا چاہیئے۔ اپنی کتاب کو سقراطی مکالمات کا جو جامہ اُس نے پہنایا اُس کا سبب یہ تھا کہ وہ سقراط کے اسلوب بیان کے مطابق لکھنا چاہتا تھا اور اس گفتگو کو ضبط تحریر میں لانا چاہتا تھا جو سقراط کے مختلف مواقع پر عالمانہ موضوعات پر کیں، چنانچہ ممکن ہے کہ افلاطون نے اپنا ایوان اسی بنیاد پر قائم کیا ہو جو واقعاً سقراط ہی نے تیار کی تھی۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ابتدا میں اس کا خیال ہوا ہو کہ وہ ہو بہو سقراط کی گفتگو کا چربہ اُتار رہا ہے؛ لیکن بلاشبہ اسے رفتہ رفتہ یہ یقین ہوگیا ہوگا کہ اُس کا ساختہ پرداختہ سقراط

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ راسین Racine مولی ایر Molière اور اٹھارھویں صدی عیسوی میں مونٹسکیو Montesquieu وولٹیر Voltaire روسو Roussean اور میرابو Mirabeau رہبران ادبیات قرار دیئے جا سکتے ہیں۔ یونان میں تو چوتھی صدی ق م میں اور فرانس میں اٹھارھویں صدی عیسوی میں ناٹک کو مسلسل فروغ حاصل رہتا ہے، لیکن دونوں میں یہ تسلسل محض رواجی اور مصنوعی ہے ڈکریبیون Crebillon اور رے نیارڈ Regnard)، تا آنکہ یونان میں سرورئیہ جدید اور فرانس میں طبقۂ اوسط کے سروریوں اور بومارشے Beaumarchais سے ادبیات میں ایک جدید باب کا اضافہ ہوتا ہے۔ سترھویں صدی عیسوی جیسے بعید زمانے میں فرانس میں اور پانچویں صدی ق م میں یونان میں نثر کو کافی اہمیت حاصل تھی (پاسکال Pascal بوسیوے Bossuet ہیروڈوٹس، طوسی دیدیش)، لیکن عالمگیر انداز سے اثر آفریں نثر دونوں ممالک میں ایک صدی بعد تک دکھائی نہیں دیتی۔

باب ۱۳ ایسے مسائل پر بھی اپنی رائے ظاہر کر رہا ہے جن پر اصلی سقراط نے شاید کبھی ایک لفظ بھی زبان سے نہ نکالا ہوگا۔ ممکن ہے کہ اس نے اپنے مخصوص طرز کے لئے ایک اور بہانہ ڈھونڈھا ہو۔ سقراط کا مقصد فی نفسہٖ تعلیم دینے کے بجائے تحقیق امور مختلفہ کے طریقے سکھانا تھا، اور افلاطونی مکالمات میں بھی بجنسہٖ یہی طرز اختیار کیا گیا ہے۔ مزید براں ہم دیکھتے ہیں کہ خود افلاطون کی روش میں ایک خاص تبدیلی پیدا ہو گئی اور اس کے خیالات میں ایک خاص قسم کی ترمیم ہو گئی جس کی وجہ سے اسکی تصانیف کے مطالعے سے یہ عیاں ہو جاتا ہے کہ کونسی کتاب پہلے اور کونسی پیچھے لکھی گئی ہوگی؛ باوجود اس کے ہم آج بھی ممتاز ترین مکالموں کی صحیح تاریخ کا تعین کرنے سے قاصر ہیں۔

افلاطون کی تصانیف اہم فقروں سے بھری پڑی ہیں لیکن شاید اس کے اصول میں سب سے دلچسپ اصول تصورات کا ہے۔ وہ دو مختلف عالم فرض کر لیتا ہے، یعنی محسوسات کا غیر مکمل عالم اور مُثل (تصورات) کا مکمل عالم۔ جو شخص غیر مکمل دنیا میں رہتا ہے اُس کے لئے سب سے بڑا مسئلہ ثانی الذکر عالم تک رسائی کا ہے۔ افلاطون کے نزدیک انسان ذہن کی ایک خاص قوت کے ذریعے سے ان "مُثل" تک پہنچ جاتا ہے۔ اُس کا خیال ہے کہ روح کے تین اجزا ہیں، یعنی عقل، ارادہ اور خواہش؛ اور ان میں سے اوّل الذکر باقی اجزا سے ارفع و اعلیٰ ہے اور جو حقیقۃً خیالات کو اخذ کرتی ہے۔ افلاطون اس امر پر بہت کم روشنی ڈالتا ہے کہ بغیر محسوسات کے ادراک کے محض عقل کے ذریعے سے کیونکر خیالات اخذ کئے جا سکتے ہیں اور ان عام خیالات کا، جو اس احساس پر مبنی ہوتے ہیں مُثل یا تصورات سے کیا تعلق ہے۔ نہ صرف یہ کہ خود افلاطون نے بھی اس کے متعلق کوئی بات طے نہیں کی تھی بلکہ واقعہ یہ ہے کہ یہ مسئلہ بجائے خود لانیحل ہے۔ مختلف مکالمات میں یہ نہایت درخشاں نظریہ بیان کیا گیا ہے کہ باوجودیکہ انسان جو کچھ محسوس کرتا ہے جو اس فطریہ کے باعث محسوس

باب ۱۲ کرتا ہے، تاہم یہ بالکل ممکن ہے کہ انسان ذات لامحدود کا اندازہ کرے۔ لیکن ہمارے نزدیک یہ بھی اُن بے اشمار کوششوں میں سے ایک ہے جن کا انسان بار بار اعادہ کرتا ہے اور آسے بار بار ناکامی کا منہ دیکھنا پڑتا ہے۔ اس حکیم نے اپنی اس رائے کا جس کے مطابق روح کے تین حصے کئے گئے ہیں جملہ بنی نوع انسان پر منطبق کیا، اور اس ضمن میں یہ خیال پیش کیا کہ فرد کی طرح بنی نوع انسان کا مقصد عظیم یہ ہے کہ وہ تصوّرات کی تہ کو پہنچ جائے، چنانچہ اُس نے اپنے سیاسی مسلک کی بنیاد اسی اصول پر رکھی ہے۔ جس طرح پر انفرادی روح کے تین اجزا یعنی عقل، قوّت ارادی اور خواہش ہوتے ہیں اسی طرح مجموعی طور پر بنی نوع انسان تین طبقوں پر منقسم ہے، ایک وہ جن کی قسمت میں جسمانی محنت لکھی ہے، دوسرے وہ جو اپنی قوت ارادی کے ذریعے سے قوم کی خدمت کرتے ہیں، اور تیسرے وہ جن میں فطرۃً عقل کا غلبہ ہوتا ہے۔ طبقۂ اول میں عوام یا آبادی کا کارکن حصہ شامل ہے، طبقۂ دوم میں جنگ جو اور دفتری لوگ اور طبقۂ سوم میں عقلا اور حکمراں۔ افلاطون کا خیال ہے کہ منظم مملکت میں ہر شخص صرف ایک ہی طرح کی فطری قابلیت سے کام لیگا، ایک سے زیادہ نہیں۔ اس تنظیم کا بدیہی نتیجہ یہی نکلے گا کہ قوم مختلف ذاتوں میں منقسم ہو جائے گی، چنانچہ افلاطون کے خیال کے مطابق فرد ہمیشہ کسی نہ کسی ورن کا رکن بنا رہتا ہے اور مختلف ورنوں میں اُن کے ایک حد تک محدود ہونے کا ہمیشہ میلان رہتا ہے۔ جو شخص حاکموں یا سپاہیوں کے گھرانے میں پیدا ہوا ہے وہ خود بھی اپنی تربیت اور ماحول کی وجہ سے حاکم یا سپاہی بن جاتا ہے اور اپنی زندگی اسی پیشے میں بسر کرتا ہے؛ اسی طرح اگر کسی شخص کے ماں باپ مزدور ہوں وہ اپنی پیدائشی حیثیت سے زیادہ ترقی نہیں کر سکتا۔ ہر طبقے کیلئے ایک خاص قسم کی تعلیم کی ضرورت ہوتی ہے جس کے ذریعے سے ورن والوں کو اپنے ورن کے فرائض میں ماہر و مبصّر بنایا جاتا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ افلاطون کی مملکت کی بجنسہ وہی کیفیت ہوگی جو مملکت ہند میں پائی جاتی تھی جہاں کا

باب ۱۲

معاشرہ برہمنوں، چھتریوں اور ویشیوں پر مشتمل تھا۔ حکیم افلاطون نے اپنی کتاب "دولت عامّہ" میں انھیں اصول پر بحث کی ہے، اور اس میں یہ دکھانے کی کوشش کی ہے کہ عملاً ایسی قوم کی زندگی کیسی ہوتی ہوگی! اور جو طرز حیات اس نے پیش کیا ہے اس کا نتیجہ اشتمالی اصول کی ترویج اور انفرادی آزادی کا فقدان ہے۔ اس کا گمان تھا کہ اس کے خواب کی تعبیر کسی دیونی سیوس کے ذریعے سے حاصل ہوگی، لیکن یہاں وہ یونانی فطری خصائص کا کما حقہ اندازہ نہیں کرسکا۔ یونانی افراد اپنے افعال و اعمال کی مکمل نگرانی کے صرف اسی وقت روادار تھے جب وہ اسے کسی عملی ضرورت کے وقت لازمی سمجھتے تھے، ورنہ محض مجرد اصول کے تحت وہ آزادی کے کسی قسم کے فقدان کو جائز نہیں سمجھتے تھے۔ اسے یہ سوچنا چاہئے تھا کہ اس قسم کے ادارات کا قیام صرف اس صورت میں ممکن ہے جب کوئی فاتح آسانی سے مغلوب ہونے والی قوم کو نیچا دکھا دے، لیکن اس قسم کے ادارات یونانیوں کی جیسی غیور اور متمدن قوم کی تہذیب و تنظیم کے واسطے کبھی کارآمد نہیں ہوسکتے تھے! واقعاً بھی ابتدائے تاریخ سے یونانی یا تو خود مختار رہے تھے۔ ورنہ طوعاً و کرہاً چند روز کیلئے کسی خودسر کی ماتحتی قبول کرلیتے تھے۔ جب اپنی زندگی کے اختتام کے قریب حکیم افلاطون کو اس بات کا یقین ہوگیا کہ کوئی خودسر بھی اس کی پسندیدہ مملکت کے اصول کو جاری نہیں کرسکتا تو اس نے اپنی مشہور و معروف "کتاب النوامیس" لکھی، جس میں اس نے اپنی مطمحِ دولت عام کے اصول میں ترمیم کرکے نسبتۃً ایک اعیانی مذہبی مملکت کی بنیاد رکھنی چاہی۔ اس کا یہ قول کہ جب تک مملکتوں کے حکمراں فلسفی نہ ہوں یا ان کے فلسفی حکمراں نہ ہوں اس وقت تک انھیں خوشی حاصل نہیں ہوسکتی، بیشک حقیقت پر مبنی ہے، لیکن اس مقصد کا حصول بیحد دشوار ہے۔

یہاں ہم حکیم افلاطون کے باقی ماندہ مکالمات کو جن میں سے بعض مثلاً فیدو اور سمپوزیون کو نظر انداز کئے دیتے ہیں۔ ہمارے

باب۱۲ موجودہ مقاصد کے اعتبار سے اس کے بہت سے اصول کی اہمیت نہایت کم ہے، اور جو کچھ ہے وہ صرف اس لئے کہ اس کا ایک خاص میلان ہے یعنی وہ ایک مخصوص Ideal یا سطح نظر کی طرف قدم اُٹھاتا نظر آتا ہے۔ بلکہ خود یہ لفظ Ideal اسی کا ساختہ پرداختہ ہے۔ افلاطون کا نام تاریخ دنیا میں اس وقت تک درخشاں و تاباں رہیگا جب تک انسان میں یہ میلان قائم رہے، یعنی جب تک وہ ایسے مقاصد کے حصول کی کوشش میں لگا ہے جن کا وجود علاوہ اس کے دماغ کے کسی جگہہ نہیں ہوا، ایسے مقاصد کے حصول میں جہاں تک اُس کی پہنچ قطعاً ناممکن ہے، اور جب تک اعلیٰ مدارج سے اعلیٰ ترین مدارج تک پہنچنے کی کوشش بنی نوع انسان کی دیرینہ آرزو باقی رہے گی۔ لیکن جب ہم دیکھتے ہیں کہ خود یہ حکیم الحکما اپنے پیش کئے ہوئے مسائل کو سلجھانے سے قاصر رہا تو اُس کے نظریوں کی اہمیت اور بھی کم ہو جاتی ہے۔ بہت سے مکالمے ایسے ہیں جن کی بحث و تمحیص اس ایک فقرے پر ختم ہو جاتی ہے کہ موضوع مزید غور و فکر کا محتاج ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ افلاطون اُن امنگوں اور آرزوؤں کا واقعی قائم مقام ہے جو یونانیوں کے بےچین دلوں میں موجزن رہتی تھیں اور اسی سقراط کا شاگرد رشید ہے جس نے سرے سے اپنے صاحب علم ہونے ہی کا انکار کر دیا تھا۔ سقراط کا اثر افلاطون کے طعنہ آمیز اسلوب میں بھی ظاہر ہوتا ہے جب ہم افلاطون کی کسی تصنیف کو پڑھتے ہیں تو بعض مرتبہ ہمیں اس کا یقین نہیں ہوتا کہ وہ فی الواقع اپنی تحقیقات کے نتائج تسلیم کرانا چاہتا ہے یا نہیں اس سے ہمارا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ پڑھنے والوں کا مذاق اُڑانا چاہتا ہے لیکن اکثر و بیشتر وہ استعارات و تشبیہات کو کچھ اس طرح سے استعمال کرتا ہے کہ اگر ہم اس کے الفاظ کو معمولی لغوی معنی پہناؤ تو ہم اس کے اصلی مفہوم سے بہت دور ہٹ جائیں گے۔ ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہیئے کہ گو فی نفسہٖ نظم کو پہلے کی سی مقبولیت حاصل نہیں رہی تھی، لیکن اب بھی اس کی ضروریات برابر محسوس ہوتی تھی، اور جس زمانے کا ہم اس وقت

باب ۱۲ ذکر کر رہے ہیں اس میں خطیب اس ضرورت کو محض ظاہری شکل وصورت کی حد تک پورا کرتے تھے نہ کہ باعتبار نفس مضمون کے۔ خطابوں کے بعد فلسفۂ افلاطونیہ کا دور ہوا، جو اکثر و بیشتر نثر کے قالب میں نظم ہی پر مشتمل ہے، بلکہ اس امر کا ثبوت دیا جاسکتا ہے کہ خود قدما بھی اس حقیقت کی تہ کو پہونچ گئے تھے۔ پرانے زمانے میں جس چیز کو "درویہ" کا لقب دیا جاتا تھا وہ دراصل چونا ٹکوں کا ایک مجموعہ ہوتا تھا؛ زمانہ زیر بحث میں متمدن طبقات کے لئے ناٹک کی جگہ فلسفیانہ مباحث اسقدر مروج ہو گئے کہ خود افلاطون کی مکالمات بھی "چہ بولوں" کے مجموعوں کی شکل میں مرتب کئے گئے، لیکن ظاہر ہے کہ درویوں اور فلسفیانہ مباحث کے مابین جو یکسانی ہے وہ اسقدر صریح اور بدیہی نہیں ہے کہ درویوں نے جو شکل خود بخود اختیار کی وہ بالالتزام فلسفی مباحث میں بھی پیدا ہو جائے۔ افلاطون کے بعد فلسفے کا مطالعہ اتھینزیوں اور ان غیر ملکیوں کا جو اتھینز میں موجود تھے مشغلہ بن گیا۔ افلاطون سامعین کی سہولت کا ہمیشہ خیال رکھتا تھا۔ سقراط کا تو یہ وتیرہ تھا کہ وہ راہگیروں کو روک کر انپر سوالات کی بوچھار کرتا، اور انہیں نہ اپنے جگہہ کا خیال آتا نہ دھوپ چھاؤں کا؛ لیکن افلاطون نے تعلیم و تدریس فلسفہ کے لیے ایک سایہ دار مقام منتخب کیا، چنانچہ باغیچہ اکادیمہ اور میوزوں کا حرم اتھینز کے قابل دید مقامات میں سے ہو گئے۔

الغرض اپنے حکماء کی وجہ سے یونان کی علمی زندگی میں چوتھی صدی ق م کا اتھینز پانچویں صدی ق م کے اتھینز سے زیادہ ممتاز تھا۔ گو سیاسی اعتبار سے اس کی حیثیت ایک اعلےٰ درجہ کی عمومیت کی جیسی تھی؛ لیکن اب وہ ایسقراطیس اور افلاطون کے ذریعے سے اعیانی تمدن کا ایک لاجواب گہوارہ بن گیا۔ جو طلبہ حقیقت اشیاء کی جستجو کرنا چاہتے وہ اکادمی آتے اور نہایت آزادانہ طور سے استاذ الحکماء افلاطون سے مباحثہ کرتے؛ جو علمی زندگی کے میدان میں چار آئینہ سے مسلح ہونا چاہتے وہ ایسقراطیس کے سامنے اجرت تعلیمی پیش کرکے اس کی تعلیم سے استفادہ حاصل کرتے۔

باب ۱۲

پانچویں صدی ق م میں ایتھنز کی ادبیات میں بھی اعیانی میلان صاف طور پر نظر آتا ہے۔ یہ وہ زمانہ ہے جب اسکے قوائے ذہنیہ و مادیہ دونوں کو شباب حاصل تھا اور جس میں طوسی دیدیش نے اپنی تاریخ اور ارسطو فانیس نے اپنے اشعار موزوں کئے اور جس میں سقراط نے اپنی تعلیم و تدریس سے دنیا کو منور کیا، لیکن ہمیں یاد رکھنا چاہئے کہ پانچویں صدی ق م میں ایتھنز غیر ملکیوں کا اتنا مرجع نہیں تھا جتنا وہ چوتھی صدی ق م میں بن گیا۔ عین اسوقت جب ایتھنز اپنی ذہنی اور فنی عظمت کے معراج کمال کو پہونچ گیا تھا، اسوقت جنگ پیلو پونیز چھڑ گئی جس کے باعث بیس سال کے طویل عرصے کے لئے ایتھنز کے دروازے دنیا و یونان کے واسطے گویا مسدود ہو گئے، چنانچہ اس جنگ کے بعد ہی عالم یونان اس درخشانی و خوبروئی سے لطف اندوز ہو سکا جو صرف ایتھنز ہی میں نظر آتی تھی۔ ہم بلا خوف تردید یہ کہہ سکتے ہیں کہ چوتھی صدی ق م کے نصف اول میں ایتھنز ہی وہ مرکز تھا جہاں سے دنیا تصورات گوناگوں کی دولت سے مالا مال ہو رہی تھی، اور تاریخ عالم میں ہمیں ایسا کوئی عہد نہیں ملتا جس میں کوئی ایک شہر ایتھنز کا ہم پلہ نظر آتا ہو۔

الغرض میدان ذہنیات میں ایتھنز بلا شرکت غیرے حکومت کرتا تھا۔ لیکن یہہ حکم اس سے قبل کی صدی پر نہیں لگایا جا سکتا اسلئے کہ اُس میں ہمیں دنیائے یونان میں ایک کی بجائے تمدن کے چھ مختلف مرکز نظر آتے ہیں۔ لیکن اب سسلی پر تو بربریوں اور خود سروں کا تسلط ہو گیا ہے، اٹلی میں بربریوں کو تفوق حاصل ہے اور یونان کے دوریائی اضلاع خانہ جنگی کی وجہ سے پست پڑ گئے ہیں۔ اب علاوہ ایتھنز کے ایشیا، تھریس و مقدونیہ باقی رہ گئے ہیں لیکن ایتھنز ان سب سے بازی لے گیا ہے۔ بایں ہمہ ہمیں یودوکسوس ساکن کنیدوس کو نہیں بھولنا چاہئے، یہ طبیب، مقنن اور فلسفۂ فطرت کا ماہر تھا جسنے آفرینش مخلوق کے متعلق چند عجیب و غریب نظریے قائم کئے۔ لیکن ہمیں یہہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ فنون لطیفہ کے میدان میں ایشیا بہت آگے بڑھا ہوا ہے۔ گو عام طور پر فنون لطیفہ اسی زمین میں نشو و نما پاتے ہیں۔

جہاں آزادی کا دور دورہ ہوتا ہے، لیکن انھیں انھی ممالک میں فروغ ہوتا ہے باب ۱۲
جہاں دولت وافر ہو اور ساتھ ہی لوگوں کو ان سے مس بھی ہو اور خود سر و بر بری دونوں کو ان سے دلچسپی ہوتی ہے۔

میدان فنون لطیفہ میں یونان نے جو رتبہ حاصل کیا اُسے اب بیان کیا جائے گا، اور اسکے لئے ہمیں پانچویں صدی ق م کے واقعات پر نظر ڈالنی پڑیگی جس کے آخری تیس سال کی ضمنی کیفیات پر ہم ہنوز بحث نہیں کر سکے۔ تاریخ فنون میں ہم ان دو عہدوں یعنی پانچویں صدی ق م کے آخری ایام اور چوتھی صدی ق م کے نصف اوّل کو ایک دوسرے سے جدا نہیں کر سکتے، اسلئے کہ گو ان دونوں کے درمیان امتیازی کیفیت ضرور ہے، لیکن ہمارے پاس کافی ناقابل انکار اصلی نمونے موجود ہیں جن کی بناء پر ہم اپنی رائے قائم کر سکتے ہیں۔

پولیگنوتوس کے بعد سب سے پہلا نقاش جسنے چار وانگ عالم پر اپنا سکہ بٹھا دیا، اگاتھارخوس ساکن ساموس تھا جسنے الکبیادیس کے مکان کو تصاویر سے آراستہ کیا تھا، چنانچہ ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہونگے کہ خانگی ضروریات کے لئے نقاشی کے استعمال کی ابتدا اسی سے ہوتی ہے اس کے بعد اپولودوروس ساکن ایتھنز نے شاہراہ ترقی پر قدم اٹھایا، اور یہ پہلا شخص تھا جسنے تختیوں پر عمدہ تصاویر کھینچیں جسکے باعث اب فن تصویر کشی آرائش مکانات سے بالکلیہ آزاد ہوگئی۔ اسے لوگ "نقاش ظلی" کہتے تھے، جس سے ہم یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ اسی نے پہلی مرتبہ ظل و ضوء کو نقاشی کا ایک لازمی جزو قرار دیا، اور جیسا اس سے پیشتر بھی کہا گیا ہے، وہ سطح تختی پر بُعد ثالث کا چربہ اُتارنے میں کامیاب ہوا۔ ان دونوں نقاشوں نے تو ایتھنز ہی میں اپنا کمال دکھایا، لیکن انکے جانشین ایشیاء کوچک کے باشندے تھے، اور انھی کے زمانے میں فن تصویر کشی گویا جملہ اقوام یونان کی قومی ملک بن گئی۔ ان میں سے اولین نقاش زیوکسس غالباً بحیرۂ اسود والے ہرقلیہ کا باشندہ تھا۔ اس نے سسلی اٹلی والوں کے لئے بہت سی تصاویر تیار کیں، لیکن اسکے

بعدہ وہ ایفی سوسس چلا گیا۔ یہی وہ مصور ہے جسنے سب سے پہلے ساکن جانداروں کی ہو بہو تصویر اتارنے کی کوشش کی ہے اور اس نے ہیلنا کی جو تصویر کروتون والوں کے لئے تیار کی وہ مشہور آفاق تھی۔ اگر یہہ واقعہ حقیقت پر مبنی ہے کہ اس نے اس تصویر کو پانچ مختلف نمونوں سے تیار کیا تھا تو اس سے یہ صریحاً ثابت ہو جاتا ہے کہ وہ جسم انسانی اور فنون لطیفہ دونوں کے اصول سے کچھ زیادہ واقف نہ تھا لیکن اسے بھی غالباً اسی قسم کے بے شمار قصوں کیطرح جن سے تاریخ فنون لطیفہ بھری پڑی ہے، نقاشوں کے دل بہلاؤ کیلئے ایک چٹکلہ سے زیادہ وقعت نہیں۔ اس کا مد مقابل پرہازیوس ساکن ایفی سوس تھا، جسکی اکثر تصاویر دنیا، یونان کے مشرقی حصوں میں ملتی تھیں۔ پرہازیوس کا موضوع دنیاوی مناظر پر مشتمل تھا اور اسکی کوشش یہ تھی کہ روح کے اندرونی مظاہروں کو اپنی کوچی کے ذریعہ سے دنیا کے سامنے پیش کرے۔ زیوکسس اور پرہازیوس دونوں اپنی دولت کی نمائش کرنا، جو انھوں نے اپنے فن کے ذریعے سے کمائی تھی، پسند کرتے تھے، اور دونوں نے تقریباً ایک ہی زمانہ یعنی کم و بیش سنہ ۴۰۰ ق م میں وفات پائی۔ یہاں سکیون کے دو نقاشوں کا ذکر بھی مناسب معلوم ہوتا ہے، جن میں سے ایک تمان تھیس اور دوسرا پاؤزیاس یا انہیں سے اول الذکر ایفی گے نیا کے ایثار کی تصویر کی وجہ سے مشہور ہوا جسکے فن کا تھوڑا بہت اندازہ پومپیائی کی اس دیواری تصویر سے ظاہر ہوتا ہے جس میں اس موضوع کو دکھایا گیا ہے، اور پاؤزیاس نے چھوٹی چھوٹی تصاویر اور بچوں کے مرقعوں میں کمال پیدا کیا۔

اس عہد میں سنگ کاری بھی شاہراہ کمال پر گامزن تھی، اور گو اس کا مبدا اور اتھنز ہی تھا، لیکن باقی ماندہ حصص یونان میں یہ زیادہ مقبول تھی۔ اس عہد کا اولین سنگتراش کیفی سودوتوس ساکن اتھنز ہے، اور یہہ وہی شخص ہے جس نے آئی رینی کا بت (جسکے گود میں پلوتوس دکھایا گیا ہے) تیار کیا تھا۔ اس مجسمے کی نقل اسوقت تک میونخ کے تصویر خانے میں موجود ہے۔ اسکے بعد سکوپاس ساکن پاروس کا نمبر آتا ہے، جسنے تیگیہ کے بت کدہ ایتھینے الیا کے از سرِ نو

تعمیر کے موقع پر اپنے فن پیکر تراشی کے کمالات سے اُسے مزین کیا تھا، اور اُسی نے سنہ ۳۵۱ ق م میں موسولوس ساکن کاریہ کی وفات پر اسکے مقبرے موسومہ "موسولیوم" کے لئے بھی مجسمے تیار کئے تھے۔ جس بت خانے کا ابھی ذکر کیا گیا ہے وہ کلیۃً سنگ مرمر کا بنا ہوا تھا، اور اس کے سر مثلث پر جو بُت بنے ہوئے تھے انکے بعض ٹکڑے اسوقت تک موجود ہیں۔ اسکے مشرقی حصے پر کالیدونی شکار کی اور مغربی پر تیلے فوس اور آئی گیس کی باہمی کشتی کی تصویر کندہ تھی۔ امیزنوں کی لڑائی کی تمثیلیں جو موسولیوم کی بعض تختیوں پر کندہ ہیں اور جو اسوقت تک موجود ہیں وہ سب سکوپاس کی طرف منسوب کیجاتی ہیں۔ اسی طرح سنگ مرمر کا ایک حاشیہ جو اب میونخ میں ہے اور جس میں پوسیدون اور امفتریت کو تریتونوں کے ساتھ دکھایا گیا ہے، وہ سکوپاس کے اسلوب کے مشابہہ قرار دی گئی ہے، اسلئے کہ ہم اس امر سے واقف ہیں کہ اسی نے اس موضوع کو پتھر پر کندہ کیا تھا اور یہی سب سے پہلا شخص ہے جس نے بحری معبودوں کی مختلف حیثیتوں کو پتھر میں پیش کیا تھا۔ نیوبے کے مجموعے کے متعلق قدما میں یہہ امر مابہ النزاع تھا کہ آیا اسے سکوپاس نے موزوں کیا تھا یا پراکسی تے لیس نے؟ یہ مجموعہ روما کے بتکدہ اپولو میں رکھا تھا، اور اس میں سے نیوبے اور اس کی اولاد کے بت جو روما میں سنہ ۱۵۸۳ء میں دستیاب ہوئے، اور اب فلورنس کے عجائب خانے میں رکھے ہیں، اپنی طرز کے بہترین مجسمے ہیں۔

کیفی سودوتوس کا بیٹا پراکسی تے لیس تھا اور اس نے نوجوانوں کے جسم کی شبیہہ بنانے میں کمال حاصل کیا تھا۔ اس کا مشہور ترین مجسمہ کنی دوس والی افرودیت کا تھا، جسے اس نے غسل کے برتنوں پر اپنا لباس رکھتے ہوئے دکھایا تھا۔ افرودیت کے نوع کے بتوں پر اس مجسمے کا بہت بڑا اثر پڑا، جو میدیچی کی وینس اور کاپی تول کی وینس میں صاف نظر آتا ہے اس نے ایروس کے جو مجسمے تیار کئے انہیں سے تھس پیائے اور پاریوم (ہیلیس پونٹ) والے بُت مشہور ترین تھے، اور اسوقت بھی ویٹی کان اور نیپلز میں ایسے مجسمے

باب ۱۲

موجود ہیں جن سے اسکے اسلوب کا اندازہ ہوتا ہے۔ اسکے اپولو ساؤرو کتونوس ("چھپکلی کش") کی، جسکے اسلوب کا اکتشاف پراکسی تے لیس نے کیا تھا، بہت سی نقلیں موجود ہیں۔ اسنے Satyr نیم انسان نیم حیوان دیوتا کا ایک مجسمہ تیار کیا تھا جسمیں وہ ایک تپائی پر اپنا ہاتھ رکھے کھڑا ہوا تھا، اور اس کی ایک مشہور نقل کاپی تول کے نوادر خانہ میں رکھی ہوئی ہے۔ علاوہ ازیں ہمارے پاس خود پراکسی تے لیس کا بنایا ہوا ایک مجموعہ بھی ہے جس میں ہرمیس شیرخوار باکھوس کو اپنی گود میں اٹھاتا ہوا دکھایا گیا ہے؛ یہ مجموعہ ۱۸۷۷ء میں اولمپیا کے بت کدۂ ہیرا میں عین اسی جگہہ ملا جہاں اسکے سنگتراش نے اُسے تیار کیا ہوگا۔ پراکسی تے لیس نے انفرادی انسانوں کے مجسمے اور عام معاشری زندگی کی تمثیلیں بھی پتھر میں تراشیں۔ اسکے بتوں سے اس زمانے کی شہوت پرستی کے میلانات کا خوب اندازہ ہوتا ہے، اور اس کا یونانی فنون لطیفہ پر گہرا اثر پڑا۔ اسکے بیٹے کیفیسودوتوس اور تمارخوس بھی بت تراش تھے، اور شاید ویٹی کان والے مناندر اور پوسی دی پوس کے نشستہ مجسموں سے ان دونوں کے اسلوب کا اندازہ ہوسکتا ہے۔ یہ بلا خوف تردید کہا جاسکتا ہے کہ پراکسی تے لیس کے انداز کی پیروی برابر چوتھی صدی ق م کے نصف آخر تک کیجاتی ہے۔

اسی جلد میں ہمیں ایک مرتبہ اور یونانی فنون لطیفہ کی طرف رجوع ہونا پڑیگا چنانچہ ہم فن تعمیر اور سکوکیات کو اسوقت تک چھوڑ دیتے ہیں۔[۵]

۵ آجکل یونانی فنون لطیفہ کے میدان میں اسقدر تحقیقات کی جارہی ہے اور اس میں اتنے اکتشافات ہو رہے ہیں کہ صف اول کے مبصر بھی ہمیشہ اسے بروقت اور برمحل کام میں نہیں لاسکتے۔ اسی لئے میں محض ان معلومات پر اکتفا کرتا ہوں جو میرے لئے لازمی ہیں۔ نقاشوں کی تاریخ پر حال میں و، کلائن نے ایک بسیط مضمون "تاریخ نقاشی یونان جریدۂ آثاریات و نوشتیات اسٹریا W. Klein; Studien Zur griech. Kunsldergeschichte; Archaelog.-epigr. Mittheil. aus Oesterreich. جلد ۱۱ و ۱۲- اگاتھارخوس

باب ۱۲

مفصلۂ بالا بیان سے یہہ عیاں ہوتا ہے کہ جہاں چوتھی صدی ق م کے نصف اول کی ادبیات کا مرکز ایتھنز ہے وہاں فنون لطیفہ کا جنم بھوم کسی اور جگہہ ہے، اور اسمیں جو جدتیں کیجاتی ہیں وہ ان ممالک میں جیسے ایشیاء کوچک جن میں آزادی سے ذرا کم لگاؤ ہے۔ ظاہر ہے کہ سلطنت ایران میں بھی لوگ فنون لطیفہ سے محظوظ ہو سکتے تھے، اسلئے کہ محض فنون لطیفہ کے لوازمات میں ذہنی قوت نہیں ہے لیکن انیمی سوس یا ہالی کارناسوس میں کسی افلاطون یا ایستقراطیس کا وجود قطعًا ناممکن ہوتا۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ کے لئے دیکھو کلائن ۲، ۱، ۷، ۸، جہاں Vitr 7. Praef. 11. کے الفاظ Scenam feoit کی تشریح کی گئی ہے۔ اپولودوروس کے لئے دیکھو کلائن ۱۲، ۱۰۱؛ زیوکسس اور پارھازیوس کے لئے ایضًا ۱۰۳ وغیرہ۔ کلائن کا خیال ہے کہ زیوکسس ہرقلیہ واقع بحیرۂ اسود سے آیا تھا۔ تمان تھیس، ایضًا ۱۱، ۲۱۲۔

کروتون کے باشندے اور ہیلی نا؛ Cic. de Iny ۲، ۱؛ پلینی ۳۵، ۶۴، ۶ معلوم ہوتا ہے کہ یہ قصہ پہلے زبان زد عوام ہوا، اور پھر زمانہ ابعد کے مصنفوں نے اسپر خوب نمک مرچ چھڑک کر فرضی واقعات کا اضافہ کیا۔ اس باب اور باب ۲۹ کے لئے رائناش کی کتابچہ لسانیات قدیم Reinach : Manuel de philolgie classique جلد ۲، پیرس ۱۸۸۴ء کو دیکھا جائے۔

باب سیزدہم

ایتھنز کی کیفیت تقریباً سنہ ۳۶۰ ق م میں

اب ہم از سرنو سیاسی کیفیات کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ اپامنونداس کی وفات کے بعد ایتھنز دوبارہ ارض یونان کا مرکز بن جاتا ہے۔ جہاں تھیبز کی عظمت و سطوت کا انحصار وہاں کے ممتاز شہریوں پر تھا، وہاں جنگ لیوکترا کے بعد اسپارٹا کی حالت میں بیّن فرق پیدا ہو جاتا ہے اور اس میں وہ پرانی بات باقی نہیں رہتی۔ ان دونوں مملکتوں کے زوال کے بعد ایتھنز ہی ایک ایسا شہر رہ گیا جس میں اب بھی پرانا دم خم باقی تھا، چنانچہ اسے ہر یونانی عزت و توقیر کی نگاہ سے دیکھنے لگا۔ ایتھنز ہی تھا جس نے شمالی بادشاہ کے خلاف اپنی تلوار نیام سے نکالی اور جو اس وقت کے بعد بھی مسلسل فیلقوس کے خلاف دم بھرتا رہا جب ایتھنز کے حرکات کی وجہ سے موخرالذکر نے خاص سرزمین یونان پر حملہ کر دیا۔ ان اسباب کی وجہ سے یہی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم حالات متعددنیہ پر تبصرہ کرنے سے پیشتر ایتھنز کی اُس زمانے کی تاریخ سے دوچار ہوں جب اس میں اس شمالی سلطنت سے جنگ آزما ہونے کی تیاریاں کی جا رہی تھیں، اور اسکے سمجھنے کے لئے تھوڑے سے واقعات ماضیہ کا اعادہ بہتر ہوگا۔[1]

---

[1] ایتھنز کے اندرونی ارتقا اور سنہ ۳۷۹ ق م سے سنہ ۳۶۱ ق م تک کے سیاسی فریقوں کے

باب ۱۳

تھیبز کی آزادی کے بعد (۳۷۹ ق م) میں اتھینز کی حکومت کا افسر اعلیٰ کالیسٹراٹوس تھا، اور وہی باوجود اسپارٹا کے ہمدرد ہونے کے مسلسل ذی اختیار رہا اور جدید لیگ کے قیام میں پیش پیش رہا۔ ابتداء میں تو اس نے خابریاس اور تیموتھیوس کے ساتھ مل کر کام کیا، لیکن بالآخر مؤخر الذکر کو معزول کرا کر چھوڑا اور اس کی جگہ ایفیکراتیس کو مقرر کرا دیا۔ تھیبز کی تاراجی پلاٹیہ اور صلح کالیاس کی ناکامی کے بعد اتھینز نے ابتداء میں تو محض زبانی اور مابعد عملاً اسپارٹا کی ہمنوائی شروع کی، اور جنگ لیوکترا کے بعد اس میں برابر اضافہ ہوتا گیا۔ چنانچہ جب اپامینونداس نے پیلوپونیز پر حملہ کیا تو اتھینیوں نے اسپارٹا کی مدد کے لئے خود ایفیکراتیس کو روانہ کیا۔ ۳۶۹ ق م میں اتھینز اور اسپارٹا کے باہمی معاہدے کے شرائط طے ہو گئے، اور جب پیلوپیداس کی کوشش سے ایرانی تھیبز کے ساتھ مل گئے تو تھیبز نے اتھینز کے خلاف

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ حالات کے واسطے شیفر کی حیات دیموستھنیز Schaefer: Demosthenes اشاعت دوم (لائپزگ ۱۸۸۵ء) جلد ۱، اور بیلوخ "سیاسیات اٹیکا" Beloch Attische Politik (لائپزگ ۱۸۸۴ء) کا مطالعہ کیا جائے۔

اس عہد اور عہد ماقبل کے اٹیکائی مدبروں کے اختیارات سلب کر لئے گئے اور انہیں سزائے موت کا حکم سنایا گیا؛ ۳۶۲ ق م تھراسی بولوس کا دوست ارگوکلیس، بیلوخ ۱۲۸؛ ۳۷۹ ق م کتاب ہذا کے باب ۴، حاشیہ ۸ میں جن لوگوں کا ذکر ہے اُن کا بیان بیلوخ ۱۴۸ میں دیا ہوا ہے؛ ۳۶۳ ق م تھیموپومپوس کا دوست انتی ماخوس، بیلوخ ۱۴۵؛ ۳۶۰ ق م اتاغورس کی سفارت سوس، بیلوخ ۱۵۳؛ ۳۹۲ ق م کالس تھنیس، بیلوخ ۱۵۹۔

ارسطوفون پر پچھتر مرتبہ مواخذہ کیا گیا، لیکن وہ ایک مرتبہ بھی سزا کا مستوجب نہیں گردانا گیا، اور کیفالوس پر کبھی "تجویز خلاف آئین" کا الزام عائد نہیں کیا گیا۔ ۳۵۹ ق م میں تھراسبی واقعات کے متعلق مقدمات دائر کئے گئے Sch D ۱، ۱۶۰۔

اور دیوی الزامات اور سکندر روانہ لئے فیرائے کے حملے کیلئے دیکھو کرتیوس ۳ (۶، ۷۹)۔

ارسطوفون کیلئے دیکھو دیموستھنیز (Cor.) ۱۶۲؛ اُس خلیس؛ کیفیسیاس ۱۳۹؛ شیفر، دیموستھنیز ۱، ۱۳۸ وغیرہ

باب۱۳ نہایت شد و مد سے تیاریاں شروع کردیں، پہلے تو اتھنزیوں نے اوروپس پر قبضہ کرلیا (اور اسی سلسلے میں کالیسترا توس پر عدم ادائگی فرائض کا الزام لگایا جس سے وہ آخر کار بری ہوگیا)؛ ازاں بعد انھوں نے اتھنز کی بحری سیادت پر حملہ کرنا شروع کیا، اور خود اپامنونداس کی سرکردگی میں اتھنزی بیڑے کو نیچا دکھایا۔

ان پے در پے ہزیمتوں کے باعث اتھنز کے معاملات عامہ میں ایک خاص حرکت پیدا ہوگئی؛ تیمودیوس نے سیاسیات میں از سر نو حصہ لینا شروع کیا اور تھریس میں اتھنز کی خدمت کرنے کا تہیہ کیا؛ دوسری طرف کالیسترا توس پر جو اعتبار تھا اس کی بنیاد اب ہل گئی، اور جب اسے آرکیڈیوں کو اتھنز کا ہم نوا بنانے میں ناکامی ہوئی تو اسکے اثر میں پہلے سے بھی زیادہ کمی پیدا ہوگئی، گو وہ جنگ مینتی نیہ تک اپنے عہدے سے علیحدہ نہیں کیا گیا۔ اسکے زوال کے اسباب کا صحیح تعین نہیں ہوسکتا، لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اس کا فوری سبب یہ ہوگا کہ اسی کے عہد میں اتھنز کو دیار شمالی کی مہمات میں شکست پہونچی جب شاہ کوتیس نے تھریسی خرسونیز میں اپنے قدم جمائے تو بیزنطیوں، خالکدونیوں اور کیزیکوسیوں نے غلہ اتھنز جانے سے روک دیا، جسکی وجہ سے اتھنز کو مجبوراً پردکاس کے ساتھ ایک نقصان رساں صلح نامے پر دستخط کرنے پڑے۔ لیکن سب سے زیادہ جس بات سے اتھنز کو پریشانی ہوئی وہ یہ تھی کہ سکندر والی فیرائے نے جزائر سکلادیز میں لوٹ مار کرنے کے لئے ایک بیڑا روانہ کیا؛ جزیرہ پے پارے تھوس پر قبضہ کرلیا؛ اور جب اتھنز کیطرف سے انکی سرکوبی کے لئے لیوس تھنیس گیا تو سکندر نے اسے چاروں طرف سے گھیر کر اتھنز کی فوج کو شکست دیدی۔ اسکے بعد وہ اسپارٹا کے لیوتیاس کیطرح پرائیوس پر یکایک آگرا اور یہاں کے بازار اور صرافے کو خوب اچھی طرح سے لوٹا۔ اتھنزیوں میں ان مسلسل شکستوں کی وجہ سے بیحد جوش پیدا ہوا اور انھوں نے اول تو یہ تہیہ کیا کہ وہ بحری سیادت کو اپنے قبضے سے ہرگز نہ جانے دینگے، پھر لیوس تھنیس اور کالیسترا توس کو سزائے موت کا حکم سنایا جسکے بعد وہ دونوں اپنا وطن چھوڑ کر

باب ۱۲ از خود شہر بدر ہو گئے، اور موخرالذکر کی جگہہ ارسطو فون مقرر ہوا جس کی بابت یہ مشہور تھا کہ وہ بیوتیہ کا دوست ہے۔

یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم ذرا توقف کر کے ایتھنز کی سیاسی کیفیت پر نظر دوڑائیں۔

ایتھنز کا اب بھی بجنسہ وہی دستور تھا جو فارقلیس کے عہد میں مروج تھا، چنانچہ مجلس خاص اور ہیلیایہ کے اختیارات میں مطلق کوئی ترمیم نہیں ہوئی تھی۔ اس دوران میں صرف ایک ضمن میں یعنی صدارت کے متعلق ضرور تبدیلی ہوئی تھی، وہ یہ کہ پہلے تو جمعیت کی صدارت پریتانیس کرتا تھا، لیکن اب ان قبائل میں سے جو برسراقتدار نہیں ہوتے تھے، ایک ایک پروئدروس قرعہ کے ذریعے سے منتخب ہونے لگا اور یہ سب پروئدری مل کر ایک اپیستاتیس منتخب کرنے لگے جو جمعیت کا صدر ہوتا تھا۔ اس پیچیدہ انتخاب کا مقصد یہ تھا کہ مجلس خاص کے اثر کو کم کیا جائے۔ ان عدیدی سازشوں کے باعث، جن کا ایتھنز پانچویں صدی ق م میں شکار بنا ہوا تھا، عوام الناس میں اپنے رہبروں کی طرف سے بے اعتباری پیدا ہو گئی تھی، چنانچہ اب سپہ سالاروں اور محرکین تجاویز کی ذمہ داری پر پہلے سے زیادہ زور دیا جانے لگا اور بد انتظامی اور تحریکات خلاف دستور کے مقدمات کی تعداد میں گونہ اضافہ ہو گیا۔ ہم اس امر سے واقف ہیں کہ اس سے قبل بھی مدبروں کے خلاف تشدد عوام کی کچھ کمی نہ تھی، چنانچہ ملتیادیس انتی فون اور جنگ ارگی نوسائے والے سپہ سالاروں پر جو الزامات لگائے گئے تھے اُن سے یہی اصول واضح ہوتا ہے۔ لیکن چوتھی صدی ق م میں اس قسم کے مقدمات اور احکام کی تعداد پہلے سے کہیں زیادہ ہو گئی، چنانچہ تھراسی بولوس جیسا شخص مواخذہ سے بال بال بچا؛ ۳۷۳ ق م میں تمودیوس کو بعض غیر ملکی دوستوں کے بیچ میں پڑنے کی وجہ سے سزا موت سے نجات ملی؛ کالیستراتوس جو اپنی حماقت کی وجہ سے ایتھنز واپس آ گیا تھا، آخر کار موت کے گھاٹ اتار اگیا؛ تھراسی بولوس کے دوست ارگو کلیس کو سزا موت دی گئی؛ صلحنامہ شہنشاہی

کے بعد دیوتی سیوس اور بہت سے دوسرے سپہ سالاروں اور سفیروں کو نیز
ان دو سپہ سالاروں کو جو سنہ ۳۶۹ ق م میں تھیبز کی امداد کے لئے گئے تھے۔
سزائے موت کا حکم سنایا گیا، اور یہی حال جنگ مین تی نیہ سے پہلے تھوراسس
کے ساتھی انتی ماخوس، تماغورس (جو سوسا کی سفارت پر گیا تھا) اور کالیستراتوس
کا ہوا۔ بحقیقت حال یہ ہے کہ اس عہد میں کسی شخص کا بحیثیت ایک صلاح کار و سپہ سالار
کے ایتھنز کی خدمت کرنا بیحد خطرناک تھا، چنانچہ ارسطوفون کو بھی تحریکات
خلاف دستور کے الزام میں متعدد مقدمات میں جوابدہی کرنی پڑی، لیکن
اپنی خوش قسمتی سے وہ ہر ایک الزام سے بری ہوگیا۔ کم از کم اس واقعہ سے
اس امر کا انکشاف ہوتا ہے کہ مقدمات میں ہمیشہ ملزم کو سزا کا مستوجب نہیں گردانا
جاتا تھا۔ بعض کی رائے میں یہ مقدمات صرف اسلئے دائر کئے جاتے تھے کہ ان کے
ذریعے سے جرمانوں کی سزا دیجائے اور رقوم محصلہ سے خزانے بھرے جائیں،
لیکن اس میں مبالغہ آمیزی معلوم ہوتی ہے، اسلئے کہ علی العموم اس قسم کے مقدمات
محض کسی سیاسی گروہ کیجانب سے دائر کئے جاتے تھے، اور ان کا مقصد صرف
یہ ہوتا تھا کہ کسی سیاسی مخالف کو نیچا دکھایا جائے۔ اسیطرح یہہ خیال بھی مبالغے
سے خالی نہیں معلوم ہوتا کہ مستغیث محض اپنی جیبیں پر کرنے کی غرض سے شرفا
پر مقدمات لگاتے تھے۔ بلاشبہہ اس قسم کے لوگ ایتھنز میں ضرور موجود تھے
جو خاموش اور شریف شہریوں کے فطری خوف مقدمہ بازی سے فائدہ اٹھاتے
تھے، لیکن ہمیں یہہ یاد رکھنا چاہئے کہ اس قسم کے مستغیثوں کو ہمیشہ یہ خطرہ لگا رہتا تھا
کہ اگر انکے موافق بیس فیصدی رائیں نہ آئیں تو انہیں ایک ہزار درہم بطور جرمانہ کے
داخل کرنے پڑیں گے، جس کی وجہ سے بہت سے لوگ جرمانہ کے خوف سے بے بنیاد
استغاثوں سے پرہیز کرتے تھے۔ فی الجملہ ہم یہ حکم لگا سکتے ہیں کہ مخالفت دستور کے
مواخذات عامہ میں جو خرابیاں تھیں ان سے کہیں زیادہ انکے محاسن تھے،
جن میں سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ لوگوں کے دھیان میں ہمیشہ محرک کی ذمہ داری
کا احساس رہتا تھا۔ جمعیت ایتھنز کے جلسوں میں کبھی اسقدر شور برپا نہیں ہوتا تھا
جتنا زمانہ حال کی بعض پارلیمنٹوں میں۔ بلاشبہہ بعض مرتبہ یہ جلسے طوفان خیز ہوتے تھے،

اور جب جمعیت کسی مقرر کی تقریر سننا پسند نہیں کرتی تھی تو اسے شور و غل کر کے روک دیا جاتا تھا؛ لیکن عام طور پر لوگ اپنے سے زیادہ فہیم و ذی حیثیت اشخاص کی رائے سننا پسند کرتے تھے، اور کسی خطرے کے وقت وہ ہمیشہ کسی ایسے شخص کی صلاح لینے سے گریز نہیں کرتے تھے جسے وہ اپنے سے بہتر تصور کرتے تھے۔

علاوہ ازیں ہماری دانست میں صریح بے انصافی کی کوئی ایسی مثال جو یقینی صداقت تام نہیں ہے جیسی جنگ آرگے نوسائے کے بعد دیکھی گئی۔ واقعہ یہ ہے کہ صرف وہی لوگ جو دستور ایتھنز سے ناآشنا ہیں وہاں کی حکومت کو انبوہ شاہی کا لقب دے سکتے ہیں، اور فیلقوس کے قبضہ ایلاتیہ کے بعد ایتھنز میں جو بحث مباحثہ ہوا اس سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ وہاں کی حکومت میں انبوہ عامہ کا بہت ہی کم اثر تھا۔

بہر حال ہمیں دستور ایتھنز کے تاریک پہلو کو بھی نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔ اس میں سب سے بڑی خرابی یہ تھی کہ اس میں کسی ایسی مستقل حکومت کا قطعی فقدان تھا جس کے باعث امور تصفیہ طلب میں یکسانی پیدا ہونا ممکن ہوتا۔ ایتھنز میں خود عموم کے ہاتھ میں زمام حکومت تھی اور انھیں ہر ایک امر کو منظور یا نامنظور کرنے کا اختیار تھا، چنانچہ کوئی دنیوی طاقت ایسی نہیں تھی جو انھیں خود اپنی ہی قرارداد کو مسترد کرنے یا اپنے ضمن ہائے کرنے سے روک سکتی۔ مثلاً یہ ممکن تھا کہ ایک دن تو وہ یہ تصفیہ کریں کہ جو شخص فیلقوس کی جان لیگا اُسے عدالت کے سپرد کر دیا جائے گا، اور دوسرے ہی روز یہ قرارداد منظور ہو جائے کہ فیلقوس کا خاتمہ کرنے والے کا عزت و احترام کیا جائے گا؛ اور لطف یہ ہے کہ یہ سب محض ایک شخص کی تحریک اور اسکی ذمہ داری پر کیا جاتا۔ یہ بھی امکان سے باہر نہیں تھا کہ وہ اعلان جنگ کریں، اور میدان کارزار کو بھیجنے کے لئے سپاہیوں اور ملاحوں کی تعداد بھی مقرر کریں، لیکن اس مہم کے واسطے روپیہ منظور کرنے کی ذمہ داری کسی پر عائد نہیں ہوتی تھی؛ اور لطف یہ ہے کہ چونکہ کوئی شخص کسی غیر منظورہ رقم کو ہاتھ نہیں لگا سکتا تھا اسلئے ایسی حالت میں کوئی شخص سرے سے اس مہم کی روانگی کا مطلق ذمہ دار نہیں تھا۔ یا پھر

باب ۲۱

یہ بھی ہو سکتا تھا کہ بیڑا اور فوج روانہ کرنے کے لئے تو قرارداد منظور ہو لیکن کچھ عرصے کے بعد خزانے میں روپیہ کی کمی کی وجہ سے خرچ کے لئے منظوری دینے سے اغماض کیا گیا ہو، اور کوئی شخص اخراجات کی کفالت کی تحریک پیش کرنے کی ضرورت یا ذمہ داری محسوس نہ کرتا ہو۔ چاہے کوئی تحریک کسی پیشرو قرارداد کا فطری نتیجہ ہی کیوں نہ ہو، اسکے لئے ایک ذمہ دار محرک کی ضرورت تھی، اور ظاہر ہے کہ کسی ایتھنزی شہری کو کسی امر کی تحریک کرنے کے لئے مجبور نہیں کیا جا سکتا تھا۔ الغرض یہ بالکل ممکن تھا کہ عین نازک وقت پیش آنے پر ہی حکومتی کل بالکل رک جائے، اور جیسا ہم عنقریب دیموستھنیس کے احتجاجات سے دیکھیں گے، ایسا اکثر ہوا بھی کرتا تھا۔ جب کبھی کوئی شخص میدان مباحثہ اور میدان عمل دونوں میں لوگوں کی نظروں میں قابل عزت و احترام ہوتا تو یہ برائیاں اسقدر نمایاں نہ ہوتیں؛ لیکن اگر کوئی ایسا ذی اثر مدبر ہوتا جسکے سپرد سپہ سالاری کی خدمات نہ کیجاتیں تو یہ سب خرابیاں المضاعف ہو جاتیں، اور یہی کیفیت چوتھی صدی ق م کے ابتدائی حصہ میں تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ لوگوں نے خابریاس، تموتیوس اور ایفیکراتیس جیسے سپہ سالاروں پر کبھی پوری طور سے اعتماد نہیں کیا بلکہ انھیں ہمیشہ شہریوں کی آزادی کے لئے خطرناک تصور کیا جس کی وجہ سے اہم ترین امور کی تحریک کا فرض بجائے ان کے دوسروں کے گردن پر عائد ہوتا تھا۔ بلاشبہہ خارقلیس کی طرح فوکیون مسلسل خدمت استراتی گوس پر مامور تھا اور ساتھ ہی میدان تدبر میں بھی کسی کے پیچھے نہیں تھا۔ لیکن دونوں میں یہ فرق تھا کہ جہاں بہتوں نے فارقلیس کی پیروی کی وہاں فوکیون کا کوئی پیرو نہ تھا، بلکہ اُسے قوم کا مخدوم نہیں خادم کہنا چاہئے۔ پانچویں صدی ق م سے استراتی گوئی کی حیثیت میں زوال آگیا تھا (دیکھو جلد ۲، باب ۱۴) اور اہم ترین تحریکیں کرنے کا فرض جو ابتدا میں آرخنون اور پھر استراتی گوئی کو حاصل تھا وہ اب ایسے مقرروں کے ساتھ وابستہ ہو گیا جو وطن یا میدان جنگ دونوں میں سے کسی میں بھی ذی اقتدار نہ ہوتے تھے۔ واقعہ یہ ہے کہ عدالتوں اور سیاسی مجالس دونوں میں فوری جوشش و خروش کا بہت بڑا اثر ہوتا تھا۔ ایک طرف

باب ۱۲

عدالتوں میں اراکین ہیلیایہ کو تجویز دینے کا مکمل اختیار تھا اور نہ صرف اُن کی تجاویز ناطق ہوتی تھیں بلکہ وہ دلائل و براہین پیش کرنے پر بھی مجبور نہ تھے، دوسری جانب میدان سیاسیات میں جمعیت ہر ایک تفصیلی امر پر جزاً و کلاً حاوی تھی۔ جس طرح دائرۂ قانون میں ہیلیایہ کے کسی حکم کے مرافعے کی سماعت کا اختیار کسی دوسری عدالت کو نہیں تھا، اسی طرح سیاسیات میں کوئی جماعت ایسی نہ تھی جو عوام الناس کی خواہش کے بموجب تفصیلی امور طے کرسکے۔ ان باتوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ قانون و سیاسیات دونوں کی کیفیت ایسی انفرادی قراردادوں کے مجموعوں کی سی ہوگئی، جن کے مابین بعض مرتبہ کسی قسم کی یکسانی یا مناسبت نہ پائی جاتی ہو۔ اس صورت سے جو خرابیاں پیدا ہوتیں اُن کا سب سے زیادہ اثر خارجی معاملات پر پڑتا تھا، اور یہی وہ معاملات تھے جنھیں ایتھنز کے مدبر اکثر جلب زر اور سوفسطائیت کے اصول پر عمل کرکے انجام دیتے تھے، جس کی وجہ سے ایتھنز کو اُن کی غلطیوں کا اور بھی زیادہ خمیازہ بھگتنا پڑتا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ خارجی حکمت عملی کی انھیں خامیوں کی وجہ سے ایتھنز کو زوال کا مُنھ دیکھنا نصیب ہوا۔[۵۵]

۵۵ کہا جاتا ہے کہ سب سے پہلے آنی توس نے اراکین ہیلیایہ کی رشوت کو مروج کیا، پلوٹارک (Cor.) ۱۴۔ دیکھو واخسموت: "بلدیۂ ایتھنز" (Wachsmuth: Die Stadt Athen) ۲، ۴، ۳۷۔ ایتھنزیوں کی طماعی کو ل، شمٹ نے "اخلاق یونانیان قدیمہ" (L. Schmidt: Die Ethik der alter Griechen) ۲، ۴۰ ۲ وغیرہ میں اپنے اصلی رنگ میں دکھایا ہے۔

بدگمانی یا بے اعتباری ("ایستیا") کو دیموس تھنیس خاص طور پر بطور ایک عمدہ صفت کے شمار کرتا ہے ("فیلقوسی" ۲، ۴، ۲؛ "ارسطقراطیس" ۱۱۱)۔ حقیقت یہ ہے کہ دیموس تھنیس کے سکھائے ہوئے بغیر بھی اُن کا اس عادت کی طرف میلان تھا۔

دراصل ایتھنزیوں کو جس قسم کی عمومیت سے نقصان پہنچا وہ عمومیت محض نہ تھی بلکہ اُس کی وہ خاص شکل تھی جو اُس میں رائج تھی جیسے شیفنے "عمومیت بلا واسطہ" کہا

باب ۱۳ | مملکت ایتھنز کے مالیات کی حالت اتنی اچھی نہیں تھی جیسی عہد فارقلیس میں

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ لقب دیتا ہے، (محیط المحیط السیاسیات Encyklopaedie der Staatslehre) صفحہ ۳۱۰) اور اس سے وہ ایسی عمومیت مراد لیتا ہے جس میں بلا شرکت غیرے عموم کی حکومت ہو، اور جس میں ہر تفصیلی امر پر عموم پورے طور پر حاوی ہوں۔ اسی لئے اس قسم کی عمومیت سے کبھی ایسی حکومت کا ارتقا ہونا ناممکن ہے جو سیاسی فریق بندی پر مشتمل ہو، اور جس میں یکے بعد دیگرے مختلف سیاسی فریق خود حکومت بن جاتے ہوں یعنی مختلف سیاسی گروہ مختلف اوقات میں ضروریات حکومت پوری کرتے ہوں جیسے آج کل انگلستان میں ہوتا ہے۔ ایتھنز میں کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کوئی متفق ہمرائے گروہ حکومتی قرار دادوں کے لئے ذمہ دار ہوتا، بلکہ یہ ذمہ داری ہمیشہ کسی نہ کسی فرد واحد پر عائد ہوتی تھی۔ ایتھنز میں فرد کے مقابل غیر منظم مملکت نظر آتی ہے اور اس صورت حال کی وجہ سے جب کبھی فارقلیس یا دیموس تھنیس کی طرح کوئی ذی اثر شخصیت نہیں ہوتی جس میں عوام کی معتمد علیہ بننے کی اہلیت نہ ہو، تو مختلف تجاویز یا قرار دادوں پر فوری جذبات و احساسات کا اثر پڑتا ہے، چنانچہ بجنسہٖ یہی صورت حال جنگ پیلوپونیز کے آخری ایام کی کارروائیوں میں نظر آتی ہے۔ میں اس امر پر اس قدر زیادہ زور اس لئے دے رہا ہوں کہ جدید زمانہ میں یا تو اسے بالکل نظر انداز کر دیا جاتا ہے ورنہ اُس کا کافی اندازہ نہیں کیا جاتا مثلاً ویسٹرمان روزنبرگ جب دیموس تھنیس ا، ۲۴۴ پر حاشیہ لکھتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ اولنتھوس وغیرہ کے حالات کو پیش نظر رکھ کر ایتھنزیوں کو "اس فریق کے قبضے سے حکومت کو نکال لینا چاہیئے تھا"۔ حقیقت یہ ہے کہ ایتھنز میں کبھی ایسی حکومت کا وجود نہیں ہوا جسے پارلیمنٹی وزارت کی طرح برخاست کیا جا سکے۔ حکومت تجاویز عوام کے ذریعے سے چلتی تھی، اور ہر وہ شہری جس کے حقوق سلب نہ کئے گئے ہوں کسی تجویز کی تحریک کر سکتا تھا۔ ویسٹرمان و زنبرگ (Westermann Rosenberg) یہی رائے تیسرے فیلقوس کی تقریر کے متعلق بھی ظاہر کرتا ہے جو ۳۴۱ ق م میں دی گئی تھی دیموس تھنیس اس تقریر سے عرصہ دراز پہلے سے عوام کا معتمد علیہ تھا، اور اسے یہ قدرت حاصل تھی کہ وہ تحریک پیش کرکے لوگوں کو اپنا ہم نوا بنا لے۔ اگر ناظرین اس طریقے کو معلوم کرنا چاہیں جس سے

باب ۱۳

بلا شبہہ اب بھی ایسے حلیف موجود تھے جو خراج ادا کرتے تھے، لیکن ان خراجیوں کی تعداد میں بہت کچھ کمی ہو گئی تھی، اور اس کے برعکس چونکہ اب ہمیشہ کہیں نہ کہیں جنگ جاری رہتی تھی اس لئے مصارف پہلے سے کہیں زیادہ ہو گئے تھے۔ ان اخراجات کی کفالت کے لئے اس براہ راست محصول کی ایک مستقل شکل ہو گئی تھی جو سب سے پہلے آرخن نوزی نی کوس کے عہد (سنہ ۳۷۸-۳۷۷ ق م) میں لگایا گیا تھا۔ چونکہ محصول کی ادائگی میں لازماً تھوڑا بہت توقف ہوا کرتا تھا اس لئے یہ مناسب معلوم ہوا کہ ایسے درمیانی لوگ مقرر کئے جائیں جو بلا واسطہ مملکت کے سامنے وصول رقم کے لئے ذمہ دار ہوں۔ یہ لوگ رقم وصول کردنی میں سے ایک جزو جمع کرتے اور ساتھ ہی ایک دوسرے کے ضامن بھی ہوتے تھے۔ خود شہریوں کا ہی اس میں نفع تھا کہ جس قدر رقم مطلوبہ ہو وہ سب کی سب تمام و کمال جمع ہو جائے اور ساتھ ہی مملکت کو یہ رقوم نسبتہً تھوڑی قسطوں میں مل جائیں۔ ان درمیانی لوگوں کو مجموعی طور پر سیئیو مورائے (جماعت) کا لقب دیا جاتا تھا اور ان کی جماعتیں سب سے پہلے سنہ ۳۷۸-۳۷۷ ق م میں قائم ہوئی تھیں۔ اسی طرح تریرارخیا کو بھی از سر نو منظم کیا گیا۔ جنگ پیلوپونیز جیسے بعید زمانے میں بھی ایتھنز میں متموّل لوگوں کی تعداد میں اس قدر کمی پیدا ہو گئی تھی کہ اب ہر سہ طبقہ جہاز کے تیار

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ عوام حکومت کے کل پرزے سے گہری دلچسپی لیتے تھے تو انھیں فوکارٹ کا دلچسپ مضمون "سنہ ۳۵۲ ق م کی تجویز جو الیوسس میں ملی" جریدۂ مراسلات یونان سنہ ۱۸۸۹ء
(Fouc art: Decret alihenien de l'an 352 trouve a)
Eleusis, Bull. de Corr. hell.) صفحہ ۳۴۴ پڑھنا چاہیئے۔ لیکن ہمیں یہ بیان کرنا مناسب ہوگا کہ ایتھنز میں بہت سے ایسے اسباب بھی موجود تھے جن سے فوری جذبات کے اثر کی خرابیوں کا انسداد ہوتا تھا، مثلاً "نوامیس" یا "قوانین" کا جو احترام کیا جاتا تھا اس سے یہی نتیجہ مترتب ہوتا تھا لیکن چونکہ نوامیس کا تعلق صرف اندرونی معاملات سے ہوتا تھا اسلئے امور خارجہ میں عوام کے تلوّن کو بہت کچھ دخل تھا، چنانچہ اسی شعبۂ سیاسیات میں اس طرز کار کی خرابیاں زیادہ نمایاں ہیں۔

باب ۱۱ کرنے کی ذمہ داری بجائے ایک ایک شہری کے دو دو شہریوں کے کندھوں پر آگئی تھی چنانچہ ۳۵۸/۳۵۷ قم میں تریرارخیا کے لئے دو دو ارکین کی سیوموریا یا جماعتیں ترتیب دی گئیں۔[۵۳] لیکن یہ جماعتیں اس مقصد کے حصول کے لئے زیادہ مفید ثابت نہیں ہوئیں۔ تریرآرخ کو دو قسم کے فرائض انجام دینے پڑتے تھے، یعنی وہ خود ہی ایک سہ طبقہ جہاز تیار کرتا اور خود ہی اُس کی کمان کرتا، بلکہ اس جہاز کو وہ خود اپنا تصور کر کے اُس کی خوبروئی اور نفاست پر فخر کرتا تھا۔ لیکن جدید تنظیم کی بدولت تریرآرخی کا تعلق زیادہ تر مالیات سے ہوگیا، اور فرائض کمان داری تریرارخوں میں سے اُس شخص کے ساتھ وابستہ ہونے لگے جسے سیوموریا مقرر کرتی چنانچہ کمان دار نہ صرف مملکت کے سامنے بلکہ اُس جماعت کے سامنے بھی ذمہ دار گردانا جاتا تھا۔ اُسے نہ صرف اپنا بلکہ دوسروں کا روپیہ خرچ کرنے کا اختیار ہوتا، اور اگر جہاز کو باوجود اپنے کارہائے نمایاں کے نقصان پہنچتا تو اخراجات کا بار تمام جماعت پر پڑتا، لیکن کارہائے نمایاں کے امتیاز سے کوئی بھی مستفید نہ ہوتا۔ ظاہر ہے کہ اس سے قدیم جذبۂ وطن دوستی میں ضرور فرق آگیا ہوگا۔ اسی زمانے میں

---

۵۳ جماعت تریرارخیا میں جو تبدیلی ہوئی اُس سے نقصان ہی پہنچا، اور خود دیموس تھنیس کی اصلاحات اُس کی خرابیوں کے انسداد میں قاصر رہیں۔ یہ سیوموریا جنگ حلفا کی ابتدا میں یعنی ۳۵۷/۳۵۶ قم میں قائم کئے گئے اور اسی جنگ میں ایتھنزیوں کو بحری معرکے میں شکست ملی۔ ۳۴۰/۳۳۹ قم میں دیموس تھنیس نے اصلاح کی (گلبرٹ ۱۴۴، ۳۵) لیکن اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایتھنز کے عظیم الشان بیڑے میں بہ کر تھوڑے سے مقدونوی جہاز ہیلیس پونٹ سے نکل گئے! شیفر: "دیموس تھنیس" (Schaefer: Demosth : کی سمجھ میں اس کا سبب نہیں آتا، لیکن میری دانست میں اگر ہم ان تریرارخیوں کو ایسی شرکتہائے سرمایہ مشترکہ تصور کریں جنھیں سب سے زیادہ فکر اس کی ہوتی تھی کہ اُن کے کسی فعل سے کہیں انھیں مالی نقصان نہ پہنچ جائے، تو ہمیں اس کا سبب صاف نظر آجاتا ہے۔
معلوم ہوتا ہے کہ جن ایتھنزیوں کے پاس ۲۵ منائے سے کم مالیت ہوتی تھی اُن پر اس قسم کا محصول عائد نہیں ہوتا تھا

باب ۱۳

مالیات کے انتظام میں بھی تبدیلیاں کی گئیں۔ پہلے نوتامیوں یا محصّلین خراج کی برخاستگی کے بعد سے کسی قسم کا مرکزی دفتر نگرانیٔ مالیات قائم نہیں رہا تھا، حالانکہ اس قسم کے دفتر کا وجود مالیات مملکت کے لئے مفید ہوتا۔ اس قسم کے ایک شعبے کا ذکر چوتھی صدی ق م کے نصف دوم کے بعض مصنّفوں اور تحریروں میں ملتا ہے اور گو اس کے مختلف کتابوں میں مختلف نام دئے ہوئے ہیں لیکن اغلب یہ ہے کہ ان سب کا مفہوم ایک ہی ہوگا۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ شعبہ کب قائم ہوا ہوگا۔ اس کے جواب میں مورّخ مختلف الرّائے ہیں، لیکن چونکہ مالیات کی تاریخ میں اہم ترین زمانہ نوزی نی کوس کا عہد شمار کیا جاتا ہے (۳۷۸ ق م)، جس میں لیگ کی ازسرِنو تنظیم عمل میں آئی اور طرزِ وصول محاصل میں تبدیلیاں بھی کی گئیں اس لئے یہ خیال بالکل فطری معلوم ہوتا ہے کہ اسی عہد میں یا اس کے بعد بہت جلد بڑے بڑے عہدہ داران مالیات مقرر کئے گئے ہوں گے[۱]۔ ایک جگہ اعلیٰ ترین عہدہ دار کا لقب "منتظم مالگزاریات عامہ" دیا ہوا ہے، اور یہ ایسے عہدہ دار کا نہایت ہی مناسب خطاب ہے جس کے فرائض منصبی میں سے ایک یہ بھی تھا کہ اراکین لیگ کے چندوں کو وصول کرے۔ یہ عہدہ دار ہمیشہ چار سال کے لئے منتخب ہوتا تھا۔

پانچویں صدی ق م میں سلطنت اتھنز کی حالت چوتھی صدی ق م سے بالکل مختلف ہے۔ نوزی نی کوس کے زمانے سے مجالس لیگ میں اراکین لیگ کی

---

[۱] فیلنر: "تاریخ مالیات اٹیکا" اکادمی وآنا (Feliner: Zur Gesehichte der attischen Finanzwesen, Wiener Akademic) ۱۸۷۶ء کے مطابق مالیات کے افسر اعلیٰ کا تقرر ۳۷۸ ق م میں ہوا تھا۔ اسے "جعلی پلوٹارک" اپنے "سوانح خطبائے عشرہ" Pseudo-Plutarch : Vit. x. orat. میں ستراتوکلیس کی تحریک کردہ ایک تجویز عوام میں "ناظم مال گزاری عامّہ" کا لقب دیتا ہے۔ اس کی ابتدا کی تاریخ کی بابت جو اختلاف ہے اس کے لئے دیکھو بوسولٹ کی رائے "اکونومیولر" ہم، (۲) ۲۳۷ وغیرہ میں۔

باب ۱۳ حیثیت ایتھنز سے بہت کچھ آزادانہ ہو گئی تھی۔ نہ صرف مختلف اراکین کے باہمی نقیضوں کو بلکہ خود ایتھنز اور کسی رکن کے تنازعات کو طے کرنے کے لئے یکساں طریقے وضع کئے گئے تھے علاوہ ازیں خود لیگ کا وجود بھی معرض خطر میں رہتا تھا اور مشکل سے کوئی سال ایسا گزرتا ہوگا جب ایک نہ ایک شہر، خواہ باضابطہ یا بے ضابطہ طور پر لیگ سے کنارہ کشی اختیار نہ کر لیتا ہو۔ باوجودیکہ ایتھنز نے اس پرانے قاعدے کا از سر نو اعلان کر دیا تھا کہ کسی رکن کی لیگ سے علیحدگی بالکل خلاف قانون ہے، لیکن اسے بالکل نظر انداز کر کے تھبز نے لیگ سے کنارہ کشی اختیار کر لی۔ ایک خاص معاملہ میں خود ایتھنز سے زیادتی سرزد ہوئی۔ جو عہدنامہ اُس کے اور اُس کے حلفا کے مابین ہوا تھا اس میں اُس نے یہ وعدہ کیا تھا کہ وہ حلیفوں کی اراضی کے کسی حصے کا الحاق نہیں کرے گا اور اُن نوآبادیوں کا احیا جن سے حلیف دلی نفرت کرتے تھے، از سر نو نہیں کیا جائیگا۔ گو ممکن ہے کہ اس شرط پر رسمی طور پر عمل درآمد کیا گیا ہو، لیکن واقعاً ایک مقام پر ایتھنز نے کلیروخی قائم کی جو اُس کے لئے نہایت مفید ثابت ہوئی[۵]۔ ساموس کے سکوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس جزیرے اور ایتھنز کے حلیفانہ تعلقات جنگ کنیدوس سے

---

۵ ساموس کے لئے دیکھو دیودورس ۱۴، ۹۷؛ زینوفون ۴، ۸، ۲۳؛ گلبرٹ ۲، ۱۵۱؛ کرتیوس: "تاریخ یونان" ۳، ۷۷۹-۷۸۰۔ کرتیوس نے اس موضوع پر 2nd Progr ویزل ۱۸۶۲ء و لیوبک ۱۸۶۸ء میں اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے

سنہ ۳۵۳ ق م میں سستوس ایتھنزی نوآبادی بن گئی۔ ایتھنز والوں نے یہاں جو مظالم ڈھائے اُن کے لئے دیودورس ۱۶، ۳۴؛ مقابلہ کرو شیفر: "دیموس تھنیس" ۱، ۱۶۴ و ۴۴۴۔ اے میر نے اپنے مضمون "اٹیکا و لیمنوس میں پیلاسگی عنصر"، جریدہ لسانیات

(A Meyer: Die Palasger in Attika und auf Lemnos, Philol)

۴۸، ۳۴۳ میں یہ خیال پیش کیا ہے کہ ایتھنز نے لیمنوس و امبروس پر مفروضہ زمانے سے پہلے ہی قبضہ کر لیا تھا۔ ایتھنز اور تھریس کے باہمی تعلقات کیلئے ہوک (Hoeck) کا وہ رسالہ دیکھا جائے جسکا اقتباس اس کتاب کے باب ہفتم کے حواشی میں کیا گیا

شروع ہوتے ہیں، لیکن ۳۹۰ سنہ ق م میں اُس نے اسپارٹا کا ساتھ دیا تھا اور اس کے بعد اُس نے اپنے دروازے ایک ایرانی دستے کے لئے بھی کھول دئے تھے۔ لیکن ۳۶۵ سنہ ق م میں تموتھیوس نے اس جزیرے پر ازسرنو قبضہ کر لیا اور ایتھنزی آبادکاروں نے اُس کے باشندوں کو نکال باہر کیا، چنانچہ جب عرصۂ دراز کے بعد ۳۲۲ سنہ ق م میں پرڈکاس سامو سیوں کو دوبارہ جزیرے میں لایا تو حق بحقدار رسید کے اصول کے مطابق اُس کا یہ فعل بنظر استحسان دیکھا گیا۔ علاوہ اس ناجائز قبضے کے ایتھنز کا جزائر سکیروس، امبروس اور لیمنوس پر بالکل جائز قبضہ تھا، جس کی وجہ سے ہیلیس پونٹ تک اس کا راستہ بالکل صاف تھا۔ ۳۵۰ سنہ ق م میں اُس نے علاوہ شہر کارودیہ کے تمام جزیرہ نمائے خرسونیز پر قبضہ کر لیا۔ اُدھر بحیرۂ اسود کے وہ اضلاع جو بوسفورس کے چاروں طرف واقع تھے، ایتھنز کے ساتھ دوستی کا دم بھرتے تھے، چنانچہ ابھی تک پونتوس کی تجارت، جس پر ایتھنز کی گویا موت و زیست کا دارومدار تھا، اُسی کے قبضے میں تھی۔ ایتھنز تھریسی سال پر بہت کم مقامات پر قابض تھا، لیکن پیدنا اور میتھونے اُس کے حلیف تھے، اور گو اُس کا امفی پولس پر قبضہ نہیں تھا، لیکن وہ ہمیشہ اس پر اپنا حق جتاتا رہتا تھا۔ پانچویں صدی ق م کی طرح ایتھنز کے تعلقات تھریس اور مقدونیہ سے برابر بدلتے رہتے تھے۔ الغرض اس وقت بھی ایتھنز مشرق کے عظیم ترین دول میں سے تھا۔ اس کے سہ طبقہ جہازوں کی تعداد بہت کافی تھی چنانچہ سرکاری طور پر اُن کی تعداد ۰۰ ۳ بیان کی جاتی تھی، اور گو واقعاً یہ تعداد کبھی پوری نہیں ہوئی لیکن کسی مشرقی دولت کے پاس تو اتنا بڑا بیڑہ بھی نہیں تھا۔ اس کے بہترین سپہ سالار وہی تھے جن کے نام اس تاریخ میں بار بار آتے ہیں، یعنی فوجی مصلح الفیکراتیس، جنگ ناکسوس کا فاتح خابریاس اور کونون کا بیٹا تموتھیوس، جو متمول ہونے کے ساتھ ہی نہایت خوش اخلاق شخص تھا اور جس نے بہت سے بلدیات کو اپنی ترکیبوں سے اپنا ہمنوا بنا لیا تھا۔ ہمیں یہ یاد رکھنا چاہئے کہ اب جو مہمیں سر کی جاتی تھیں انہیں بجائے ایتھنزی شہریوں کے

باب ۱۳

باب ۱۷

اجیر سپاہی زیادہ تر حصہ لیتے تھے[۵۶] اس کے دو اسباب تھے، ایک تو فتنی اور

[۵۶] اجیر سپاہیوں کے کپتانوں کی حرکات کے لئے دیکھو دیموس تھنیس کی تقریر ارسطقراتیس کے خلاف۔ یہ کپتان ہمیشہ افسری کے خواہاں رہتے تھے (ارسطقراتیس ۱۳۹)؛ ایتھنز۔ انھیں صرف اس لئے ملازم رکھتا تھا کہ اگر وقت پڑے تو دوسری حکومتوں کو انھیں عاریۃً دیدے، اور اس میں کم از کم بالواسطہ ایتھنز کا فائدہ ہی تھا (ارسطقراتیس ۱۰۴)۔ جب دو تھریسی حکمراں ایک دوسرے سے دست وگریباں ہوتے تو وہ ایتھنز کے اجیر سپاہیوں کو نوکر رکھ لیتے، چنانچہ خاریس نے تو ایرانی صوبہ داروں تک کی خدمت گزاری کی تھی۔ دیکھو اسی کتاب کا باب ۱۵۔ دیموس تھنیس کی اولنتھوسی تقریر ۲، ۲۸ کے مطابق ایتھنزی سپہ سالار بہ نسبت یورپ کے کسی ایشیائی حکومت کی خدمت کو ترجیح دیتے تھے، جس کا سبب یہ تھا کہ جہاں یورپ میں ایتھنز مال غنیمت پر قبضہ کر سکتا تھا، صلح نامۂ شہنشاہی کی شرائط کے بموجب ایشیا میں ایتھنز کو کسی شے پر قبضہ کرنے کا حق نہیں تھا جس کی وجہ سے ایشیا میں مختلف افواج کے سپہ سالاروں کو نہایت سینہ زوری سے لوٹ مار کرنے کی پوری آزادی حاصل تھی۔ مقابلہ کرو Dem. Cherr. ۲۴ وغیرہ۔ جب ہم سکندر اعظم کی خصائص کا اندازہ کرنے لگیں تو ہمیں اس صورت حال کو نظرانداز نہیں کرنا چاہئے جب تک ایشیائے کوچک پر ایران کا قبضہ رہا اُس وقت تک ہر شخص گویا اپنے ہمسایے کا دشمن بنا رہا اور سکندر پہلا شخص تھا جس نے اس ملک میں حقیقی امن وامان قائم کیا۔ "سفرا" بھیجے جانے پر ملک کی کیفیت معلوم کرنے کے لئے Plut. Phoc. ۱۱ کا مطالعہ کیا جائے۔ اجیر سپاہیوں کے کپتانوں اور فلسکوس جیسے سازشیوں کو ایتھنزی شہریت کے حقوق دے کر ان کی عزت وتوقیر کی جاتی تھی؛ دیموس تھنیس: "ارسطقراتیس" ۱۴۲۔

جہاں تک افواج کی ترکیب کا تعلق ہے، دیموس تھنیس کی یہ خواہش حق بجانب تھی کہ تھریسی فوج کا چوتھائی حصہ محض شہریوں پر مشتمل ہو۔ لیکن ان شہریوں کے فرائض کے متعلق اس کے خیالات عجیب وغریب ہیں ("فیلقوسی" ۱، ۴، ۲۵)۔ وہ کہتا ہے کہ انھیں خود سپہ سالاروں کی حرکات وسکنات کی نگرانی کرنی چاہئے۔ ظاہر ہے کہ اس

باب ۱۳

دوسرا عام۔ پہلا سبب یہ تھا کہ نہ صرف سپہ سالاروں کے نقطۂ نظر سے بلکہ عام سپاہیوں کے لئے بھی جنگ کی حیثیت ایک مخصوص فن کی سی ہوگئی تھی۔ اس امر کو ہمیشہ نظر انداز کر دیا جاتا ہے، جس کے باعث ایتھنزی شہریوں پر بعض اس قسم کے الزامات عائد کئے جاتے ہیں جن کے وہ ہرگز مستحق نہیں۔ اگر ایتھنزیوں کی خواہش تھی کہ ایفیکراتیس جیسے شخص کو سپہ سالار بنائیں تو سپاہیوں کی ایک معقول تعداد اُس کے ساتھ کرنی لازمی تھی، جن کے بغیر ظاہر ہے کہ وہ بالکل بے دست و پا ہو جاتا۔ اگر اس اصول کو پیش نظر رکھا جائے تو یہ صاف عیاں ہو جاتا ہے کہ فنی اعتبار سے ایتھنز کے لئے اجیر سپاہی بالکل لازم و ملزوم ہو گئے تھے۔ ایتھنزی فوج میں اجیر سپاہیوں کے ہونے کا دوسرا سبب یہ تھا کہ جنگ آزمائی کے علاوہ ایتھنزی شہریوں کو دوسرے بہت سے امور بھی درپیش رہتے تھے جن کے باعث وہ میدان جنگ میں مسلسل حصہ نہیں لے سکتے تھے۔ ایتھنزی اپنے وطن مالوف کی حفاظت کرنے کے لئے ہمیشہ تیار رہتے تھے لیکن کسی غیر ملک میں طویل مدت تک فوجی خدمت انجام دینے کے نہ تو وہ خواہاں تھے اور نہ اُن میں اُس کی قابلیت تھی۔ اُس زمانے میں ایتھنزیوں کی کچھ اُسی قسم کی حیثیت تھی جیسی زمانۂ حال میں کسی استعماری مُلک کی، اور کون ایسا شخص ہے جو آج کل اُن ممالک پر الزام لگائیگا جو اجیر سپاہیوں کے ذریعے سے کسی نوآبادی کو زیر رکھتے ہیں۔ الغرض ایتھنز کے لئے ایک مستقل فوج کی انھیں دو وجوہ سے

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ طرز عمل سے عجیب و غریب صورت حال پیدا ہو گئی ہوتی، اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ویرمس تھنیس کو امور جنگی میں کافی ملکہ نہ تھا۔ "اولمپیائی" ۳، ۳۰ میں وہ کہتا ہے کہ قدیم زمانے میں جب شہری مختلف مہمات میں حصہ لیتے تھے تو وہ گویا مدبروں کے آقا ہوتے تھے، لیکن اب اُن کی حیثیت مدبروں کے خدمت گزاروں سے زیادہ وقیع نہیں۔ اُس نے اسی قسم کے خیالات کا اظہار "ارسطقراتیس" ۲۰۹ میں کیا ہے۔

شہر کے چوک اور اکروپولس کے مجسموں کے متعلق دیکھو "شہر ایتھنز" ۲، ۸، ۳۰۳ و ۱، ۴۴ و ۵۸۔

باب ۱۳ ضرورت تھی، اور جو لوگ اُس پر الزام رکھتے ہیں وہ در اصل اُن خطابوں اور مقرروں کی ہم نوائی کرتے ہیں جو محض اپنے مفاد کی خاطر واقعات ماحول کو نظر انداز کرنے میں کسی قسم کا مضائقہ تصوّر نہیں کرتے تھے۔ یوں تو ایتھنزی پانچویں صدی ق م میں بھی ملّاح گری بھی کرتے تھے، لیکن اب ایتھنزی شہریوں کے لئے ملّاح گری فوجی خدمت سے بھی زیادہ آسان ہو گئی۔ بلا شبہہ گو اجیر سپاہیوں اور اُن کے رہبروں کی خدمات ایتھنز کے لئے لازمی ہو گئی تھیں، لیکن اس میں خرابیاں بھی بہت سی تھیں۔ سپہ سالار اپنے وجود کو مملکت کے لئے ضروری تصوّر کرنے لگے تھے، چنانچہ وہ جو چاہتے تھے کرتے تھے اور عوام کی خواہشات کی مطلق پروا نہیں کرتے تھے، اور چونکہ اجیر سپاہیوں کا مقصد اعلیٰ حصول زر تھا اسلئے اُن کے لئے دن میں دو مرتبہ پیٹ بھر کر کھانا مل جانا بسا ضروری تھا، چنانچہ اگر ایتھنز سے روپیہ آنے میں دیر ہوتی تو وہ حلفائے ایتھنز سے جبری قرضے وصول کرنے میں مطلق تامل نہیں کرتے تھے۔ یہ صورت حال اسی عہد کے لئے مختص نہ تھی بلکہ جنگ پیلوپونیز کے اختتام پر بھی ہر سمت سے روپیہ جبراً و قہراً وصول کیا جاتا تھا۔

اگر اُس عہد کے ایتھنزی اپنے سپہ سالاروں کی پیروی صرف میدان جنگ میں کرتے تھے اور انھیں اُن کے احکام کی امن کے زمانے میں مطلق پروا نہیں تھی، تاہم اس میں شبہہ نہیں کہ اُن کی عزت و توقیر میں کسی قسم کی کمی نہیں کی جاتی تھی بلکہ وہ کسی حوصلہ مند سپاہی کے لئے باعث رشک ہوتی تھی۔ چوتھی صدی ق م کے وسط میں اُن لوگوں کے مجسّمے، جنھوں نے مملکت کی خدمات انجام دی تھیں، سر بازار نصب کئے گئے۔ ان ممتاز ہستیوں میں، علاوہ خوسروں کے قاتلوں، سولون اور ایواغورس کے کونون، خابریاس اور تموديوس کے بت بھی تھے، اور سنہ ۳۷۱ ق م میں ایفیکراتیس کا مجسمہ پارتھے نون کے روبرو نصب کیا گیا۔ حقیقت امر یہ ہے کہ علاوہ ظاہری عزت و توقیر کے بڑے بڑے سپہ سالاروں کا لوگوں پر بہت ہی کم

اثر تھا، اور ایسے خوش قسمت سپہ سالار تعداد میں زیادہ نہیں تھے جن کے مجسمے ایتھنز کی سڑکوں پر نظر آتے ہوں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ سور ما پوجا پچاس سال پیشتر کی حد کو نہیں پہنچی تھی۔ باب ۱۳

پانچویں صدی ق م کے ایتھنزیوں کی خانگی زندگی کی بابت جس قدر معلومات ہمیں ارسطو فانیس کی تصانیف سے حاصل ہوتی ہیں اتنی ہی چوتھی صدی ق م کے خطابوں کی تقریروں سے حاصل ہوتی ہیں۔ انھیں پیش نظر رکھ کر ہم ان مورخوں سے اختلاف کرنے پر مجبور ہیں جن کی رائے میں پانچویں صدی ق م میں ایتھنزی خانگی زندگی کا زوال شروع ہو گیا تھا۔ ہمارے نزدیک چوتھی صدی ق م میں بد اخلاقی یا عیش پرستی میں کسی قسم کا اضافہ نہیں ہوا تھا، رہی عام نوجوانوں کی زندگی، اس کی بابت ہمارے خیال میں ہی پرائیڈیس (جس نے فریبنے کی بر سر عدالت پیروی کی تھی) اور الکبیادیس میں کوئی بین فرق نظر نہیں آتا۔ اگر عام زندگی میں کوئی تبدیلی ہوئی تھی تو وہ صرف یہی کہ عیش پرستی میں ذرا کمی پیدا ہو گئی۔ ایتھنز کی اس سیاسی حیثیت میں جو اسے پانچویں صدی ق م میں حاصل تھی، اب معتد بہ کمی ہو جانے کی وجہ سے ہر شے طبقۂ وسطیٰ کے حسب حال ہو گئی تھی۔ اس واقعے کو اکثر نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ مصنفوں نے اس عہد کی عیش پرستی کے خلاف اپنے جذبات کا اظہار کیا ہے، لیکن اس کے ثبوت میں وہ کیا شہادت پیش کر سکتے ہیں؟ صرف الکبیادیس کا حشم و خدم اور مدیاس طرز زندگی! لیکن ہم جانتے ہیں کہ ۴۱۵ ق م جیسے بعید زمانے ہی میں الکبیادیس کا جملہ مال و اسباب فروخت ہو چکا تھا، اور مدیاس کے خلاف اس کا جانی دشمن دمیوس تھنیس صرف یہی زہر اگل سکتا ہے کہ ایتھنز کے مکان کے علاوہ ایلیوسس میں اس کی ایک محل سرا موجود تھی، اس کی بیوی سفید گھوڑوں کی گاڑی میں چڑھی پھرتی تھی اور خود اس کی زین پر چاندی کا کام کیا ہوا تھا۔ بہر نہج ہمیں تو کسی غیر معمولی متمول گھرانے کا پتا نہیں چلا۔ رہی ایتھنزیوں کی اخلاقی حالت، تو مورخوں کی متفقہ رائے یہ ہے کہ جنگ خئیرونیہ سے پہلے اور اس کے بعد ایتھنزیوں نے

باب ۱۲

جو روش اختیار کی اُس سے اُن کے اخلاقی تنزّل کا ہرگز پتا نہیں چلتا[۵۷] بلا شبہہ سوفسطائیت سے اخلاقی کمزوری کی طرف ضرور میلان پیدا ہونا چاہیئے تھا لیکن حکیم سقراط اور اُس کے پیرووں نے اس مسلک کے خلاف اپنا علم جو بلند کیا اُس سے اس نقصان کا ایک بڑی حد تک ازالہ ہو گیا، اور اسمیں شک نہیں کہ افلاطون جیسے شخص کے عمیق غور و فکر اور زینوفون کی تصانیف کی

۵۷ گرتیوس اپنی کتاب کی جلد ۳ صفحہ ۵۹۴ و صفحہ ۱۸۷ میں ایتھنز کی عیش پرستی کا ذکر کرتا ہے، لیکن ثبوت میں وہ صرف اُن واقعات کا پیش کرنا کافی سمجھتا ہے جن کا حوالہ میں نے اس کتاب کے متن میں دیا ہے، اور یہ میرے نزدیک عیش پرستی کے الزام کے ثبوت میں کافی نہیں۔ اس کے برعکس میری اس رائے کا ثبوت دیا جاسکتا ہے کہ ایتھنزیوں میں نسبتہً سادگی آگئی تھی۔ ممکن ہے کہ بڑے بڑے زمیندار یا متمول تجار عیش و عشرت میں مبتلا ہو گئے ہوں، اور ایتھنز میں اس قسم کی طرز زندگی کو پسند کیا جاتا ہو، لیکن جب بوئخ (Boeckh) اوسولئے (Haussaulier) ("اٹیکا میں بلدی زندگی" (La vie muncipale en Attique) پیرس ۱۸۸۴ء) وغیرہ (دیکھو کتاب ہذا جلد ۲ باب ۲۳) تسلیم کرتے ہیں، چوتھی صدی ق م میں اٹیکا میں بڑی بڑی زمینداریاں نوادرات سے تھیں، اور دیموس تھنیس نے جس جاگیر کے چالیس استاویا محیط ہونے کا ذکر کیا ہے وہ غالباً اپنی نوع کی تنہا جاگیر تھی۔ تجارت ضرور فروغ پر تھی، لیکن اتنی نہیں جتنی پانچویں صدی ق م میں۔ دیموس تھنیس ("ارسطقراتیس" ۲۰۸) نہایت لفاظی سے اپنے خیالات کا اظہار کرتا ہے، لیکن واقعات سے بہت کم سروکار رکھتا ہے۔ دیکھو واخسموت: "بلدیۂ ایتھنز (Wachsmuth : Die Stadt Athen) ۱، ۶۰۶۔ لیکن یہ واقعہ ہے کہ چوتھی صدی ق م نے بڑے بڑے صنّاعوں کو جن میں نقّاش اور سنگ تراش دونوں شامل تھے، ایتھنز میں روزگار اُتنی آسانی سے نہیں ملتا تھا، جتنا ممالک غیر میں۔ ایسی حالت میں یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ عیش پرستی کی تیسری شکل کیا ہو گی۔ یہ بھی واقعہ ہے کہ تھیو پومپوس (جزو ۱۱۷، میؤلر) کے مطابق خابریاس عیش پرستی اور خراجی کی وجہ سے ایتھنز سے گریز کرتا تھا؛ اسی وجہ سے خابریاس مصر میں، کونون قبرص میں، تموتیوس لسبوس میں اور خاریس رھیگیوم میں رہنا پسند کرتے تھے۔

باب ۱۳

تعلیم وتدریس سے لوگوں پر بہت ہی اچھا اثر پڑا ہوگا - کیا قوم کے اُن اخلاق کو فی الواقع خراب کہا جاسکتا ہے جیسے خود دیموس تھنیس کی (De Corona') میں اس قدر زور و شور سے پیش کئے گئے ہیں۶؟ -

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ ان باتوں سے یہ استاج کیا جاسکتا ہے کہ عیش و عشرت کی نمائش ایتھنزیوں کو مطلق پسند نہ تھی - تھیوپومپوس کی شہادت اس لئے اور بھی زیادہ اہم ہے کہ وہ عمومیت کا مخالف تھا، اور اس اصول کو حتی المقدور برا بھلا کہنے سے گریز نہیں کرتا تھا، دیکھو باب ۱۵، حاشیہ ۵ - ایتھنز میں چوتھی صدی ق م میں دوسرے مقامات کی بہ نسبت عیش و عشرت کا چرچا کم تھا، اور ایتھنزی جس خصوصیت سے زیادہ تر متاثر ہوتے تھے وہ علوم وفنون تھے نہ کہ چین آرام -

۶ کرٹیوس کا خیال ہے کہ پانچویں اور چوتھی صدی دونوں میں، یعنی تقریباً سنہ ۴۳۰ ق م اور سنہ ۳۶۰ ق م میں ایتھنزیوں میں تنزل کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے؛ اس کے نزدیک دونوں صدیوں میں زوال کے اسباب ایک ہی قسم کے تھے، اور وہ اس کے ثبوت میں مفصلۂ ذیل امور پیش کرتا ہے :-

پانچویں صدی ق م - کرٹیوس جلد ۲	چوتھی صدی ق م - کرٹیوس جلد ۳
صفحہ ۴۰۸ تنزل - "کاہلی اور کھلنڈری شہری زندگی" صفحہ ۴۲۶ "تھوڑے ہی عرصے میں ایتھنزی شہریوں کی حیثیت غیر منظم انبوہ سے زیادہ نہ رہی -	صفحہ ۴۵۹ "اخلاقی تنزل"- صفحہ ۴۵۹ - شہریوں میں "رکھ رکھاؤ کی کمی"-
صفحہ ۴۲۷ - "نوجوان لوگ جنھوں نے ورزش خانوں میں جانا چھوڑ دیا"-	صفحہ ۴۵۸ "قدیم رسم و رواج باقی نہ رہنے کے ساتھ ہی ورزشی تعلیم کی بیّن طور پر کمی ہو گئی"-
صفحہ ۴۳۱ - "بزدل سرانبوہ" "سپہ سالاروں اور خطابوں کے مابین تنازعات"-	صفحہ ۴۶۱ "سپہ سالاروں کو..... ہر وقت مخالفت کا سامنا کرنا پڑتا تھا"-

باب ۱۳

اگر ہم ایتھنز کے اندرونی ادارات کا مطالعہ کریں اور اُن کتابوں کو پڑھیں جو اوسولئے (Haussoulier) فوکارٹ (Foucart) اور دوسرے

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ

پانچویں صدی ق م۔ کرتیوس جلد ۲

صفحۂ ۴۳۶ "معاملات عامہ میں شرکت روز بروز بیکار لوگوں کا مشغلہ ہو گیا"۔

صفحۂ ۴۹۲ "بہت سے لوگ جو تہذیب و تمدن یافتہ تھے، جمعیتوں سے الگ تھلگ رہنے لگے"۔

ہی پربولوس اور اُس کی وضع کے لوگ "آزادانہ تعلیم" سے بالکل بے بہرہ تھے۔

چوتھی صدی ق م۔ کرتیوس جلد ۳

صفحۂ ۴۵۹ "مختلف جمعیتوں میں لوگ محض اپنے دل بہلاؤ اور تفریح طبع کے لئے شریک ہونے لگے"۔

صفحۂ ۴۵۹ "صرف وہی لوگ فصحاو بلغائے عامہ کی پیروی کرتے تھے جنھیں اعلیٰ قسم کے تمدن سے کوئی تعلق نہ تھا اور جنھیں آزادانہ تعلیم میسّر نہیں ہوئی تھی"۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ۴۳۰ ق م اور ۳۶۰ ق م میں اخلاقی تنزّل کی ایک ہی قسم کی علامتیں نظر آتی ہیں۔ یہ صرف ایک ہی طرح سے ممکن ہے، یعنی اگر ان دونوں تاریخوں کے وسطی زمانے میں ایتھنزی زندگی کا ایک عام احیا ہوا ہو اور نوجوان لوگ ورزش گاہوں میں جانے لگے ہوں، خطابوں اور سپہ سالاروں میں باہمی دوستی ہو گئی ہو اور آزادانہ تعلیم پائے ہوئے لوگ رہبری کے فرائض انجام دیتے ہوں۔ سوال یہ ہے کہ آخر یہ احیا کب ہوا؟ اس کا جواب ہمیں نہیں دیا جاتا؛ ایسی صورت میں جو کچھ واقعات جلد ۳، صفحۂ ۴۵۸ تا صفحۂ ۴۶۱ میں دئے ہوئے ہیں وہ سب بیکار ہیں اور ۳۶۰ ق م کے قریب کی جو تصویر کھینچی گئی ہے وہ محض خیالی ہے۔ اس کے برعکس کرتیوس پانچویں اور چوتھی صدی ق م کے چند واقعات بیان کرتا ہے جن سے ہم ایسے نتائج اخذ کر سکتے ہیں جو اُس کے استدلال سے بالکل متغائر ہیں۔ کرتیوس پانچویں صدی (۴۱۱ ق م) میں جب مجلس چہار صد کا زوال ہوتا ہے تو اُس زمانے کی نفاست اخلاق کی تعریف کرتا ہے (۲، ۷۳۴)، اور ساتھ ہی چوتھی صدی ق م میں جنگ خلیرونیہ کے بعد (جس سے مارا تھون اور سالامس کی یاد تازہ ہوتی ہے) لوگوں کے عام رجحانات میلانات

باب ۱۳

مؤرخوں نے خطابوں کی تقریروں، نوشتوں اور دیگر اسناد پر مبنی کر کے بلدی زندگی

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ کی بھی تعریف کرتا ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ ایسے دقت طلب مواقع پر شہریوں نے اپنی عمدہ خصلت کا ثبوت جو دیا تو اُس کا اصلی باعث کیا تھا؟ جواب یہ ملتا ہے کہ ۳۳۸ء ق م میں تو اس کا سہرا عمومیت کے سر تھا، اور ۴۱۱ء ق م میں "آزادانہ تعلیم" پائے ہوئے عدیدیوں کے جانی دشمنوں کے سر۔ اس سے یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ تاریخ ایتھنز کے اس حصے میں اگر کوئی امر واقعی متیقنہ ہے تو یہی کہ جب کبھی لوگوں کی اخلاقی کیفیت میں بہتری نظر آتی ہے تو اس کا اصلی سبب عمومیت پسند گروہ ہی ہے۔ "تیس" کے خلاف ایتھنزیوں نے جو بغاوت کی (جلد ۲ صفحہ ۵۲۳ و ۵۲۴) اس سے یہی ثابت ہوتا ہے، اور اس سے بھی زیادہ جو امر قابل لحاظ ہے وہ یہ ہے کہ تیسری صدی ق م کے واقعات سے بھی ہم اسی استدلال پر مجبور ہوتے ہیں۔ ڈرواسے سن ("یونانیت (Droysen : Hellenismus) ۳، ۲۲۸ وغیرہ) کا مُنہد جنگ خرمیونیہ (۲۶۶ تا ۲۶۳ ق م) کے دوران میں ایتھنزیوں کی اخلاقی حالت کا ذکر کرنے سے سو کھتا ہے۔ اس جنگ میں ایتھنزی ایک اور مرتبہ اپنی پرانی بار اٹھونی خصائص کا اعادہ کرتے ہیں، اور اس موقع کا ذکر کرتے ہوئے ڈرواسے سن کہتا ہے کہ یہ عوام الناس ہی تھے جنھوں نے اپنی فطری قابلیت کا ثبوت دیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان نہایت ہی دقیق بحرانی زمانوں میں، جن میں ہو کر ایتھنز کو ۴۱۱ء و ۴۰۳ء و ۳۳۸ء و ۲۶۶ء ق م میں گزرنا پڑا، سب سے درخشاں اصول عمومیت ہی کا تھا؛ اور کیا ہم ان سب باتوں کو پیش نظر رکھ کر یہ تسلیم کرنے میں حق بجانب نہیں ہوں گے کہ ان صدیوں میں جن کی بابت بہت سے مصنف محض خطابوں کی چرب زبانی سے متاثر ہو کر ایتھنزی شہریوں کی اخلاقی کمزوری کا الزام لگاتے ہیں فی الحقیقت ایتھنزیوں کی اخلاقی حالت بہت کچھ ارفع و اعلیٰ تھی؟ ہم دو مثالوں سے یہ دکھائیں گے کہ مفروضہ تنزل کے آثار کا انطباق ہمیں کس قدر دھوکے میں ڈال دینے کے لئے کافی ہے:- (۱) کرتیوس (۳، ۵۹۴) کہتا ہے کہ چوتھی صدی ق م کے ایتھنزیوں کی اخلاقی خرابی کا ثبوت یہ بھی ہے کہ خطاب عوام الناس کے سامنے اپنے "کندھے برہنہ کر کے" آتے تھے اور اُسے یہ بات نہایت درجہ قابل گرفت معلوم ہوتی ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ اس فعل قبیحہ کا مرتکب آخر کون ہوا؟ السس خنیس نہیں، نہ فوکیون،

باب ۱۳ اور خانگی ادارات کے موضوع پر لکھی ہیں، تو ہم یقیناً اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ نہ ہمنوایان مقدونیہ، بلکہ دیموس تھنیس اور اُس کا دوست آوارہ مزاج تمارخوس (شیفر: "دیموس تھنیس ۲، ۳۳۵)، اور لطف یہ ہے کہ خود دیموس تھنیس اُن لوگوں کا مضحکہ اُڑاتا ہے جو چاہتے ہیں کہ اپنے کندھے برہنہ نہ کریں (periparapr ۲۵۱ – (۲) کرتیوس کہتا ہے (۳، ۴۶۷) کہ اب صلح ناموں پر دستخط تو ہوتے ہیں، لیکن اُن کے ایفا کا مطلق ارادہ نہیں ہوتا۔ اس میں شک نہیں یہ نہایت ہی بری بات ہے، لیکن صلح نامۂ فلوکراتیس کے سلسلے میں خود دیموس تھنیس اس کا مرتکب ہوا (شیفر ۲، ۳۰۳)۔ الغرض اگر ان دونوں معیاروں کی کچھ بھی وقعت ہے، تو ان سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ تمام ایتھنزیوں کے اخلاق خراب نہیں ہوئے تھے۔ بلکہ اگر ہوئے تھے تو صرف اُسی فریق کے جو اپنے آپ کو مخالفین مقدونیہ میں سے شمار کرتا تھا۔ لیکن ہمارے نزدیک یہ حکم بھی غلطی سے مبرا نہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ جانبین کی نیت ہمیشہ یہ ہوتی ہے کہ پہلے موقع پر صلح نامے کو توڑ دیں، اور خود دیموس تھنیس کا میلان، جو اُس کی تقریروں سے ظاہر ہوتا ہے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ تصنع کے فن میں ایس خینیس سے کہیں زیادہ بڑھ گیا تھا، اور اُس کی خواہش یہ تھی کہ وہ اس میدان میں سب سے بڑھا چڑھا نظر آئے۔ لیکن اس سے اہم تر معاملات میں بھی تاریخ ایتھنز کے دوران میں یہاں کے شہریوں کا ہمیشہ یہی طرز عمل رہا ہے جس سے ایتھنزیوں پر اس قسم کا الزام عائد ہو سکتا ہے۔ سپہ سالاروں پر خطابوں نے جو حملے کئے اُن کی مثالیں زانتھی پوس کی مخالفت ملتیادیس لیکرگوس کی مخالفت لی سکلیس سے ملتی ہیں، تاہم لیکرگوس کو قدیم مسلک کا قائم مقام تصور کیا جاتا ہے۔ دیودوروس ۱۶، ۸۸ میں لیکرگوس کی زبانی لی سکلیس کی مخالفت میں جو تقریر نقل کی گئی ہے اُس سے موخر الذکر کی غداری کا اتنا ثبوت نہیں ملتا، جتنا فن بلاغت کے ایک معمولی کرشمے کا، جس میں ایک زندہ سپہ سالار اور اُن شہریوں کے درمیان تباین ظاہر کیا گیا ہے جو اُس کی رہبری کے دوران میں مارے گئے ہیں۔ اگر کوئی شخص بغیر واقعات کے اعادے کے کسی مجمع کو کوئی فعل کرنے پر اکسانا چاہے تو اُس کے لئے اس قسم کے تباین کا اظہار کرنا بالکل کافی ہوگا۔

مجھے یقین ہے کہ میں نے مفصلۂ بالا فقرات میں چند امور کو ثابت کر دیا ہے:-

باب ۱۳

زوال ایتھنز کی حقیقت، جس کا اتنا شور سننے میں آتا ہے، محض قصہ کہانیوں سے زائد نہیں[۹]۔ ان مورّخوں کی تحقیقات سے اس قابل لحاظ واقعے کا

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ (۱) پانچویں اور چوتھی صدی ق م میں ایتھنزی عام بد اخلاقی کے مرتکب نہیں ہوئے۔ بلاشبہہ دوسرے مقامات کی طرح ایتھنز میں بھی ذرا کج روی نظر آتی ہے، لیکن صراطِ مستقیم سے یہ گریز محض تدریج پیدا ہوئی ہے، اور اس میں سوفسطائیت اور خطابت دونوں ممدّ و معاون ہوئے ہیں۔ (۲) ایتھنز میں اصول عمومیت کی وجہ سے تنزّل نہیں ہوا بلکہ در اصل یہ اصول شہر کے اخلاق کی گویا ایک ضمانت ہے۔ اخلاقی تنزّل بجائے پوری قوم کے صرف عوام النّاس کے وقتی رہبروں میں پایا جاتا ہے۔ بعض لوگ (مثلاً راؤخن شٹائن اپنی کتاب "ایسقراطیس" (Rauchenstein : Isocrates) صفحہ ۲۰، اور وائیڈمان و کرتیوس: "تاریخ یونان" (Weidmann & G. G. curtius) ۳ (۶)، ۴ ۶۷ و ۶۷۵ میں) یہ فرض کر لیتے ہیں کہ دیموس تھنیس نے کچھ عرصے کے لئے ایتھنزیوں کی اخلاقی سطح ذرا بلند کر دی۔ لیکن میرے نزدیک یہ درست نہیں ہے، بلکہ جیسا ہم عنقریب دیکھیں گے خود دیموس تھنیس کے اصول ہمیشہ ارفع و اعلیٰ نہیں ہوتے تھے۔ یہاں ان خصائص پر بحث کرنا خالی از فائدہ نہ ہوگا جو ایتھنزیوں کے ایسے عہد میں تھے جب علمی دائرے بین طور پر عمومی اصول کے خلاف اپنی رائے کا اظہار کرتے تھے، مثلاً دیکھو "جریدۂ تاریخ" (Historischer Zeitschrift) سنہ ۱۸۸۹ء صفحہ ۷۰، ۴ اور اس کے متبائن شمٹ: "اخلاق ایتھنزیاں" (Schmidt : Ethik der Griechen) ۲، ۲۵۰ وغیرہ۔

ایتھنزیوں نے فیلقوس کے ہاتھوں جو شکست کھائی اُس کا سبب اُن کی بد اخلاقی نہ تھی۔

۹ ادسو لئر کی کتاب سے جس کا حوالہ حاشیہ ۷ میں دیا ہوا ہے، ایتھنزی رسم و رواج اور ادارات کی بابت ہماری معلومات میں نہایت قابل قدر اضافہ ہوتا ہے۔ مقابلہ کرو فوکارٹ: "یونانیوں کے ادارات مذہبی" (Foucart : Les associations religieuses chez les grecs) پیرس ۱۸۷۳ء، لیوڈرز: "دو دیونی سیئوسی نقّاش"

باب ۱۳

علم ہوتا ہے کہ حکومت خود اختیاری کے نظام نے معاشرے کے چھوٹے سے چھوٹے دائرے میں جگہ کرلی تھی، اور چونکہ معاشرے کے چھوٹے چھوٹے شعبوں کا کام چلانے کی شہریوں کو مشق ہو جاتی تھی اس لئے وہ امور مملکت عمومی اصول پر نہ صرف قائم رکھنے پر قادر ہو جاتے تھے بلکہ اپنے ہاتھوں اسے شاہراہ ترقی پر بھی چلا سکتے تھے۔ یہ آزادانہ طریق کارروائی علی الخصوص ڈیموں کے کاروبار میں

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ

(Luedars : Die Dionysischen Kuenstler)

برلن ۱۸۷۳ء۔ غالباً دیونی سیوسی نقاشوں کا سب سے پہلے جو حوالہ نظر آتا ہے وہ ٹیوپفر (دو الفاسب اٹیکا" برلن ۱۹۸۹ء، صفحہ ۱۸۳ (Toepffer : Att. Genealogie Ath.) کے بموجب ۹،۷،۰۰ہم میں ملتا ہے۔

ایسے مدارس فلسفہ کے لئے جن کا انتظام اعلیٰ پیمانے پر تھا، دیکھو فون ولاموویتز "انتی گونوس ساکن کارستوس" Von Wilamovitz, Antigonus von Karystos صفحہ ۲۶۳ وغیرہ اور مضمون "ہیروس" "Heros" روشر کی قاموس in Roscher's Lexicon ۲۵۳۴ وغیرہ میں۔

ایتھنز کے نظام تعلیم کے لئے دیکھو پ۔ ژیرارد: "ایتھنزی نظام تعلیم پانچویں اور چوتھی صدی ق م میں" (Girard : L'education athenienne au 5 et au 4 siecles av. J.—Chr.) پیرس ۱۸۶۹ء۔ واخسموت: "بلدیہ ایتھنز جلد ۲، لائپزگ ۱۸۹۰ء میں پرائیوس اور ایتھنز کے عام طرز معاشرت کی بابت مواد مل جائے گا۔

ایتھنزی عمومی دستور کی عمدگی کا اس امر سے بھی ثبوت ملتا ہے کہ اسی کے ذریعے سے چھوٹی چھوٹی انجمنوں کے مالیات کی نگرانی کی جاتی تھی۔ مثلاً یہ کبھی سننے میں نہیں آیا کہ زمانہ حال میں جنوبی یورپ کے بعض ممالک کے برخلاف، جہاں صدیوں کی شخصی حکومت کی وجہ سے اخلاق عامہ خراب ہو گئے ہیں، ایتھنز میں سرکاری روپیہ لوگوں کی ذاتی اغراض پر خرچ کیا جاتا ہو۔ اس صورت حال کے برخلاف زمانہ حال کا یونان خدمات عامہ کے معاملے میں خصوصاً قدیم ایتھنز کا ایک قابل سلوٹ معلوم ہوتا ہے

باب ۱۲

نظر آتی ہے، چنانچہ یہ دیمے امور مملکت کے لئے بطور نفیس درس گاہوں کے کام دیتے تھے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ہر دیمے اپنی مملوکات عامہ کا انتظام نہایت خوش اسلوبی سے کرتا تھا، اُس کے اخراجات اراضی، مکانات اور محاصل سے نکلتے تھے، اور اس آمدنی کو مخصوص طور پر ان مقاصد پر صرف کیا جاتا تھا جن کا تعلق عبادات عامہ سے تھا۔ ہر دیمے کی جمعیت کو اعلیٰ ترین اختیارات حاصل تھے، اور جملہ عہدہ دار جن کا سرگروہ دیمارخ کہلاتا تھا، دیمے کے مخدوم نہیں بلکہ اُس کے قائم مقام شمار کئے جاتے تھے اور ان کا انتخاب ہر سال قرعہ اندازی سے کیا جاتا تھا۔ دیمے کا مالی انتظام کلیتہً دیوتاؤں کی جمعیت کے سپرد ہوتا تھا اور وہ چھوٹی سی چھوٹی باتوں کی نگرانی سے بھی گریز نہیں کرتی۔ ان سب باتوں سے یہ عیاں ہو جاتا ہے کہ معاملات عامہ میں حصہ لینے کی عادت ایتھنزی شہریوں کی گویا طبیعت ثانیہ بن گئی تھی، جس سے بلدی سوا راج میں یقیناً بہت کچھ سہولت پیدا ہو گئی ہو گی۔ اگر ہم ان امور کو ملحوظ رکھیں تو اس سے ایتھنزی جمہوریت کا امکان ہماری سمجھ میں بخوبی آجائے گا۔ حقیقت یہ ہے کہ دیموں کے انتظام میں جو کامیابی ہوئی اُس سے ایتھنزیوں کو یہ یقین ہو گیا کہ انھیں اصول پر مملکت کا انتظام بھی ممکن ہے۔

لوگوں کو سوا راج کی جو عادت پڑ گئی تھی اُس کا مظاہرہ ان انجمنوں کی شکل میں بھی ہوا جو بعض مخصوص مقاصد کی انجام دہی کی غرض سے ممالک محروسۂ ایتھنز میں قائم کی گئی تھیں۔ سولن کے زمانے سے ان انجمنوں کو مملوکات پر قبضہ کرنے کا بھی اختیار تھا۔ مملکت کی طرح ان انجمنوں کے بھی مذہبی مرکز تھے، اور اُن کے اراکین میں کسی نہ کسی عبادت یا مذہبی قربانی کے ذریعے سے باہمی تعلق پیدا کیا جاتا تھا۔ یہ انجمنیں نہ صرف تدفین موتیٰ، جہاز رانی و تجارت، کان کنی کے اغراض کے لئے بلکہ بحری قزاقی تک کے واسطے بنائی جاتی تھیں۔ معاشرتی اجتماعات کی بھی کچھ کمی نہ تھی، مثلاً ظریفوں کا ایک دائرہ تھا جس کے اراکین نہایت پابندی کے ساتھ ضلع دیومیہ کے حرم ہرقل میں جمع

باب ۱۳ ہوتے تھے، اور یہ اس قدر معروف و مشہور تھا کہ فیلقوس شاہ مقدونیہ اُس کی روداد کے حصول کے واسطے ایک رقم خطیر خرچ کرنے کے لئے تیار ہو گیا۔ اسی طرح سانگیوں کا ایک دائرہ تھا جو روز بروز زیادہ وقیع ہوتا جا رہا تھا اور جس کے اراکین نے اپنا لقب "فن پسند ان دیونی سیوس" یا "فن پسند" رکھا تھا۔ یہ سانگی تمام ارض یونان میں پھیلے ہوئے تھے؛ بڑے بڑے شہروں میں تو اُن کی مستقل شرکتیں تھیں اور چھوٹے قصبوں میں وہ وقتاً فوقتاً دورہ کرتے رہتے تھے۔ خاص ایتھنز میں ایسی شرکتوں کا پتا اُس کی بحری طاقت کے عروج کے جیسے بعید دور یعنی پانچویں صدی ق م تک میں لگتا ہے اور اُس زمانے سے اُن کی اہمیت میں مسلسل اضافہ ہی اضافہ نظر آتا ہے۔ ہمارے پاس اس وقت تک ایسی مراسلت موجود ہے جو مجلس انجمن ہمسایگاں کی طرف سے ایتھنزی جمعیت عوام کے نام سے موسوم ہے، اور جس میں ان سانگیوں کو بڑے بڑے استحقاقات، مثلاً ذاتی تامین، آزادیٔ محاصل، فوجی خدمت سے معافی، و دیگر حقوق کا مستحق قرار دیا گیا ہے تاکہ وہ اپنے مقدس فرض کی ادائگی کے قابل ہو جائیں۔ قرض دار سانگی صرف چند مخصوص حالات ہی میں محبوس کیا جا سکتا تھا، اور اگر کسی "فن پسند دیونی سیوس" کو کوئی گزند پہنچتا تو اُس کی ذمہ داری تمام شہر کی گردن پر عائد کی جاتی۔ الغرض آج بھی گانے والوں اور سانگیوں کو اس قدر آزادی حاصل نہیں ہے جتنی اُنھیں یونان قدیم میں تھی۔ جس طرح سانگی دیونی سیوس کو اپنا مربّی و سرپرست تصور کرتے تھے اسی طرح فلسفیوں نے میوزدل یا یا ملکات کو اپنا محافظ سمجھ رکھا تھا۔ حکیم افلاطون کی اکادمی میں تمام میوزدل کو مساوی الرتبہ قرار دیا جاتا تھا۔ اس انجمن کو قانونی حقوق حاصل ہو گئے اور یہ دوسری فلسفیانہ انجمنوں کے لئے گویا ایک نمونہ بن گئی۔ زمانہ مابعد میں شہر اسکندریہ کے "میوزیوم" یا "ملکات خانے" نے آئندہ مجالس علمیہ کے لئے ایک شاہراہ قائم کر دی۔ ان سب انجمنوں کا مقصد علاوہ مطالعۂ عامہ کے طعام عامہ بھی تھا چنانچہ زمانۂ حال کے معاشری اجتماعات بھی اسی مقصد کو پیش نظر رکھ کر قائم کئے گئے ہیں۔ ظاہر ہے کہ بہت سے لوگ ان انجمنوں میں اپنے مذہبی مقاصد کے حصول کے لئے

باب ۱۳

ہوتے تھے، اس لئے کہ ایک طرف تو عوام النّاس کو ضروریات مذہبی کا بہت کچھ شریک احساس تھا، دوسری طرف مملکت، قبیلہ، دیمے اور برادری کے مذہبی انتظامات ان ضروریات کے لئے مکتفی نہیں ہوتے تھے۔ چونکہ مذہب کو مملکت کے ساتھ وابستہ سمجھا جاتا تھا اس لئے یہ مملکت کا اختیار تھا کہ غیر ملکیوں کو مختلف معبودوں کی پرستش خواہ کرنے دے یا نہ کرنے دے۔ لطف یہ ہے کہ خود ملکی بھی ان غیر ملکی معبودوں کی پوجا پاٹ میں حصّہ لینے لگے، اور پانچویں صدی ق م جیسے بعید زمانے میں بھی ہم دیکھتے ہیں کہ جب تھریسیوں اور ایتھنزیوں کے باہمی تعلقات میں زیادتی ہوئی تو تھریسی معبودوں مثلاً کوتی تو دیبی کی عبادت ایتھنز میں عام ہوگئی اور اُس کے پرستار "باپتائے" کہلائے جانے لگے۔ اس پر سردی شعرا نے اُس کا مضحکہ اُڑانا شروع کیا اور یہ مشہور کیا کہ اس کی پوجا میں بد اخلاقی کی حرکات کا ایک بڑا عنصر شامل ہے۔ جنگ پیلوپونیز کے زمانے ہی سے ادونس کی پرستش عام ہوگئی اور اس میں جملہ ایتھنزی شہری حصّہ لینے لگے۔ اسی طرح افروجیہ کی "اُمّ الآلہہ" کی عبادت ایتھنز اور پرائیوس میں مقبول عام تھی۔ ان دونوں شہروں میں "میترو ا" تھے جن میں سے ایتھنز کے میترون میں سرکاری کاغذات بحفاظت تمام رکھے جاتے تھے۔ چوتھی صدی ق م میں اس "ام الآلہہ" کے متعلقین میں سے ایک یعنی سابازیوس کے پجاریوں کی جمعیت ("ثیاسوس") کا حال سننے میں آتا ہے، چنانچہ دیموس تھنیس نے الس خنیس کی والدہ کے خلاف جو زہر اگلا تھا اس میں اُس پر ہنسی اُڑائی تھی۔ اکثر غیر ملکی مذاہب کا مرکز پرائیوس تھا۔ اس مقام پر ۳۳۳ ق م کا ایک نوشتہ بر آمد ہوا ہے جس میں کی تیوم (قبرص) کے بعض لوگوں کو قبرصی افرودیت کے نام پر ایک بت خانہ تعمیر کرانے کی اجازت دی گئی ہے اور اس اجازت کو حق بجانب قرار دینے کے لئے ای سس کے ایک بت خانے کا، جو پرائیوس میں تھا، حوالہ دیا گیا ہے۔ تھریس، ایشیائے کوچک، شام اور مصر، ان سب ملکوں کے مذہبوں میں ایک بات مشترک تھی، وہ یہ کہ ان کے رسوم کی اشتعال انگیزی کی وجہ سے حاضرین پر حال کی ایک کیفیت طاری ہو جاتی تھی جس سے وہ یہ سمجھنے لگتے تھے کہ انھیں

باب ۱۲ گویا معبود کا قربِ خاص حاصل ہو گیا ہے۔ ان مذہبوں کی تبلیغ کی اجازت بھی تھی، اور "اُمّ الآلہہ" کے مسلک کی تبلیغ اِدھر اُدھر پھیرنے والے مبلغوں کے سپرد تھی جنھیں میٹراگیرتائے کہتے تھے۔

یونانی مذہب جو بالکلیہ رسوم ظاہری پر مشتمل تھا، لوگوں کے حقیقی مذہبی جذبات کے لئے مکتفی نہیں ہوتا تھا، اور یہ کیفیت جملہ بلادِ یونان میں نظر آتی تھی۔ ہمیں معلوم ہے کہ اسرار ایلیوسس لوگوں کی طبایع میں ایک طرح کا عمق پیدا کرتے تھے، لیکن اُن کی حیثیت مملکتی ادارات کی تھی، اور اسی وجہ سے بہت سے لوگ اُن سے مطمئن نہیں تھے۔ اصل میں لوگ چاہتے تھے کہ کسی نہ کسی طرح اپنے معبود کے ساتھ براہ راست تعلقات پیدا کریں، چنانچہ اسی مقصد کے حصول کے واسطے انھوں نے طرح طرح کے مذاہب کی طرف رجوع کیا۔ بعض تو مملکتی مذہب کے سیدھے سادے پیرو تھے جن میں سے بہت سوں کا اُس سے بے شمار پجاریوں کے سلسلے کے ذریعے سے تعلق تھا؛ ایتھنز کے تمام عالی نسل خاندان اسی زمرے میں آتے تھے لیکن بہت سے ایسے خاندان تھے (جن میں سے اکثر شہر کے ادنیٰ طبقے سے تعلق رکھتے تھے) جن کی ضروریات مملکتی مذہب سے پوری نہیں ہوتی تھیں اور اسی لئے وہ غیر ملکی پوجا پاٹ میں حصہ لینے لگتے۔ علاوہ ازیں ایسے یونانی بھی تھے جن کے نزدیک انسان خود تحقیق و تدقیق کر کے قابل اطمینان حقایق معلوم کر سکتا ہے؛ ایسے لوگ کسی نہ کسی فلسفیانہ مسلک کے پیرو بن گئے جن میں سے ممتاز ترین مسلک حکیم سقراط کا تھا۔

اس امر سے کہ ایتھنز کی شہری اکثر دیہات ہی میں بود و باش کرتا تھا یہ منکشف ہوتا ہے کہ لوگ نسبتہً تندرست ہوتے ہوں گے۔ اُن کی جاگیریں دیہات ہی میں پھیلی ہوتی تھیں، لیکن خواہ ذاتی مملوکات کہیں بھی ہوں، ہر شہری کا تعلق اسی دیہے میں سمجھا جاتا تھا جس کے دفتری کاغذات میں اُس کا نام شامل تھا۔ اُسے اکثر اپنے دیہے والوں سے کام رہتا تھا، چنانچہ خود شہر ایتھنز میں ایسے مقامات تھے، جہاں ایک دیہے والے مل کر تبادلۂ خیالات

باب ۱۳ کر سکتے تھے، جیسے بازار کے قریب کسی حجام کی دکان وغیرہ۔ شہر ایتھنز صرف حکومت کا مستقر تھا بلکہ مرکز عبادت عامہ بھی تھا، اور اسی کے ذریعے سے لوگوں میں اتفاق و اتحاد کی لہر دوڑتی تھی؛ پرائیوس کے ذریعے سے مختلف حصہ جات ملک کے مابین تجارتی تعلقات پیدا ہوتے تھے، چنانچہ وہ تجار، میتوئکی اور غیر ملکیوں کا مسکن تھا؛ ایلیوسس مذہبی مرکز تھا جہاں متمول اور معزز ایتھنزیوں نے اپنے اپنے مکانات بنا رکھے تھے۔ علاوہ ازیں اٹیکا میں جگہ جگہ قلعہ بند مقامات بھی تھے جہاں ملک کے نوجوان فوجی خدمت انجام دیتے تھے، اور ان میں عملی فوجی زندگی کی چہل پہل نظر آتی تھی جس میں ممتاز ترین حصہ نوجوان سپاہیوں کا ہوتا تھا۔

گو متمدن زندگی کے مختلف شعبوں میں بعض یونانی شہر (جن میں مشرقی بلدیات بھی شامل تھے) ممتاز حیثیت رکھتے تھے، مثلاً تجارت میں بیزنطہ، نقاشی و سنگ تراشی میں الیقی سوس، ناٹک میں تیوس، فنون لطیفہ، تجارت و خطابت میں ہالی کار ناسوس، رھوڈز و کوس؛ گو شاہراہ تمدن کا میلان، جس کا رخ پانچویں صدی ق م میں مغرب کی طرف معلوم ہوتا تھا اب از سر نو مشرق کی طرف پھر گیا تھا؛ تاہم ایتھنز اب بھی یونان کا ملکی، فوجی اور ذہنی مستقر بنا ہوا تھا، اور اسے اب بھی یونان کا ذہنی مرکز ہونا تسلیم کیا جاتا تھا۔ لیکن اب جمہوریۂ ایتھنز کو ایک بالکل مختلف طرز کی حکومت سے دوچار ہونا پڑتا ہے، اور وہ دیار شمال میں سے ایک ہے۔

یادداشت متعلق باب سیزدہم

پانچویں اور چوتھی صدی ق م کے مابین ایک ایسا فرق ہے جو قابل لحاظ ہونے کے باوجود بعض مرتبہ نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ پانچویں صدی ق م میں ہمیں عدیدیوں اور عمومیوں کے مابین تنازعے کی کیفیت نظر آتی ہے جس میں عدیدی تخوّف اور تشدّد کے ساتھ حصّہ لیتے ہیں؛ اس ضمن میں ہم ناظرین کی یاد الفیالتیس وہی پر بولوس کے قتل اور ہتائریا "چار سو" اور "تیس" کے قصّوں سے تازہ کرتے ہیں۔ دراصل عوام النّاس اکثر قانونی وسائل سے، لیکن بعض مرتبہ جبر و قوّت کے ذریعے سے بھی جس حکومت کی مخالفت کرتے ہیں وہ ایک طرح کی اعیانی انبوہ سری ہے۔ چوتھی صدی ق م میں جبر و قوّت سے مطلق کام نہیں لیا جاتا؛ اب عمومیت ایتھنز مکمل طور پر تادیب دادہ ہے، لوگوں کو اپنے جذبات پر قابو آگیا ہے اور وہ مشکل ترین مواقع پر بھی اپنے خود دارانہ انداز اور ٹھنڈے دل کا ثبوت دیتے ہیں۔ بلاشبہہ عوام تشدّد سے بھی کام لیتے ہیں، لیکن وہ اپنا تمامتر تشدّد ذمّہ دار رہبروں پر صرف کرتے ہیں۔ یہاں تک تو اُن کا رویّہ بالکل ٹھیک اور درست ہے؛ لیکن اب ہمیں تصویر کے تاریک پہلو پر بھی غور کرنا چاہیئے۔ ہر بات کا تصفیہ عدالتوں کے ذریعے سے ہوتا ہے؛ اس میں بھی مضایقہ نہیں لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان عدالتوں میں جملہ کاروبار کیسے انجام کو پہنچتا ہے؟ اراکین ہیلیایہ مختلف قوانین کا انطباق خود اپنی ضمیر کے مطابق کرتے ہیں اور انھیں اصول قانون سے مطلق مس نہیں ہوتا، جس کی وجہ سے انھیں

فریقین مقدمہ تعلیم یافتہ خطابوں اور سوفسطائی وکلا کے ذریعے سے دھوکا دیا کرتے ہیں۔ اس کتاب کے آیندہ باب کے مطالعے سے معلوم ہو جائے گا کہ یہ طریقہ سیاسیات اور خارجی معاملات میں بھی برتا جاتا تھا، اور مختلف سرابوہوں کے نزدیک جو کسی فرد کے لئے بھی تقریر نویسی کے فرائض انجام دینے کے لئے ہمیشہ تیار رہتے، ممالک غیر کی نوعیت محض فریقان مقدمہ کی سی سمجھتے تھے۔ لوگوں کو اس دھوکے میں رکھا جاتا تھا کہ اُنھیں صرف امور متنازعہ فیہ کا تصفیہ کرنا ہے، روپے کی منظوری دینی ہے اور اپنے مقاصد کے حصول کے لئے فوج تیار کرنی ہے۔ امفی پولِس کی طرح کسی مقام کو چال چل کر تسخیر کرنا ہی مقبول ترین طریقۂ جنگ سمجھا جاتا تھا۔ گو فریق ثانی کو سنگین مجرم سے زیادہ وقعت نہیں دی جاتی تھی، تاہم اتھنزی معاملات خارجہ میں اُتنے ہی حریص اور لالچی نظر آتے ہیں جتنے اُن کے دشمن۔ بلاغت اور سوفسطائیت کا ہر شعبے میں دور دورہ نظر آتا ہے؛ لیکن ساتھ ہی ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ پانچویں صدی ق م اگر نظم کا عہد تھا تو چوتھی صدی ق م میں نثر کا دور دورہ تھا، اور ادبیات کے علاوہ اس صریح تبدیلی کا اثر دوسرے شعبہ جات زندگی پر بھی پڑنا لازمی تھا۔

باب چہاردہم

مقدونیہ

حدود دنیائے یونان کے اندر ایتھنزیوں کا کسی قوم سے اس قدر تخالف و تباین نظر نہیں آتا جتنا مقدونی قوم سے[1]۔ اس میں شک نہیں کہ اگر لفظ "یونانی" کے معنی کو ذرا وسعت دی جائے تو ہمیں اس قوم کو بھی دائرۂ یونان میں شامل کرنا پڑے گا، اس لئے کہ اول تو اُن کی زبان اور یونانیوں کی بولی میں کچھ زیادہ فرق نظر نہیں آئے گا، اور دوسرے ہمیں اس کے باور کرنے کی مطلق کوئی وجہ نہیں کہ عام یونانیوں سے اُن کے رسم و رواج کریٹیوں یا ایپائرو سیوں کے رسم و رواج کی بہ نسبت زیادہ مختلف ہوں گے۔ لیکن جہاں تک تہذیب و تمدن کا تعلق ہے، وہ اس زنجیر کی گویا بالکل آخری کڑی ہیں جس کی ایتھنز سے ابتدا ہوتی ہے۔ یونانیوں کی بعض ممتاز ترین خصوصیات کا، مثلاً ہر شعبے میں انفرادیت کا غلبہ اور بلدی تنظیم، نشو و نما، ایتھنز میں ہوا! اس کے برعکس مقدونی آبادی کا بیشتر حصہ کاشتکاروں پر مشتمل تھا جس کی وجہ سے بادشاہ اور اعیان سلطنت کے قبضے میں بہت کچھ اختیارات آگئے تھے۔ بعض مورخوں کا یہ

---

[1] مقدونیہ کے لئے دیکھو ا- ابیل: "مقدونیہ قبل شاہ فیلقوس" O. Abel: Makedonien vor Koenig Philipp لائپزگ ۱۸۴۷ء؛ ا شیفر: "دیموس تھنیس" A. Schaefer: Demosthenes und seine Zeit جلد ۲، باب ۱؛ کرتیوس: "تاریخ یونان" ۳ (۶) باب ۷ Curtius: Griech. Gesch. مع حواشی؛ پاؤلی: "محیط المحیط" Pauly's R. E. بعنوان "مقدونیہ"

خیال ہے کہ مقدونوی ایسے یونانی تھے جو اپنی تہذیب و تمدن میں ہومری کیفیات سے آگے نہیں بڑھے تھے۔ مقدونیہ کی طرح ہومری نظموں میں بھی ذاتی اقتدار کا بول بالا ہے اور تحریری قوانین کا کہیں پتا نہیں چلتا ہم پڑھتے ہیں کہ سکندر اعظم کو ہومر سے خاص شغف تھا، اور ہمارا خیال ہے کہ اس شغف کی بنیاد محض ادبی شوق سے کہیں زیادہ وسیع تھی، اور سکندر سمجھتا تھا کہ ہومری دنیا اس کی اپنی دنیا ہے، درانحالیکہ دیموس تھنیس جیسے شخص کے لئے اس میں تاریکی ہی تاریکی نظر آتی تھی۔ بہرنہج سب سے پہلے ہم مقدونیہ اور مقدونوی قوم کی خصائص پر ایک سرسری نظر ڈالیں گے۔

تھسلی میں اور اس کے شمال میں جو خطۂ زمین ہے اس میں بناوٹ کے اعتبار سے بہت کچھ یکسانی پائی جاتی ہے۔ مقدونیہ اور الیریہ کے درمیان زنجیرۂ پنڈوس حائل ہے۔ جس طرح الیریہ کو ایک حد تک ایپائروس کا شمالی جواب کہا جا سکتا ہے اسی طرح مقدونیہ گویا تھسلی ہی کا شمالی نمونہ ہے۔ ایپائروس اور الیریہ دونوں میں تو سلسلہ بسلسلہ دریا بہتے ہیں، جن میں سے ہر ایک علیحدہ علیحدہ سمندر میں گرتا ہے؛ لیکن تھسلی اور مقدونیہ دونوں ایسے دریاؤں کے دو بڑے بڑے طاس ہیں جو یک جا ہو کر سمندر میں گرتے ہیں؛ دونوں میں فرق صرف یہی ہے کہ مقدونیہ کا رقبہ تھسلی کے رقبے سے بڑا ہے، اور اس میں ایک چھوٹا اور دو بڑے بڑے دریا بہتے ہیں، یعنی جنوب میں ہالیاکمون، شمال میں اکسیوس اور ان دونوں کے بیچ میں لودیاس، جو سب کے سب تقریباً ایک ہی مقام پر سمندر میں گرتے ہیں۔ ہالیاکمون اور اکسیوس کے دہانے ایک دوسرے سے صرف نو میل کے فاصلے پر ہیں چنانچہ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ دہانے دراصل کسی بڑے دریا کے ڈیلٹا کی شاخیں ہوں گی۔ اکسیوس کی ایک اہم معاون ایریگون ندی بھی قابل ذکر ہے۔ اکسیوس کے فاصل آب کے مشرق میں پہاڑوں کا ایک سلسلہ ہے جو خالکدیس کی راسوں پر جا کر ختم ہوتا ہے؛ اس کے مشرق میں دریائے استریمون ہے اور اس کے بعد زنجیرۂ پنگالیوم ہے جس کے روبرو جزیرہ تھاسوس

باب ۱۲ واقع ہے۔ خالکدیس سے گویا ملک تھریس کی ابتدا ہوتی ہے؛ ساتھ ہی اس کے مغربی ساحل اور تھسلی کے مشرقی ساحل کے مابین خلیج تھرما واقع ہے جس کی گویا پشت پر مقدونیہ شروع ہوتا ہے۔ اس خلیج کے مقابل ہی یہ جزائر سکیاتھوس، سپے پاریتھوس، اکوس اور دوسرے چھوٹے چھوٹے جزیرے ہیں جو اس کے دہانے کو ایک حد تک بند کئے ہوئے ہیں۔ خاص ملک مقدونیہ کا ساحل کچھ ایسا طویل نہیں ہے، اور یہ مشرق میں تھرما سے مغرب میں کوہ اولمپوس کے دامن تک چلا گیا ہے۔ اس ساحل کے شہروں کی بابت ہم اس امر سے واقف ہیں کہ وہ یونانی بستیاں تھیں اور ان میں مقدونوی عنصر غالب نہیں تھا، اور عہد تاریخی میں صرف اندرون ملک ہی کلیۃً مقدونوی نظر آتا ہے، گو ممکن ہے کہ ابتدائی ایام میں ساحلی علاقے میں بھی مقدونوی آبادی ہو۔ مقدونیہ اور تھسلی میں ایک فرق یہ بھی ہے کہ جہاں سمندر سے تھسلی کو جانے کا راستہ تیمپے کی تنگ وادی میں ہو کر گزرتا ہے وہاں مقدونیہ کا ساحل نسبتہً زیادہ کھلا ہوا ہے، چنانچہ ہم اس کو مدنظر رکھ کر یہ حکم لگا سکتے ہیں کہ بہ نسبت تھسلی کے مقدونیہ معاملات دنیا میں زیادہ آسانی سے حصّہ لے سکتا تھا، اور اُس حکومت کو جس کے قبضے میں اندرون ملک اور تینوں دریاؤں کے دہانے ہوں گے اُسے بحری معاملات میں نسبتہً زیادہ دلچسپی ہوگی، ساحل کے قریب پوتیائی رہتے تھے جن کے متعلق کریتی النسل ہونا مشہور تھا؛ ان سے ذرا اندر کی طرف دریائے ہالیاکمون کے کنارے پر ایلی میوتائے تھے؛ ہالیاکمون اور ایری گون کا درمیانی علاقہ لور دیانیوں کے قبضے میں تھا؛ اس دریا اور بالائی اکسیوس کے مابین پیلاگونی، بالائی اکسیوس پر پایونی اور ہالیاکمون تک مقدونیہ اور الیریہ کی سرحد پر اوریس تائے آباد تھے۔ یہ وہ قبیلے تھے جن کا مجموعی نام بالآخر مقدونوی پڑ گیا۔

ابتدا میں یہ سب ایک مملکت میں متحد و متفق نہیں تھے[۲]، بلکہ مختلف

---

[۲] طوسی ویدش ۲، ۹۹ میں مقدونوی شاہی خاندان کی ابتدائی تاریخ کا بیان دیا ہوا ہے۔

باب ۱۴ دیہات اپنے اپنے سرداروں کے ماتحت تھے جن میں سے بعض کے اختیارات بہت کچھ وسیع تھے - ان وسیع الاختیار حکمرانوں میں قبیلۂ لینکستائے کے حکمران بھی تھے جنھیں کورنتھی ہرقلیوں کی اولاد میں سے ہونے کا فخر حاصل تھا - لینکستائے سے بھی زیادہ ذی اثر آرگیادی خاندان تھا جو غالباً ابتدا میں اورسیتیول پر حکومت کرتے ہوں گے اور جو اپنے آپ کو آرگوسی ہرقلیوں کی اولاد بتاتے تھے چنانچہ اسی مناسبت سے اُنھوں نے اپنا نام "تیمے نوسی"* رکھ لیا تھا، لیکن یہ مناسبت غالباً "آرگیاوی" اور "آرگوس" کی ظاہری یکسانی کی وجہ سے پیدا کی گئی ہوگی - اس خاندان کا سب سے پہلا فرد جس نے اس ملک میں قدم رکھا، کارانوس بتایا جاتا ہے جس کے لغوی معنی غالباً "سردار" کے ہیں، اور یہی وہ گھرانا ہے جس کا اثر رفتہ رفتہ تمام دیار مقدونیہ پر چھا گیا - اس نے اپنا پائے تخت ایدیسہ یا ائے گائے مقرر کیا جو بالائی لودیاس کے کنارے پر سمندر کے قریب ہی واقع تھا، اور اسی مقام سے مقدونوی حکمران سمندر کی طرف گویا للچائی ہوئی نظر سے دیکھتے تھے - پہلا مشہور و معروف آرگیاوی پردوکاس تھا جس کا زمانہ ۷۰۰ ق م کے بعد کا ہے - ان حکمرانوں کو دو حریفوں سے مقابلہ کرنا پڑتا تھا، ایک طرف تو اُن قبائل کا جو مرکزی اثر سے آزاد ہونا چاہتے تھے، اور دوسری جانب غیر ملکیوں خصوصاً الیریائیوں کا جو ہر وقت مقدونیہ پر حملہ کرنے کی فکر میں لگے رہتے تھے - پردِکاس کے بعد اس سے پانچواں حکمران امین تاس تھا، جس کے عہد میں ایرانیوں نے مقدونیہ کو زیر کرنے کی کوشش کی، لیکن اُسکے بیٹے سکندر نے اُنھیں شکست دے دی - لیکن ۴۸۰ ق م میں، جب

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ پردوکاس اور کارانوس کے افسانے کے لیے کرتیوس ۱، ۱، ۳، ۷ - ۷ - کارانوس"، ایشیائے کوچک میں"؛ زینوفون: "ہیلے نیکا" ۱، ۴، ۳ -

* تیمے نوس خاندان ہرقلیان میں سے تھا اور کہا جاتا ہے کہ اُس نے آرگوس چھوڑ کر مقدونیہ میں بود و باش اختیار کی تھی {مترجم اردو}

باب ۱۲

ایرانی تمام ملک پر ٹڈی دل کی طرح چھا گئے تو اسی سکندر نے جو اب بادشاہ ہوگیا تھا، اُن کی ہمنوائی کا شیوہ اختیار کرلیا، لیکن ساتھ ہی دوسری طرف رخ کر کے یونانیوں کے سامنے اپنے اس دلی لگاؤ کو پیش کیا جو اُسے فطرۃً تمدن کے ساتھ تھا اور اس طرح یونانیوں پر بھی اپنا اثر قائم کرلیا۔ یہاں یہ ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یونانی تہذیب و تمدن مقدونیوں کے لئے کچھ نیا نہ تھا۔ مقدونوی ایک طرف تو افرو جیوں اور تھسلیوں اور دوسری جانب ایپائروسیوں اور تھسالویوں کے درمیان گویا کڑی تھے، اور ان کے ملک میں چھٹی صدی ق م جیسے بعید زمانے میں بھی جو سکے رائج تھے اُن پر یونانی الفاظ کندہ تھے۔ یہی بادشاہ سکندر جس کا ابھی ذکر کیا گیا ہے، یونانی قومی میلوں اور عید دل میں حصہ لیتا تھا اور ذاتی طور پر ایتھنز اور اصلی یونانیوں میں مطلق کوئی فرق نہ تھا۔ اُس نے اپنے پایۂ تخت تھرمیں کے قریب پیدنا کو منتقل کردیا۔ جیسا جیسا مقدونوی حکمران یونان کے نزدیک آتے جاتے تھے، ویسا ہی ان دونوں کے مابین تنازعات اور مناقشات کی کیفیت زیادہ ہوتی جاتی تھی۔ ان تنازعات کی ابتدا اسکندر کے جانشینوں کے عہد میں ہوئی جن میں سے سب سے اہم وہی پردکاس تھا جس کا ذکر ہم جنگ پیلوپونیز کے ضمن میں کر چکے ہیں اور جس نے غالباً ۴۵۵ء ق م سے ۴۱۳ء ق م تک حکومت کی۔ پردکاس نہایت چالاک اور بے دھڑک شخص تھا جس کا واحد مقصد یہ تھا کہ اپنا اقتدار قائم کر کے اپنے ذاتی اختیارات میں اضافہ کرے، چنانچہ کبھی تو وہ ایتھنز کے موافق ہو جاتا تھا کبھی مخالف، اور اس کا طرز عمل کلیۃً اپنے ذاتی مفاد کے تابع تھا۔ پردکاس کی موت کے بعد دوسرے شاہی خاندانوں کے ورثا کی طرح بہت سے اعزا و اقربا کو تلوار کے گھاٹ اُتار کر ارخی لائوس تخت پر بیٹھا، اور تخت نشینی کی کوشش میں اُس نے اپنے ایک چچا، ایک چچیرے بھائی اور ایک سوتیلے بھائی کو (جو واقعاً وارث تخت و تاج تھا)، ملک عدم کو پہنچایا۔ ایک مرتبہ تخت پر بیٹھنے کے بعد اُس نے نہایت عمدگی اور قابلیت کے ساتھ یونانی تمدن کے اصول کے مطابق حکومت کی؛ اس نے شہر آباد کئے، سڑکیں تعمیر کیں، فوج منظم کی، اور یوکیکراٹیس ہیئے روساکن سرقوسہ کی سینترالوس کے

خاندان کے افراد اور ایسے ہی دوسرے نقاشوں، شاعروں اور حکمرانوں کو اپنے دربار میں جگہ دے کر دیا۔ یونان میں اپنا نام پیدا کیا۔ اس کے دربار میں اگاتھون رزمیہ شاعر خوئے ریلوس، موسیقی داں تموتیوس اور نقاش زیوکسس آتے جاتے رہتے تھے، اور یوری پدیس کا تو وہیں انتقال بھی ہوا۔ اس کا پایۂ تخت پیلا تھا جو آئے گائے کے قریب ہی واقع تھا، لیکن اس کے علاوہ اس نے کوہ اولمپوس کے دامن میں ایک قلعہ بند شہر دیون بھی آباد کیا۔ آخر کار چودہ سال حکومت کرنے کے بعد وہ ۳۹۹ ق م میں مارا گیا، اور حسب معمول اُس کی موت پر بھی تخت کے حصول کے لئے مختلف دعویداروں نے کشت وخون کا بازار گرم کیا، جس کے بعد اُس کا بیٹا اورس تیس ایک شخص اسئے روپوس کی تولیت میں تخت نشیں ہوا۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ اسئے روپوس خاندان لینکستاس کا ایک فرد تھا جو کبھی کبھی آرگیاویوں کے مدمقابل بن جاتے تھے۔ بہرحال یہ متولی مقدار بادشاہ کو قتل کر کے خود تخت پر بیٹھ گیا۔ ۳۹۲ق م میں اسئے روپوس کا انتقال ہو گیا اور اس کے بعد ملک کئی سال طوائف الملوکی میں مبتلا رہا جس کے بعد آخر الامر امین تاس تخت مقدونیہ پر جلوہ افروز ہوا۔ یہ امین تاس شاہ سکندر سے چوتھی پشت میں تھا، چنانچہ اُس کی تخت نشینی سے خاندان تیمے نوسیان کی حکومت ازسرنو قائم ہو گئی۔ اس کے عہد حکومت میں ملک کو شدید ترین مشکلات کا سامنا کرنا پڑا، اور الیریائیوں کے حملوں کے باعث بادشاہ فرار ہونے پر مجبور رہا۔ اس کے بعد ایک شخص ارگائیوس جس کی بابت ہمیں مطلق کوئی معلومات نہیں والی تخت وتاج بن بیٹھا، لیکن صرف دو سال کے بعد ہی امین تاس تھسلی سے واپس آ کر اپنی میراث پر قابض ہو گیا اور حکمران ایلی میہ کی بیٹی یوری دیس سے شادی کر لی۔ اس کا قاعدہ یہ تھا کہ سرزمین یونان میں جو مملکت طاقتور ہوتی اُسی کے ساتھ وہ محالفہ کر لیتا، چنانچہ پہلے تو اُس نے اسپارٹا سے ہاتھ ملایا اور پھر یاسون والی فیرائے سے دوستی پیدا کر لی۔ ۳۷۰ق م کے کچھ ہی عرصے کے بعد تین بیٹے یعنی سکندر، پردکاس اور فیلقوس چھوڑ کر یہ بادشاہ راہی ملک عدم ہوا۔ اس کے بعد

باب ۱۷

سکندر تخت نشیں ہوا، لیکن اُس کے نسبتی بھائی بطلیموس نے جو یوری دِلیس کا ہم نوا تھا، اس کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا۔ اس موقع پر تھبنز نے مداخلت کی چنانچہ پیلوپی داس نے ایک عہد نامے پر دستخط کرائے جس کے بموجب بطلیموس کو شہر الوردس تو مل گیا لیکن اُسے سکندر کو شاہ مقدونیہ تسلیم کرنا پڑا لیکن کچھ زیادہ عرصہ گزرنے نہ پایا تھا کہ سکندر قاتل کے ہاتھوں اس دنیا سے کوچ کر گیا، اور اس کے بعد یوری دِلیس نے بطلیموس سے جو جدید شاہ مقدونیہ پردکاس، کا متولی بنا تھا، نکاح کر لیا۔ لیکن بطلیموس پر ایک شخص پوسانیاس نے حملہ کر دیا جس پر یوری دِلیس الیفیکراتیس کے پاس، جو پائے تخت کے نواح ہی میں تھا، بھاگ گئی؛ اسے پیلوپی داس نے دوبارہ مداخلت کی اور ایک جدید عہد نامے پر دستخط کرائے، لیکن یہ عہد نامہ بھی پہلے ہی کی طرح ناکام ثابت ہوا۔ بطلیموس نے تھبنزیوں کو اس موقع پر جو یرغمال سپرد کئے اُن میں سے غالباً بادشاہ کا چھوٹا بھائی فیلقوس بھی تھا جسے کچھ عرصے تک تھبنز میں رہنا پڑا۔ ۳۶۵ ق م میں پردکاس نے بطلیموس کو قتل کر کے زمام حکومت خود اپنے ہاتھ میں لے لی۔ اُس نے ایتھنزیوں کے ساتھ مل کر تموديوس کی معیت میں اولنتھوس کے خلاف جنگ آزمائی کی[۱]، لیکن عین اس موقع پر ۳۵۹ ق م میں الیریائیوں نے ملک پر حملہ کر کے بادشاہ کو مع چار ہزار مقدونیوں کے تہ تیغ کر دیا۔ اصلی حقدار تو پردکاس کا بیٹا امین تاس تھا، لیکن

۱؎ اولنتھوس کے خلاف مقدونیہ و ایتھنز نے جو لڑائی ٹھانی اُس کا ذکر دیموس تھنیس، "اسطقراتیس" ۹ ۱۴ وغیرہ میں مندرج ہے؛ دیکھو شیفر: "دیموس تھنیس" ۲، ۱۳، ۱۴! — تموديوس نے پوتی دیہ و تورونے کو تسخیر کیا؛ الیسقراطیس: Antid ۱۰۸۔ اس جنگ میں ایتھنز کو امفی پولس پر فتح حاصل ہوئی؛ Schol . Aesch. ۲، ۳۱۔ پردکاس کی وفات، دیودوروس ۱۶، ۲ — فیلقوس کی زندگی کے ابتدائی حصے کے لئے شیفر: "دیموس تھنیس" ۲، ۱۱ وغیرہ۔ یہ قطعی طور پر نہیں کہا جا سکتا کہ وہ تھبنز میں کب تھا؛ شیفر "دیموس تھنیس" ۲، ۱۳ — Just. ۷، ۵، ۶ کے بموجب وہ وہاں تین سال رہا۔

اول تو وہ محض بچہ تھا، دوسرے فیلقوس کا اقتدار وسیع تھا، اور اس قسم کے شاہی خاندانوں میں زیادہ سختی نہیں برتی جاتی تھی چنانچہ وہی تخت شاہی پر جلوہ افروز ہوا۔ یہی غنیمت تھا کہ فیلقوس نے امین تاس کو جان سے نہیں مروا دیا، لیکن فیلقوس کی اس غلطی کا اس کے بیٹے سکندر نے اپنی تخت نشینی کے وقت انسداد کر دیا۔ الغرض فیلقوس کی تخت نشینی کے بعد تاریخ یونان کی مرکزی شخصیت اسی کی ہے۔

مقدونوی قوم محنتی کاشتکاروں، تیز رو سپاہیوں اور شکاریوں کی قوم تھی؛ کوئی ایسا شخص اپنے دوستوں کے ساتھ دسترخوان پر نہیں بیٹھ سکتا تھا جس نے کم سے کم ایک جنگلی سؤر نہ شکار کیا ہو، اور جنھوں نے کبھی کسی دشمن کو جان سے نہیں مارا تھا وہ اپنے گلے میں رسّی ڈالے پھرتے تھے۔ بلاشبہہ وہ اپنے بادشاہوں کی عزّت و حرمت کرتے تھے، لیکن کبھی کبھی وہ اپنے قبیلوں کے سرداروں کے اتباع کو اس پر ترجیح دیتے تھے۔ ان پر اعیانی گروہ کا بڑا بھاری اثر تھا، اور بہت سے اعیان وکبار بادشاہ کے صرف اس لئے مصاحب بن جاتے تھے کہ وہ مال غنیمت میں حصّہ دار بنیں اس سے جرمانی قوم کے "مصاحبین سردار" Comitatus کی یاد تازہ ہوتی ہے ان کے رسم و رواج میں بربری عنصر کی جھلک موجود تھی۔ بادشاہوں کی اکثر کئی کئی بیویاں ہوتی تھیں، اور چونکہ ان میں سے بعض غیر ممالک سے لائی جاتی تھیں اس لئے ان کے ذریعے سے مقدونیہ میں اُن ممالک کے رواج جڑ پکڑ لیتے تھے۔ بالخصوص رسوم و اسرار سے اس بربریت میں اور بھی اضافہ ہو گیا تھا، جن میں سے بعض ممکن ہے کہ تھریس سے آئے ہوں۔ ان میں شراب نوشی عام تھی۔ ہمارے نزدیک جب مقدونیوں اور جرمانیوں نے اپنے اپنے وطن کو خیر باد کہا اُس وقت ان دونوں کی حالت میں بہت کچھ یکسانی پائی جاتی ہے، اس لئے کہ عظیم الشان شجاعت، بربری رسم و رواج اور شراب خوری دونوں میں عام تھیں۔ مقدونوی وہ قوم تھی جس نے ایسے بادشاہوں کی سیادت میں یونان کو زیر کیا جنھیں خود

باب ۱۲ یونانی تصور کیا جاتا تھا[سہ] ان دونوں کے مابین جھگڑے کی ابتدا اس مسئلے سے ہوئی کہ مقدونیہ اور تھریس کے ساحل پر کس کو سیادت حاصل ہے، اور یہاں سے جو شعلہ اٹھا اس نے خود یونان ہی کو آلیا۔

سہ باوجودیکہ "یونانی" اور "مقدونوی" ایکدوسرے سے متغائر سمجھے جاتے تھے تاہم یونانی مقدونیوں کو بربری تصور نہیں کرتے تھے؛ الیسقراطیس Phil. ۱۹ - یہ امر دیموس تھنیس Phil. ۳۱/۳ سے ثابت ہوتا ہے جہاں وہ کہتا ہے کہ یونان میں مقدونیہ سے غلام نہیں آتے تھے؛ اسکی وجہ یہی تھی کہ تھریسیوں، افروجیوں وغیرہ کے برخلاف یونانی مقدونوی قوم کو بربری تصور نہیں کرتے تھے

متعلق باب چہارم
یادداشت (۷)

کریٹ اور مقدونیہ کے مابین ایک معاملے میں تباین اور دوسرے امور میں یکسانی پائی جاتی ہے۔ قدیم افسانوں میں تو یہ ایک دوسرے سے متعلق ہیں چنانچہ استرابو (۶، ۹، ۲) کہتا ہے کہ بوتیائی در اصل کریٹی ہی تھے، لیکن دونوں کا طرز حکومت ایک دوسرے سے بالکل جداگانہ ہے یعنی مقدونیہ میں ملوکیت ہے اور کریٹ چھوٹی چھوٹی جمہوریتوں پر مشتمل ہے اور یکسانی اس لحاظ سے ہے کہ دونوں کا تمدن نہایت درجہ پست حالت میں ہے۔ تاریخی زمانے میں چوتھی صدی ق م تک دونوں ممالک میں سے کسی نے یونانی تمدن کے نشو ونما میں کوئی حصہ نہیں لیا، لیکن زمانہ قبل تاریخ میں بخلاف مقدونیہ کریٹ نے اس تمدن کے ارتقا میں بہت کچھ مدد دی کریٹ اپنے زمانۂ افسانہ جات کے باعث ممتاز ہے، لیکن تاریخی عہد میں صرف دو ممتاز کریٹیوں یعنی تھالیتاس اور اپی مینیدیس کا ذکر پڑھنے میں آتا ہے، لیکن ان دونوں کی حیثیت بھی بہ نسبت تاریخی کے افسانہ آمیز ہی ہے۔ کریٹیوں نے یونانی سرفروشیوں میں مطلق کوئی حصہ نہیں لیا۔ لیکن اسکے برعکس میدان فنون لطیفہ میں انھیں بہت کچھ امتیاز حاصل ہوا، چنانچہ ان کے تاریخی زمانے کے سکے خاص طور پر قابل لحاظ ہیں، گو یان Jahn، گارڈنر Gardner اور ہیڈ Head تینوں کی رائے میں ان میں بربریت کی جھلک نمایاں ہے. دیکھو گارڈنر: الواع Gardner Types جلد ۹، ۱-۲۵، ص $\frac{۱۶۰}{۱۶۷}$۔ ان سکوں سے کسی تاریخی واقعے کا پتا نہیں چلتا، لیکن ان سے

یادداشت متعلق باب ۱۲

یونانی مذہب پر بہت کچھ روشنی پڑتی ہے اور ایسے معبودوں اور سورماؤں کا پتا چلتا ہے، جیسے فیلخانوس (زیوس) جن کی بابت کسی دوسرے ماخذ سے ہمیں معلومات حاصل نہیں ہوتیں۔ جن معبودوں کی ان سکّوں پر تصاویر منقوش ہیں وہ درختوں پر رہنا پسند کرتے ہیں۔ کریٹ کا مشہور و معروف قانون گورتین بھی نہایت اہم ہے، تاہم معلوم ہوتا ہے کہ اگر سوورونوس Svoronos کی رائے درست ہے ("جریدۂ مراسلات یونان" ۱۸۸۸ء) تو یہ قانون پانچویں صدی ق م کے نصف اول کے بعد موضوع ہوا ہوگا۔ کریٹ کا مقابلہ مختلف دیار یونان، مثلاً تھسلی، آرکیڈیا، اکارنانیہ اور ایتولیہ سے کیا جا سکتا ہے: یہ سب کے سب کاشتکاروں اور سپاہیوں سے آباد تھے اور سب کا معیار تمدّن پست حالت میں تھا۔ یہ بات خاص طور پر قابل لحاظ ہے کہ کریٹ کی طرح تھسلی اور آرکیڈیا دونوں میں خوبصورت سکّوں کی خاص طور پر قدر کی جاتی تھی۔

باب پانزدہم

فیلقوس شاہ مقدونیہ

ایتھنز اور اُس کے حلیفوں میں باہمی آویزش

۳۵۹ سنہ ق م تا ۳۵۳ سنہ ق م

نئے شاہ مقدونیہ کی بابت اُس کے اوائل عہد میں کسی شخص کو یہ وہم و گمان بھی نہیں ہو سکتا تھا کہ وہ اپنے پیش رووں سے زیادہ قوت حاصل کر سکے گا اسلئے کہ مقدونیہ کو اتنی مشکلات سے دوچار ہونا پڑا تھا کہ خود اپنے آپ کو اور اپنے ملک کو کس مپرسی کے عالم سے نکالنے کے لئے اُسے اپنے تمام تر قوائے عقلی سے کام لینا لازم و لابد تھا۔ جب وہ ۳۵۹ سنہ ق م میں تخت پر بیٹھا تو اُس نے محسوس کیا کہ مقدونیہ کو الیریائیوں، پایونیوں اور تھریسیوں کی طرف سے خطرہ ہے، اور خود اپنے ہی ملک میں اُسے اپنے مدمقابل آرگائیوس سے دوچار ہونا پڑا جس کی تائید و پشت پناہی کے لئے ایتھنزی کمربستہ تھے۔ لیکن کم عمری کے زمانے کی مشکلات و مصائب نے فیلقوس کی درخشاں فطری قابلیت میں چار چاند لگا دئے تھے اور تھیبز میں رہکر وہ یونانی طریقوں اور یونان کے فوجی نظام سے کما حقہ موافق ہو گیا تھا تخت نشین ہوتے ہی اُس نے پہلا کام یہ کیا کہ فوج کو از سرنو منظم کر کے اُسے پہلے سے زیادہ

باب ۱۵

کارآمد بنایا اور مقدونوی "جتھے" کو ترتیب دے کر (جو دراصل نیزہ بردار سپاہیوں کے ایک بالکل ٹھوس مجموعے کا نام تھا) مقدونوی فوج کو چار دانگ عالم میں مشہور کر دیا۔ زاں بعد امفی پولس سے کنارہ کشی اختیار کر کے کچھ عرصے کے لئے ایتھنز کو خاموش کر دیا۔ لطف یہ ہے کہ اس کنارہ کشی سے خود ایتھنز کا بھی کوئی نفع نہیں ہوا، اس لئے کہ اگر ایتھنزی امفی پولس پر قبضہ کرنا چاہتے تو انھیں سخت دقت کا سامنا کرنا پڑتا اس لئے کہ امفی پولس والے اپنی آزادی برقرار رکھنے کے دل و جاں سے خواہاں تھے۔ بہر حال اس کے بعد اُس نے دوسری طرف رخ کیا اور اپنے مدِّ مقابل آرگائیوس و نیز پایونیوں اور ایلیریائیوں کو شکست دے کر ایلیریہ کے ایک حصّے پر قبضہ کر لیا۔ اب وہ اپنی سلطنت کے بحری استحکام کی طرف رجوع ہوا اور اُس نے اچھی طرح سمجھ لیا کہ بحری اقتدار اور مقدونوی ساحل پر اپنا اثر قائم کرنے ہی سے وہ اپنے ملک کو یونانی مداخلت سے محفوظ رکھ سکتا ہے۔ لیکن اس مقصد کے حصول سے پہلے یہ لازم تھا کہ اُس میں اور یونانیوں میں کشمکش ہو۔ اُس کے حریفوں میں علاوہ قرب و جوار کے یونانی بلدیات کے (جن میں امفی پولس اور اولنتھوس ممتاز ترین تھے) ایتھنزی قوت بھی قابل لحاظ تھی۔ اور جب سے ایتھنزی قبضے سے اُس کے ایشیائی مقبوضات نکل چکے تھے اُسی روز سے وہ مقدونوی اور تھریسی ساحل کے اثر کو بہت کچھ اہمیت دیتا تھا۔[۱]

---

[۱] تھریسی ساحل کے قبضے کے معاملے میں ایتھنز اور فیلقوس دونوں کے دعاوی کی حیثیت مساوی تھی، اور امفی پولس کو جس قدر فیلقوس سے لڑنا پڑتا تھا اُس سے زیادہ ہی ایتھنز کی مخالفت برداشت کرنی پڑتی تھی۔ ہمارے نزدیک ساحلی علاقے پر مقدونیہ کا قبضہ اُتنا ہی فطری صورت حال کے مطابق تھا جتنا ہنسیائی لیگ کے قبضے سے شمالی جرمانیہ کے علاقوں کا نکل جانا۔

فیلقوس کی تخت نشینی کے بعد اُس سے جو افعال سرزد ہوئے ان پر شیفر نے اپنی کتاب "دیموس تھنیس" ۲، ۱۷، ۱۸ میں بحث کی ہے۔ باوجودیکہ ایتھنز ارگائیوس کا ہمنوا تھا، لیکن فیلقوس کا برتاؤ ایتھنز کے ساتھ برادرانہ تھا۔ (دیموس تھنیس، ب، ارسطقراتیس، ۱۲۱)۔

۳۵۹ ق م میں ایتھنز کا سربرآوردہ مدبر ارسطوفون تھا، اور اُس نے باب ۱۵
قابل و تجربہ کار سپہ سالاروں کے ذریعے سے اپنے وطن مالوف کی قدیم قوت
اور اثر قائم کرنے کی حتی الامکان کوشش کی۔ ان سپہ سالاروں میں سب سے
وفادار اور جوشیلا خادم مملکت تمودیوس تھا؛ اس کے علاوہ اپنے اپنے
دائرۂ کار میں خابریاس اور ایفیکراتیس بھی ممتاز تھے اور خارجی حکمت عملی میں
ان کا خاص حصہ تھا۔ ان سب کی شہرت و اوصاف کے باعث بعض
غیر ممالک نے بھی ایتھنز سے اُن کی خدمات حاصل کرنے کی کوشش کی، اور
چونکہ (زمانۂ وسطیٰ کے اطالوی جنگی رہبروں یعنی کولن دوتیئری کی طرح)
غیر ممالک میں خدمت کرنے سے نہ صرف نسبتہً جلد دولت حاصل ہو سکتی
تھی بلکہ اپنے لئے چھوٹی موٹی سلطنتیں نکال لینا بھی ممکن تھا اس لئے ایتھنزی
رہبر اس طرز کار کو دل سے پسند کرتے تھے۔ اسی لئے خابریاس مصر میں اور
ایفیکراتیس پہلے مصر میں اور اس کے بعد ایران اور تھریس میں مصروف کار
رہا جن میں سے آخر الذکر ملک کا بادشاہ خود اُس کا خسر کوتیس تھا لیکن جس
شخص کے ساتھ ارسطوفون کو خاص اُنس تھا وہ خاریس تھا۔ خاریس کی
قوت و جرأت زبان زد خاص و عام تھی، اور تلواروں کے اُن نشانوں پر
جو اُس کے جسم پر بنے ہوئے تھے ہمیشہ فخر کیا کرتا تھا۔ وہ سپاہیوں کو
میدان جنگ سے باہر ہر قسم کی آزادی دینے میں مضائقہ نہیں سمجھتا تھا
اسی لئے اُسے اُس کے ماتحت بہت پسند کرتے تھے۔ اسی طرح کی
عادت و خصلت کا شخص خاری داموس ساکن اوریوس تھا جو اپنے ذاتی
مفاد کی خاطر ہر حکمراں کی خدمت کرنے کے لئے تیار رہتا تھا یہ بھی ایفیکراتیس
کی طرح کوتیس کا داماد تھا، اور اُس کے انتقال پر اُس نے اپنے نسبتی بھائی
کرسوبلیپتیس کو تخت تھریس پر بیٹھنے میں مدد دی۔ ان دونوں نے مل کر ایتھنز
کے خلاف جنگ آزمائی کی، اور جس وقت تک ایتھنزی فوج کی کمان کیفی سودوتوس
کے پاس تھی اُس وقت تک اُنھیں کو کامیابی ہوتی رہی۔ لیکن جب خاریس نے
خود سپہ سالاری کا جائزہ لیا تو اُس نے کرسوبلیپتیس کو شہر کاردیہ کے علاوہ

باب ۱۵ تمام خرسونیز اتھنز کے حوالے کرنے پر مجبور کیا[۵۲]

لیکن واقعات کے نتائج تھریس کے ان اضلاع میں بالکل مختلف نکلے جہاں اتھنزیوں کو فیلقوس سے دوچار ہونا پڑا۔ یہ وہ اضلاع تھے جو اتھنزیوں کے لئے اس قدر تو اہم نہ تھے جیسے سواحل ہیلیپونت، لیکن چونکہ اُن کی عزّت و وقار معرض الخطر میں تھے اس لئے اتھنزی اُن سے ہیلیپونت سے بھی زیادہ گویا چمٹے ہوئے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ اتھنز کے کہنے سے فیلقوس نے امفی پولس پر حملہ کیا۔ اتھنزی ہمیشہ سے اس شہر کے دعویدار تھے، اور گو اُن کے اس دعوے کو تقریباً ہر مملکت تسلیم کرنے کے لئے تیار تھی لیکن خود امفی پولس کے باشندے اس کا بُطلان کرتے تھے، چنانچہ انھوں نے ایفیکراتیس اور تموتیوس کے سے سپہ سالاروں کے مقابلے میں بھی اپنی آزادی کی حفاظت کی تھی۔ اب چونکہ اتھنزی نہ تو اپنی قوّت و جبروت سے اور نہ تدبّر و مراعات سے اس شہر پر قبضہ کر سکتے تھے اس لئے انھیں خیال پیدا ہوا کہ کیا اچھا ہو اگر فیلقوس اس پر قبضہ کر کے اُسے اتھنز کے حوالے کر دے، اور اس کے معاوضے میں اتھنز کا حلیف شہر پیدنا، فیلقوس کے حوالے کر دیا جائے۔

---

[۵۲] شیفر نے خاری داموس کا ذکر اپنی کتاب "دیموس تھنیس" ۱، ۱۵۵ ؛ ۱۹۱۸ میں کیا ہے۔ تھریسی معاملات کی بابت ہماری سب سے بڑی سند دیموس تھنیس کی وہ تقریر ہے جو اُس نے ارسطقراتیس کے خلاف دی تھی۔ ہوا یہ کہ ارسطقراتیس نے یہ غیر معمولی تحریک کی کہ خاری داموس کی حفاظت کا بندوبست کیا جائے۔ اس کی مخالفت یوتھکلیس نے کی اور یہ تقریر دیموس تھنیس نے اسی کے لئے ۳۵۲ق م میں لکھی تھی۔ منجملہ دیگر امور کے اس سے اٹیکا کے قانون تعزیرات پر بھی روشنی پڑتی ہے۔ نیز مقابلہ کرو اپولودورس کی تقریر پولیکلیس کے خلاف (Dem. L.)، دینز اُس کی تقریر موافق کاردیہ خصوصاً Dem . Ar. ۷۳، وغیرہ، اور شیفر "دیموس تھنیس" ۱، ۱۶۴۔ تھریس کے جملہ قابل لحاظ واقعات پر بوک نے اسی مضمون میں بحث کی ہے جس کا ذکر باب ۷ کے حواشی میں کیا جا چکا ہے۔

باب ۱۵

اس کے معنے یہ تھے کہ ایک ایسا شہر جو خود مختار بھی تھا اور ایتھنز کا حلیف بھی ایک ایسے شہر کے معاوضے میں فیلقوس کے سپرد کردیا جائے جو خود ایتھنز کا ماتحت بننا پسند نہیں کرتا تھا، اور چونکہ یہ کارروائی خلاف عقل بھی ہوتی اور شرافت کے اصول کے بھی منافی اس لئے اس عہدنامے کے اصل سے ایتھنزی شہریوں کو مطلع نہیں کیا گیا تھا اور عہدنامہ بھی خفیہ رکھا گیا تھا۔ چنانچہ جب فیلقوس نے امفی پولس کے خلاف فوج کشی کی تو حقیقت حال سے ناواقف ہونے کے سبب سے وہاں کے باشندوں نے ایتھنز کے سامنے دست استمداد پھیلایا، لیکن چونکہ ایتھنزیوں کو یہ امید تھی کہ فیلقوس یہ شہر فوراً ایتھنز کے حوالے کردے گا اس لئے اُنھوں نے امفی پولس کو مدد دینے سے قطعی انکار کیا۔ اب (۳۵۷ق م میں) فیلقوس نے امفی پولس کو مسخر کرلیا، لیکن بجائے اُسے ایتھنز کے حوالے کرنے کے نہ صرف خود ہی قابض رہا، بلکہ قبل اس کے کہ ایتھنز پیدنا اُس کے حوالے کرے اُس نے آگے بڑھ کر خود اُس پر بھی قبضہ کرلیا۔ جب یہ خبر بد ایتھنز پہنچی تو وہاں والے نہایت درجہ چراغ پا ہوئے اور ۳۵۷ق م میں فیلقوس کے خلاف ازسرنو لڑائی ٹھان لی۔ معلوم ہوتا ہے کہ ایسقراطیس نے اپنے ہم بلدوں کو یہ یقین دلانا چاہا تھا کہ فیلقوس سے جنگ آزمائی کا کوئی خاص سبب پیدا نہیں ہوا، اور غالباً یہ درست بھی تھا۔ کم از کم اس میں شبہہ نہیں کہ فیلقوس سے ایتھنز نے مکاری سے جو وعدہ وعید کئے تھے اُن میں اب بہت بڑا سقم پیدا ہوگیا جس کی وجہ سے ایتھنزی ایک برے قالب میں نظر آنے لگے اسکے بہت اہم اثرات پڑے جن کا شمار بعد میں کیا جائیگا۔[۵۳]

۵۳ امفی پولس کے قبضے کے لئے فیلقوس اور ایتھنز کی باہمی سازشیں تھیوپومپوس جزو ۱۸۹ میں مذکور ہیں۔ مقابلہ کرو دیودوروس ۱۶، ۴۔ امفی پولس نے اولنتھوس کے ساتھ محالفہ کرلیا تھا۔ دیموس تھنیس: "اولمپیائی" ۲، ۶ میں جس "راز" کا ذکر ہے وہ غالباً پیدنا کے متعلق ہوگا۔ اگر اس قسم کے خفیہ معاہدے کبھی ہوتے ہوں (اور زمانۂ حال کے مصنفوں کو اُس کے

باب ۱۵　ایتھنز کے حلیفوں میں عرصے سے بےچینی پھیلی ہوئی تھی ۔ لیگ کا ابتدائی مقصد

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ نہ باور کرنے کی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی) تو فیلقوس سے زیادہ موردِ الزام ایتھنز ہی نظر آئے گا، اس لئے کہ جہاں فیلقوس نے کبھی کو دھوکا نہیں دیا، وہاں ایتھنز نے اندر ہی اندر اپنے ہاتھ پیدنا کے خلاف سازش میں رنگے، اور یہ اُس وقت جب پیدنا ایتھنز کی دوستی کا دم بھرتا تھا ۔ مقابلہ کرو قیفیر، "دیموس تھنیس" ۱/ ۱۰۲ ۔ اس غداری سے ایتھنز کا واحد مقصد یہ تھا کہ کسی نہ کسی طرح سے امفی پولس پر قبضہ کر لیا جائے ۔ ممکن تھا کہ ایتھنز اور امفی پولس کے مابین مخالفہ ہو جاتا لیکن اس سے ایتھنز کا مقصد حل نہ ہوتا ۔ دیموس تھنیس Peri parapr : ۱۳۷ کے مطابق ایتھنز امفی پولس کو اپنا ماتحت تصور کرتا تھا، اور یہ تخیل یونانی نو آبادیات کے قواعد کے بالکلیہ منافی تھا ۔ چونکہ عین اس موقع پر انھیں نو سو تیز میں سپاہیوں کی ضرورت ہوتی اس لئے اُن کے لئے اس شہر کو مسخر کرنا نہایت دشوار ہوتا، چنانچہ انھوں نے اُسے مسخر کرنے کا فرض فیلقوس کے سر تھوپا ۔ باوجود اس بدیہی صورت حال کے اس زمانے میں کوئی بھی ایتھنز کو اس دوہری غداری پر قابل الزام قرار نہیں دیتا ۔ بلکہ اس کے برعکس فیلقوس کو محض اس لئے بھلا بُرا بتایا جاتا ہے کہ اُس نے ایتھنز کی مدد نہیں کی ۔ فیلقوس پر دو سبب سے الزام رکھا جاتا ہے، ایک تو وعدہ کرنے کی وجہ سے اور دوسرے اُس وعدے کا ایفا نہ کرنے کی وجہ سے، لیکن یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وعدہ خلافی کی ابتدا اُسی کی طرف سے ہوئی ہوگی ۔ واقعہ یہ ہے کہ فیلقوس اور ایتھنز کے مابین امفی پولس اور پیدنا کے متعلق کوئی معاہدہ ہی نہیں ہوا؛ اس قسم کے معاہدے صرف ایتھنز کے شہری ہی کر سکتے تھے، اور جن لوگوں نے اس کی بابت گفتگو کی تھی اُنھیں پیدنا کے قبضے کی وجہ سے عموماً ایتھنز کے سامنے شرائط معاہدہ پیش کرتے ہیں گویا شرم آتی تھی ۔ جب معاہدہ ہی نہیں ہوا تو یہ سوال پیدا ہوا کہ آخر فیلقوس پیدنا پر کیسے قبضہ کر لے ۔ اس کا طریقہ یہ سوچا گیا کہ چند ایتھنزی اپنی خانگی حیثیت سے پیدنا پر فریب کاری سے یک بیک حملہ کے بعد قبضہ کر کے فیلقوس کے حوالے کر دیں گے، اس لئے کہ اگر یہ نہیں تو پھر فیلقوس کو تو شرائط کے بموجب امفی پولس ایتھنزیوں کے حوالے کرنا پڑتا لیکن اُسے اُس کے معاوضے میں کچھ بھی نہ ملتا ۔ لیکن مشکل یہ تھی کہ اگر ایسا کیا جاتا تو ان حملہ آور خانگی ایتھنزیوں کے ساتھ مملکت ایتھنز کس قسم کا برتاؤ کرتی؟ اور حقیقت امر پر نظر کی جائے تو اُن کی سزا موت ہے

باب ۱۵

یہ تھا کہ مختلف اراکین متفق ہو کر اسپارٹا سے اپنا بچاؤ کر سکیں، لیکن اب یہ مقصد کسی کے پیش نظر نہیں رہا تھا، چنانچہ اب ایتھنز کے لئے مناسب یہی تھا کہ پہلے سے بھی زیادہ اپنے حلیفوں کے جذبات کا پاس و لحاظ کرتا۔ لیکن اُس کے بجائے اُس نے اُن کے جذبات و احساسات کو بیدردی کے ساتھ ٹھکرا دیا جس سے اُس کے حریفوں اور مدمقابل دول نے بہت کچھ فائدہ اُٹھایا۔ اپنے عروج کے زمانے میں تھیبز نے حتی الامکان اسپارٹا کی مخالفت میں سازشیں کی تھیں، اور اب اس کام کا بیڑا اموسولوس والئ کاریہ نے اُٹھایا جس نے حال ہی میں اپنا پایۂ تخت میلاسا سے اندرون ملک کے شہر ہالی کارناسوس کو منتقل کر دیا تھا اور جس کا اثر نہ صرف کوس اور رھوڈز پر بلکہ خیوس پر بھی تھا۔ الغرض جب ایتھنز فیلقوس کے ساتھ از سر نو اپنی تمام امیدوں اور آرزوؤں کے مٹی میں مل جانے کے بعد فیلقوس سے از سر نو جنگ آزما ہوا تو اُس کے غیر مطمئن اور بےچین حلیفوں نے خیال کیا کہ اب انھیں اُس سے تعلقات ترک کرنے کا موقع ہاتھ آ گیا ہے، چنانچہ نہ صرف انھوں نے بغاوت کا

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ کسی طرح سے کم نہ ہوتی۔ ان اسباب کی بنا پر اغلب امر یہ ہے کہ اول تو نام نہاد معاہدہ زبانی جمع خرچ سے زائد نہ تھا اور دوسرے خود ایتھنزی اس کا ایفا کسی طرح سے نہیں کر سکتے تھے۔ تھیوپومپوس ۱۸۹ کے مطابق ایتھنزیوں نے امفی پولس اور پیدنا کے متعلق دوہری غداری کی تحریک فیلقوس کے سامنے پیش کی، اور اس رائے سے ویسٹرمان (پاؤلی: "محیط المحیط" Westermann in Pauly's R. E. ۵، ۴، ۱۴۱) تک اس سے متفق ہے کہ "ایتھنز نے خانگی طور پر تامل کے ارادے کا اظہار کیا"۔ الغرض صرف ایک ہی بات باقی رہ جاتی ہے، وہ یہ کہ ایتھنزی فیلقوس کو ایک مشتبہ معاملے میں اپنا آلۂ کار بنانا چاہتے تھے، اور انھیں اُس میں کامیابی نہیں ہوئی؛ اور لطف یہ ہے کہ اس واقعے کو مؤرخوں نے بھیڑیے کے بکری کو جال میں پھنسانے کے قصے سے تشبیہ دی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ فیلقوس ایتھنزیوں سے کہیں زیادہ چالاک تھا۔ امفی پولس کے متعلق ایسقراطیس کے خیالات کی بابت دیکھو Phil. ۱، وغیرہ۔

باب ۱۵ اعلان کر دیا بلکہ بیزنطہ کو بھی اپنا طرفدار بنالیا (۳۵۷ ق م) لیکن ایتھنز
اتنی آسانی سے سر تسلیم خم کرنے کے لئے تیار نہ تھا بلکہ اُس نے سیومویا کے
نظام کو تریارخیا پر منطبق کر کے اپنی بحری طاقت کو از سر نو منظم کرنے کا تہیہ
کرلیا اور اپنا بیڑا میدان کارزار کی طرف روانہ کر دیا۔ لیکن شومئ قسمت سے
اس مہم میں ایتھنزیوں ہی کو شکست ہوئی اور اُن کے بہترین سپہ سالاروں کو
بے وقت موت کا منہ دیکھنا پڑا۔ مثلاً پہلی ہی مہم میں خابریاس خیوس کے
قریب مارا گیا۔ اس کے بعد دو مزید بیڑے روانہ کئے گئے، ایک تو
ایفیکراتیس کی سرکردگی میں، جس میں اُس کا بیٹا مینیس تھیوس اور تسودیوس بھی
موجود تھے، اور دوسرا خاریس کی ماتحتی میں، اور ان دونوں کو حکم دیا گیا کہ باہم
مل کر مہم سر کریں۔ لیکن دونوں بیڑوں کے سپہ سالاروں کی رائیں ایکدوسرے
سے اس قدر مغائر تھیں کہ بالآخر خاریس نے تنہا لڑائی لڑنا شروع کر دی جس میں
اُسی کو شکست ہوئی جس پر محض اپنے بچاؤ کی غرض سے اُس نے اپنے ساتھی
پر عدم تعاون کا استغاثہ دائر کر دیا۔ گو اس کے بعد اُسے تمام مہم کا سپہ سالار
بنا دیا گیا لیکن اُسے کسی قسم کی مزید کامیابی حاصل نہیں ہوئی، بلکہ دشمن کو
اچھے اچھے مواقع مل گئے، اور چونکہ ایتھنز سے رقم آنا بند ہو گئی اس لئے
اُس نے خود بھی باغی ایرانی صوبہ دار ارتابازو کی ملازمت اختیار کر لی اور اپنی
اور اپنے ماتحتوں کی جیبیں بھرنا شروع کر دیں۔ لیکن شاہ ایران کی شکایت
پر ایتھنزیوں نے اُسے واپس بلا لیا، اور جب انھوں نے دیکھا کہ باغی حلیف
کسی طرح سے زیر نہیں ہوتے تو (۳۵۵ ق م میں) انھوں نے اُن کے ساتھ صلح
کرلی اور اس طرح اس کوشش میں کہ اپنے حلیفوں کی تعداد میں اضافہ کریں اپنے
پرانے رہے سہے حلیف بھی اپنے ہاتھ سے کھو دئے۔ رھوڈز اور
بیزنطہ اتنے طاقتور ہو گئے تھے کہ وہ فطرتاً ایتھنز سے آزاد ہونا چاہتے تھے،
چنانچہ چوتھی صدی ق م کے دوران میں انھوں نے بعض نہایت مشہور و معروف
محاصروں کا کامیابی کے ساتھ محاصرہ کیا، باقی ماندہ مقامات میں کوس کی
مالی حالت اچھی تھی اور خیوس بھی آئندہ مستقل طور پر آزاد رہا۔ اس سے

معلوم ہوتا ہے کہ فریقین میں جو تنازعہ ہوا اُس کا ایک سبب فطری واقعات و احوال بھی تھے۔ ان شہروں کی آزادی کے بعد بھی ایتھنز کے تھوڑے سے بہت حلیف باقی تھے جو اُسے سالانہ ۴۵ تالنت خراج ادا کیا کرتے تھے ؎۔

اس جنگ سے بہت سے نتیجے نکلے۔ سب سے پہلے تو

؎ ہمیں جنگ حلفا کی بابت بہت ہی کم معلومات حاصل ہیں۔ دیودوروس نے جن واقعات کا اعادہ کیا ہے (۱۶، ۷، ۲۱، ۲۲) وہ اصلی واقعات نہیں ہیں، اور دیمستھنیس اور دوسرے خطابوں کی تقاریر میں زیادہ مواد نہیں ملتا۔ زمانۂ حال کے مصنفوں میں سے دیکھو ہوک ۱، ۱، ۳۹ وغیرہ؛ کیہلر Koehler : Athen. Mitth. ۶، ۲۱ سے بعد کیلئے بیلوخ: "سیاسیات اٹیکا" Beloch: Att. Politik. صفحہ ۱۶۳ وغیرہ۔ حلیفوں کی خدمات کی کیفیت کے لئے پلوٹارک: "حیات فوکیون" Plut : Phoc. ۱۱؛ ایسقراطیس: "صلح" Isocr. : De Pace ۲۹؛ شیفر: "دیموستھنیس" ۱، ۱۶۷، ۱۶۸۔ دیودوروس کے خلاف واقعہ اندراجات، ایضاً ۱۷۰۔ ارتابازو کے یہاں خاریس کی ملازمت، دیودوروس ۱۶، ۲۲؛ پلوٹارک Arat. ۱۶، اور منجملہ دوسرے مورخوں کے شیفر: "دیموس تھنیس" ۱، ۱۷۲۔ موسولوس کو دیودوروس ۱۵، ۹۰ ۔ کوس کی اہمیت دیودوروس ۱۵، ۷۶۔ تریا خیالی اصلاح، شیفر: "دیموس تھنیس" ۱، ۱۶۷، ۱۶۹۔ ایتھنز نے اس جنگ میں "حماقتانہ انداز سے" ایک ہزار تالنت خرچ کر دئے؛ ایسقراطیس: Areop.۔ ایتھنز والوں کو اب بھی خراج سے ۴۵ تالنت کی آمدنی ہوتی تھی، دیموس تھنیس Cor. ۲۳۴۔ ان بلدیات کی فہرست جو ہمارے علم کی حد تک ایتھنز کا ساتھ دئیے جاتے تھے، شیفر: "دیموس تھنیس" ۲، ۵، ۱۷؛ لیکن چونکہ اُس کے حوالہ جات محض سرسری ہیں اور ان بلدیات اور ایتھنز کے باہمی تعلقات یکساں نہیں رہے اس لئے اس فہرست سے ۳۵۳ ق م کے بعد لیگ کی وسعت کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔ بیلوخ (سیاسیات اٹیکا ۳۶۴) کے بموجب ۳۵۶ ق م یا ۳۵۵ ق م میں سپہ سالاروں کی برخاستگی عمل میں آئی اور اسکے بعد فوراً ان پر مقدمے قائم کئے گئے؛ لیکن اکثر مورخوں کے نزدیک دائرۂ مقدمات میں ذرا دیر لگی ہوگی۔

اُن سپہ سالاروں کو، جنھیں خاریس نے موردالزام قرار دیا تھا، سزا دی گئی۔ باب ۱۵
تموذیوس، جس پر ایک سو ٹالنت جرمانہ کیا گیا، ایتھنز چھوڑ کر خالکس چلا گیا جہاں
تھوڑے ہی عرصے کے بعد اُس کا انتقال ہوگیا۔ ایفیکراتیس اور مینیس تھیوس
بری ہوگئے، لیکن ایفیکراتیس بھی اس کے بعد زیادہ دن تک زندہ نہیں
رہ سکا۔ ان کے بعد ایتھنز کے سپہ سالار یا تو خاریس اور خاری داموس کی طرح
ادنیٰ درجے کے رہبران جنگ تھے ورنہ فوکیون کی طرح مقبول عام نہ تھے۔
اس جنگ ہی کی وجہ سے ارسطوفون کو زوال ہوا اور اب وہ رہبری عوام
کے عہدے سے کنارہ کش ہوگیا۔ اس کی جگہ یوبولوس نے لی، اور اُس نے
فوراً یہ بھانپ لیا کہ ایتھنز کی عظمت محض جنگ کی وجہ سے قائم نہیں رہ سکتی
بلکہ اب بہتر یہی ہے کہ مملکت کے وسائل کی خاص طور پر نگرانی رکھی جائے،
چنانچہ وہ فیلقوس کے خلاف صرف اُسی وقت جنگ آزما ہوا جب یہ
اُس کے لئے بالکل ناگزیر ہوگیا بلکہ شاید بہتر تو یہی ہوتا کہ اس جنگ سے
کلیۃً کنارہ کشی اختیار کر لی جاتی۔ ممکن ہے کہ ہمارے اس خیال پر اس نظر سے
نکتہ چینی کی جائے کہ حلیفوں سے جو صلح کی گئی وہ صرف اسی لئے کہ فیلقوس
کے ساتھ جنگ ذرا زیادہ شدت کے ساتھ جاری رکھی جائے؛ لیکن اگر
مقصد یہ تھا تو اُسے پورا نہیں کیا گیا۔ ۳۵۵ ق م سے ۳۴۶ ق م تک جو
لڑائی جاری رکھی گئی وہ دوسری لڑائیوں سے اس لئے مختلف تھی کہ اُس سے
کوئی خاص نتیجہ مترتب نہیں ہوا۔ بجائے ایک ایسے تیز بخار کے مشابہ ہونیکے
جس کا کوئی نہ کوئی نتیجہ جلد نکل آتا ہے، وہ ایسی تپ دق کی مانند تھی جو خفیف
ہونے کے باعث بالکل غیر محسوس ہوتی ہے لیکن جس سے بیچارے مریض
کی قوت لحظہ بہ لحظہ کم ہوتی جاتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس کے بعد ایک اور
جنگ بالکل ناگزیر ہوگئی، اور یہ ایتھنز کے لئے اس سے بھی زیادہ خطرناک
ثابت ہوئی۔ اگر فیلقوس نے تھرموپلی پر حملہ کر کے اس جنگ کو ختم نہ کر دیا ہوتا
تو شائد اُس کے اور ایتھنز کے مابین جنگ برابر جاری رہتی اور گو اُس میں
رفتہ رفتہ مقدونیہ کا پلڑا ہی بھاری ہوتا جاتا تاہم اس کا عرصہ دراز تک

باب۵

کوئی فیصلہ کن نتیجہ نہ نکلتا۔ یہاں میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ زمانۂ حال میں کیا یوبولوس کے ساتھ ذرا بے انصافی کا برتاؤ کیا جاتا ہے، اور میں نے اس امر پر اپنے حواشی میں زور دیا ہے[۵]

۵ یوبولوس و تھیوری کون:۔ اس باب کے متن میں میں یوبولوس پر کافی بحث نہیں کر سکا، اس لئے کہ کسی جامع تاریخ یونان میں اسے کالیستراتوس یا ارسطو فون سے زیادہ جگہ نہیں دی جا سکتی۔ لیکن حواشی میں اُس کی شخصیت کے ذرا گہرے مطالعے کی ضرورت ہے۔ یوبولوس کی شخصیت کو زمانۂ حال کی تحقیقات نے بہت کچھ ممتاز کر دیا ہے گو ہمارے نزدیک وہ اس امتیاز کا مستحق نہیں ہے۔ کچھ عرصے سے یوبولوس کو "بد قسمت مدبر" کا خطاب دیا جانے لگا ہے (پاؤلی: "محیط المحیط" ا، ۱۶۳۳) جس کی وجہ سے دیموس تھینیس سے اُس کا مقابلہ کیا جاتا ہے اور دونوں کے مابین تباین دکھایا جاتا ہے۔ یہ نقطۂ نظر شیفر کا ہے اور اس کا مدار مفصلۂ ذیل پر ہے:۔ (۱) تھیوپومپوس کی رائے (۲) ایک قانون جسے یوبولوس کا پیش کردہ بتایا جاتا ہے اور انتظام تھیوری کون جو اُس کے ساتھ منسوب کیا جاتا ہے (۳) اُس کے افعال کی تنقیح۔ میں ان امور پر مفصلۂ ذیل ترتیب سے بحث کروں گا:۔

(۱) تھیوپومپوس کے وہ فقرات جن کا اقتباس .Ath ۴، ۱۶۶ اور ہارپوکراتیس: "یوبولوس" (اجزائے ۹۵ و ۹۶، میولر) میں مندرج ہیں، دونوں میں سے کسی سے تھیوپومپوس کے الفاظ کا مطلب صاف نہیں معلوم ہوتا؛ لیکن یہ یقیناً تھیوپومپوس ہی ہوگا جس نے یوبولوس کو عیش پرست" بھی کہا اور ساتھ ہی ساتھ "مختتی" بھی؛ کم ازکم تھیوپومپوس نے یوبولوس کے عہد کے ایتھنزیوں کو "عیش پرست اور حریص" ضرور کہا اور یہ بھی کہا کہ اس زمانے میں ایتھنزی اہالیان تارنتوم سے بھی بدتر تھے اس لئے کہ تارنتوم والے تو شراب نوشی اور شکم پری پر ہی اکتفا کرتے تھے، لیکن ایتھنزی تو "خزانۂ عامہ کی دست بُرد سے بھی محفوظ نہ تھے"؛ لیکن ہمیں یہ یاد رکھنا چاہئے کہ تھیوپومپوس کو عمومیت سے فطری تنفر تھا اس لئے اُس کی رائے قابل وثوق نہیں کہی جا سکتی؛ اُس نے ایتھنز اور تارنتوم کے مابین جو مقابلہ کیا ہے وہ بالکل لغو ہے، اور در حقیقت ایتھنز میں عیش و عشرت کے باعث لوگوں کی عادات میں کسی قسم کی ڈھیلی

فیلقوس نے جنگ علفا کے اثنا میں اپنے معاملات کی

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ پڑنے کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ ایتھنز والوں پر "نامردی اور بے پروائی" کا الزام اتنا ہی بے بنیاد ہے جتنے تھیوپومپوس کے وہ فقرے جن کا اقتباس جسٹن ۶، ۹ میں دیا ہوا ہے۔ الغرض عموم ایتھنز پر صرف یہ الزام لگایا جا سکتا ہے کہ وہ روپیہ وصول کرتے تھے۔ ہم اس امر سے واقف ہیں کہ فارقلیس کے زمانے سے برابر یہ سلسلہ چلا آتا تھا۔ چنانچہ اگر یوبولوس کے خلاف کوئی الزام لگایا جا سکتا ہے تو یہی کہ اُس نے اس قدیم رواج میں اور بھی خرابیاں پیدا کر دی تھیں، لیکن تھیوپومپوس سے ان خرابیوں کا ثبوت مانگا جاتا ہے تو وہ بالکل خاموش رہتا ہے۔ بلاشبہہ شیفر (" دیموس تھنیس" ۱، ۲۰۰) کے نزدیک "یوبولوس سے پہلے! غالباً حصۂ رسدی میں اعتدال برتا جاتا تھا۔۔۔۔۔۔۔۔ بجٹ خارج از بحث تھی۔۔۔۔ ۔۔۔۔ یوبولوس نے مملکت کی آمدنی میں معتد بہ اضافہ کیا۔۔۔۔۔۔۔ بجائے اس کے کہ آئندہ جنگ کے اخراجات کے لیے بجٹ میں سے رقم مدِ محفوظ میں منتقل کی جائے یا اس میں سے فیلقوس کے خلاف جنگی تیاریوں میں خرچ کیا جائے، یوبولوس نے غالباً اپنے عہدے کے پہلے ہی سال کے اختتام پر یہ سب روپیہ عید دیونی سیہ کے موقع پر محض تفریح پر خرچ کر دیا" اس فقرے کے الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ اُس کا کم از کم ایک حصہ محض قیاس پر مبنی ہے، اور جو امور واقعے کے طور پر درج کئے گئے ہیں اُن کے لئے صرف قلی نوس کا حوالہ کافی سمجھا گیا ہے Harpocr. Theorica ! لیکن اگر ہم اس کی ورق گردانی کریں تو ہمیں صرف یہ ملے گا کہ یوبولوس نے پہلے قاعدے کے مطابق عمل کیا، یعنی اُس نے عوام میں " زر عید" تقسیم کر دیا۔ ہم جانتے ہیں کہ قطعی طور پر کوئی خاص جدت یوبولوس کی طرف منسوب نہیں کی گئی، لیکن اگر اُس کا نام اس سلسلے میں لیا گیا ہے تو بھی اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اس کے پردے میں کوئی اور امر بھی پوشیدہ ہوگا، بلکہ اس سے صرف اقتباس دینے والے مصنف کی حماقت ظاہر ہوتی ہے۔ اُس کی رائے ہے کہ فی نفسہ لفظ تھیوری کون سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یوبولوس سے کوئی نہ کوئی حرکت ضرور سرزد ہوئی ہوگی، گویا کہ لفظ " تھیوری کون" کی ابتدا یوبولوس سے ہی ہوئی تھی! الغرض اس بیان سے کچھ بھی ثابت نہیں ہوتا، اور ہم نے شیفر کا جو اقتباس دیا ہے اُس کی کوئی دوسرا مورخ تائید نہیں کرتا۔ لیکن اب ہم ایک ایسے امر کی طرف متوجہ ہوتے ہیں جو

باب ۱۵ نگرانی نہایت عمدہ طور پر کی تھی۔ اُس نے اپنی تمام تر توجہ خالکدیس کے

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ جو اس سے زیادہ اہم ہے۔ "فرضی دیموس تھنیس" (۵۹، ۴) کے بموجب اپولودوروس نے سنہ ۳۵۰ ق م میں تحریک کی کہ "رقوم عامّہ میں سے روپیہ سپاہیوں میں تقسیم کیا جائے"، اور اُسے عموم ایتھنز نے منظور بھی کرلیا؛ لیکن جس زمانے میں یوبولوس رہبر عوام تھا اُس وقت اس قرارداد کو مسترد کردیا گیا۔ اس سے یہ نتیجہ نکالا جاتا ہے کہ یوبولوس وطن پرستانہ اصلاحات کا مخالف تھا۔ اول تو ہم اس قرارداد کے سلسلے میں یوبولوس کے کسی فعل کا ذکر تک نہیں پاتے، دوسرے (اور یہ امر باوجود نہایت درجہ اہم ہونے کے نظر انداز کردیا جاتا ہے) اس تحریک کا مقصد صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس مروجّہ قانون کا انطباق کیا جائے جس کے بموجب رقمی بچت کو جنگ کے زمانے میں سپاہیوں پر صرف کرنا چاہیئے تھا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جنگ تو ضرور تھی لیکن آیا بچت بھی تھی یا نہیں۔ اس کا جواب وثوق سے نہیں دیا جاسکتا، اس لئے کہ دیموس تھنیس (۳۹، ۱۷) کے مطابق اس سال (یعنی بلاس ا، ۲۸۸ کے بموجب سنہ ۳۴۸ ق م میں، دوسروں کے نزدیک سنہ ۳۵۱ ق م) میں ارا کین ہیلیایئہ کی تنخواہیں برآئندہ تھیں۔ بدیں سبب جو مفروضہ سب سے زیادہ قابل قبول ہے وہ یہی ہے کہ جونہی ایتھنزیوں نے دیکھا کہ اپولودوروس کی تحریک کے مطابق عمل درآمد بالکل ناممکن ہے تو انھوں نے اُس شخص کو، جس نے یہ بظاہر نہایت نفیس لیکن بالکل ناممکن العمل تحریک پیش کرکے انھیں دھوکے میں ڈالا تھا، اور جو ساتھ ہی ساتھ بدنام بھی تھا، اپنا نشانۂ ملامت بناکر سزا دے دی۔ اس سے یوبولوس کی مفروضہ خرابی سے مطلق کچھ تعلق نہیں ہے۔

(۲) یوبولوس کو اس لئے بھی بُرا بھلا کہا جاسکتا ہے کہ اُس نے وہ قانون منظور کردیا جس کے بموجب جو شخص اس کی تحریک ... کرتا کہ "تھیوریکا" "ستراتیوتیکا" ہوجائے (یعنی بجائے اس کے کہ غربا کو روپیہ تقسیم کیا جائے وہ سپاہیوں کو بانٹا جائے)، وہ سزائے موت کا مستحق گردانا جاتا۔ لیکن اب یہ امر مسلّمہ ہے کہ ایسا قانون کبھی منظور نہیں کیا گیا، اور اُس کا وجود محض دیموس تھنیس کی تقریر "اولنتھوس" ۳، ۱۲، کے لفظ "اپوکستھائی" ("قتل کرنا، برباد کرنا") کی وجہ سے فرض کرلیا گیا تھا؛ لیکن یہاں یہ لفظ محض استعارۃً استعمال ہوا ہے۔ علاوہ ازیں اس امر کو بالکل نظر انداز

باب ۱۵ شہروں کی طرف مبذول کی تھی جو سب کے سب امفی پولس اور پیدنا کے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ کر دیا جاتا ہے کہ چونکہ دیموس تھنیس کی تحریر (۵۹، ۴) کے بموجب ایک قانون ایسا موجود تھا جس کی بنا پر بچت کا روپیہ بجائے غربا کے سپاہیوں کے خرچ میں آنا چاہیئے تھا اس لئے اس کے بعد یوبولوس کا مفروضہ قانون بالکل ناممکنات سے ہو جاتا ہے۔ یوبولوس کے خلاف ایک اور الزام بھی عائد کیا جاتا ہے، وہ یہ کہ تھیور یکون کے افسروں کے سپرد اس کے علاوہ دوسرے فرائض بھی کر دئے تھے، اور جس فقرے میں یہ مندرج ہے (ائس خنیس: "کتےسی فون" ۲۵) اس سے یہ بھی استناج کیا جاتا ہے کہ یوبولوس ضرورت سے زیادہ روپیہ عیدوں اور تہواروں پر خرچ کرتا تھا، اور اس کا اس فقرے میں مطلق پتا نہیں ملتا۔ لوگ یہ بھول جاتے ہیں کہ اس فرض کی انجام دہی انھیں اختیارات کے ساتھ خود دیموس تھنیس نے بھی کی، اور یہ اس زمانے میں جب خود کتےسی فون نے اسے سدابہار کا ایک گھیر بطور انعام کے دئے جانے کی تحریک کی تھی، اور یہ وہی کتےسی فون ہے جسے مالیاتی اصول میں دیموس تھنیس کا مدّمقابل سمجھا جاتا ہے۔ بدیں سبب جب ہم شیفر کی کتاب میں پڑھتے ہیں کہ یوبولوس نے "تعطیلات کی تعداد میں اضافہ کیا" (دیموس تھنیس" ۱، ۲۰۱) یا یہ کہ "اس نے خزانے سے روپیہ لے کر تقسیم کیا" اور اس طرح گویا ہر دل عزیزی معلل لی" (۱، ۲۰۴) تو ہم فوراً اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ یہ حقیقی واقعات نہیں بلکہ مصنّف کی ذاتی رائے کا محض پر تو ہیں۔ اس کے برعکس کون سے ایسے واقعات ہیں جن کا ہمیں علم ہے؟ شیفر: "دیموس تھنیس" (۱، ۲۰۴) کے مطابق جہاز تعمیر کئے، سوارے کو منظم کیا، برّی اور بحری افواج میں اضافہ کیا، سرکاری گودام بنوائے اور اکروپولس کی تزئین کی ("دیموس تھنیس" ۱، ۱۹۶)۔ ان تمام واقعات کو پیش نظر رکھ کر یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ اس نے سرکاری روپیہ بجائے فوجی تیاری کے محض لوگوں کی تفریح طبع میں صرف کیا ہوگا؟ اس کا فرض تھا کہ وہ عیدوں اور تہواروں کا انتظام کرے، اور اس نے (غالباً دیموس تھنیس کی طرح) اس فرض کو ادا کیا ہوگا۔ (واضح ہو کہ معالمہ ہارپالوس میں دیموس تھنیس نے اپنے بچاؤ کی خاطر یہ ظاہر کیا کہ اس نے تھیوری کون پر بیس تالنت صرف کئے ہیں، دیکھو آگے)۔ جب خزانہ روپے سے بالکل معرا تھا اس وقت دیموس تھنیس فخریہ کہہ سکتا تھا کہ میں نے تہواروں پر بیس تالنت کی خطیر رقم صرف کی ہے، اور اس پر آج کوئی فرد بشر انگشت نمائی کرے لئے

مابین واقع تھے، اور اب اُس نے شہر اولنتھوس کی طرف، جو ان بلدیات کا باب ۱۵

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ تیار نہیں ہوتا، لیکن باوجود ثبوت کے فقدان کے یوبولوس لوگوں کی تفریح طبع پر رقمی بچت خرچ کرنے کا ملزم گردانا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں جہاں تک تھیوریکون کا تعلق ہے، یہاں گروٹ کی نہایت صائب رائے کا نقل کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے (جلد ۹، صفحہ ۳۴۴، لندن ۱۸۸۸ء)، وہ یہ کہ "تفریح طبع" یونانیوں کے لئے ایک مذہبی رکن تھا" (ہیروڈوٹس ۹، ۷: "لہو ولعب")۔ شیفر کے مفصلۂ ذیل فقروں سے معلوم ہوجائے گا کہ بیچارے یوبولوس کو کس طرح ہر بات میں نشانۂ ملامت بنایا جاتا ہے (شیفر: "دیموس تھنیس" ۱، ۲۱۳:- یوبولوس کی حکومت کا خاصہ ہے کہ کوئی امر عام جس کی اُس نے ابتدا کی تھی، کبھی پایۂ تکمیل کو نہیں پہنچا، اور یہ لیکرگوس ہی کی اُن انتھک کوششوں کا نتیجہ تھا کہ بالآخر بحری سلح خانہ اور دوسری اہم تعمیریں مکمل ہوئیں۔ لیکن خود شیفر ("دیموس تھنیس" ۲، ۵۲۸) کہتا ہے کہ ۳۴۶ ق م میں بحری گودیوں اور اسلحہ خانے کی تعمیر "دیموس تھنیس" کی تحریک پر ملتوی کردی گئی اور اس التوا سے سالانہ دس تالنت کی بچت ہوئی، تاہم ان امور عامہ کی عدم تکمیل کا الزام یوبولوس ہی کے سر تھوپا جاتا ہے۔ جب یہ معلوم ہوتا ہے کہ یوبولوس انتظام مملکت میں اس درجہ ہوشیاری برتتا تھا کہ جہاز سازی کے لئے جو لکڑی اُس نے خریدی تھی اُس کا حسابات میں عرصۂ دراز تک اندراج رہا تو پھر نکتہ رس مورخ اُسے "ایک نہایت تعجب انگیز واقعے" سے تعبیر کرتے ہیں (شیفر، ۱، ۲۱۳)۔ بلا شبہہ اس واقعے کا اس خیالی یوبولوس کی طرف منسوب کرنا جس کی فرضی تصویر کھینچی گئی ہے، نہایت تعجب آمیز ہے، لیکن جو حقیقی یوبولوس گزرا ہے اُس کے سب کارنامے اسی پائے کے ہیں۔

(۳) اب ہم یوبولوس کے دوسرے کارناموں کی طرف رجوع ہوتے ہیں۔ اُس نے مہم یوبیہ کی تائید کی جس کے باعث ایتھنز کا روپیہ اور سپاہی دونوں کام آئے، اور اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ علاوہ عیدوں اور تہواروں کے اُس نے دوسرے مدات میں بھی روپیہ خرچ کیا۔ دیموس تھنیس شروع ہی سے اس مہم کا مخالف تھا، اور اُس کے

باب ۱۵ گویا رہبر تھا، اپنی دوستی کا ہاتھ پھیلایا۔ لیکن بجائے اس کے کہ اولنتھوسی اُسے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) ہمنوا اُس کے اس اصول کی تائید کرتے ہیں (شیفر ۲، ۷۹) "اس کا مقصد یقیناً یہی ہوگا کہ خود سر کا ساتھ دینے کے بجائے ایتھنزی باشندگان خالکس کا ساتھ دیں"۔ لیکن خالکس والے پہلے ہی سے اس مہم کی تائید کر چکے تھے (شیفر ۳، ۸۰) اور اگر ایتھنز کا مفاد اسی میں تھا تو یہ کسی حالت میں قابل الزام نہیں ٹھہرایا جا سکتا تھا۔ یوبولوس کے دوران حکومت میں ایتھنزیوں کو فیلقوس کے خلاف ایسی کامیابی ہوئی جس کا ثانی ملنا ناممکن ہے یعنی اُس نے ۳۵۲ ق م میں ایتھنزی بیڑا تھرموپلی روانہ کیا جس کی وجہ سے فیلقوس کو گویا یونان کے دروازے پر ہی رک جانا پڑا اور اُس کی آخری فتح مندی گویا چھ سال کے لئے معرضِ التوا میں پڑ گئی۔ دیموس تھنیس سے یقیناً ایسا کوئی کارنامہ سرزد نہیں ہوا۔ یہ امر اب قطعی طور پر پایۂ ثبوت کو پہنچ گیا ہے کہ اس مہم کا اصلی محرک یوبولوس ہی تھا اس لئے کہ وہی اُس زمانے میں عموماً ایتھنز کا رہبر تھا، اور بیلوخ (۲۱۸) اس کو یوبولوس کی طرف بلا غل و غش منسوب کرتا ہے۔ لیکن شیفر کی رائے یہ ہے کہ اس مہم کی تحریک ایک شخص دیوفانتوس نے کی تھی، جسے دیموس تھنیس (peri parapr: ۲۹۷) کالیستراتوس اور ارسطوفون کے ساتھ ساتھ "تومند" کا لقب دیتا ہے۔ اب شیفر کہتا ہے کہ یہ لفظ یقیناً اسی مہم کے متعلق ہے جس کی بابت دیوفانتوس نے قرار دادِ شکریہ کی تحریک کی تھی۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر ہمارے پاس اس کا کیا ثبوت ہے کہ اس کی تحریک یوبولوس نے نہیں کی۔ اس کا جواب شیفر یہ دیتا ہے کہ "اس مہم کے اخراجات زیادہ ہو جانے کی وجہ سے" یوبولوس نے "مشکل سے" اُس کے موافق اپنی رائے دی ہوگی۔ ہمارا جواب یہ ہے کہ مفروضہ یوبولوس کی بابت یہ کہنا بالکل بجا اور درست ہے، لیکن واقعی یوبولوس کا قصہ ہی دوسرا ہے۔ جب دیموس تھنیس کرسوبلیپتیس کے مخالفوں میں سے تھا اُس وقت یوبولوس نے اُس سے تعلقات پیدا کرنے کی کوشش کی لیکن مسئلہ جات تھریس کی بابت مختلف آرا کا ہونا بالکل ممکن تھا، اور خود دیموس تھنیس نے بھی بالآخر اپنی رائے تبدیل کر دی، لہٰذا محض کرسوبلیپتیس کا ساتھ دینے کی وجہ سے ہم یوبولوس کو قابلِ ملامت نہیں قرار دے سکتے۔ اس ضمن میں آخری بات یہ کہنی ہے کہ ۳۴۸ ق م میں یوبولوس نے

باب ۱۵ نظر استحسان سے دیکھیں وہ اسے فیلقوس کی چالبازی پر محمول کرنے لگے اور

بقیۂ حاشیہ صفحہ گزشتہ فیلقوس کے خلاف ایک لیگ قائم کرنے کی کوشش کی" اور یہ الیسا واقعہ ہے کہ اگر اُس کے نقاد بھی اُسے پیش نظر رکھتے تو وہ بھی اُس کے معترف ہو سکتے لیکن نہیں! وہ کہتے ہیں کہ کام تو اچھا تھا لیکن نیت ضرور بری تھی! شیفر (۲، ۱۶۹) کے بموجب یوبولوس صرف یہ چاہتا تھا کہ وہ " باقی تمام یونانیوں کو ایسی جنگ میں کھینچ لے جائے جس کا بار ایتھنز کے لئے قطعاً ناقابل برداشت ہو گیا تھا اور جس کا نتیجہ روز بروز زیادہ خوفناک نظر آتا تھا"؛ چنانچہ ایسے نقادوں کے نزدیک اس سے یوبولوس کی علو ہمتی نہیں بلکہ عین خودغرضی ظاہر ہوتی ہے۔ ہم اس کا جواب دیتے ہیں کہ خودغرضی سہی، لیکن یوبولوس کے برسرِ حق ہونے میں تو کسی قسم کا کلام نہیں۔ ہم صرف اُسی وقت تو کسی دوسرے کی مدد کے طالب ہوتے ہیں جب ہم خود اپنے پاؤں پر کھڑے نہیں ہو سکتے؛ کم از کم یہ دیموس تھنیس کی رائے ضرور ہے (De Corona ۳۰۱)۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ پہلے کی طرح اس موقع پر بھی یوبولوس نے اپنے آپ کے وطن پرست شہری ہونے کا ثبوت دیا۔ ہم اس کے علاوہ اس امر سے واقف ہیں کہ سفیروں کے مقدمے میں وہ آئس خنیس کا طرفدار تھا، اور اس کے باوجود دیموس تھنیس نے اُس کے ساتھ عزت و احترام کا سلوک کیا (De Corona ۱۶۲)۔

میرا خیال ہے کہ بحث مندرجۂ بالا میں میں مفصلۂ ذیل امور ثابت کرنے میں کامیاب ہوا ہوں:- (۱) یوبولوس نے تھیوریکون کے ساتھ وہی سلوک کیا جو دوسرے رہبران عموم نے (جن میں خود دیموس تھنیس شامل تھا) کیا۔

(۲) فوجی تیاری میں یوبولوس نے دیموس تھنیس کے برابر چلت پھرت دکھائی۔

(۳) ۳۵۲ ق م میں یوبولوس نے فیلقوس کو یونان میں داخل ہونے سے روک کر اُس پر دا حد کاری زخم لگایا۔

(۴) دوسرے معاملات میں بھی یوبولوس نے فیلقوس کے خلاف اور ایتھنز کے موافق عمل کیا۔ یہ مناسب نہیں ہے کہ یوبولوس کا مقابلہ تیز فہم اور تیز طبیعت دیموس تھنیس سے کیا جائے۔ اگر بلیوخ وغیرہ نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ یوبولوس کا طرز عمل فی الحقیقت

باب ۱۵ فیلقوس کے خلاف ایتھنز سے مدد مانگی ۶ہ

لیکن ۳۵۷ ق م میں ایتھنزیوں نے اس محالفے کو بھی مسترد کر دیا۔ چنانچہ اولنتھوس نے فیلقوس کے ساتھ صلح کر لی جس کے معاوضے میں اُس نے اولنتھوسیوں کو شہر انتھموس حوالے کر دیا اور اُنھیں یہ چاٹ لگائی کہ وہ پوتی دیہ بھی اُن کے حوالے کر دے گا۔ چونکہ ایتھنزی خود تو جنگ حلفا کے باعث فیلقوس کے خلاف جنگی تیاری کما حقہٗ نہیں کر سکتے تھے اس لئے اُنھوں نے کتری پورس ساکن تھریس، پایونی لی کائیوس اور بعض دوسرے فرماں رواؤں کو اُس کی مخالفت کے لئے آمادہ کیا، لیکن ان میں سے کسی نے کوئی کارنمایاں انجام نہیں دیا۔ اس کے برعکس فیلقوس نے بہت کچھ چلبت پھرت دکھائی اور پوتی دیہ پر قبضہ کر کے اُسے اولنتھوس کے حوالے کر دیا۔ اُدھر جب کرے ندیس نے، جو دریائے استریمون کے مشرق میں زردار پہاڑوں میں تھاسوسیوں کا آباد کردہ ایک مقام ہے، بربریوں کے حملے سے خوف زدہ ہو کر فیلقوس سے اُن کے مقابلے کے لئے مدد مانگی تو اُس نے اس موقع کو غنیمت جان کر فوراً اُس پر قبضہ کر لیا اور اُسے ایک شہر کا رتبہ دیکر اُس کا نام فلیپائی رکھ دیا (۳۵۶ ق م) اس کے بعد اُس نے اُس نواح کے سونے کی کانیں کھدوانا شروع کیں جن سے اُس کی آمدنی میں ایک ہزار تالنت سالانہ کا اضافہ ہو گیا۔

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ انصاف پر مبنی تھا اور گو اُس میں نفس کُشی اور جزرسی کا عنصر غالب تھا ، Plut. praec. polit ۱۵) تاہم مدافعت کے وقت اُس میں خود رائی اور تشدد کی کیفیت پیدا ہو جاتی تھی، تو اُس کے جواب میں میں نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ یوبولوس کو مجرم گرداننے والوں نے قابل قبول الزام اُس پر نہیں رکھا ہے، اور اُس عہد کی تاریخ پر ان حواشی میں ذرا تفصیل سے بحث کرنے میں میرا یہ بھی خیال ہے کہ میں نے اُس عہد کی جو تصویر کھینچی ہے وہ فی نفسہٖ قابل قدر ہے۔

۶ہ اولنتھوس کے لئے دیکھو تقاریر دیموس تھنیس، نیز لیبانیوس کی تمہید اور زمانۂ حال کے مصنفین کی تفسیریں (خصوصاً وائل Weil) مقابلہ کرو شیفر" دیموس تھنیس" ۲ ، ۲۳۔

اتفاقاً اس نواح میں نہایت عمدہ لکڑی کے جنگل تھے، اور یہاں سے لکڑی درآمد کراکر اُس نے ایک بیڑا تیار کیا جن کے ذریعے سے اُس نے نہ صرف ایتھنز کی تجارت کو سخت نقصان پہنچایا بلکہ بحری قزاقوں کو گرفتار کرکے ساحلی علاقے میں اپنی شہرت میں چار چاند لگا دئے۔ اُس نے مشرق میں ابدیرا اور مارونیہ اور مغرب میں (سنہ ۳۵۳ ق م میں) میتھونے پر قبضہ کرلیا، اور اب قرب و جوار کے علاقوں میں صرف خالکدیس ہی ایسا تھا جو اُس کی سیادت کو ہنوز تسلیم نہیں کرتا تھا[۵]۔ باب ۱۵

۵ سکس Six نے لیکائیوس کے سکوں پر، جو اس وقت تک موجود ہیں، بحث کی ہے؛ "جریدۂ مسکوکیات" Numis. Chr. لندن سنہ ۱۸۷۵ع۔ ایک اٹیکائی نوشتے میں اس کا نام لپائیوس لکھا ہے Eph. Arch سنہ ۱۸۷۴ع صفحہ ۴۵۱)۔ سکس نے لیکائیوس اور اُس کے پایونی جانشینوں کی مفصلۂ ذیل تفصیل دی ہے:۔ لکائیوس تقریباً سنہ ۳۵۹ ق م تا سنہ ۳۴۰ ق م؛ پتراؤس تقریباً سنہ ۳۳۹ ق م تا سنہ ۳۱۵ ق م؛ اودولیون تقریباً سنہ ۳۱۵ ق م یا سنہ ۲۸۶ ق م۔ کتری پورس کے لئے دیکھو شیفر: "دیموس تھنیس" ۲، ۲۷؛ ڈٹن برگر کا مضمون "ہرمیس" ۱۴، ۲۹۸ میں؛ "مجموعۂ نوشتہ جات اٹیکا" C. I. A. ۲، ۶۶ (ب) = ڈٹن برگر ۸۹؛ اور ہیڈ: "تاریخ مسکوکیات" Head : H. N. ۲۴۱۔

فیلقوس کے قبضۂ پوتی دیہ اور اُس کے اولنتھوس حوالے کرنے کے لئے دیکھو وہ فقرے جن کا اقتباس شیفر: "دیموس تھنیس" ۲، ۴۴، ۴۵ میں دیا ہوا ہے۔ فرضی دیموس تھنیس" Halonn یہ شکایت کرتا ہے کہ سنہ ۳۴۲ ق م میں فیلقوس نے اُن ایتھنزیوں کے "مملوکات" پر جو پوتی دیہ میں رہتے تھے قبضہ کرلیا، ورنہ جیسا شیفر (۱، ۱) تسلیم کرتا ہے، اُس نے اُن کے ساتھ عمدہ سلوک کیا تھا؛ نیز دیکھو باب ۷، ۱، حاشیہ ۲۔

فلیپائی کے قیام کیلئے استیفان ساکن بیزنطہ کا مضمون "فلیپائی"، دیودوروس ۱۶، ۸ اور دیگر اقتباسات جن کا اندراج شیفر ۲، ۲۵ میں ہے۔ فیلقوس نے جو بحری ڈاکے ڈالے اور ہالونے سوس وغیرہ پر قبضہ کیا اس کے لئے دیکھو شیفر ۲، ۲۸، ۲۹؛ مارونیہ کے لئے دیموس تھنیس: "ارسطقراتیس" ۱۸۳؛ میتھونے کیلئے دیودوروس ۱۶، ۳۱، ۳۴؛ شیفر ۲، ۳۰۔

ایتھنزی اور فیلقوس تھریس میں: ہوک Hoeck ۱، ۲ صفحہ ۷۴ وغیرہ۔

باب ۱۵

ان واقعات سے دو نتائج ظہور پذیر ہوئے، یعنی اول تو اُن کی وجہ سے ایتھنز کی قوت میں بدیہی زوال اور دوسرے مقدونیہ کے اثر میں بدیہی عروج کی کیفیت پیدا ہو گئی۔ ان سے یہ ثابت ہو گیا کہ ایتھنز کی سی عمومیت مطلق، خواہ وہ شہریوں کی آزادی کی کتنی ہی محافظ کیوں نہ ہو، فن حرب کی ترقی یافتہ شکل کی وجہ سے و نیز اس امر کے باعث کہ بازار کو مرکز تدبّر و تدبیر نہیں بنایا جا سکتا، اب اس قابل نہیں رہی تھی کہ وہ کسی مستقل حکمت عملی کو پورے زور کے ساتھ جاری رکھ سکے یا کسی ہوشیار اور زیرک بادشاہ کا کامیابی سے مقابلہ کر سکے۔ یہ ظاہر ہے کہ اگر یونان کی اندرونی کیفیات میں مزید زوال آ گیا تو یہ صورت حال اور بھی زیادہ عیاں ہو جائیگی اور ۳۵۳ ق م (یعنی جہاں تک ہم نے اسی باب میں تاریخ بیان کی ہے) وہ سال ہے جب یہ زوال بالکل صاف ظاہر ہونے لگا۔

یادداشت متعلق باب پانزدہم

تاریخ عہد فیلقوس (سنہ ۳۶۰ ق م تا سنہ ۳۳۶ ق م) کے اسناد مفصلۂ ذیل ہیں:-

(۱) دیودوروس کے مقالۂ ۱۶ کا مسلسل بیان در اصل کلیتہً فیلقوس کے حالات پر مشتمل ہے۔ لیکن دیودوروس اپنی توجہ بہ نسبت مختلف مملکتوں کی اندرونی کیفیات کے زیادہ تر جنگی کارناموں کی طرف مبذول کرتا ہے، حالانکہ ان مملکتوں، بالخصوص ایتھنز میں یہ کیفیات بدرجۂ اتم اہم تھیں۔ علاوہ ازیں دیودوروس کا بیان صرف تسلسل واقعات کے اعتبار ہی سے نہیں بلکہ دوسرے موضوعات کے خیال سے بھی کچھ قابل وثوق نہیں ہے۔ اُس نے عہد فیلقوس کی تاریخ کی جو تمہید لکھی ہے (۱۶، ۲) وہ بالکل بیکار ہے۔ یہ کیسے ممکن تھا کہ فیلقوس، تو ۳۸۲ ق م میں پیدا ہوا ہوا اور اُس کی تعلیم اپامنونداس کے ساتھ ہوئی ہو جو ۴۱۸ ق م میں پیدا ہوا تھا؟ جب ہم یہ پڑھتے ہیں کہ بیزنطہ کا محاصرہ اُٹھانے کے بعد فیلقوس (۱۶، ۷۷) ایتھنزیوں وغیرہ کے ساتھ صلح کرلیتا ہے تو ممکن ہے کہ یہ خلاف واقعہ بیان (مفصلۂ بالا بیان کی طرح) کسی بعد کے مصنف (شاید خود دیودوروس) کی جدت آفرینی کا نتیجہ ہو۔ اس کے برعکس اُس نے صلح نامۂ فلوکراتیس کا، جس کی اہمیت میں شبہہ نہیں ہے، ذکر تک نہیں کیا۔ جہاں تک تسلسل واقعات کا تعلق ہے، میں شیفر اور دوسرے مورخوں کی رائے سے متفق ہوں ("دیموس تھنیس" ۲، ۱۸۰، ۱۸۱)

یادداشت متعلق باب ۱۵

کہ دیودوروس نے ۱۶، ۳۷ - ۴۰ میں جن واقعات کا ایک ہی سال میں ہونا بیان کیا ہے وہ ۱۰۵ اولمپیاد کے تین سالوں، یا یوں کہو کہ تین سال کے چوبیس مہینوں میں تقسیم کرنے چاہئیں - علاوہ ازیں میں شیفر کی اس رائے سے بھی متفق ہوں ("دیموس تھنیس" ۱، ۴۸۶) کہ دیودوروس نے (۱۶، ۳۶) موسولوس اور ارتیمیزیہ کی وفات کی جو تاریخ لکھی ہے وہ ضرور غلط ہوگی (لیکن دیکھو یودائخ: "ایران و مصر چوتھی صدی ق م میں" Judeich : Persien und Aegypten in IV Jahr. ؛ ماربرگ ۱۸۹۲ء صفحہ ۲۴۴) - آخری بات یہ ہے کہ میری رائے میں بعض واقعات کا اعادہ مختلف سنین میں دو دو مرتبہ کیا گیا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ دیودوروس نے ان واقعات کو مختلف مآخذ سے لیا ہوگا؛ مثلاً ابواب ۳۱، ۳۴، ۳۹ میں میتھونے اور اوئے نیائے کے متعلق بعض واقعات اور جنگ مقدس کے ابتدائی حالات دہرائے گئے ہیں؛ مقابلہ کرو باب ۲۸ باب ۲۹ سے، اور باب ۲۹ باب ۲۷ سے - اس کے برعکس ابواب ۴۰ تا ۵۱ میں جو واقعات مندرج ہیں وہ بالکل صحیح ہیں، اور اسی طرح ایشیائی واقعات کا اعادہ بھی صاف اور صریح ہے؛ لیکن تسلسل واقعات کے اعتبار سے یہ بھی بالکل بیکار ہیں - دیودوروس کے بیان کے بموجب یہ واقعات ۳۵۱ ق م اور ۳۵۰ ق م میں پیش آئے ہوں گے، لیکن دراصل وہ کئی سال کے بعد کے حالات ہیں، اور سچ تو یہ ہے کہ ہم اس سے بھی واقف نہیں کہ جو کچھ ان دو سالوں میں ہونا لکھا ہے دراصل اُس میں سے کچھ بھی ان میں ہوا ہوگا - حقیقت یہ ہے کہ دیودوروس کے علم میں یہ سنین بالکل معرّا تھے، چنانچہ جو واقعات ہاتھ آگئے اُنھیں اُس نے بلا چون وچرا ان میں بھر دیا - جنگ مقدس، خصوصاً پرنتھوس و بیزنطہ کے محاصروں کا جو بیان دیودوروس نے اپنی کتاب میں دیا ہے وہ اس لئے قابل قدر ہے کہ اس کے علاوہ ہمیں ان کی بابت بہت ہی کم معلومات حاصل ہیں -

فولکوارڈسن ("تحقیقات" Volquardsen : Untersuchungen ۷۰، وغیرہ) نے دیودوروس کی اسناد پر بحث کی ہے، لیکن اس کو آخر تک

یادداشت متعلق باب ۱۵

نہیں پہنچایا ہے۔ میں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اُس نے الواب ۹۰ تا ۱۱۵ کو
الفیوروس کی طرف جو منسوب کیا ہے یہ قرین قیاس نہیں ہے اس لیے کہ
ان میں دیودوروس کی مختص زبان نظر نہیں آتی، جس میں دیودوروس نے بلاشبہ
الفیوروس ہی کا اتباع کیا تھا۔ روئیس (Reuss: "تمائیوس کا ذکر دیودوروس، پلوٹارک
اور دیونی سیوس ساکن ہالی کارناسوس کی کتابوں میں" Timaios bei Plut. Diodor und Dionys V. Halicar. جدیدہ لسانیات
۴۵) کی رائے ہے کہ دیودوروس نے جنگ فوکس کے جو حالات بیان
کیے ہیں اُن کا سراغ تمائیوس تک لگایا جا سکتا ہے۔ نیز مقابلہ کرو کالن برگ:
"ماخذ دیودوروس" Kallenberg : Diodors Quellen سالیانہ لسانیات
جلد ۱۳۵۔

(۲) مقرر خصوصاً دیموس تھنیس۔ ان سے ہم منفرد واقعات اخذ
کر سکتے ہیں، علی الخصوص ان سے اُس زمانے کے احساسات عامہ کی کیفیات
کے متعلق ہماری معلومات میں اضافہ ہو سکتا ہے۔ نفس واقعات کے متعلق
فی الجملہ مقرر اور خطیب زیادہ تر قابل وثوق نہیں ہوتے، اور یہ حکم صرف
ائس خنیس ہی پر نہیں لگایا جا سکتا جس کی بابت یہ گویا مسلمہ ہے، بلکہ یہ
دیموس تھنیس کی بابت بھی اُسی قدر حقیقت پر مبنی ہے۔ ہم اس امر سے خوب
واقف ہیں آج کل بھی مختلف سیاسی گروہوں کے قائم مقاموں کی تقریروں
کو ہمعصر تاریخ کی سند قرار نہیں دیا جا سکتا، لیکن اکثر نقاد اس اصول کو دیموس تھنیس
پر منطبق کرنا پسند نہیں کرتے۔ اگر ہم نظر غائر سے دیکھیں تو ہم یہ محسوس کریں گے
کہ خود اس نے ہمیں اپنے صدق و کذب کی بابت مطلق دھوکے میں نہیں
رکھا۔ اس امر کا بیّن ثبوت کہ جب کبھی وہ کوئی بات بیان کرتا ہے تو اس کا اولین
مقصد یہ ہوتا ہے کہ سننے والوں یا پڑھنے والوں پر فوری اثر پیدا کرے، مفصلۂ ذیل
امور سے مل جائے گا:۔ فیلقوسی Philippic ۳، ۱۵ میں وہ ان تھریسی قلعوں
کا ذکر کرتا ہے جو فیلقوس نے ایتھنزیوں سے چھینے تھے، اور کہتا ہے کہ اس سے
اُس نے امن میں خلل ڈالا، حالانکہ اُس وقت تک فیلقوس نے امن کا حلف

یادداشت متعلق باب ۱۵

نہیں لیا تھا۔ یہ بھی یاد رکھنا چاہئیے کہ یہ خلاف واقعہ بیان مقرر کے وقتی نسیاں کی وجہ سے نہیں کیا گیا اس لئے کہ وہ سنہ ۳۴۶ ق م میں اسی موضوع پر بحث کر چکا تھا جب اُس نے اپنے ساتھی سفیروں پر یہ الزام لگایا تھا کہ انھوں نے پیلا پہنچتے ہی کیوں فیلقوس سے حلف نہیں لے لیا اور اسی وجہ سے فیلقوس اسی تھرکیسی قلعے پر برابر قابض رہا جس پر اُس نے بغیر حلف دروغی کئے ہوئے قبضہ کر لیا تھا۔ اس واقعے کو وہ سنہ ۳۴۶ ق م میں کسی طرح سے نہیں بھول سکتا تھا حقیقت یہ ہے کہ اُس نے یہ دروغ بافی صرف اس لئے کی کہ اب یہ محض سفرا ہی کی نہیں بلکہ خود فیلقوس کی ایک تاریک تصویر بنانا چاہتا تھا چنانچہ اُس نے اُس پر ایسا الزام لگایا جس کا رائے عامہ پر اثر پڑنا لازم اور لابد تھا۔ اگر دیموس تھنیس ان واقعات کی صریح تردید کرنے پر قادر ہے جنھیں اُس نے بار بار اپنی زبان سے نکالا ہو تو پھر کیسے کہا جا سکتا ہے کہ جو کچھ وہ کہے وہ ضرور حقیقت پر مبنی ہوگا؟ ظاہر ہے کہ اگر وہ اپنے کسی بیان کی کسی دوسری جگہ تردید کرے تو ہم اُس کے پہلے بیان کو فی نفسہٖ غلط نہیں قیاس کر سکتے، بلکہ (جیسا ہم متعدد مرتبہ دیکھیں گے) واقعی صورت حال اس سے ذرا مختلف ہوتی ہے۔ عام طور پر اُسے خود اپنے بیان کے خلاف کوئی بات کہتے میں ذرا بھی پس و پیش نہیں ہوتا، مثلاً اپنی اولمپیائی تقریر ۱، ۲۹ میں وہ ایک اپنے تجربے کا ایک اصول پیش کرتا ہے جس کے بالکل عکس کو وہ اولمپیائی ۲، ۲۶ میں حقیقت پر مبنی قرار دیتا ہے۔ وائل (Weil) جو دیموس تھنیس کے طرز عمل کا بالکلیہ مؤید ہے اُس کی اس روش کو مطلقاً کذب و افترا آمیز قرار دیتا ہے۔ ہم اس سے متفق ہیں کہ اُس کی یہ روش اُس کے پیشۂ تقریر نویسی کی وجہ سے ہے ("تقاریر دیموس تھنیس" Harangues de Dem. صفحہ x) تقریر نویس کسی دوسرے کے لئے تقریریں لکھتا تھا، اور اس طرح گویا مؤخر الذکر کی سپر کے پیچھے پوشیدہ رہتا تھا، چنانچہ بغیر اس کے کہ اسے کسی قسم کی شرم و حیا کا احساس ہو وہ بلا غل و غش جو چاہتا لکھ دیتا تھا۔ وہ حق بات میں رنگ آمیزی کرنے، اُسے ترتیب دینے اور چھپا دینے کے اُن تمام

یادداشت متعلق باب ۱۵

طریقوں سے واقف ہوجاتا تھا اور ان تمام مدارج کو آسانی سے طے کر لیتا تھا جن میں ہو کر انسان محض مبالغہ آمیزی یا پوشیدگی حقیقت سے گزر کر محض کذب واقعاتی تک پہنچ جاتا ہے۔ اس طرح وکلا کی عادات وخصلات شاہراہ سیاسیات پر مقرریں میں جمع ہوجاتیں ، اور (خواہ ہم کتنا ہی اُسے ناپسند کریں) دیموس تھنیس بھی اپنے ہمعصروں اور ہم پیشہ لوگوں کے قدم بقدم ہی چلتا تھا۔ جب وہ اپنے ہم بلدوں کے سامنے تقریر کرنے کھڑا ہوجاتا تھا تو وہ بعض مرتبہ جان بوجھ کر واقعات کو توڑ مروڑ دیتا اور ترغیب وترہیب کے لئے جھوٹی اور غیر صحیح باتوں کو بیان کرنے سے نہیں چوکتا۔ دیموس تھنیس جیسے شخص کے لئے ، جو تقریر نویس بھی تھا اور مقرر بھی ، جو عوام کا "رہنما" بھی تھا اور ساتھ ہی گمنام طریقے سے کسی اپولو دورس ، کے لئے تقریریں بھی مرتب کرتا تھا (باب ۷، حاشیہ ۱)، یہ بات نہایت درجہ آسان تھی کہ وہ ایک جگہ تو دروغ بافی کی مذمت کرے اور دوسری جگہ خود غلط بیانی کا مرتکب ہو (peri parapr. ۱۸۴) الغرض دیموس تھنیس کے بڑے سے بڑے مؤید اس واقعے کا انکار نہیں کر سکتے کہ اُس کے اقوال پر کسی قسم کا انحصار نہیں کیا جا سکتا۔ خود شیفر کو ("دیموس تھنیس" ۲، ۲۱۵) دیموس تھنیس کے ایک الزام کا جو اُس نے ائس خنیس پر لگایا تھا ، کامل یقین نہیں ہے ، چنانچہ وہ کہتا ہے کہ " مجھے اس کا یقین نہیں کہ آیا اس الزام کی بنیاد واقعات پر ہے یا نہیں" ؛ بلاس (۳، ۱، ۱۸۵) مورخوں کو تنبیہ کرتا ہے کہ وہ دیموس تھنیس کے اقوال کو خوب ٹھوک بجالیا کریں اس لئے کہ " وہ ہمیشہ واقعات کو اصلی رنگ میں ظاہر نہیں کرتا" ؛ اسی طرح ولیسٹرمان روزنبرگ (Westermann-Rosenberg : Cor. ۱۲۱) کا خیال ہے کہ دیموس تھنیس کی تقاریر میں جو ایک قسم کی نیش زنی کی کیفیت معلوم ہوتی ہے اُس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اُس کے اقوال حقیقت پر مبنی نہیں ہیں ؛ اور ولیسٹرمان روزنبرگ کا یہ اقبال بہت کچھ قابل لحاظ ہے۔ الغرض اصولاً جملہ مورخ دیموس تھنیس کی حق گوئی کے مسئلے پر متفق ہیں۔ ایک خاص معاملے

یادداشت متعلق بابؐ ۱

یعنی صلح نامۂ فلو کراتیس، کی تفصیل کی بابت زمانۂ حال کے مورخوں میں آپس میں جو بحث و تمحیص ہوئی ہے اُس سے اس امر کا انکشاف ہوتا ہے کہ اُس عہد کے واقعات کس درجہ غیر متیقن ہیں اور یہ بھی ظاہر ہو جاتا ہے کہ اگر کسی واقعے کے دو موید ہوں تو بجائے اس کے کہ اُس میں قطعیت پیدا ہو وہ اور بھی زیادہ دُھندلا اور تاریک ہو جاتا ہے۔

ان سب باتوں کا یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ گو دیموس تھنیس اور اُلس خنیس دونوں کی تقریروں میں بہت سے ایسے واقعات کا بیان ہے جن کی سچائی میں مطلق کسی قسم کے شبہہ کی گنجائش نہیں ہو سکتی، لیکن چوتھی صدی ق م کے حالات کے لئے ان دونوں کی بجنسہ وہی قدر و قیمت ہے جو پانچویں صدی ق م کے لئے ارسطوفانیس کی تصانیف کی ہے۔ ان کے ذریعے سے ہم گویا ایتھنزی زندگی کے مصروف ترین حصے میں پہنچ جاتے ہیں، اور یہ ظاہر ہے کہ ایتھنزی نیکی کی اتنی ہی قدر کرتے تھے اور گپ شپ کو اتنا ہی پسند کرتے تھے جتنا دوسری قومیں۔

یہ فرض کیا جا سکتا ہے کہ ان تقریروں کی تمہیدوں اور حاشیوں سے ہمیں بہت کچھ جدید معلومات حاصل ہونا ممکن ہیں۔ یہ ایک حد تک درست ہے، مثلاً اُلس خنیس کی تقریروں کے حاشی میں بہت کچھ کار آمد مواد ملتا ہے (اشاعت ف، شلٹز Ed. of Aeschines by F. Schultz لایپزگ سنہ ۱۸۶۵ء)، لیکن قدیم حاشیہ نویسوں کا طرز عمل ہمیشہ یہی رہا ہے جو ارسطوفانیس کے حاشیہ نویسوں کا، یعنی انھوں نے اپنے قیاسات سے کام لیا ہے، اور ظاہر ہے کہ قیاس ہمیشہ درست نہیں ہوتا۔ زمانہ حال کے نقادوں نے اسکا صحیح اندازہ کیا ہے کہ تین مفروضہ واقعات جو کلیتہً اسی ماخذ سے لئے جاتے ہیں، اور جن میں سے ایک واقعہ نہایت اہم ہے، قطعاً غلط ہیں، یہ مفصلۂ ذیل ہیں: (۱) یوبولوس کا مفروضہ قانون جسے عام طور پر نہایت شرمناک تصور کیا جاتا ہے، اور جس میں گویا یہ قاعدہ مقرر کیا گیا تھا کہ جو شخص بھی تھیوری کون کو اسکے صحیح مصرف کے خلاف خرچ کرے گا اسے سزائے موت دی جائیگی؛ یہ در اصل دیموس تھنیس کی اولمپیائی تقریر ۳، ۲۸ کے لفظ

یادداشت متعلق باب ۱۵

Apolesthai (قتل کرنا یا برباد کرنا) کی غلط تاویل کی وجہ سے مغالطہ ہوا ہے۔ (۲) ۳۵۵ قم سے صلح نامے کی بابت یہ شرط کہ تمام حلیفوں کو آزادی دی جائے؛ یہ دراصل اولمپیائی تقریر کے حاشیہ ۲، ۱۲ کے الفاظ eirenes ouses ("حالت امن") کے غلط معانی کی وجہ سے مغالطہ ہوا ہے (۳) یہ مفروضہ کہ تموديوس نے اپنے آپ کو پھانسی دے لی دراصل دیموس تھنیس peri parapr. ۲ کی وجہ سے مغالطہ آمیز ہے۔ بہ نسبت دیموس تھنیس کی تقریروں کے اسطقراتیس کی تقریریں زیادہ تر حقیقت پر مبنی ہیں، لیکن ان میں تاریخی واقعات بھی نسبتہً کم ہی ہیں۔

(۴) دوسرے مصنفوں میں سے مفصلۂ ذیل قابل لحاظ ہیں:۔ تھیوپومپوس کے بعض اجزا (مثلاً جزو ۱۱۱ میولر)، فلوخوروس کے بعض اجزا، پلوٹارک، خصوصاً اس کی حیات دیموس تھنیس، جس میں اُس نے یقیناً تھیوپومپوس سے مدد لی ہوگی۔ تھیوپومپوس کو عمومیت پسندوں، خصوصاً دیموس تھنیس سے کچھ زیادہ محبت نہ تھی، تاہم اس سے کسی ہمعصر ممتاز شخصیت کی سوانح حیات کے لئے اچھی خاصی سند کا کام لیا جاسکتا ہے۔ مقابلہ کرو گبہارڈ: Gebhard: "پلوٹارک کی سوانح عمری دیموس تھنیس کے ماخذ و حیثیت De Plutarchi in Dem. vita fontibus ac fide ۱۸۸۰ء"؛ گبہارڈ یہ فرض کرلیتا ہے کہ پلوٹارک نے اپنی حیات دیموس تھنیس کے لئے، بالخصوص اُس کی خانگی زندگی کے واقعات کے لئے اپنا مواد فلاسفۂ مشائین سے لیا ہے؛ شٹرم: "ماخذ تاریخ دیموس تھنیس" Sturm: De fontibus Demosthenicae historiae ہالے ۱۸۸۱ء، جو دیودورس کی کتاب ۱۶ سے بھی بحث کرتا ہے۔ نیز دیکھو سوانح عمری فوکیون، جس میں فلوخوروس سے بہت کچھ مواد اخذ کیا گیا ہے، اور "دس مقرروں کی سوانح حیات"؛ مقابلہ کرو فریکے: Fricke "پلوٹارک و نیپوس کی سوانح عمریات فوکیون" De font. Plut. et Nepotis in vita Phocionis ہالے ۱۸۸۳ء۔ جسٹن (۷ تا ۹) نے اپنے موضوع کے بہت بڑے حصے میں بالکل غلط مبحث

یادداشت متعلق بابہ

کر دیا ہے، اور قواعد بلاغت کے نقطہ نظر سے اُس کی صورت بالکل مسخ کر دی ہے، جس کے باعث اس کا صحیح اندازہ لگانے کے لئے ایک طول طویل تبصرے کی ضرورت ہو گی۔

(۴) نوشتہ جات، مثلاً "مجموعۂ نوشتہ جات اٹیکا" C. I. A. ۲ ۴ ۵ = ڈٹن برگر ۸ ۷ - وہ نوشتہ جات جن کی وضاحت De Corona میں کی گئی ہے، بالکل جعلی ثابت ہوئے ہیں، اور ڈروائے سن Droysen نے تو ان کے جعلی ہونے میں کوئی گنجائش ہی نہیں رکھی (سنہ ۱۸۳۹ء)؛ مقابلہ کرو وائل: "تقاریر دیموس تھنیس وغیرہ" Weil : Plaidoyers de Demos ۱، ۴۱۱ وغیرہ۔

جب اسناد کی یہ کیفیت ہے، اور اس امر کو ملحوظ رکھ کر کہ آج بھی جبھ واقعات یقین کی حد تک پہنچ گئے ہیں، مختلف مدبروں کے افعال و اقوال پر بالکل مختلف النوع حکم لگائے جا سکتے ہیں، تو پھر زمانۂ حال کے مورخوں کے اختلاف رائے پر ہمیں مطلق کوئی تعجب نہ ہونا چاہیئے۔ یہاں صرف آخرتریں کتابوں کا ذکر کر دینا کافی ہوگا جن میں ان تمام کتابوں کا حوالہ دیا ہوا ہے جو ان سے پہلے اس موضوع پر لکھی جا چکی ہیں۔ بریوکنر کی کتاب "فیلقوس و مملکت ہائے یونان" Brueckner : Phil.und die hellen Staaten میں مرکزی شخصیت فیلقوس کی ہے، لیکن اس سے بھی ممتاز شیفر کی تصنیف ہے جس کا نام "دیموس تھنیس اور اُس کا زمانہ" Schaefer : Demosthenes und seine Zeit (اشاعت دوم، لائپزگ، سنہ ۱۸۸۵ء تا سنہ ۱۸۸۷ء تین جلد) ہے جو اپنی صحت اور اپنی علو بیانی کی وجہ سے ممتاز ہے۔ بلاس کی کتاب "خطابت یونان" Blass : Beredsamkeit der Griechen کی تیسری جلد (لائپزگ سنہ ۱۸۷۷ء تا سنہ ۱۸۸۰ء) تاریخ، ادبیات و اجتماع مواد کی وجہ سے ایک قابل قدر تصنیف ہے۔ نزل اور گرسٹ کے وہ اجزا بھی جن کا اس موضوع سے تعلق ہے بہت کچھ معلومات سے پُر ہیں، اور یہی کیفیت بچر Butcher کی کتاب "دیموس تھنیس" (لندن سنہ ۱۸۸۱ء) کی ہے۔ آخر میں ہمیں وائل کی کتاب کا

یادداشت متعلق باب ۱۵

جو دیموس تھنیس کے موضوع پر لکھی گئی ہے (پیرس ۳ جلد سنہ ۱۸۸۱ء تا سنہ ۱۸۸۶ء) ذکر کرنا باقی ہے، اور یہ اپنے عالمانہ انداز اور غیر جانبدارانہ رائے کی وجہ سے نہایت درجہ قابل لحاظ ہے۔ اسی طرح توئبنر Teubner اور وائڈمان Weidmann کی کتابیں بھی قابل قدر ہیں۔

ظاہر ہے کہ اس عہد کی تمام دلچسپی کا مرکز فیلقوس اور دیموس تھنیس ہیں، اور ان دونوں میں سے موخر الذکر خاص طور پر باریک ترین مباحث کا مرکز بن گیا ہے۔ اس بحث و تمحیص کے باعث مؤرخوں کی رائے میں بہت کچھ اختلافات پیدا ہو گئے ہیں، اور اس کی اصلی وجہ یہ ہے کہ اس شخص کے ذاتی اخلاق اور اس کی مدبرانہ کارروائیوں میں ہمیشہ باہمی مناسبت نہیں پائی جاتی۔ عہد قدیم میں دیموس تھنیس کی حکمت عملی پر تو عام طور پر صاد کیا جاتا تھا لیکن اس کی اخلاقی حالت کو مشتبہ نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ اور بہت سے رومن مؤرخوں نے اس پر ایک بُرے انسان کا حکم لگا دیا تھا (کوئن ٹی لیدس Quintil ۱۲، ۱، ۱۴)، اور جب ہم یہ ذہن نشین کرتے ہیں کہ خود مدبروں کے دشمنوں تک کی بہت سی حرکات کو نظر انداز کر دیا جاتا تھا تو یہ حکم بہت کچھ غور طلب معلوم ہوتا ہے۔ اس کے برعکس موجودہ صدی میں دیموس تھنیس کے بہت سے جوشیلے مؤید پیدا ہو گئے ہیں، ان میں سے سب سے پہلا شخص نی بور Niebuhr. تھا جس نے سنہ ۱۸۰۵ء میں پہلی فیلقوسی کا جرمانی ترجمہ شائع کیا جس کی تمہید میں اس نے فیلقوس کو بونا پارٹ سے تشبیہ دی اور کتاب کو زار روس کے نام پر معنون کیا۔ زمانۂ حال میں جمہوریت کی طرف جو میلان پایا جاتا ہے اس کی وجہ سے اس خیال کو پہلے سے بھی زیادہ وسعت حاصل ہو گئی ہے، چنانچہ اب تو دیموس تھنیس کو ایک بہت بڑا آدمی تصور کیا جاتا ہے اور بعض تو اسے عالی منش کا خطاب بھی دیتے ہیں۔ علاوہ غیر متعصب وائل Weil کے دیموس تھنیس کے اکثر باقی ماندہ مفسّروں (مثلاً شیفر اور بلاس) کی رائے بھی یہی ہے۔ اس کے برعکس فیلقوس

یادداشت متعلق باب ۱۵

ایک ظالم اور بے وفا حکمراں ہے جو یونانیوں کو اپنے دام تزویر میں گرفتار کرنا چاہتا ہے (وائل محیط المحیط پاؤلی (Weil in Pauly's R. F. ۵، ۱۴۷۴) - لیکن اس نقطۂ نظر کو قائم رکھنے میں بلاس کو جو مشکل پیش آتی ہے وہ اُس کے دیموس تھنیس کے افعال کی پیچیدہ طریق سے تائید کرنے سے ظاہر ہوتی ہے - وہ یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہے (۳، ۱، ۳۳۳) کہ دیموس تھنیس اپنے مقاصد کے حصول میں ہمیشہ صاف ستھرے طریقوں کو کام میں نہیں لاتا - (اس موقع پر بلاس کے ذہن میں جو خاص امر یعنی ایولودوروس کا واقعہ ہے، اُس کے لئے دیکھو کتاب ہذا باب ۱۷) - تاہم اُس کی یہ رائے ہے کہ کسی مدبر کے خصائص پر صحیح رائے قائم کرنی ہو تو صرف اُس کے مقاصد کو پیش نظر رکھنا چاہیئے اس لئے کہ ان مقاصد کے حصول کے طریقوں تک نقاد کی ہمیشہ دسترس نہیں ہوتی" - اس خالص اصول کی بابت ہمارے نزدیک ڈالمان Dahlmann کی رائے زیادہ انصاف پر مبنی ہے (اونکن: عہد قیصر ولہلم Onken : Zeitalter des Kaisers Wilhelm ۱، ۴۴۲) جو یہ ہے: "ہر شخص خواہ وہ شخصیت پسند ہو یا حریت پسند، اپنے مقاصد کو پیش کرنے پر فخر کرتا ہے؛ چنانچہ اگر ہمیں کسی شخص پر حکم لگانا ہو تو ہمیں اُس کے مقاصد کو اپنی نظر کے سامنے رکھنے سے کچھ فائدہ نہیں ہوگا، بلکہ ہمیں اُن کے حصول کے طریقوں پر نظر رکھنی چاہیئے جن پر وہ عمل کرتا ہو" - دیموس تھنیس کے مؤیدوں کو اُس کے مالی طرز عمل کی تائید کرنے میں بڑی دقتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے (مدیاس، ہرپالوس)، اور اس ضمن میں خود بچر Butcher، جو بالکلیہ اُس کا ہم نوا ہے، معاملۂ ہرپالوس کی بابت اس امر کو تسلیم کرتے ہوئے کہ دیموس تھنیس نے روپیہ اپنے ذاتی صرف میں نہیں لیا، اپنی اس رائے کا اظہار کرتا ہے (صفحہ ۱۲۶) کہ "اُس کا یہ طرز عمل ہرگز اعلیٰ معیار پر پورا نہیں اترتا" الغرض پہلے جو یہ سمجھا جاتا تھا کہ دیموس تھنیس کا طرز عمل مطمح معیار پر اترتا ہے، اس کے خلاف آج کل ردّ عمل پیدا ہو رہا ہے، اور ہم ایک بڑی حد تک

یادداشت متعلق باب ۱۵

قدما کی اس رائے کی طرف مائل ہو چکے ہیں کہ دیموس تھنیس کے مقاصد نیک ہوں، لیکن اس کے ہاتھ ان مقاصد کے حصول کے طریقوں میں ہمیشہ صاف و بے لوث نہیں رہتے تھے۔ بعض محقق تو اُس کے عملی مقاصد کی مناسبت میں بھی شبہہ کرنے لگے ہیں۔ مورّخوں کی رائے میں جو یہ تبدیلی پیدا ہوئی ہے اس کا باعث اصل میں وہ تحقیقات ہے جو پچھلی صدی میں تاریخ یونان میں کی گئی۔ علاوہ
بیو نیکے کی کتاب "تحقیقات بلاغت قدیمۂ اٹیکا" Boehneke : Forschungen
auf dem Gebiete der attischen Redner (سنہ ۱۸۴۳ء، سنہ ۱۸۴۴ء) کے شپنگل:
"تقاریر دیموس تھنیس" Spengel : Die Demegoria des Damosthenes
(اکاڈمی میونخ، سنہ ۱۸۶۰ء) اور ریلور موزر: "صلح نامۂ فلوکراتیس" : Roehrmoser
Ueber den Philokrat. Frieden جریدۂ مدارس آسٹریا Zeitschrift
f. d. Oesterr Gymnasien سنہ ۱۸۷۴ء، وائیڈنر کا مضمون
رسالۂ فلولوگوس، ۳۲ میں، اور اُس کی اشاعت Ctosphontea
مصنّفۂ ائس خنیس"، ہارتل Hartel ہاوپٹ Haupt اور دیگر
مصنّف جن کا شمار ہرمان نے اپنی "مملکت قدیمہ" : Hermann
Staatsalt. ۲۷ اور ۱۷۳ میں کیا ہے، یہ سب کتابیں کار آمد ہیں۔
مسلسل بیانات میں بیلوخ (: "سیا سیاست اٹیکا") اور زٹل Zittl
واقعات کو غیر جانبدارانہ نظر سے دیکھتے ہیں۔ یہاں یہ دکھانا مناسب ہوگا کہ دیموس تھنیس پر جو مخالفانہ رائے قائم کی جاتی ہے اس پر صرف مسلّمہ رائے کا اثر پڑا ہے نہ کہ ائس خنیس، دی نارخوس، اور نہ ہی پریدیس کی تقریروں کا۔ اگر کوئی شخص ان تقریروں کو اسیطرح ملحوظ رکھے جیسے فیلقوس کے مخالف دیموس تھنیس کی تقریروں کو ملحوظ رکھتے ہیں، تو وہ دیموس تھنیس کی ایک نہایت ہی مبالغہ آمیز تصویر کھینچ دیگا۔ میں نے جگہ جگہ اپنی رائے کے اسباب و علل بیان کر دئے ہیں، اور میری قطعی رائے ہے کہ اتھنزی قوم کی عزت و وقعت کرنا اور بات ہے اور دیموس تھنیس کا احترام دوسری چیز ہے

باب شانزدہم

جنگ مقدس

میدانِ سیاسیات میں ڈیموس تھنیس کی آمد

۳۵۶ ق م تا ۳۵۲ ق م

جنگ مقدس کے دوران ہی میں معاملات یونان نے کچھ ایسی پیچیدہ صورت اختیار کرلی تھی جس کے اثرات، آزادی یونان کے لئے نہایت مضرت رساں ثابت ہوئے اور اُن کی وجہ سے فیلقوس کو اُس ملک کی آزادی میں مداخلت کرنے کا موقع مل گیا۔ جن واقعات کا اس باب میں اعادہ کیا گیا ہے اُس کی نوعیت پچھلے باب کے واقعات کی نوعیت سے ملتی جلتی ہے۔

اپامینونداس کی موت کے بعد بھی تھبنزیوں کے حوصلوں میں کسی قسم کی کمی واقع نہیں ہوئی۔ یہ بات تو اُن کے خیال میں آنی نہایت دشوار تھی کہ جو کچھ کامیابی اُنھیں پچھلے دنوں میں حاصل ہوئی ہے وہ سب اُن کے دو بڑے رہبروں کی وجہ سے تھی۔ اب بھی تھبنز کا قدیم وقار باقی تھا، اب بھی اُس کے شجاعوں کی جاں بازی ضرب المثل تھی،

باب ۱۶

اور یہ امر بالکل قرین قیاس تھا کہ تھبز والے اب بھی اپنے آپ کو یونان کا خدائی فوجدار سمجھیں۔ یہی سب اسباب تھے جن کی وجہ سے اُنھوں نے دکھا دیا کہ وہ پیلو پونیز میں اپنا اثر قائم رکھنے سے باز نہیں رہیں گے۔

قصہ یوں چھڑا کہ میگالو پولس کے رہنے والے بعض آرکیڈی چاہتے تھے کہ اپنے پرانے گاؤں چلے جائیں، لیکن تھبزی اُنھیں اس کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ اپنا اثر قائم رکھنے کے لئے اُنھوں نے اپنے سپہ سالار پامنیس کو جنوب کی طرف روانہ کیا اور اُس نے میگالو پولس والوں کو حسب سابق متحد و متفق رہنے پر مجبور کر دیا۔ ظاہر ہے کہ پیلو پونیز میں اپنی قوت کی نمائش کرنے کے بعد یہ ناممکن تھا کہ تھبز اپنے ہی نواح میں کسی قسم کی بد امنی یا بےچینی کو برداشت کر سکے۔ تھبزیوں کو فوکس سے دلی نفرت تھی، اور اس کی وجہ یہ بتائی جاتی تھی کہ فوکسیوں نے اُن کے ساتھ اپامنونداس کی سرکردگی میں پیلو پونیز جانے سے انکار کر دیا تھا، جس کی اب تھبزی انھیں سزا دینا چاہتے تھے۔ لیکن مشکل یہ تھی کہ فوکسی کسی مخالف قانون کی زد میں نہیں آ سکتے تھے، چنانچہ تھبزیوں نے کوئی اور بہانہ ڈھونڈھا۔ نہایت ہی قدیم زمانے سے ڈیلفی کے پجاریوں کا اصول یہ رہا تھا کہ کسی نہ کسی طرح سے خود اپنی آزاد مملکت قائم کریں، لیکن اس کے برعکس فوکس والے معاملات ڈیلفی کو اپنی نگرانی میں رکھنا چاہتے تھے۔ ہمیشہ ایسا ہوتا کہ ڈیلفی والوں کی مملوکہ زمین کہیں نہ کہیں ایسی پڑی ہوتی تھی جسے وہاں کے پجاریوں کے زعم میں کوئی نہ کوئی مملکت بیجا طور پر اپنے مصرف میں لاتی تھی، اور اس قسم کے جھگڑوں سے یہ پجاری اپنے منصوبوں کی تکمیل کے لئے کوئی صورت نکال سکتے تھے۔ ایتھنز نے میگارا کے خلاف ۳۲۲ ق م میں اسی قسم کی مداخلت کی تھی (جلد ۲، باب ۱۲)؛ اس مرتبہ بھی ایسا ہی بہانہ کر کے تھبزیوں نے فوکس کو نقصان پہنچانا چاہا، اور اس کے لئے امفک تیونیس کو اپنا آلۂ کار

باب ۱۶ | بنایا ہے[1]

[1] جنگ مقدس کے لئے دیودوروس ۱۶، ۲۳ تا ۴۰، ۵۶ تا ۶۰۔ دیودوروس کے نزدیک یہ جنگ ۳۵۵ق م سے ۳۴۶ق م تک جاری رہی۔ نیز دیکھو ارسطاطالیس: "سیاسیات" ۵، ۳، ۴؛ دورس Duris حصہ (۲) جس کا اقتباس Ath ۱۳، ۵۶۰ میں مندرج ہے۔ جنگ مقدس کا حال تھیوپومپوس اور دیموفیلوس ولد ایفوروس نے دیا ہے۔ نیز دی ای لوس نے بھی اپنی کتاب میں اس کا ذکر کیا ہے۔

مدت دراز سے فوکس والوں کی زندگی میں اس قدر سادگی آگئی تھی کہ انھیں غلاموں کی سرے سے ضرورت ہی محسوس نہیں ہوتی تھی .Ath ۶، ۲۶۴۔ اسپارٹا اور امفکٹ تیونیس، دیودوروس ۱۶، ۲۹۔ ایتھنزیوں کا ان سے اس وقت جھگڑا ہوا جب اس نے ۳۶۳ق م میں اس کا اعلان کردیا کہ ان کی ایک قرارداد قابل نفاذ نہیں ہے؛ "مجموعۂ نوشتہ جات ایٹکا" ۲، ۵۴ = ڈٹن برگر ۸۷؛ شیفر: دیموس تھنیس، ۱، ۴۹۰۔ ۳۵۵ق م کی صورت حال کے لئے دیکھو اس کتاب کی جلد ۲، باب ۱۔ دیودوروس ۶، ۲۹ میں اتھامانیس کا جو ذکر ہے اس کے بجائے ہیروڈوٹس ۷، ۳۲ اسے نیانیس کا نام لیتا ہے، اور دیودوروس کے جس فقرے کا اقتباس دیا گیا ہے اس میں بھی غالباً اسی سے مراد ہے۔

جنگ مقدس کے موقع پر تھبز کی طرف سے جو نوشتہ کندہ کیا گیا "اتھنایون" ۳، ۴۷۹ = ڈٹن برگر ۹۵؛ اس میں مندرج ہے کہ بیزنطیوں نے جنگ مقدس کے خرچ کے لئے تھبز کو روپیہ دیا۔ فلومالوس کی وفات، پوسانیاس ۱۰، ۲، ۴؛ اونیارخوس کی موت، ۱۰، ۲، ۵۔ فیلقوس کا تھسلی پر قبضہ، دیموس تھنیس، "اولنیتیائی" ۱، ۱۲۔ ائس خنیس ۲، ۱۳۰ میں خالائی کوس کو "خودسر" کا لقب دیتا ہے۔ ایسقراطیس نے اپنی .Phil ۵۳ میں تھبزیوں کے متعلق نہایت نفیس الفاظ استعمال کئے ہیں۔ فیلقوس کا تھبز میں پامنیس کے پاس ٹھہرنا، پلوٹارک: "پیلوپی داس" ۲۶۔ مقابلہ کرو شیفر: "دیموس تھنیس" ۱، ۴۴۲ اور ہوک Hoeck صفحہ ۸۴۔ جہاں تک پامنیس کے تھریس میں ہوکر گزرنے کا تعلق ہے۔

باب ۱۶ ہمارے نزدیک یہ اُس زمانے کی خاص روش کے مطابق تھا کہ تھیبز اپنے ان مقاصد کی تکمیل کر سکا۔ اُس کے نتیجے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اُس کے حوصلے اب بھی بڑھے ہوئے تھے، لیکن اپنے مقاصد کی تکمیل کے لئے اُس نے جو طریقے اختیار کئے وہ ایسے تھے کہ انھیں اپامنونداس کبھی اختیار نہ کرتا، اور اُس کے طرز عمل سے اُس کی اخلاقی پستی کا پتا چلتا ہے۔ لیکن ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ اُس زمانے میں وہ "انجمن ہمسایگاں" کا رکن رکین ہوگا ورنہ وہ اُس کے ذریعے سے ایسا کام نہیں نکال سکتا، اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ ایتھنز اور اسپارٹا کا کوئی نمایندہ اس انجمن کی مجالس میں نہیں تھا۔ ہم اس امر سے واقف ہیں کہ اس انجمن کی ترکیب و تنظیم اُس وقت بھی کچھ اسی نوع کی تھی جیسی دوریائی ترک وطن سے پہلے تھی۔ اوّل تو اس کیفیت میں کسی قسم کی ترمیم کا امکان ہی نہ تھا، دوسرے بعض مملکتوں نے یہ فرض کر لیا تھا کہ چونکہ مجلس انجمن کی سیاسی اہمیت میں کمی آگئی ہے اس لئے اس میں کچھ مضائقہ نہیں کہ وہ اپنے مذہبی فرائض حسب سابق انجام دیا کرے۔ ان سب باتوں کا یہ نتیجہ ہوا کہ دوریائیوں اور الیونیائیوں کی طرح دولوپیوں کو بھی اس میں شرکت کا مساویانہ حق حاصل ہوگیا۔ الغرض جب کبھی اسپارٹا اور ایتھنز اس مجلس

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ایتھنز تھیبز سے محض فوکسیوں کی وجہ سے محفوظ ہے۔ دیموس تھنیس Peri parapr. ۸۴-
عہد جنگ مقدس کے فوکسی سکہ جات، ہیڈ: "تاریخ نمسکوکیات" Head H. N.
۲۸۸۔ نقرئی سکہ جات، جن پر لفظ "فو" ایک طرف اور اپولو کا سر کندہ تھا؛ تانبے کے سکے جن پر الفاظ "اونی مارخوسے" یا "فالائے کوسے" کھدے ہوئے ہیں۔ ہیڈ نے Plot : Pyth. Orae. ۱۶ کا اقتباس دیتے ہوئے یہ فرض کر لیا ہے کہ بعض نہایت لطیف نقرئی سکے جن کی ایک طرف دیمیتر کا سر اور دوسری جانب ناف کی شبیہ اور لفظ "امفکتیون" ہے، ۳۴۶ ق م میں امن وامان منانے کے موقع پر ڈھالے گئے ہوں گے۔

باب ۱۵ ہیں دورپیانیوں، اور الیونیائیوں کی نمایندگی کرتے تھے تو اکثریت کی اہم سیاسی قرار دادیں خارج از بحث رہتی تھیں، اس لئے کہ عین موقع کے وقت اُن کے قائم مقام ان قرار دادوں کے نتائج کی طرف مجلس کی توجہ مبذول کر کے انھیں ٹال سکتے تھے۔ لیکن اب جبکہ ان دونوں مملکتوں نے اس مجلس میں اپنے قائم مقام روانہ کرنا چھوڑ دیا تھا تو یہ بالکل ممکن تھا کہ ایسا کوئی قبیلہ کسی مذہبی یا سیاسی معاملے میں یونان کا نفس ناطقہ بن جائے جس کی اُس وقت تو کوئی اہمیت نہ ہو اور چھوٹے چھوٹے دو ایک گاؤں میں رہتا ہو، لیکن چھ سو سال پیشتر اُس کی اہمیت نسبتاً زیادہ ہو۔ بالکل ایسا ہی واقعہ ۳۵۶ ق م میں پیش آیا جب تھبز اور تھسلی کے اثر میں آکر انجمن ہمسایگاں نے فوکس پر ایک رقم خطیر جرمانہ کردی اور اُس جرمانے میں اضافہ کردیا جو کادمیہ کے قبضے کی وجہ سے اسپارٹا پر عائد کیا گیا تھا۔ اسی زمانے میں مجلس کا ایتھنز سے جھگڑا بھی ہو گیا۔ اسپارٹا پر جرمانے کی تعداد میں اضافہ اور ایتھنز سے جھگڑا مول لینے سے فوکس پر جرمانہ کرنے کا واقعہ سمجھ میں آسکتا ہے۔ ایتھنز اور اسپارٹا دونوں گویا انجمن سے برسر پیکار تھے اور ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں اُن کے نمایندے مجلس میں نہیں رہ سکتے تھے؛ اب چھوٹے چھوٹے قبیلے تو بیوتیوں اور تھسالویوں کے ہاتھ میں گویا کٹھ پتلی تھے، رہا تھبز تو جس وقت اُس نے دیکھا کہ تھسالوی اس کا ساتھ دیں گے تو وہ فوراً اپنے منصوبے پورے کرنے کی فکر میں لگ گیا۔ بلا شبہ خود تھسالویوں میں بہت سے گروہ تھے اور فیرائے کے خودسر کے ساتھ تھبز کے تعلقات دوستانہ نہ تھے؛ لیکن ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ انجمن کے عملی قواعد میں سے ایک یہ بھی تھا کہ اگر کسی رکن مملکت کا کوئی باشندہ اجلاس میں موجود ہو تو اُسے اس مملکت کا قائم مقام سمجھا جائے، چنانچہ ممکن ہے کہ تھسالویوں کی طرف سے وہاں کے نبیلوں کو قائم مقام نامزد کرنے کا حق تسلیم کر لیا گیا ہو۔ عام طور پر جن فریقوں کو نظر انداز کر دیا جاتا تھا انھیں اُس سے کچھ زیادہ نقصان نہیں پہنچتا تھا۔ لیکن اس

باب ۱۶ خاص موقع پر مختلف واقعات نے صورت حال میں کچھ تبدیلی پیدا کردی، اور اس سے یہ ثابت ہو گیا کہ اگرچہ چند حوصلہ مند افراد قدیم روایات کو بالائے طاق رکھ دیں تو وہ کیا کچھ نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ دیودوروس کہتا ہے کہ جنگ مقدس میں تھبزیوں کی حلیف لوکری، تھسالوی، پرھائے بی، دوریسی، دولوپی، اتھامانیس، اگ نے نیس، اکائیائی اور چند دوسری اقوام تھیں، اور اُن کے خلاف فوکس کے علم کے ساتھ ساتھ اسپارٹا، ایتھنز اور بعض پیلوپونیزی بلدیات تھے۔ گو یہاں رائے دہی کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا، لیکن اس فہرست پر غور کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جن اقوام کا نام اس میں درج ہے اُن کی اہمیت کا مدار اُن کی فوجی سطوت پر نہیں بلکہ محض رکنیت انجمن ہمسایگاں پر ہے، اس لئے اگر اُن کے فوجی اقتدار کو ملحوظ رکھا جاتا تو دولوپی جیسی قوم کا تو اس میں ذکر ہی نہ ہوتا۔ اس طرح ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ دیودوروس کی فہرست سے مجلس انجمن کی حقیقی فرقہ بندی کا اظہار ہوتا ہے، اور جس چیز سے نہایت تعجب ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ اس میں ۳۴۶ق م کی فرقہ بندی کا ہو بہو چربہ نظر آتا ہے یعنی اس مرتبہ جو مملکتیں ایران کی طرفدار تھیں اب وہی تھبز کی ہمنوا نظر آتی ہیں ۳۵۶ق م کی طرح ۴۸۰ق م میں بھی صرف اسپارٹا، ایتھنز اور فوکس ہی ایسی مملکتیں تھیں جو ذلیل سیاسی اور مذہبی مقاصد کو پیش نظر نہیں رکھتی تھیں اور صراط مستقیم سے نہیں بھٹکتی تھیں۔ اگر کہا جائے کہ ۳۵۶ق م میں دوریسی بھی تھبز کے جانبدار تھے، تو اس کے صرف یہی معنی ہوں گے کہ تھبز نے اسپارٹا اور آرگوس کا حق رائے دہی دادی کیفی سوس کے تین گاؤں کی طرف منتقل کر دیا تھا تاکہ اُن کے باشندے اپنے طاقتور اور ذی اقتدار ہمسایوں یعنی بیوتیوں کی جانب رائے دیں۔ اس طرح سے اگر تھسالوی بھی تھبز کے ہمنوا ہو گئے تو کثرت آرا اُسی کے موافق ہو گی۔ جنگ لیوکترا کے بعد ہی جب تھبزیوں نے اپنا پلہ بھاری دیکھا تو وہ فوراً اس جستجو میں لگ گئے ہوں گے کہ کسی طرح سے اسپارٹا پر جرمانہ کر کے اُسے انجمن سے نکال دیں،

باب ۱۷

اور کچھ عرصے کے بعد انھوں نے ایتھنز کے ساتھ بھی اسی قسم کا سلوک کیا۔ اس طرح یہ ممکن ہو گیا کہ اگر جنگی تیاریاں غیر مکتفی ہوں تو مذہب کے ذریعے سے سیاسی مقاصد حاصل کئے جائیں، اور تھبزی اس گر سے خوب اچھی طرح سے واقف تھے (دیکھو جلد ۲ باب ۲۳ و جلد ہذا باب ۳)۔ لیکن یہ طریقۂ کار ایامنونداس کے بعد تک ملتوی رہا۔ ۳۸۲ ق م میں اسپارٹا اور تھبز کے اقتدار کی وجہ سے تھبزیوں کی معاندانہ کارروائی کو ناکامی کا منھ دیکھنا پڑا تھا لیکن اب ۳۵۶ ق م میں صورت حال بالکل مختلف تھی، اور جب فیلقوس نے عین انھیں اسلحہ سے کام نکالا جنھیں تھبزیوں نے اپنی مطلب برآری کے لئے مذہبی سلح خانے سے برآمد کیا تھا تو ان کی مکاری اور چالبازی اپنی پوری شدت سے نظر آنے لگی، اور اس کی وجہ سے خود تھبز کو اپنی اس حرکت سے سخت ترین نقصان پہنچا کہ اس نے مذہب کے سب سے مقدس ادارے کو گویا کھلونا بنا لیا تھا۔

باوجود ان سب وعدہ وعید کے جو فوکس اور دوسری مملکتوں خصوصاً ایتھنز کے مابین ہوئے تھے وہ گومگو ہی میں رہ گئے۔ اسپارٹا نے جو مدد بھیجی وہ بالکل ناقابل لحاظ تھی، اور ایتھنزیوں نے محض بحری کارروائیوں پر اکتفا کیا۔ لیکن ان سب باتوں کے ہوتے ہوئے فوکسیوں نے محض اپنے بل بوتے پر جنگ جاری رکھی اور اس میں غیر معمولی استقلال دکھایا لیکن ہمیں اس سے مطلق متعجب نہیں ہونا چاہیئے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب دوسرے درجے کی یونانی مملکتوں نے صف اول میں آنا شروع کیا۔ شمال میں تھسالویوں نے اس کی کوشش کی تھی لیکن وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوئے تھے (باب ۹)؛ اسی طرح مقدونیوں کو اسی قسم کی کوشش میں نہایت شاندار کامیابی حاصل ہوئی اور اندرون ملک اسی کے لئے آرکیڈیوں نے بھی ہتھیار اٹھائے۔ یہ سب یونان کے ترقی آمیز ارتقا کا فطری نتیجہ تھا اس لئے کہ یہ چھوٹی چھوٹی قومیں قدیم یونانی مملکتوں سے کہیں تازہ دم تھیں۔ اسی طرح زمانۂ مابعد میں اکائیائی اور ایتولی صف اول میں

باب ۱۶

آ گئے، اور یہ امر بالکل تعجب آفریں نہیں ہے کہ اپنے ہم چشموں کی طرح فوکسی بھی صف اوّل میں آنے کے خواہاں تھے۔

اُنھوں نے فیلومیلوس کے کہنے سے جرمانہ ادا کرنے سے انکار کر دیا اور ساتھ ہی ساتھ یہ تہیہ کر لیا کہ وہ دیلفی پر بزور شمشیر قبضہ کر لیں گے اُنھوں نے دو شخصوں یعنی فیلومیلوس اور اونی مارخوس کو سپہ سالار مقرر کیا، ان میں سے موخّر الذکر کے خاندان نے جنگ کے لئے جھگڑا مول لینے میں نمایاں حصّہ لیا تھا۔ فیلومیلوس نے آرخی داموس شاہ اسپارٹا کی تائید حاصل کی اور اجیر سپاہی مہیا کر کے (۳۵۵ ق م میں) دیلفی پر قبضہ کر لیا۔ دوسری طرف تھبز کی حمایت میں لوکرسیول نے امفکٹیونیس کی حفاظت کا بیڑا اُٹھایا اور فوکسیوں کے خلاف دھاوا بول کر انھیں شکست دے دی۔ اب فوکسیوں نے وہ قرارداد جو اُن کے خلاف منظور ہوئی تھی، دیلفی کے مقدس محافظ خانے سے نکلوا دی، اور اُن کی اس کارروائی پر فتشیہ نے بھی گویا صاد کر دیا۔ لطف یہ ہے کہ دونوں فریقوں کی پشت پناہی کے لئے مذہب کی سند موجود تھی، لیکن فوکس کے پاس امفکٹیونس سے بھی زیادہ موقر سند تھی اس لئے کہ خود فتشیہ دیبی اُس کی طرفدار تھی، اور اب صرف اس کی کسر تھی کہ فوکس والے اپنے دعاوی کو بزور شمشیر منوالیں۔ اب تھبزیوں اور تھسالویوں نے "مجلس ہمسایگاں" سے جہاد کا اعلان کرا دیا جس کی وجہ سے یونانی مملکتیں دو مختلف شقوں میں تقسیم ہو گئیں۔ اگر اسپارٹا، ایتھنز اور دوسری یونانی مملکتوں نے جنھیں فوکس کی تائید کرنے کی ہمت تھی، اُسے کافی مدد دی ہوتی تو فوکس کو کبھی شکست نہ ہوتی اور یونانیوں کی دھاک بندھی رہتی۔ لیکن ان سب میں سے صرف اسپارٹا ہی نے فوج روانہ کی، اور وہ بھی صرف ایک ہزار سپاہی! ایتھنز نے تو ایک پیادہ بھی روانہ نہیں کیا، اور بہانہ یہ کیا کہ فوکس بلا امداد غیرے تھبز کا مقابلہ کر سکتا ہے۔ ان کا یہ خیال تھا کہ اگر وہ تھرموپلی کی طرف اپنا ایک بیڑا روانہ کر دیں اور اس طرح تھسالویوں کو فوکس پر حملہ آور ہونے سے روک دیں تو

باب ۱۶ وہ اپنے فرض منصبی سے سبکدوش ہو جائیں گے۔
الغرض اُس عہد کے اصول کے مطابق فوکس نے اجیر سپاہیوں کو بھرتی کرنا شروع کیا، اور جب اُن کی تنخواہ کا مسئلہ پیش ہوا تو اُس نے قرض لینے کے بہانے سے خزانۂ ڈیلفی پر دست اندازی کا ارادہ کیا۔ اس فعل سے اُس کے دشمنوں میں غیظ و غضب کی لہر دوڑ گئی اور اُنھوں نے فی الفور اعلان کر دیا کہ فوکس والے ایک گناہ قبیحہ کے مرتکب ہوئے ہیں۔ یہاں ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ یونان میں اس بارے میں بڑا عظیم اختلاف رائے ممکن تھا۔ یونانیوں کا قاعدہ تھا کہ وہ بشرط ضرورت ملکی امور کی انجام دہی کے لیئے بت خانوں کا روپیہ نہایت اطمینان سے کام میں لاتے تھے، چنانچہ جنگ پیلوپونیز کی ابتدا ہی میں "متقی و پرہیزگار" اسپارٹیوں اور کورنتھیوں نے اس کا اعلان کر دیا تھا کہ اُن کا ارادہ اولمپیا اور ڈیلفی کے خزانوں کو ایتھنز کے خلاف جنگی تیاریوں میں خرچ کر دینے کا ہے، اور طوسی دیدش اس طرزِ عمل کو مذہبًا روا رکھتا ہے۔ اس سے یہ نتیجہ نکل سکتا ہے کہ اگر فوکس کو اس جنگ میں فتح ہوئی تو گمان غالب ہے کہ اُسے بھی آئندہ متقی و پرہیزگار تصوّر کیا جائے۔

لیکن ان کے لیئے موجودہ صورت حال نہایت درجہ دشوار تھی۔ انھیں بیک وقت تھسالویوں اور تھبزیوں دونوں کا مقابلہ کرنا پڑتا تھا جس کے باعث فیلومیلوس کو کبھی تو شمال کی طرف اور کبھی جنوب کی جانب دھاوا بولنا پڑتا تھا اور اُس کی اس آمد و رفت کی وجہ سے ایتھنزیوں کو درّۂ تھرموپلی ہمیشہ وا رکھنا پڑتا تھا۔ گو اُس نے تھسالویوں کو شکست دے دی، لیکن (۳۵۴ق م میں) اُسے تھبزیوں کے ہاتھوں زک اٹھانی پڑی، اور اُنکے ہاتھوں گرفتار ہونے سے بچنے کی خاطر اُس نے کوہ پارناسوس سے گر کر خودکشی کر لی۔ اُس کے جانشین اونی مارخوس نے خزانے کی باقی

باب ۱۶

رقوم سے روپیہ پیسہ مسکوک کرایا اور جو رقم بچی اُسے تقسیم کر دیا۔ اس پر فوکس کے دشمنوں نے طرح طرح کے قصّے پھیلائے اور بیان کیا کہ کس طرح آرخی داموس، ایتھنزی ہیگیسی پوس اور لیکوفرون و پتھولاؤس (خودسران فیرائے) کے حصّوں میں بڑی بڑی رقمیں آئی ہیں اور کس طرح معمولی معمولی لوگوں نے نہایت نفیس نفیس زرق برق پوشاکیں اور عمدہ عمدہ زیور زیب تن کرنے شروع کئے ہیں۔ ابتدا میں تو تھبزی اپنی برتری اور فوقیت سے اس قدر پھولے کہ ۳۵۳ق م میں انھوں نے پامنیس کی سرکردگی میں پانچ ہزار اجیر سپاہی ارتاباز و کی مدد کے لئے روانہ کئے تاکہ شہنشاہ ایران کے خلاف بغاوت میں اُس کی مدد کریں۔ پامنیس فیلقوس کی معیّت میں برّی راستے سے ہیلیس پونٹ کی طرف روانہ ہوا، اور راستے میں فیلقوس نے ابدیرا اور مارونیہ پر قبضہ کرلیا۔ اس طرح تھبز اور مقدونیہ کے مابین جو سمجھوتہ تھا اُس سے ہرکس و ناکس واقف ہوگیا۔ لیکن کچھ ہی عرصے کے بعد (۳۵۳ق م میں) اونی مارخوس نے لوکرسیوں کو شکست دے کر اورخومینوس کی آزادی کا اعلان کردیا اور اس طرح سے تھبز کی شدید توہین کی، جس سے متاثر ہوکر تھبزی اپنی اُس فوج کو جو انھوں نے مشرق کی طرف روانہ کی تھی، واپس بلانے کا خیال کرنے لگے۔ میدان جنگ میں ایک مدّوجزر کی سی کیفیت نمودار ہوئی، یعنی کبھی ایک فریق جیتتا کبھی دوسرا، چنانچہ خلیرونیہ کے مقام پر تھبز کے ہاتھوں فوکس کو نیچا دیکھنا پڑا، لیکن تھسلی میں میدان فوکسیوں ہی کے ہاتھ رہا۔ الیواسی خاندان کے ارکین کی استدعا پر خود فیلقوس نے مقدونوی دستوں سے تھسلی والوں کی مدد کی، اور اس طرح میتھونے کے قبضے کے بعد (باب ۵) محض یونانیوں کی خواہش کے بموجب پہلی مرتبہ اُس مُلک کے معاملات میں مداخلت کی تھی۔ اس کے بعد فوکس نے تھبز کو بھی نیچا دکھایا اور (۳۵۲ق م میں) اُن سے کورونیہ لے لیا۔ لیکن معاملات نے پلٹا کھایا اور بہت جلد

باب ۱۱

لیکو فرون فیلقوس کے خلاف بالکل بے بس ہو گیا چنانچہ اُس نے اونی مارخوس اور اس کے اجیر سپاہیوں کو تھسلی واپس بلا لیا۔ فریقین کے مابین ٹلک ماگ نے تیس کی سرحد پر گھمسان کی لڑائی ہوئی جس میں فیلقوس نے اونی ماخوس کو شکست دے دی۔ شکست خوردہ فوج کے بعض مفروروں نے تو اتھنز کی بیڑے میں پناہ لی جو خارس کی سرکردگی میں ساحل کے قریب موجود تھا، اور باقی تقریباً تین ہزار شاہ مقدونیہ کے ہاتھوں گرفتار ہو گئے جس نے ان پر مذہبی گناہ کے ارتکاب کا الزام لگا کر سب کو بیک وقت سمندر میں غرق کرا دیا۔ خود اونی ماخوس کو اُس کے ساتھیوں نے فرار ہوتے ہوئے پکڑ لیا اور مار ڈالا، اور جب اُس کی نعش فیلقوس کے سامنے آئی تو اُس نے اُسے ایک صلیب پر لٹکوا دیا (۳۵۲ ق م)۔ مظفر و منصور بادشاہ نے اس کے بعد فیرائے کو آزاد کیا، پیگاسائے پر قبضہ کیا اور تھرموپلی میں ہو کر جنوب کی طرف بڑھا۔ اُس وقت جو سوال ہر شخص کی ورد زباں تھا وہ یہی کہ آیا وہ یونان پر اپنا فیصلہ کُن اثر ڈال سکتا ہے۔ لیکن یکایک اُسے درۂ تھرموپلی کے قریب ایک اتھنزی بیڑا نظر آیا جس میں ایک بیان کے بموجب چار ہزار پیادہ اور چار سو سوار تھے، اور اُسے دیکھ کر فیلقوس نے واپس جانے کا عزم کر لیا۔ لیکن اُس نے ماگ نے تیس کے مُلک اور پیگاسائے پر اپنا قبضہ جمے رہنے دیا، اور حقیقت تو یہ ہے کہ اس کے بعد اُس کا پرچم مسلسل خلیج پگاسائے کی بندرگاہ ہالوس تک تمام تھسلی کے مُلک پر برابر اُڑتا رہا۔ اس ظاہری فتح کے بعد اتھنزیوں اور اونی ماخوس کے جانشین فی لوس کے مابین نامہ و پیامِ تہنیت کا مبادلہ ہوا۔ الغرض لیوبلوس کی قیادت میں اتھنز کی بروقت مداخلت سے یونان کا وہ حصّہ جو تھرموپلی کے جنوب میں واقع ہے، فیلقوس کی دست بُرد سے محفوظ رہا۔ فوکسیوں کا میدان عمل جنوبی حصّے تک محدود تھا، اور چونکہ تھبز اور لوکرس انھیں مغلوب نہیں کر سکتے تھے

باب ۱۶

اس لئے جنگ مقدس کچھ مدت تک اور جاری رہی یہاں تک کہ چھ سال کے بعد فیلقوس نے اتھنز کے ساتھ صلح کر کے اُس کا خاتمہ کر دیا۔

اب ہم از سر نو اتھنز کی طرف متوجہ ہوتے ہیں جہاں اب شاہ مقدونیہ کا سب سے زیادہ جوشیلا مخالف افق سیاسیات پر نمودار ہوتا ہے۔

فیلقوس کو ۳۵۲ ق م میں یعنی جس سال اُس کی ترقی کو اتھنز یوں نے تھرموپلی میں روکا تھا اُس سے ایک سال پیشتر میگالوپولس کے برسر اقتدار فریق نے پیلوپونیز کے معاملات میں مداخلت کرنے کی دعوت دی تھی اور یہ استدعا کی تھی کہ وہ اسپارٹیوں کے خلاف جو از سر نو میگالوپولس کی بربادی پر تُلے ہوئے تھے، اُن کی پشت پناہی کرے یہ زمانہ ۳۵۲ ق م کا ابتدائی زمانہ تھا، اور اِس مرتبہ اتھنز کی جمعیت عوام میں ایک ایسے شخص کی آواز پہلی مرتبہ سنی گئی جو اس کے بعد بیس سال تک مسلسل نہ صرف اتھنز بلکہ تمام سرزمین یونان پر اپنی شخصیت کا اثر برابر ڈالتا رہا۔ یہ شخص دیموس تھنیس تھا، اور گو یہ تقریر اُس کی پہلی سیاسی تقریر نہیں تھی، لیکن کم از کم پہلی اہم تقریر ضرور تھی[۱]

دیموس تھنیس اتھنز کے ایک زرہ ساز کا لڑکا تھا اور ۳۸۴ ق م میں پیدا ہوا تھا۔ آٹھ برس کی عمر ہی میں اس کے سر سے اس کے باپ کا سایہ اُٹھ گیا، اس کے بعد اُس کی آبائی جائداد کا انتظام چند متولیوں کے سپرد ہوا۔ لیکن انھوں نے اُس کا انتظام اس درجہ خراب کیا کہ دیموس تھنیس، جس کا میلان ابتدا ہی سے فصاحت و بلاغت کی طرف تھا، اُن کے خلاف قانونی چارہ جوئی کرنے پر مجبور ہو گیا۔

[۱] دیموس تھنیس کی تقاریر کے لئے اس سے پہلے کے باب میں جن کتابوں کا حوالہ دیا ہوا ہے انکا ذکر کافی ہے۔ میں ناظرین کی توجہ صرف ان امور کی طرف مبذول کرنا کافی سمجھتا ہوں جنھیں عام طور پر نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔

باب ۱۶ سب سے پہلے ۳۶۴ ق م میں اُس نے اُن متولیوں میں سے ایک یعنی افولوس کے خلاف مقدمہ دائر کیا اور اس میں اُسے کامیابی ہوئی لیکن چونکہ فریق ثانی طرح طرح کی چالبازیوں میں ماہر تھا اس لئے شاید دیموس تھنیس کو زر مطالبہ نہیں ملا۔ اس نوعمر مستغیث کی کامیابی کا ایتھنزیوں پر گہرا اثر پڑا، چنانچہ جب اُس نے شہر میں اپنا دفتر کھول کر تقریر نویسی کا پیشہ اختیار کیا تو اُس کے پاس بہت سے موکل آنے لگے۔ ایتھنز میں یہ قاعدہ تھا کہ فریق مقدمہ کو اصالتاً پیروی کرنی پڑتی تھی، چنانچہ اگر کوئی شخص خود تقریر کرنے پر قادر نہیں ہوتا یا تقریر تیار کرنے کا اہل نہیں ہوتا تو وہ کسی دوسرے سے تقریر لکھوا لیتا اور اُسے حفظ یاد کر کے عدالت کے سامنے سنا دیتا۔ ساتھ ہی ساتھ عادلوں کو یہ اختیار بھی تھا کہ وہ اُس کی تقریر کے بعد اُس کے کسی ہمدرد کو بولنے کی اجازت دے دیں، اور عام طور پر یہ اجازت مل ہی جاتی تھی۔ اس ہمدرد مقرر کو قانونی اصطلاح میں سینے گوروس اور اُس کی تقریر کو دیوترولوگیا کہتے تھے۔ دیموس تھنیس نے سینوگوروس کا پیشہ اختیار کر لیا اور روز بروز اس کی شہرت کا ڈنکا چاردانگ یونان میں بجنے لگا۔ کچھ مدت کے بعد اُس نے قانونی تقریر نویسی کے پیشے کو خیرباد کہہ کر سیاسی میدان میں قدم رکھا اور عموم ایتھنز کا "صلاح کار" یا سیلوم بولوس بن گیا۔ دیموس تھنیس کی ابتدائی سیاسی تقریروں میں شاید اہم ترین تقریر وہ ہے جو اُس نے لیپ تی نیس کی مخالفت میں کی اس لئے کہ اُس تقریر سے ایتھنز کی زندگی کے ایک مخصوص شعبے پر روشنی پڑتی ہے۔ اس سے پہلے یہ قاعدہ تھا کہ جن لوگوں نے مملکت کی کوئی نمایاں خدمت انجام دی ہو اُن کی اولاد کو ناٹک میں سنگتیے وغیرہ مہیا کرنے سے چھٹکارا مل جاتا تھا، لیکن اب لیپ تی نیس کی تحریک پر ایک قانون منظور ہوا جس کے بموجب مملکت کے مفاد اور اصول مساوات کی خاطر یہ فرائض ہر شخص پر عائد کر دئے گئے، اور آئندہ یہ قاعدہ مقرر ہو گیا کہ معاملات مملکت میں صرف ذاتی قابلیت کو ہی مرجح سمجھا جائے گا۔

باب ۱۶

اس قانون پر اپسے فون اور تیسی فوس نے خلاف آئین مملکت ہونے کا الزام لگایا اور ان میں سے موخّر الذکر نے، جو خابریاس کا بیٹا تھا اور جسے اپنے مخصوص حقوق کے جاتے رہنے کا بہت غم تھا، دیموس تھنیس کو اپنا وکیل مقرر کیا۔ یہ تیسی فوس ایتھنز میں اوباش و بدکار مشہور تھا، اور معلوم ہوتا ہے کہ دیموس تھنیس نے اُس کی پیروی صرف اس کی ماں یعنی خابریاس کی بیوہ کی وجہ سے کی ہوگی۔ لیکن جب مقدمہ شروع ہوگیا تو وہ اسس کی پیروی محض اصولی نقطۂ نظر سے کرنے لگا اور اسنے کہا کہ مملکت کو چاہیئے کہ جو وعدے وعید اُس نے ایک مرتبہ کر لئے ہیں اُنھیں نبھائے اور اپنی پیروی میں اُس نے بیحد ذکاوت اور قابلیت کا ثبوت دیا۔ ہم اس سے واقف نہیں کہ اُسے مقدمے میں کامیابی ہوئی یا نہیں۔ بہرحال ۳۵۴ھ ق م میں اُس نے جمعیت عوام میں پہلی مرتبہ تقریر کی سلطنت ایران مدت دراز سے زوال کی طرف مائل تھی، لیکن حال ہی میں اُس کے شہنشاہ اردشیر اغوست نے جو ۳۵۸ھ ق م میں تخت نشین ہوا تھا، تھوڑی بہت جان ڈال دی تھی اور ساتھ ہی ساتھ اپنی توجہ ایشیائے کوچک کی افراتفری کی طرف مبذول کی تھی۔ ہم اس کتاب کے پندرھویں باب میں دیکھ چکے ہیں کہ جب ارتابازو نے ایشیائے کوچک میں بغاوت کا علم بلند کیا تو خاریس نے اُس کی پشت پناہی کی تھی، لیکن اُسے ایشیائے کوچک چھوڑ دینا پڑا تھا۔ اردشیر کی جنگی تیاریوں کی وجہ سے ایران میں یہ مشہور ہوگیا کہ وہ یونان پر حملہ کرنے کی فکر میں ہے اور جب ہیرو داس اسپارٹا آیا (باب ۱) تو اُس وقت ۳۹۶ھ ق م کی طرح یونانیوں کی پریشانی انتہا کو پہنچ گئی تھی خود ایتھنز میں بہت سے لوگوں کا خیال تھا کہ اب ایران کے خلاف لیگ بنانے اور اُس پر حملہ کرنے کا وقت آگیا ہے۔

دیموس تھنیس نے اپنی تقریر de Symmoriis میں اسی خیال کے خلاف آواز بلند کی۔ اس تقریر کا یہ نام اس لئے پڑا کہ اس میں مقرر نے تحریک کی کہ شہریوں کی اُن انجمنوں کو جن کا مقصد بیڑے کے لئے روپیہ مہیا کرنا تھا

(باب ۱۵) از سر نو منظم کرنا چاہیئے۔ دیموس تھنیس کی رائے تھی کہ ایران پر حملہ کرنے سے پہلے ایتھنز کو کیل کانٹے سے پورے طور پر تیار ہو جانا مناسب ہے، اور اس انتظام کے لئے سیمو ریا انجمنیں ناکافی ہیں۔ بلاشبہ اُس کے یہ خیالات نہایت ہی عمدہ تھے لیکن اُن کا اُس وقت نفاذ نہیں کیا گیا؛ اس کے بجائے ان تقریروں وغیرہ سے جو ایک قسم کا جوش پیدا ہو گیا تھا اُس میں کمی آگئی اور اس طرح دیموس تھنیس کے مقصد کے حصول میں ایک حد تک کامیابی ہو گئی[۳۵]۔ باب ۱٦

الغرض جب ۳۵۲ ق م میں میگالوپولس نے ایتھنز سے مدد طلب کی تو دیموس تھنیس نے اُسے منظور کرنے کی رائے دی اور خاص طور پر اس امر پر زور دیا کہ ایتھنزیوں کو اسپارٹا کی مزید ترقی میں حائل ہونا چاہیئے[۳٦]۔

[۳۵] دیموس تھنیس کی سیاسی تقریروں میں بہت کم ایسا نظر آتا ہے کہ اُن کے اختتام پر امر متعلقہ کی بابت کسی قسم کی بھی تحریک ہو۔ یہی کیفیت اولنتھوسی تقریروں کی ہے جن میں محض کلّیوں اور تعمیموں پر بحث کی گئی ہے (اور اسی وجہ سے اُن کی تاریخوں کا تعین نہیں کیا جا سکتا) اور یہی علاوہ پہلی فیلقوسی کے باقی سب "فیلقوسی" تقریروں و تقاریر متعلق میگالوپولس، ورھوڈز و خرسونیز کی ہے۔ بلاس (۳، ۲۷٦ و ۲۷۰) ایسقراطیس کی تحریروں میں بھی اسی خصوصیت کا انکشاف کرتا ہے، لیکن وہاں اس کے اسباب موجود ہیں۔ یہ کمی خاص طور پر ۳۵۱ ق م والی تقریر میں نظر آتی ہے (اس تقریر کی تاریخ کے لئے دیکھو بچر Butcher صفحہ ۴۳ اور یوڈائخ Judeich صفحہ ۲۳۴) جو رھوڈزیوں کی آزادی پر دی گئی تھی، اور جس میں دیموس تھنیس (ح ۹) رھوڈزیوں کو آزادی کی تلقین کرتا ہے لیکن اُس کے حصول کے طریقے نہیں بتاتا، اور ظاہر ہے کہ یہی امر مشکل ترین تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس مسئلے میں دیموس تھنیس نے اکثریت کے اصول کا ہمنوا ہو کر اس فریق کو اعتدال پر لانے کی کوشش کی تھی۔

[۳٦] اُس تقریر میں جو اس موقع پر دیموس تھنیس نے دی، وہ کہتا ہے (ح ۸) کہ ممکن ہے میگالوپولس کو اسپارٹا کے رحم پر چھوڑ دیا جائے، لیکن یہ ہرگز مناسب نہ ہوگا

باب ۱۶ اُس کے نزدیک بہترین طرزِ عمل یہ تھا کہ ایتھنز اسپارٹا اور تھبز دونوں کو

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ اس لئے کہ ایسا کرنے سے اسپارٹا کے اقتدار میں معتدبہ اضافہ ہو جائے گا اور وہ فوراً "مسینے کی طرف" بڑھے گا جو ہر حالت میں ایتھنز کے مفاد کے منافی ہے۔ لیکن اس کے برعکس ۳۴۴ ق م میں وہ تسلیم کرتا ہے (فیلقوسی ۲، ۱۳) کہ اسپارٹا کے مسینے میں حقوق ضرور موجود ہیں، اور یہ صرف اس لئے کہ اب وہ تمام پیلوپونیزیوں کو، جن میں اسپارٹی بھی شامل تھے، فیلقوس کی مخالفت پر آمادہ کرنا چاہتا تھا۔ اسی سال وہ ایتھنز کے روایتی طرزِ عمل کے مطابق کہتا ہے کہ تھبز کو اورخومینوس پر کسی قسم کا کوئی حق نہیں ہے، لیکن چھ سال بعد ۳۳۸ ق م میں وہ اُسے اور تمام بیوتیہ کو تھبز کے حوالے کر دیتا ہے اس لئے کہ اب اُسے تھبز کی ہمنوائی کی ضرورت تھی۔ واقعہ یہ ہے کہ دیموس تھنیس عام طور پر زمانے کی سیاسی ہوا کے ساتھ رنگ بدلتا ہے۔ تقریر میگالوپولس (ج ۴) میں و نیز ۳۵۲ ق م کی تقریر مخالف ارسطقراتیس (۱۰۲) میں وہ کہتا ہے کہ ایتھنز کی عظمت کا راز یہی ہے کہ اسپارٹا اور تھبز کو زیر رکھا جائے۔ جب اسپارٹا اور تھبز کی کمزوری ہی ایتھنز کی عظمت کا باعث ہوئی ہو تو وہ اُس کا طریقہ یہ بتاتا ہے کہ اسپارٹا کے خلاف مسینے اور آرکیڈیا کو اور تھبز کے خلاف فوکس کو ہمیشہ آمادہ رکھا جائے، گویا دیموس تھنیس کے نزدیک اگر اسپارٹا اور تھبز کے جسم میں کوئی نہ کوئی کانٹا چبھا رہے تو ایسی حالت میں ایتھنز کی شاہراہِ ترقی میں کوئی حائل نہ ہوگا۔ یہ ایتھنز کے عملی سیاست داں کے خیالات ہیں۔ لیکن وہ صرف عملی مدبر ہی نہیں بلکہ حسبِ ضرورت مطمحیت کا جامہ بھی پہن لیتا ہے؛ مثلاً ۳۴۴ ق م میں وہ اپنی دوسری فیلقوسی تقریر میں کہتا ہے (ج ۱۲) کہ جہاں آرگوس اور تھبز نے ہمیشہ اپنی منفعت کو ہی اپنا مقصدِ اعلیٰ بنایا ہے، ایتھنز اُس سے بالاتر ہے۔ لیکن بعض مرتبہ دیموس تھنیس ایک ہی تقریر میں مطمحی بھی بن جاتا ہے اور تھوڑی سی دیر بعد عملی جامہ بھی زیبِ تن کر لیتا ہے۔ تقریر " De Corona " میں اس کے لہجے سے عالی منشی پائی جاتی ہے، اور اس طرزِ تقریر کو ج ۱۹۹ میں انتہائی عروج حاصل ہوتا ہے۔ اس فقرے کو اکثر مورخ

باب ۱۶

کسی نہ کسی طرح سے کم زور رکھے - باایں ہمہ اتھنز اور میگالو پولس کے مابین کسی قسم کا معاہدہ نہیں ہوا یہاں تک کہ سنہ ۳۵۱ ق م میں اس آرکیڈی شہر کو خود تھبز نے اپنی حمایت میں لے لیا - اس میں شک نہیں کہ اس تقریر کے بعض سیاسی اصول نہایت عمدہ تھے لیکن یہ اصول وہ نہیں تھے جن کی وجہ سے اس تقریر میں ایک خاص کیفیت پیدا ہو گئی تھی - مقرر نے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ نقل کرتے ہیں اور اس میں مقرر کہتا ہے کہ اگر اتھنزی یہ بھانپ بھی لیتے کہ آخر کار انھیں شکست ہوتی ہے تاہم وہ محض فرض منصبی کی ادائگی کی خاطر ضرور فیلقوس سے لڑتے، لیکن اس کے برعکس ۲ ۳۰۳ میں ایک فقرہ ایسا ہے جس کا کوئی لحاظ نہیں کرتا اور جس میں دیموس تھنیس فخریہ لہجے میں کہتا ہے کہ بیوتیہ اتھنز کا سپر ہے - اگر دیموس تھنیس نے یہی بات تھبزیوں سے اس وقت کہی ہوتی جب وہ سنہ ۳۳۸ ق م میں وہ اُن سے فیلقوس کے خلاف مدد کا طالب تھا تو وہ کبھی اُس کا کہنا نہ مانتے اس لئے کہ کسی قوم کا دوسری کے لئے "سپر" یا "حاجب" بننا بہت زیادہ دل خوش کُن نہیں - دیموس تھنیس کا بڑا بھاری مداح بلاس Blass ہے، لیکن اس کے نزدیک بھی دیموس تھنیس ۲۱ سال ہی کی عمر میں "ایمان دار" ہونے کے بجائے "پرانا کھلاڑی" بن گیا تھا (۳، ۱۶۹) - بلاس بالکل سچ کہتا ہے - اُس نے یہاں وہ صفت بیان کی ہے جس کی وجہ سے اُس کے ممدوح کو ایک بڑے مدبّر کا پایہ حاصل نہ ہو سکا - اوپر جو کچھ ہم نے کہا ہے اور جو ہم اس کے بعد بیان کریں گے اُس سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ دیموس تھنیس میں نہ صرف یہ خصوصیت قائم رہی بلکہ اس میں معتدبہ اضافہ بھی ہوا - اس میں شبہہ نہیں کہ ہر بڑے مدبر کو عملی اور مطمحی دونوں اعتبار سے اپنے افعال کو ڈھالنا پڑتا ہے لیکن عام طور پر وہ دیموس تھنیس کی طرح محض وقتی اثر پیدا کرنے کی غرض سے اپنے اُصول کو کام میں نہیں لاتا peri parapr. (۷۵ و ۷۸) - دیموس تھنیس کی مدیاس والی تقریر سے ہم دیکھیں گے کہ اس کے اقوال و افعال کس حد تک ایک دوسرے کے مطابق تھے (باب ۷، حاشیہ ۱) -

باب ۱۶

سب سے پہلے یہ اصول جو پیش کیا (۴) کہ اگر ایتھنز کا بول بالا منظور ہے تو اسپارٹا اور تھبز کو وہیں دبا دینا چاہیئے۔ اس سے اُس پرانے سماجی بغض وحسد کا اظہار ہوتا ہے جو عرصے سے یونانی مملکتوں میں ایک دوسرے کے خلاف نظر آتا ہے اور جسے عام طور پر اصول توازن قوت کا نام دیا جاتا ہے۔ اس قسم کے اصول بہت اچھے ہوتے ہیں اگر کوئی دشمن تاک میں نہ بیٹھا ہو؛ لیکن اس موقع پر اس اصول کا انطباق، جس کی وجہ سے اسپارٹا کے خلاف اشتعال پیدا کیا گیا، نہ صرف اس لئے نامناسب تھا کہ ایتھنز اور اسپارٹا کے مابین دوستی تھی بلکہ مسئلۂ فوکس میں ان دونوں کا مفاد مشترک تھا۔ بہر نوع یہ ہرگز عاقلانہ فعل نہ تھا کہ ایک معمولی سی بات میں ایک دوست کی مخالفت کی جائے اور وہ صرف اس لئے کہ کہیں اس کی طاقت وسطوت میں اضافہ نہ ہو جائے۔ ڈیموس تھنیس اور ایتھنزیوں کو میگالوپولس میں کوئی خاص دلچسپی نہیں تھی؛ لیکن ان کے نزدیک اسپارٹا کو اس شہر کو مختلف حصوں میں منقسم ہونے سے باز رکھنا صرف اس لئے ضروری تھا کہ ان کے نزدیک وہ اس کے بعد مسینے پر حملہ کر بیٹھے گا۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کسی کو اس کی امید بھی تھی؟ ۳۶۲ ق م میں مین ٹی نیہ کے مقام پر ایتھنز اور اسپارٹا میگالوپولس کے خلاف دوش بدوش لڑے تو کیا اس کے بعد اسپارٹا کو کوئی غیر معمولی اقتدار حاصل ہو گیا؟ ڈیموس تھنیس ایتھنزیوں کے عام جذبات سے اس قدر متاثر ہوا کہ وہ کہنے لگا کہ اگر میگالوپولس والے اُن ستونوں کو بالکل منہدم کر دیں جن پر اُن کے اور تھبز کے باہمی عہدنامے کندہ ہیں تو ایسی حالت میں ایتھنز اُن کا ساتھ دینے کے لئے تیار ہو جائے گا اور ظاہر ہے کہ اس قسم کی باتیں میگالوپولس والوں کے لئے کچھ زیادہ قابل قبول نہیں ہو سکتی تھیں۔ اس کا یہ مطلب تھا کہ میگالوپولس اپنے آزمودہ کار دوستوں اور حلیفوں یعنی تھبزیوں کو منجدھار میں چھوڑ دے اور ایتھنز کی مدد کا منتظر رہے؛ اس کے بجائے میگالوپولس نے

باب ۱۶ اس پر ایتھنز کے ساتھ مخالفہ کرنے کو ترجیح دی اور اس کا انھیں بعد میں کبھی افسوس نہیں ہوا۔

دیموس تھنیس کی سب سے بڑی غلطی یہ تھی کہ جن موقعوں پر ایتھنزیوں کو اپنے حلیفوں کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کرنا چاہیئے تھا وہاں اُس نے ایتھنزیوں کے دل میں ان کی اہمیت کا غیر ضروری احساس پیدا کر دیا اور یہ خیال پیدا کر دیا کہ اب بھی وہ معاملات یونان میں پنچ اور ثالث بن سکتے ہیں اسی طرح اُس نے میگالو پولس کے معاملے میں اسپارٹا کو بے فائدہ بھڑکایا جس کی وجہ سے گو اسپارٹی فیلقوس کے دشمن تھے انھوں نے مقدونیہ کے خلاف ایتھنز کے ساتھ مخالفہ کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ غالباً انھوں نے یہ خیال کیا ہوگا کہ شاید ایتھنز کو صرف اپنا ہی فائدہ مقصود ہے اور دیموس تھنیس ۳۵۲ ق م کے طرز عمل کا ہی اتباع کرنا چاہتا ہے۔ اسپارٹی ۳۶۱ ق م سے ۳۳۸ ق م تک کی گفت و شنود اور اہم ترین واقعات سے کنارہ کش ہی رہے اور انھوں نے صرف فوکس کی مدد پر ہی اکتفا کیا۔ ہمارے نزدیک اسپارٹا کا رزمگاہ یونان سے نکل جانا نہ صرف اُس عہد کے حالات کے مطابق تھا بلکہ ساتھ ہی ساتھ اسپارٹیوں کی چند در چند قابلیتوں کی وجہ سے یہ دنیائے یونان کیلئے بے حد قابل افسوس تھا۔ اس سے پیشتر کبھی ایسا واقعہ نہیں ہوا تھا کہ یونان کی موت و زیست کا مسئلہ اسپارٹیوں کے تعامل کے بغیر طے ہو گیا ہو۔ ۳۵۰ ق م میں اسپارٹا کی اہمیت میں کچھ ایسی زیادہ کمی نہیں ہوئی تھی، اور اگر وہ ایتھنز کے ساتھ ہو جاتا تو اُس سے صورت حال یقیناً مختلف ہو جاتی؛ لیکن وہ علیحدہ ہی رہا اور ایتھنزی رہبر اُسے مفید تر طرز عمل پر آمادہ نہ کر سکے۔

اس باب میں ہم نے جن واقعات کا ذکر کیا ہے اُن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ خود یونانی مملکتوں کی حکمت عملی کی وجہ سے مقدونوی خطرات میں بہت کچھ اضافہ ہو گیا۔ اب یونانیوں کے باہمی نفاق کے قدیم اسباب میں جدید اسباب بھی شامل ہو گئے ہیں اور مختلف مملکتوں کی انفرادی حیثیت میں بجائے کمی کے زیادتی ہونے لگی ہے۔ تھبز اپنی

باب ۱۶

پرانی حیثیت کا احیا سازشوں کے ذریعے سے کرنا چاہتا ہے اور اس طرح گویا خانہ جنگی کے مخزن بارود میں فلیتے کا کام کرتا ہے۔ اس عام بحران میں اسپارٹا کسی خاص دلچسپی کا اظہار نہیں کرتا۔ ایتھنز میں ایک اکتیس سالہ نوجوان کو اس کے ایتھنزی دوست بلاغت و فصاحت کا امام کہہ کر اپنے سروں پر بٹھا لیتے ہیں، اور یہ وہ شخص ہے کہ جب یہ مدبر مملکت کے درجے پر پہنچ جاتا ہے اس وقت بھی دوسروں کے لئے تقریریں لکھنا اور اُن کا معاوضہ وصول کرنا نہیں چھوڑتا۔ گو دیموس تھنیس کو جنگ کا ذاتی تجربہ مطلق نہیں تاہم وہ معاملات عامہ پر ایک خاص اثر پیدا کر لیتا ہے، جس کے ذریعے سے اسپارٹا اور ایتھنز کے قدیم باہمی حسد میں اضافہ ہو جاتا ہے، اور اس وقت جب اسپارٹا ایتھنز کو بجائے گزند پہنچانے کے کسی قسم کا فائدہ ہی پہنچاتا۔ اس کے برعکس مقدونیہ پر، جس کے معاملات میں ایتھنز اپنے معمول کے مطابق مداخلت کرتا ہے، ایک نہایت ہی قابل مدبر سریر آرا ہے جو معاملات ملکی اور معاملات جنگ دونوں میں طاق ہے۔ وہ نہ صرف ایتھنزیوں کو نہ صرف مقدونوی ساحل سے نکال دیتا ہے بلکہ خود یونانیوں کی طلبی پر اُن کے معاملات میں مداخلت کرتا ہے اور یونان کے خانگی معاملات میں ایک نہایت ہی اہم حصہ لیتا ہے۔ ان تمام باتوں سے کوئی دوررس مفکر یہ نتیجہ نکال سکتا تھا کہ اگر کوئی غیر معمولی واقعہ پیش نہ آیا تو یونان کی قسمت کا عنقریب فیصلہ ہونے کو ہے۔[ف۵]

ف۵ اگر ہم مختلف واقعات کے باہمی تسلسل و تعلق سے آگاہ ہونا چاہیں تو یہ ضروری ہے کہ پہلے ہم مختلف یونانی مملکتوں کے باہمی تعلقات کا اندازہ کر لیں؛ لیکن مشکل یہ ہے کہ ہمیں ان کی بابت بہت کم معلومات حاصل ہو سکتی ہیں۔ اُس عہد کی ممتاز ترین مملکتیں تھبز، ایتھنز، مقدونیہ اور ایران تھیں؛ جن میں سے بہت کم اہمیت اسپارٹا کو حاصل تھی۔ (۱) تھبز و ایران۔ ان دونوں کے درمیان

باب ہفدہم

فیلقوس اور یونانی صلحنامۂ فلوکراتیس اور تسخیر فوکس تک

سنہ ۳۵۲ ق م تا سنہ ۳۴۶ ق م

گو فیلقوس کا مقصد یہ تھا کہ وہ اپنے حیطۂ اختیار کو وسعت دے اور اپنا اثر بڑھائے لیکن زمانے کی تبدیلی کے ساتھ ہی وہ اپنی مخصوص حکمت عملی کو بھی بدلتا رہتا تھا۔ سب سے پہلے تو اُس نے مقدونوی قوم کو متحد کر کے اُسے اپنے پرچم کے زیر سایہ جمع کر لیا، بعد ازاں اُسے

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ مدت دراز سے اچھے تعلقات چلے آتے تھے، لیکن سنہ ۳۵۳ ق م میں تھبز نے شہنشاہ کے خلاف ارتابازو کو مدد دی (دیودورس ۱۶، ۳۴) لیکن سنہ ۳۵۱ ق م میں وہ شہنشاہ کی مدد مصر کے خلاف کرتا ہے (دیودورس ۱۶، ۴۴) اور اس کے معاوضے میں شہنشاہ اُسے روپیہ دیتا ہے (۱۶، ۴۰) (۲) تھبز اور فیلقوس سنہ ۳۵۷ ق م میں الیواسیوں کی وساطت کی وجہ سے دونوں کے تعلقات اچھے تھے (دیودورس ۱۶، ۱۴)۔ ان تعلقات میں سنہ ۳۵۳ ق م میں، جب فیلقوس تھسالویوں کی مدد کے لئے آتا ہے، اضافہ ہو جاتا ہے (دیودورس ۱۶، ۳۵) (۳) تھبز و ایتھنز۔ سنہ ۳۶۸ ق م میں بھی تھسلی کے معاملات میں ان دونوں میں باہمی مخالفت

الیریائیوں، تھریسیوں اور دوسری بربری اقوام سے بچایا اور یونانیوں کے علی الرغم اپنا اثر سمندر پر بھی قائم کرلیا۔ حقیقت یہ ہے کہ اُسے اپنی ہمسایہ اقوام کی

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ پائی جاتی ہے (دیودوروس ۱۵، ۷) اور یہ وہ زمانہ ہے جب ایتھنز خود سر اسکندر کا حلیف بنا ہوا ہے۔ ایامنونداس ایتھنز کو بر و بحر دونوں پر نیچا دکھانا چاہتا ہے۔ جنگ مقدس میں ایتھنز اور تھبز ایک دوسرے کے مدمقابل ہیں لیکن دونوں میں مڈبھیڑ نہیں ہوتی۔ ۳۵۳ق م میں دیموس تھنیس ایتھنزیوں کا ہمنوا ہو کر کہتا ہے کہ تھبز کی قوت کو بڑھنے سے روکا جانا مناسب ہے (تقریر متعلق میگالوپولس)۔ (۴) ایتھنز و مقدونیہ۔ ۳۵۷ق م میں امفی پولس کے متعلق دونوں میں جنگ شروع ہوتی ہے اور ۳۴۷ق م تک برابر جاری رہتی ہے۔ (۵) ایتھنز و ایران۔ جنگ حلفا کا ایک سبب موسولوس بھی ہے، جو شہنشاہ ایران کا وفادار باجگزار ہے اور جو رھوڈز اور خیوس میں بغاوت پھیلاتا ہے۔ موسولوس کی جانشین ارتمیزیہ کو بھی شہنشاہ ایران سے خاص عقیدت ہے؛ مقابلہ کرو تقریر متعلق آزادی رھوڈز۔ ایران کے خلاف بغاوت اور اُس سے مفاہمت دونوں موسم کی طرح باری باری سے نظر آتے ہیں۔ ۳۵۶ق م میں ایتھنزی باغی ارتابازہ کی مدد کرتے ہیں (دیودوروس ۱۶، ۲۲)۔ بلاشبہہ ۳۵۱ق م میں ایتھنز چاہتا ہے کہ شہنشاہ سے معاقدۂ دوستی کرے، لیکن وہ اُس کی مدد کے لئے فوج روانہ نہیں کرتا؛ اسپارٹا کا طرز عمل بھی بجنسہٖ یہی ہے (دیودوروس ۱۶، ۴۴)۔ (۶) مقدونیہ و ایران۔ ان دونوں کے درمیان تنازعات پیدا ہونے میں ابھی دیر ہے۔ ۳۴۱ق م میں شہنشاہ اپنے صوبہ داروں کو حکم دیتا ہے کہ وہ پرنتھوس کی "جہاں تک بھی ممکن ہو" مدد کریں۔ لیکن فیلقوس نے پہلے ہی سے تہیہ کرلیا تھا کہ وہ ایران کے خلاف یاسون کے پیش نامے کے مطابق قدم اُٹھائے گا (مقابلہ کرو شیفر: ڈیموس تھنیس ۲، ۲۳۵)۔

مختصراً ہم ان چاروں مملکتوں کے باہمی تعلقات کا مفصلۂ ذیل اندازہ کرسکتے ہیں: تھبز کی شہرت چار دانگ یونان میں پھیلی ہوئی تھی، اُس کے حوصلے بڑھے ہوئے تھے، وہ آبادی کے لحاظ سے قوی لیکن واقعاً کمزور تھا اس لئے کہ بیوتی اُسکی سطوت و قوت کے

باب ۱۷ معاندانہ کارروائیوں سے ہمیشہ دوچار ہونا پڑتا تھا، اور یہ اُس کی عادت میں

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ مخالف تھے اور اندرون ملک میں بھی اُس کا کوئی ہمنوا نہیں تھا۔ ایتھنز ضرور قوی ہے لیکن وہ اپنے بیرون ملک تعلقات کی وجہ سے اپنی قوت کو حسب دلخواہ کام میں نہیں لا سکتا اور ساتھ ہی اُس کے پاس قابل سپہ سالاروں کی کمی ہے۔ مقدونیہ کا اثر صفر کے برابر ہے لیکن اُس کی فوج اور اُس کے بادشاہ دونوں کے دل بڑھے ہوئے ہیں۔ رہا ایران سو وہ ایک ایسے دیو کی مانند ہے جس پر حالت نزع طاری ہو، بایں اسباب تھبز، ایتھنز اور فیلقوس میں تو حوصلہ مندی نظر آتی ہے اور ایتھنز اور فیلقوس اور ایران میں وسائل کی فراوانی، لیکن صرف فیلقوس ہی ایسا ہے جس میں قابلیت موجود ہے۔ اب ہم ان تینوں کے مستقبل کے متعلق رائے قائم کریں گے۔ مقدونیہ کا مستقبل درخشاں تھا لیکن صرف اُس حالت میں اگر اُس کا فرماں روا قابل ہو؛ رہیں تینوں حوصلہ مند مملکتیں، تو یونان کے اندرونی معاملات اور دُنیائے یونان سے تعلقات کے معاملے میں ایک دوسرے سے توازن قائم تھا، چنانچہ اگر ان میں سے دو متفق ہو جائیں تو تیسرے پر یقیناً اثر ڈال سکتی تھیں۔ یہی ہوا؛ تھبز نے ایک تو فیلقوس کے ساتھ محالفہ کیا اور ساتھ ہی ایران کی طرف بھی جھکا، چنانچہ اُس کی حیثیت میں اہمیت پیدا ہو گئی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جب ایتھنز پہلے تو فیلقوس اور اپنے باہمی حلیفوں کے خلاف اور پھر میدان جنگ میں فیلقوس کے خلاف، اور میدان تدبر میں تھبز کے خلاف لڑا تو اُسے ۳۴۶ ق م میں آخر کار جھک جانا پڑا۔ اس سال ایتھنز نے فیلقوس کو اپنے ساتھ ملانے اور تھبز سے علیحدہ کرنے کی کوشش کی لیکن وہ بے سود رہی اور فیلقوس نے برابر تھبز کا ہی ساتھ دیا۔ پھر ۳۴۳ ق م میں دیموس تھنیس نے بڑے بڑے ایثار اور قربانیاں کر کے از سر نو تھبز کو ملانا چاہا، اور آخر کار وہ اپنی کوشش میں کامیاب ہوا؛ چنانچہ ایتھنز اور تھبز کے درمیان فیلقوس کے خلاف محالفہ ہو گیا۔ لیکن اس کے باوجود میدان فیلقوس ہی کے ہاتھ رہا۔ پہلے تو اُس نے امفکسا، تیونیس اور تھبز کے ساتھ مل کر اپنا مقصد حاصل کیا تھا لیکن اُس کے بعد وہ محض اپنے بل بوتے پر کھڑا ہو گیا لیکن ۳۳۶ ق م کے بعد کے نوشتہ جات اس قدر کم میسر آئے ہیں کہ ہم ان تعلقات کی کارروائیوں کے اثرات کا پورے طور پر اندازہ نہیں کر سکتے۔ اس ضمن میں

باب ۱۸

داخل ہوگیا تھا؛ لیکن جب وہ یونان کی طرف پلٹا تو اُن کے ساتھ تعلقات ہونے کے باعث اُسے حدودِ مقدونیہ سے باہر جانا پڑا، اور صرف یہی نہیں کہ وہ اُن کے دائمی مناقشات میں شریک ہوجائے بلکہ اُن کی تاریخ اور اُن کے خیالات سے واقفیت کے باعث اُس کے مقاصد قدیم شاہان مقدونیہ کے مقاصد سے کہیں زیادہ ارفع و اعلیٰ ہوگئے۔ مدت دراز سے یونانی تمدن کی تشکیل کا مدار یونانیوں اور ایرانیوں کی باہمی مخالفت پر ہوگیا تھا؛ لیکن اس صورت حال نے کچھ ایسا پلٹا کھایا تھا کہ اب عام طور پر یونانی ایرانیوں کی خدمت گزاری کو باعث فخر و مباہات سمجھنے لگے تھے۔ فیلقوس نے اُن قدیم مقاصد کو جو یونانیوں کی باہمی آویزشوں کے باعث نظر سے اوجھل ہوگئے تھے پیش نظر رکھا اور ایران کے ساتھ جنگ کو اُسی طرح سے اپنا مقصد بنالیا جیسے یاسون والیٔ فیرائے نے بنایا تھا اور جیسے بعض عالی دماغ یونانی نے اپنی منتشر قوم کے اتحاد و اتفاق کا واحد ذریعہ قرار دیتے تھے۔ لیکن ایران کے ساتھ جنگ آزمائی کرنے سے پیشتر یہ لازم تھا کہ یونانی اُسے اپنا سپہ سالار تسلیم کرلیں، اور یہی اُس کا فوری مطمح نظر ہوگیا کہ کسی نہ کسی طرح سے اُسے یونانیوں کی قیادت حاصل ہوجائے۔ لیکن اس قیادت کے یہ معنی ہوں گے کہ اُس کا اقتدار اپنے اپنے عروج کے زمانے میں ایتھنز، اسپارٹا یا تھبز کے اقتدار سے بڑھنے نہ پائے۔ چونکہ ان تینوں مملکتوں نے اپنی قیادت کو سلطنت کے قالب میں ڈھال دینے کی کوشش کی تھی اس لئے اب یونانیوں نے عام طور پر یہ ٹھان لیا کہ فیلقوس بھی اُن کا اتباع کرکے یونان کو اپنی سلطنت کے حدود میں شامل کرنا چاہتا ہے، چنانچہ اب اُنھوں نے اُس کے مقابلے کا تہیہ کرلیا۔

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ بیلوخ کی "سیاسیات اٹیکا" Beloch : Attische Politik (لائپزگ ۱۸۸۴ء) میں بعض نہایت مفید اور قابل قدر خیالات ملیں گے۔

باب ۱۷ لیکن بالفعل فیلقوس کو تھریس کے معاملات کی ابتری کی وجہ سے اس طرف توجہ کرنی لازم تھی، اس لئے کہ یہ ناممکن تھا کہ فیلقوس تو ایشیا چلا جائے اور تھریس مقدونیہ کے جسم میں کانٹا سا چبھا رہے۔

۳۵۲ ق م میں اُس نے پروپونتس تک بڑھ کر بیزنطہ سے محالفہ کر لیا۔ اس سے کچھ عرصے پیشتر اولنتھوس اپنے اور مقدونیہ کے باہمی اتحاد کو بالائے طاق رکھ کر ایتھنز سے مل گیا تھا، چنانچہ اب فیلقوس نے اُس کی طرف رخ کیا تاکہ اُسے اور جزیرہ نمائے خالکدیس کو اپنی سلطنت میں ملحق کرے۔ یہی وہ موقع تھا جب دیموس تھنیس نے قطعی طور پر فیلقوس کی مخالفت اور یونانیوں میں اُس کے خلاف تبلیغ کرنی شروع کی[1] اپنی

---

[1] دیموس تھنیس کی "فیلقوسیان"؛ شیفر: "دیموس تھنیس" ۲/ ۵۹ وغیرہ۔
ہم اس حاشیے میں ان کے علاوہ دیموس تھنیس کی زندگی کے دوسرے ایسے واقعات بیان کریں گے جو تاریخ تمدن کے لئے ضروری ہیں۔ ۳۵۲ ق م سے ۳۵۰ ق م تک دیموس تھنیس نے تقریرنویس کی حیثیت سے دو قابل لحاظ تقریریں لکھیں، جن میں سے ایک تو پازیون نامی صراف کے بیٹے اپولودوروس کے خلاف فورمیو کے لئے، اور دوسری فورمیو کے ایک گواہ استیفانوس کے خلاف اپولودوروس کے واسطے، اور اس دوسری تقریر میں پہلی تقریر کے بہت کچھ مواد کو باطل ثابت کیا! چونکہ اس حرکت سے دیموس تھنیس پر حرف آتا تھا اس لئے اُس کے بعض مداح (مثلاً شیفر) استیفانوس والی تقریر کو اُس کی طرف منسوب نہیں کرتے (بلاس Blass ۳/ ۱، ۴۱۲)، لیکن خود بلاس کا بھی یہی خیال ہے کہ اس تقریر کا پہلا حصہ دیموس تھنیس ہی نے لکھا تھا۔ اگر واقعی دیموس تھنیس نے اس تقریر کا ایک حصہ (۱/ ۸۳) محض اس تقریر کا ابطال کرنے کے لئے لکھا جو اُس نے اس سے پہلے فورمیو کے لئے قلمبند کی تھی (ج ۱، ۲۰ و ۲۲) تو اس کے بعد یہ بات ہماری سمجھ میں نہایت آسانی سے آجاتی ہے کہ قدما کیوں دیموس تھنیس کے پیشے کا بار بار ذکر کرتے ہیں اور اُس سے اپنے تنفر کا اظہار کرتے ہیں۔ بچر Butcher ("دیموس تھنیس" ۱۳۶، ۱۳۷) اُس کے

پہلی فیلقوسی تقریر میں وہ یہ بتاتا ہے کہ اگر ایتھنز اور مقدونیہ کے مابین باب ۱۷

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ اس فعل کو "بدنما" کہتا ہے اور اُس کی رائے ہے کہ اس سے دیموس تھنیس کے نام پر حرف آیا، لیکن ساتھ ہی وہ اپنی اس رائے کی کاٹ میں) یہ بھی کہتا ہے کہ اس موقع پر وہ کسی خاص فریق کا وکیل نہیں تھا بلکہ محض "ایک گمنام تقریر نویس تھا اور اپنی روزی اسی پیشے سے کماتا تھا" بلا شبہہ اس قسم کی تحریروں کا معاوضہ کافی مل جاتا ہوگا۔ ہم جانتے ہیں کہ پہلے تو دیموس تھنیس نے فورمیو کے ذریعے سے اپولودوروس پر حملہ کیا اس کے بعد اسی اپولودوروس کے لئے استیفانوس کے خلاف تقریر لکھی، وہی استیفانوس جو تقریر نمبر ا میں فورمیو کے گواہ کے طور پر پیش کیا گیا تھا۔ بلاس (۳، ا، ۳۲) اس پر کہتا ہے کہ اُس نے یہ صرف اس لئے کیا کہ تھیوریکا کے صحیح مصرف کے لئے ایسی تحریک جس کے پیش کرنے سے الزام پارانومون ("خلاف آئین") کے باعث خود دیموس تھنیس جھجکتا تھا، اپولودوروس نے از راہ کرم پیش کردی، اور اُس کی پاداش میں اُسے ایک تالنت جرمانہ ادا کرنا پڑا۔ یہی سبب ہوا ہوگا کہ دیموس تھنیس نے استیفانوس کی مخالفت میں اپولودوروس کا ساتھ دیا تھا۔ اگر بلاس کا یہ خیال درست ہے تو ہمیں دیموس تھنیس کی ہوشیاری میں تو مطلق کلام نہیں، لیکن اس قسم کی کارروائی سے اُس کی وقعت میں ہمارے نزدیک کوئی اضافہ نہیں ہوتا۔ اپولودوروس کی تقریباً وہی حیثیت تھی جو آج کل کسی اخبار کے ایسے مدیر کی ہوتی ہے جو محض برائے نام "مدیر مسئول" ہو اور واقعی مدیر کی جگہ حکومت کی قید بھگت رہا ہو؛ ایسے لوگوں کی جیبیں ضرور بھرتی رہتی ہیں، لیکن کوئی شخص اُن کے ذلیل خانگی امور میں اُن کی تائید کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتا ہے۔ وائل ("تقاریر دیموس تھنیس" Weil : Harangues de Demosth. صفحۂ ۷) کہتا ہے کہ دیموس تھنیس کے طرز عمل میں ایک قسم کی دورنگی پائی جاتی تھی جس کی حال میں بالکل اس قدر مدح سرائی کی گئی ہے"۔ لیکن اپنی اس رائے میں وائل نے اُن ذلیل حرکات کو ملحوظ نہیں رکھا جن کا ق ۳۸ میں ذکر ہے۔ ہمیں اس میں بھی بہت کچھ شبہہ ہے کہ اگر کسی اچھی تحریک کا

باب ۱۷ | جنگ ہو جائے تو اُس کا انتظام کس انداز سے ہونا چاہیئے اُسکے نزدیک

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ موّید بجائے دیموس تھنیس جیسے شخص کے ایک "غریب صرّاف زادہ" (بلاس ۳، ۱، ۳۲۱) ہوا تو اُس سے اس تحریک کو خصوصیت کے ساتھ عام تائید حاصل ہو جاتی ہے۔ آخر میں ہمیں یہ کہنا ہے کہ ہم باب ۱۵ ۱ ما شیۂ ۵ میں دیکھ چکے ہیں کہ اپولودوروس کی تحریک اس درجہ لغو تھی کہ دیموس تھنیس جیسا ذمہ دار سیاست داں کبھی اُس کی تائید نہیں کر سکتا تھا۔ ۳۴۹ ق م میں دیموس تھنیس اور مدیاس میں لڑائی ہوتی ہے، اور وہ بھی ایک گھونسے کے مقابلے پر جو مدیاس نے دیموس تھنیس کے منھ پر رسید کیا تھا! دیموس تھنیس نے سرکاری طور پر اُس کا مواخذہ کرنا چاہا، لیکن آخر کار اُسے واپس لے لیا اور تیس منیا کے ہرجہ وصول کرنے پر قناعت کی۔ اُس کی تقریر جو اُس نے مدیاس کے خلاف کی بہت سے فصیح و بلیغ فقروں سے بھری پڑی ہے، اور اُس میں دیموس تھنیس بار بار کہتا ہے کہ اُس نے محض مفاد عامّہ کی غرض سے عدالت میں چارہ جوئی کی ہے، اور اُس کا اس میں مطلق کوئی ذاتی فائدہ نہیں اس لئے کہ جو جرمانہ مدیاس پر ہوگا وہ بہرحال سرکاری خزانے ہی میں داخل ہوگا۔ وہ یہ بھی کہتا ہے کہ اگر اسکی جگہ مستغیث کوئی اور ہوتا تو وہ فریق ثانی سے رشوت لے لیتا اور نالش کو داخل دفتر کرا دیتا (۳، ۲۰، ۲۸، ۳۹، ۴۷، ۱۰۳)۔ ایتھنز میں قاعدہ تھا کہ اگر کوئی شخص مواخذہ کرتا اور پھر اُسے واپس لے لیتا تو اُسے ایک ہزار درہم جرمانہ ادا کرنا پڑتا، چنانچہ اُس کے واپس لینے میں دیموس تھنیس کو نہ صرف اخلاقی بلکہ مالی نقصان بھی برداشت کرنا پڑا ہوگا، لیکن دیموس تھنیس نے اس نقصان کی تلافی تیس منیا سے یعنی تین ہزار درہم وصول کر کے کر لی۔ زمانۂ حال کے مورخوں نے اُس کے اس طرز عمل کی سیاسی توجیہ کرنی چاہی ہے۔ مدیاس کا جو مواخذہ ہوا اُس کی سزا موت یا جملہ مملوکات کی ضبطی تھی، اور اُس کی قانونی بنا دو آئین مملکت تھے جن کا اقتباس اس تقریر کی ابتدا میں دیا ہوا ہے (۸ و ۱۰)۔ دیموس تھنیس کو یہ خیال پیدا ہوا ہوگا کہ ان قوانین کا اُس کے استغاثے سے کچھ زیادہ تعلق نہیں ہے اور اغلب امر مواخذے کا یہی نتیجہ

باب ۱۷

سب سے ضروری بات یہ تھی کہ تھریس میں ایک لشکر معین رہے جس کے دو ہزار سپاہیوں میں سے کم از کم پانچ سو سپاہی ایتھنزی شہری ہوں۔ دیموس تھنیس کی رائے بالکل درست تھی کہ ایتھنزی شہریوں کو فوج میں بھرتی ہونا چاہیے، لیکن چونکہ خود ایتھنز ہی کے نواح میں بہت کچھ کرنا تھا اس لیے اُس کے ہم وطنوں نے اُس کی اس رائے پر عمل نہیں کیا۔ اُنھوں نے

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ ہوتا ہے کہ ملزم پر تھوڑا بہت جرمانہ ہو جائے، چنانچہ اُس نے یہی مناسب سمجھا کہ ملزم سے خود تیس مینائے وصول کر کے مقدمہ داخل دفتر کرا دے۔ اس تقریر پر غور کرنے سے ہمیں بہت سے عجیب و غریب پہلو نظر آتے ہیں دیموس تھنیس ایک طرف تو اپنی نفرت اور اپنے ذاتی مفاد کے فقدان کا اظہار کرتا ہے، پھر تیس مینائے لے لیتا ہے؛ پھر لطف یہ ہے کہ مقدمے کی پیشی سے پہلے ہی اُسے رقم مل جاتی ہے چنانچہ مقدمے کی کبھی سماعت نہیں ہوتی اور اس مشہور و معروف تقریر کرنے کا کبھی موقع نہیں آتا۔ یہ کیسے ممکن تھا کہ "تقریر" میں جن اعلیٰ و ارفع خیالات کا اظہار کیا گیا تھا دیموس تھنیس اُن کے خلاف عملی کارروائی بھی کرے اور پھر اپنی تقریر کو شائع کرنے کی ہمت بھی کرے؟ بظاہر اس تقریر کو صرف اس لئے شائع کیا گیا تاکہ اس سے دیموس تھنیس کے دشمن رام ہو جائیں۔ اُسکی صاف گوئی اس حد کو پہنچتی ہے کہ (۱۵۱) میں وہ کہتا ہے کہ اگر وہ مواخذہ کو واپس لے لے تو مدیاس اُسے ایک رقم خطیر پیش کرے گا۔ دیموس تھنیس کو کُل تین ہزار درہم ملے؛ ان میں سے دو ہزار تو وہ سمجھو جو کسی زمانے میں مدیاس نے تریارخی کے بہانے اُس سے لئے تھے، اور ایک ہزار وہ جو مواخذہ واپس لینے کی پاداش میں جرمانے کے طور پر ادا کئے جاتے؛ لیکن اس جرمانے کی واقعی ادائگی کا ہمیں مطلق علم نہیں۔

اُسکی "اولمپیائی تقاریر" کیلئے دیکھو شیفر: "دیموس تھنیس" ۲، ۸ ۱۱-۱۲۵؛ وائل؛ انگر: "دیموس تھنیس کی ابتدائی چار تقریروں کا تاریخی تسلسل" Unger: Zeitfolge der Vier ersten Dem. Reden، میونخ اکاڈمی ۱۸۸۰ء؛ بوران: "سلوٹیت وغیرہ" Buran: Zur chronol.، انجمن مطالعات وائنا جلد ۷۔

فیلقوس کی مذمت، "اولمپیائی" ۲، ۱۵ وغیرہ۔

باب ۱۷

دیکھا کہ ایرتیریہ کے خود سر پلوٹارکوس اور فیلقوس کے باہمی تعلقات کشیدہ ہیں، چنانچہ ایتھنزیوں نے اپنا فرض سمجھا کہ اُس کے بے شمار دشمنوں کے خلاف اُس کی دست گیری کریں۔ سب سے پہلے تو فوکیون اپنی دیرینہ ہوشیاری اور بہادری سے کام لے کر اُس کا ممد و معاون بنا، لیکن اُس کی واپسی پر جب خود پلوٹارکوس اپنی کامیابی کی طرف سے مایوس ہو گیا تو اُس نے اُن سب ایتھنزی سپاہیوں کو جو یوبیہ میں رہ گئے تھے گرفتار کر لیا اور آخر کار ایتھنز کو اُن کے فدیے کے طور پر پچاس ٹالنٹ ادا کرنے پڑے۔ تھریس میں بھی ۳۴۹ق م میں حالات نے نہایت مکروہ شکل اختیار کر لی۔ فیلقوس نے اولنتھوس سے اپنے سوتیلے بھائی کی (جو اُس شہر میں جا کر پناہ گزیں ہو گیا تھا) واپسی کا مطالبہ کیا، اور چونکہ اولنتھوس نے اُسے اپنی غلامی کا پیش خیمہ سمجھا اس لئے اُس نے ایتھنز کے سامنے دست استمداد پھیلایا، چنانچہ ایتھنز نے اُس کی استدعا قبول کر لی۔ اس مرتبہ بھی دیموس تھنیس نے ایتھنزیوں کو سمجھایا کہ اگر وہ کامیابی چاہتے ہیں تو انھیں کس طرح لڑنا چاہئیے۔ پہلی اولنتھوسی تقریر میں وہ کہتا ہے جو رقم فاضل بچے وہ تھیوریکون پر خرچ کرنے کے بجائے جنگی تیاری پر صرف کرنی چاہئیے؛ دوسری تقریر میں وہ یہ کہہ کر ایتھنزیوں کا دل بڑھاتا ہے کہ فیلقوس کے اثر کی بنیاد نہایت کمزور ہے اور خود مقدونوی بھی اپنے بادشاہ سے خوش نہیں۔ فیلقوس کی اہمیت کو نظر انداز کرنے کے معنی یہی ہو سکتے ہیں کہ مقرر کو اصلی صورت حال سے واقفیت نہیں تھی کیونکہ وہ اپنے ہم ملکوں کو جوش دلانے کے لئے ایسے وسائل اختیار کر رہا تھا جو فی الفور تو کارگر ہو گئے لیکن جن سے آخر کار دیموس تھنیس کا مقصد ہرگز پورا نہیں ہو سکتا تھا اس لئے کہ دشمن کی قوت کے غلط اندازے سے ہمیشہ نقصان ہی پہنچتا ہے۔ اس جنگ میں ایتھنز نے کچھ زیادہ کارہائے نمایاں انجام نہیں دیئے۔ اوّل تو دو ہزار اجیر سپاہی خاریس کی سرکردگی میں اولنتھوس بھیجے گئے، اس کے بعد خاریس کی جگہ خاریدامُوس

باب ۱۵

روانہ کیا گیا۔ جسے ۳۴۸ قم میں تھوڑی بہت کامیابی ہوئی لیکن فیلقوس نے بہت جلد اُن شہروں کو جو اولنتھوس کے ہمنوا تھے، یکے بعد دیگرے تسخیر کر لیا، اور باقی بلدیات کو بھی رشوت دے کر ملا لیا۔ اب اُس نے خاص اولنتھوس کو محصور کر دیا۔ اس شہر کی مدد کے لئے خاریس ایتھنز سے بعض شہری ہوپ لیتوں کو لے کر پہنچا، لیکن اس کمک کے پہنچنے سے پہلے ہی اولنتھوس کے سپہ سالاروں نے فیلقوس سے رشوت لے کر شہر کے دروازے کھول دیئے تھے (۳۴۸ قم) فیلقوس نے شہر میں داخل ہوتے ہی بعض شہریوں کو تو فروخت اور بعض کو دوسروں کے نام ہبہ کر دیا، اور حکم دیا کہ اولنتھوس کو مزید تیس یونانی بستیوں کے ساتھ برباد کر دیا جائے[۱،۲]

اس زک سے ایتھنزیوں میں بڑی افراتفری پھیلی ۳۵۷ قم میں جنگ یک بیک شروع کر دی گئی تھی لیکن اس میں ایتھنزیوں کو کوئی خاطر خواہ کامیابی نہیں ہوئی تھی اور نہ اُنھیں کسی قسم کے فائدے کی امید تھی، چنانچہ کچھ عرصے سے اُنھیں یہ خیال پیدا ہو گیا تھا کہ فیلقوس سے صلح کرنا ہی مناسب ہے، اور اس مقصد کے حصول کے لئے اُنھوں نے بعض خانگی ذرائع سے اُس کے ساتھ گفت و شنود شروع کر دی تھی لیکن جب اُنھوں نے دیکھا کہ اُس کی قوت و اقتدار میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے تو اُنھوں نے اُس کے خلاف کارروائیاں شروع کر دیں اور اس کوشش میں لگ گئے کہ کسی طرح اس کے مخالف فریق پیدا ہو جائیں۔ سب سے پہلے تو اُنھوں نے پیلوپونیزی ریاستوں کو ملانا چاہا، لیکن اس کوشش میں وہ ناکام ہوئے؛ لیکن تھریس میں کرسوبلیپتیس کی ہمنوائی

۱؎ خود دیموس تھنیس کی اُس تقریر سے جو اُس نے ارسطقراتیس کے خلاف دی (۱۰۷) یہ معلوم ہوتا ہے کہ اولنتھوسی محض بیزبان جانوروں کی طرح فیلقوس کی حرص و آز کے شکار نہیں بنے بلکہ ابتداء میں انھی نے اُسکے خلاف ہتھیار اُٹھائے۔ وہ یہ بھی کہتا ہے کہ وہ بغیر کسی جائز حیلے کے اُسے چھوڑ کر اُس کے دشمنوں سے جا ملے، اور ساتھ ہی اُس کے بھائی کو جسے وہ اپنا دشمن تصور کرتا تھا اپنے شہر میں پناہ دی اور اسطرح وہ مختلف معاملات میں اُس کی قطعی دشمنی مول لی۔

۲؎ تیسری فیلقوسی تقریر ۲۶ سے معلوم ہوتا ہے کہ تھریس میں تیس سے زیادہ بلدیات تباہ کر دئے گئے (شیفر: "دیموس تھنیس" ۲، ۴، ۱۵) ان کا پتا لگانا دشوار ہے۔

باب ۱

کرنے کے لئے مل گیا جس کی وجہ سے شمال میں جو صورت حال تھی وہ ان کے نقطۂ نظر سے تھوڑی بہت رو براہ ہوگئی۔ اُدھر فوکس کے حالات مکروہ شکل اختیار کر رہے تھے جس کا ایتھنز پر اثر پڑنا ناگزیر تھا۔ یہاں اجیر سپاہیوں کی مدد سے فائے لوس برسر اقتدار ہوگیا تھا۔ اُس نے آگے بڑھ کر اوپنتی لوکرس پر حملہ کیا اور شہر نارکس پر جو ایاکس کا وطن ہونے کی وجہ سے مشہور تھا قبضہ بھی کر لیا۔ ۳۵۱ ق م میں فائے لوس کی موت کے بعد فالائے کوس ولد اونی مارخوس کے قبضے میں زمام حکومت آگئی۔ اُس نے پہلے تھبزیوں کے خلاف فوج کشی کر کے انھیں تھوڑی بہت زک دی جس سے متاثر ہو کر انھوں نے ایران سے مالی مدد کی درخواست کی اور وہاں سے انھیں تین سو تالنت اس شرط پر مل گئے کہ وہ ایک ہزار سپاہیوں کا ایک رسالہ ایران کی مدد کے لئے مصر روانہ کریں گے۔ مدبرین فوکس کے سامنے سوال یہ تھا کہ جس وقت بت خانے کا خزانہ خالی ہو جائیگا اُس وقت اجیر سپاہی دانت دکھا دیں گے چنانچہ بظاہر تھبزیوں سے اس آویزش کا انجام خاطر خواہ ہونا نہایت دشوار تھا۔ اگر ایتھنز دست کش ہوگیا تو فوکس کو قیامت تک بھی کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی تھی اور وہاں کے مدبروں نے یہ بھانپ لیا کہ ایتھنز تھبز کو کمزور کرنے میں تو کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کرے گا لیکن ساتھ ہی ساتھ وہ ایسی کارروائی بھی نہیں کرے گا جس سے تھبز کا کام تمام ہو جائے۔ الغرض اس میں کسی کو اشتباہ نہ تھا کہ آخر کار فوکس کو شکست کا منھ دیکھنا پڑے گا۔ ان تمام امور کو مدنظر رکھ کر فالائے کوس کو اپنے اور اپنے دوستوں کے ذاتی مفاد کی فکر لگ گئی، چنانچہ اُس نے اسپارٹا کے پیام کو جو اُس نے فوکس کی مدد کے لئے بھیجا تھا ٹھکرا دیا اور جب ایتھنزیوں نے درۂ تھرموپلی کو قلعہ بند کرنا چاہا تو انھوں نے اُسے اُن کے حوالے کرنے سے انکار کر دیا معلوم ہوتا ہے کہ فالائے کوس اور فیلقوس میں سمجھوتا ہوگیا تھا کہ موخر الذکر جو تھرموپلی تک کے علاقے کا گویا مالک تھا، تھرموپلی پر بھی قبضہ کرے۔

باب ۱۷ خاص ارض یونان بھی خطرے سے خالی نہ تھی۔ اب اتھنز کے لئے یہ سوچنے کا وقت آگیا تھا کہ وہ کونسی راہ اختیار کرے۔ فوکس کے علاوہ صرف یہی فیلقوس سے برسرپیکار تھا، اور اب اگر فیلقوس فوکس سے سمجھوتا کر کے درۂ تھرموپلی میں ہو کر جنوب کی طرف بڑھا اور اتھنز ہی بیڑا اتری مدد کے بغیر اس کا بال بیکا نہ کر سکا تو پھر خاص شہر اتھنز اُس کی زد میں آجائیگا۔ ان سب امور کو ملحوظ رکھ کر اتھنز ہی مدبّروں کو یہ محسوس ہونے لگا کہ فیلقوس سے کسی نہ کسی قسم کی مفاہمت ہی بہتر ہوگی۔ فریقین کے مابین صلح نامہ اس لئے اور بھی خارج از بحث نہ تھا کہ فیلقوس نے ہمیشہ اپنی آمادگی کا اظہار کیا تھا۔ الغرض اتھنزیوں نے فیلقوس کے منظور نظر ارسطودیموس کو اس کے پاس گویا راستہ ہموار کرنے کی غرض سے روانہ کیا، اس کے بعد فروری ۳۴۶ ق م ایک سفارت مقدونیہ روانہ کی جس میں منجملہ دس اراکین کے خود مجرک یعنی فلوکراتیس نائوسکلیس، ائسخنیس اور دیموس تھنیس یہ سب شریک تھے۔ اتھنزیوں کو معاملات طے کرنے کی اس درجہ تعجیل تھی کہ وہ راستے کی حفاظت کا انتظام کئے بغیر (جس کا اُن سے فیلقوس نے وعدہ کیا تھا) چل کھڑے ہوئے جس کی وجہ سے مقدونیہ اُن کے حقیقی جذبات سے واقف ہوگیا۔ اس سفارت کی روانگی کے بعد واقعات پردۂ خفا میں چھپ جاتے ہیں۔ اس وقت تک تو ائسخنیس اور دیموس تھنیس میں باہمی اتّفاق و اتّحاد تھا، لیکن خدا جانے کیوں صلح کی گفت و شنود کے دوران میں ان دونوں میں جھگڑا ہوگیا اور وہ علی الاعلان ایک دوسرے کو دروغ گو اور کاذب کہنے لگے، جس کی وجہ سے ہم اس گفت و شنود کے بہت سے ایسے تفصیلات سے دوچار ہوتے ہیں جن کے حقیقی اسباب اس وقت تک معلوم نہ ہو سکے۔ ہم اس ضمن میں صرف اُن واقعات کا اظہار کریں گے جو قطعی طور پر قابل وثوق ہیں[۵۳]۔ فیلقوس نے اتھنزیوں کو یہ جواب

---

[۵۳] عام طور پر مورخ صلح نامۂ فلوکراتیس کے واقعات پر اسلئے زیادہ بحث کرتے ہیں کہ اسپر دیموس تھنیس نے اپنی تقریر (Periparapresbeias de falsa legatione = کذب ایمان سفارت[۱]) اور ائسخنیس نے اپنے جواب میں بہت کچھ کہا ہے۔ شیفر نے اس موضوع پر ۱۴۰ صفحات رنگے ہیں (۲، ۱۲۵/۳۰۴) لیکن واقعہ یہ ہے کہ اس کے متعلق ہمیں بہت ہی کم معلومات حاصل ہیں، اور دیموس تھنیس

دیا کہ وہ خود اپنے سفیر روانہ کرے گا۔ چنانچہ اُس نے دو سفیر انتی پاتر اور پارمے نیو باب۱۲

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ کی تقریر سوفسطائیت سے اس قدر بھری پڑی ہے کہ اُسے قابل اطمینان بنیاد مباحثہ قرار نہیں دیا جاسکتا۔ یہاں میں اس مقرر کے صرف چند فقروں ہی پر اکتفا کروں گا۔ (۷،۶) کے مطابق فوکس کی قسمت کا فیصلہ "پانچ روز" میں ہوگیا؛ لیکن ہم جانتے ہیں کہ اس سے پہلے ہی سے وہ یکہ و تنہا رہ گیا تھا اور اُسے گویا فروخت کردیا گیا تھا جس کی وجہ سے آخری پانچ روز میں کوئی دنیوی طاقت اُسے نہیں بچا سکتی تھی (۱۴۷) وغیرہ میں مقرر کہتا ہے کہ چونکہ جنگ میں اتھنزیوں کو فوکس والوں نے اکثر شکست دی تھی اس لئے اتھنز کے شرائط ذرا بہتر ہونے چاہیئے تھے! (۱۶۰) کے مطابق اتھنز مغلوب نہیں ہوا بلکہ خود فیلقوس کو نیچا دیکھنا پڑا ہے! اس سے قبل کی تاریخ کو دیموس تھنیس نے جو اپنے حسب حال قطع و برید کی ہے وہ (۲۶۴) سے معلوم ہوگی جس میں وہ کہتا ہے کہ اس جنگ میں جس کا ذکر ہم نے باب ۷ میں کیا ہے، اولنتھوس نے اپنے ہی شرائط صلح فریق ثانی سے منوائے۔ اسی قسم کے ایک دوسرے سلسلے میں (مدیاس ۱۴۵) وہ پکار اٹھتا ہے کہ "دیکھو مقرر اور خطاب کیسے تاریخ لکھتے ہیں"۔ اب غور طلب مسئلہ یہ ہے کہ اگر دیموس تھنیس مشہور و معروف واقعات کو اسطرح توڑ موڑ سکتا ہے تو اس کی کیا ضمانت ہے کہ ایسے واقعات پر اُس نے دست برد نہ کی ہوگی جن کی حقیقت سے ہم اس قدر واقف نہیں ہیں۔ ائس خینیس کی "رشوت خواری" کے متعلق میں نے باب ۱۰ کے حواشی میں ذکر کیا ہے۔ اغلب امر یہ ہے کہ ائس خینیس نے بھی مختلف اوقات میں اتنی ہی دروغ بافی کی ہوگی جتنی خود دیموس تھنیس نے، اور اسی لئے مختلف واقعات کی تفصیلات سے ہمیں کما حقہ آگاہی حاصل نہیں ہوسکتی؛ لیکن جن کیفیات سے ہم واقف ہیں اُن سے ہمیں اتھنز کے سربرآوردہ مدبروں کی خصائص کا اچھی طرح سے اندازہ ہوجاتا ہے اور جہاں تک ان کا تعلق تاریخ تمدن سے ہے، وہاں تک ان خصائص پر یہاں بحث کی جائیگی۔ اس ضمن میں میں صرف شیفر کے اقتباسات دینے پر قناعت کروں گا اس لئے کہ وہ صحت اور تحقیق کا گویا ایک نمونہ ہیں۔ وضح ہو کہ میں نے رور موزر Rohrmoser کی تنقید جس سے میں لفظ بلفظ متفق ہوں، اس وقت تک نہیں پڑھی جب تک میں نے خود اپنی رائے ظاہر نہیں کردی۔ اتھنز ہی فیلقوس سے صلح کرنا چاہتے تھے، چنانچہ انھیں نے اس میدان میں پہلا قدم بڑھایا (شیفر: "دیموس تھنیس ۲، ۱۹۲")

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ اس مقصد کے حصول کے لئے انھوں نے شاہ مقدونیہ کے پاس اپنے سفیر بھیجے اور اس میں اس قدر تعجیل کی کہ فیلقوس ان کے لئے راستے بھی محفوظ نہ کرسکا (۱۹۹) اس سفارت میں فلوکراتیس کے علاوہ ائش خنیس اور دیموس تھنیس بھی تھے اور مؤخرالذکر فلوکراتیس کا دوست ہونے کی وجہ سے شامل کیا گیا تھا۔ مدت کے بعد دیموس تھنیس نے فلوکراتیس سے کسی قسم کے تعلقات ہونے سے انکار کردیا (Cor ·21 ف یہ بلکہ اس پر غداری کا الزام لگایا چنانچہ مقدونیہ کے جانی دشمن ہی ایر یدلیس نے اس پر مقدمہ چلایا؛ لیکن دیموس تھنیس کے بڑے سے بڑے دوستوں کو بھی (جس میں ویسٹرمان روزنبرگ (Westermann-Rosenberg) حواشی متعلق (Cor ۲،) اور شیفر (دیموس تھنیس" ۲، ۱۹۶) بھی ہیں) اس کے باور کرنے میں تامل ہے۔ الغرض ہم مجبور ہوتے ہیں کہ ائش خنیس کا ہی طرزِ عمل حق بجانب تصور کریں۔ اسکے بعد مقدونوی سفرا ایتھنز آتے ہیں؛ اور ہم اس سے واقف ہیں کہ انکی شرائط یہ تھیں کہ فوکس، ہالوس اور کرسوبلیپ تیس پر صلح نامے کی دفعات عائد نہ ہو اور فریقین اُن مقامات پر قابض رہیں جن پر وہ قابض تھے (مقابلہ کرو صلح نامہ جو فیلقوس اور ایتولیہ کے مابین ۲۱۷ء قم میں کیا گیا - پولی بیوس (Polybius) ۵، ۱۰۳)۔ اس پر ایتھنزیوں نے کوشش کی کہ شرائط میں مفصلۂ ذیل ترمیمات کی جائیں؛ کہ ایک تو فوکس کو ایتھنز کا حلیف تسلیم کرلیا جائے دوسرے بجائے الفاظ "حالت موجودہ" کے "اپنے اپنے حقوق" درج کئے جائیں۔ اگر ہم اس دوسری شرط پر غور کریں تو ہم یہ محسوس کریں گے کہ اس سے ایتھنز نے ایک ایسا مطالبہ کیا جس کی وجہ سے یا تو صلح نامہ ہی سرے سے بے معنی ہو جاتا ہے یا اس کے محرک چاہتے تھے کہ کسی طرح سے گفت و شنود منقطع ہو جائے؛ اور ہمیں تعجب ہے کہ دیموس تھنیس کے مداح کیوں اس مطالبے کو نہ صرف قابل مباحثہ قرار دیتے ہیں بلکہ ان میں سے بعض تو اسے فیلقوس کی منظوری کے قابل تصور کرتے ہیں۔ اس کا مقصد صرف یہ تھا (شیفر ۲، ۲۲۸) کہ فریقین اُن علاقوں پر قابض رہیں گے جن کے وہ حقدار ہیں لیکن یہی وہ امر تھا جس کی بابت تنازعات اور لڑائیاں جاری تھیں؛ چنانچہ ایک ایسے معاہدے سے جس میں بصراحت یہ طے ہو کہ ہر فریق اُن علاقوں پر قابض رہیگا جنکا وہ حقدار ہو، جنگ کا اختتام ہونا ناممکن تھا اسی مقصد کے لئے تو ہر ایک جنگ میں فریقین ایک دوسرے سے اسی لئے تو لڑتے ہیں کہ یہ معلوم ہو جائے کہ ہر ایک کا کس کس علاقے پر حق ہے؛ اور لڑائی صرف ایک طرح سے ہی ختم ہو سکتی ہے یعنی یا تو مختلف علاقہ جات مابہ النزاع فریقین میں تقسیم کردئے جائیں؛ ورنہ یہ لکھ دیا جائے کہ فریقین بدحن

باب ۱۷ کلیۃً ایتھنز پر ہی چھوڑ دیا۔ اور ایتھنزیوں نے دیموس تھنیس کی تحریک پر یہ طے کیا

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ علاقوں پر قابض ہیں اُنھیں پر قابض رہیں گے۔ اس صلحنامے میں الفاظ "حالت موجودہ" سے موخرالذکر اصول مقصود تھا۔ اسکے برعکس اگر کوئی فقرہ اس قسم کا مندرج عہدنامہ کیا جاتا کہ "فریقین اُن علاقوں پر قابض رہیں جنکے وہ حقدار ہیں" تو یہ ایک انوکھی بات ہوتی جو کبھی کسی عہدنامے میں مندرج نہیں کی جاتی سوائے اس صورت حال کے کہ عہدنامے کے ساتھ ہی ساتھ ایک عدالت ثالثی بھی مقرر ہو جو مابہ النزاع امور کا قطعی تصفیہ کردے۔ لیکن ایتھنزی کسی ایسی ثالثی کے موافق نہ تھے (دیکھو باب ۱۵)۔ ایتھنزیوں نے اس قسم کے گول فقرے کے اندراج کی جو خواہش ظاہر کی اُس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اُن کے مقرروں نے اُن سے اُس کے اصلی معنی پوشیدہ رکھے اور صرف ایک ہی جذبے سے اُنھیں متاثر کیا یعنی یہ کہ فریقین میں مفاہمت کی بنیاد حق پر ہونی چاہئے۔ ایتھنز کے باشندوں پر اس قسم کے اعلیٰ خیالات کا ہمیشہ اثر پڑتا تھا لیکن جب اُنھوں نے دیکھا کہ اُن کی یہ بات چلنے والی نہیں ہے تو اُنھوں نے فیلقوس کے شرائط کو قبول کرلیا اور نہ صرف "اپنے اپنے حقوق" کے الفاظ واپس لے لئے بلکہ فوکس کو بھی عہدنامے کے دائرے سے نکال دیا۔ اس کے بعد اُنھوں نے حلف کے ذریعے سے اُس کی توثیق کردی۔ فیلقوس نے بھی توثیق کی لیکن اس سے پہلے ہی اُس نے بعض مقامات پر قبضہ کرلیا تھا اور چونکہ اُس کے خیال میں یہ مقامات الفاظ "حالت موجودہ" کے تحت آجاتے تھے اس لئے وہ برابر اُن پر قابض رہا۔ اس کے بعد وہ فوکس کی طرف بڑھا اور اُسے مغلوب کرلیا۔ اگر کوئی شخص ان سب واقعات پر غیر جانبدارانہ نظر ڈالے تو وہ یہ نتیجہ نکالیگا کہ تھریسی قلعوں پر قبضہ کرکے فیلقوس نے ممکن ہے کہ عہدنامے کی تاویل میں الفاظ "حالت موجودہ" کو اپنے موافق مروڑ لیا ہو اس لئے کہ ان الفاظ سے مراد اُس وقت کے حالات سے ہوگی جب ایک فریق نے عہدنامے کا حلف کیا ہو؛ لیکن چونکہ فیلقوس نے یہ اعلان کردیا تھا کہ وہ فوکس کو ایتھنز کا حلیف تصور نہیں کرتا اس لئے وہ فوکس پر فوج کشی کرنے میں حق بجانب تھا لیکن دیکھنا یہ ہے کہ دیموس تھنیس نے جس کے ساتھ اُس کے زمانۂ حال کے مداح بہت سی باتوں میں متفق ہیں، کیا حکم لگایا۔ اُس کے نزدیک فوکسی ایتھنز کے حلیف تھے اس لئے فیلقوس کو اُن پر حملہ نہیں کرنا چاہئے تھا؛ اس پر شیفر (۲، ۲۱۳، ۲۱۴) کہتا ہے کہ دیموس تھنیس کے نزدیک ایتھنز والے واقعی عہدنامہ اور محالفہ کرنے کے لئے تیار تھے لیکن اُسے سخت مایوسی ہوئی جس کی وجہ سے وہ فیلقوس کا جانی دشمن بن گیا۔ صفحہ ۵۰۰ پر بھی وہ انھی خیالات کا اظہار کرتا ہے۔ لیکن ہمیں یاد رکھنا چاہئے کہ فیلقوس نے صریحاً یہ اعلان کردیا تھا کہ وہ فوکس پر چڑھائی کرنے کا حق محفوظ رکھتا ہے اور ایتھنزیوں کو اچھی طرح سے اس کا علم تھا کہ اُس کا ارادہ

باب ۱۷ کہ جو شرائط مقدونوی سفرا نے پیش کئے ہیں اُن پر فوراً بحث ہو۔ بہر حال مجلس اعلیٰ نے اُن

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ فوج کشی کر لیکا ہے' چنانچہ جب دیموس تھنیس کہتا ہے کہ فیلقوس نے فوکس پر جو حملہ کیا وہ "معاہدے کے خلاف تھا" تو ویسٹرمان روزنبرگ بھی یہ کہہ اُٹھتا ہے کہ دیموس تھنیس کی یہ رائے "ایمانداری پر مبنی نہیں"۔ فیلقوس کا فوکسیوں کو اپنا دشمن قرار دینا بالکل درست تھا' اور اتھنزی اس سے زیادہ کیا امید کر سکتے تھے۔ علاوہ ازیں جب دیموس تھنیس نے یہ مطالبہ کیا کہ باوجودیکہ فیلقوس نے فوکس کی مخالفت کا اعلان کر دیا تھا تاہم اُسے وہاں والوں کی حمایت کرنی چاہئے تھی تو اُس کا صاف مطلب یہ تھا کہ شاہ مقدونیہ اپنے حلیفوں یعنی امفکتیونیس کا ساتھ چھوڑ دے' اور بیوفائی کی مثال کسی حالت میں قابل معافی نہ ہوتی۔ جب مقدونیہ کا شمار ممالک یونان میں فوکس کی مخالفت ہی سے ہوا' تو اب کیا یہ ممکن تھا کہ اتھنز کے لئے فیلقوس اپنے ہاتھ جلائے اور ایک فریق کو چھوڑ کر دوسرے فریق سے جا ملے؟ ائس خنیس ۲'۱۳۶ سے معلوم ہوتا ہے کہ اتھنزی فیلقوس سے اس قسم کی امید رکھتے تھے؛ مقابلہ کرو شیفر "دیموس تھنیس" ۲'۲۷۰۔ دیموس تھنیس کے خیال کے بموجب (شیفر ۲'۲۷۱) ائس خنیس نے اتھنزیوں کو یہ کہکر دھوکا دیا کہ فیلقوس اپنی رائے بدلنے والا ہے' درانحالیکہ اُس کا خیال کبھی فوکس کی پشت پناہی کرنے کا نہیں ہوا۔ لیکن ائس خنیس کی تقریر موسومہ "بے ایمان سفارت" سے ہم پر جو اثر ہوتا ہے وہ اُس سے بالکل مختلف ہے وہ یہ کہ اگر تھبزیوں کا پروکسے نوس (قائم مقام) یعنی دیموس تھنیس روڑے نہ اٹکاتا تو ممکن ہے کہ اتھنزی فیلقوس کو فوکسیوں کا ساتھ دینے کے لئے آمادہ کر سکتے (۲'۱۴۳)۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بظاہر تو دیموس تھنیس فوکس کا حامی و مددگار تھا لیکن در اصل وہ اُن کا درپردہ دشمن تھا۔ ہم دیکھیں گے کہ سنہ ۳۴۸ ق م میں اُس نے لوکرسیوں اور تھبزیوں کی موافقت کی تھی اور یہ دونوں فوکس کے دشمن تھے۔ علاوہ ازیں سنہ ۳۳۰ ق م میں وہ صاف کہتا ہے (Cor) "کہ فوکس والے بسر ناحق تھے"' گو ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ سنہ ۳۴۶ ق م میں بھی اُس کی رائے یہی تھی۔ کم از کم اس میں مطلق شبہہ نہیں کیا جا سکتا کہ ہر طرف سازش کا بازار گرم تھا اور ایک دوسرے کے خلاف غداری کی تہمت لگانے کا بہانہ ڈھونڈ رہا تھا' چنانچہ یہی انتاج Just ۸'۴ سے بھی کیا جا سکتا ہے۔ لیکن خواہ فیلقوس کو تھبزیوں کی مخالفت پر آمادہ کیا جا سکتا ہو یا نہیں کم از کم یہ ضرور ہے کہ فوکس کی مخالفت پر اُسے اتھنزی بُرا بھلا نہیں کہہ سکتے تھے اور کم از کم اس قسم کا الزام لگانا دیموس تھنیس کے شایان شان نہیں تھا۔ وہ اپنی تقریر "بے ایمان سفارت" ۴۳'۴۴'۵۴ میں کہتا ہے کہ اُس نے ائس خنیس کی دروغ بافی کا اندازہ کر لیا تھا۔ وہ خود اتھنزیوں کو ہوشیار کرنا چاہتا تھا۔ لیکن کسی نے اُس کا قول سننا گوارا نہیں کیا۔ ہمارے نزدیک یہ سب غلط بیانی ہے

باب ۱۷ | شرائط کو منظور کر لیا، اور جب فلوکراتیس کی تحریک پر یہ صلح نامہ جمعیت عوام کے سامنے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ اس لئے کہ عمومیت کے زمانے میں ایتھنز ہر ایک کو تقریر کرنے کی اجازت دیتے تھے اور دیموس تھنیس جو اپنی فصاحت و بلاغت پر فخر کرتا ہے (پلوٹارک: دیموس تھنیس" ۱۴)، وہ تو ہمیشہ جو چاہتا بول اٹھتا اور لوگ اس کی تقریر سننے پر آمادہ ہو جاتے۔ ایسے شخص کو یا تو ہر وقت اپنے خیالات کا اظہار کرنا چاہئے تھا ورنہ مناسب تھا کہ ہمیشہ اپنی زبان بند رکھے۔

اب ہم تھریسی قلعوں کی کیفیت پر غور کریں گے۔ پہلا مسئلہ جو غور طلب ہے یہ ہے کہ "حسب حال چھوڑنے" کے مسئلے کا انطباق پہلے حلف نامے کے شرائط پر ہوتا تھا یا دوسرے کے! ممکن ہے کہ اس کا جواب صریح طور پر نہ دیا جا سکتا ہو لیکن کم از کم دیموس تھنیس کے نزدیک تو اس میں کسی قسم کے شک و شبہہ کی گنجائش نہیں تھی اس لئے کہ اس نے یہ طے کر لیا تھا کہ اس سے مراد فیلقوس کے حلف سے لی جائیگی، گو بعد میں وہ اپنے اس قول سے پھر گیا تھا۔ پہلے تو اس نے یہ اصول پیش کیا کہ جس قدر جلد ممکن ہو فیلقوس سے حلف لیا جائے ("بے ایمان سفارت" ۱۶۴) اور اس میں وہ بالکل حق بجانب تھا، اور دوسرے اس نے (فیلقوسی، ۳، ۱۵) یہ جھوٹ بولا کہ فیلقوس نے قلعوں پر قبضہ کرتے وقت یہ حلف لیا تھا، وہ اس لئے کہ اس کی دانست میں ایتھنز صرف اسی حالت میں قلعوں پر دعویٰ کر سکتا تھا اگر فیلقوس نے پہلے قبضہ کر لیا ہو اور پھر حلف لیا ہو۔ یہاں میں ایک امر کا مزید اضافہ کرنا چاہتا ہوں کہ رورموزر Rohrmoser ۱، ۱، ۷۹۹ میں اس امر کا اعادہ کیا گیا ہے کہ ایتھنزیوں کا ان قلعوں پر جو قبضہ تھا وہ مالکانہ نہ تھا بلکہ حلفائے کرسوبلیپتیس کی حیثیت سے تھا جس کے ساتھ فیلقوس اس وقت برسر پیکار تھا، چنانچہ ایتھنز ان قلعوں پر بطور خود کسی قسم کا دعویدار نہیں بن سکتا تھا۔ بدیں اسباب قانونی مسئلہ تو مطلق مابہ النزاع نہیں تھا، اور یہ بات ہمارے لئے نہایت تعجب آفرین ہے کہ دیموس تھنیس اور اس کے زمانۂ حال کے موئیدوں نے کیسے اصل واقعات پر پردہ ڈال دیا ہے۔ وہ کہتا ہے ("بے ایمان سفارت" ۱۵۰/۱۵۳) اگر ایتھنزیوں کے حلف لینے کے بعد سفرا تھریس کے ان مقامات کو جن پر فیلقوس نے قبضہ کر لیا ہے واپس لینے میں کامیاب نہ ہوئے تو اس سے فیلقوس کی بے ایمانی عیاں تھی؛ ایسی حالت میں سفیروں کو چاہئے تھا کہ وہ فوراً ایتھنز کو اس کی اطلاع دیتے تاکہ وہ فوکسیوں کی جنھیں فیلقوس کی طرف سے خطرہ تھا، حفاظت کی تیاریاں کر سکیں۔ دیموس تھنیس کا بیان ہے کہ وہ تو اس قسم کی اطلاع بھیجنا

باب ۱۴ | پیش ہوا تو اُس نے یہ قرار دیا کہ ایتھنز اور اُس کے حلفا میں ایک طرف اور فیلقوس

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ چاہتا تھا، لیکن فیلقوس نے اُسے اُس کی اجازت نہیں دی - یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ فیلقوس کے اس فعل سے، جس کا اُسے ہر حال میں حق تھا، کس طرح اس کا غیر معتبر ہونا ثابت ہوتا ہے؟ فوکسی تو مدت سے مشکلات میں پڑے تھے لیکن اُس وقت اُن کا کسی نے خیال نہیں کیا، اور اب ایتھنز اُن کا دم بھرنے کیلئے حاضر ہوتا ہے! پھر اس موقع پر وہ فوکس کو کیسے بچا سکتے تھے - اس قسم کے بیانات کسی عمومی جمعیت کے شایان شان ہوں وہاں خارجی معاملات کے متعلق کچھ بھی کہا جا سکتا ہے لیکن تاریخ میں اُنکا اعادہ بیکار معلوم ہوتا ہے ان سب باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ دیموس تھنیس نے فیلقوس پر صلحنامہ فلوکراتیس کی خلاف ورزی کی بابت جو الزام لگایا وہ محض بے بنیاد تھا، اور وہ خود اسکی لغویت سے اچھی طرح سے واقف تھا! سوال یہ ہے کہ اُسے ایتھنزیوں کو اسطرح دھوکا دینے کی کیا ضرورت تھی؟ اسکے متعلق وائڈنر اور بیلوخ نے مختلف خیالات کا اظہار کیا ہے (Weidner: Aesch. Ctesias) صفحہ ۴۳؛ 'Beloch: Att. Pol.' صفحہ ۱۷۶)

بیلوخ کی تو یہ رائے ہے کہ دیموس تھنیس محض ایک التوائے جنگ کا خواہاں تھا اور اُس کا اصلی مقصد یہ تھا کہ فیلقوس پر عہد شکنی کا الزام لگائے؛ وائڈنر کہتا ہے کہ "دیموس تھنیس اپنے مدمقابل سے بازی لے جانا چاہتا تھا، لیکن اس کے برعکس بازی اس کے مدمقابل کے ہاتھ آگئی"۔ اگر ہم کسی صحیح نتیجے پر پہنچنا چاہیں تو ہمیں ہر امر پر نہایت تفصیل سے غور کرنا پڑیگا؛ لیکن دیکھو باب ۱۶، یادداشت ۵ -

جس قسم کی گفتگو سے دیموس تھنیس حاضرین کو باتوں میں لانا چاہتا تھا وہ منجملہ دوسرے مقامات کے Cor. ۱۹ میں نظر آتی ہے جہاں وہ کہتا ہے کہ تھبزی ایتھنز کے سامنے دست استمداد پھیلانے کے لئے مجبور ہو چکے تھے، اور اُس کی کاٹ کرنے کے لئے فیلقوس نے ایتھنزیوں سے امن اور تھبزیوں سے "امداد" کا وعدہ کر لیا تھا - واقعہ یہ تھا کہ تھبز اور فیلقوس میں زمانے سے مخالفہ تھا، اور عین اس وقت تھبز کو ایتھنز سے مدد مانگنے کی مطلق کوئی ضرورت نہیں تھی - یہ وہ افسانے اور کہانیاں تھیں جو دیموس تھنیس نے سنہ ۳۳۰ ق م میں سنہ ۳۴۶ ق م کے واقعات کی نسبت ایتھنزیوں کے سامنے کہیں -

باب ۱۵ میں دوسری جانب آئندہ امن وامان اور دونوں میں دفاعی مخالفہ ہوگا لیکن فوکس اور ہالوس (واقع تھسلی) کو فیلقوس نے ایتھنزی حلیف شمار کرنے سے انکار کر دیا۔ اس جنگ میں سب سے زیادہ اہم مسئلہ جو متنازعہ فیہ تھا وہ یہی تھا کہ فوکس کی کیا حیثیت ہے، اور ہالوس کی بندرگاہ جس کی اہمیت میں کس کو شبہہ ہوسکتا تھا کس کے قبضے میں جائیگی۔ بہرحال فیلقوس کا ایما یہ تھا کہ یہ دونوں مقامات ایتھنز کے دائرۂ اقتدار سے نکل جائیں چنانچہ ایتھنز کو سر تسلیم خم کرنا پڑا۔ دیگر مقبوضات کی بابت قرار پایا کہ فریقین اپنے اپنے مقبوضہ مقامات پر حسب سابق قابض رہیں گے۔ ان شرائط کو منظور کر کے ایتھنز گویا امفی پولس سے، جہاں کے باشندوں نے کبھی ایتھنزی سیادت قبول نہیں کی تھی، دست بردار ہوگیا۔ جمعیت ایتھنز میں بہت سے مقرروں نے بجائے فی نفسہ صلح کے مسئلے کے ان دونوں امور یعنی فوکس کی علیحدگی اور فیلقوس کے ساتھ مخالفے کے مسائل پر اظہار ملامت کیا، اور خود دیموس تھنیس نے بھی یہی رویہ اختیار کر لیا۔ دوسرے دن یعنی ۱۶ اپریل ۳۴۶ ق م کو ائس خنیس اور یوبولوس کی تحریک پر فیلقوس کے شرائط امن وعن منظور کر لئے گئے لیکن ساتھ ہی ساتھ یہ شرط لگادی گئی کہ صلح نامے میں فوکس اور ہالوس کا مطلق ذکر نہ ہو بلکہ مقدونوی سفرا کا یہ اعلان کہ ان کا بادشاہ جب چاہے ان دونوں مقامات پر فوج کشی کر سکتا ہے، کافی سمجھا جائے۔ آخر الامر ایتھنز نے حلف کے ذریعے سے اس اعلان کی توثیق کر دی جیسا اوپر بیان کیا گیا ہے طے یہ ہوا تھا کہ "فریقین اپنے اپنے مقبوضات پر حسب سابق قبضہ رکھیں" فیلقوس بلاشبہہ خرسونیز کو مقبوضۂ ایتھنز تصور کرتا تھا، لیکن یہاں بعض مقامات ایسے تھے جو ابتداءً کرسوبلیپ تیس کے قبضے میں تھے لیکن خاریس نے ان میں اپنا لشکر چھوڑ دیا تھا۔ فیلقوس نے سوچا کہ صلح نامے کی توثیق کے بعد وہ ایسے قلعوں پر قبضہ نہیں کر سکیگا چنانچہ اُس نے فوراً اُن کی طرف پیش قدمی شروع کر دی۔ چونکہ ایسی صورت حال میں ایتھنز کے لئے یہ ضروری تھا کہ فیلقوس صلح نامے کا حلف جلد از جلد لے لے، اسی لئے ایتھنز نے ایک سفارت اس مقصد کے لئے روانہ کی کہ جہاں کہیں بھی فیلقوس ہو وہیں اُس کی توثیق کرائی جائے۔ اس سفارت میں دیموس تھنیس اور ائس خنیس دونوں شریک تھے اور اوّل الذکر نے یہ تحریک کی کہ فیلقوس غالباً تھریس میں ہوگا، وہیں اس سے جاکر

ملنا چاہئے، لیکن دوسرے سفیر اس خیال کا سننا بھی گوارا نہیں کر سکتے تھے، چنانچہ بجائے باب ۱۲
تھریس کے سفیر سیدھے مقدونیہ گئے اور اُس کے پائے تخت پیلا میں اُس کا
انتظار کرنے لگے، جس کے باعث بادشاہ کو موقع مل گیا کہ نہایت اطمینان سے تھریس
میں جو جی چاہے کرے اور اپنی مطلب براری کے بعد مقدونیہ آجائے۔ پیلا پہنچ کر
فیلقوس نے عہدنامے کی توثیق کی اور اسی طرح تھسالولیوں نے فیرائے میں اُس پر
دستخط ثبت کردئے جس کے بعد ایتھنزی سفیر اپنے گھر واپس آگئے۔ اُس کے آنے
پر ابتدا میں تو ایتھنزیوں نے خوب بغلیں بجائیں اور خدا کا شکر ادا کیا کہ اب جنگ ختم
ہوگئی ہے۔ اُن کا قیاس یہ تھا کہ اب فیلقوس فوکس کے بجائے تھبزیوں کے خلاف
جائیگا، لیکن اُن کی یہ امید نہ بر آئی، اور دیموس تھنیس کا بیان ہے کہ اس خام خیالی
کا باعث ائیس خینیس تھا جس نے اُنھیں طرح طرح کے سبز باغ دکھائے تھے۔ لطف
یہ ہے کہ ایتھنزیوں کی رائے اب یہ ہوگئی کہ فوکسیوں کو حرم دلفی انفکٹیونس کے سپرد کر دینا
چاہئے، اور ظاہر ہے کہ اس کے معنی صرف ایک ہی ہو سکتے تھے، یعنی یہ کہ اب ایتھنز
تھبز کی موافقت اور فوکس کی مخالفت پر تلا ہوا تھا۔ زمانہ مابعد میں یہ کہا گیا کہ دیموس تھنیس
فوکس کے موافق تھا؛ اگر ایسا تھا تو اُسے اس خیال کا ابطال کرنا چاہئے تھا، لیکن
اس کے بجائے اُس نے خاموشی اختیار کی۔ "بے ایمان سفارت" والی تقریر میں وہ
کہتا ہے کہ میں تقریر کرنی چاہتا تھا، لیکن کوئی بھی اُسے سننے کے لئے تیار نہ تھا؛ لیکن اس
قول کا ہمارے پاس مطلق کوئی مزید ثبوت نہیں ہے، بلکہ ہم اس اصول سے واقف ہیں
کہ عام طور پر عموم ایتھنز اپنے صلاح کاروں کی تقریر سننے سے انکار نہیں کرتے تھے حقیقت
یہ معلوم ہوتی ہے کہ عین موقع پر دیموس تھنیس خاموش رہا ہوگا، چنانچہ ایتھنزیوں کے لئے
یہ مشکل پیش آئی کہ سرکاری طور پر تو انھوں نے یہ اعلان کر دیا کہ فوکس کو امفکٹیونیس
کے سامنے سر تسلیم خم کرنا چاہئے، لیکن درپردہ انھیں یہ امید بھی تھی کہ فیلقوس تھبزیوں
کے خلاف فوج کشی کر کے اُن کا خاتمہ کر دے گا۔

اس کے خلاف ردعمل فوراً شروع ہو جاتا ہے۔ جب فیلقوس تھسلی ہی میں
تھا تو اُس نے ایتھنزیوں کے پاس پیام بھیجا کہ وہ اپنی فوج بھیج کر اُس کے ساتھ
تعاون کریں اور امفکٹیونی معاملات کے سلجھانے میں مدد دیں۔ لیکن انھیں

باب ۱۷ ایک مقرر نے یہ سمجھایا کہ اُن کا اصلی مقصد یہ ہے کہ وہ اُس فوج کو جو اُس کی کمک کے لئے شمال کی طرف بھیجی جائے بطور یرغمال کے رکھ لے، چنانچہ اس خیال کو اپنے دل میں جاگزیں کر کے اُنھوں نے شاہ مقدونیہ کے طلب نامے پر لبیک نہیں کہا۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اب ایتھنزیوں کو فیلقوس کے فوکس کو کمک دینے کے خیال سے مایوسی ہو گئی ہو گی۔ فیلقوس کا ارادہ ایتھنز کے دشمنوں سے مل جانے کا ہو یا نہ ہو، اس میں تو مطلق شک نہیں ہو سکتا کہ بے اعتباری کے اس اعلان کے بعد اُسے اپنے قدیم دوستوں سے بگاڑنے اور ایتھنز کی ہمنوائی کرنے کی کوئی وجہ باقی نہیں رہی تھی۔ الغرض اُس نے جنگ مقدس کو محض اپنے بل بوتے پر ختم کر کے فالائے کوس کو ہتھیار ڈالنے پر مجبور کیا اور فوکسیوں کی یہ شرط قبول کر لی کہ فالائے کوس اور آٹھ ہزار اجیر سپاہی بحفاظت تمام نکل جائیں گے۔ فیلقوس ورۂ تھرموپلی میں ہو کر گزرا اور مجلس انجمن ہمسایگاں سے فوکس کا معاملہ فوراً طے کرنے کا مطالبہ کیا۔ آخر کار یہ قرار پایا کہ آیندہ سے فوکس کے باشندے مختلف دیہاتوں میں رہیں گے اور بت خانے کے اُس مال واسباب کا معاوضہ جو اُنھوں نے خورد برد کر دیا تھا، پچاس تالنت سالانہ کے حساب سے واپس دیا کریں گے؛ اور اس کے ساتھ ہی ساتھ فیلقوس کے حکم سے شہر آبائے کے علاوہ باقی فوکسی شہر برباد کر دئے گئے، ساتھ ہی فوکس کی جگہ شاہ فیلقوس انجمن ہمسایگاں کی مجلس کا رکن مقرر ہوا۔ علاوہ ازیں اورخومینوس، کورونیہ اور فوکس کے بعض اجزا تھبز کے قبضے میں آ گئے اور اوّل الذکر دو بلدیات کے باشندوں کے گلوں میں طوق غلامی ڈال دیا گیا۔ اس رویّے سے ظاہر ہوتا ہے کہ فالائے کوس اور اُس کے ساتھی سب سے سستے چھوٹے، اور گو دشمنوں کے نزدیک اُن سے ایک عظیم الشان گناہ سرزد ہوا تھا، لیکن اُن کی آزادی حسب سابق قائم رہی، درانحالیکہ اورخومینوس اور کورونیہ والوں کے ساتھ، جن کا واحد گناہ یہ تھا کہ وہ اپنی آزادی کے لئے جان لڑا رہے تھے نہایت ہی برا سلوک کیا گیا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مذہبی معاملات میں تو بست وکشاد کی گنجائش تھی لیکن سیاسیات میں بہت کچھ سختی برتی جاتی تھی، اور اس موقع پر مذہب کو سیاسی کارروائی کے لئے محض

باب ۲

ایک سپر بنالیا گیا تھا[۴۵]۔ گو فیلقوس نے اپنے حقوق سے تجاوز نہیں کیا تاہم جنگ مقدس کے اس انجام سے ایتھنزیوں میں بڑا جوش پھیلا اور ہر شخص فیلقوس کے ساتھ نفرت کا اظہار کرنے لگا۔ ایتھنزیوں کی سب سے بڑی شکایت یہ تھی کہ جہاں ایتھنز کو کچھ نہ ملا وہاں تھبز کو بہت کچھ حاصل ہو گیا۔ اُس عظیم الشان میلے میں جو صلح منانے کے لئے دیلفی میں منعقد ہوا، ایتھنزی قائم مقام بھی تھے، لیکن جب ستمبر ۳۴۶ ق م میں فیثوی کھیلوں کا زمانہ آیا اور اُن کی صدارت فیلقوس نے کی تو اُس وقت خلاف امید ایتھنز نے اُس کی شرکت سے انکار کر دیا، اور اس مرتبہ بھی ایتھنزیوں نے اسی طرح اپنے کھسیانے پن اور بے اعتباری کا ثبوت دیا جیسے فیلقوس کے پاس کمک بھیجنے کے وقت کیا تھا۔ بادشاہ نے تو اس کی پروا نہیں کی، لیکن یونانی کہیں اُس سے زیادہ حساس تھے چنانچہ جب انجمن ہمسایگاں نے یہ رنگ دیکھا تو اُس نے ایتھنز سے صاف الفاظ میں یہ دریافت کیا کہ آیا اُسکی جدید تنظیم اُسے منظور ہے یا نہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ ایتھنزی اس استفسار کا خاطر خواہ جواب دینے کے لئے تیار نہیں تھے، لیکن دیموس تھنیس نے یہی رائے دی کہ جواب دیا جائے ورنہ ممکن ہے کہ امفکتیونیس ایتھنز کے مخالف ہو جائیں، اور اگر اس

---

۴۵ فیلقوس نے فوکسیوں کے ساتھ جو برتاؤ کیا اُس کی بابت دیموس تھنیس کی رائے ("بے ایمان سفارت" .peri parapr ۶۴) پر شیفر ("دیموس تھنیس" ۲، ۱۸۹) صادر کرتا ہے حقیقت یہ ہے کہ اس سے پہلے ایسے سخت جھگڑے کے بعد کبھی ایسا اچھا سلوک نہیں ہوا تھا، اور یہ امر قابل لحاظ ہے کہ نہ کسی کو سزائے موت دی گئی اور نہ لوگوں کو غلام بنا کر فروخت کیا گیا اکثر فوکسی زراعت پیشہ تھے چنانچہ انھیں بجائے شہروں کے دیہات میں آباد کرنے سے ان کا اتنا معاشی نقصان نہیں ہوا ہوگا جتنا اُن زراعت پیشہ آرکیڈیوں کا جنھیں میگالوپولس رہنے پر مجبور کیا گیا تھا۔ مقابلہ کرو خود ایتھنز کے برتاؤ کا جو اُس نے میلوس، سکیو نے (طوسی دیدش ۵، ۳۲) متی لنی اور ہستوس (دیودوروس ۱۶، ۳۴) کے ساتھ اور تھبز نے پلاٹیہ، اور خومینوس (دیودوروس ۱۵، ۷۹) کے ساتھ اور اسپارٹیوں نے ہرقلیہ (دیودوروس ۱۴، ۸۲) کے ساتھ روا رکھا شیفر ("دیموس تھنیس" ۲، ۲۸۷) خود فیلقوس کی رواداری کی تعریف کرتا ہے۔

باب ۱۲

موقع پر ایک نئی جنگ مقدس چھڑ گئی تو پھر ہر مملکت ایتھنز کی مخالفت پر کمر بستہ ہو جائے گی۔ مورخوں کا عام خیال یہ ہے کہ دیموس تھنیس کی کار فرمائی کی وجہ سے ایتھنز نے اس استفسار کا کچھ ایسا جواب بھیجا جس سے انجمن ہمسایگاں کو بھی اطمینان ہو گیا اور ایتھنز کی عزت بھی بچ گئی۔ بہر حال یہاں جنگ مقدس ختم ہو جاتی ہے۔

اس طرح گویا ناٹک کا دوسرا پردہ گر گیا اور فوکس کو تھبز کی حوصلہ مندی اور ایتھنز کی تلوّن کی قرباں گاہ پر بھینٹ چڑھا دیا گیا: دوسرے فیلقوس انجمن ہمسایگاں کا رکن بن گیا جس کی وجہ سے معاملات یونان میں اُسے ایک خاص حیثیت حاصل ہو گئی۔ ایتھنز میں یوبولوس کی سیاسی زندگی کا خاتمہ ہو گیا اور اُس کی جگہ دیموس تھنیس نے لے لی۔ بلا شبہ دیموس تھنیس اپنے کسی مخصوص طرز کار کو کوئی عملی جامہ نہیں پہنا سکا تھا بلکہ اس کے برعکس اُس نے مختلف معاملات پر جو حکم لگایا وہ یوبولوس کے خیالات کے موافق ہی تھا لیکن اس وقت تک ایتھنزی مدبّروں خصوصاً یوبولوس کی جو حکمت عملی رہی تھی وہ ایسی تھی کہ اُسے کبھی کامیابی نہیں ہوئی تھی اور اُس کے محرّکوں کے نزدیک اُس کی ناکامی ایک "معزّز ناکامی" تھی؛ یہ طرز عمل ایتھنزیوں کو مطلق پسند نہیں تھا، چنانچہ جو شخص یوبولوس کے طرز عمل میں ہمیشہ نقص نکالتا رہتا تھا اُس کے اثر میں روز بروز اضافہ ہوتا گیا یہاں تک کہ وہی ایتھنزیوں کا واحد منظور نظر ہو گیا۔ ایتھنزی یہ سمجھنے لگے کہ دیموس تھنیس کے دل میں اُن کے وطن مالوف کی عظمت کا خیال کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے، وہی ایک ایسا شخص ہے جو اپنی فصاحت و بلاغت سے عوام کو اپنا گرویدہ بنا لیتا ہے، اور جو اپنی خطابت کی وجہ سے اپنا اثر جما لیتا ہے۔ پھر دیموس تھنیس کوئی پیشہ ور سپاہی بھی نہ تھا جو لوگ اُس کی خود سری کے خیال سے خوف زدہ ہو جاتے۔ لیکن انھیں امور کے باعث اُس کے اثر کا تاریک پہلو نمایاں ہو جاتا ہے۔ سیاسی صورت حال اب کچھ اس قسم کی تھی:۔ کہ دیموس تھنیس مقدونیہ کی مخالفت پر تلا ہوا تھا؛ مقدونیہ کے قول و فعل دونوں میں ایک قسم کی توحیدی کیفیت نظر آتی ہے۔ اس کے برعکس

باب ۱۷ اتھنز میں جو تدابیر کیے جاتے ہیں وہ بلاشبہہ نہایت عمدہ اور نفیس ہیں۔ جنگ کے اثنا میں اُنھیں عملی جامہ پہنانے والا کوئی نظر نہیں آتا۔ اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ فیلقوس کی سیاسی حیثیت میں مطلق تبدیلی نہیں ہوئی تھی پھر بھی اتھنز کو اس سے کیا فائدہ تھا کہ دیموس تھنیس ایک بڑے مقرر اور خطیب کے تخیل کے قریب آ جائے۔ اتھنز کے لئے اس سے زیادہ کیا بدقسمتی ہو سکتی تھی کہ اُس کا رہبر یہ نہ دیکھ سکے کہ مدبّر کو صرف اُسی وقت قوم میں جنگ کے لئے جوش پیدا کرنا چاہیئے جب اُس کے افراد نہ صرف بہادر اور جنگ کے لئے تیار ہوں بلکہ اُس کے سپہ سالار بھی قابل اور عالی دماغ ہوں اور ایسے ہوں کہ اُن پر جنگ کے اثنا میں پورا پورا بھروسا کیا جا سکے، اور ساتھ ہی ساتھ اُسے یہ بھی سمجھ لینا چاہیئے کہ غنیم کی قوت کا صحیح اندازہ کرنا کامیابی کا ایک بہت بڑا راز ہے۔

لیکن تھبز کی مخصوص حیثیت کی وجہ سے مقدونیہ سے جنگ چھڑ جانا اور اُس میں اتھنز کا بھی شریک ہو جانا غیر ممکن نہ تھا۔ تھبز نے جنگ مقدس کی ابتدا محض اپنے ذاتی مفاد کی خاطر کی تھی اور آخر کار بظاہر اُسے اُس کے مقاصد حاصل ہو گئے تھے۔ لیکن انجمن ہمسایگاں میں اُس کا جو رتبہ اور حیثیت تھی اُسے بہت بڑی ٹھیس لگی تھی اور اُس کی قوت واقتدار میں بہت کچھ کمی واقع ہو گئی تھی۔ اس سے قبل اسپارٹا اور اتھنز کے اخراج کے بعد صرف تھسالوی ہی تھے جو مجلس انجمن میں تھبز کا ساتھ دیتے تھے؛ لیکن وہ ایک بڑی حد تک فیلقوس کے ہاتھ میں کٹھ پتلی کی طرح تھے؛ رہا فوکس، تو اُس کی جگہ خود فیلقوس نے لے لی تھی۔ ان سب باتوں کے باعث خود تھبز میں ایک فریق ایسا پیدا ہو گیا تھا جو مقدونیہ کے اقتدار کا مخالف تھا۔ بلاشبہہ تھبز کو مقدونیہ کی تائید کی وجہ سے بہت کچھ مل چکا تھا، لیکن ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ مقدونیہ کو محض تھبز کی غلطیوں اور حماقتوں کی وجہ سے ایسی درخشاں کامیابیاں حاصل ہوئی تھیں۔ تھبز میں مقدونیہ کے خلاف جن جذبات نے فروغ پایا تھا اُنھیں اب صرف موقع و محل کا انتظار ہے؛ موقع آنے پر تھبز اتھنز سے مل جائے گا اور دونوں مقدونیہ کے خلاف لڑنے کی ٹھان لیں گے؛

باب ۱۳ لیکن اس نازک موقع پر ایتھنز کو بجائے مدبّروں کے کسی بڑے سپہ سالار کی ضرورت ہوگی ۵ہ

۵ہ دیموس تھنیس نے صلح نامے کے موضوع پر جو تقریر کی اُس کے لئے دیکھو شیفر ۲، ۲۹۶ وغیرہ۔

۳۴۶ ق م اور اس سے ذرا پہلے ایتھنز کی حکمت عملی میں بہت سے نقائص تھے۔ اوّل تو عین اُس وقت جب فوکس کو ایتھنز کی مدد کی ضرورت تھی اُسے صرف اس وجہ سے مدد نہیں پہنچائی گئی کہ ایتھنز کے نزدیک بغیر اُس کی مدد کے ہی فوکس تھبز پر غالب آجائے گا، اور اس طرح دونوں کی قوت گھٹ جانے کی وجہ سے ایتھنز کا پلڑا بھاری ہوجائے گا۔ واقعہ یہ ہے کہ اگر فیلقوس مداخلت نہ کرتا تو فوکس کو ہرگز زوال نہ آتا یہاں اگر ایتھنز کو واقعی فوکس کا بچانا منظور تھا تو صلح نامۂ فلوکراتیس میں اُسے اس امر پر زور دینا چاہئے تھا، اور اُس کا یہ نہ کرنا اُس کی دوسری غلطی تھی۔ بلا شبہہ دیموس تھنیس اور اُس کے دوستوں کا یہ بیان تھا کہ اُنھیں ائس خنیس کے ذریعے سے معلوم ہوگیا ہے کہ فیلقوس نے خود اُسے یقین دلایا ہے کہ وہ فوکس کو تاراج کرنا نہیں چاہتا، اور اُن کے نزدیک اگر فیلقوس نے اُس سے جھوٹ بولا تو اُس نے گویا ایتھنز کو صریح دھوکا دیا۔ لیکن جب دیموس تھنیس یہ کہتا ہے تو وہ خود اپنے آپ کو اور تمام ایتھنزیوں کو نااہل وناقابل گرداننا ہے۔ یہ بھی بیان کیا گیا کہ ۳۵۷ ق م میں فیلقوس نے اسی طرح کے خانگی مواعید کرکے ایتھنز کو دھوکا دیا تھا جس کی وجہ سے امفی پولس ایتھنزیوں کے اثر سے نکل گیا تھا؛ تو پھر جب فیلقوس بھی وہی ہے اور ایتھنزی بھی وہی اور اُن کے مدبّر بھی وہی اور پھر فیلقوس دوسری مرتبہ انھیں دھوکا دیتا ہے تو پھر ایتھنزی مدبّروں کی بابت ہم یہی کہہ سکتے ہیں کہ وہ اپنے عہدوں اور اپنے اقتدار کے اہل نہ تھے۔ اگر یہ مدبّر ایک دوسرے سے وفاداری کا برتاؤ کرتے ہوتے اور خود ایمان دار بھی ہوتے تو ہم یہ فرض کرسکتے تھے کہ انھوں نے اپنی آنکھوں پر پٹی باندھ کر فیلقوس پر جو اعتماد کیا تھا اُس کا انھیں بُرا معاوضہ ملا اور حق پر ناحق غالب آیا۔ لیکن اگر وہ خود دیموس تھنیس کی طرح بہت زیادہ حق پرست

باب ہجدہم

مقدونیہ و یونان جنگ خیرونیہ تک

سنہ ۳۴۶ ق م تا سنہ ۳۳۹ ق م

اُن مدبّروں کی نظر میں، جن کا اتھنز میں اثر تھا، صلح نامہ فلوکراتیس کی نوعیت محض التوائے جنگ سے زیادہ نہ تھی۔ دیموس تھنیس نے "امن" سے کے

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ نہ تھے تو پھر ایسے مکاروں اور چالبازوں کے مماثل تھے جنھیں اپنے سے بھی چھٹا ہوا فریب کار مل گیا ہو۔ فیلقوس کا برتاؤ اتھنزیوں کے ساتھ اس سے پہلے اچھا تھا، اور اگر اس میں کسی قسم کی تبدیلی واقع ہوگئی تو یہ خود اتھنزیوں کی ہی غلطی تھی۔ اُنھوں نے اُنھیں اپنا حلیف تصوّر کیا اور اُن سے درخواست کی کہ وہ اُس کے تعاون کے لئے فوج روانہ کریں لیکن اُنھوں نے یہ کہہ کر اس کی خواہش کو ٹال دیا کہ اگر اُنھوں نے فوج بھیجی تو وہ اُسے گرفتار کرلیگا (ایسے مواقع پر یونانیوں کے رویّے کے متعلق دیکھو جلد ۲ باب ۵)۔ ایک ایسی مملکت کو جو ایسی غیر ہمدردانہ روش اختیار کرے فریق ثانی پر غدّاری اور فریب کاری کا الزام لگانے کا کوئی حق نہیں خصوصًا جب موخر الذکر عہد نامہ ہاتھ میں لئے ہوئے پلٹ پڑے اور اُنکے ساتھ پہلے کا سا سلوک روا رکھے۔
جنگ خیرونیہ پر جو شکست ہوئی اُس کے لئے دیموس تھنیس کی اخلاقی ذمہ داری: باب ۲۹ حاشیہ ۱۔

باب ۱۸ موضوع پر جو تقریر کی اُس میں اُس نے صاف طور پر یہ اعلان کر دیا کہ اِس صلح نامے سے اُس کا مقصد صرف یہ ہے کہ ایتھنز فیلقوس کے خلاف پہلے سے بھی زیادہ شدت کے ساتھ جنگ جاری رکھے۔ اِس میں کسی کو ذرا بھی شبہہ نہیں ہو سکتا تھا کہ شاہ مقدونیہ تھریس کے ایک حصے پر قبضہ کر کے باقی ماندہ تھریس پر اپنا اثر قائم کر لے گا، اور چونکہ دو صدی سے برابر ایتھنزی پونتوس کے مخرج کی نگرانی کرنے کے مدعی تھے اس لئے فیلقوس کی اس حرکت سے ایتھنز کی سیاسی حیثیت میں بہت کچھ کمی پیدا ہو جاتی۔ ایتھنز فیلقوس کے ساتھ دوستی کر کے بھی خرسونیز پر قابض رہ سکتا تھا۔ لیکن اگر کسی طرح سے فیلقوس کا کام تمام ہو گیا تو ایتھنز کا پایہ پہلے سے بھی زیادہ محفوظ و مامون ہو جائے گا۔ یہی وہ اُصول تھے جن پر دیموستھنیس کا طرز عمل مبنی تھا۔ اگر محض ایتھنز کے مفاد کے نقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو اُس کی اور اُس کے فریق کی تدبیریں بالکل درست معلوم ہوتی ہیں، اور جیسا خود اُس نے ایک مرتبہ کہا اگر ایتھنز بجائے دوسرے یونانیوں کو زیر کرنے کے اُن کی حفاظت و حمایت میں کوشاں ہو تو اُس کی قوت و سطوت میں چار چاند لگ جائیں گے[1]۔ چنانچہ اُس کا طرز عمل نہ صرف ایتھنز کے لئے بلکہ تمام بلاد یونان کے واسطے مفید و سودمند معلوم ہوتا تھا۔ لیکن شومیٔ قسمت سے اس مقصد کے حصول کی کوشش میں ایتھنز کو ایک اور اصول کا خون کرنا پڑا، اور وہ اصول یونان کی منزلت اور اُس کے روایتی رتبے سے متعلق تھا۔ اُدھر فیلقوس نے تھریس کی فتح کو اپنا مقصد اعظم یعنی جنگ ایران کے لئے لازم و ملزوم قرار دیا۔

[1] اُس نے یہ خیال اپنی تقریر De corona میں ظاہر کیا جو اُس نے ۳۳۰ ق م میں دی۔ وہ کہتا ہے کہ ایتھنز کا مقصد یہ ہونا چاہیئے کہ وہ یونانی ریاستوں کی حمایت کرے، لیکن ساتھ ہی یہ ریاستیں نہ صرف آزاد ہوں بلکہ اُن کے اپنے قوانین علیحدہ ہوں۔ وہ اپنی تقریر De Paec ۳۴۶ء میں کہتا ہے کہ فیلقوس کے خلاف جنگ آزمائی کے بہت سے اسباب تھے۔

ممتاز ایتھنزیوں میں سے مفصلۂ ذیل اشخاص دیموس تھنیس والے فریق کے رکن اور مقدونیہ کے مخالف تھے:— ہی پری دیس، یکتا دُنیا دار، تقریر میں یکتائے روزگار، جوشیلا محبِ وطن؛ ہیگیسی پوس، دتمار خوس، جن کے طرز عمل پر رائے قائم کرنے کا ہمیں عنقریب موقع ملے گا؛ لی کرگوس ایک[1] قدیم ایتھنزی خاندان کا رکن، ایمان دار ساہوکار، قدیم روایات کا مداح۔ اس سیاسی گروہ کا مخالف وہ فریق تھا جس کے نزدیک ایتھنز کا مفاد اسی میں مضمر تھا کہ مقدونیہ سے دوستی پیدا کی جائے، اور اُس کے ممتاز اراکین میں سے ایک تو خود فلوکراتیس تھا جو کچھ ایسا زیادہ مشہور نہ تھا، اور دوسرے ائس خنیس جس کا ہم اس سے پہلے تھوڑا بہت ذکر کر چکے ہیں۔[2]

[1] ہی پریدیس، ہیگیسی پوس اور دتمار خوس کے لئے دیکھو شیفر: "دیموس تھنیس" ۲، ۳۲۲ وغیرہ۔ لیکرگوس کے لئے ایضاً ۱۷، ۳۱ وغیرہ؛ لیوکریتیس کے خلاف جو تقریر کی گئی اُسے ریدانتز Rehdantz نے لائپزگ میں سنہ ۱۸۷۶ء میں چھپوا کر شائع کیا۔ نیز مقابلہ کرو بلاس Blass کی کتاب و نیز ڈریوگے: "لیکرگوس" Droege: De Lycnrgo Athen. بون سنہ ۱۸۸۰ء۔

[2] ائس خنیس کے لئے دیکھو شیفر: "دیموس تھنیس" ۱، ۲۱۵ تا ۲۵۸؛ وائدنر Weidner ؛ "تقریر خلاف تےسی فون" " Ctesiphon " برلن سنہ ۱۸۷۸ء، اور بلاس ۳۔ دیموس تھنیس نے ائس خنیس کے ماں باپ کے متعلق جو قصے مشہور کئے ہیں انھیں اب کوئی بھی باور نہیں کرتا۔ دیموس تھنیس کے حامیوں کے دل میں اُس کی جو وقعت ہے وہ اس سے ظاہر ہوتی ہے کہ "بے ایمان سفارت" والی تقریر سے کہیں زیادہ بُرا بھلا ائس خنیس کو De corona والی تقریر میں کہا ہے اور غالباً اس کی وجہ شیفر ("دیموس تھنیس" ۱، ۲۲۶) کے اس قول سے معلوم ہوتی ہے کہ Corona والی تقریر میں تو مقرر آزاد تھا کہ جو جی چاہے کہے اس لئے کہ اُس کے بعد کوئی دوسرا بولنے والا نہیں تھا، لیکن De falsa Leg. والی تقریر کے موقع پر اُس کے بعد بولنے کے لئے خود ائس خنیس تیار بیٹھا تھا۔

باب ۱۸

اُس خنیس ایک ایسے خاندان کا فرد تھا جو قدیم ضرور تھا لیکن جس پر اب نکبت و افلاس چھایا ہوا تھا۔ اُس کا باپ اپنی مفلسی کی وجہ سے اجیر سپاہیوں کے رسالے میں بھرتی ہونے پر مجبور رہا اور معلوم ہوتا ہے کہ خارجی مہمات سے واپس آنے پر اُس کے پاس کافی سرمایہ جمع ہو گیا۔ اُس خنیس کو تعلیم و تربیت اچھی خاصی حاصل ہوئی تھی؛ اور اس سے فارغ ہو کر پہلے تو وہ سنگتیا بنا، اس کے بعد محرر عام کا پیشہ اختیار کیا، اور بالآخر سیاسیات میں اپنی زندگی وقف کر دی۔ اس کے کئی بھائی تھے، جن میں سے ایک متعدد مرتبہ ستراتی گوس مقرر ہوا، دوسرا ایوبولوس کے بعد چار سال تک مالیات مملکت کا افسر اعلیٰ رہا۔ ان دونوں رہبروں کے علاوہ فریق صلح کا ایک ممتاز رکن دیمادیس تھا لیکن وہ جنگ خیرونیہ کے بعد تک مشہور نہیں ہوا۔ آخری رہنما جس کا اس ضمن میں ذکر کیا جائے گا فوکیون تھا، جو اپنے ساتھیوں میں سب سے ممتاز تھا۔ اس میں یہ خاص بات تھی کہ وہ مدبر بھی تھا اور سپاہی بھی لیکن ان دونوں میدانوں میں کسی کا مرد نہ تھا۔ فوکیون نے حکیم افلاطون کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا تھا۔ وہ تقریر میں ہمیشہ اختصار مدنظر رکھتا تھا۔ گو اُس کی

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ: اُس خنیس کو جسے وہ "تیسرے درجے کے بہروپیہ" کا لقب دیتا تھا، ہمیشہ مطعون کرنے کے لئے تیار رہتا تھا۔ عام طور پر اس امر کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے کہ ایتھنزیوں کے نزدیک اسکی طعنہ آمیز تقریریں اس لئے اور بھی باعث تفریح تھیں کہ دیموس تھنیس خود "اول درجے کا بہروپیا" بننا چاہتا تھا اور بن بھی جاتا تھا۔ جب اُس سے سوال کیا گیا کہ ایک مقرر کی اہم ترین خصوصیت کیا ہونی چاہیئے تو اُس نے جواب دیا کہ "زور تقریر" یا "ظاہر داری"؛ اور جب اُس سے دریافت کیا گیا کہ اس سے کمتر اہم خصوصیات کونسی ہیں تو اُس نے پھر یہی جواب دیا! فیلقوس کی موت پر اُس کے طرز عمل اور خود اپنی موت سے پہلے جو جملے اُس کے منہ سے نکلے اُن سے ظاہر ہوتا ہے کہ اُس پر ہر وقت دروغ آمیز بناوٹ اور ریاکاری کا اصول متسلط رہتا تھا۔

باب ۱۸ سپہ سالاری کو وقعت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا اور اسکا بار بار انتخاب کیا جاتا تھا لیکن اُس کے نزدیک ایتھنز کے لئے مناسب ترین طرز عمل یہی تھا کہ فیلقوس کے ساتھ صلح قائم رکھی جائے۔ اس کی خاص صفت یہ تھی کہ ایسے عہد میں جس میں عام خیال اور خصوصًا دیموس تھنیس کے قول کے بموجب رشوت خواری عام تھی اُسکی ایمان داری اور غیر جانبدارانہ روش دوسروں کے لئے گویا ایک درخشاں نمونہ تھی۔[۹۶]

بہرحال دیموس تھنیس نے باہمی فریقانہ مہم کی ابتدا کی۔ اُس نے ایس خنیس پر یہ الزام لگایا کہ جب وہ فیلقوس کے دربار میں ایتھنزی سفیر کی حیثیت سے گیا تھا تو اُس نے شاہ مقدونیہ سے ایک رقم خطیر بطور رشوت کے لی تھی جس کی وجہ سے اُس نے اپنے فرائض منصبی میں کوتاہی کر کے ایتھنز کو نقصان پہنچانا چاہا۔ لیکن دیموس تھنیس سے یہ غلطی سرزد ہوئی کہ اُس نے استغاثے پر اپنے دستخط کے ساتھ تمارخوس کے دستخط بھی کرا لئے۔[۹۷] ایس خنیس نے تمارخوس کے خلاف بد اخلاقی کا الزام لگایا جس پر باضابطہ تحقیقات سے الزام درست ثابت ہوا اور تمارخوس کے جملہ حقوق شہریت سلب کر لئے گئے۔ تمارخوس پر یہ مقدمہ چلنے کی وجہ سے ایس خنیس پر جو حملہ ہوا تھا وہ چند روز کے لئے ملتوی ہو گیا۔ لیکن فیلقوس خاموش نہیں تھا، بلکہ تھریس اور تھسلی میں برابر پیش قدمی کر رہا تھا، چنانچہ ایتھنزیوں نے اس سے قبل تھریس میں اپنا تھوڑا بہت اثر قائم رکھنے کے لئے فیلقوس کی جو خوشامد درامد کی تھی وہ سب بالکل بیکار اور رائگاں گئی؛ نہ صرف یہ

---

[۹۶] دیمادیس کے لئے شیفر: "دیموس تھنیس ۳، ۲۰ وغیرہ۔ فوکیون کیلئے دیکھو مضمون پاؤلی کی "محیط المحیط" Panly's R. E. میں، اور برنیز: "فوکیون" Bernays: Phokion برلن ۱۸۸۱ء۔ پلوٹارک کی "حیات فوکیون" میں بعض اچھے اچھے لطیفے نظر آئیں گے۔ خود دیموس تھنیس کہتا ہے کہ فوکیون اُس کی تقریروں کی قطع و برید کیا کرتا تھا!۔

[۹۷] دیموس تھنیس پینتالیس مرتبہ ستراتی گوس مقرر ہوا۔

باب ۳ بلکہ اُس نے معاملات پیلوپونیز میں بھی مداخلت کی اور آرگوس، آرکیڈیا اور میسینے کو اپنی حمایت میں لے لیا۔ اس پر دیموس تھنیس بھی پیلوپونیز گیا اور وہاں مقدونیہ کے خلاف زہر پھیلا کر فیلقوس کو گویا ایتھنزیوں کے سامنے اپنی شکایت کرانے کا موقع دے دیا، جس کے جواب میں دیموس تھنیس نے ایک نہایت فصیح و بلیغ تقریر اپنی برأت میں کی جسے دوسری فیلقوسی کہتے ہیں، اور اُس میں صاف و صریح انداز سے فیلقوس کو ایتھنز کا جانی دشمن قرار دیا۔ ایتھنز کے سیاسی فریقوں کی باہمی نزاع برابر جاری رہی اور ہی پریدیس نے فلوکراٹیس پر اُسی طرح کے الزام لگائے جیسے دیموس تھنیس نے اس سے قبل اِس خنیس پر لگائے تھے۔ مقدونیہ کے خلاف ایتھنز میں جوش و خروش اس قدر بڑھ گیا تھا کہ کوئی شخص ہی پریدیس کا بیڑا ملنے کے لئے تیار نہ تھا، اور اُسے اپنی عزت و آبرو کے ایسے لالے پڑے کہ آخر کار اُسے اپنے وطن مالوف کو خیرباد کہہ کر فرار ہو جانا پڑا۔ الغرض ایتھنزیوں نے اسی بادشاہ (یعنی فیلقوس) پر طرح طرح کے الزام لگانا شروع کیے جس کے ساتھ کچھ ہی عرصہ قبل اُنھوں نے محالفہ کیا تھا۔ ظاہر ہے کہ فیلقوس اس قسم کی کارروائیوں کا حال صدائے احتجاج بلند کیے بغیر نہیں سن سکتا تھا، چنانچہ اُس نے فیشون کی سرکردگی میں ایک مخصوص سفارت ایتھنز روانہ کی اور ایتھنزیوں سے استدعا کی کہ وہ اپنے دعاوی پیش کریں تاکہ اُسے اُن کا پورے طور پر علم ہو جائے اور اُن کے پورا کرنے کا موقع مل جائے۔ اس پر ایتھنزیوں نے ہیگے سی پوس کو فیلقوس کے پاس اپنے مطالبات لے کر روانہ کیا؛ ایک تو یہ کہ بادشاہ جزیرۂ ہالو نے سوس کو جس پر اُس نے قبضہ کر لیا تھا، ایتھنزیوں کو واپس کر دے، اور دوسرے یہ کہ عہد نامے میں یہ الفاظ بڑھا دئے جائیں کہ "فریقین اُن علاقوں پر قبضہ رکھیں گے جن کے وہ مستحق ہیں"۔ یہ سفارت قطعاً بیکار ثابت ہوئی۔ فیلقوس کی سنجیدگی اور تدبر میں کیسے شبہہ ہو سکتا ہے، اور یہ کیسے ممکن تھا کہ وہ اس تبدیلی پر راضی ہو جاتا (دیکھو باب ۷ احاشیہ متعلق صلح نامۂ فلوکراٹیس)؟ اس سے ایتھنزیوں کے

باب ۱۸

دل میں فیلقوس کے خلاف آگ پہلے سے بھی زیادہ تیزی کے ساتھ بھڑک اٹھی اور جنگ پسند گروہ کے مقاصد گویا پورے ہو گئے، اُدھر ائس خنیس کے خلاف بے ایمانی کا جو الزام لگایا گیا تھا اُس کی سماعت ہوئی، صفائی کی جانب سے فوکیون اور یوبولوس بطور گواہ پیش ہوئے اور آخر کار ملزم بری ہو گیا (۳۴۳ق م)۔

فیلقوس برابر پیش قدمی کر رہا تھا، اُس نے اپنے برادر نسبتی سکندر کو اپیائروس کا بادشاہ بنایا، اکارنانیہ پر حملے کی دھمکی دی، ایتولیوں کے ساتھ محالفہ کیا، اور تھسلی کے چاروں صوبوں پر اپنی طرف سے ایک ایک "تہرارخ" یا والی مقرر کر کے اُس ملک کو آئندہ کے لئے مقدونیہ کا مطیع و منقاد بنا دیا۔[۵] جزیرۂ یوبیہ میں بلدیات ایریتریہ اور ریوس فیلقوس کے

---

۵ "بے ایمان سفارت" Para presbeia (De falsa Legat.) کے موضوع پر دیموس تھنیس اور ائس خنیس دونوں نے تقریریں کیں جن میں سے ائس خنیس کی تقریر میں کاروباری پہلو نمایاں ہے اور دیموس تھنیس کی تقریر میں سوفسطائی (دیکھو باب ۱۷، حاشیہ ۲)۔ دیموس تھنیس نے یہ ثابت کرنا چاہا کہ ائس خنیس نے رشوت لی ہے، لیکن اس میں وہ بالکل ناکام ہوا۔ دیموس تھنیس نے سب سے بڑا الزام جو ائس خنیس پر رکھا ہے وہ یہ ہے کہ اُس کے پاس ایک جاگیر ہے، لیکن وہ نہ تو اُس جاگیر کا موقع محل بتاتا ہے نہ قطعی طور پر یہ کہتا ہے کہ یہ جاگیر اُسے فیلقوس نے دی تھی۔ دیموس تھنیس کی تقریر سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے دعوے کے ثبوت میں اولنتھوس سے گواہ بلانا چاہتا ہے، اس لئے کہ شاید وہ جاگیر اسی شہر کے قریب میں کہیں ہوگی؛ لیکن Schol. Aesch. Tim. ۳ کے مطابق وہ پیدنا کے قریب واقع تھی۔ اس میں مطلق شک و شبہ نہیں کہ یہ الزام قطعاً بے بنیاد تھا، اور جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اپنی تقریر کے پارہ ۹۸ سے پارۂ ۱۴۶ تک دیموس تھنیس یہی راگ الاپتا رہتا ہے کہ ائس خنیس نے ضرور بالضرور رشوت لی ہوگی تو ہم چار و ناچار اسی نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ وہ اُس کی رشوت خواری کو ثابت نہیں کر سکا۔

تفصیل کے لئے دیکھو شیفر: "دیموس تھنیس"، ۲، ۳۴۴ بعد۔

باب ۱۵

دست نگر تھے، لیکن خالکس برابر ایتھنز ہی کا ہم نوا بنا رہا اور پیلوپونیز میں بھی ایتھنز کی حیثیت اور رتبے میں کوئی فرق نہیں پیدا ہوا۔ اب فیلقوس نے تھریس میں فوج کشی کرنے کی تیاریاں شروع کیں، لیکن جنوب کی طرف چلنے سے پہلے اُس نے ایتھنز سے مفاہمت کرنے کی پھر کوشش کی (سنہ ۳۴۲ ق م)۔ اُس نے جزیرۂ ہالونےسوس کو ایتھنز کے حوالے کرنے کا وعدہ کیا اور فریقین کے مابہ النزاع امور کا (جن میں تھریسی قلعہ جات کا مسئلہ بھی شامل تھا) تصفیہ کرنے کی غرض سے ایک ثالثی کو قبول کیا۔ اس کے معاوضے میں اُس نے یہ خواہش ظاہر کی کہ بحری قزاقی کے انسداد میں ایتھنز اُس کے بیڑے کو بھی اپنے بیڑے کے ساتھ رکھے، جس کے دوسرے الفاظ میں یہ معنی ہوئے کہ مقدونیہ کو بحیرۂ ایجین میں اپنا بیڑا رکھنے کی اجازت دی جائے۔ ان تحریکوں کے ساتھ ایتھنز نے جو روش اختیار کی وہ ایک تقریر سے ظاہر ہوتی ہے جو دیموس تھنیس کی طرف منسوب کی جاتی ہے لیکن جس کا مصنف یقیناً ہیگے سی پوس ہے، اور جس میں اُن کی نہایت بے دردی کے ساتھ تنقید کی گئی ہے[۵۷]۔ ایتھنز نے ثالثی کا مسئلہ تو اس لئے خارج از بحث قرار دیا کہ اُس کے نزدیک ثالثوں کا ملنا ناممکنات سے تھا۔ ظاہر ہے کہ ایتھنزیوں کا یہ مفروضہ بالکل لغو اور بے بنیاد ہے اس لئے کہ غیر جانبدار ثالث یقیناً مل سکتے تھے۔ اس انکار سے دیموس تھنیس اور اُس کے ساتھیوں کا مطلب صاف عیاں ہو جاتا ہے۔ دو فریقوں میں سے ایک اس کا مطالبہ کرتا ہے کہ جن علاقوں کا وہ مستحق ہے وہ اُسے مل جانے چاہئیں، اور جس وقت دوسرا فریق اس پر

---

۵۶ بیلوخ ("سیاسیات اٹیکا" Beloch: Att. Pol. 211) کے نزدیک ۳۴۳/۳۴۲ ق م ہی میں دیموس تھنیس نے فیلقوس کے خلاف ایک باضابطہ لیگ قائم کرلی تھی۔

تقریر "متعلق ہالونےسوس" سے ہمیں اس نامہ و پیام کا حال معلوم ہوتا ہے جو فیلقوس نے اپنی تھریسی مہم سے پہلے ایتھنز کو بھیجا تھا؛ مقابلہ کرو شیفر: "دیموس تھنیس" ۲، ۴۳۱ وغیرہ؛ بلاس ۳، ۲، ۱۱۳ تا ۱۱۱۔

تیار ہوتا ہے اور ثالثی کا اصول قبول کرتا ہے تو وہی پہلا فریق محض اس بنا پر باب ۱۵
کہ اس کے نزدیک اسے غیر جانبدار پنچ نہیں مل سکتے، اسے مسترد کر دیتا ہے
اس کے معنی صرف یہ ہوئے کہ اب جتنے مابہ النزاع امور ہیں ان کا تصفیہ
صرف تلوار ہی کرے گی۔ ممکن ہے کہ اتیھنزی فیلقوس سے مل کر تھریس میں
اپنے حقوق مستحکم کر لیتے، لیکن دمیوس تھنیس اور اس کے ساتھی اس میں
محض اس وجہ سے مانع ہوئے کہ انھیں اس کی امید تھی کہ اتیھنز کی قسمت
نے یاوری کی تو ممکن ہے کہ مقدونیہ کے ساتھ جنگ آزمائی میں اتیھنز ہی کا بول بالا
ہو اور فیلقوس کو نیچا دیکھنا پڑے۔

اب (۳۴۲ تا ۳۴۱ ق م میں) فیلقوس نے اپنے بیٹے سکندر کو (جس کی عمر
اس وقت صرف پندرہ سال کی تھی) اپنا قائم مقام بنا کر پائے تخت میں چھوڑا
اور خود تھریس کی طرف چل دیا۔[۵] وہاں پہنچ کر اس نے تھریسیوں کو شکست
دی اور بحیرۂ اسود کی طرف بڑھا جہاں کے یونانی شہروں، مثلاً اپولونیہ اور
اودیسوس (وارنہ) نے اس کے سامنے ہتھیار رکھ دیئے۔ ادھر تو یہ
ہو رہا تھا، ادھر اتیھنزی دیوپیتھیس کی سرکردگی میں خرسونیز کے ملک میں اپنی
کلیروخیاں (نوآبادیاں) روانہ کر رہے تھے۔ دیوپیتھیس نے بعض دوسرے

---

[۵] جنگ تھریس کے لئے دیودوروس ۱۶، ۷۱، ۴۷ تا ۷۷؛ تھیوپومپوس جزو ۲۴۴ تا ۲۴۸، ۲۴۹ الف؛ اناکسی مینیس جزو ۱۱ تا ۱۳؛ مقابلہ کرو ہوک Hoeck صفحہ ۶۱ وغیرہ جہاں اسناد پر بھی بحث کی گئی ہے۔ فیلقوس نے تھریس میں تین شہر یعنی فلیپوپولس، کالی بے، (نونزدیپولس) اور بینئے آباد کئے، جن میں سے موخرالذکر دو کے ناموں سے یہ استدلال کیا جاتا ہے کہ وہاں سزایافتہ مجرم رکھے جاتے ہوں گے۔ لیکن بادی النظر میں یہ ناممکن معلوم ہوتا ہے۔ یہ بالکل ممکن ہے کہ بینئے تھریسی نام ہو اور پونزدیپولس ("بدبخت نگر") فیلقوس کے نام پر محض یونانیوں کی لطیفہ سنجی ہو۔ دیوپیتھیس کے لئے مقابلہ کرو شیفر: "دیموس تھنیس" ۲، ۴۱۵؛ کمار دیہ، دیموس تھنیس؛ ارسطقراطیس ۱۸۲۔

باب ۱۸

شہروں سے روپیہ وصول کیا، کاردیہ کے ساتھ (جو فیلقوس کے زیر حمایت تھا اور جس پر قبضہ کرنے سے ایتھنز کو بہت کچھ فائدہ ہوتا) جھگڑا مول لیا، اور آگے بڑھ کر تھریس کے بعض ایسے مقامات پر بھی قبضہ کرلیا جو پہلے فیلقوس کے مقبوضہ تھے۔ جب فیلقوس نے ایتھنزیوں کے سامنے صدائے احتجاج بلند کی تو دیموس تھنیس نے "معاملات خرسونیز" پر ایک تقریر کی اور دیوپتھیس کو جملہ الزامات سے بری کرادیا (سنہ ۳۴۱ ق م)[۸] اس کے تھوڑے ہی عرصے بعد اس نے وہ تقریر کی جو تیسری فیلقوسی کے نام سے مشہور ہے جسمیں اس نے فیلقوس کو یونان کے تمام مصائب و آلام کا مصدر و منبع قرار دیا، اور اس کی جنگی قابلیتوں کو کچھ ایسے سانچے میں ڈھال کر دکھایا کہ اس سے ایتھنزیوں کے دل میں اپنے محفوظ و مصئون ہونے کا غلط خیال پیدا ہوگیا۔[۹]

۸ خرسونیز والی تقریر اصول مصلحت وقت پر مبنی ہے۔ (۴۴، ۴۵ میں دیموس تھنیس یہ فرض کرلیتا ہے کہ فیلقوس کا مقصد شہر ایتھنز کی فتح ہے، اور اس استدلال میں وہ غلطی پر ہے۔ ہم دیوپتھیس کی تائید کے سلسلے میں دیموس تھنیس کا ایڈمنڈ برک سے مقابلہ کرسکتے ہیں جو فن تقریر میں اپنے پیش رو کے برابر تھا، اور جس نے ہندوستان میں برطانوی سیادت قائم کرنے والے وارن ہیسٹنگز پر صرف اس لئے مواخذہ کیا کہ اس نے توسیع سلطنت کے کام میں بے انصافی کا برتاؤ کیا تھا۔

۹ تیسری فیلقوسی کے لئے شیفر: "دیموس تھنیس" ۲، ۴۶۹؛ بلاس ۳، ۱، ۳۳۶۔
فیلقوسی ۳، ۴۸، ۴۹ میں دیموس تھنیس اپنی اس دلچسپ رائے کا اظہار کرتا ہے کہ فیلقوس نے جنگ قدیم یونانی طرز پر نہیں لڑی۔ میرے نزدیک اس رائے پر اگر بحث کی جائے تو وہ یقیناً مطالعۂ تاریخ کے لئے کارآمد ہوگی، اور چونکہ اس سے قبل کسی نے اس کی طرف توجہ نہیں کی ہے اس لئے یہاں میں اپنے ان خیالات کے تتمے کے طور پر اس پر بحث کرتا ہوں جو میں نے اس کتاب کی جلد ۲ باب ۲۳ میں ظاہر کئے ہیں۔ دیموس تھنیس کہتا ہے کہ فیلقوس نے موسم سرما میں بھی لڑائی جاری رکھی اور کبھی کھلے میدان میں لڑنا پسند نہیں کیا، بلکہ وہ ہمیشہ ہلکے ہتھیار والی سپاہ سے کام لیتا تھا اور رشوت دے کر اپنا

باب ۱۸ | اس کے بعد اُس نے تھریس، الیریہ، تھسلی اور پیلوپونیز کا سفر محض

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ کام نکالتا تھا۔ واقعات در اصل مفصلۂ ذیل ہیں:۔ ابتدا میں یونانیوں کا تخیل جنگ ایک خاص قسم کا تھا (مقابلہ کرو پولی بیوس ۱۳، ۳)۔ ان کے نزدیک جنگ محض مذہبی قسمت آزمائی کے مترادف تھی اور اس میں چند معیّن قواعد وقوانین کی پابندی لازمی تھی؛ ان کی فوج کا سب سے اہم جزو ہوپ لیت تھے اور سواروں اور ہلکے ہتھیار والوں کی حیثیت محض ثانوی تھی۔ ایک مرتبہ تو ایسا ہوا کہ آرگوس اور اسپارٹا نے لڑائی کے فیصلے کا انحصار تین تین سو چیدہ سپاہیوں کی مڈبھیڑ پر کر دیا گیا۔ یونانیوں میں یہ قاعدہ تھا کہ حالت جنگ کے دوران میں بھی اگر کوئی فریق اپنے دشمن کے ملک پر حملہ کرنا چاہتا تو اُسے پہلے سے اس کا اعلان کر دینا پڑتا؛ آرگوسیوں کا قاعدہ تھا کہ جب کبھی اُن کا دشمن اس قسم کا اعلان کرتا تو وہ فوراً ماہ کارنیوس کی ابتدا کا اعلان کر دیتے، جس کے یہ معنی ہوتے کہ "اس مہینے میں ہمارے لئے مذہباً لڑنا منع ہے اس لئے مہربانی کر کے اپنی لوٹ مار سے باز آؤ"۔ یہ بھی قاعدہ تھا کہ جو مقامات قلعہ بند ہوتے اُن پر دھاوا کر کے قبضہ نہیں کیا جاتا، بلکہ حملہ آور گروہ فصیل میں سوراخ کر کے داخل ہونے کی کوشش کرتا، اور اگر یہ ممکن نہ ہوتا تو شہر والوں کو بھوکا مار اجاتا؛ ہتھیار رکھنے کی شکل میں فریق غالب، مغلوب شہریوں کو جان سے مارنے یا غلام بنا کر فروخت کرنے کا مجاز تھا۔ موسم سرما میں جنگ ملتوی رہتی، اس لئے کہ شہری میدان جنگ میں بارھوں مہینے کیسے رہ سکتے تھے؟ ان قواعد (قوانین) کا نفاذ صرف اس لئے تھا کہ جنگ کو یونانی ایک کُشتی کی مانند تصوّر کرتے تھے اور اُس کے لڑنے کے لئے خاص خاص قواعد لازمی تھے، چنانچہ گو بعض مرتبہ لڑائی میں نہایت تشدّد اور سختی برتی جاتی تھی لیکن قواعد کی پابندی پھر بھی لازمی سمجھی جاتی تھی۔ کرلیسوس کو گو سرمائی مہم کی امید نہ تھی، لیکن اُس کے خیالات بھی اس ضمن میں یونانی تھے (ہیروڈوٹس ۱، ۷۷)، لیکن کورش کے خیالات میں عملی پہلو زیادہ نمایاں تھا۔ اپنی فیلقوسی تقریر ۳، ۴۸، ۹ میں دیموس تھنیس اس امر کا بالکل صحیح اندازہ لگاتا ہے کہ فیلقوس ثانی اپنے یونانی قواعد کے مطابق جنگ آزمائی نہیں کرتا تھا۔ اُس کے نزدیک جنگ باقاعدہ کشتی

باب ۱۴ فیلقوس کے خلاف نفرت پھیلانے کی غرض سے کیا، نہ صرف یہ بلکہ

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ کی طرح نہیں تھی بلکہ عملی مقاصد کو پورا کرنے کا بس ایک ناہموار طریقہ تھا۔ لیکن اوّل تو دیموس تھنیس نے یہ ملحوظ نہیں رکھا کہ یونانیوں نے عموماً اور ایتھنزیوں نے خاص طور پر جنگ کے متعلق اُن پُرانے اُصول کو خیرباد کہہ دیا تھا، اور دوسرے اُس نے فیلقوس کی لڑائیوں کی جو تصویر اُتاری ہے وہ اصل سے بالکلیہ ہٹی ہوئی ہے۔ پہلی بات کے متعلق ہمیں یہ کہنا ہے کہ دیموس تھنیس اکبر اور ایفیکراتیس کے زمانے ہی سے (جو دونوں کے دونوں ایتھنزی تھے) ہلکے ہتھیار روا ئے سپاہیوں سے کام لیا جانے لگا تھا اور جنگی مہمات میں داؤں گھات کے ذرائع سے دشمن کو شکست دینے کی کوشش کی جاتی تھی! رہا سرمائی مہم کا سوال، تو خود سرقوسہ کی ناکہ بندی موسم سرما ہی میں کی گئی تھی۔ ممکن ہے کہ فیلقوس نے بہت سے یونانیوں کو رشوت دے کر ہموار کر لیا ہو لیکن اس میں بھی اُس نے جدّت نہیں کی اس لئے کہ اس سے مدت دراز پیشتر تھسطاکلیس اور فارقلیس پر رشوت دے کر کام نکالنے کا الزام لگایا گیا تھا، اور طوسی دیدش ۷، ۸۶ پڑھنے کے بعد کسی کو اس میں مطلق شک کی گنجائش باقی نہیں رہتی کہ سرقوسہ میں نکیاس نے روپیہ دے دے کر اپنے دوست اور ہم خیال پیدا کئے تھے۔ خود دیموس تھنیس کے لئے روپے پیسے کے معاملات ایک طرح کا کھیل تماشا تھے، اور جب ہم اُسے یہ کہتے ہوئے سنتے ہیں کہ فیلقوس کے رشوت دینے کا یونانی آزادی کے زوال پر عظیم الشان اثر پڑا تو اس سے ہمارے دل پر یہ اثر ہوتا ہے کہ دیموس تھنیس بڑے بڑے واقعات کو کتنی تنگ نظری سے دیکھتا ہے۔ عجیب بات یہ ہے کہ ہمارے پاس صرف ایتھنزی محبان وطن کے ایران اور ہارپالوس سے روپیہ لینے کا ثبوت ہے اور مقدونوی اس میں مطلق ملوث نظر نہیں آتے۔ دیموس تھنیس لوگوں پر رشوت کا الزام لگانے کا اتنا مرد ہے کہ وہ (De Cor. ۱۰۳ میں) ایتھنز کے مالدار لوگوں پر الزام لگاتا ہے کہ انھوں نے خود اُسے رشوت دینی چاہی، جس سے ہم یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ رشوت دینے میں صرف فیلقوس ہی کو مہارت نہیں تھی، لیکن فیلقوس کے متعلق وہ اس قدر جلد بازی دکھاتا ہے کہ De Corona

باب ۱۸

بیزنطہ جیسے اہم شہر (جو اس وقت تک فیلقوس کے زیر اثر تھا) اور جزائر خیوس اور رھوڈز کو ایتھنز کے ساتھ مخالفہ کرنے پر آمادہ کر لیا۔[۱۰] اب شہنشاہ ایران سے روپیہ مانگنے کی غرض سے ایک سفارت روانہ کی گئی اور گو شہنشاہ نے سفیروں کو مالا مال کر دیا لیکن ایتھنز کو کسی قسم کی مدد نہیں دی، چنانچہ سفیر بالکل بے نیل مرام واپس آ گئے۔ کہا جاتا ہے کہ اس سلسلے میں دیموس تھنیس کو تین ہزار دارائیاں ملیں اور دیوپیتھیس کی جیب بھی گرم کی گئی۔

جیسا اوپر بیان کیا گیا ہے، دیوپیتھیس کو جملہ الزامات سے بری الذمہ کر دیا گیا تھا، اور اب اُسے فیلقوس کے خلاف از سر نو مہم سر کرنے کی اجازت دی گئی۔ اُدھر شاہ مقدونیہ بیزنطہ کے خلاف چلا۔[۱۱] وہ اپنا بیڑا

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۱۸، ۱۹ میں ایک جگہ وہ کہتا ہے کہ پیلوپونیز میں "جھگڑے" اور "گڑبڑ" بھی ہوئی تھی، اور پھر دو ہی سطریں بعد کو یہ کہنے لگتا ہے کہ شاہ مقدونیہ نے پیلوپونیز میں روپیہ خرچ کر کے "جھگڑے اور تنازعات" برپا کئے۔ اگر یہ واقعہ ہے تو فیلقوس نے اس جزیرہ نما میں اپنا روپیہ محض شوقیہ خرچ کیا ہوگا! حقیقت یہ ہے کہ اُس زمانے میں بعض ایتھنزی حلقوں میں رشوت خواری کا پتا لگانے کا اُتنا ہی شوق تھا جتنا آجکل بعض مملکتوں میں جاسوسوں کو پکڑنے کا ہے۔ اب دوسرے مسئلے کو لیجئے۔ ہمارے نزدیک جنگ خیرونیہ سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ دیموس تھنیس نے فیلقوس کے طریقۂ جنگ کی بالکل غلط تصویر کھینچی ہے۔ اس لڑائی میں جس چیز نے لڑائی کا پانسہ پلٹا وہ نہ تو رشوت تھی اور نہ ہلکے ہتھیار والے سپاہی، بلکہ واقعہ یہ ہے کہ ایتھنزیوں اور تھبزیوں کو ہوپ لیتوں کی باضابطہ لڑائی میں شکست ملی۔ دیموس تھنیس نے شاہ مقدونیہ کے اصلی خصائص کا کبھی اندازہ نہیں کیا اور اسی وجہ سے ہمیشہ ایتھنزیوں کے سامنے اُس کی بابت غلط اظہار رائے کیا، اور ایتھنز نے اُس کا جو اتباع کیا اُس سے ایتھنز اور یونان دونوں کو شدید نقصان پہنچا۔

۱۰ اپنے سفر کے دوران میں دیموس تھنیس کی چلت پھرت وغیرہ، شیفر: "دیموس تھنیس" ۲، ۱۸۴ وغیرہ۔

۱۱ پرنتھوس اور بیزنطہ کا محاصرہ، شیفر: "دیموس تھنیس" ۲، ۴۹٦ وغیرہ، ہنوک، ۷۷ وغیرہ،

باب۱۵ پروپونٹس لایا اور بیزنطہ کے حلیف پرنتھوس پر حملہ کردیا۔ گو پرنتھوس کا محاصرہ تمام جنگی اصول کو ملحوظ رکھ کر کیا گیا تھا لیکن اس شہر نے نہایت شجاعانہ مدافعت کی اور ایران کی مدد سے آخر کار بچ گیا۔ اب دیموس تھنیس کی صلاح مان کر ایتھنزیوں نے یہ اعلان کردیا کہ لڑائی فیلقوس کی طرف سے شروع ہوئی ہے اس لئے اُس میں اور ایتھنز دونوں میں باضابطہ جنگ کی حالت پیدا ہوگئی ہے (سنہ ۳۴۰ ق م)۔

فیلقوس چاہتا تھا کہ کسی نہ کسی طرح سے وہ بیزنطہ پر قبضہ کرلے، لیکن اس مقصد میں اُسے ناکامی ہوئی۔ ایتھنزیوں نے پہلے خارِسیس کو اور اُسکے بعد فوکیون کو شہریوں کی مدد کے لئے روانہ کیا، اور بیزنطی رہبر لیون نے، جسے حکیم افلاطون کی شاگردی کا فخر حاصل تھا، اُس کے ساتھ تعاون کرکے اپنے شہر کی نہایت قابلیت کے ساتھ حفاظت کی۔ آخر کار فیلقوس محاصرہ اُٹھا دینے پر مجبور رہوا، اور گو ایتھنزی بیڑا ہیلیس پونٹ پر پڑا ہوا تھا لیکن کسی نہ کسی طرح سے مقدونوی جہاز واپس گھر پہنچ ہی گئے۔ اب ایتھنزیوں میں شاہ مقدونیہ کے آئندہ حرکات و سکنات کی بابت تردّد پیدا ہوا۔ ابتدا میں تو انھیں اس خبر سے بہت کچھ تشفّی ہوئی کہ فیلقوس نے اتیاس شاہ اسکیتھیہ کی کسی بات سے ناراض ہوکر اُس کی سلطنت پر حملہ کردیا ہے چنانچہ ایک طرف تو اُن کے نزدیک مقدونیہ کو ایک چھوٹے چھوٹے میدانوں میں مہمات سر کرنا پڑیں گی، دوسرے ممکن ہے کہ اسکیتھی مہم میں فیلقوس کو ناکامی ہو اور اُن کا کام بن آئے، لیکن اُن کی امیدوں کے برخلاف اُسے ہر ایک لڑائی میں کامیابی ہوئی اور اُس نے کمال عقلمندی و فراست سے دریائے ڈینیوب کو عبور کرنے کے بجائے تری بالیوں کے ملک میں

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ فیلقوس اپنا بیڑا ہیلیس پونٹ میں ہوکر لے جاتا ہے Ep. Phil
ایتھنز کا اعلان جنگ ۱۲۵ Philoch فیلقوس کی اسکیتھی مہم، شلیفر؛ دیموس تھنیس ۲، ۷، ۵ وغیرہ۔ دھوڈنہ و خیوس کا طرز عمل، ایضاً ۱۶ ۵۔

باب ۱۸ ہو کر اپنے پائے تخت کا راستہ لیا، لیکن بدقسمتی سے واپسی میں موسم گرما میں اُس خطے کو طے کرتے ہوئے ایک معرکے میں زخمی بھی ہو گیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اُس نے یہ مہم اپنی اُن شکستوں کی یاد محو کرنے کے لئے سر کی تھی جو اُسے بیزنطہ اور پرنتھوس کے سامنے پہنچی تھیں، اور اس کوشش میں اُسے مکمل کامیابی ہوئی۔

جب شمال میں یہ واقعات رونما ہو رہے تھے تو دیموس تھنیس ایتھنز کی فوجی تیاریاں تکمیل کو پہنچا رہا تھا۔ اُس نے تریارخیوں کو ایسا منتظم کیا کہ اس کے بعد سپاہیوں کی مطلق کوئی شکایت سننے میں نہیں آئی[۵۳]۔ یوبولوس نے بندرگاہوں، گودیوں وغیرہ کی تعمیر و ترمیم جو شروع کی تھی اُسے دوسرے شعبہ جات حکومت، مثلاً فوج کے مالی ضروریات کی وجہ سے ملتوی کر دیا گیا۔ ۳۳۸ ق م میں لیکرگوس کو ایتھنز کے محکمہ مالیات کا افسر اعلیٰ مقرر کیا گیا، اور وہ اس عہدے پر برابر بارہ سال تک نہایت قابلیت کے ساتھ پہلے تو خود اپنے نام سے اس کے بعد دوسروں کے صلاح کار کی حیثیت سے کار فرما رہا۔ لیکن اس روپے کے خرچ اور محنت کے باوجود بھی ساحل مقدونیہ کو برباد و ویران کرنے کے علاوہ کوئی دوسرا نتیجہ نہیں نکلا۔ اس سے کہیں زیادہ کامیاب فیلقوس کی حکمت عملی تھی۔ یونان سے دور رہنے کے باوجود بھی اس کی ٹکٹکی برابر اُسی مُلک پر لگی رہتی تھی، چنانچہ اپنی شمالی مہم کے بعد کچھ تو واقعات کے موافق ہونے کی وجہ سے اور کچھ دیموس تھنیس کے مخصوص طرز عمل کے باعث اُسے خالص یونانی معاملات میں مداخلت کرنے کا موقع اچھی طرح سے مل گیا۔

---

۵۳ دیموس تھنیس کی تنظیم تریارخی"، شیفر: "دیموس تھنیس ۲، ۵۲۳؛ گلبرٹ: "مملکت قدیمہ" Gilbert: St. A. ۱، ۳۵۴، ۳۵۵۔ Philoch ۱۳۵ کے مطابق دیموس تھنیس کی تحریک پر قرار پایا کہ "روپیہ سپاہیوں کی تنخواہوں پر خرچ کیا جائے"۔

باب ۱۵

۳۴۰ء ق م میں دیموس تھنیس کے دشمن مدیاس (جس کے لئے دیکھو باب ۷، حاشیۂ اول) اور ائس خنیس کو مجلس ہمسایگاں میں ایتھنز کی طرف سے قائم مقام بنا کر روانہ کیا گیا۔ جب اس مجلس کی وقعت یونانیوں کی نگاہ میں بہت زیادہ تھی تو معلوم نہیں کہ ایتھنز کے ممتاز ترین مدبر نے اپنے صریح مخالفوں اور دشمنوں کو مملکت کا قائم مقام بنا کر کیوں اُس کی رکنیت کے لئے روانہ کرنے دیا۔ دیلفی پہنچنے پر ائس خنیس نے اپنا طرز عمل کچھ ایسا اختیار کیا جو دیموس تھنیس کے لئے نہایت ہی ناپسندیدہ ہوا ہوگا، لیکن موخر الذکر نے ترکیب چل کر اس سے بھی اپنا کام نکال ہی لیا۔[۱] ائس خنیس کو یہ پتا لگا کہ امفسا کے باشندے، جو تھبز کی دوستی کا

۱۔ امفسا کے ساتھ جو جھگڑا ہوا اُس کے لئے دیکھو شیفر؛ "دیموس تھنیس"، ۲، ۲۵۲ وغیرہ۔ چونکہ آج کل کے مورخ دیموس تھنیس کی غلط بیانیوں کا یقین کر لیتے ہیں اسی لئے اس جھگڑے کے متعلق بھی غلط خیالات پھیل گئے ہیں۔ امفسا والے لوکرسی ہونے کی وجہ سے فوکس کے دشمن اور تھبز کے دوست تھے۔ جب ائس خنیس نے امفسا کی مخالفت کی تو اُس کا طرز عمل قدیم ایتھنزی روایات کے بالکل مطابق تھا اس لئے کہ ایتھنز اور فوکس کے مابین روایتی تعلقات تھے، لیکن جب دیموس تھنیس نے امفسا کی پشت پناہی کی تو اس طرح سے وہ تھبز کی بہتری کا کوشاں ہوا۔ وہی تھبز جو ایتھنز کو سزا دلوانے کے در پے تھا۔ دیموس تھنیس جس نے اپنی تقریر De Pace میں ایتھنزیوں سے کہا تھا کہ انھیں امفکتیونیس کو اپنا دشمن نہیں بنانا چاہیے، وہی دیموس تھنیس اب امفکتیونیس کے خلاف جا رہا تھا۔ بیشک وہ De Cor. ۱۴۳ میں کہتا ہے کہ جب ائس خنیس ایتھنزیوں سے امفسا کے خلاف تیاری کرنے کے لئے اٹھا تو وہ کہنے لگا کہ "ائس خنیس کیا تم اٹیکا بوں کو امفکتیون کے خلاف آمادہ پیکار کرتے ہو"، لیکن اگر واقعاً اُس کی زبان سے یہ الفاظ نکلے تو اس سے اُس کی سراسر افترا پردازی اور جھوٹ ظاہر ہوتا ہے اس لئے کہ اُس نے ائس خنیس کی طرف عین طرز عمل منسوب کیا جس کا وہ خود حامی تھا اور جسے ائس خنیس کسی نہ کسی طرح سے

باب ۱۹ بھرتے تھے، اس خیال میں ہیں کہ ایک نوشتے کے از سر نو ٹانگنے کے مسئلے پر،

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ مسترد کرنا چاہتا تھا۔ ائس خنیس کی خواہش کے مطابق اگر ایتھنز نے امفک تیونیس کا ساتھ دیا ہوتا تو اُسے جنگ امفک تیوان میں حصہ لینے کی ضرورت پیش نہ آتی، اور اس طرح سے اُسے لیگ ہمسایگاں میں ایک خاص حیثیت حاصل ہو جاتی۔ دیموس تھنیس اس طرز عمل میں مانع ہوا جس کی وجہ سے لیگ کا رہنما فیلقوس اٹیکا کے مخالفین میں صف آرا ہو گیا۔ دیموس تھنیس نے یقیناً پہلے سے بھانپ لیا ہو گا کہ اگر ایتھنز امفسا کے خلاف نہ ہوا تو امفک تیونیس فیلقوس کی مدد مانگنے پر مجبور ہو جائیں گے، اور اُس نے جو طرز عمل اختیار کیا اُس کا ایک ہی پہلو سمجھ میں آتا ہے، وہ یہ کہ وہ تھیبز کی خدمت کرنا چاہتا تھا تاکہ وقت پر وہ فیلقوس کے خلاف کام آئے۔ ممکن ہے کہ اُس نے خیال کیا ہو کہ تھریس میں فیلقوس کو ناکامی ہو گی۔ بہرحال امفسا کی مخالفت کی خواہ کوئی بھی وجہ کیوں نہ ہو، اس میں تو شبہہ نہیں کہ ائس خنیس نہیں بلکہ دیموس تھنیس فیلقوس کو یونان میں لانے کا اصلی باعث ہوا۔ اس موقع پر بھی ہم دیکھتے ہیں کہ اہم بحران کے موقعوں پر کس طرح فیلقوس چال بازی کرتا ہے اور جب اس کا کوئی جدید طرز عمل اُس کی قدیم حکمت عملی کے مخالف ہوتا ہے تو کس طرح وہ لوگوں کو اپنا ہمنوا کر لیتا ہے، بجائے اس کے کہ اپنے نئے مقاصد کا یک بیک اعلان کر کے عوام ایتھنز کو اپنا مخالف کر لے، وہ پہلے پرانی حکمت عملی کا سلسلہ منقطع کر دیتا ہے، چنانچہ ایتھنزیوں کو بعض ایسے اُمور کی ممانعت کی جاتی ہے جن کی اُنھیں پہلے امید تھی۔ یہ اصول تھا جسے پیش نظر رکھ کر اُس نے ایتھنزیوں کو اپنا لشکر فیلقوس کی مدد کے لئے تھسلی بھیجنے سے باز رکھا تھا حالانکہ بحیثیت فیلقوس کے حلیف کے اُن کا فرض تھا کہ وہ اُس کی مدد کریں، اور اسی اُصول کے مدنظر اُس نے ایتھنزیوں کو فیثوی کھیلوں میں شریک ہونے کی ممانعت کر دی تھی۔ یہ طرز عمل فیلقوس اور انجمن ہمسایگاں دونوں کو سخت بُرا معلوم ہوا، اور جب ایتھنزیوں کو انجمن کے غیظ و غضب کا حال معلوم ہوا تو وہ اُس کے مخالف ہو گئے۔ اس موقع پر بھی یہی ہوا۔ ایتھنزی سرکاری طور پر امفسا کا راگ نہیں گاتے، بلکہ صرف اُن کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کرنے سے باز رہتے ہیں، اور اس طرح رفتہ رفتہ وہ تھبزی اور

باب ۱۸ | جس میں، تھبزیوں کو یونانیوں کا دشمن بیان کیا گیا تھا، ایتھنز پر استغاثہ دائر کریں،

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ امفسائی فریق کا ساتھ دینے لگتے ہیں، اور جب وقت آتا ہے تو اُن کے ساتھ میدان جنگ میں بھی دکھائی دیتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ امفسا کا ساتھ دے کر دیموس تھنیس نے ایتھنز و تھبز کے باہمی مخالفے کے راستے میں آسانیاں پیدا کر دیں۔

جب فیلقوس نے امفسا پر قبضہ کر لیا تو اُس وقت بھی دیموس تھنیس ہی صلح کے راستے میں (جس کی تائید میں فوکیون تھا) سد راہ ہوا۔ یہاں شیفر ("دیموس تھنیس" ۲، ۵۶۰) اُسے مفصلۂ ذیل انداز سے حق بجانب ٹھہرانے کی کوشش کرتا ہے:۔ "جو شخص فیلقوس سے واقف تھا وہ یہ جانتا تھا کہ فیلقوس اب بھی صلح کرنے سے اُتنا ہی گریز کر رہا ہے جتنا پہلے،......... اور جب ایتھنزیوں کو یہ آشکارا ہو گیا تو اُنھوں نے معاملات کا دارومدار اپنی قوت بازو پر رکھ دیا"۔ لیکن شیفر اپنی اس رائے کا اظہار کر کے گویا دیموس تھنیس اور اتیھنزیوں کو ملزم قرار دیتا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ایشیائی مہم کے لئے کسی نہ کسی طرح یونانیوں سے مفاہمت کرنا فیلقوس کے لئے لوازمات سے تھا۔ دیموس تھنیس (Cherr. ۶۰ میں) کہتا ہے کہ فیلقوس ایتھنز کو "بالکل تباہ و ویران" کرنا چاہتا تھا، لیکن جنگ خیرونیہ کے بعد شاہ مقدونیہ نے جو برتاؤ ایتھنز کے ساتھ کیا اُس سے فیلقوس کے قول کا بطلان ہو جاتا ہے۔ وائل اپنی "تقاریر دیموس تھنیس (Weil: Plaidoyers de Dem.) صفحہ ۳۹۹ میں شیفر سے صحیح تر نتیجے پر پہنچتا ہے؛ وہ کہتا ہے کہ "عام خیال کے بموجب فیلقوس نے یونان کا سپہ سالار اعظم یعنی مالک بننے کے خیال کو ترک کر دیا تھا"؛ لیکن ظاہر ہے کہ سپہ سالار اعظم کے معنی مالک کے کسی طرح نہیں لئے جا سکتے، اور اگر یہ واقعہ ہوتا تو دیموس تھنیس اپنی تقریر میں اُسے ضرور ہی لاتا۔ لیکن اُس نے اس کے بجائے کبھی ایتھنزیوں سے یہ نہیں کہا کہ دیموس تھنیس سپہ سالار بننے کا خواہاں ہے، اسلئے کہ اس سے اُن میں کھینچی پیدا ہو جاتی، بلکہ اس کے بجائے اُس نے یہ جھوٹ بولا کہ وہ یونان کا خاتمہ کرنے کے درپے ہے۔ اس سے یونانیوں میں جوش پیدا ہو گیا۔

چنانچہ اُس نے اپنی حکمت کی طرف سے جواب تیار کیا۔ جب استغاثے کی سماعت شروع ہوئی تو ائس خنیس نے یونانی طریقے کے مطابق جو آبا خود امفسا پر یہ الزام لگایا کہ اُس نے ایک ایسے کھیت کی کاشت کی ہے جو اپولو کے نام پر معنون تھا۔ واضح ہو کہ یونان میں اس قسم کے الزامات کے لئے مستغیث کے واسطے ہمیشہ مواد تیار رہتا تھا۔ ائس خنیس نے اس موقع پر ایک نہایت ہی فصیح و بلیغ تقریر کی، جس پر مجلس نے امفسا کو مورد الزام قرار دیا، اور جب اس شہر نے تمرد اختیار کیا تو تھسالوی کوتی فوس کی صدارت میں اُس پر لیگ کی جانب سے اعلان جنگ کر دیا گیا۔ باب ۱۸
اس کارروائی سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ لیگ کی تنظیم میں جو تبدیلی کی گئی تھی (جس کا ہم اس سے پیشتر اشارہ کر چکے ہیں) وہ اپنا اثر لارہی تھی۔ ۳۵۶ ق م میں تھبز کو سیادت حاصل تھی، لیکن جس روز تھسیالویوں نے اُس کی دوستی سے منہ موڑا اُسی روز اُس کی سیادت کا بھی خاتمہ ہو گیا؛ اب لیگ کا گویا کلید بردار فیلقوس تھا، اور اُسے تھسالویوں، ماگ نے تیون، اکارنانیوں اور دوسری اقوام کی تائید حاصل تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ لیگ کا اور تھبز کا مفاد ایک دوسرے سے جداگانہ ہو گیا، اور اسی لئے امفک تیونیس نے اُس کے حلیفوں یعنی لوکرسیوں پر حملہ کرنے میں

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ اس غلط بیانی سے جو مذموم نتائج ظہور پذیر ہوئے اُن کے لئے دیکھو باب ۱۹، حاشیہ ۱۔ اگر ایران کے خلاف مہم سر کرنے کے لئے یونانی فیلقوس کو اپنا سپہ سالار بنا دیتے تو اس سے نجات بھی مل جاتی اور یونانیوں کی آزادی بھی معرض خطر میں نہ آتی اس لئے کہ ایسی صورت میں یونانی اپنے شرائط پیش کر سکتے تھے، اور یہ جنگ خئیرونیہ کے بعد بالکل ناممکن تھا۔

اس میں کوئی شبہہ نہیں کہ صلح نامۂ فلوکراتیس سے جنگ خئیرونیہ تک دیموس تھنیس بحیثیت ایک تہیج آفریں مدبر کے بالکل لاثانی ہے، اور اس کا ذکر پڑھنے سے ہمیں گلیڈسٹن کی یاد تازہ ہوتی ہے۔

باب ۱۲ مطلق مضایقہ نہیں سمجھا۔ ۳۵۶ ق م میں تو تھبزیوں نے مذہب کو اپنا آلۂ کار بنایا تھا، اب اسی مذہب سے تھبز کے دشمن اپنا کام نکال رہے تھے۔ یہ بالکل ممکن تھا کہ ایتھنز اس عہد میں امفکٹیونی لیگ کا رہنما ہوتا، اور اس طرح نہ صرف اراکین لیگ راضی رہتے بلکہ ایتھنز کی عزت و وقار بھی قائم رہتی، اُس کا مفاد بھی ہاتھ سے نہ جاتا، اور شاید فیلقوس بھی یونان کی طرف پیش قدمی نہ کرتا۔ لیکن یہ طرز عمل اختیار کرنے کے برعکس دیموس تھنیس تھبز اور امفسا سے بگاڑ نہیں چاہتا تھا، چنانچہ ایتھنز کلیتہً اس جھگڑے سے الگ تھلگ رہا۔ دیموس تھنیس کا یہ طرز عمل صرف اس صورت میں سمجھ میں آسکتا ہے اگر ہم یہ سمجھ لیں کہ اس کا مقصد تھبز کو ایتھنز کا مرہون منت کرنے کا تھا تاکہ موقع آئے تو اُسے فیلقوس کے خلاف اپنا ہمنوا بنا لے۔ اس کی وجہ سے ایتھنز تو علیحدہ رہا اور اُس کی جگہ امفسا کے خلاف لیگ کی طرف سے دوسری سلطنتوں کے لوگ سپہ سالار مقرر ہو گئے، اور چونکہ انھوں نے لڑائی میں کسی قسم کا جوش و خروش نہیں دکھایا اس لئے آخرکار ارباب لیگ نے ۳۳۶ ق م میں خود فیلقوس کو سپہ سالار مقرر کر دیا۔ دراصل یہ دیموس تھنیس کی حکمت عملی کا ایک فطری نتیجہ تھا جس کی وجہ سے یہ جھگڑا اس قدر طول کھینچ گیا تھا۔ بہرحال شاہ فیلقوس کے پاس لیگ کا طلب نامہ عین اُس وقت پہنچا جب وہ اُس کا منتظر تھا۔ وہ اُس کو ملتے ہی فوراً جنوب کی طرف چل دیا، اور ایلاتیہ کے شہر پر، جو فوکس میں دریائے کیفی سوس کے شمال میں واقع تھا، قبضہ کر لیا۔ اُس طرح اُس نے ایک ہی وار میں تین طرف ضرب لگائی، ایک تھبزیوں پر، جو امفسا کی دوستی کا دم بھرتے تھے، دوسرے تمام ملک یونان پر، جو امفکٹیونیس کی کارروائیوں کو ناپسندیدہ نظروں سے دیکھتا تھا، تیسرے ایتھنز پر، جو خفیہ طور پر امفسا کا ہوا خواہ اور علانیہ مقدونیہ کا دشمن تھا[۱۴]۔

۱۴؎ ایلاتیہ کی تسخیر کی تاریخ مابہ النزاع ہے۔ شیفر کی "حیات دیموس تھنیس" کے مدیر

باب ۱۸

اس موقع پر ہم دیموس تھنیس کی تقریر De corona کے اُس مشہور فقرے سے دوچار ہوتے ہیں جس میں وہ بیان کرتا ہے کہ کس طرح ایک روز شام کے وقت ایلاتیہ کی تسخیر کا حال ایتھنزیوں کو معلوم ہوا اور کس طرح اُن میں خلفشار اور ہراس کی لہر دوڑ گئی۔ دوسرے روز ایتھنزی ایک مقام پر جمع ہوئے، لیکن جب تک دیموس تھنیس نے کھڑے ہو کر انہیں سیاسی صورت حال سے مطلع نہ کر دیا اُس وقت تک کسی کو کوئی تحریک پیش کرنے کی ہمت نہیں ہوئی۔ اُس نے کہا کہ ایلاتیہ پر فیلقوس نے جو قبضہ کر لیا ہے یہ ایتھنز کے لئے خطرناک ہے اس لئے کہ وہ ایتھنز کا علانیہ دشمن ہے، لیکن اس سے بھی زیادہ اُس حکمت عملی سے تھبز پر ایک کاری وار کیا گیا ہے، اس لئے ایتھنزیوں کو چاہیئے کہ وہ مسلح ہو کر بیوتی سرحد تک جائیں اور سفرا کے ذریعے سے اپنے خدمات تھبز کے سامنے پیش کریں۔ چونکہ کسی اور شخص نے کوئی دوسرا خیال ظاہر نہیں کیا اس لئے عوام نے اسی کو منظور کر لیا اور اس طرح آیندہ خارجی طرز عمل کا گویا ایک پیش نامہ تیار کر دیا۔ اس کے علاوہ اس تحریک میں ایک اور اصول مضمر تھا، وہ یہ کہ اُس کے ذریعے سے ایتھنز نے

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ ہوفماں Hoffmann کی رائے درست معلوم ہوتی ہے؛ وہ کہتا ہے کہ "بلوٹارک" "دیموس تھنیس" ۱۸ کے بموجب اعغسا کی مہم ایلاتیہ کی تسخیر سے پہلے سر ہو چکی تھی؛ لیکن ائس خنیس ۳، ۱۴۰، ۱۴۶ وغیرہ، اور .De Corr ۱۵۲ وغیرہ و ۲۱۶ میں جو واقعات دئے ہوئے ہیں وہ اس مفروضے کے خلاف پڑتے ہیں اور تھبز کے ساتھ معالفے اور جنگ خیرونیہ کے درمیان بہت سے واقعات پیش آتے ہیں۔" یہاں .De Corr ۱۵۲ میں "قوت واقتدار" وغیرہ کا جو ذکر ہے اُسکی طرف ناظرین کی توجہ مبذول کرنا چاہتا ہوں اور یہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ سنویت کے معاملے میں بلوٹارک پر کلیۃً انحصار نہیں کیا جا سکتا۔

جنگ آزمائی کے بہترین طریقے کے متعلق دیموس تھنیس اور فوکیون کی رائے؛ بلوٹارک:

"فوکیون" ۱۶۔ تھبز و ایتھنز کے باہمی معالفے کے شرائط؛ شیفر: "دیموس تھنیس" ۲، ۵۵۲۔

باب ۱۵

اُسی تھبز کی دستگیری کا تہیّہ کر لیا تھا جو کبھی ایتھنز کے موافق رہا تھا کبھی مخالف، گویا کہ ایتھنز کے جدید طرزِ عمل سے ایک قسم کے علوئے ہمّت کا اظہار ہوتا تھا جو ایتھنزیوں کے خیالات کے حسب حال تھی۔ الغرض تھبز کی سفارت کا کام دیموس تھنیس اور نو ساتھیوں کے سپرد کیا گیا۔ چنانچہ یہ سب تھبز چل دئیے۔ یہ سُن کر فیلقوس نے بھی اپنے قائم مقام تھبز روانہ کئے۔ دیموس تھنیس کہتا ہے کہ فیلقوس کے سفرا نے مطالبہ کیا کہ تھبز کو مقدونی افواج کو کم سے کم اپنے ملک میں ہو کر گزرنے دینا چاہیئے، اور یہ بھی کہا کہ اگر وہ مقدونیہ کے ساتھ مل کر ایتھنز سے لڑیں گے تو وہ مال غنیمت کے ایک معقول حصّے کے مستحق سمجھے جائیں گے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف ایتھنز ہی نہیں بلکہ مقدونیہ بھی تھبز کو اپنا ہمنوا بنانے کی فکر میں تھا۔ چنانچہ عجب نہیں کہ تھبزیا سمجھنے لگے ہوں کہ یونان کی قسمت کا دارومدار انھیں پر ہے۔ اگر ہم غور کریں تو یہی تھبز تھا جو تمام جھگڑے ٹنٹے کی گویا بنیاد تھا۔ اسی نے جنگ فوکس کی ابتدا کی تھی، اسی نے ۳۵۳ ق م میں فیلقوس کو تھریس میں پیش قدمی کرنے کی ہمّت دلائی اور تھسلی کے اعیان سے مل کر یونان آنے کی دعوت دی تھی، اور اب ظاہر ہے کہ وہ ہرگز یہ نہیں چاہتا تھا کہ فیلقوس کی وجہ سے اُس کے رتبے اور حیثیت میں شمّہ بھر بھی کمی ہو۔ الغرض انھیں امور کو پیش نظر رکھ کر اپنی قوت و اقتدار کی حفاظت کرنے کی غرض سے اُس نے ایتھنز کی دعوت کو قبول کر کے اُس کے ساتھ محالفہ کر لیا۔ لیکن اس محالفے کی منظوری کے لئے اُس نے جو الفاظ استعمال کئے وہ کچھ اس قسم کے تھے جن سے معلوم ہوتا تھا کہ اُنھوں نے بڑا بھاری ایثار اور زبردست قربانی کی ہے۔ چنانچہ ایتھنز اُن کے لئے طرح طرح کی مراعات پر تیار ہو گیا۔ ایتھنزیوں نے اعلان کر دیا کہ جنگ کا ایک تہائی خرچہ وہ خود برداشت کریں گے، سمندر پر آئندہ ایتھنز اور تھبز کی حیثیت بالکل مساوی رہیگی، خشکی پر افواج کی کمان کا حق تھبز کو حاصل ہوگا، اور بیوتیہ میں تھبز ہی کی سیادت رہیگی۔ اس اعلان سے

ظاہر ہے کہ ایتھنز نے بہت سے اصولی اور عملی مسائل پر تسلیم خم کر دیا اور بیوتیہ پر تھبز کی سیادت کے اصول کو منظور کر کے اس نے اپنی تمام روایات پر گویا پانی پھیر دیا۔ تھبز اور ایتھنز کی اس باہمی مصالحت سے ایک جدید کیفیت پیدا ہو گئی" اور اگر یونان کی دوسری مملکتیں بھی ان سے مل جاتیں تو اغلب یہ ہے کہ فیلقوس کو مقدونیہ واپس چلا جانا پڑتا۔ لیکن یونان کی باقی ماندہ اہم ترین مملکتیں یعنی اسپارٹا، مسینیہ، الیس، آرکیڈیا اور آرگوس تو بالکل الگ تھلگ رہیں، اور صرف یوبیہ، میگارا، کورنتھ، اکائیہ، اکارنانیہ، لیوکاس اور کورسائرا نے ہی سپاہی روانہ کئے۔ ابتدا میں تو ان حلیفوں کو تھوڑی بہت کامیابی ہوئی، لیکن امفسا کی کمک کے لئے دس ہزار سپاہی روانہ کرنے کے بعد ان کی قوت میں معتد بہ کمی پیدا ہو گئی۔ ہم پڑھتے ہیں کہ موسم بہار ۳۳۸ سنہ ق م میں ایتھنز یوں نے دیموس تھنیس کو اسکے جوش و خروش کے انعام کے طور پر ایک طلائی گھیرا دیا، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انھیں اس وقت تک صورت حال کی نزاکت محسوس نہیں ہوئی تھی۔ لیکن حالات و واقعات کی شکل بدل جاتی ہے۔ فیلقوس نے ایک ایسی ترکیب چلی کہ خاریس نے امفسا والے دروں پر سے اپنا قبضہ ہٹا لیا، اور اس کے بعد اس نے خاریس سے جنگ آزمائی کر کے نہ صرف امفسا پر بلکہ نئو پاکتوس پر بھی قبضہ کر لیا۔ اب شاہ مقدونیہ نے پھر ایتھنز اور تھبز سے صلح کرنے کی کوشش کی لیکن دیموس تھنیس کے کہنے سے ان دونوں شہروں نے لڑائی جاری رکھنا ہی مناسب سمجھا۔ اس کے بعد فیلقوس جو تدابیر جنگی کا ماہر تھا، بڑھا اور بغیر کسی قسم کی مدافعت کے بیوتی میدانوں تک یعنی تھبز کے بالکل قریب پہنچ گیا۔

الغرض فریقین کے مابین خیرونیہ کے مقام پر اگست یا ستمبر ۳۳۸ سنہ ق م میں ایک فیصلہ کن لڑائی ہوئی[۱۵]۔ فیلقوس کی فوج میں تیس ہزار پیدل

۱۵ جنگ خیرونیہ بتاریخ ۷ میتاگیت نیون سنہ ۳۳۸ ق م کو لڑی گئی، لیکن چونکہ ہم

باب ۱۵ اور کم از کم دو ہزار سوار تھے، اور گو حلیفوں کی فوج کی تعداد اس سے ذرا زیادہ تھی لیکن فیلقوس کی فوج تجربہ کار اور کار آزمودہ تھی اور اُس کا واحد مرکز فیلقوس کی ذات تھی، جو خود بھی فن حرب میں یکتا تھا اور جس کے زیر دست سپہ سالار بھی نہایت قابل تھے۔ اس کے مقابل حلفا کی فوج سب کی سب شہریوں پر مشتمل تھی جن میں آزادی اور حریت کا جوش بھرا ہوا تھا؛ ان میں سے تھبزیوں کی ہمت اور مردانگی اور شجاعت ضرب المثل تھی،

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ اس سے واقف نہیں کہ یہ سنہ لوند کا سال تھا یا نہیں اس لئے ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ آیا یہ تاریخ اگست میں پڑی یا ستمبر میں۔ دیکھو گیوطلنگ:
"مضامین تاریخی" Götting Gesch. Abh. ۱، ۱۴۷ وغیرہ؛ گرتیوس ۳، ۵۰۸-
ایگل ہاف کی کتاب "مضامین تاریخی" Egelhaaf: Analekten zu Geschich.
(صفحہ ۴۵) کے مطابق فیلقوس نے اپنے فوجی جناح کو آگے نہیں بڑھنے دیا تاکہ سکندر اپنے بازو کو بطور میخ کے دشمن کے لشکر میں گھسا دے؛ کیوخلی و ریوستو: "یونانی فن حرب" Koechly und Ruestow: Griech: Kriegsw. ۲۳۲- اس لڑائی میں ایتھنزیوں کے ساتھ چند اکارنانی بھی تھے؛ مجموعۂ نوشتہ جات اٹیکا C.I.A. ۲ = ڈٹن برگر (۱۰۹)
شیر کے مجسمے کے لئے دیکھو بیڈیکر Baedeker ۱۲۳-
یونانی لڑائی میں بہادری کا ثبوت دیتے تھے لیکن کسی طویل مہم کے دوران میں سپہ سالاری کے کام میں ہیٹے تھے۔ انھیں چاہیئے تھا کہ ہیلیس پونٹ میں جو مقدونوی بیڑا پڑا ہوا تھا اُس کا کام تمام کردیتے؛ اُنھیں دس ہزار فوج امفسا کو بھیج کر اپنے آپ کو کمزور نہیں کرنا چاہیئے تھا نہ امفسا اور بیوتیہ کے درواں میں فیلقوس کی چال میں آنا چاہیئے تھا۔ لیکن یونان کی جمہوری عظمت کے آخری ایام یونانیوں کیلئے نہایت درجہ فخر و مباہات کا زمانہ تھا، اس لئے کہ وہ میدان میں نہایت بہادری سے لڑے اور صرف اس لئے سر تسلیم خم کیا کہ اُن کا دشمن ایک نہایت قابل سپہ سالار تھا۔ جنگ کا پانسہ مکاری اور فریب کی وجہ سے نہیں پلٹا اسلئے کہ رشوت یا فریب کاری کا پتہ بھی نہیں معلوم ہوتا۔ اور لیکلیس کے خلاف جو الزام لگایا جاتا ہے اُس سے ہم مطلق واقف نہیں؛ شیفر: "دیموس تھنیس" ۳، ۵۰ ے۔ حیبو دور دس ۱۶، ۸۸ میں لفاظی کے علاوہ کچھ بھی نہیں دیا ہے۔

اور انھیں میں تین سو سپاہیوں کا وہ "قشونِ مقدس" تھا جو صرف مرنے یا مارنے کے لئے لڑتا تھا۔ تھبزیوں کا سپہ سالار تھیاگنیس تھا اور ایتھنزیوں کی فوج ستراتوکلیس، خاریس اور لی سکلیس کے تحت میں تھی۔ ان تینوں ایتھنزی سپہ داروں میں ستراتوکلیس کو تو قابل کہا جا سکتا ہے، لیکن خاریس کی حیثیت اجیر سپاہیوں کے فوجدار سے زیادہ نہ تھی؛ رہا لی سکلیس، تو زمانۂ مابعد میں ایک باضابطہ عدالت نے یہ طے کر دیا کہ اُس نے اپنے فرائضِ منصبی کی کار فرمائی میں کوتاہی کی تھی۔ فریقین کی افواج کی تعداد تقریباً مساوی تھی لیکن مقدونوی سپہ سالاروں کی بہتر جنگی تدبیر کی وجہ سے حلیفوں کے مطمحی جوش و خروش کو نیچا دیکھنا پڑا۔ ابتدا میں تو ایتھنزی میسرے نے فیلقوس کو شکست دی، لیکن دوسری طرف سکندر تھبزیوں پر غالب آیا۔ لڑائی میں تھیاگنیس ہی نہیں بلکہ "قشونِ مقدس" کے تمام سپاہی لڑتے ہوئے مارے گئے، جس کے بعد حلیفوں کا پورا لشکر اُلٹے قدموں بھاگ گیا۔ کہا جاتا ہے کہ اس لڑائی میں ایک ہزار ایتھنزی مارے گئے اور دو ہزار گرفتار ہوئے۔ دیموس تھنیس نے ایک معمولی ہوپ لیت کی حیثیت سے حصہ لیا، چنانچہ وہ بھی میدان چھوڑ کر بھاگ گیا۔ باب ۱۵

اب ناٹک کا پردہ گرتا ہے۔ فیلقوس کا مقصد پورا ہو گیا۔ یونانی قوم کی ترکیب کے بعد پہلی مرتبہ ایک موروثی بادشاہ نے اول درجے کی یونانی مملکتوں کو شکست دی اور پہلی شکست سے یونان کی قسمت پر مُہر لگ گئی، لیکن یہ شکست ایسی تھی کہ مغلوب فریق کے لئے بھی اُتنی ہی سودمند تھی جتنی ظفرمند فیلقوس کے واسطے۔ یونانی عزت و وقار کو قائم رکھنے کے لئے اُن تھبزیوں اور اُن کے حلیفوں کی قبروں پر، جو لڑائی میں کام آئے تھے، سنگِ مرمر کا ایک شیر نصب کیا گیا جس کے بعض ٹکڑے اس وقت تک محفوظ ہیں۔ یہ جنگ اس قسم کی خارجی یادگار کے صحیح معنی میں مستحق ہے اس لئے کہ فتح و نصرت ہی ہمیشہ عظمت و وقار کا معیار

باب ۱۵ نہیں ہوا کرتی ہے۔ ۱۶ھ

۱۶ھ مقدونیہ اور یونان کا مقابلہ کرنے میں فریقین حد سے بڑھ گئے ہیں۔ دیموس تھنیس کے مؤیدوں کا یہ خیال بالکل غلط ہے کہ یونانیوں کو فیلقوس کی طرف سے اپنی آزادی کا خطرہ معلوم ہوتا تھا؛ ہمارے نزدیک فیلقوس محض اپنی سیادت کو تسلیم کرانا چاہتا تھا اسی لئے ہم نے اس مسئلے پر طویل بحث کی ہے۔ اب دیموس تھنیس کے طرزِ عمل کے خلاف صرف یہ کہنا باقی ہے کہ واقعتاً یہ اُسی پُرانے یونانی طرزِ عمل کا ہی سلسلہ تھا جس کے بموجب ایران کو یونانی معاملات میں مداخلت کرنے کا گویا اختیار تھا۔ ایران سے روپیہ آتا اور یونان اُس کے معاوضے میں اجیر سپاہی مہیا کرتا۔ جب سکندر نے ایران پر فوج کشی کی تو بلخیوں کے علاوہ شہنشاہ کی ایشیائی رعایا تو خاموش رہی اور جو کچھ اُس کے خلاف کارروائی کی وہ یونانیوں ہی نے کی۔ اگر دیموس تھنیس کی حکمت عملی کو کامیابی ہو جاتی تو یہ صورت حال، جو ہمارے نزدیک یونانیوں کی عزّت و وقار کے اصول پر مبنی نہیں تھی، مستقل شکل اختیار کر لیتی، اور خود یونان کو بدترین خانہ جنگی کا سامنا کرنا پڑتا، اس لئے کہ تھبز اور ایتھنز کے باہمی مخالفے اور تھبز کا بیوتیہ پر مکمّل غلبہ، یہ امور ایسے تھے کہ ان سے اوّل الذکر دونوں مملکتوں میں یقیناً نزاع پیدا ہوتا پھر پیدا ہوتا۔

اس کے برعکس ڈرائےسن ("یونانیت" ۱، ۳۲) کا خیال بھی غلط ہے کہ مقدونیہ کو یونان پر جو فتح و نصرت حاصل ہوئی وہ یونان کے مفاد کے لئے ضروری اور لازمی تھی اس لئے کہ "یونان اپنی مملکتوں کی تنگ زندگی کی وجہ سے گویا مفلوج ہو رہا تھا"۔ اس ضمن میں مقدونوی حکومت سے کسی قسم کی بہتری پیدا نہیں ہوئی، اور صرف یہی نہیں کہ یہ تنگی برابر جاری رہی بلکہ شائد اس میں زیادتی بھی ہو گئی۔ اس سے بہتر یہ تھا کہ یونانی مقدونیہ کے ساتھ بخوشی خاطر محالفہ کر لیتے۔ اگر ایسقراطیس کے خیال کے مطابق یونانی فیلقوس اور سکندر سے مل جاتے تو اُنھیں ایک طرف تو مقدونوی غلامی سے واسطہ نہ ہوتا اور دوسرے ایشیا کی فتح اور اُسکے فوائد کے حصہ دار بن جاتے اس لئے کہ ایسی حالت میں شاہ مقدونیہ کو کسی یونانی شہر میں اپنا لشکر رکھنے کی مطلق ضرورت باقی نہ رہتی۔

باب نوزدہم

فیلقوس کی زندگی کے آخری ایام

۳۳۸ ق م تا ۳۳۶ ق م

گو میدان جنگ میں فیلقوس نے اپنے حریفوں کے ساتھ کچھ ایسا ہی برتاؤ کیا جیسا کوئی وحشی اُس وقت کرتا ہے جب اُسے امید کے خلاف کامیابی ہوتی ہے، لیکن اس کے بعد اُس کا رویہ بدل گیا اور اُس نے اپنے سابق دشمنوں کے ساتھ جو سلوک روا رکھا اُس سے اُسکی عقلمندی اور عالی مرتبتی کا اظہار ہوتا ہے۔ اس شکست سے ایتھنزیوں میں بہت کچھ ہراس پیدا ہو گیا۔ دیموس تھنیس برابر اُن کے کان میں یہ ڈالتا رہتا تھا کہ فیلقوس اُن سے صرف فریب کاری اور رشوت خورانی میں ہی بڑھا ہوا ہے، لیکن جنگ خیئرونیہ سے ظاہر ہو گیا تھا کہ اُس کا مقدونوی جتھا آزاد شہریوں کے ہجوم پر بھی غالب آسکتا ہے۔ ایتھنز میں خوف و ہراس پھیلا ہوا تھا اس سے متاثر ہو کر ہی پریدیس نے یہ تحریک کر دی کہ غلاموں کو بھی مسلح ہو جانا چاہیئے، اور دیموس تھنیس نے اسی میں اپنی بہتری سمجھی کہ غلہ خریدنے اور روپیہ جمع کرنے کے بہانے شہر سے چلا جائے۔ اُسے غلہ خریدنے کے لئے اس قدر تعجیل کی مطلق ضرورت نہیں تھی اس لئے کہ

باب ۱۹

ایتھنزی جہازوں کو سمندر پر اب بھی تفوّق حاصل تھا، اور یہ بھی نہیں تو دیموس تھنیس کے علاوہ اور بہت سے لوگ غلّہ خرید نے کے فرض کو انجام دے سکتے تھے؛ لیکن اگر بالفرض فیلقوس کہیں ایتھنز کے قریب تک بڑھ آتا تو دیموس تھنیس جیسے عمومی مقرّر کے غیاب میں ایتھنز کو بڑی بڑی مشکلات سے دوچار ہونا پڑتا، چنانچہ خود اسے بھی اس کا خیال ہونا چاہیئے تھا کہ مملکت کے ایسے نازک اور خطرناک زمانے میں اُس کی خدمات کی ضرورت ہوگی۔ لیکن ہماری دانست میں وہ خود اپنی خدمات کی اہمیت کو اُتنا محسوس نہیں کرتا تھا جتنا زمانۂ حال میں اُس کے مدّاح، بلکہ در اصل اُسے اس کا احساس تھا کہ بہ نسبت اخلاقی اثر کے اُس میں مالی اور تجارتی قابلیت کہیں زیادہ ہے۔ ہمارے پاس اس کے باور کرنے کی کوئی وجہ نہیں کہ اُس نے ایتھنز محض فیلقوس کے ڈر کی وجہ سے چھوڑ دیا ہو، اور اگر اُسے بالفرض فیلقوس کا ڈر بھی تھا تو یہ محض بے بنیاد تھا۔ اوّل تو خود فیلقوس اس جلّت پھرت اور عزم کی دل سے وقعت کرتا تھا جو دیموس تھنیس نے اس کے خلاف دکھایا تھا، اور دوسرے گو اُس نے تھیبز کے ساتھ سختی کا برتاؤ کیا لیکن اُس کا یہ منشا ہرگز نہ تھا کہ وہ ایتھنز کے ساتھ درشتی یا سختی سے پیش آئے۔ اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ اولنتھوس کی طرح تھیبز اُس کا حلیف تھا اور اب ان دونوں شہروں نے اُس کے خلاف غدّاری کی تھی، لیکن دوسری طرف ایتھنز نے کبھی اس تنفّر کو پوشیدہ رکھنے کی کوشش نہیں کی تھی جو اُسے فیلقوس کے ساتھ تھا۔ الغرض تھیبز کو اورخومینوس، تھسپیائے اور پلاٹیہ سے دست بردار ہونا پڑا، اور اُن شہروں کو، جن کے ساتھ اُس نے نہایت خراب برتاؤ کیا تھا، اب دوبارہ آزادی حاصل ہوگئی۔ کادمیہ میں ایک مقدونوی دستہ مسلّط کیا گیا، اور جب وہ لوگ جن کو تھیبز نے ملک بدر کیا تھا، واپس آئے تو اُنھوں نے اپنے مخالفوں پر مقدّمہ چلا کر اُنھیں سزائے موت کا مستحق گردانا۔ لیکن ایتھنز کے ساتھ فیلقوس اِس سے بہتر سلوک

باب ۱۹

کرنا چاہتا تھا، چنانچہ اُس نے دیماڈیس کو جو اس وقت اسیر جنگ تھا، ایتھنز پیام لے کر بھیجا اور کہا کہ وہ ایتھنز کو برباد نہیں کرنا چاہتا جو مدّت دراز سے یونان کے قوائے ذہنیہ کا مرکز بنا رہا ہے اور اس وقت بھی عرصے تک مدافعت کرنے کے قابل ہے۔ جب ایتھنزیوں کو بادشاہ کا عندیہ معلوم ہوا تو انھوں نے ایک ماموریہ جس میں دیماڈیس، فوکیون اور ائس خنیس شامل تھے اس غرض سے مقرر کی کہ وہ فیلقوس سے اسیرانِ جنگ کی بابت گفتگو کریں اور ساتھ ہی دوسرے معاملات کے متعلق بھی اُن کی مرضی دریافت کریں۔ بادشاہ نے قیدیوں کو تو نہ صرف کسی قسم کا فدیہ لئے بغیر رہا کر دیا بلکہ انھیں اپنے پاس سے کپڑے بھی دیئے، اور کہا کہ مردوں کی نعشیں وہ براہِ راست ایتھنز روانہ کرے گا، اور خود اپنے سفیروں کے ذریعے سے ایتھنز کو اپنے مافی الضمیر کا حال بتا دے گا۔ جب ایتھنزی ماموریہ واپس چلی تو اُس نے اُن کے پیچھے پیچھے انتی پاتر اور نوجوان سکندر کو اپنی طرف سے ایتھنز روانہ کیا تاکہ وہ اُس کی طرف سے ایتھنز کے سامنے شرائطِ پیش کریں۔ اُنھوں نے کہا کہ ایتھنز نہ صرف حسبِ سابق آزاد رہے گا بلکہ دیلوس و ساموس (اور اغلباً لیمنوس و امبروس) پر بھی قابض رہیگا، اور تھبزی مالِ غنیمت کے ایک حصّے کا بھی حقدار ہوگا، نیز آیندہ سے اُسے مقدونیہ اپنا حلیف تصوّر کرے گا۔ ایتھنزیوں کے لئے یہ شرائط نہایت درجہ باعثِ تعجّب و حیرت تھیں۔ دیموس تھنیس نے تو اُن سے یہ کہا تھا کہ فیلقوس ایتھنز کا خاتمہ ہی کرنے کے درپے ہے، اور اب وہ بالکل خلافِ امید اُن کے سامنے طرح طرح کے تحفہ تحائف پیش کر رہا تھا! ایسی صورت میں، گو وہ محاصرے کے لئے ہر طرح سے تیّار تھے لیکن وہ کسی طرح سے بھی اُس کے نامعلوم خطرات سے دوچار ہونا پسند نہیں کرتے تھے، چنانچہ اُنھوں نے فیلقوس کی یہ شرطیں تسلیم کر لیں؛ نہ صرف یہ بلکہ اُنھوں نے اپنی خلافِ اُمید مخلصی اور نجات کی خواہش کے اظہار کے طور پر اُسے حقِ شہریت عطا کیا اور سر بازار اُس کا ایک مجسّمہ نصب کرایا۔ اُنھیں

باب ۱۹ دو امر کی بابت غلط فہمی ہوئی تھی، ایک تو بادشاہ کی قوت کے متعلق اور دوسرے اُس کے ارادوں کے متعلق؛ اور اب اُنھیں اصلی واقعات وحالات کا پتا لگ گیا تھا۔ لیکن باوجود اس کے اُن کے واقعی جذبات میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں ہوئی، چنانچہ جب مقتولوں کے جنازے پر تقریر کرنے کا سوال پیدا ہوا تو اُنھوں نے اس عزت کے لئے دیموس تھنیس ہی کو مقرر کیا[۱]۔

۱؎ غلاموں کو مسلح کرنے کی تحریک : Suid: apepseph. دیکھو بیلوخ "یونانی اور رومانی دُنیا کی آبادی" Beloch: Bevoelkerung der griech-roem Welt صفحہ ۹۸۔ ہرتزبرگ ("تاریخ یونان" Herzberg: Griech Geschichte ہالے، ۱۸۸۳ء، صفحہ ۴۳۶) کی بھی، جو خود دیموس تھنیس کا بڑا بھاری موید ہے، یہی رائے ہے کہ اُس کے ایتھنز سے چلے جانے کی وجہ سے نقصان ہوا۔ ہم دیکھیں گے کہ تیسری صدی ق م میں ایتھنز کے رہبر گو ایسے بڑے مقرر یا خطاب نہیں تھے، لیکن اپنی آزادی کی نہایت سختی کے ساتھ حفاظت وکوشش کرنے میں کسی سے کم نہ تھے۔ شیفر (" دیموس تھنیس ۳، ۲۶ تا ۲۹) کہتا ہے کہ یہ فقط فیلقوس کی "خلاف امید عالی حوصلگی" ہی تھی جس کی وجہ سے ایتھنزیوں کا صلح نامے کی طرف میلان ہوا، اور ممکن نہ تھا کہ وہ فیلقوس کے خلاف مدافعت کرتے اور اگر زیادہ دن تک جمے رہتے تو شاید فیلقوس کے قبضے سے "اُس کے ایڑی چوٹی کے زور کی سب کمائی نکل جاتی" (شیفر صفحہ ۱۰)۔ لیکن ہمارے نزدیک، دیموس تھنیس نے جو کذب آمیز چالیں چلیں اُن کا بجنسہ یہی نتیجہ نکلا۔ دیموس تھنیس نے اُن سے یہ کہہ رکھا تھا کہ فیلقوس ایتھنز کو "بالکلیہ تباہ وبرباد کرنا" چاہتا ہے، لیکن اس کے برعکس بادشاہ ایتھنز کے ساتھ دوستی کو اس قدر اہمیت دے رہا تھا۔ ایتھنز کے زوال جیسے اہم واقعے کا آغاز ہماری سمجھ میں آسانی سے آسکتا ہے، اور یہ بات ہرگز نہیں چھپائی جاسکتی کہ ایک بڑی حد تک اُس کے زوال کا الزام اُس کے ممتاز مدبروں پر عائد ہوتا ہے۔ اگر دیموس تھنیس اپنا دماغ اُتنا ہی صحیح رکھتا اور اُتنی ہی جلت پھرت دکھاتا جیسی ۱۸۱۴ء میں نپولین نے دکھائی، تو باوجود اپنی "تجربہ کاری" اور اپنے

باب ۱۹

اس کے بعد فیلقوس معاملات یونان کے مزید تصفیے کی طرف متوجہ ہوا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اُس نے خالکس پر اس سے قبل ہی قبضہ کرلیا تھا، اور اب ایک پُل بنا کر اُسے اقلیمی علاقے کے ساتھ ملا دیا گیا، نیز اُس نے کورنتھ میں ایک مقدونوی دستہ چھوڑا۔ ان کارروائیوں کا یہ نتیجہ نکلا کہ آئندہ اگر بالفرض مقدونوی افواج کو تھرموپلی میں ہو کر گزرنے نہ دیا جائے تو بھی وہ خالکس اور کورنتھ ہو کر جہاں چاہتا جا سکتا تھا۔ آرگوسیوں کی دیرینہ آرزو بر آئی تھی اور ـــــ تمے نوس کی نسل کا ایک فرد یونان کا رہبر بن گیا تھا، چنانچہ اُنھوں نے اپنے مظفر و منصور بھائی کو خوش آمدید کہا اور آرکیڈیا، مسینیہ، اور ایلس بھی فیلقوس کے ہواخواہوں میں شامل ہو گئے۔ اب اسپارٹا کی باری آئی۔ آرخی داموس شاہ اسپارٹا نے تو

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ ہپریدیس کے (دیکھو حاشیہ ۳) وہ شاید نپولین کی طرح ایک بڑا مدبر بن جاتا۔ لیکن خواہ اس وجہ سے کہ اُسے حقیقی صورت حال سے کما حقہٗ آگاہی نہیں تھی، ورنہ اس لئے کہ وہ آئندہ کے متعلق صحیح رائے قائم نہیں کرسکا اس نے ایتھنزیوں کو اپنے دشمن کے مقاصد و وسائل بتانے میں بڑی بھاری غلطی کی، اور جب مقدونوی جتھا، جس کی اُس نے ان سے بُرائی کی تھی، بہادر اور دلیر یونانیوں کو نیچا دکھا چکا، تو اب وہ غلّہ اور روپیہ فراہم کرنے کی فکر میں لگ گیا اور دوسروں کو شہر کو اُسکی مصیبتوں سے چھٹکارا دلانے کے لیئے چھوڑ گیا!

فیلقوس نے ایتھنز کے ساتھ جو مہربانی آمیز سلوک کیا وہ اس وجہ سے نہیں کہ اُسے اسی میں اپنا مفاد نظر آیا بلکہ وہ اُس شہر کی اہمیت کی پوری عزّت کرتا تھا؛ مقابلہ کرو .pseu. Call ۲،۵۔ اُس کے جذبات وہی تھے جو یونانیوں کے تھے۔ یونانی ناموری اور شہرت کے بڑے دلدادہ تھے، اور یہ نہایت مخصوص انداز سے یوریپیدیس: "مدیا" ۵۳۵ سے ظاہر ہوتا ہے جہاں یاسون چاہتا ہے کہ مدیا اُس کا شکریہ کرے اس لئے کہ اگر وہ اُسے یونان نہ لاتا تو وہ اتنی مشہور کبھی نہ ہوتی۔ بلاشبہ اس بیچاری بے یار و مددگار عورت کی اشک شوئی اس قسم کی باتوں سے نہیں ہو سکتی تھی، لیکن یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ یوریپیدیس نے یہ پارہ ایتھنزی عموم کے لئے لکھا تھا، جو اپنے آپ کو یونان میں شہرت اور ناموری کی کنجی سمجھتے تھے۔

باب ۱۹ سرزمین اٹلی میں تارنتوم کی طرف سے ایک مہم سر کرتے ہوئے اپنی جان دیدی تھی، اب اُس کا بیٹا اگس بادشاہ تھا۔ اُس نے اپنے وطن مالوف کی لاج رکھ لی، اور جب فیلقوس نے دریافت کیا کہ آیا وہ شہر میں داخل ہو سکتا ہے تو اسپارٹیوں نے مختصراً محض "نہیں" کہہ کر اس کا مقابلہ کیا۔ اس پر گو فیلقوس نے ملک لقونیہ کو تاخت و تاراج کر دیا، تاہم اسپارٹی اُس کی شرائط کو برابر نامنظور کئے ہی چلے گئے۔ اب فیلقوس نے شہر اسپارٹا کو تو چھوڑ دیا لیکن قدیم لقونوی سرحد تک تمام اسپارٹی علاقے پر قبضہ کر لیا، جس میں سے مقبوضہ علاقے کا مشرقی حصہ تو آرگوس کے، اور دریائے یوروتاس کے منبع کے قریب کا ٹکڑا آرکیڈیا کے حوالے کر دیا گیا۔ اسپارٹا کے علاوہ جزیرہ نمائے پیلوپونیز کے باقی ماندہ باشندوں نے فیلقوس کی عزت و توقیر کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ اُسکے نام پر اولمپیا میں ایک مخصوص عمارت "فلپیوم" تیار کی گئی، اور اُس میں فیلقوس اور اُس کے والدین کے سونے اور سنگ مرمر کے بنے ہوئے مجسمے استادہ کئے گئے۔ جب فیلقوس کورنتھ میں تھا تو اُس نے یونانیوں کے سامنے ایک یونانی لیگ کا خاکہ پیش کیا، جس کے مطابق ہر رکن کو کامل خود مختاری حاصل ہوتی، اور اپنے دستور کا اتباع کرنے کا اختیار ہوتا اور سمندر پر جہاز رانی کا اختیار ہوتا۔ فیلقوس نے یہ طے کیا کہ اس کام کی تکمیل کے لئے تمام یونانی ریاستوں کے Synedroi کورنتھ میں جمع ہوں اور اس جدید لیگ کا محکمہ عدالت "انجمن ہمسایگاں" بنائی جائے۔ یہ بھی قرار پایا کہ اُس کی رہبری میں یونانی مقدونیوں کے ساتھ ایران پر ان حرکات کی سزا دینے کے لئے فوج کشی کریں گے جو اُس سے یونانی عبادت گاہوں کو نجس کرنے میں سرزد ہوئی تھیں۔ اس طرح یونانیوں کا فیلقوس کے ساتھ بجنسہٖ اُسی قسم کا تعلق پیدا ہو گیا جو ۳۷۷ق م کی لیگ کے قیام کے وقت حلیفوں کا ایتھنز کے ساتھ ہوا تھا، اور ممکن ہے کہ یہ تعلق یونانیوں کے لئے قابل برداشت ہوتا۔ لیکن یہ حکم خالکس اور کورنتھ میں جو مقدونوی دستے چھوڑے گئے اُن پر

باب ۱۹

نہیں لگایا جا سکتا۔ بلا شبہہ پرانی لیگ سے یہ نئی لیگ بہتر تھی اس لئے کہ ایک خاص قومی مقصد یعنی جنگ ایران اُس کے پیش نظر تھا۔ لیکن مشکل یہ تھی کہ یونانی اسے بدرجہا زیادہ پسند کرتے تھے کہ ایران سے روپیہ لے کر اُس کی خدمت کریں بجائے اس کے کہ فیلقوس کی خواہش کے مطابق اُن سے زبردستی رقمیں وصول کریں، اور جب کیفیت یہ تھی تو یہ مقصد محض فضول اور بیکار معلوم ہوتا ہے۔

اس کے بعد فیلقوس ایران کے خلاف تیاریاں کرنے کی غرض سے واپس مقدونیہ گیا۔ لیکن قسمت نے یاوری نہیں کی، اور وہی وحشی پن جو مقدونیوں کی گویا گھٹی میں پڑا تھا، اُس کی موت کا بھی باعث ہوا۔ وہ اپنی بیوی اولمپیاس کے غرور و نخوت، اوہام پرستی اور ظلم و ستم کی وجہ سے روز بروز اُس سے بیزار و متنفر ہوتا جاتا تھا۔ اول تو اُس نے بہت سی عورتوں کے ساتھ ناجائز تعلقات پیدا کئے، لیکن آخر کار اُس نے ایک حسین و جمیل مقدونوی عورت کلیوپاترا سے نکاح کر لیا۔ لیکن عین نکاح کے وقت نئی ملکۂ مقدونیہ کے ایک عزیز اتالوس نے سکندر سے مخاطب ہو کر طعنہ آمیز لہجے میں یہ کہا کہ "او سکندر تو کہیں ولی عہد مقدونیہ تھوڑا ہی ہے، ولی عہد مقدونیہ تو اب پیدا ہوگا!" جس پر نہ صرف اسکندر اور اتالوس کے درمیان بلکہ سکندر اور فیلقوس کے درمیان بھی نہایت سخت کلامی کی نوبت آئی اور آخر کار سکندر اور اُس کی ماں مقدونیہ چھوڑ کر چلے گئے لیکن باپ بیٹا عرصے تک ایک دوسرے سے جدا نہیں رہے اس لئے کہ ایک کورنتھی مسمی دیمار اتوس نے فریقین کے مابین سمجھوتا کرا دیا۔ قرار یہ پایا تھا کہ افراد خاندان شاہی کے مابین جس قدر بھی جھگڑا ہے وہ سب سکندر کی بہن کلیوپاترا اور اُس کے ماموں سکندر والی ایپائروس کی شادی کے موقع پر جو آئیگئے میں ہونے والی تھی، ختم کر دیا جائے؛ لیکن بدقسمتی سے قاتل کی تلوار نے شادی کا جوش سب کرکرا کر دیا (یعنی جولائی ۳۳۶ ق م میں) پئوسانیاس نامی ایک نوجوان نے، جس کی اتالوس نے ایک موقع پر توہین کی تھی اور جسے بادشاہ خود مطمئن نہیں کر سکا تھا،

باب ۱۹

دو لینکستائی شاہزادوں یعنی ہیرومنیس اور ارمعابایوس کی مدد سے فیلقوس کو قتل کر ڈالا۔ لوگوں کا عام خیال تو یہ تھا کہ فیلقوس کے مرنے کے بعد ملک میں بد امنی اور افراتفری پھیل جائے گی، لیکن اس کی بجائے امن و امان قائم رہا اور پیٔوسانیاس کو فوراً سزائے موت دی گئی۔ لطف یہ ہے کہ پہلا شخص جس نے نوجوان سکندر کو شاہ مقدونیہ تسلیم کیا، خود ایک لینکستائی ہی تھا جس کا نام بھی سکندر تھا، اور اس کے بعد تمام فوج نے بھی اُسے بیک آواز اپنا بادشاہ و حکمراں مان لیا۔[۵۲]

[۵۲] باوجود ان سب باتوں کے جو اُس نے پہلی فیلقوسی ۱۱ (پلوٹارک: دیموس تھنیس ۲۲) اور دوسرے مواقع پر اپنی زبان سے نکالی تھیں، فیلقوس کی موت پر دیموس تھنیس کی خوشی کی کوئی حد نہ تھی؛ مقابلہ کرو شیفر: "دیموس تھنیس" ۳، ۸۷ تا ۹۰۔ بلاشبہہ فیلقوس نے خیرونیہ کے میدان جنگ میں بھی خوشی کا اظہار کیا تھا، لیکن اسکے لئے یہ اس وجہ سے قابل معافی ہے کہ وہ اُس وقت نشۂ فتح و ظفر میں مست تھا، اور ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ لڑائی کے بعد ہی اُس نے اپنا طرز عمل بدل دیا۔ دیموس تھنیس فیلقوس کے دشمنوں سے تو ملا ہوا ہی تھا، اسی وجہ سے اُس کے پاس فیلقوس کی موت کی خبر سب سے پہلے آگئی، اور اُس کے آتے ہی اُس نے کام نکالا یعنی عوام کے سامنے ایک تقریر کی جس میں اُس نے اُن سے یہ کہا کہ بھائیو میں نے ایک خواب دیکھا ہے، وہ یہ کہ دیوتا تم پر خاص الخاص مہربانی سے پیش آئے ہیں۔ جب لوگوں کو عام طور پر شاہ مقدونیہ کی موت کی خبر معلوم ہو گئی تو دیموس تھنیس عید کے کپڑے پہن کر ایک گھیرا اپنے سر پر رکھ کر جمعیت عوام میں پہنچا (حالانکہ سات ہی روز پہلے اپنی بیٹی کی موت کی وجہ سے وہ ماتم میں تھا) شیفر تو یہ کہتا ہے کہ دیموس تھنیس نے ٹھنڈے دل سے سب باتوں کو پیش نظر رکھ کر یہ سب کچھ کیا تھا (۹۰) لیکن ہمارے نزدیک یہ سب بہروپیا پن بالکل بیکار تھا اور اس سے صرف اُس کی بناوٹ ظاہر ہوتی ہے جب یومنیس نے کہا کہ میں نے سکندر کو خواب میں دیکھا ہے (Plut. Eum. ۱۳)

باب ۱۹

فیلقوس کی عمر صرف سینتالیس سال کی ہوئی، جس میں سے اُس نے چوبیس سال حکومت کی۔ اس میں بعض نہایت عجیب و غریب خصائل مجتمع تھے؛ وہ فطرتاً نہایت ہوشیار اور باعمل، اوّل درجے کا سپہ سالار اور مدبّر، مقدونوی وحشیوں کے ساتھ سخت اور متمدن یونانیوں کے ساتھ نرم تھا؛ وہ فطری طور پر سفّاک و بے رحم نہ تھا، اور اُسے ہمیشہ اپنی بات کا پاس رہتا تھا۔ اُس نے وہ کر دکھایا جو بظاہر ناممکن معلوم ہوتا تھا، یعنی بہادر اور شجیع یونانیوں پر مقدونیہ کی سیادت قائم کر دی[۳۵]۔

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ تو یہ اس کے لئے لازمی تھا ورنہ وہ سپہ سالاروں کی سکونت کے مکان کا صحیح تصور قائم نہیں کر سکتا تھا؛ لیکن دیموس تھنیس کا مقصد صرف یہ تھا کہ وہ حقیقی زندگی میں ناٹک کا ایکٹ کرے، اور تصنّع اُس کی طبیعت ثانیہ بن گیا تھا۔ شیفر نے اس پر جو رائے ظاہر کی ہے وہ نہایت درست ہے۔

۳۵ فیلقوس کے خصائص۔ ہمارے نزدیک اخلاقی نقطۂ نظر سے فیلقوس کی جو ملامت کی جاتی ہے وہ نہ صرف فی نفسہٖ بے بنیاد ہے اگر ہم اُس کا مقابلہ اس کے اثینضری مخالفوں کے ساتھ کریں تو پھر تو اس کی لغویت میں کوئی اشتباہ باقی ہی نہیں رہتا۔ شیفر نے (دیموس تھنیس ۲، ۳۴۳) اپنی عادتی محنت و کاوش سے اس خاص موضوع کے متعلق تمام مواد یک جا کر دیا ہے، اور اس میں شبہ نہیں کہ دیموس تھنیس کے بیانات (مثلاً De Cor. ۶۵) جن کا ثبوت اس وقت تک مہیا نہیں ہوا، اور زمانہ مابعد کے مورخوں کی رائیں، ان دونوں سے طبیعت پر یہ اثر پیدا ہوتا ہے کہ فیلقوس بے وفا اور ظالم تھا (بلاس ۲، ۵، ۸)۔ جہاں تک ظلم و ستم کے الزام کا تعلق ہے ہم جانتے ہیں کہ اُس نے مغلوب دشمن کے ساتھ جو سلوک روا رکھا وہ یونانیوں کے روایتی سلوک سے کہیں بہتر تھا۔ اجیر سپاہیوں کو تھسلی میں جو زندہ ڈبو یا گیا وہ انجمن ہمسایگاں کے حکم سے ہوا، اور اگر شاہ مقدونیہ بیچ میں نہ پڑتا تو فوکسیوں کے ساتھ بھی نہایت بے رحمی کا سلوک کیا جاتا۔ اس کی وعدہ خلافی کا خیال آج کل اس درجہ جاگزیں ہے کہ وائٹ مان کی "حیات دیموس تھنیس" کے مدیر بھی (۱، ۲، ۱۷) اس پر یکے بعد دیگرے "

باب ۱۹ اگر ہم غور کریں تو محض قوم کی اخلاقی پستی ہی آزادی یونان کے

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ وعدہ خلافی کا الزام لگاتے ہیں، حالانکہ ایک مرتبہ کی وعدہ خلافی کا بھی ثبوت نہیں۔ اولنتھوس کے معاملے میں جو وعدہ خلافی ہوئی وہ فیلقوس نے نہیں کی (دیکھو باب ۱۷، حاشیہ ۲)۔ ایتھنز نے جس طرح پیدنا کے خلاف غداری کی ویسی غداری کبھی فیلقوس سے سرزد نہیں ہوئی۔ اگر ہم فیلقوس کے افعال پیش نظر رکھ کر اس پر حکم لگائیں تو ہم اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ فیلقوس میں بہت کچھ انسانیت کا جذبہ تھا، اور اسے صرف اتنی ہی چالبازی آتی تھی کہ کسی چھوٹی سی ریاست کو کوئی بڑا طرز عمل کامیاب کرنے کے وقت ضرورت ہوتی ہے۔ اس کا طرز عمل ہمیشہ "تعویقانہ" رہتا تھا، چنانچہ جب ۳۵۷ سنہ ق م اور ۳۴۶ سنہ ق م میں اس نے اسی کے مطابق عمل کیا تو اس سے اس کے ایتھنزی مخالفوں نے اس پر اخلاقی پست ہمتی کا الزام صرف اس لئے لگایا کہ وہ ان کی چالوں میں نہیں آتا تھا۔ اس نے اپنے فعل کو بجنسہ اپنے قول کے مطابق بنا دیا جس کی وجہ سے ایتھنزیوں کی تمام امیدوں پر پانی پھر گیا اور یہ اس کی ایسی صفت تھی جو چھوٹے درجے کے سیاست دانوں میں نہیں پائی جاتی تھی۔ دیموس تھنیس (۳۴۹ سنہ ق م کے تحت) کہتا ہے کہ دیموس تھنیس اپنی شہرت کا یونانیوں کی طرح خواہاں تھا (اولنتھی ۲، ۱۵، ۱۶)۔ اس کی رشوت خورانی کے لئے دیکھو باب ۱۸، حاشیہ ۹۔ اس کے میدان تدبیر میں فرد فرید ہونے اور اوّل درجے کا سپاہی ہونے میں کسی کو بھی شبہہ نہیں۔ ہمارے نزدیک اس میں سب سے بڑا نقص یہ تھا کہ جب وہ شراب کا پیالہ منھ سے لگا لیتا تھا تو اسے اس کا چھوڑنا مشکل تھا۔

حال میں فیلقوس کی حکمت عملی پر ذرا غیر جانبداری برتی جانے لگی ہے جس کی ایک جھلک اس دیباچہ میں نظر آتی ہے جو گٹشمڈ Gutschmid نے کیرست Kaerst کی کتاب "تحقیقات متعلق تاریخ یونان قدیم" Forschungen z. Gesch. Al. d. Gr. (شٹٹ گارٹ ۱۸۸۷ء) پر لکھا ہے اور جو اس کی "تاریخ ایران" (دیکھو پچھلے باب ۲۰) میں ہو بہو نقل کر دیا گیا ہے۔ گٹشمڈ دریافت کرتا ہے کہ "کیا یہ ممکن نہیں کہ سکندر نے مقدونوی سیادت میں

زوال کا باعث نہیں ہوئی، اور ہمیں یاد رکھنا چاہیئے کہ اُس کے بڑے بڑے باب ۱۶
نیک و پرہیزگار رہبروں نے ہمیشہ اُسے اس اخلاقی نکبت سے نکالنا
چاہا لیکن وہ اپنی کوشش میں کامیاب نہیں ہوئے۔ حقیقت یہ ہے کہ
اُس زوال کے اصلی اسباب یونانیوں کے فطری خصائص میں مضمر
ہیں جن کے سامنے خود اُن کے رہبروں نے اپنا سر تسلیم خم کر دیا اور
اُن میں جو قدرتی میلان و رجحان مختلف بلدیات کی ایک دوسرے
سے علیحدگی کی طرف تھا اُس کی زائد از ضرورت تائید کی، چنانچہ

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ یونانی قوم کو متحد کرنے کے عظیم الشان لائحہ عمل کو نظر انداز کر دیا ہو جو تاریخ ما قبل کی رفتار کی وجہ سے گویا اُس کے لئے قائم ہو گیا تھا، اور آیا یہ قیاس میں نہیں آسکتا کہ بجائے اس کے کہ وہ اپنے باپ کے اُس طرز عمل پر کاربند ہوتا جو اُس کی صحیح الدماغی، استحکام پسندی اور تدبر پر مبنی تھا اور جس کی تکمیل میں تھوڑی ہی سی کسر رہ گئی تھی، اُس نے ایک نہایت لائق و فائق قوم کو اپنے فطری دائرے سے نکال کر بعض نہایت دشوار گزار راستوں پر نہ لگا دیا ہو۔ ہمارے نزدیک گروٹ کی یہ رائے اصلی واقعات و حالات کی غلط فہمی پر مبنی ہے۔ اول تو ہمارے نزدیک اُس عہد میں یونانیوں کو کوئی شخص بھی اس سے زیادہ متحد نہیں کر سکتا تھا جتنے وہ واقعاً متحد تھے، اور مقدونوی بادشاہ کے لئے تو یہ کام بدرجۂ اتم ناممکن تھا۔ دوسرے یہ امر مسلمہ ہے کہ فیلقوس خود سمجھتا تھا کہ یونان میں اُس کا کام ختم ہو چکا ہے اور اپنی موت کے وقت اُسی مہم کی تیاری میں مشغول تھا جو سکندر نے بالآخر سر کی۔ تیسرے ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ اگر سکندر اور مقدونوی قوم یونان کو متحد کرنا چاہتے تھے، تو پھر انھوں نے اپنا وقت اُس فریق سے لڑنے میں کیوں نہیں خرچ کیا جو متحد ہونے کا خواہاں نہیں تھا۔ اصلیت یہ معلوم ہوتی ہے کہ سکندر نے بجنسہٖ وہی کیا جو اس مقصد کے حصول میں ممد و معاون ہوتا؛ مقابلہ کرو ایسقراطیس Paneg. ۱۷۳

لیکن ساتھ ہی گروٹ کے خیالات اس لئے نہایت درجہ قابل غور ہیں کہ اُن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بڑے بڑے مورخ کس حد تک اس پرانے خیال سے آگے بڑھ گئے ہیں جس کے مطابق فیلقوس نے چالیں چل کر اور جل دیکر بیچارے معصوم یونانیوں پر مظالم ڈھائے اور اُنھیں قعر بربادی و ویرانی میں ڈال دیا۔

باب ۱۹ جب فیصلہ کن وقت آپہنچا تو وہ بلدیات بہ یک وقت پیش پیش نہ ہو سکے۔ دوسرے انھی رہبروں نے یونانیوں کے دل میں یہ غلط خیال ڈال دیا تھا کہ اُن کی کامیابی کے لئے محض تدبر اور فوجی تیاریاں کافی ہوں گی، چنانچہ ملکی بحران کے زمانے میں یونانیوں میں کوئی بھی اعلیٰ درجے کا سپہ سالار موجود نہ تھا۔ یونانیوں کی فوجی قوت بالکل منتشر تھی اور جب خیئرونیہ کا میدان کارزار گرم تھا تو بہترین کورنتھی یعنی تمولیون سسلی میں تھا اور قابل ترین اسپارٹی یعنی آرخی داموس اٹلی میں کام آچکا تھا۔ ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ اس شکست کے جو نتائج مترتب ہوئے اُن کا یونانی کبھی انسداد نہیں کر سکے، یعنی یونان کے جمہوری بلدیات کا باب ہمیشہ کے لئے بند ہو گیا، اور جب ہم اس کی طرف متوجہ ہوتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ اُس کے اسباب کچھ اور ہی تھے۔ مقدونیہ نے ایک بڑی حقیقت کو محسوس کر لیا، اور اپنے مفاد کے لئے اُس سے کام نکالا۔ وہ قوت جس سے اقوام عالم متحد رہتے ہیں اور جسے مسلسل پچاس برس تک یونانی مدبروں نے مطلقاً نظر انداز کر دیا تھا اور اسی طرح بیکار سمجھ کر پھینک دیا تھا جیسے کسی بیش قیمت نگینے کا مالک اُسے کم قیمت سمجھ کر پھینک دیتا ہے، وہ قومیت کا اُصول تھا۔ یونانیوں کے سامنے بھی وہی مسائل تھے جو کسی دوسری قوم کے سامنے ہوتے ہیں، یعنی اندرونی آزادی اور بیرونی رتبے اور حیثیت کا قیام: ان میں سے پہلے مسئلے کو تو اُنھوں نے ہمیشہ صحیح انداز سے حل کیا تھا، لیکن دوسرے مسئلے کو چوتھی صدی ق م میں بالکل نظر انداز کر دیا تھا۔ جب یونانی جمہوریتیں مغلوب ہو گئیں تو اُن میں جو دور اندیش افراد قوم تھے اُنھوں نے یہ بھانپ لیا کہ یونان کا نام سکندر کے ذریعے سے ایشیا میں درخشاں ہو گا جس کی وجہ سے اُنھوں نے اپنے آپ کو مقدونوی مقاصد اور آرزوؤں کے ساتھ وابستہ کر دیا، اور جب یہ سب علیحدہ ہو گئے تو ان بلدیات میں جو زمانۂ قدیم سے

باب ۱۹ آزاد و خود مختار چلے آتے تھے، مقدونوی جو اکندر سے پر سے اُتار نے کی مطلق قوّت باقی نہیں رہی۔ حق تو یہ ہے کہ آزاد یونانی مملکتیں قومی جذبے کو نظر انداز کرنے کے سبب سے دُنیا میں اپنا رتبہ اور اپنی وقعت کھو بیٹھیں۔

اس جلد کے باقی ماندہ حصّے میں سکندر اعظم کے حالات بیان کیئے جائیں گے اس لئے کہ ان حالات کے بغیر تاریخ یونان ہرگز مکمل نہیں ہوسکتی۔ ان واقعات کو تاریخ یونان کا تکملہ اس وجہ سے سمجھنا چاہئے کہ ان کے ذریعے سے بہت سے قابل یونانیوں کی مرادیں بر آئیں۔ بلاشبہہ سکندر سے تاریخ کے ایک جدید دور کی ابتدا ہوتی ہے لیکن ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ اُس سے ایک باب ختم بھی ہوتا ہے، اور ہم اُسے اس ختم ہونے والے باب سے علیحدہ نہیں کرسکتے۔ خود ڈروائے سن ابتدا میں سکندر کی تاریخ کو تاریخ یونان کی ایک بالکل علیحدہ فصل تصوّر کرتا تھا۔ ہمارے نزدیک سکندر کی اہمیت صرف اُسی وقت سمجھ میں آسکتی ہے جب ہم اُس کے کارناموں کو دو مسائل یونان میں سے ایک کا، یعنی یونانیوں کے خارجی رتبے اور حیثیت کے مسئلے کا حل تصوّر کریں۔ جس مؤرخ نے زرکسنر کے حملۂ یونان کا ذکر اپنی کتاب میں کیا ہے اُسے سکندر کے حملۂ ایران کا ذکر بھی ضرور کرنا چاہیئے، ورنہ پانچویں ایکٹ" سے پہلے ہی ناٹک کا پردہ گرانا پڑے گا۔ آریَن کے ذریعے سے ہیروڈوٹس کی ایک بڑی حد تک تکمیل ہو جاتی ہے۔ ہماری موجودہ جلد "دس ہزار" کی مہم سے شروع ہوتی ہے اور سکندر کے کارناموں پر ختم ہوتی ہے جن کے ذریعے سے یونانیوں نے وہ کیا جو "دس ہزار" سے نہ ہوسکا تھا۔ ان دونوں مہمات کے بیان کرنے والوں کے مابین بھی ایک خاص تعلق نظر آتا ہے، اور ہمارے نزدیک زینوفون آرین کے لئے

باب ۲

گویا ایک نمونہ تھا۔ اب ذرا آگے بڑھیئے۔ ہیروڈوٹس نے مشرق و مغرب کے مابین جس تباین کا ذکر کیا تھا سکندر کی مہم کا باعث صرف وہی تباین نہ تھا بلکہ خود دُنیائے یونان کے لئے بھی ایک عظیم الشان خطرہ پیدا ہو رہا تھا جسکا ازالہ لازمی تھا میں نے اس کتاب میں ذکر تیوس کا ہم خیال ہو کر و نیز ایک عالم و فاضل سیاح کؤنٹ لانکرونسکی کے دلائل کو پیش نظر رکھ کر جو اُس نے "جریدۂ عامّہ" Allgem. Zeitung ۱۱ را پریل ۱۸۹۰ء میں ظاہر کئے ہیں) یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ ایشیائے کوچک میں جو یونانی آبادی تھی وہ امتداد زمانہ سے گھٹی نہیں بلکہ بڑھتی ہی چلی گئی (دیکھو جلد ا باب) - ہمیں یہ یاد رکھنا چاہئے کہ آزادی کے ایتھنزی اور تھبنزی حامیوں کا اگر بول بالا ہوتا تو ایشیائے کوچک کے ان یونانیوں کو کاری ضرب لگتی، لیکن اپنے باپ کے قدم بہ قدم چل کر سکندر نے انھیں خلاف امید فوقیت اور برتری دے دی۔ ہم اس سے واقف ہیں کہ سکندر کے مخالفوں کے خیال کے مطابق سکندر یونانی نہیں تھا اور تاریخ یونان دراصل جنگ خیرونیہ پر ختم ہو جاتی ہے، لیکن مفصلۂ ذیل ابواب کے مطالعے سے معلوم ہو گا کہ ان کا یہ قیاس غلطی پر مبنی ہے۔

باب ہفتم

سکندر اعظم کا حال

مہم ایشیا کی ابتدا تک

تخت نشینی کے وقت سکندر کی عمر بیس سال کی تھی، لیکن اس نوعمری کے زمانے ہی سے اُس کی ذہانت و فطانت اُسے اپنے ہم چشموں میں ممتاز کرتی تھیں اُس کے والد شاہ فیلقوس نے اُسے حکیم ارسطاطالیس سے تعلیم دلوائی تھی جو اُس زمانے کے علمائے یونان کا گویا سرتاج تھا۔ کچھ مدت تک تو شاہزادۂ سکندر پایۂ تخت مقدونیہ ہی میں ارسطو سے پڑھتا رہا، لیکن فیلقوس کے ایما سے اُس کا مکتب بہت جلد ایک چھوٹے سے گاؤں مئیزا کو منتقل کر دیا گیا تاکہ مستقر سلطنت کے عیش و عشرت کی زندگی سے آزاد ہو کر وہ تعلیم و تعلم کی طرف اپنی توجّہ بالکلیہ مبذول کر سکے۔ ساتھ ہی ساتھ جسمانی ورزش کو بھی، جو یونان اور مقدونیہ دونوں میں تربیت کا لازمی عنصر تصور کی جاتی تھی، نظر انداز نہیں کیا گیا، اور اُس کے بوکے فالوس نامی گھوڑے کے سدھانے کے قصے سے معلوم ہوتا ہے کہ سکندر کو شہسواری میں بھی ید طولیٰ حاصل تھا۔ وہ عادتاً نہایت صاف گو، اور دوستی کا اہل تھا اور اپنے خیر خواہوں پر اعتبار و اعتماد کرنا اُس کا شیوہ تھا۔ اس بارے میں وہ اپنے زمانے کی روش کے بالکل مخالف تھا اس لئے کہ اس عہد میں کسی اچھے مدبّر کی

باب ۲۰

اہم ترین صفت یہ سمجھی جاتی تھی کہ وہ دوسروں پر بھروسا نہ کرے۔ اُس کے ہر ایک فعل میں عالی ہمتی نظر آتی تھی؛ وہ کسی محنت سے جان نہ چراتا، اور گو وہ کبھی کبھی غصے سے مغلوب ہو جاتا تھا، لیکن وہ بہت جلد اپنے جذبات پر قابو حاصل کر لیتا، اور جب وہ یہ محسوس کرتا کہ اس سے جلدبازی سرزد ہوئی ہے تو وہ اپنے افسوس کے اظہار میں بھی دریغ نہ کرتا۔ دیکھنے میں وہ خوب رو اور دلکش تھا؛ اُس کے بالوں سے جو سامنے کھڑے اور دونوں طرف گرے ہوئے تھے، زیوس کے مجسمے کی یاد تازہ ہوتی تھی، اور چلتے وقت اُس کا سر ذرا بائیں جانب جھکا ہوا نظر آتا تھا۔[۱]

تخت نشینی کے بعد سکندر کو طرح طرح کی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ سلطنت مقدونیہ طاقتور ضرور تھی، لیکن کسی کو اُس کی سطوت وجبروت کا پوری طرح یقین نہیں تھا، بلکہ ہر طرف دشمن ہی دشمن نظر آتے تھے۔ الریائی اور تھریسی صرف موقع کے منتظر تھے؛ اکثر یونانی مقدونیہ کا جوا اپنے کندھے سے اُتار پھینکنا چاہتے تھے؛ ایران عرصے سے اُس کی ترقی کو کنکھیوں سے دیکھ رہا تھا، بلکہ بعض کا تو یہ خیال تھا کہ فیلقوس کے قتل میں یہ مُلک بھی ملوّث ہے۔ پھر خود مقدونوی بھی متحد ومتفق نہ تھے، اور نہ صرف یہ کہ ایک فریق سکندر کی تخت نشینی ہی کے مخالف تھا بلکہ ایک گروہ ایسا بھی تھا جو فیلقوس کے زوردار طرزِ عمل اور اُس کی حکمتِ عملی جاری رکھے جانے کا مخالف تھا۔ اگر سکندر اپنے صلاح کاروں

---

[۱] سکندرِ اعظم کے خصائص پر باب ۲۷ میں بحث کی جائیگی۔ اُس کے حلیئے کے متعلق جو کچھ معلومات ہیں وہ فنّی شاہکاروں سے ملتی ہیں، اور اُن پر برن Brunn نے بحث کی ہے۔ نیز مقابلہ کرو کیوپ: "مجسمات سکندرِ اعظم" Koepp: Alexanderbildnisse برلن ۱۸۹۳ء

سکندر ۳۵۶ ق م میں ۶ ہِکاتومبایون کو پیدا ہوا تھا (پلوٹارک: "سکندر" ۳،۱) اور یہ اغلباً وہی وقت تھا جب ایفی سوس کے بت خانے کو آگ لگی ہے۔ اولمپیاد ۱۰۹ ۲ یعنی ۳۴۳ ق م میں ارسطاطالیس اُس کا اتالیق مقرر ہوا۔

[redacted]

باب ۲۰

چنانچہ آخر کار دیموس تھنیس کو گھیر انہیں دیا گیا بلکہ اُس کے بجائے وہ مشہور کارروائی ہوئی جس کا ذکر ہم تھوڑی دیر بعد کریں گے۔

بہر حال سکندر بہت جلد تھرموپلی پہنچ گیا اور انجمن ہمسایگاں نے اُسے فوراً مہم ایران کا سپہ سالار اعظم مقرر کیا۔ اس پر ایتھنز نے اس کے پاس ایک سفارت روانہ کی جس میں اُنھوں نے نوجوان شاہ مقدونیہ سے اس بات کی معافی چاہی کہ اُنھوں نے یہ اعزاز اس سے پہلے اس کے سامنے پیش نہیں کیا۔ اس سفارت میں دوسروں کے ساتھ دیموس تھنیس کا بھی انتخاب کیا گیا، لیکن ظاہر ہے کہ کسی ایسی سفارت میں اس کی عملی شرکت بالکل ناممکن تھی۔[۹۳] ایتھنزیوں نے فیلقوس کی موت سے پیشتر یہ قرارداد منظور کر لی تھی کہ جو کوئی شاہ مقدونیہ پر وار کر کے ایتھنز بھاگ آئے گا اُسے علمبرداران انصاف کے سپرد کر دیا جائے گا، لیکن جب فیلقوس مرا ہے تو اُنھوں نے اپنی خوشی و طمانیت کے اظہار کے لئے ایک میلا منعقد کیا اور اُس کے قاتل پئوسانیاس کو مستحق اعزاز و اکرام قرار دیا؛ اب اُنھوں نے گو اپنی اس غلطی کی تلافی کرنی چاہی، لیکن سکندر نے اس سب قصّے کو بالکل نظر انداز کر دینا ہی مناسب سمجھا۔ جب وہ کورنتھ پہنچا تو یونانیوں کے ایک اجتماع نے اپنی پرانی قراردادوں کی از سرِ نو توثیق کر دی جس کے مطابق اُنھوں نے کسی زمانے میں فیلقوس کی ہمنوائی کی تھی، لیکن اسپارٹا بالکل الگ تھلگ رہا اور اُس نے اپنی آن بان قائم رکھی۔ جب سکندر واپس لوٹ رہا تھا تو اُس نے فتیہ کو ایسے دن اپنے سوال کا جواب دینے پر گویا مجبور کیا جس دن عام طور پر وہ خاموش رہا کرتی تھی؛ چنانچہ اُس کے سوال کے

---

۹۳ دیودوروس ۱۷، ۲ سے ایتھنزیوں کے معافی مانگنے کا انکشاف ہوتا ہے، سکندر پر وار کرنے والوں کے خلاف قرارداد؛ دیودوروس ۱۶، ۹۲ - دیموس تھنیس اور فوکیون کا طرزِ کار، پلوٹارک: "دیموس تھنیس" ۲۲؛ "فوکیون" ۱۶؛ ائس خنیس: "کتے سیاس" ۷۷۔ ایتھنزیوں نے سکندر پر اعزاز کی بوچھار کی؛ دیکھو آرین Arrian: ۱، ۱، ۳۔

باب ۲۰ جواب میں دیی کو بولنا پڑا کہ "بیٹے! تو مغلوب نہیں ہو سکتا"۔[۵۴]

لیکن سکندر یہ چاہتا تھا کہ ایشیا کی طرف پیش قدمی کرنے سے پہلے کسی نہ کسی طرح سے شمالی اقوام پر اپنی قوت وسطوت کا سکہ جمائے، چنانچہ سنہ ۳۳۵ ق م میں وہ دریائے نستوس پر ہوتا ہوا کوہ ہئے موس (بلقان) کی طرف چلا۔ اس زنجیرے کو عبور کرنے میں اُسے تھریسی ملے جنھوں نے ان تنگ دروں میں جن میں ہو کر مقدونوی گزر رہے تھے، اپنی گاڑیاں اڑا دیں؛ لیکن سکندر کے حکم سے اُس کے سپاہیوں نے اپنی ڈھالوں کی گویا ایک سڑک بنادی جس پر ہو کر یہ گاڑیاں بآسانی ڈھلک گئیں اور سکندر کے لئے راستہ صاف ہو گیا۔ حقیقت یہ ہے کہ اس قسم کے کارناموں کے خوگر نہ تو یونانی سپہ سالار تھے اور نہ یونانی بلدیات؛ اور مقدونوی فوج میں جو بات خاص طور پر قابل امتیاز تھی وہ یہ کہ ایک طرف تو ان میں اجیر سپاہیوں کی سی تادیب تھی اور دوسری جانب وہ اپنے بادشاہ کے دل وجان سے پرستار تھے، اور انھیں خصائص کے باعث مقدونوی لشکر ہمیشہ اپنے مخالفوں پر سبقت لے جاتا تھا۔ بہرحال سکندر زنجیرۂ بلقان کی گھاٹیوں میں سے نکل کر دریائے ڈینیوب کے کنارے پہنچا اور اس دریا کو دشمن کے دوبدو عبور کیا، اور وہ بھی اس طرح کہ اُس کے ایک سپاہی کی بھی جان نہیں گئی۔ وہ اس دریا کے شمال کی طرف پیش قدمی نہیں کرنا چاہتا تھا اس لئے اُس نے دریا کو دوبارہ عبور کر کے اپنے وطن کی راہ لی۔ اس مہم کا شمالی اقوام پر نہایت زبردست اثر پڑا اور اس کے بعد ہی اطراف وجوانب کے وفود مقدونیہ

[۵۴] اگر سکندر نے فتیہ سے دراتعاً یہ کہلوایا (پلوٹارک: "سکندر") تو یہ اس کے لئے مفید ثابت ہوا اس لئے کہ اُسے کبھی شکست نہیں ملی۔ شمال کی طرف پیش قدمی کے دوران میں اُس نے درۂ شپکا کو عبور کیا ہوگا اور دریائے ڈینیوب کے شہر سِستریا پہنچا ہوگا اور وہاں سے تھسلی ستو دوہ کے درہ ہو کر واپس آیا ہوگا (کیرسٹ Kaerst. سطور ۱۴۱۴ وغیرہ)۔

باب ۲۰

کے پایۂ تخت آنے شروع ہوئے۔ سکندر واپسی میں اگرپانیس اور پایونیائیوں کے علاقوں میں ہوکر گزرا اور وادی ایری گون ہوتا ہوا الیریا کی طرف بڑھا۔ وہ چاہتا تھا کہ الیریا کے شہر پے لیوم پر قبضہ کرے، لیکن وہاں کے حکمران کلی توس نے شہر کو آگ لگا دی۔ اب گویا شمالی ممالک میں مقدونیہ کا پوری طور پر اثر قائم ہوگیا تھا، چنانچہ اُس کی طرف سے مطمئن ہوکر بادشاہ نے جنوب کا رخ کر دیا۔

درحقیقت یہ اُس کے جنوب کی طرف رخ کرنے کا عین وقت تھا اس لئے کہ یونان میں ایک نہایت ہی خطرناک اختلال رونما ہو رہا تھا۔ مقدونیہ کے دشمن اب علی الاعلان دولت ایران کے ساتھ خط و کتابت کر رہے تھے، جہاں ۳۳۶ھ ق م یا ۳۳۵ھ ق م سے شہنشاہ داراب سریر آرائے سلطنت تھا۔ اس وقت داراب کی عمر تقریباً ۴۵ سال کی تھی اور وہ فطرتاً ایماندار اور اوسط قابلیت کا شخص تھا۔ دراصل ایسے خود اُن یونانیوں نے جنھوں نے ایران میں جاکر بود و باش اختیار کرلی تھی اپنی سلطنت کی حفاظت اور یونانی مخالفین سکندر کی پشت پناہی پر آمادہ کیا تھا۔ سکندر کے ایشیا پہنچنے سے پہلے ہی سے بعض مقدونوی سپہ سالاروں نے ایران پر حملہ شروع کر دیا، اور اب اُن کی مدافعت کے لئے ایک یونانی میم نون روانہ کیا گیا جسے تھوڑی بہت کامیابی ہوئی اور اُس نے ایفی سوس کے بعض شہریوں کی مدد سے اس شہر پر قبضہ بھی کرلیا۔ لیکن یہ عیاں تھا کہ اگر کہیں خود شاہ مقدونیہ ایران پہنچ گیا تو صورت حال نہایت ہی نازک ہوجائے گی، چنانچہ اب داراب کی حکمت علی یہ ہوگئی کہ کسی نہ کسی طرح سے دشمنان مقدونیہ کو مالی امداد دے کر سکندر کی مخالفت پر آمادہ کرے تاکہ سکندر ایشیا نہ آسکے۔ اسپارٹا نے تو ایرانی روپے کو علی الاعلان قبول کرلیا اس لئے اُس نے تو کبھی مقدونیہ کی دوستی کا دم بھرا ہی نہیں تھا جو چھپاتا؛ لیکن ایتھنز کو پھونک پھونک کر قدم رکھنے تھے، چنانچہ ایتھنزیوں نے یہ فرض کرکے کہ دیموس تھنیس کو مالی

باب ۲۰ معاملات میں تھوڑا بہت تجربہ ہے، اُسے اس امر پر متعین کیا کہ وہ سارد س سے آئے ہوئے روپے کو ایرانی یونانی ایتلاف مضبوط کرنے کی غرض سے تقسیم کردے۔ چنانچہ اس روپے کا ایک بڑا جزو تھبز روانہ کردیا گیا۔ اسی زمانے میں کسی نے یہ مشہور کردیا کہ سکندر شمالی مہم میں کام آیا ہے اور یہ خبر ایک شعلے کی مانند تمام ارض یونان میں پھیل گئی، چنانچہ بعض تھبزیوں نے سوچا کہ اب بغاوت کے لئے نہایت مناسب وقت آگیا ہے۔ الغرض جو لوگ تھبز چھوڑکر چلے گئے تھے وہ بھی واپس آگئے اور اُنھوں نے سب سے پہلے تو دو مقدونوی افسروں کو جو اُنھیں نشیبی شہر میں ملے، جان سے مار ڈالا اور اپنے ہم وطنوں کو یہ یقین دلایا کہ سکندر کا کام تمام ہوچکا ہے۔ اس پر تھبزیوں نے نہ صرف اپنی خود مختاری اور آزادی کا اعلان ہی کردیا بلکہ گویا تمام ملک بیوتیہ پر تھبزی سیادت کا احیا کرنے کی غرض سے بیوتارخون کا بھی انتخاب کرلیا۔ اس پر بھی کادمیہ میں جو مقدونوی رسالہ تھا وہ وہیں جمارہا۔ لیکن اُس کے اس فعل کا تھبزیوں پر مطلق کوئی اثر نہیں ہوا۔ کادمیہ کے جنوب میں ایک میدان تھا، اور یہاں تھبزیوں نے دوہرے پشتے بناکر کادمیہ کے مقدونویوں کو بالکل علحدہ کردیا۔ ان کی بلاد یونان میں واہ واہ اور مرحبا تو بہت کچھ ہوئی لیکن کسی واہ واہ کرنے والے نے کوئی مادی مدد نہیں پہنچائی، چنانچہ آرکیڈی تو خاکنائے سے آگے ہی نہیں بڑھے، اور گو دیموس تھنیس نے ہتھیار روانہ کئے لیکن سپاہی ایک بھی نہیں بھیجا۔ سکندر نے ترکیب چل کر اپنی نقل و حرکت کو بالکلیہ صیغۂ راز میں رکھا چنانچہ جب تک وہ جھیل کو پائے کے ساحل تک نہیں پہنچ گیا اُس وقت تک بیوتیوں کے فرشتوں کو بھی یہ خبر نہیں ہوئی کہ اُس نے درۂ تھرموپلی عبور کرلیا ہے! اور جب اُن سے کہا گیا کہ سکندر اپنی فوج کو لے کر ملک میں آموجود ہوا ہے تو ان میں سے بہت سوں نے جواب دیا کہ ہاں سکندر ضرور، لیکن مقدونیہ والا سکندر نہیں، بلکہ اسئے روپوس کا بیٹا لینکستائی سکندر!

باب ۲

ابتدا ہی سے شاہ مقدونیہ کو یہ امید تھی کہ تھبز پر سختی کرنے کی ضرورت نہیں پڑے گی بلکہ وہ از خود ہتھیار ڈال دے گا؛ لیکن لوگوں میں تو مقدونیہ کی دشمنی سرایت کئے ہوئے تھی، اور جب اُن سے ہتھیار ڈالنے کے لئے کہا گیا تو انھوں نے فی الفور یہ جواب دیا کہ صرف وہی شخص تھبز میں داخل ہو سکتا ہے جو یونان کی آزادی کی حفاظت کرنے کے لئے اُس کے دشمنوں کے مقابلے میں اُن سے اور ایرانیوں سے مل جائے۔ باوجود اس کے اگر محاصرہ کچھ دن اور جاری رہتا تو شاید تھبز اطاعت کر لیتا، لیکن تیسرے ہی دن سکندر نے دھاوا بول کر بالجبر شہر پر قبضہ کر لیا۔ مقدونوی لشکر نے اوّل تو پشتوں کی پہلی صف پر قبضہ کیا اور پھر تھوڑی سی جنگ آزمائی کے بعد دشمن کو دوسری صف سے بھی بھگا دیا؛ لیکن جب سکندر نے دیکھا کہ اُس کی فوج کے پاؤں اُکھڑے جاتے ہیں تو خود لڑائی کی آگ میں کود پڑا اور تھبزی ہراول کو شکست دے کر شہر میں داخل ہو گیا۔ مقدونوی حملہ اُس درجہ زور دار تھا کہ تھبزی سوار جو میدان میں شکست کھا کر شہر میں پناہ لینے پر مجبور ہو گئے تھے وہ برابر بھاگتے بھاگتے شہر کے

ف۱ فابریکیوس نے تھبز کی توصیف ارضی کا تعین کر دیا ہے (Fabricius : Theben، فرائیبرگ ۱۸۹۰ء)۔ اپنی کتاب کے صفحہ ۱۰ پر وہ اُس کی تسخیر کا حال لکھتا ہے۔ ان واقعات سے اُن لوگوں کو موقع مل جاتا ہے جو مقدونیوں پر ظلم و ستم کا الزام لگاتے ہیں؛ لیکن ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ جو تھبزی کام آئے وہ دھاوے کے دوران میں مارے گئے، اور آج بھی ایسے مواقع پر محصور شہر والوں کی جانیں معرض خطر ہی میں رہتی ہیں۔ بدیں وجہ ہمارے نزدیک گروٹ (جلد ۹ صفحہ ۳۴۰ لندن ۱۸۸۸ء) اور شیفر (دیموس تھنیس ۳، ۱۳۱) غلطی پر ہیں۔ زمانۂ مابعد میں سکندر نے تھبزیوں کے ساتھ ہمیشہ دوستانہ سلوک روا رکھا۔ یہ قسمت کا عجیب پھیر ہے کہ جو شہر ابتدا میں مقدونیوں کے بلانے کا باعث ہوا اُسی کو اُن سے سب سے زیادہ گزند پہنچا!۔

باب ۱۰

مقابل والے دروازے میں ہوکر دوسری طرف سے پھر باہر نکل گئے اور بے پتا ہوگئے۔ کہا جاتا ہے کہ اس لڑائی میں چھ ہزار سے زیادہ کام آئے اور تیس ہزار گرفتار ہوئے۔ سکندر نے گرفتار شدہ لوگوں کی قسمت کا فیصلہ فوکس، اور خوئیبوس، تھسپیائے اور پلاٹیہ والوں کے سپرد کردیا جو اُس سے مل گئے تھے، اور انھوں نے تھبز کو بالکل اُسی طرح کی سزا کا مستحق قرار دیا جو خود وہ کسی زمانے میں بیوتیہ کے بلدیات کو دیا کرتا تھا۔ الحاصل، علاوہ پنداَر کے مکان اور بت خانوں کے باقی تمام شہر مسمار کردیا گیا اور باشندوں کو غلام بناکر فروخت کردیا گیا۔

اب اُن شہروں نے، جنھوں نے تھبز کو مدد دینی چاہی تھی، اپنی سابق قرار دادوں پر پانی پھیرنا چاہا۔ آرکیڈیوں نے اپنے بڑے بڑے مدبّروں کو سزائے موت کا حکم سنایا۔ بعد میں اُس کا اصلی سبب یہ بتایا گیا کہ چونکہ ڈیموس تھنیس نے مطلوبہ دس تالنت روانہ نہیں کئے تھے اس لئے آرکیڈی فوج آگے نہیں بڑھی۔ بہرحال علاوہ اسپارٹا کے باقی تمام یونانی مملکتوں نے افسوس کا اظہار کیا۔ ایتھنزیوں نے تھبز کے زوال کا حال اُس وقت سُنا جب وہ (۳۳۵ ق م میں) مذہبی رازوں کا تہوار منانے میں مشغول تھے؛ انھوں نے یہ خبر بد سنتے ہی عید منانا تو ملتوی کردیا اور

۵۶ جب تھبز پر مصیبت آرہی تھی اُس وقت کے ایتھنزی طرز عمل پر شیفر ("ڈیموس تھنیس" ۳، ۱۳۵) نے جو حکم لگایا ہے وہ ہمارے نزدیک انصاف پر مبنی ہے۔ جب تھبز کو ایتھنز کی مدد کی ضرورت تھی اُس وقت وہ میدان میں نہیں اُترا، اور جب تھبز کا خاتمہ ہوگیا اُس وقت اُس نے "رحم" کی استدعا کی (شیفر: "ڈیموس تھنیس" ۳، ۱۴۲)۔
شیفر ("ڈیموس تھنیس" ۳، ۱۴۵) کے نزدیک ڈیموس تھنیس نے ایرانی روپیہ لینے میں کچھ زیادہ بُرائی نہیں کی۔ بلاشبہہ کوئی شہری اپنی مملکت کے دشمنوں سے روپیہ لینے اور اُس کے حلیفوں میں تقسیم کرنے میں (جس کی فوج میں خود اُس کے ہم وطن بھرتی ہوں) حق بجانب ہے بشرطیکہ اُس کا مقصد ارفع و اعلیٰ ہو۔ لیکن معاملہ زیر بحث میں

دیماد یس کو یہ کہہ کر سکندر کے پاس بھیجا کہ اُن کی طرف سے سکندر کو بخیر و عافیت الیریا سے واپسی اور تھیبز پر فتح پانے کی مبارکباد دے؛ اس پر سکندر نے اپنے خاص خاص دشمنوں مثلاً دیموس تھنیس، لی کرگوس، خاری دامیوس وغیرہ کی حوالگی کا باب ۱۰

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ۔ یہ حکم قطعی طور پر نہیں لگایا جا سکتا۔ خود گروٹ (۹، ۵۱۸) جب اس واقعے پر بحث کرتا ہے کہ یونانیوں کو صرف دو میں سے ایک بادشاہ کا انتخاب کرنا تھا جو اُن کی سرپرستی کرے، اور اُنھوں نے ایسے حکمران کا انتخاب کیا جس کی سرپرستی محض نام کی ہی تھی، تو وہ ان سب باتوں کو یونانیوں کی ذلت اور تنزل کی طرف منسوب کرتا ہے۔ لیکن ہمارے نزدیک گروٹ حق بجانب نہیں ہے، ہمارے نزدیک اگر ایران کے یونانی دوستوں اور خیر خواہوں کی آرزو پوری ہوتی تو دارا اب نہیں بلکہ مین تور اور میم نون جیسے لوگ، جو روپے کے معاوضے میں کسی کی خدمت کرنے میں مطلق کوئی ہرج تصور نہیں کرتے تھے، یقیناً یونانی مملکتوں کے خودسر بن جاتے، اور شاید تئیے ناردم کے انبوہ ہیلاس کے مالک بن بیٹھتے۔ سکندر کے غلبۂ ایران کی وجہ سے ایک طرف تو یونان کی ناگفتہ بہ حالت میں اضافہ نہیں ہوا اور دوسرے وہ چار دانگ عالم میں مشہور ہو گیا۔ دیموس تھنیس نے زوال تھیبز کے موقع پر ایرانی روپے کو ہاتھ لگانے کی وجہ سے اپنے آپ کو سخت نقصان پہنچایا۔ اس کے بعد اُس کے ہم وطنوں نے اُس کے ساتھ مالی معاملات میں سختی برتنا شروع کیا، اور آخر کار جب وہ روپے لے کر فرار ہوا تو کوئی ایسا شخص نہیں تھا جو اُس کے لئے کلمۃ الخیر کہنے کو تیار ہو، چنانچہ اُسے مجرم قرار دیا گیا۔ نیز دیکھو باب ۲۶۔

تھیبز کے زوال کے بعد ایتھنزی سفارت سکندر کے دربار میں؛ آرین ۱، ۱۰، ۳؛ مقابلہ کرو شیفر: "دیموس تھنیس" ۳، ۱۳۷ وغیرہ۔ دیموس تھنیس کی زبانی کتوں اور بھیڑیوں کا ذکر؛ پلوٹارک: "دیموس تھنیس" ۲۳۔

خاریدامو س ایشیا جاتا ہے اور جب وہ شہنشاہ کے سامنے ایرانی فوج کی اصلی حالت پر رائے ظاہر کرتا ہے تو فوراً اُسے جلاد کے سپرد کر دیا جاتا ہے؛ دیوو دوروس ۱۷، ۳۰۔

باب ۲۲

مطالبہ کیا۔ اس مطالبے پر ایتھنز میں جمعیت عوام میں بحث ہوئی؛ فوکیون کو اس پر کوئی اعتراض نہیں تھا، بلکہ اُس نے کہا کہ اگر شہر کی حفاظت کا واحد طریقہ یہی ہے تو وہ اپنے بڑے سے بڑے دوست کی بھی پروا نہیں کرے گا، چنانچہ اُس نے اس کا عملی ثبوت دیا اور آخرکار خود اپنی قربانی کے لئے تیار ہوگیا۔ دیموس تھنیس نے اُس پر یہ سوال کیا کہ یہ کہاں تک مناسب ہے کہ بھیڑیں اپنے نگہبان کتوں کو درندوں کے سپرد کردیں؟ سب سے زیادہ عملی صلاح دیمادیس نے دی؛ اس نے کہا کہ سکندر سے یہ درخواست کی جائے کہ وہ اپنے مخالفوں کا قصور معاف کردے، اور ایتھنزیوں نے اس تحریک کو منظور بھی کرلیا، چنانچہ دیمادیس اور فوکیون بادشاہ کے پاس گئے اور اُس سے یہ وعدہ کیا کہ ایتھنزی اُن سب پر مقدمہ قائم کریں گے اور انھیں مناسب سزا دیجائیگی۔ گو ۳۰۰ ایران سے آئے ہوئے تالنت خرچ کرنے کی یاداشت میں دیموس تھنیس جلاوطنی کا مستحق تھا، لیکن اریوپاگوس نے تحقیقات کرکے اُسے کوئی سزا نہیں دی۔ ظاہر ہے کہ اس بے رخی سے سکندر کیا متاثر ہوتا، اُسے تو اس سے زیادہ اہم تر امور کی طرف توجہ کرنی تھی؛ علاوہ ازیں اُسے ایتھنز کا اُتنا ہی پاس تھا جتنا اُس کے والد فیلقوس کو؛ اور وہ بھی اس شہر کو یونانی تمدن کا مرکز تصور کرتا تھا جس کی عام رائے پر شاعروں، سپہ سالاروں اور مدبروں کی شہرت اور نیکنامی کا مدار تھا۔ سالہاسال بلکہ صدی ہا صدی تک لوگوں میں اس مدینۃ الحکما کے متعلق یہی خیال جاگزیں رہا، چنانچہ عرصۂ دراز تک ایتھنز کے ساتھ دوسرے یونانی شہروں سے کہیں بہتر سلوک روا رکھا گیا[۵]

---

۵ ایسقراطس کی پانی گی ریکوس Isocr. Panegyricus کا فیلقوس، سکندر اور

یادداشت متعلق باب بستم

عہد سکندر اعظم کی تاریخ کی اسناد پر مفصلۂ ذیل مصنفوں نے بحث کی ہے:-

(۱) سینٹ کروا: "عہد سکندری کے قدیم مورخوں کے بیانات کی تنقید" (Ste-Croix: Examen critique des anc. historiens d'Alex. le Grand) پیرس ۱۸۰۴ء

(۲) گائیر: "مورخین عہد سکندری" Geier : De Alexand Scriptor ہالے ۱۸۳۵ء۔

(۳) گائیر: "عہد سکندری کے ہمعصر مورخ" Geier : Scrhist Al. M. Aetate suppares ill.) لائپزگ ۱۸۴۴ء۔

(۴) ڈرواے سن: "یونانیت" Droysen : Hellenismus ۱ ' ۲ و نتیجہ۔

(۵) اے شیونے: "انالیکٹا" A. Schoene : Analek. لائپزگ ۱۸۷۰ء، و نیز شیفر نے سالیانہ لسانیات ۱۸۷۰ء N. Jahrb. F. Phil III میں اس پر جو نوٹ لکھا ہے۔

(۶) لاؤدین: "ماخذ تاریخ عہد سکندری" Laudien : Ueber die

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گذشتہ اُسکے بعض جانشینوں پر بہت بڑا اثر پڑا، اور ہمارے نزدیک اسمیں جن خیالات کا اظہار کیا گیا ہے وہ اُس زمانے کے بہترین ترقی یافتہ و تربیت یافتہ لوگوں میں سے اکثر کی رائے تھی۔ ہماری دانست میں یہ فارقلیس کی اُس تقریر کا گویا جواب ہے جو طوسی دیدش میں دی ہوئی ہے۔

یادداشت متعلق باب ۲

Quellen Z Geseh. Alex. d. Gr. لائپزگ ۱۸۶۷ء۔

(۷) فوگل: "حیات سکندر اعظم کی بابت پلوٹارک کے ماخذ"
Vogel: Ueber die Quellen Plutarchs in der Biogr. Alex.'s

(۸) کیوہلر: "تنقید ماخذ تاریخ عہد سکندر در دیودوروس، کرتیوس ویوستی نوس"
Kœhler: Quellen— Kritik Z. Gesch. Ald. Gr. in Diodor, Curtius und Justin لائپزگ ۱۸۶۹ء۔

(۹) ملر: "استرابو کے مطابق تاریخ سکندری"
Miller: die Alexandergeschichte nach Strabo ورتسبرگ ۱۸۸۲ء۔

(۱۰) فرینکل، "ماخذ تاریخ سکندری"
Fraenkel: Die Quellen der Alexander-historiker برلن ۱۸۸۳ء۔

(۱۱) کیرسٹ: "تحقیقات تاریخ عہد سکندر اعظم"
Kaerst: Forschungen Z Gesch. Al. d. Gr. شتٹگارٹ ۱۸۸۷ء۔

(۱۲) گٹشمڈ: "تاریخ ایران از سکندر اعظم تازوال آرساکیان"
Gutschmid: Gesch. Irans. von Al. d. Gr. bis. Z. Untergange der Arsaciden ٹیوبنگن ۱۸۸۳ء، صفحہ ۸۳۔

سکندر اعظم کے متعلق جو کچھ معلومات ہیں اُن کے دو شق کئے جا سکتے ہیں۔ آرین باشندۂ نکومیدیہ نے جو شہنشاہ ہیڈرین کے زمانے میں ایک بڑے عہدے پر فائز تھا، اپنی تاریخ کا مواد اکثر و بیشتر مقدونوی ماخذ سے اخذ کیا تھا، یعنی اس کا انحصار سرکاری و نیم سرکاری کاغذات بالخصوص شاہ بطلیموس و ارسطوبولوس ساکن کاساندریا کی تحریروں پر تھا؛ اور اُس کے خطاب "زینوفون ثانی" سے اُس کے اسلوب کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ ہمارے نزدیک آرین میں بطلیموسی و ارسطوبولوسی ماخذ کا امتیاز ناممکن ہے، لیکن ہمارا قیاس ہے کہ اُس نے بطلیموس کو جنگی معاملات میں اور ارسطوبولوس کو دیگر امور میں اپنی سند قرار دیا ہو گا۔ ہم اس امر سے واقف ہیں کہ ارسطوبولوس نے جنگ گوگامیلا کے بعد جو ایرانی کاغذات پکڑے گئے

یادداشت متعلق باب ۲

اُنھیں اپنی سند بنایا ہوگا، (آرّین ۳، ۱۱، ۳)۔ اپنی "حیاتِ سکندر" میں پلوٹارک اپنے معمول کے مطابق صاحبِ حیات کے ساتھ جانبداری کا اظہار کرتا ہے، اور معلوم ہوتا ہے کہ اُس نے اپنے واقعات ارسطوبولوس، اونیسی کرتیوس، سکندر کے جہاز کے کپتان اور کلیتارخوس سے اخذ کیے، جس کا ذکر ابھی کیا جائے گا، اور بالواسطہ اس کا بہت کچھ مواد مشائی فلسفی ساتی روس سے اخذ کیا گیا ہے۔ کلیتارخوس پر رُول نے اپنے مضمون "امورِ متفرق" (جریدۂ لسانیات" جلد ۱۳۷ Ruhl: Vermischte Bemerkungen, N. Jahrb. F. Phil.) میں بحث کی ہے؛ کلیتارخوس عوام کی خاطر اپنے خیالات قلمبند کرتا تھا، اور اسی لئے جو کچھ اُس نے لکھا ہے اُس کا پیرایہ دلچسپ ہے۔ بہت سے علما کا خیال ہے کہ دیودوروس ۱۷ میں اُس کے اقتباسات دئیے ہوئے ہیں، لیکن بریوکر نے اپنی کتاب "طرزِ تحقیق ماخذ" (Broecker: Moderne Quellen-forscher) انز بریوک ۱۸۸۲ء میں بعض قابلِ غور اعتراضات کئے ہیں۔ دیودوروس میں بعض مواد ایسا ہے جو بعض اہم امور کی بابت بھی نہایت مفید مطلب ہے، جیسے باب ۱۷ میں۔ کرتیوس روفوس و یوستی نوس میں بھی کلیتارخوس کے متعلق کچھ معلومات ملیں گی۔ ہم نے جو دو شقیں قائم کی ہیں ان میں سے پہلی زیادہ عملی اور دوسری زیادہ لفظی ہے، اور اس سے دونوں کے صحیح انطباق کے لئے ایک معیار مل جاتا ہے؛ اور اگر ہم پہلی کو بطور زمین کے قرار دیں تو دوسری کو گویا اُس کا تتمہ سمجھنا چاہئے۔

کالس تھنیس نے اُس وقت تک سکندر کی چاپلوسی کی جب تک اُس کی خودداری کو ٹھیس نہیں لگی، لیکن اُس کی واقعی حیثیت کا تعین کرنا مشکل ہے۔ دیکھو باب ۲۵۔ نیز مقابلہ کرو کیرسٹ Kaerst صفحہ ۷۸۔

سکندر نے سرکاری وقایع کا انتظام کرکے ہمارے لئے اپنی مہمات اور کارروائیوں کا ایک صحیح خاکہ چھوڑا ہے؛ مقابلہ کرو ڈروائسن۔ اسی زمرے میں بے ماتستائی کے روزنامچے، ایرانی درباری اخبار کے طرز پر یومنیس کے

یادداشت متعلق باب ۲۰

"اخبار شاہی" اور نیارخوس کا سفرنامہ یہ سب آتے ہیں۔ سکندر کے عرض بیگی خاریس نے جو تاریخ تالیف کی وہ غالباً ذاتی تجربات پر مبنی ہوگی، لیکن اونے سی کریتوس اور اناسی منیس ساکن لمپساکوس کی کتابیں اپنی سچائی کے لئے مشہور نہیں تھیں۔ سکندر کے افسانہ آمیز واقعات "مصنوعی کالس تھنیس" اور پولیبوس والے ریوس نے اپنی کتابوں میں جمع کئے۔

مقابلہ کرو شیفر: "علم تحقیقات ماخذ" Schaefer: Quellenkunde، ۱، $\frac{۶۵}{۷۹}$؛ ۲، ۹۷، ۱۳۸؛ کیرسٹ کا مضمون پاؤلی وسووا Pauly-Wissova، ۱، $\frac{۱۴۱۲}{۱۴۳۴}$ میں؛ نیز نے Niese کی کتاب جس کا اقتباس آگے دیا ہوا ہے، ۱، ص $\frac{۳}{۱۹}$۔ سکندر کے مورخوں کے اجزا کے لئے دیکھو آرین کی اشاعت زیر ادارت ک، میولر۔ پولیبوس والے ریوس کو کیوہلر Kuehler نے لائپزگ ۱۸۸۸ء میں شایع کردیا ہے۔

باب بست ویکم

سلطنت ایران

اور

مشرقی دنیائے یونان کے تین اجزا

جس سلطنت پر سکندر اعظم کا دانت تھا اُس کا رقبہ خود اُس کے مُلک کے رقبے سے کم از کم پچاس گُنا اور آبادی کم از کم بیس گنی تھی[1]، اور وہ

---

[1] سلطنت ایران کی اندرونی کیفیت کے متعلق جو معلومات ہمیں حاصل ہیں وہ بہ نسبت یونانی مورخوں کے ایرانی اسناد سے زیادہ تر اخذ کی گئی ہیں اور ان کے ذریعے سے ہخامنشی فرماں رواؤں کے متعلق کافی مواد فراہم ہو جاتا ہے؛ دیکھو شپیگل: "قدیمیات ایران" (Spiegel:Eran. Alterth.) جلد ۳۔ ان ایرانی ماخذ کے بموجب ایرانی آبادی تین طبقوں پر منقسم تھی؛ (۱) اوّل تو مذہبی پیشواؤں کا طبقہ جنھیں ایرانی "اثروان" اور یونانی "ماگی" کہتے تھے۔ واضح ہو کہ شپیگل کے نزدیک ان دونوں کے مترادف ہونے میں کوئی شبہہ نہیں (۳، $\frac{۵۳۹}{۵۹۶}$) (۲) دوسرا طبقہ لڑنے والوں کا تھا جس میں خود شہنشاہ، چند اضلاع کے حکمراں (شپیگل ۳، ۶۱۳) اعیان اور عہدہ دار شامل تھے۔ لیکن قاعدے کے مطابق شہنشاہ کو مذہبی پیشواؤں کے طبقے میں شامل کر لیا جاتا تھا، جس کی وجہ سے دینی و دنیوی اقتدار کے مابین

باب ۲۱۔ ہیلیس پونٹ سے پنجاب تک اور جھیل آرال سے دریائے نیل تک

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ کسی قسم کا تنازعہ ناممکن ہوجاتا تھا (۳، ۲۰۶)۔ شہنشاہ گویا قوم کا گلہ بان ہے، اور گو ہخامنشی شہنشاہ نسباً دیوتاؤں کی اولاد خیال کئے جاتے ہیں لیکن وہ اپنے معبود ہونے کا اعلان نہیں کرتے۔ دارائے اوّل کے زمانے ہی سے ایران کے فرماں رواؤں نے شاہ اعظم اور شہنشاہ کا خطاب اختیار کرلیا تھا۔ اُس کی حیثیت بالکل مطلق العنان بادشاہ کی تھی، اور وہ اپنے آپ کو رعایا سے بالکل الگ تھلگ رکھتے تھے؛ اس کے باوجود ہم دیکھتے ہیں کہ جہاں تک عزت و وقار کا تعلق ہے اعلیٰ ترین ایرانی اعیان، بادشاہ سے کچھ ہی کم شمار کئے جاتے تھے۔ بہت سے اعیان ایسے تھے جو اپنی اپنی گڑھیوں میں خودمختارانہ زندگی بسر کرتے تھے (۳، ۶۲۲) اور سکندر اعظم کے عہد میں بختیاریہ اور سوگدیانا میں یہ صورت حال نمایاں طور پر نظر آتی ہے۔

دارائے اوّل نے چھوٹے چھوٹے فرماں رواؤں کی قوت کا خاتمہ کرنے کی غرض سے صوبہ دار یا "شہریار" "ساتراپ" ("کشاترپاوان" = محافظین سلطنت) مقرر کئے۔ سلطنت ایران کے طرز حکومت پر شپیگل نے ۳، ۳۶۰ میں بحث کی ہے؛ وزیر اعظم کے لئے دیکھو باب ۲۷۔

شہنشاہ کے فرائض میں یہ داخل تھا کہ عوام کے لئے بڑے بڑے ایوان تعمیر کرائے اور مستحقین کو امداد دے۔ (۳) سلطنت کے تیسرے طبقے میں جو وا ہے، کاشتکار اور سوداگر شامل تھے (شپیگل ۳، $\frac{۶۵۴}{۶۷۰}$) شپیگل ۶۷۱ تا ۸۰۲ میں ایرانیوں کی خانگی زندگی پر بحث کرتا ہے۔

اندرون ملک میں بہت کم قصبات نظر آتے ہیں اور اکثر مقامات محض دیہات قرار دئے جاسکتے ہیں، جن میں سے بعض میں ایک قلعہ بھی ہوتا تھا۔ اسی وجہ سے ہم ایران کے بہت کم قصبات کا نام پڑھتے ہیں، اور لطف یہ ہے کہ خاص پائے تخت کا بھی کوئی مستقل نام نظر نہیں آتا، چنانچہ آریَن (۳، ۱۸، ۱۰) پرسی پولس کو ایک جگہ "پرسائے" اور دوسری جگہ (۶، ۳۰) "پاذی الیہ پرسون" کہتا ہے۔ انھیں اسباب کی وجہ سے سکندر اعظم کو اندرون ملک فتح کرنے میں کچھ زیادہ مشکلات پیش نہیں آئیں،

باب ۲۱ پھیلی ہوئی تھی - اس عظیم الشان سلطنت میں دریا، پہاڑ، صحرا اور جھیل، زرخیز رقبے اور پہاڑی چراگاہیں، قطبی سردی اور استوائی گرمی کے منطقے، ہر تمدّن، رنگ روپ، زبان اور مذہب کے باشندے پائے جاتے تھے، اور ان سب کے مابین صرف ایک ہی رشتۂ اتحاد تھا، یعنی خود فرماں روائے ایران کی شخصیت، جس کا حکم بمنزلۂ قانون تھا۔ اگر یہ فرماں روا عقلمند ہوتا تو وہ اپنی رعایا کے احساسات اور جذبات کا خیال رکھتا، ورنہ اُسے ہمیشہ کسی نہ کسی حصۂ سلطنت میں بغاوتوں اور خروجوں کے لئے تیار رہنا پڑتا۔ اس قسم کی بغاوتیں ہمیشہ ہوتی رہتی تھیں، بلکہ یوں کہئے کہ کوئی منٹ ایسا مشکل سے گزرتا ہوگا کہ کہیں نہ کہیں بغاوت کو فرو نہ کیا جا رہا ہو۔ لیکن اس قسم کی بدامنی سے سلطنت کے استحکام میں مطلق کوئی فرق نہیں آتا تھا اس لئے کہ مختلف صوبوں کے مابین کسی قسم کا اندرونی رشتۂ اتحاد نہ تھا۔ چنانچہ اگر ایک صوبے میں بغاوت رونما ہوتی تو اُس کا دوسرے صوبوں پر مطلق کوئی اثر نہ پڑتا۔ اس سے آگے بڑھئے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ ایک ہی صوبے کے مختلف حصوں کے مابین بھی بہت کم ظاہری واسطہ تھا۔ اگر کسی صوبے میں باغیوں کو کامیابی ہوتی تو اُس کا بیش از بیش نتیجہ یہ نکلتا کہ اُس صوبے سے چند سال کے لئے خراج آنا بند ہو جاتا جس کی وجہ سے خزانۂ عامرہ کی آمدنی میں کمی ہو جاتی۔ لیکن چونکہ شہنشاہ کے پاس بے حساب دولت جمع تھی جسے کبھی خرچ کرنے کی نوبت نہ آتی تھی اس لئے اس کمی کا کوئی معتدبہ اثر نہیں پڑتا تھا۔ جن صوبوں کے باشندے فوج میں بھرتی ہوتے تھے انھیں بھی برابر خراج ادا کرنا پڑتا تھا، اور حقیقت یہ ہے کہ صرف چوتھی صدی ق م میں ہی شہنشاہ ایران کو یونانی اجیر سپاہیوں کو تنخواہ دینی پڑتی تھی، لیکن یہ اخراجات، شہنشاہانہ آمدنی کا عشر عشیر بھی نہ تھے۔

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ اور جب تک وہ ہندوستان کی سرحد تک نہیں پہنچا اُس وقت تک اُسے تعصبات بہت کم نظر آئے۔ مقابلہ کرو نیز ے: تاریخ ممالک یونان و مقدونیہ (Niese : Gesch der Griech. und Makedon. Staaten جلد ۱، صہ ۴۹۵-۴۹۷)۔

باب ۱۱ علاوہ ازیں دو واقعات ایسے ہیں جو ایران کی سی وسیع اور بے ڈول سلطنت کی شیرازہ بندی میں ممد و معاون ہوئے ۔ اول تو یہ کہ مصر کے سوا کسی دوسرے اہم صوبے میں کسی مقامی شاہی خاندان نے علم بغاوت بلند نہیں کیا، جس کی وجہ یہ ہے کہ اکثر مقامات کے قدیم خاندانوں کی بیخ کنی ہو چکی تھی اور رعایا جس طرح پرانے فرماں رواؤں کے تحت مگن تھی ویسے ہی اب ہخامنشی شہنشاہوں کی سیادت میں بھی خوش و خرم تھی؛ ساتھ ہی یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ شہنشاہ کے دوش بدوش ملک کے اعیان و کبار بھی موجود تھے جو بعض مواقع پر اُس کی مطلق العنانی میں حائل ہو سکتے تھے۔ دوسری بات یہ کہ علاوہ روپے کی وصولی کرنے اور جنگی امور پر توجہ کرنے کے مرکزی حکومت صوبہ واری معاملات میں بہت ہی کم دلچسپی لیتی تھی۔ ہخامنشیوں نے ہر قبیلے کو اپنے اپنے مذہب اور رسم و رواج پر عمل کرنے کی پوری پوری آزادی دے رکھی تھی، اور گو بلاشبہ مصر اس کلیے سے مستثنیٰ تھا لیکن اس استثنا سے خود ایرانیوں کو ہی نقصان پہنچا۔ نیز یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ صوبوں کے باشندوں سے جو روپیہ وصول کیا جاتا تھا اُس کی مقدار، اور جو سپاہی طلب کئے جاتے تھے اُن کی تعداد بھی زیادہ نہ تھی؛ چنانچہ ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ رعایائے ایران کی حالت کچھ ایسی زیادہ سقیم نہیں تھی، بلکہ سلطنت کے مختلف قبیلے آرام سے زندگی بسر کرتے تھے؛ لاکھوں میل کے اس رقبے میں نسبتہً امن و امان کا دور دورہ تھا اور لوگ بلا خوف و خطر ادھر اُدھر آجا سکتے تھے۔ الغرض ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ محض جمود کے فطری قانون کے تحت ہی سلطنت کا قیام کیوں نہ ہو، لیکن جو اسباب اُس کے عروج کا باعث ہوئے ہوں گے وہ غالباً اس وقت بھی موجود تھے، ورنہ باوجود ان تمام باتوں کے جو اوپر بیان کی گئیں یہ سلطنت ایک دن کی بھی نہ ہوتی۔ اس سلطنت کے بانی میانی عقل و فہم کے دو پتلوں یعنی کورش و داریوش نے ڈالی تھی، لیکن محض ذاتی فہم و ذکا کے علاوہ ایک مطمح اصول ایسا اور تھا جو اُس کی بنا میں ممد ہوا تھا۔ ایرانی تمدن دوسرے ایشیائی تمدنوں میں سب سے زیادہ ارفع و اعلیٰ تھا۔

باب ۲۱ اُن کے مذہب میں جو علو پایا جاتا تھا وہ دوسرے ہمعصر مذاہب میں مفقود تھا، اور اُس قوم میں جو ایسے مذہب کی معتقد ہو اور ساتھ ہی شجیعانہ اور بہادرانہ اوصاف بھی پائے جاتے ہوں، انہیں باوجود مذہبی بدعات سیئہ کے پیدا ہو جانے اور اُس کے افراد کی شجاعت میں کمی ہو جانے کے اب بھی دوسری اقوام میں ایک خاص امتیاز تھا۔ سلطنت ایران میں کسی ایرانی کو وہی امتیاز حاصل تھا جو دُنیائے یونان میں باشندۂ اسپارٹا کو۔ بلاشبہہ مذہب کے معاملے میں ایرانی اور سامی کے مابین بہت بڑا تباین نظر آتا ہے، اور قیاس چاہتا ہے کہ سامی تمدن ایرانی نشو و نما میں حائل ہوا ہوگا، لیکن یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ایرانی عروج اور بابل کے سامی مذہب کے (جو سامی مذاہب میں سب سے زیادہ منتشر تھا) کے زوال کا زمانہ ایک ہی تھا۔ علاوہ بریں کورش نے کمال چالاکی سے معبودان بابل کو کبھی برا بھلا نہیں کہا۔ نیز چونکہ پرستاران بیل کا کوئی ایسا ملک نہیں تھا جس میں رہکر وہ ایرانی پیش قدمی کی مستقل مدافعت کر سکتے اس لئے اریائی اور سامی مذاہب کے باہمی تباین کی کوئی سیاسی اہمیت باقی نہ تھی، بلکہ اس کے بجائے تمدن بابل مشرق کے مشترک تمدن کا ایک جزو بن گیا تھا اور اُسے بوجہ اپنی علمی صفات کے ایک خاص پایہ حاصل ہو گیا تھا۔ رہیں دوسری سامی اقوام، ان میں سے یہودیوں کی اہمیت بہت کم ہو گئی تھی اور ایرانی فنیقیوں کو اپنے تجارتی اغراض و مقاصد کے لئے کام میں لاتے تھے جس کے باعث وہ سلطنت کے لئے اور سلطنت اُن کیلئے کارآمد اور سودمند تھی، بلکہ حق تو یہ ہے کہ فنیقی نہ ہوتے تو بہت سے صوبے پہلے ہی نکل جاتے۔

سلطنت ایران کا اثر ان صوبوں میں خاص طور پر معرض خطر میں تھا جہاں کے فطری حالات اور تمدن کی وجہ سے وہاں کے لوگوں کے میلان آزادی کو تقویت پہنچی، چنانچہ یہ کیفیت ممالک مغرب، ایشیائے کوچک اور مصر میں پیش آئی۔ مصریوں کو یہ خصوصیت حاصل تھی کہ ایک طرف تو

باب ۱۲ اُن کا تمدّن ایرانی تمدّن سے بالکل جدا گانہ تھا، اور دوسری جانب اُن کا مُلک بہ آسانی دُنیائے باقیہ سے بالکل الگ تھلگ کیا جا سکتا تھا۔ بایں وجوہ مصریوں کو باہمی متحد کرنا اور مصریوں کا نسبتہً بڑے بڑے لشکروں کی مدافعت کرنا کچھ ایسا مشکل امر نہ تھا۔ ایشیائے کوچک میں ایرانی اثر کو جو خطرہ تھا اُس کے اسباب ذرا مختلف تھے۔ اس میں شک نہیں کہ ملک دوسرے صوبہ جات ایران کے سلسلے میں ہی واقع تھا، لیکن پہاڑی علاقہ ہونے کی وجہ سے اُس کے مختلف حصّوں کو بیرونی حملوں سے محفوظ رکھنا آسان تھا، اور مُلک یونان کے قُرب کی وجہ سے یہاں کے باشندوں کے لئے وہ زندگی بالکل ناممکن العمل تھی جس سے کوئی بابلی یا ارا خوزی علی العموم مطمئن ہو سکتا تھا۔ یونانیوں میں بہ نسبت مشرقی اقوام کے فطرتاً بے چینی کا مادّہ بھرا ہوا تھا، اور اگر بالفرض ایران کی یونانی رعایا حکومت کو دق نہیں کرتی تھی تاہم اُس کے اقوال و افعال سے صاف ظاہر ہوتا تھا کہ اُس کی اپنی بھی کوئی ذاتی رائے ہے، وہ ایسی سلطنت میں جہاں شہنشاہ کے علاوہ کسی فرد کو ذاتی رائے رکھنے کا حق نہ سمجھا جاتا تھا۔ حقیقت میں سلطنت ایران کی کمزوری کا بڑا بھاری سبب یہی تھا۔ بیشک ذہنی اعتبار سے ایران کے مذہب کو بہت کچھ تفوّق حاصل تھا، لیکن چونکہ مُلک پر شخصی حکومت کی جاتی تھی اس لئے اُسے اس مذہب سے کوئی خاص مادّی فائدہ نہیں پہنچتا تھا۔ ہخامنشی خاندان کے افراد میں ایک طرف تو خود غرضی کا مادّہ بھرا ہوا تھا اور دوسری جانب ہر قسم کے عیش و عشرت کے سامان کی فراوانی تھی جس کے باعث اُس میں اور ماضی و حال کے دوسرے مطلق العنان خاندانوں کے افراد میں کچھ زیادہ فرق باقی نہیں رہا تھا۔ دوسرے ممالک کی طرح جہاں ذاتی رائے کا مظاہرہ ممنوع ہو، یہاں بھی سازشوں اور سخت گیریوں کا بازار گرم تھا اور شہنشاہ اور شہزادے دونوں اکثر دشمن کی تلوار کا شکار ہوتے تھے۔ پلوٹارک نے اردشیر بہمن کی جو سوانح عمری لکھی ہے اُس کے دیکھنے سے فرماں روایان ایران کی ردی اور زبوں حالت

باب ۱۱

کا پتا چلتا ہے۔ ان سب باتوں کے باوجود بھی موجودہ خاندان کے سریرآرائے سلطنت ہوتے ہوئے اُس پر فتح پانا کچھ آسان کام نہ تھا اور اُس کے لئے ایک نہایت زبردست حملے کی ضرورت تھی۔ یہ حملہ اب سکندر نے کر دیا۔

سلطنت ایران کے جن صوبوں کو سب سے زیادہ خطرے کا سامنا کرنا پڑتا تھا وہ مغربی صوبے تھے اور اسّی برس سے اُن کی حالت نہایت درجہ ناگفتہ بہ تھی۔ بغاوتوں کا سلسلہ مصر سے شروع ہوا جہاں سنہ ۴۱۴ ق م میں اس صوبہ والوں نے امیرتالیوس کی سیادت میں علم بغاوت بلند کر دیا اور اس میں وہ اس قدر کامیاب ہوئے کہ ساٹھ برس تک مسلسل وہ اپنی آزادی کو قائم رکھ سکے۔ امیرتالیوس کے بعد نسا سطیقس تخت پر بیٹھا، اُس کے بعد اخوروس (سنہ [illegible] ق م تا سنہ ۳۸۷ ق م) اور اس کے بعد نکتانے بوس (سنہ ۳۸۷ ق م تا سنہ ۳۶۹ ق م)۔ ایران سے ایواغورس ساکن قبرس کے چلے آنے کے بعد مصریوں کے لئے اپنی آزادی کا برقرار رکھنا پہلے سے بھی زیادہ آسان ہو گیا۔ سنہ ۳۸۳ ق م میں جب قبرس کو ایرانیوں نے ازسرنو مطیع کر لیا تو انھوں نے مصر کے خلاف ایک لشکرِ جرار روانہ کیا جس پر مصری یونانیوں سے مدد کے خواستگار ہوئے اور ایتھنز نے خابریاس کو اُن کی

سلہ یہ امر ہنوز تحقیق طلب ہے کہ سالامس اور قبرس میں ایواغورس کے نام کا ایک فرماں روا تھا یا دو۔ دیودوروس ۱۵، ۲ (سنہ ۳۸۶ ق م) میں لکھتا ہے کہ ایواغورس اپنے بیٹے بنی تاغورس کو سالامس چھوڑ کر مصر چلا گیا، وہاں سے واپس آنے پر (باب ۱۹، سنہ ۳۸۵ ق م) نکوکلیس کے ہاتھ سے مارا گیا، جس کے بعد نکوکلیس سنہ ۳۷۴ ق م میں فرماں روائے سالامس بن بیٹھا۔ لیکن ہم ۱۶، ۴۲ میں پڑھتے ہیں کہ سنہ ۳۵۱ ق م میں ایواغورس نے پھر تخت نشیں ہونے کی کوشش کی۔ لطف یہ ہے کہ دیودوروس نے کسی دوسرے ایواغورس کا ذکر بھی نہیں کیا، جس کی وجہ سے بعض مورخوں کے نزدیک ۱۵، ۴۶ میں اُس کی موت کا جو تذکرہ ہے وہ غالباً غلط بیانی پر مبنی ہے۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں

باب ۱۲ کمک کے لئے روانہ کیا۔ لیکن ایتھنز اُسے واپس بلا لینے پر مجبور ہوا اور مصر کی

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ (۱۶، ۴۶ سنہ ۳۵۰ ق م) کہ بنی تاغورس فرماں روا بنا رہتا ہے اور قبرس واپس آنے پر ایواغورس کو سزا دی جاتی ہے۔ لیکن جس ایواغورس نے تاریخ میں نام پیدا کیا ہے اُس نے سنہ ۴۱۱ ق م میں حکومت کرنی شروع کی؛ تو پھر یہ کس طرح ممکن ہے کہ وہ سنہ ۳۵۰ ق م میں "بااختیار" کیا گیا ہو؟ لیکن جب ہم تھیوپومپوس کا مطالعہ کرتے ہیں تو اس سے بالکل مختلف تصویر نظر آتی ہے اور اُس کے مطابق ایواغورس کو جس نے قتل کیا وہ ایک شخص مسمّیٰ نکوکریون کا غلام تھراسی دایوس تھا۔ پھر ہم الیسقراطیس کے خطوط میں، جو نکوکلیس والی سالامس کے نام لکھے گئے تھے، دیکھتے ہیں کہ نکوکلیس ہی ایواغورس کا جانشین ہوا، آرین ۲، ۲۰ و ۲۲ میں پڑھتے ہیں کہ بنی تاغورس سنہ ۳۳۲ ق م میں سالامس کا حکمراں تھا، اور پلوٹارک "حیات سکندر" ۲۹ میں کہ سنہ ۳۳۱ ق م میں یہاں نکوکریون حکومت کرتا تھا۔ ان بیانات سے ظاہر ہوتا ہے کہ (۱) دیودوروس نے نکوکلیس پر ایواغورس کے قتل کا جو الزام لگایا ہے وہ غلط ہے؛ (۲) ایواغورس کا جانشین نکوکلیس غالباً اُس کا بیٹا ہوگا؛ (۳) ممکن ہے کہ دیودوروس (۱۶، ۴۶) جس بنی تاغورس کے سنہ ۳۵۰ ق م میں حکومت کرنے کا ذکر ہے وہ وہی ہو جو سنہ ۳۳۲ ق م میں تخت پر بیٹھا ہوا تھا؛ (۴) یہ امر قطعی ہے کہ دیودوروس ۱۶، ۴۲، ۴۶ میں جس ایواغورس کا ذکر ہے اُس کی بابت ہمیں مطلق کوئی معلومات حاصل نہیں؛ نہ ہمیں یہ معلوم ہے کہ سنہ ۳۵۱ ق م میں جو بنی تاغورس حکومت کر رہا تھا وہ کس سنہ میں تخت نشیں ہوا تھا۔ الغرض مقامات اور شخصیات میں جو خلط مبحث نظر آتا ہے اس پر جس قدر تعجب کیا جائے کم ہے۔ تھیوپومپوس کہتا ہے کہ تھراسی دیوس نے ایواغورس اور اُس کے بیٹے بنی تاغورس کو نکوکریون کا بدلہ لینے کی غرض سے قتل کر ڈالا، لیکن سنہ ۳۳۱ ق م میں ہم نکوکلیس کو بنی تاغورس کا جانشین بنتے دیکھتے ہیں اور یہ بھی ممکن معلوم ہوتا ہے کہ وہ اُس کا بیٹا ہی ہو۔ اب یہ امر مسلمہ ہے کہ نکوکلیس ایواغورس کے فرزند کا نام تھا، اس لئے ہم سابقۂ "نکو" سے یہ نتیجہ نکالنے میں حق بجانب ہیں کہ نکوکریون بھی اسی خاندان کا رکن ہوگا، جس کے ارکین باوجود یونانیت کے دور دورے کے بعض ایشیائی حکمرانوں کی طرح ایک دوسرے کا گلا کاٹنے کے لئے

باب ۲۱

مدد کرنے کی بجائے اُس نے الفیکر آتیس کو ایران کی مدد کے لئے شہنشاہ کے پاس بھیج دیا۔ الفیکر آتیس کو فرنا بازو کی فوج میں جگہ دیگئی، لیکن مشکل یہ آپڑی کہ ایرانی صوبہ دار نے ایتھنزی سپہ دار کو اُس کی مرضی کے مطابق نہیں چلنے دیا، چنانچہ موخر الذکر کو اپنی جان تک کے لالے پڑ گئے اور وہ آخرکار ایتھنز واپس آگیا۔ ہم اس سے پہلے دیکھ چکے ہیں کہ تمودیوس ۳۷۳ء ق م میں ایتھنزیوں کا نشانۂ ملامت بننے سے بال بال بچ گیا تھا جسکے بعد اُسنے ۳۶۷ء ق م میں شہنشاہ کے خلاف اریوبارزان کی مدد کی تھی اور دو سال بعد ایتھنزیوں کی طرف سے جزیرۂ ساموس فتح کیا تھا؛ لیکن اب وہ ایران کی طرف چلا گیا، گو اُسے بھی مصریوں کے خلاف کوئی نمایاں کامیابی نہیں ہوئی۔ چوتھی صدی ق م کے نصف اول میں ایشیائے کوچک بھی صوبہ داروں یونانی بلدیات اور نیم یونانی خودسروں کی بغاوتوں کا میدان کارزار بنا ہوا تھا، اور ہم دیکھتے ہیں کہ میزیہ میں اورونتیس نے، کاریہ میں موسولوس نے اور افروجیہ میں اریوبارزان

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ تیار تھے۔ نکوکلیس کا حشر بھی اچھا نہیں ہوا Ath. ۱۲، ۵۳۱، اور ۳۷۴ء ق م سے پہلے ہی (جب Isocr. Antid. ۶۷ کے موجب، وہ چند سال حکمرانی کرچکا تھا) اُس کا خاتمہ ہوگیا۔ ہیڈ: "تاریخ مسکوکیات" Head: H. N. ۶۲۴ وغیرہ میں سکہ جات کی مدد سے سالامس کے حکمرانوں کی فہرست مرتب کی گئی ہے اور اُس میں ایواغورس دوم ۳۶۰ء ق م سے ۳۵۱ء ق م تک حکمران نظر آتا ہے۔ میں نے اس حاشیے میں اس امر پر زرا تفصیل سے اس لئے بحث کی ہے کہ اس سے اُس عہد کے لوگوں کے حالات اور اسناد کے وثوق کا پتا لگتا ہے اور ہم دیکھتے ہیں کہ معصر مورخ بھی جنھیں صحیح واقعات معلوم ہونے چاہئے تھے، بعض واقعات کے متعلق ہم لسان نہیں ہیں۔ دیکھو یودائخ: "مطالعات ایشیائے کوچک" Judeich: Kleinasiatische Studien ۱۸۹۲ء؛ بابلوں Babelon صفحات CXX CXXII؛ موخر الذکر کی رائے ہے کہ ایواغورس اول نے ۴۱۱ء ق م سے ۳۷۴ء ق م تک اور ایواغورس دوم نے ۳۶۰ء ق م سے ۳۵۱ء ق م تک حکومت کی۔

باب ۱۲

نے نیم آزاد حکمرانوں کی حیثیت سے نام پیدا کیا۔ اس قسم کے ہوشیار حکمرانوں پر ایرانیوں نے عام طور سے چالاکی اور عیاری کو کام میں لاکر غلبہ حاصل کیا؛ مثلاً داتامیس ہی کا قصہ ہے کہ اُس نے پہلے تو شہنشاہ کی خدمت کی، پھر علم بغاوت بلند کیا اور آخرکار ایک ایرانی کے جال میں پھنس گیا۔[۵۳] بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ ایرانی کھلے میدان میں بالکل بیکار تھے۔ ۳۶۱ ق م میں اُن کی اس کمزوری کا اندازہ کر کے تاخوس شاہ مصر نے خابریاس اور اگےسی لاؤس کی مدد سے ایران پر حملہ کر دیا؛ لیکن خود اُس کا اپنا مُلک اُس سے بغاوت کر بیٹھا اور اُس کی جگہ نکتانے بوس دوم کو اپنا بادشاہ منتخب کر لیا۔ ملک افراتفری کا ایسا شکار بنا ہوا تھا کہ اگر اگےسی لاؤس موقع پر موجود نہ ہوتا تو شائد نکتانے بوس کو بھی تخت سے دست بردار ی دینی پڑتی۔ اگےسی لاؤس مصر سے واپس آ ہی رہا تھا کہ راستے میں اُس کا انتقال ہو گیا۔[۵۴]

[۵۳] کورنے لیوس نیپوس نے داتامیس کی سوانح عمری کی مصنوعی تزئین میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھا، لیکن یہ سوانح عمری پھر بھی تاریخ تمدن کے مطالعے کے لئے نہایت مفید ہے۔ داتامیس کامیساریس صوبہ دار لیوکوسیریہ کا بیٹا تھا اور اُس نے ۳۸۷ ق م میں کادوسی کے خلاف جنگ میں اور اس کے بعد اوتوفراداتیس کے ساتھ باغیوں کی سرکوبی کے سلسلے میں کارہائے نمایاں انجام دیئے۔ بعد ازاں اُس نے تھوئس شاہ پفلاگونیا کو، جسے پفلاگونیا کے ہومری سورما پی لائے منیس کی اولاد سے ہونے کا فخر تھا، گرفتار کر کے شہنشاہ کے حضور میں پیش کیا۔ شہنشاہ نے اُس کی قابلیتوں کا اندازہ کر کے اُسے ۳۷۹ ق م اور ۳۷۴ ق م کے مابین مصر کے مقابلے کے لئے اور پھر آس لیس والی کاتاؤنیہ کی سرکوبی کے لئے مقرر کیا۔ دیو دوروس (۱۵، ۹۱) سے معلوم ہوتا ہے کہ داتامیس نے شہنشاہ کے خلاف علم بغاوت بلند کیا، اور چونکہ وہ کسی طرح مغلوب نہیں ہوتا تھا اس لئے اُس کے خلاف چال چلی گئی اور اُسے قتل کرا دیا گیا۔ دیکھو یوداتخ ۱۹۰ وغیرہ اور بابلوں XXXVII تا XLIII۔

[۵۴] مصری امور کے لئے دیکھو ویڈےمان Wiedemann صفحہ ۷۱۰ وغیرہ۔ تاریخی تسلسل

باب ۲۱

اس طرح سے مغربی صوبے ایران کے کسی کام کے نہ رہے اور خود سلطنت کے وجود ہی کے لئے ایک طرح کا خطرہ پیدا ہو گیا۔ باوجود اس کے سلطنت ایران پچیس سال کے لئے اور بچ رہی، اور یہ صرف اس لئے کہ اُس کے تخت پر اردشیر سوم (اخوست) کا سا شہنشاہ بیٹھا تھا۔ اردشیر ۳۵۸ق م میں اپنے خاندان کے اُن افراد کو تہ تیغ کر کے بیٹھا اور اُسے ابتدا میں بڑی بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ اس وقت افروجیہ کی ولایت ارتا بازو کے قبضے میں تھی جو اریو بارزان کے بعد والی ہوا تھا اور جو غالباً مشہور و معروف فرنا بازو کا بیٹا تھا۔ چونکہ ارتا بازو رھوڈزی بھائیوں منتور و میم نون کا رشتہ دار تھا اس لئے یونان کے ساتھ اُس کا خاص تعلق تھا، چنانچہ جب اُس نے علم بغاوت بلند کیا تو ایتھنزی خاریس اور تھبزی پامنیس نے اُس کا ساتھ دیا؛ لیکن ارتا بازو کو ہی شکست ہوئی اور میم نون کی معیت میں وہ مقدونیہ بھاگ گیا۔ اب کسی زمانے میں منتور نے تخت ایران کی بڑی بڑی خدمات انجام دی تھیں، چنانچہ اُس کے بیچ میں پڑنے کی وجہ سے ارتا بازو از سر نو شہنشاہ کا منظور نظر ہو گیا۔ لیکن ہمیں ان واقعات سے یہ نتیجہ نہیں نکالنا چاہئے کہ شہنشاہ کو ایشیا ئے کوچک میں مصر و شام سے کم تفکرات کا سامنا کرنا پڑتا تھا، اس لئے کہ اوّل الذکر کے یونانی عنصر کو ہمیشہ روپے اور وعدہ وعید کی چاٹ رہتی تھی[۵]۔ الغرض کسی نہ کسی

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ بالکل غیر متعین ہے، چنانچہ جہاں دیودوروس ۱۶، ۴۸ کے مطابق مصر ۳۵۰ق م میں فتح ہوا، وہاں انگر کے نزدیک یہ واقعہ ۳۴۶ق م میں اور نیولد کے کے مطابق (صفحہ ۷۸) ۳۴۰ق م میں پیش آیا تھا۔ Isocr. Phil. ۱۰۱ سے معلوم ہوتا ہے کہ ۳۴۶ق م کے موسم بہار تک مصر مغلوب نہیں ہوا تھا مقابلہ کرو یودائخ Judeich: Persienu . Aeg. im 4 Jahrh. ؛ ایران و مصر چوتھی صدی ق م میں v. Chr. ماربرگ ۱۸۹۰ء۔

[۵] ایشیا میں یونانی۔ ۳۹۶ق م میں ایران کی فوج میں یونانی اجیر سپاہی موجود تھے؛

باب ۱۲ طریقے سے شہنشاہ اس قدر طاقتور ہو گیا کہ سنہ ۳۵۴ ق م کے قریب کے زمانے

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ: زینوفون: "ہیلے نیکا" ۳، ۲، ۱۵۔

دیو دورس ۱۶، ۴۴ سے معلوم ہوتا ہے کہ سنہ ۳۵۰ ق م والی مصری مہم میں دس ہزار یونانی بھیجے گئے۔

ایفیا لتیس کا اردشیر اخوست کے دربار میں بھیجا جانا: دیکھو شیفر: "دیموس تھنیس" ۲، ۴۸۳۔

منتور اور میم نون ارتابازو کے "سسرالی رشتہ دار": "دیموس تھنیس کی تقریر خلاف ارسطقراتیس" ۷، ۱۵۔ پلوٹارک کی "حیات الکبیادیس" ۲۱ کے مطابق میم نون ارتابازو کا داماد تھا۔

Isocr. Paneg. ۱۰۰ میں اُس افراتفری کا بہت اچھا حال بیان کیا گیا ہے جو سنہ ۳۸۰ ق م کے قریب ایشیائے کوچک میں پھیلی ہوئی تھی۔

ایشیائے کوچک کے سکّے

سلطنت ایران کے مغربی حصّے کی سیاسی کیفیات میں جو تنوع پایا جاتا تھا اُس کا اندازہ اُس عہد کے سکّوں سے ہوتا ہے جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ چھوٹے چھوٹے مجموعوں کو ایک حد تک خود مختاری حاصل تھی۔ عام طور پر یہ فرض کر لیا جاتا ہے کہ سلطنت ایران میں سونے کے سکّے بنانے کا اختیار خود شہنشاہ نے اپنے قبضے میں رکھا تھا، چنانچہ اُسی کے حکم سے ۱۳۰ گرین کی "دارائیاں" بنائی جاتی تھیں؛ ان سکّوں پر خود شہنشاہ کی تصویر کندہ تھی اور اُس کے ہاتھ میں کمان دی ہوئی تھی۔ یہ تو سونے کا سکّہ ہوا؛ شہنشاہ چاندی کی "سگلیاں" بھی مسکوک کرتا تھا جن کا وزن ۸۶٫۴۳ انگریزی گرین ہوتا تھا اور جو ۷½ اٹیکائی اوبول کے مساوی سمجھنا چاہیئے؛ (ہیڈ ۶۹۸، ۶۹۹)۔ ان مرکزی سکّوں کے علاوہ مغربی علاقہ جات سلطنت میں صوبہ داروں، مقامی حکمرانوں اور بلدیات کو بھی سکّہ سازی کا اختیار تھا۔ مفصلۂ ذیل حاشیے میں میں نے ان سکّوں کی کیفیت کو ذرا تفصیل سے بیان کیا ہے۔ ساتھ ہی یہ ملحوظ رکھنا چاہیئے کہ

باب ۲۱ | میں یونانیوں کو یہ خیال پیدا ہو گیا کہ عنقریب وہ یونان پر حملہ آور ہونے والا ہے

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ کہ جن معیاروں کا جلد ۲ باب ۱۷ حاشیہ ۱۰ میں ذکر کیا گیا ہے ان میں اب رھوڈزی معیار کا اضافہ ہو گیا ہے (دیکھو اسی جلد کا باب ۳) جس کا استاتر ائیکائی استاتر سے ذرا چھوٹا ہے اور اس میں صرف ۱۱۵ یا ۱۲۰ گرین وزن ہے۔ اسکے اور ائی گنیا کے استاتر کے مابین جو تعلق ہے وہ یہ ہے کہ تین رھوڈزی درہم دو ائی گنیائی درہموں کے مساوی ہوتے تھے۔ میں شمالی علاقے سے شروع کروں گا اور گو "صلح نامۂ شہنشاہی" کے ذریعے سے قرب و جوار کے جزائر کی آزادی کا اعلان ہو گیا تھا، لیکن اپنے بیان میں انھیں بھی شامل کر لوں گا۔ مقابلہ کرو بابلون XXI۔ خود شہنشاہی سکوں کے علاوہ مفصلۂ ذیل کو بھی تسکیک کا حق حاصل تھا: (۱) وہ بلدیات جو طرابزون سے دہانۂ دریائے نیل تک ساحل پر یا اُس کے قریب کے علاقے میں واقع تھے؛ (۲) مقامی حکمراں؛ (۳) موروثی صوبہ دار؛ (۴) وہ صوبہ دار جنھیں غیر معمولی اختیارات تفویض کر دئے گئے تھے۔

علاقۂ ٹرواسے میں مفصلۂ ذیل شہروں میں سکے ڈھالے جاتے تھے: ابی دوس میں فنیقی معیار رائج تھا (ہیڈ ۴۶۸)۔ ان میں بیس سے زیادہ عمال کے نام کندہ ملتے ہیں اور انکا اموف نے تعین کر لیا ہے۔ گرگس کے سکوں کے ایک طرف سیبل کی شبیہہ اور دوسری طرف اسفنکس کی شبیہہ بنی ہوئی ہے۔ نیاندریہ، ادفری نیوم، رھیتیوم، سکامانڈریہ میں بھی سکے بنائے جاتے تھے۔ (ہیڈ ۴۷، ۴۴، ۴۴)۔ سگیوم میں، جو ایتھنز کی ایک قدیم نو آبادی تھی، جو سکے بنتے تھے ان پر "پالاس" دیوی کی شبیہہ کندہ ہوتی تھی اور اس کے چاندی کے سکوں کا وزن ائیکائی سکوں کے مساوی تھا۔

جزیرۂ تینے دوس کے سکے نہایت نفیس تھے اور اُن پر دُہرا سر اور دُہرا تبر کندہ تھا؛ ان کا معیار فنیقی تھا۔

میزیہ میں (ہیڈ ۴۴۶ تا ۴۶۰) معلوم ہوتا ہے کہ انتاندروس کے سکوں کا

باب ۱۲ چنانچہ اسی دوران میں دیموس تھنیس نے سیومور یاسے کے متعلق اپنی مشہور

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ معیار ایرانی تھا، اور یہی معیار اپولونیہ (بدریائے رھین داکوس) (سکس وائمھوف) استاکوس اور آسوس کے سکّوں کا بھی تھا۔ کیز کوس اپنے ایلکتروں کے سکّے چند سال اور ڈھالتا ہے (ہیڈ کا خیال ہے کہ غالباً فرنا بازو نے اپنے عہد میں اس شہر میں دارائیاں بھی ڈھلوائی ہوں گی) اور اس کے بعد اپنے سکّوں کا معیار رھوڈزی کر لیتا ہے۔ لیکن اس سے پہلے ہی یعنی سنہ ۴۱۰ق م میں (دیکھو بابلون XXXIII) یہاں ایک استاتر ۲۱۲ گوین کا ڈھالا جاتا ہے جس پر فرنا بازو کی شبیہہ اور الفاظ "فرنا باگار گارا" کندہ ہیں۔ لمپساکوس میں پہلے تو ایلکتروں کے سکّے تھے پھر اُن کی جگہ سونے کے سکّے بننے لگے جو ایلکتروں والے سکّوں کے مطابق تھے؛ ان نہایت خوبصورت سکّوں کے لئے دیکھو ہیڈ ۵۷۴۔ کہا جاتا ہے کہ ان پر بھی فرنا بازو کی شبیہہ کندہ تھی، لیکن ہمارے نزدیک یہ خیال غلط ہے، فون سیلیٹ Von Seilet سکس Six اور بابلون Babelon کے نزدیک یہ شبیہہ اورنتیس کی ہے، جس کے لئے دیکھو لیو وائخ صفحات ۲۲۱ وغیرہ جس میں رائناخ Reinach کی تحقیقات سے کام لیا گیا ہے۔ لمپساکوس کے چاندی کے سکّوں کا معیار ایرانی تھا اور یہی کیفیت پاریوم کی بھی تھی۔ پرگاموم کی ہنوز کوئی اہمیت نہیں تھی اور اُس کے سکّے بھی چھوٹے چھوٹے تھے۔ تیوتھرانیا کے حکمران خاندان کے (جو دیمار اتوس کے جانشین تھے) متعلق، ونیز گامبیوم اور میرنا میں گونگی لوس کے جانشینوں کی بابت اور مگنیشیہ میں تمسطا کلیس کے سکّوں کے لئے دیکھو بابلون LL. LXVIII وغیرہ۔

بی تھی نیا میں خالکدون نے سنہ ۴۰۰ق م تک اٹیکائی معیار پر سنہ ۳۵۰ق م تک اور اس کے بعد فنیقی معیار پر سکّے ڈھالے (ہیڈ ۴۳۸)۔ ہرقلیہ کی قوّت و اقتدار میں روز بروز اضافہ ہو رہا تھا، اور اُس کے سکّوں میں کلیۂ اسلوف کا اتّباع کیا گیا؛ اُس کی تاریخ میں خود سران موسومہ کلیارخوس (سنہ ۳۶۴ق م تا سنہ ۳۵۳ق م)، ساتی روس (سنہ ۳۵۳ق م تا سنہ ۳۴۷ق م)، تمودیوس و دیونی سیوس (سنہ ۳۴۷ق م تا سنہ ۳۳۸ق م) کے

باب ۲۱ تقریر کی جس کا حال اس سے قبل بیان کیا جا چکا ہے۔ لیکن جنوبی علاقوں میں

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ عہد ممتاز ہیں۔ یہاں کے بعض سکّے جوائی گینی طرز پر بنائے گئے تھے نہایت ہی خوبصورت اور حسین ہیں؛ تمودیوس اور دیلونی سیلوس کے نام اُن کے سکّوں پر کندہ ہیں (ہیڈ ۱۴۴)۔ اس خودسری کی تاریخ کے لئے دیکھو پلاس: "خودسرانہ حکومت" ا، ۲۵۸ وغیرہ، ۲، ۱۳۹۔

پفلاگونیا میں اسنوف کا رتبہ بہت اعلیٰ ہے اور اُس نے ۳۶۴ق م سے ۳۳۳ ق م تک اپنے سکّے فنیقی معیار کو گھٹا کر بنائے۔ اُس کے سکّوں پر صوبہ داروں کے نام پہلے تو یونانی حروف میں اور پھر ارامی حروف میں کندہ نظر آتے ہیں؛ اور جو سکّے اس وقت تک موجود ہیں ان پر داتامیس، ابدے مون اور اریارتھیس کے نام کندہ نظر آتے ہیں (ہیڈ ۴۳۴)۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہی سکّے کاپادوسیہ کے لئے بھی اکتفا کرتے تھے، اور یہاں کے تین قسم کے سکّے جو داتامیس کے جانشین اریارتھیس اوّل کے عہد (تقریباً ۳۵۰ق م تا ۳۲۲ق م) میں ڈھالے گئے تھے، اس وقت تک موجود ہیں (ہیڈ ۶۳۱)۔

ساحل افشین پر امی سوس کے سکّے ایرانی معیار پر ڈھالے جاتے تھے (ہیڈ ۴۲۴)۔ استرابو ۱۲، ۵۴۷ کہتا ہے کہ اتھنیوں نے اس شہر کی از سرِ نو آبادکاری کی تھی اور اُس کا نام پرائیوس رکھا تھا، لیکن اس آبادکاری کی تاریخ کا ہمیں علم نہیں۔ اس کے علاوہ امی سوس کے بعض سکّوں پر آرامی حروف بھی کندہ ہیں اور بعض پر لفظ "پرائیون" یونانی حروف میں (ہیڈ ۴۲۴)۔ چوتھی صدی ق م میں طرابزون نے بھی ایرانی معیار پر سکّے ڈھالے۔

ہیڈ (۴۸۵) کا خیال ہے کہ چوتھی صدی ق م کی ابتدا میں لسبوس میں ایلکٹرون کے کچائے، جیسے تیمینا میں فنیقی (؟) معیار کے چاندی کے سکّے، متی لنہ میں ایرانی معیار کے چاندی کے سکّے مسکوک ہوتے تھے، اور لسبوس کے قریب ایک چھوٹا سا جزیرہ پوردوسی لنے جو واقع ہے اُس میں بھی اُس عہد میں علاحدہ سکّے ڈھالے جاتے تھے (ہیڈ ۴۸۹)۔ ساحل پر ایولیائی شہروں میں سے

باب ۱۲ یونانی صوبوں کے حالات ذرا نازک ہو گئے تھے اس لئے کہ یہاں نہ صرف قبرس

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ دادی کائےکوس میں شہر گامبریوم نے (ہیڈ کی تحقیقات کے بموجب) فینیقی معیار کے سکے بنائے (ہیڈ ۵۰۰)۔

ایونیہ کے شہر فوکیہ میں سنہ ۳۵۰ ق م کے قریب زمانے تک ایلکٹرون کے سکے بنتے رہے۔ کلازومینے میں سونے کے جو نفیس سکے ملے ہیں انھیں ہیڈ (۴۹۱) سنہ ۳۸۷ ق م کی طرف منسوب کرتا ہے، درآنحالیکہ صلح نامۂ شہنشاہی کے بموجب اس شہر کا الحاق ایران کے ساتھ ہوچکا تھا۔ کلازومینے میں اٹیکائی معیار کے چاندی کے سکے بھی ڈھالے گئے، جن میں سے چند نہایت حسین جو درمیاں ممتاز ہیں جن پر صناع کا نام "تھیوداتوس" کندہ ہے، اور مشرقی ممالک میں یہ نہایت ہی اکم ہوتا ہے (ہیڈ ۴۹۱)۔ صوبہ دارا ور دنتیس کا نام جن سکوں پر کندہ ہے ان میں سے بعض کلازومینے یا تارسوس کی طرف منسوب کیا جاتا ہے اور بعض کو لولا کی طرف (جو ادراحی تیوم کے قریب واقع ہے) یا لمپساکوس کی طرف منسوب کیا جاتا ہے (ہیڈ ۴۵۵، ۴۹۱)۔ کلازومینے کے قریب لیوکانے (جسے تاخوس نے سنہ ۳۵۲ ق م میں آباد کیا تھا) چھوٹے چھوٹے سکے ڈھالے جن پر کلازومینے کے مخصوص نشان یعنی راج ہنس کی شبیہ کندہ ہے۔ ہیڈ (۴۹۹) کی رائے میں ایریتھرائے میں سنہ ۳۴۳ ق م تک سکے نہیں ڈھالے گئے، اور اس کے بعد اُن کا معیار رھوڈزی ہو گیا۔ تیوس کے سکوں کا معیار فینیقی اور کولوفون کے سکوں کا معیار رھوڈزی ہے جس کا ایک نہایت ہی خوبصورت سکہ دیکھنے کے قابل ہے جس پر ایک ایرانی سر کندہ ہے۔ ہیڈ ۴۹۳، شکل ۲۰۷، امھوف: "شبیہائے سر" Imhoof: Portraetkoepfe جلد ۳، ۱) ؛ عام طور پر اس سکے کو کولوفون کی طرف منسوب کیا جاتا ہے ؛ سکس ("زر یونان" Six: mounaies grecques لندن سنہ ۱۸۸۸ء) اسے یاسوس کی طرف منسوب کرتا ہے اور اس خیال میں کہ یہ سر مشہور و معروف تسافرنس کی شبیہ ہے، لوئینِ (De Luynes) سے متفق ہوتا ہے۔ رھوڈزی معیار کے الیفی سوس کے سکوں کا ذکر جن پر حرف Syn کندہ ہیں، اوپر کیا جاچکا ہے (باب ۳، حاشیہ ۱۱)۔

باب ۲۱ بلکہ شہر سیدا نے بھی علم بغاوت بلند کر دیا تھا، چنانچہ اردشیر نے ان دونوں

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ الفی سوس کے جنوب میں جو چھوٹا سا شہر پی گیلا یا فی گیلا واقع تھا اُس کے بعض سکّے اس وقت تک موجود ہیں (ہیڈ ۵۰۸)۔ چوتھی صدی ق م میں ملطہ نے خود اپنے معیار کے بموجب سکّے بنائے، لیکن اگر ہم ایک سکّے کو ملحوظ رکھیں جس پر الفاظ Eg Didymon iere کندہ ہیں اور جو فنیقی نصف درہمی کے وزن کے مطابق ہے تو ہمیں یہ استدلال کرنا پڑیگا کہ اُس نے فنیقی معیار کو بھی پیش نظر رکھا تھا۔ ملطہ کے بعض سکّے اٹیکائی اور ساموسی معیار کے بھی ہیں اور وہ اُس عہد کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں جس میں ہیکاتومنوس اور موسولوس وہاں حکومت کرتے تھے (ہیڈ، ۵۰۳)؛ اس کے بعد (ہیڈ کی رائے کے مطابق، صفحۂ ۵۰۴) غالباً ۳۵۰ ق م سے ۳۳۰ ق م تک یہاں فنیقی معیار قائم ہوا۔ مگنیشیا بدریائے میاندر میں چوتھی صدی ق م کے وسط سے فنیقی اور ایرانی معیار کے مطابق سکّے ڈھالے جانے لگے (ہیڈ ۵۰۱)۔ خیوس میں رھوڈزی یا فنیقی معیار رائج تھا (ہیڈ، ۵۱۴)۔ ساموس میں ابتدا میں تو نام نہاد معیار ساموس کا رواج تھا (جلد ۲ باب) اس کے بعد لیگ کی طرف سے رھوڈزی معیار کے بموجب سکّے بننے لگے (باب ۳ حاشیہ ۱۱)۔ سنہ ۳۶۵ ق م میں ایتھنز کے اس حصّے پر قبضہ کرنے کے بعد سے سکّے بننا سنہ ۳۲۲ ق م تک یعنی ساموسیوں کے واپس آنے تک برابر بنتا رہا۔ اس ملک میں بعض سکّے دستیاب ہوئے ہیں جس پر شہنشاہ ایران کی شکار کے موقع کی تصویر بنی ہوئی ہے اور جس پر فنیاغورث" کا نام یونانی حروف میں کندہ ہے؛ یہ سکّے کسی نہ کسی ایونیانی شہر کے ہوں گے؛ اور ممکن ہے کہ بابلوں (صفحۂ LXXVIII اور سکس کی رائے کے مطابق الفی سوس کے ہی ہوں (سکس یہ بھی کہتا ہے کہ یہ سکّے سنہ ۳۳۵ یا ۳۳۴ ق م میں میم نون کے اثر اور الفی سوسی عامل فنیاغورث کے تعامل سے الفی سوس میں بنائے گئے تھے)۔ بلاشبہ جو نام کندہ ہے وہ (دوسرے ایسے سکّوں کی طرح جن پر "Spithr" کندہ ہے) کبھی نہ کسی خود سر کا ہوگا۔ واضح ہو کہ چوتھی صدی ق م میں دو سپتھریداتیس نظر آتے ہیں، زینوفون: "ہیلے نیکا" ۴، ۴، ۱:

باب ۱۱ کے خلاف فوج روانہ کی جس میں منجملہ دس ہزار یونانی اجیر سپاہیوں کے

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ آرین ۱، ۱۲، ۸۔ مقابلہ کرو بابلون صفحہ LXXVI جس کے بموجب یہ سپتھریداتیس وہ ہے جو سارُوس کا خودسر تھا۔ بہرنہج یہ سکے رھوڈزی معیار کے ہیں۔

کاریہ کے شہر کنیدوس میں ہمیں ایسے سکے ملتے ہیں جن کا معیار رھوڈزی ہے اور ہالی کارناسوس میں ایسے جن کا معیار فنیقی ہے؛ ان پر لفظ "Syn" کندہ ہے (ہیڈ ۵۲۶)۔ موخر الذکر شہر میں کاریہ کے بادشاہوں نے جو سکے بنوائے اُن کا ذکر بعد میں کیا جائے گا۔ یاسوس کے سکوں پر لفظ "Syn" کندہ ہے اور ہیڈ کی رائے کے بموجب غالباً اُن کا معیار ایرانی ہے؛ لیکن سوال یہ ہے کہ کیا ۱۶۶ گرین کا سکہ رھوڈزی وزن کی چہ درہمی نہیں ہو سکتی جس کا اصل وزن ۱۷۵ گرین تھا؟ کاریہ کے حکمرانوں (ہیڈ ۵۲۳) یعنی ہکاتومنوس (تقریباً ۳۹۱ق م تا ۳۷۷ق م) نے میلاسا میں، موسولوس (۳۷۷ق م تا ۳۵۱ق م، دیکھو شیفر: ڈیموس تھنیس ۱، ۴۹۶) نے ہالی کارناسوس میں، ہدریوس (تا ۳۴۱ق م) ادا (تا ۳۴۰ق م)، پکسوداروس (تا ۳۳۵ق م)، رھوادنتوپاتیس (تا ۳۳۴ق م) اور ادا (بار دیگر تا ۳۲۴ق م) نے رھوڈزی معیار کے سکے بنوائے؛ مقابلہ کرو بابلون صفحہ LXXXV، وکرُدم بولتز: "صوبہ داران ایشیائے کوچک" Krumbholz: De Asiae min. satrapis لائپزگ ۱۸۸۳ء صفحہ ۸۳۔ یہ عجیب و غریب بات ہے کہ خاص الیغ سوس میں ایک سورما مسمی پکسوداروس کی پرستش کی جاتی تھی۔ دیکھو رو شر: Lex. Sp. ۲۵۰۴۔ کاریائی جزائر میں سے کالیمنا کے سکوں کا معیار رھوڈزی تھا (ہیڈ ۵۳۴)، اور یہی کیفیت کوس (ہیڈ ۵۳۵) کی بھی تھی۔ نسی روس کے سکے میں رھوڈز کا گلاب کندہ ہے، لیکن اُس کا درہم ۷۴ گرین کا ہے۔ لیکن جزیرۂ ماگستے میں، جو رھوڈز کا باجگزار تھا اور جہاں ۴۶ گرین کا درہم پایا جاتا ہے (ہیڈ ۵۳۷) رھوڈزی معیار کے سکے ڈھالے جاتے تھے، گو اُس کی سہ درہمی بجائے ۱۸۰ گرین کے ۱۴۰ ہی گرین کی تھی۔ رھوڈز نے اپنے چاندی کے سکوں

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ کے لئے ایک نیا معیار تجویز کیا ہے، لیکن سونے کے سکّوں کا معیار یوبیائی ہی ہے (ہیڈ، ۵۲۹)۔ واضح ہو کہ رھوڈز کے سکّے اپنے حسن کے لئے ممتاز ہیں۔

ایران نے جب لیدیہ کو فتح کیا تو اُس کے سکّے بنوانے بند کر دئے، اور افروجیہ کے سکّوں کی ابتدا دوسری صدی ق م سے پہلے نہیں ہوئی۔

لیکیہ کے سکّے پہلی مرتبہ ۵۰۰ ق م کے بعد نظر آتے ہیں، لیکن ہیڈ (۵۷۰) کی رائے ہے کہ ایک طرف تو اُن کا بننا سکندر کے زمانے سے پہلے ہی بند ہو جاتا ہے اور دوسری جانب کاریہ کے حکمرانوں نے لیکیہ میں اس تاریخ سے پہلے ہی سے اپنے سکّوں کو مروّج کر دیا تھا۔ اگر ہم یہ مفروضہ تسلیم نہ کریں تو پھر اس سوال کا کیا جواب ہے کہ جب لیکیوں نے سکندر کے سامنے از خود ہتھیار ڈالے تو پھر وہ مراعات کے مستحق کیوں نہ گردانے گئے اور کیوں اُنھیں سکّہ سازی کا اختیار نہیں دیا گیا؟ بدیں سبب یہ فرض کر لینا نامناسب نہیں کہ لیکیہ پر کاریہ کے فرماں روا حکومت کرتے تھے، اور یہ واقعہ مزید برآں اس عہد کی فتحی تاریخ کے لئے بھی کار آمد ہوگا؛ دیکھو باب ۲۹۔ گو لیکیہ کے سکّوں کا معیار بابلی تھا (ہیڈ، ۵۷۱) لیکن ہمارے پاس شہر فاسیلیس کا ایک استاتر موجود ہے جس کا وزن ۷ء۵۳ گرین ہے۔ لیکیہ کے حکمرانوں اور سکّوں کے لئے دیکھو بالون صفحات LXXIX تا CXIII۔

ایشیائے کوچک کے جنوبی ساحل پر اور تھوڑا سا اندرون مُلک میں بھی برابر بحیرۂ روم کے مشرقی ساحل تک بعض نیم یونانی اقوام رہتی تھیں، اور اس سے سکندر اعظم کا ایشیا کو یونانی قالب میں ڈھالنے کے طرزِ عمل کی جہت بہ آسانی سمجھ میں آجاتی ہے۔ پمفیلیہ کے دو شہروں یعنی اسپنڈوس اور سیدسے میں ایرانی معیار کے سکّے ملتے ہیں جن میں سے اوّل الذکر شہر کے سکّوں پر لفظ Estfendiiys اور ثانی الذکر شہر کے سکّوں پر لفظ Sydetikon کندہ ہیں؛ بعض سکّوں پر جو نوشتہ ہے

باب ۲۱ | آرگوسی تھے۔ جب سیدا کے فرماں روا آئینیس نے یہ لشکر جرار دیکھا تو

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ وہ آرامی زبان کے حروف سے کچھ ملتا جلتا ہے؛ مقابلہ کرو ہیڈ ۵۸۱ و ۵۸۶۔ پمفیلیہ کے دوسری طرف ملک پسیدیا میں دریائے یوریمیدون پر شہر سیلگے واقع ہے جس کے سکے بھی ایرانی معیار کے ہیں اور جن میں سے اکثر پر Stlegiys کندہ ہے۔ سیلگے اور اسپندوس دونوں کے سکوں کی ایک طرف ایک گوپھنیا نظر آتا ہے اس لئے کہ شہر کے نام سے خودبخود Spendone یا گوپھن کا خیال پیدا ہوتا تھا؛ سیلگے کے سکوں پر دوسری طرف دو کشتی بازوں کی شبیہ بنی ہوئی ہے؛ اس پر Stlegius کندہ ہے جس سے Stlengis کا خیال پیدا ہوتا ہے جو کشتی بازی میں کام آتا تھا؛ اور اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شہر کے اصلی نام کا لفظ Stlengis سے کچھ نہ کچھ تعلق ہوگا۔ قیادت ایران کے دور میں کیلیکیہ کے سکوں پر بھی یونانی نوشتے تھے؛ مثلاً شہر کیلندریدس کے (جو ساموس کی نوآبادی سمجھا جاتا تھا) سکے ایرانی معیار کے مطابق تھے (ہیڈ، ۶۰۰) اور یہی کیفیت مالوس کی بھی تھی جس کے سکوں پر امہوف نے ایک کتاب بھی لکھی ہے۔ مقابلہ کرو ہیڈ ۶۰۵۔ مالوس کے سکوں سے اُس روز افزوں سیاسی اثر کا پتا چلتا ہے جو ایران کا اُس شہر پر تھا، لیکن اس کے ساتھ ہی اس سے یونانی تمدن کے اثرات بھی ظاہر ہوتے ہیں، اس لئے کہ اس کے سکوں پر ابتدا میں تو ایک پر دار شبیہ اور ایک راج ہنس کی تصویر تھی، لیکن بعد میں ان کی جگہ شہنشاہ اور بعض یونانی دیوتاؤں مثلاً ہرقل، دمیتر وغیرہ کی شکلیں کندہ ہونے لگیں۔ شہر ناگی دوس کے نفیس سکوں پر، جن کا معیار ایرانی ہے، باکھوس اور افرودیت کی شکلیں بنی ہیں (ہیڈ ۶۰۸)؛ مقابلہ کرو امہوف: "زر یونان" Imhoof: Monn. Grec صفحہ ۳۷۲ وغیرہ، اور بابلون صفحہ XXXVII۔ شہر سولی کے سکوں کا معیار بھی ایرانی ہی تھا، اور یہی حالت اسوس کی بھی تھی جس کے سکوں پر یونانی اور آرامی الفاظ کندہ تھے (ہیڈ ۶۰۴)۔ چوتھی صدی ق م میں تارسوس کے مفصلۂ ذیل صوبہ داروں نے سکے بنوائے:

اُس کا دل بڑھ گیا اور اُس نے مصری کمکی فوج کے سپہ سالار منتور سے باب ۲۱

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ تری بازو، اور ونتاس (؟)، فرنا بازو، تارکاموس (سکس اسے یہ نام دیتا ہے، لیکن بابلوں کے نزدیک اُس کا نام داتامیس تھا) مازائیوس (ہیڈ ۶۱۳ تا ۶۱۶)، اور ان سب کے نام سکّوں پر آرامی حروف میں کندہ ہیں۔ مازائیوس کے مختلف النوع افعال کے متعلق دیکھو سکس کا رسالہ، اور بابلون صفحہ XLIII تا صفحہ XLIX۔

قبرس کے لئے سکس کا رسالہ اور ہیڈ ۶۲۰ وغیرہ دیکھنے چاہئیں۔ اس کے سکّے ابتدا میں تو آئی گینی معیار کے مطابق تھے (ہیڈ اسے ایرانی بتاتا ہے، ۶۶۵)، لیکن چوتھی صدی ق م میں یہ معیار رفتہ رفتہ رھوڈزی ہوگیا۔ سالامس کے سکّے نہایت درجہ اہم ہیں۔ ان میں سے بعض پر تو قبرسی زبان کے الفاظ کندہ ہیں لیکن ۶۸۰ ق م کے قریب کے زمانے سے یونانی کتبے دیکھنے میں آتے ہیں۔ اسی طرح پافوس کے سکّوں پر بھی قبرسی کی جگہ یونانی حروف کندہ کئے جاتے ہیں (ہیڈ ۶۲۳۔ سکس کا اتّباع کرتا ہے)۔ سولی کے سکّوں کے لئے دیکھو ہیڈ ۶۲۶۔ اس کے برعکس کی تیوم کے سکوں پر فینیقی نوشتہ ہے (ہیڈ ۶۲۱)؛ اور چوتھی صدی ق م میں ان پر بابرام، دیمونیکوس، میلے کیاتھون اور پومیاتھون کے نام پڑھنے میں آتے ہیں۔ مقابلہ کرو بابلوں CXIV تا CLIII۔

فینیقیہ میں فینیقی معیار مروّج چلا آتا ہے، جس کے مطابق درہم ۵۶ گرین کا ہے اور یہاں کے شہروں میں صرف ارادوس ہی ایسا ہے جس نے ایرانی معیار کو اختیار کرلیا ہے۔ ہمارے پاس ببلوس (ہیڈ ۶۶۸)، اور سید ا (ہیڈ ۶۷۰) کے سکّے موجود ہیں، گو سکس کا، جو ان سکّوں پر مفصّل بحث کرتا ہے، خیال ہے کہ موخر الذکر بجائے سید ا کے طرابلس میں مسکوک ہوئے ہوں گے۔ صور کے سکّوں پر ہیڈ نے صفحۂ ۶۷۴ پر بحث کی ہے۔ فینیقیہ کے سکّوں کے لئے دیکھو بابلون صفحہ CLIV وغیرہ؛ اور ہیراپولس، بامبیکے، غزہ اور عربستان کے سکون کے لئے بابلون XLIX) وغیرہ۔ ان اضلاع میں بہت سے یونانی اجیر سپاہی موجود تھے، چنانچہ ان کے

باب ۱۲ سازش کر کے ایرانیوں کو شہر میں داخل کرلیا، جس پر سیدائیوں نے ایرانیوں کے

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ بہت سے سکّوں پر اتھنزی سکّوں کی مماثلت میں پالاس اور الّوؤں کے سکے سرکندہ ہیں گو ان میں اتھنزی سکّوں کی سی نفاست نہیں پائی جاتی۔ (بابلون صفحہ LIX وغیرہ)۔

یہاں یہ بیان کر دینا مناسب ہے کہ ہیڈ کے مفروضے کے بموجب (۳۹ ۷) فینیقی معیار کے سونے اور ایلکٹرون کے سکّے شائد قرطاجنہ میں بھی مسکوک ہوئے ہوں گے، ورنہ تمولیون کے بعد اس کا اپنا کوئی سکہ نہ تھا۔

اگر ہم معیار کے مطابق اس معلومات کو مرتّب کریں تو ہم دیکھیں گے کہ ائی گینی معیار (۹۴ اگرین) کا اتّباع ہرقلیہ پونتیکا اور شاید قبرس میں ہوتا تھا؛ ایرانی معیار (۷ء اگرین) امی سوس، طرابزون، خالکیدون (وبیزنطہ)، انتاندروس، اپولونیا بدریائے رھیندا کوس، لمپساکوس، پاریوم، متی لنہ، یاسوس (؟)، اسپندوس، سیگے، سلگے، کیلندیرس، مالوس، تارسوس، تاگیدوس، سولی میں یعنی ایشیائے کوچک کے شمال ومغربی اور جنوبی ساحل پر اور شائد جزیرۂ قبرس میں مروّج تھا؛ بابلی معیار (۱۶۹ اگرین) کے سکّے لیکیہ میں، اور اٹیکائی معیار (۱۳۵ اگرین) کے خالکدون، سگیوم، کلازومے نائے، ملطہ میں پائے جاتے تھے؛ رھوڈزی معیار رھوڈز، کوس، کنیدوس، فراں رو ایان کاریہ، ساموس، خیوس، ایونیائی صوبہ دارون، ایرتیھرائے، ایفی سوس، کولوفون، کیزکوس، یاسوس اور قبرس میں مروّج تھا اور فینیقی معیار (۱۱۲ اگرین) کو ہالی کارناسوس، ملطہ، تیوس، فیگے لا، گنیشیا، کامبریوم، میتھیمنا، تینے دوس، خالکدون، اسنوف، فینیقیہ اور شائد قرطاجنہ میں پسند کیا جاتا تھا۔ یہ عجیب وغریب بات ہے کہ ملطہ فینیقیہ کا اتّباع کرتا ہے، اور یہاں ہمیں یہ واقعہ خود بخود یاد آتا ہے کہ اس شہر اور اُس مُلک کا باہمی تعلق کادموس کے نام سے ظاہر ہوتا ہے، اس لئے کہ اس شخص کو فینیقی اپنے ملک کا ایک سورما تسلیم کرتے ہیں اور ملطی اسے قدیم مورّخ خیال کرتے ہیں۔

گارڈنر نے اپنی کتاب "انواع زر یونانی" Gardner: Types of Greek Coins

باب ۲۱

قبضے میں جانے سے اسے بدرجہا بہتر سمجھا کہ اپنے مکانات کو آگ لگا دیں اور خود بھی اُس میں بھسم ہو جائیں۔ اردشیر کو تینیس سے کسی مفاد کی امید تو تھی نہیں، لہٰذا اُسے تو موت کے گھاٹ اُتار اگیا، لیکن منتور کی قابلیت مسلّمہ تھی، چنانچہ اُسے ایک ایرانی رسالے کا سپہ دار بنایا گیا، رہا قیرس، تو اُسے کاریہ کے صوبہ دار ادریوس نے ایتھنزی فوکیون اور ایک شخص مسمی ایواغورس کی مدد سے از سرِ نو مغلوب کر لیا۔ اب اردشیر مصر کی طرف پلٹا۔ اوّل تو نکتانے بوس نے پیلوزیوم کے مقام پر اس کی مدافعت کی، لیکن اُسے ممفس لوٹ جانا اور آخر کار ملک چھوڑ کر حبشہ چلا جانا پڑا۔ یہ دکھانے کے لئے کہ وہ ہر مصری چیز کو غایت نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے، اُس نے مقدس آپیس کے بیل کو غرق کرا دیا، اور چونکہ مصریوں نے خود اُسے گدھے کا خطاب دے رکھا تھا اور اس جانور کو مصری حقیر ترین اور ارذل ترین جانور تصور کرتے تھے، اس لئے اُس کے حکم سے گدھے کو مصری معبود قرار دیا گیا۔ مصر کی یہ فتح ۳۵۰ء ق م اور ۳۴۰ء ق م کے مابین عمل میں آئی ہو گی۔

یونانیوں کا خیال کہ ایرانی اُن کے ملک پر حملہ آور ہوں گے غلط نکلا۔ ۳۵۰ء ق م میں تھبز کو ایرانی روپیہ ضرور مل گیا اور اس میں بھی کوئی شبہہ نہیں کہ ایرانی مدد ہی کی وجہ سے پرنتھوس بچ گیا۔ لیکن اس کے تھوڑے ہی عرصے کے بعد یعنی ۳۳۸ء ق م میں اردشیر کو اُس کے وزیر باگواس نے قتل کر ڈالا اور اُس کی جگہ پہلے تو اُس کے بیٹے آرسیس کو تخت پر بٹھایا اور پھر نئے شہنشاہ اور اُس کے تمام اعزّہ و اقربا کو قتل کرا کے ایک فرد خاندان شاہی مسمی داریوش کدمان کو ۳۳۵ء ق م میں تخت پر بٹھایا؛ یہی اس خاندان کا

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ صفحۂ مصورہ نمبر ۸ میں چوتھی صدی ق م کے ایشیائے کوچک کے بعض حسین ترین سکوں کی تصویریں دی ہیں اور اُن پر ص ۱۶۹/۱۷۶ میں بحث کی ہے۔

آخری بادشاہ "دارا" تھا اور اسی کا سکندر نے کام تمام کردیا[۹۶]۔

اردشیر کی دوا دوش اور چلت پھرت کی وجہ سے ۳۳۵ق م میں ایران کا ستارہ بظاہر اوج پر نظر آتا ہے۔ مصر فنیقیہ اور قبرص کو نیچا دیکھنا پڑتا ہے؛ مغربی ایشیائے کوچک میں پہلے تو منتور اور پھر میمنون ایرانی اثرات کو از سر نو قائم کرتے ہیں اور منتور اتارنیوس کے خود سر کو، جو ارسطاطالیس کا دوست تھا، دھوکا دے کر مار ڈالتا ہے۔ فیلقوس پارمے نیو کو ایشیا روانہ کرکے تھوڑا بہت پانسہ پلٹ دیتا ہے، لیکن وہ بھی فیلقوس کے قتل کے بعد واپس آجاتا ہے اور میمنون ابی دوس کے علاوہ تمام علاقے شہنشاہ ایران کی طرف سے از سر نو فتح کرلیتا ہے۔ واضح ہو کہ ابی دوس برابر مقدونوی علم کا دست نگر رہتا ہے اور اسی کی وجہ سے اگلی مہم میں مقدونوی بحال آسانی سے ساحل ایشیا پر اتر سکتے ہیں۔

اس طرح معلوم ہوا کہ عنقریب ان دونوں دول کے مابین تنازعات برپا ہونے کو ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ایران اور یونان کے مابین ایک اصولی تباین ہے۔ ایک طرف تو مطلق العنانی کا دور دورہ ہے اور شہنشاہ کے

---

[۹۶] اردشیر دوم کے عہد حکومت کی مشکلات کو قسپیگل نے مفصلۂ ذیل انداز سے ترتیب دیا ہے:۔ (۱) یونان کے ساتھ تعلقات (ص $\frac{459}{466}$)؛ (۲) جنگ قبرس (ص $\frac{466}{469}$)؛ (۳) کادوسیوں کے ساتھ جنگ، جو بحیرۂ خزر کے جنوب میں گیلان کے علاقے میں رہتے تھے (ص $\frac{469}{470}$)۔ پلوٹارک (حیات اردشیر ۲۴) اور دیودوروس (۱۵، ۸، ۱۰) دونوں اس جنگ کو بیان کرتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ اردشیر تین لاکھ پیدل اور دس ہزار سواروں کو لیکر اس ناقابل گزار ملک میں داخل ہوا جسمیں برسات کی وجہ سے سڑکوں کی حالت ناگفتہ بہ ہوگئی تھی اور جس سے طرح طرح کے امراض پیدا ہوگئے تھے۔ تری بازو نے خود اردشیر کو بال بال بچایا یعنی اس نے دونوں کادوسی حکمرانوں کو علیٰحدہ علیٰحدہ اسپر راضی کرلیا کہ وہ شہنشاہ کے ساتھ عہد نامہ کرلیں؛ اور لطف یہ ہے کہ ایک دوسرے کے خیال سے واقف نہ تھا؛ اسی سبب سے تری بازو کی کمان گویا پھر چڑھ گئی۔ (۴) جنگ مصر (ص $\frac{471}{474}$)

باب ۲۱ قبضے میں محض اُس کے اپنے نفع کی خاطر ہزاروں میل کے قطعات ہیں؛ دوسری جانب بھی ایک بادشاہ ہے لیکن اُسے اپنی رعایا کو مطیع و منقاد کرنے کے لئے اپنے آپ کو ممتاز کرنا لازم ہے۔ یہ ایسا بادشاہ ہے جس کی اطاعت آنکھ بند کر کے نہیں کی جاتی، جس کا اثر اُسی قسم کا ہے جیسا بجرت اقوام کے عہد میں جرمانی بادشاہوں کا، اور جسے سرکش افسروں کو قتل کرنے کا اختیار ہو لیکن تمام فوج کی خواہشات کی مخالفت کرنے کا مطلق اختیار نہیں۔ ایک طرف تو ہم دیکھتے ہیں کہ ایران کے خاندان شاہی میں ابتری پھیلی ہوئی ہے اور اجیر سپاہیوں پر کلیۃً انحصار ہے، اور دوسری جانب مقدونیہ کے بادشاہ میں بیباکانہ ذاتی جرأت اور مال غنیمت ہاتھ لگنے کی خواہش نظر آتی ہے؛ وہ بھی ایسا مال غنیمت جو نیزے کی نوک کے بل حاصل کیا گیا ہو۔ اپنے ذاتی خصائص کے علاوہ سکندر کو ایک اور خصوصیت حاصل ہے، یعنی وہ صرف مقدونیوں کا نہیں بلکہ تمام یونان کا، یعنی ایک اعلیٰ وارفع تمدن انسانی کا بھی قائم مقام ہے۔ وہ اپنی اس نیابت کو خود بھی محسوس کرتا ہے اور اسی کی بنا پر اپنی مشرقی مہم کو حق بجانب قرار دیتا ہے؛ وہ حقیقی معنی میں مقدونوی بادشاہ بھی ہے اور ٹھیٹھ یونانی بھی۔ ہیروڈوٹس نے زرکسنہ اور داریوش کے عہد والے سکندر کی بابت لکھا ہے کہ وہ یونانی بھی تھا اور شاہ مقدونیہ بھی، اور بجنسہٖ یہی حکم سکندر اعظم پر بھی لگایا جا سکتا ہے۔

اگر ہم نظر غائر سے دیکھیں تو سکندر کے حملے کے وقت سلطنت ایران کی کچھ اسی قسم کی حالت تھی جیسی جرمانیوں کے حملے کے زمانے میں سلطنت روما کی۔ دونوں کی شیرازہ بندی کی بنا محض "قانون جمود" پر تھی؛ دونوں کی قوت کا انحصار خود ملک کے باشندوں پر نہیں بلکہ اُن اقوام ہی کے اجیر سپاہیوں پر تھا جو ان سلطنتوں پر دانت جمائے بیٹھی تھیں۔ جس طرح سلطنت روما کی فوج میں ایسے جرمانی سپاہی اور جرمانی سپہ سالار کام کرتے تھے جن کا مقابلہ کوئی رومن مشکل سے کر سکتا تھا، اسی طرح شہنشاہ ایران کا کلیۃً یونانیوں پر مدار ہو گیا تھا جو شہنشاہ کے مسلّمہ طور پر وفادار تھے اور

باب ۲۱ منجملہ جن کے ایک میم نون بھی تھا جس کی قابلیت میں کسی کو شک کی گنجائش نہ تھی - اگر ہم ان امور کو ملحوظ رکھیں تو ہم اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ جنگ کی ابتدا سے پہلے ہی ایک معنی کر کے یونانی ایران پر حاوی ہو چکے تھے؛ لیکن ساتھ ہی ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ ایران میں یونانی عنصر کو جو اہمیت حاصل تھی اُس کا اندازہ خود یونانیوں کو بھی نہ تھا؛ اسی عنصر کی وجہ سے سلطنت کا کاروبار انجام پاتا تھا اور اُس کے افراد اس کام کی اجرت کو اپنے لئے بالکل مکتفی سمجھتے تھے۔

اب ذرا ایک قدم اور بڑھایئے۔ سکندر اور ایران کے مابین جو جنگ ہوئی اُسے ہم ایک خاص زاویۂ نگاہ سے یونانیوں کی خانگی جنگ قرار دے سکتے ہیں - نہ صرف یہ کہ ایرانی فوج میں یونانی بھرے ہوئے تھے بلکہ جنوب و مغربی ایشیائے کوچک کے یونانی شہروں سے سلطنت ایران کی حفاظت بہترین انداز سے ممکن تھی - عرصۂ دراز سے یونانی تمدّن نے ایشیائے کوچک میں کچھ ایسے قدم جمائے تھے کہ اس ملک کو دُنیائے یونان کا ہی ایک حصّہ تصوّر کرنا چاہیئے - جنوب و مغربی ایشیائے کوچک میں ایران کی باج گزار ایک بہت بڑی ریاست کاریہ قائم تھی جو تمدّن و تہذیب کے اعتبار سے یونانی تھی اور جس پر موسولوس حکمران تھا؛ موسولوس نے اپنا پایۂ تخت می لاسہ سے ہالی کارناسوس منتقل کر دیا تھا اور اسی مرکز سے اپنا اثر قرب و جوار کے ساحلی علاقوں اور جزیروں پر پھیلا لیا تھا۔ اقلیم ایشیا پر اس ریاست میں راس میکالے سے (جو ساموس کے بالکل مقابل واقع ہے) لیکیہ تک تمام ساحل، دریائے میاندر کی وادی زیریں اور اُس کے جنوبی معادن، دریائے اِندوس کی جنوبی وادی اور غالباً لکیہ کے زنجیرے اور ساحلی علاقے شامل تھے؛ خاص لیکیہ کے شہروں کے علاوہ مفصّلۂ ذیل شہر جو ساحل یا اُس کے قریب تھے یعنی کاؤنوس، فیس کوس، کنیدوس، کیراموس، ہالی کارناسوس، یاسوس، ملطہ، میوس، پری اینے؛ اور اندرون ملک میں میلاسا، الابندہ بدریائے مارسیاس،

باب ۲۱

تیرالیس اور مگنیشیا بدریائے میاندر اس ریاست کا جزو بنے ہوئے تھے۔ یہاں کے حکمران کا اثر نہ صرف رھوڈز اور کوس بلکہ خیوس پہ بھی تھا۔ گو یہاں کے فرماں روا نسلاً نیم یونانی تھے لیکن ان اضلاع کا تمدن کلیتہً یونانی یا ایک بڑی حد تک یونانی تھا، اور یہ چوتھی صدی ق م کے فنی شاہکاروں سے ظاہر ہوتا ہے۔ یہ امر خاص طور پر قابل لحاظ ہے کہ اس عہد میں جنوبی ایشیائے کوچک کے یونانی شہر اپنے تمدن کی تابناکی کے اعتبار سے شمالی ایشیائے کوچک پر بھی سبقت لے جاتے ہیں۔ لیکن تیسری صدی ق م میں اس صورت حال میں تبدیلی پیدا ہوتی ہے، مثلاً پرگامم نہایت تزک واحتشام کے ساتھ صف اول میں نمودار ہوتا ہے اور اس کے فرماں روا چوتھی صدی والے کاریائی حکمرانوں سے بھی زیادہ یونانی تہذیب وتمدن کی خدمت کرتے ہیں؛ اس کی وجہ یہ ہے کہ اب اس گوشۂ ایشیا میں، جو ہیلیس پونٹ کے بالکل قریب میں واقع ہے، یورپ کا اثر رونما ہو جاتا ہے۔ لیکن کاریہ کے زیر اثر جو یونانی تھے وہ ایشیائی دنیائے یونان کا محض ایک جزو تھے، اور یہ دنیا شمال میں اسنوف وطرابزون تک اور جنوب میں اسوس تک پھیلی ہوئی تھی۔ واضح ہو کہ موخر الذکر وہی مقام ہے جہاں سکندر کو اس کی دوسری عظیم الشان فتح حاصل ہوئی۔

چوتھی صدی ق م میں یونانی تمدن کے جو حصے نظر آتے ہیں وہ پانچویں صدی ق م والے حصوں سے مختلف ہیں۔ اس کتاب کی جلد ۲ باب ۲۶ میں ہم دیکھ چکے ہیں کہ مشرقی اور وسطی یونان میں تمدن کی چار مختلف موجیں نظر آتی تھیں یعنی ایولیائی، ایولی دوریائی، تھریسی اور ایتھنزی۔ جیسا ہم اس جلد کے باب ۱۲ میں دیکھ چکے ہیں، اب ان میں سے صرف تین کا صریح طور پر پتا چلتا ہے: ایولیائی جو کاریہ اور الفی سوس میں عیاں ہے؛ دوسری تھریسی جو اب تمام ملک مقدونیہ میں پھیل گئی ہے؛ اور تیسرے ایتھنزی جس کا دائرۂ عمل اب تقریباً تمام یوروپی یونان ہو گیا ہے۔ ایولیائی اور تھریسی موجوں سے ان کا قدیم

باب۲ تنوع جاتا رہا ہے اور اب صرف ایتھنزی تمدن ہی میں عالمگیری میلان پایا جاتا ہے۔ سب سے عجیب بات یہ ہے کہ تمدن کے ان تینوں مرکزوں کا داخلی اور سیاسی طرز عمل بالکل جداگانہ ہے، یعنی ایتھنز جمہوری ہے، شمالی علاقہ ملوکی اور ایشیا میں مقامی خود مختاری کے ساتھ ایران کی ماتحتی قبول کی جاتی ہے۔ ان امور کو ملحوظ رکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک طرف یونان کی جمہوریتوں میں آزادی کے اعلیٰ خیالات سرایت کئے ہوئے ہیں لیکن انھیں آپس کے نقیض سے فرصت نہیں ملتی جس کی وجہ سے اُن کا کوئی خاص قومی مطمح نظر نہیں ہے؛ ایران کے ماتحت جو یونانی ہیں وہ بہادر اور شجاع ضرور ہیں لیکن اُن پر ضرورت سے زیادہ تمدنی صیقل ہو رہی ہے اور سیاسی اعتبار سے ان میں کوئی مطمحی خیال پیدا نہیں ہوا؛ رہے شمالی ملک یعنی مقدونیہ، تھسلی اور تھریس، تو اُن کے جانبازانہ جذبے میں کس کو شبہہ ہو سکتا ہے؛ ساتھ ہی ان میں ایسے لوگ بھی موجود ہیں جن میں فطرتاً حکومت کا مادہ پایا جاتا ہے اور اُن کے رہبروں میں قومی جذبہ بھی پیدا ہو چلا ہے۔ تینوں حصوں کے ان خصائص سے تاریخی ارتقا کی کیفیت صاف معلوم ہو جاتی ہے۔ مقدونی جمہوری یونان کو قومی مطمح نظر کے حصول کی خاطر رام کرنا چاہتے ہیں لیکن وہ اپنی کوشش میں کامیاب نہیں ہوتے اور اسکے لئے انھیں یونان فتح کرنا پڑتا ہے۔ اب یہ ایشیائی یونانیوں کی طرف رجوع ہوتے ہیں، اور ایشیائی یونانی سپاہیوں کو مغلوب کرتے ہیں جس کے بعد ایران کا ایوان گویا خود بخود منہدم ہو جاتا ہے۔ ان واقعات کو سمجھنے کے بعد ہمیں اس کے باور کرنے میں کوئی دقت محسوس نہیں ہوتی کہ جس اُصول کو اس جنگ کے بعد تقویت پہنچی وہ ملوکی اصول تھا نہ کہ جمہوری۔

اسناد متعلق باب بست و یکم

اس کی سب سے اہم سند دیودورس کی کتاب ۱۲ ہے اور جیسا ہم اس سے پیشتر بیان کر چکے ہیں، اس کے ابواب ۴۰ تا ۵۲ میں مصنف صقلیہ کے علاوہ ایشیائی واقعات اچھی طرح سے بیان کئے گئے ہیں۔

پلوٹارک کی حیات اردشیر میں سلطنت ایران کا جو حال دیا ہوا ہے اُس سے طالب علم کی بہت کچھ رہبری ہوتی ہے؛ ہاؤگ (: "سوانح حیات یونانیاں میں پلوٹارک کے ماخذ" Haug: Die Quellen Plutarchs in den Lebens beschreibungen der Griechen ٹیوبنگن ۱۸۵۴ء) نے واقعات پر حاوی ہونے کے بعد اس مسئلے پر بحث کی ہے۔ اُس مسئلے کی اہم ترین سند کتے سیاس ہے۔ گوکور نے لیوس نیپوس کی "داتامیس" میں جو قصے ہیں اُن کی تفصیل قابل وثوق نہیں، تاہم اُن سے اُس عہد کے حالات معلوم ہوتے ہیں؛ اس کی اشاعت نبرڈے لوپوس نے کی ہے؛ برلن ۱۸۷۹ء زمانۂ حال کی کتابوں میں سے مقابلہ کرو، ا، ویڈے مان: "تاریخ مصر" A. Wiedemann: Aegyptische Geschichte گوتھا، ۱۸۸۴ء؛ نیولدیکے: "مقالہ جات تاریخ ایران" Noeldeke: Aufsaetze Zur persischen Geschichte؛ اور خاص طور پر شپیگل: "قدیمیات ایران" Spiegel: Iranische Alterthums Kunde ۳ جلد، لائپزگ ۱۸۷۱ء تا ۱۸۷۸ء۔

اسناد متعلق باب ۲۱

ایشیائے کوچک کے سکوں کی جو تحقیقات کی گئی ہے وہ نہایت کار آمد ہے؛ یہاں میں صرف زمانۂ حال کی تحقیقات کا حوالہ دوں گا۔ سکس: "کاریہ کے صوبہ داروں کے سکے" Six: Monnaies des Satrapes de Carie. جریدۂ مسکوکیات، لندن ۱۸۷۷ء؛ "خیالات متعلق سکہ جات فنیقیہ" Observ. Sur les monnaies pheneciennes جریدۂ مسکوکیات، لندن ۱۸۸۴ء؛ "سکہ جات پسیدیا و ممالک قریبہ" Zur Muenzkunde Pisidiens und angrenzende Laender جریدہ مسکوکیات جلد ۶، ۱۸۸۶ء؛ "جریدۂ قبرس کے سکوں کی ترتیب" Classification des monnaies de Chypre جریدۂ مسکوکیات، پیرس، ۱۸۸۳ء؛ "مازائیوس" Le Satrape Mazaios جریدۂ مسکوکیات لندن، ۱۸۸۴ء؛ "اسنوف" Sinope جریدۂ مسکوکیات، لندن، ۱۸۸۵ء؛ زرلیکیہ Monnaie lycienne جریدۂ مسکوکیات، پیرس، ۱۸۸۶ء؛ "زریونان" Monnaie grecque جریدۂ مسکوکیات، لندن، ۱۸۸۸ء؛ رائناش: "ایشیائے کوچک کی تین ملوکیتیں" Reinach. Trois royaumes de Asie mineure پیرس ۱۸۸۹ء؛ بابلون: "ہخامنشی ایرانی" Babelon: Les perses achemenides پیرس، ۱۸۹۲ء۔ امہوف بلومر کی کتاب "زریونان" Imhoof Blumer: Monnaies grecques ۱۸۸۳ء، اور مالوسس: "تاریخ مسکوکیات" Mallos: Ann. de Numism. ۱۸۸۳ء دونوں کا تعلق اسی موضوع سے ہے، اور دونوں عظیم الشان ذخیرہ جات معلومات ہیں۔

باب بست و دوم

سکندر مشرق قریب میں

جنگ گرانی کوس

۳۳۴ سنہ ق م تا ۳۳۳ سنہ ق م

موسم بہار ۳۳۴ سنہ ق م میں سکندر تیس ہزار سوار اور پانچ ہزار پیدل اپنے ساتھ لے کر مقدونیہ سے نکلا۔ ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیئے اس لشکر میں سے نصف سپاہی بھی مقدونوی الاصل نہ تھے[1] بلکہ اُس کا بیشتر حصہ

[1] سکندری فوج کی ترکیب، دیودورس ۱۷، ۱۷۔ اس فوج میں خاص یونانیوں کی تعداد بہت کم تھی؛ حلیفوں کے سات ہزار پیادوں میں سے بعض تھسالوی بھی تھے اور پندرہ سو تھسالویوں کے علاوہ صرف ۶۰۰ یونانی سوار تھے۔ دیودورس ۱۶، ۸۹ اور پلوٹارک: "فوکیون" ۱۶ کے مطابق فیلقوس نے ان رسالوں کا پہلے سے تعین کر لیا تھا جو یونانیوں سے لینے قرار پائے تھے، اور معلوم ہوتا ہے کہ سکندر نے اپنے حقوق کا من و عن مطالبہ نہیں کیا۔ واضح ہو کہ نپولین کا طرز عمل اس سے بالکل مغائر تھا چنانچہ مقابلہ کرو اسکے ایک قول کا جو اونکن نے اپنی کتاب "عہد انقلاب و شہنشاہی" Oncken: Zeitalter der Revolution und des Kaiserreiches

باب ۲۲

شمالی اضلاع اور تھسلی کے رنگروٹوں پر مشتمل تھا اور اس میں زیادہ تر بھاری ہتھیار والے سوار اور پیدل نظر آتے تھے۔ پیدل فوج میں جو چیز ممتاز ترین تھی وہ مشہور و معروف مقدونوی "جتھا" تھا جس کے ہر مربع کے طول میں ۱۶ اور عرض میں ۱۲ سپاہی ہوتے تھے جن کے ہاتھوں میں سولہ سولہ فٹ لمبے نیزے ہوتے تھے، چنانچہ پہلی پانچ صفوں کے نیزہ بردار جب اپنے نیزوں کو آگے کی طرف بڑھاتے تو اُن کی نوکیں صف اوّل سے آگے نکل جاتیں۔ اس لشکر میں صرف پیدل ہی نہیں بلکہ سوار بھی زرہ پوش تھے۔ جب لڑائی میں اس جتھے کی ضرورت نہیں ہوتی تھی تو پھر سپہ سالار کے حکم سے "ہلکے ہتھیار والے" ہی پاس لپیٹا کے میدان میں کود پڑتے۔ چھوٹی موٹی مڈبھیڑ کے لئے اور فوج کے راستوں کی حفاظت کرنے پر جو رسالے متعین کئے جاتے تھے اُن کا زیادہ تر حصہ شمالی قبائل مثلاً تھریسیوں، پایونیوں اور اگریائیوں سے لیا گیا تھا۔ بہرحال اس لشکر کو لے کر شاہ مقدونیہ بیس دن میں سستوس پہنچ گیا جہاں سے اُس نے ۱۶۰ سہ طبقہ جہازوں اور باربرداری کی کشتیوں میں بٹھا کر اُسے ابی دوس اُتروا دیا۔ جہاز پر ہی اُس نے پوسئیڈون اور نے ریوسی دیبیوں کے نام کی اور ایشیائی ساحل پر پہنچنے کے بعد زیوس، ہرقل اور اتھے نے کے نام کی قربانی کی۔ چونکہ وہ اپنے آپ کو اخی لیس کا جانشین کہتا تھا اس لئے الیوم پہنچ کر اُس کے نام پر خیرات کی اور اس کی قبر پر پھول چڑھائے اور اسی طرح اُس کے دوست ہیفالسٹیون نے

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ (۲، ۸، ۴۹۰، برلن ۱۸۸۶ء) میں نقل کیا ہے اور جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ نپولین نے اپنے جرمانی و دیگر حلیفوں سے خوب ٹھوک ٹھوک کر مادی فوائد حاصل کئے۔ سکندر کی فوج کے خصوصیات ڈرواسے س ۱، ۱، ۵، ۱۶ تا ۱۹، ۱۷ میں شمار کئے گئے ہیں نیز مقابلہ کرو بیلوخ: "دنیائے یونان و روما کی آبادی" Beloch: Bevoelkerung der Griech. roem. Welt لائپزگ ۱۸۸۶ء صفحہ ۲۱۵، صفحہ ۲۲۴-۲۔ اس کا خیال ہے کہ دیودورس کی رائے پر کوئی اعتراض نہیں کیا جا سکتا۔

باب ۲۳

پتروکلوس کی قبر پر بھی گل فشانی کی۔ جب وہ الیوم ہی میں مقیم تھا تو اُس نے یہ رائے ظاہر کی کہ اخی لیس کیسا خوش قسمت تھا کہ اُسے ہومر کا سا وقائع نگار مل گیا!۔

بہرحال یہ سب مذہبی فرائض ادا کرنے کے بعد وہ مشرق کی طرف بڑھا اور دریائے گرانیکوس پر ایک ایرانی لشکر سے دوبارہ ہوا جس کی کمان بعض ایرانی اعیان سلطنت کے سپرد تھی[۱] اس لشکر میں تقریباً بیس ہزار ایرانی سوار اور تقریباً اتنے ہی پیدل تھے، لیکن موخر الذکر ایرانی نہ تھے بلکہ اُن کا ایک بڑا حصہ دوسری اقوام مثلاً یونانی اجیر سپاہیوں پر مشتمل تھا۔ میم نون نے ایرانی کمانداروں کو یہ صلاح دی کہ وہ لڑائی سے گریز کرکے اس کی بجائے ملک کو تاراج کرنے پر قناعت کریں اس لئے کہ اس طرف تو شہنشاہ میدان میں موجود نہیں دوسری جانب

---

[۱] سکندر کے حالات جنگ اسوس تک، آرین ۱۱،۱ تا ۲، ۶۔

کلیکیہ میں ہو کر گزرنے کے متعلق مقابلہ کرو مضمون بنٹ Bent اتھے نیوم جولائی ۱۸۹۰ء صفحہ ۱۰۴ و صفحہ ۱۰۵۔

قربانی کے لئے (۱،۱۱، ۲) دیکھو سکوں پر حواشی باب ۲۷۔

جنگ گرانی کوس ہی میں سکندر نے الشیائیوں کو شکست دینے کے صحیح طرز کا اندازہ کرلیا یعنی اسی لڑائی میں اُس نے سواروں کو میدان میں بھیج دیا۔ اس ضمن میں مشرق کی ہمیشہ ایک ہی حالت رہی ہے یعنی یہ کہ اُس کی قوت کا دارومدار سواروں پر ہوتا ہے چنانچہ ایرانی، پارتھی عرب، ہن، مجیار، ترک سب کے سب گھوڑے پر سوار ہو کر لڑتے تھے۔ یہ امر قابل لحاظ ہے کہ بعض الشیائی طرز جنگ اُسی وقت سے آج تک ایک سی چلی آتی ہے مثلاً چھاپہ مارنا، چنانچہ ہم ہیروڈوٹس ۶، ۳۱ میں پڑھتے ہیں کہ یہ طریقہ خیوس، لسبوس اور ٹینیڈوس میں رائج تھا App. Mith. ۶۷ کے مطابق تیگرانیس نے بھی اسی پر عمل کیا اور اس طرح کا یا دوسیہ میں تین لاکھ آدمی گرفتار کئے۔ یہی کیفیت آوارہ تاتاران کریمیہ اور ترکمانوں کی بھی تھی۔ پنسر کا ایک مضمون Allgemeine Zeitung نمبر ۱۶۷ (تتمہ) ۱۸۵۹ء میں چھپا ہے اس کا مطالعہ کیا جائے۔

باب ۲۲ سکندر کی موجودگی کے باعث مقدونوی پلڑا بھاری رہے گا۔ لیکن اس صلاح پر کاربند ہونے میں ایرانی سپہ داروں نے اپنی توہین و تذلیل سمجھی اور فی الفور جنگ آزمائی کا تہیہ کر لیا۔ سب سے پہلے اُن کے سواروں نے دریا کے ڈھلوان کنارے پر قبضہ کر لیا تاکہ وہ مقدونوی پیش قدمی کو روک سکیں۔ مقدونویوں کی طرف پار مے نیو فوری حملے کے اصول کا مخالف تھا، لیکن سکندر نے اُس کے پس و پیش کا جواب یہ دیا کہ جب میں نے ہیلیسپونٹ کو عبور کر لیا ہے تو میں گرانیکوس جیسی چھوٹی سی ندی سے کسی طرح نہیں رک سکتا۔ ہم جانتے ہیں کہ کسی بادشاہ یا سپہ سالار کے لئے موقع پر دو ٹوک لفظ کہہ دینا کتنا انمول ہے، اور یہ صفت سکندر میں بدرجۂ اتم موجود تھی بلکہ اس میں کچھ تھوڑی بہت اسپارٹیوں کی سی جھلک پائی جاتی تھی۔ اُس نے حکم دیا کہ لشکر دشمن کی تیر باری کی پروا نہ کرے اور ندی کو عبور کر کے دوسرے کنارے پر قبضہ کر لے۔ مقدونیوں اور یونانیوں دونوں کا قاعدہ تھا کہ اپنے سوارے کو لشکر کے جناح پر مقرر کرتے تھے، چنانچہ اسی قاعدے پر عمل درآمد کیا گیا اور جتھے کو وسط میں جگہ دی گئی۔ خود سکندر چکدار زرہ پہنے اور اپنی خود پر کلغی لگائے بہ نفس نفیس فوج کے میمنے کی کمان کر رہا تھا۔ جوں ہی لڑائی شروع ہوئی، سکندر گھمسان میدان میں کود پڑا اور سیدھا اُس سمت کو چلا جہاں ایرانی افسر کھڑے ہوئے تھے۔ لڑتے لڑتے اُس کے نیزے کے ٹکڑے اڑ گئے، اور اُس نے اپنے سائیس کا نیزہ اپنے ہاتھ میں لیا ہی تھا کہ وہ بھی دشمن کے ایک وار میں ٹوٹ گیا جس پر کورنتھی دیمار اتوس نے اپنا نیزہ اُس کے ہاتھ میں دے دیا، جس کے ذریعے سے اُس نے داریوش کے داماد سپتھراداتیس کو ملک عدم پہنچایا اور اس کے بعد روساک کا، جس نے خود اُس پر وار کیا تھا، خاتمہ کر دیا۔ اسی طرح مقدونوی کلی توس نے (جسے "اسود" کا لقب دیا گیا ہے) ایک ایرانی نبیل، سپتھراداتیس کا، جس نے سکندر کی پشت کی جانب سے

باب ۲۲

تلوار اُٹھائی تھی، ایک ہی وار میں ملک عدم کو پہنچا دیا اور اپنے عزیز بادشاہ کی جان بچائی۔ ایرانی سواروں میں سے تقریباً ایک ہزار کام آئے، باقی میدان چھوڑ کر بھاگ گئے۔ ایرانی سپہ سالار اجیر سپاہیوں کو کام میں لانا بھول گئے تھے، چنانچہ یہ میدان کے ایک گوشے میں بے حرکت کھڑے تھے! اب مقدونیوں نے ان میں سے دو ہزار کو تو گرفتار کر لیا اور باقی کو تہ تیغ کر دیا۔ اس طرف مقدونیوں میں سے صرف ۲۵ "یاران شاہی"، ساٹھ سوار اور کم و بیش تیس پیدل کام آئے، اور سکندر نے حکم دیا کہ اول الذکر ۲۵ کی یادگار کے طور پر تانبے کے مجسمے تیار کر کے انھیں دیون میں نصب کیا جائے۔ مقدونیوں کے اس قدر کم نقصان کا سبب یہ تھا کہ ایک طرف تو سکندر میں فن حرب کی قابلیت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی اور دوسری جانب اس کے سپاہیوں کے ہتھیار بھی ایرانی سپاہیوں کے اسلحہ سے کہیں بہتر تھے اور وہ سر سے پاؤں تک زرہ بکتر ہی میں ملبوس نہ تھے بلکہ اُن کے نیزے بھی سخت لکڑی کے تھے اور ایرانی نیزوں سے کہیں زیادہ طویل تھے۔ جنگ گرانی کوس میں ایرانی فوج اُس انبوہ کی مانند تھی جس کا کوئی رہبر یا ہادی نہ ہو اور جس میں سپاہی تو حتی الامکان بہادری اور تن دہی سے لڑیں لیکن نتیجہ کچھ بھی نہ نکلے۔ حقیقت یہ ہے کہ ۴۷۹ ق م اور ۳۳۴ ق م کی طرح یونانیوں کے اسلحہ کی نفاست ہونے، اُن کے سپہ سالاروں کے فن حرب میں یکتائی اور لشکر میں علو ہمتی اور جوش کی وجہ سے ہی میدان انھیں کے ہاتھ رہا۔ جو سپاہی میدان میں کام آئے تھے اُن کی تجہیز و تکفین نہایت عزت و احترام کے ساتھ کی گئی اور سکندر نے حکم دیا کہ مقدونیوں کے پس ماندوں پر محاصل معاف کر دیئے جائیں اور اُن پر آئندہ فوجی خدمت معاف کر دی جائے۔ مجروحوں کو اُس نے خود اپنی ذاتی نگرانی میں لے لیا اور جن یونانیوں کو اُس نے گرفتار کیا تھا انھیں اُس نے بیگار میں لگانے کے لئے مقدونیہ روانہ کر دیا۔ اُس نے مال غنیمت میں سے

تین سو زرہ بکتر ایتھنز بھیجے جہاں اُنھیں اکرو پولس میں رکھ کر اُن کے متصل یہ کتبہ نصب کیا گیا کہ "یہ زرہیں سکندر ولد فیلقوس اور یونانی سپاہیوں نے (جن میں اسپارٹی شامل نہ تھے) ایرانی بربریوں سے جنگ میں کامیابی کے بعد حاصل کیں"۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ یونانیوں کے سامنے اپنے آپ کو محض ایک سپہ سالار کی حیثیت سے پیش کرنا چاہتا تھا اور اب اُس کی یہ خواہش اور آرزو تھی کہ وہ یونانیوں کو عموماً اور ایتھنزیوں کو بالخصوص اپنا طرفدار بنا لے۔ کیا اچھا ہوتا کہ ایتھنزی اس کا اندازہ کر لیتے کہ سکندر کے ساتھ ساتھ دُنیائے یونان میں ایک جدید تخیل کا آغاز ہو گیا ہے۔ یقیناً ایک ایسے اولوالعزم سپاہی منش بادشاہ کا اپنے ملک سے نکلنا جس کے راستے میں کسی قسم کی جمہوری رکاوٹ نہ ہو، ایسی جنگ میں حصہ لینا جس کی آرزو ہر محب وطن یونانی کے دل میں عرصۂ دراز سے جاگزیں ہو، اور اُس جنگ کو انتہائی کامیابی کے ساتھ انجام کو پہنچانا، نہ صرف یہ بلکہ عین فتح و نصرت کی ساعت پر رحم دلی اور انسانیت کا برتاؤ کرنا، ان سب باتوں میں ایک خاص قسم کی جدت اور علو پایا جاتا تھا۔ کوئی شخص دیکھے تو خیال کرے گا کہ اس سپہ سالار کی شخصیت، اس نوجوان کی طلب لطیف ہی کی وجہ سے ایتھنزی اپنے تمام اعتراضات کو بالائے طاق رکھ دیں گے اور بجائے بڑے بولوں کے عظیم الشان کارناموں کی دل سے داد دیں گے لیکن مشکل یہ ہے کہ اکثر و بیشتر ایتھنزیوں میں اس کی بھی اہلیت نہ تھی۔

گرانیکوس کی فتح کے بعد ایسے واقعات پیش آئے جن کا ثانی یونانی ایرانی تنازعات کی تاریخ میں ملنا دشوار ہے؛ سارڈس اور اُس کے صوبہ دار نے ہتھیار ڈال دیئے اور ایشیائیوں نے سکندر کے اقتدار کو تسلیم کر لیا۔ اب بادشاہ نے لیدیہ کے قدیم پائے تخت کی مرمت کی اور پرانے لیدی قوانین کا (بقول آرین) از سر نو احیا کیا۔ اس کے بعد وہ اکرو پولس پر اولمپی زیوس کے بت خانے کے لئے موقع تلاش

باب ۲۳

گرہی رہا تھا کہ ابر آیا اور عین اُس جگہ ترشح ہونا شروع ہوا جہاں لیدیہ کا قدیم شاہی محل استادہ تھا، چنانچہ سکندر نے اسی مقام کو نئے بت خانے کے لئے مناسب و موزوں قرار دیا۔[۱] اُس نے لیدیہ میں ایک جدید انتظام کی بنیاد ڈالی جس کی نقل دوسرے صوبوں میں بھی اتاری گئی، اور اُس کے تحت فوجی اور مالی انتظامات جدا جدا عمال کے سپرد کیئے گئے درانحالیکہ ایرانی عملداری میں جملہ اختیارات صوبہ داری کی شخصیت کے ساتھ وابستہ تھے۔ ان انتظامات کے بعد اُس نے ایفی سوس جاکر وہاں کے عمومی دستور کا احیا کیا اور وہاں سے ملطہ کا رخ کیا جہاں کی حفاظت کی ذمہ داری ایرانیوں کی طرف سے یونانی اجیر سپاہیوں کے سپرد تھی۔ اُن کے سپہ سالار ہیگیسترانوس نے پہلے تو ہتھیار ڈالنے چاہے، لیکن پھر اُس نے اپنی رائے کو اس خیال سے پلٹ دیا کہ ایرانی بیڑا قریب ہی ہے اور اُس سے ضرورت کے وقت ہر قسم کی مدد مل سکتی ہے۔ لیکن کسی نہ کسی طرح سکندر اپنا بیڑا پہلے ہی لے آیا اور شہر پر یک بہ یک دھاوا بول کر اُسے مسخر کرلیا۔ اس کے بعد اُس نے ایرانی بیڑے کے کمزور حملے کی مدافعت کر کے اپنے جہازوں کو واپس چلے جانے کا حکم دیدیا تاکہ اُس کی موجودگی کی وجہ سے مقدونوی فوج کی قوت تقسیم کار کی وجہ سے گھٹ نہ جائے۔ ملطہ سے وہ ہالی کارناسوس کی طرف بڑھا جہاں ایرانیوں اور یونانیوں کا لشکر میمنون کی سرکردگی میں پڑا ہوا تھا۔ پہلے تو سکندر نے مینڈوس پر حملہ کیا لیکن اُس میں اُسے ناکامی ہوئی، چنانچہ سکندر نے خود ہالی کارناسوس پر حملہ کر دیا۔ اُس نے اُس کی خندق کو، جو تیس گز عریض تھی، بھروا دیا اور محصورین نے باہر نکلنے کی جو کوششیں کیں اُنھیں پسپا کر کے منجنیقوں کے ذریعے سے

---

[۱] اسی طرح بیان کیا جاتا ہے کہ روما میں سنتا ماریا ماجیورے Santa Maria Maggiore کا گرجا عین اس مقام پر بنایا گیا ہے جہاں ایک سال ۵ اگست کو برف باری ہوئی تھی۔

باب ۲۲

فصیل کے ایک حصّے کو منہدم کر دیا۔ اب محصورین نے ایک ہلال نما دیوار بنائی اور اُس کے پیچھے آ گئے، لیکن آخر کار اُنھیں جگہ چھوڑ کر ہٹنا ہی پڑا اور شہر کو سکندر کے رحم پر چھوڑ کر قریب کے دو قلعوں میں پناہ گزین ہو گئے۔ شہر پر قبضہ کرنے کے بعد شاہ مقدونیہ نے اداینت ہرکاتومنوس دزوجۂ اُدریوس کو ملکۂ کاریہ بنایا، اور ان سپاہیوں کو جنھوں نے چلنے سے پہلے نکاح کر لئے تھے، یہ حکم دے کر مقدونیہ بھیج دیا کہ وہ وہاں سے مزید لشکر ساتھ لے کر واپس آ جائیں۔

اب سکندر شمال کی طرف چلا اور راستے میں لکیہ والوں کو اپنا ہم نوا بنا لیا چنانچہ فاسے لس کے باشندوں نے اُسے طلائی پھولوں کا ایک گھیرا بھی نذر کیا۔ اسپندوس نے اطاعت کا تہیہ کر لیا تھا لیکن آخری منٹ میں اُس نے رائے بدل دی اور بجائے پچاس تالنت کے سو تالنت کا جرمانہ ادا کرنے پر مجبور ہوا۔ یہاں سے گزر کر سکندر کو پہاڑی علاقہ حائل ہو جانے کی وجہ سے رُکنا پڑا، اور اگر وہ قلعہ بند شہر تلمے سوس کو فتح کرنے کی کوشش کرتا تو اُسے یہاں یقیناً عرصۂ دراز تک ٹھہرنا پڑتا، چنانچہ وہ ساگالاسوس اور کیلائے نائے ہو کر ۳۳۴–۳۳۳ ق م کے موسم سرما میں افروجیوں کے مستقر گوردیوم کی طرف براہ راست بڑھتا چلا گیا۔[۱]

---

[۱] کاؤنٹ لانکورونسکی Count Lanckoronski نے تحفۂ اخبار Allgemeine Zeitung اپریل سنہ ۱۸۹۰ء میں تلمے سوس اور ساگالاسوس کے محل وقوع کو بیان کیا ہے۔ لیکن خدا جانے وہ یہ کیوں کہتا ہے کہ سکندر نے تلمے سوس پر قبضہ کیا؟ مقابلہ کرو آرین ۲۸، ۲۔ تلمے سوس (ترمی سوئی) کے محل وقوع کے لئے دیکھو مرے کی کتابچہ ایشیائے کوچک Murray's Hand-book for Asia. Minor صفحہ ۱۲۰؛ ساگالاسوس کے محل وقوع کے لئے ایضاً صفحہ ۱۵۰۔

باب ۲۲ ہم دیکھتے ہیں کہ جنگ گرانی کوس کے بعد سکندر نے براہ راست اندرون ملک کا رخ نہیں کیا۔ اس کے متعدد اسباب تھے۔ اوّل تو اُسے مشرق کی طرف مزید پیش قدمی کرنے سے پہلے جنوب و مشرقی ایشیائے کوچک میں ایران کی قوت کو مفلوج کرنا لازمی تھا۔ لیکن اس کے علاوہ اور بھی بہت سے وجوہ ہوں گے اس لئے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ اُس نے ایرانی بیڑے کے خلاف کوئی خاص کارروائی نہیں کی چنانچہ اس کے باعث اُسے نقصان پہنچا اور میم نون نے چال چل کر خیوس پر قبضہ کر کے متی لنہ پر حملہ کر دیا۔ اسی حملے کے دوران میں میم نون راہی ملک عدم ہوا جس کے باعث ایرانی مقاصد کو شدید نقصان پہنچا۔ آخر کار متی لنہ نے اپنے ہتھیار ڈال دئے اور ایرانیوں نے اُس پر ایک خودسر حاکم مقرر کر دیا۔ آرین کے قول کے مطابق اُنھوں نے تینے دوس کو بھی صلح نامۂ انتالکداس کی تعمیل کرنے پر مجبور کیا۔ الغرض جس وقت سکندر جمہوریتوں کے قیام میں مصروف تھا اُسی وقت دیموس تھنیس کے نور عین یعنی ایرانی جگہ جگہ خودسرانہ حکومتیں قائم کر رہے تھے اور انتالکداس آنجہانی کی تعظیم و توقیر میں مصروف تھے۔ دس ایرانی جہاز آگے بڑھ کر سفنوس تک آگئے لیکن اُن کے جواب میں بندرہ مقدونوی جہاز خالکس سے نکل کر اُن سے جنگ آزما ہوئے اور آٹھ کو گرفتار کر کے باقی ماندہ دو کو واپس ایشیا چلے جانے پر مجبور کیا۔ ان تمام واقعات کو پیش نظر رکھ کر ہمارے نزدیک ملطہ اور ہالی کارناسوس میں ایرانی فوج کی موجودگی سکندر کے ساردوس سے براہ راست اندرون ملک میں چلے جانے سے نہیں روک سکتی تھی، بلکہ واقعہ یہ ہے کہ اُس نے جنوبی ساحل کے متوازی جانے کا جو تہیہ کیا اس کی وجہ یہ تھی کہ اس ضلع میں وہ یونانی آباد تھے جن کی آزادی اس مہم کا مقصد اوّل تھا اور جب تک یہ مقصد حاصل نہ ہو اُس وقت تک وہ کسی حالت میں مشرقی سمت کا رخ کرنا نہیں چاہتا تھا۔ اس کے بعد وہ یک بہ یک شمال کی طرف اندرون ملک کی سمت میں

جو بڑھا اور اس طرح گویا دارا کو ایک لشکر مہیا کرنے کا موقع دیا۔ اس کی وجہ باسکندر
صرف یہی نہیں تھی کہ کلیکیہ کے ناہموار ساحل کو اُس کی فوج مشکل سے
عبور کر سکتی تھی؛ واقعہ یہ ہے کہ ایشیائے کوچک کا گویا قلب افروجیہ
کا علاقہ تھا اور اس مُلک کا ایک خاص تعلق قدیم ترین یونانی تہذیب و تمدن
سے تھا، چنانچہ سکندر کے خیال میں اگر اُس مُلک نے اُسے اپنا حاکم مان
لیا تو بر وقت نہیں تو کم از کم آیندہ کے لئے اُسے بہت کچھ فائدے حاصل
ہو جائیں گے۔ اس مقصد کے حصول کے لئے اُسے ایک خاص واقعے
سے بہت کچھ مدد ملی۔ افروجیہ کے مستقر گوردیوم میں وہ گاڑی رکھی ہوئی تھی
جس میں وہاں کا پہلا بادشاہ گوردیوس بیٹھ کر شہر میں داخل ہوا تھا۔ اُس
گاڑی کا جوا رسّی سے بندھا ہوا تھا، اور لوگوں میں یہ مشہور تھا کہ جو کوئی رسّی
کی گانٹھ کھولیگا وہی ایشیا کا فرماں روا بن جائے گا۔ سکندر نے اُسے
کھولنے کی کوشش کی اور جب وہ ناکام ہوا تو اُس نے اپنی تلوار نیام سے
نکالی اور ایک ہی وار میں اُس کے دو ٹکڑے کر دئے۔ اس واقعے
سے اس صاحب عزم بادشاہ کی ایک فطری خصوصیت کا اندازہ ہوتا
ہے، وہ یہ کہ سکندر موقع و محل کے اعتبار سے اپنے خیال پر عمل کر کے
اپنی بات رکھ لیتا تھا۔ گوردیوم سے چل کر وہ کلیکیہ کے دروں کو عبور
کرتا ہوا تارسوس پہنچا جہاں کے صوبہ دار نے شہر کی کنجیاں فوراً اُس کے
حوالے کر دیں (واضح ہو کہ اب بھی کلیکیہ کی آبادی نیم یونانی تھی)۔
یہاں اُس نے دریائے کیدنوس میں غسل کیا جس کے بعد اُسے اتفاقاً تیز
بخار آ گیا۔ اس کے طبیب خاص فیلقوس ساکن اکارنانیہ نے اُسے
مسہل دینا تجویز کیا، اور جیسے ہی وہ دوا پینے والا تھا اُسے کسی نے
ایک خط لا کر دیا جس میں لکھا تھا کہ "سکندر، تو فیلقوس کے فریب سے بچ!"
یہ پڑھ کر اُس نے خط تو نہایت خاموشی سے طبیب کے ہاتھ میں دیا اور
خود بلا چون و چرا دوا پی گیا۔ اُس نے اپنے اس فعل سے یہ ثابت کر دیا
کہ اُسے نہ تو کسی کی طرف سے ہراس ہے اور نہ کسی پر شک و شبہہ

تارسوس سے وہ پھر سیدھے راستے سے گریز کر کے انخیالوس گیا جہاں اشوربنی پال باب ۲۲
مدفون تھا اور یہ وہ بادشاہ تھا جس کی نسبت مشہور تھا کہ اُس نے تارسوس
اور انخیالوس کو ایک دن میں آباد کیا تھا۔ کہتے ہیں کہ اُس کی قبر پر ایک
قبہ تھا جس پر کندہ تھا کہ "اے لوگو اپنی زندگی خوشی و خرمی سے بسر کرو
اس لئے کہ موت کے بعد جو کچھ ہے اُس کے لئے کوشش بالکل فضول ہے"
سولی سے اُس نے کلیکیہ کے پہاڑیوں کو مطیع کیا۔ یہاں اُسے خبر ملی کہ
کاریہ کے شہروں، بالخصوص کوس، تریوپیوم اور کائڈوس نے اُس کی اطاعت
قبول کرلی ہے؛ اس خبر سے اُسے اطمینان ہوا، اس لئے کہ اول تو کاریائی بالطبع
بہادر تھے دوسرے ان شہروں کی اہمیت بھی مسلمہ تھی۔ ان نیم بربری ممالک
میں، جن میں وہ اب مقیم تھا، وہ ہمیشہ یونانی رسم ورواج پر زور دیا کرتا تھا؛
چنانچہ سولی میں بھی اُس نے یونانی تہوار منائے اور باشندوں کو ایک
جمہوری دستور سے مستفید کیا؛ مالوس میں امفی لوخوس ولد امفیاروس کے
نام کی قربانی کی اس لئے کہ اس سورما نے ان ممالک میں سفر کیا تھا، اور
مالوسیوں کو وہ تمام محاصل کی معافی دی جو وہ ایران کو دیا کرتے تھے۔

یہاں اُسے یہ اطلاع ملی کہ دارا اپنے لشکر سمیت مشرق کی طرف
پہاڑوں کی دوسری جانب میدان میں نظر آیا ہے، چنانچہ اُس سے جنگ آزمائی
کرنے کی غرض سے وہ آگے بڑھنے لگا۔

باب بست و سوم

اِسوس، صور، مصر

۳۳۳ قبل مسیح تا ۳۳۱ قبل مسیح

سکندر کو دارا کے شکست دینے کی اس قدر بے صبری تھی کہ میدان میں اُس کے حملے کا انتظار کرنے کے بجائے اُس نے نومبر ۳۳۳ ق م میں ساحل کا رُخ کیا اور پہاڑوں کو عبور کرتا ہوا جلد از جلد اُس جگہ پہنچ گیا جہاں اُس کے نزدیک سکندر پڑا ہوا تھا۔ ادھر سکندر آہستہ آہستہ نسبتہً آسان راستے میں سے گزرتا ہوا جنوب کی طرف چل کر شہر میریاندروس پہنچ گیا جو سمندر کے ساحل پر واقع تھا، اور وہاں پہنچ کر اُسے معلوم ہوا کہ دارا اُس کی پشت پر موجود ہے۔ یہ سنتے ہی سکندر پیچھے کی طرف پلٹا اور اپنے سپہ سالاروں سے مخاطب ہو کر اُن سے کہا کہ مقدونوی فوج کی بہادری اور ایرانیوں کی کمزوری کی وجہ سے اُسے یقیناً دارا کے لشکر پر غلبہ حاصل ہوگا، اور دارا کی فوج میں جو یونانی ہیں وہ محض اجرت دار ہونے کی وجہ سے اس قدر تن دہی سے نہیں لڑیں گے جتنے مقدونوی فوج کے یونانی سپاہی۔ اُس نے انھیں یاد دلایا کہ کورش کے دس ہزار یونانی ایرانیوں پر غالب آ گئے تھے، درانحالیکہ اِس وقت تو مقدونوی لشکر کو یہ یہ تفوق بھی حاصل ہے کہ ان کے جلو میں ایک نہایت نفیس سواروں کی فوج

باب ۲۳

اُن کی مدد کے لئے موجود ہے۔ ایرانی لشکر ساحل کے قریب ایک میدان میں پڑا ہوا تھا جو شہر اسوس کے قریب واقع تھا؛ اُس کا مشرقی رخ دریائے پناروس کی وجہ سے محفوظ تھا اور اس میں تقریباً چھ لاکھ سپاہی تھے[1] اس کا زیادہ تر حصہ اجیر سپاہیوں پر مشتمل تھا جن میں تیس ہزار یونانی اور ساٹھ ہزار کردانی بربری تھے، اور فوج کی ترتیب کچھ اس طرح سے کی گئی تھی کہ یونانی دائیں طرف اور بربری بائیں جانب استادہ تھے، ان کے عقب میں باقی ماندہ سپاہی عمیق جتھے بنائے ہوئے کھڑے تھے اور اکثر ایرانی سوار ساحل کے قریب فوج کے دائیں جناح پر پڑے تھے۔ دارا نے حکم دیا کہ میسرے کا ایک حصہ مشرقی پہاڑوں پر پھیل جائے اور اگر ایرانی افسروں میں ذرا بھی قابلیت ہوتی تو یہی لشکر مقدمہ و توپی عقب پر حملہ کر کے ان کا خاتمہ کرنے کے لئے کافی تھا۔ وہ اپنے لشکر کے عین وسط میں ایک گاڑی میں بیٹھا ہوا حکم احکام نافذ کر رہا تھا۔ سکندر نے ابتدا میں حکم دیا کہ اُس کے لشکر کا قلب

---

[1] جنگ اِسوس: آرین ۲، ۶ تا ۱۱۔ میدان کے ماحول کے لئے دیکھو نوئی مان: "جغرافیہ و تاریخ کلیکیہ" Neumann: Zur Landeskunde und Gesch. Kilikiens، جلد ۴، سالیانہ لسانیات، جلد ۱۲۷۔ عورتوں کے ساتھ سلوک، آرین ۲، ۱۲؛ پلوٹارک: "سکندر" ۲۲۔ ایرانی فوج میں جو یونانی اجیر سپاہی تھے ان میں سے امین تاس اور دوسرے سپہ سالاروں کی ماتحتی میں آٹھ ہزار فرص ہو کر مصر بھاگ گئے۔ آرین ۲، ۱۳؛ دیودورس ۱۷، ۴۸۔ داریوش کے ساتھ مراسلت، آرین ۲، ۱۴۔ دمشق میں یونانی، آرین ۲، ۱۵۔ بحیرۂ ایجیئن میں ایرانی بیڑہ، آرین ۲، ۱۳، ۴ تا ۶۔ ایتھنز میں احساس عام کی کیفیت Aesch: Ctes. ۴۶، ۶۴ جہاں "کچلنے" کا لفظ استعمال ہوا ہے اور اس سے جنگ اسوس سے پہلے ایرانیوں کی امیدوں اور آرزوؤں کا اندازہ ہوتا ہے؛ واضح ہو کہ یہ لفظ اصطلاحی معنوں میں آیا ہے؛ دیکھو زینوفون: "ہیلے نیکا" ۳، ۴، ۱۲۔ پومپی آئی میں جو پچی کاری برآمد ہوئی ہے اُس میں جنگ اسوس کا نازک ترین موقع دکھایا گیا ہے۔

باب ۲۱ اور میمنہ دشمن پر حملہ کرے، اور میسرہ جو پارمے نیو کی کمان میں تھا، دشمن کے حملے کی مدافعت کے واسطے تیار رہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس عظیم الشان لشکر کو روکنے کے لئے جو پہاڑوں پر جناحی حرکت کر رہا تھا، صرف چند سو مقدونوی سپاہی بالکل کافی ثابت ہوئے۔ گرانی کوس کی طرح سکندر نے ندی کو دشمن کے دوبدو عبور کیا اور پوری قوت کے ساتھ اس کے مرکز پر حملہ کرکے اُسے تتر بتر کر دیا۔ اس پر ایرانی میسرہ تو میدان چھوڑ کر فوراً فرار ہو گیا، لیکن قریب کے یونانی اجیروں نے ذرا استقلال دکھایا، اور اگر میسرے کی بھگدڑ دیکھ کر دارا تمام لشکر کی پسپائی کا حکم نہ دے دیتا تو شائد وہ اس قدر جلد شکست نہ کھا جاتے، اور سکندر کو بہت بڑا نقصان اُٹھانا پڑتا۔ لیکن دارا کے اشارے سے اُس کی فوج کا وہ حصہ بھی میدان چھوڑ کر بھاگ گیا، اور تمام ایرانی فوج اب گویا مفروروں کی ایک بے ترتیب جماعت بن گئی۔ اس معرکۂ کارزار میں تقریباً ایک لاکھ ایرانی کام آئے جن میں سے دس ہزار کے قریب سوار شامل تھے؛ آرین مقدونوی مقتولوں اور مجروحوں کی تعداد بیان نہیں کرتا لیکن دیودوروس کے بیان کے مطابق صرف تین سو یونانی پیدل اور ڈیڑھ سو سوار اس میدان میں مارے گئے۔ سب سے پہلے تو خود دارا گاڑی میں بیٹھ کر فرار ہوا، لیکن پھر واپس آ گیا اور اپنی ڈھال زمین پر پھینک گھوڑے پر سوار ہو میدان سے بیتا توڑ بھاگ گیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ لشکر کے قریب ہی بہت سی گھوڑیاں کھڑی کر دی گئی تھیں تاکہ اپنے بچھیروں کے پاس پہنچنے کے لئے وہ جلد از جلد سواروں کو لیکر گھر کو آئیں۔ ظاہر ہے کہ جب مقدونیوں کے کان میں اس قسم کے قصے پڑے ہوں گے اور اُن کی توثیق خود دارا کی بزدلی سے ہو گئی ہو گی تو اُن کے دل میں ایرانیوں کی وقعت ذرا سی بھی باقی نہیں رہی ہو گی۔ جو مال غنیمت سکندر کے ہاتھ لگا اُس میں سب سے زیادہ تعجب انگیز خود دارا کا خیمہ تھا جس میں اُسے اُس کی ماں، بیوی، دو لڑکیاں اور ایک بچہ ملے جنھیں دارا تنہا چھوڑ کر چلا گیا تھا۔ اگر سکندر کی جگہ

باب ۲۳

کوئی دوسرا ہوتا تو وہ یقیناً ان عورتوں کو اپنی محل سرا میں داخل کر لیتا، لیکن سکندر نے اُن کے ساتھ اس قسم کا برتاؤ کیا جس سے عہد فروسیت کی یاد تازہ ہوتی ہے۔ بہرحال میدان جنگ سے سکندر نے فنیقیہ کا رُخ کیا جہاں ارادوس اور مار اتھوس کے شہروں نے ہتھیار ڈال دئے۔ جب وہ مار اتھوس ہی میں تھا تو اُس کے پاس دارا کا خط پہنچا جس میں اُس نے اپنے اہالیان خاندان کی واپسی کا مطالبہ کیا تھا اور ساتھ ہی ساتھ سکندر کے ساتھ مصالحے کی آمادگی ظاہر کی تھی۔ سکندر نے جواب دیا کہ سب سے پہلے دارا کو اُسے ایشیا کا مالک ہونا تسلیم کرنا پڑے گا اس کے بعد گفت وشنود ہوتی رہے گی، ورنہ بہتر یہی ہے کہ جملہ معاملات متنازعہ فیہ ایک دوسری جنگ پر ہی چھوڑ دئے جائیں۔ اب پارمے نیو دمشق کی طرف بڑھا جہاں پہنچ کر اُس نے بہت سے روپے پیسے پر قبضہ کر لیا اور ساتھ ہی اُن یونانیوں کو گرفتار کر لیا جو ایرانیوں سے جا ملے تھے۔ ان میں ایک اسپارٹی، دو تھبزی اور ایک ایتھنزی یعنی مشہور ایتھنزی سپہ سالار ایفیکراٹیس کا بیٹا، یہ سب شامل تھے۔ جب یہ قیدی سکندر کے روبرو آئے تو اُس نے فی الفور ان سب کی جان بخشی کر دی اور کہا کہ تھبزیوں کو تو میں اُن کے شہر کی بربادی کی وجہ سے اور ایتھنزی کو اُس کے خاندانی ناموس کے باعث چھوڑے دیتا ہوں، رہا اسپارٹی تو اُسے اول تو اُس نے حراست میں رکھا لیکن ایک لڑائی میں فتح پانے پر اُسے بھی چھوڑ دیا۔

اب سکندر کی خواہش یہ تھی کہ جس قدر جلد ہو سکے مصر کو قابو میں کر لیا جائے، لیکن اس مقصد کے حصول کے راستے میں شہر صور حائل تھا[۲]۔ سیدا کے زوال کے بعد اس شہر کی سرسبزی میں روز افزوں ترقی

[۲] محاصرۂ صور، آرین ۲، ۱۶، تا ۲۴۔ گلک: "سکندر کی فوج کشی صور پر" Glueck: De Tyro ab Al. M. oppugnata کیونگزبرگ ۱۸۸۶ء میں اسناد کی تنقید

باب ۲۳ ہو رہی تھی، اور اُس کے شہریوں کو یہ خیال پیدا ہو گیا کہ وہ شائد سکندر کو نیچا دکھانے کے اہل ہیں۔ ابتدا میں تو صوریوں نے یہ کہلایا کہ وہ سکندر کے حکم کی تعمیل کرنے کے لئے تیار ہیں لیکن جب سکندر نے پیغام بھیجا کہ میں اپنے جدّ امجد ہرقل کے نام کی قربانی کرنے کی غرض سے شہر میں داخل ہونا چاہتا ہوں تو اُنھوں نے اس کا یہ جواب دیا کہ ہم نے اس سے قبل بھی ایرانیوں کو شہر میں نہیں گھسنے دیا تھا اور اب بھی ہم اس کی اجازت نہیں دیں گے۔ ظاہر ہے کہ سکندر اس قسم کے دلائل کو نہیں تسلیم کر سکتا تھا، اس لئے کہ اگر صوریوں کا کہنا مان لیا جاتا تو وہ گویا برابر خود مختار رہتے اور اپنے جہازوں سے جس طرح جی چاہتا کام لیتے۔ اُس نے اس وقت تک ضرور ایرانی بیڑے کو نظر انداز کیا تھا، لیکن اب اُس کے مرکز اور مصدر یعنی فنیقیہ کو چھوڑ دینے کے یہ معنی ہوتے کہ دشمن کا بیڑا آزادی کے ساتھ رہے اور یہ امر سکندر کے لئے کسی حالت میں اچھا نہ ہوتا۔ اس میں شک نہیں کہ جنگ اسوس کی وجہ سے ایرانی بیڑے کو، جس میں ایک سو جہاز تھے اور جو اس مرتبہ سفنوس تک پہنچ گیا تھا، واپس خیوس چلا جانا پڑا، لیکن اُس کے امیر البحر نے یہ چال چلی کہ اُس نے خفیہ طور پر آگس شاہ اسپارٹا کو تیس تالنت نذر کر دئے جنھیں لے کر اُس کے بھائی اگے سی لاؤس نے اجیر سپاہیوں کے مرکز راس تےناروم سے نکل کر کریٹ پر حملہ کر دیا۔ یہ حملہ بھی کچھ زیادہ اہم

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ کی گئی ہے اور اس لئے بہت قابل قدر ہے۔ توصیف احوال کیلئے مقابلہ کرو پیچ مان: "تاریخ فنیقیان" Pietschmann: Gesch, der Phoenioier برلن ۱۸۸۹ء صفحہ ۴۶ وغیرہ۔ پیچ مان مقولۂ رینان ("وفد فنیقیہ" Renan Misl ion de Phenicie) اور پرتز ("فنیقیہ" (Prutz: Aus Phoenicien" کی کتابوں سے کام لیتا ہے۔ اغلب امر یہ ہے کہ صور کا نام نہاد مصری بندرگاہ جنوب مشرق کی طرف واقع تھا، تاہم رینان کی رائے، جیسے پیچ مان نے نقل کیا ہے کہ جنوبی بندرگاہ سے آرین کا بیان منطبق نہیں ہوتا، ہمارے نزدیک صاف نہیں ہے۔

نہ تھا اس لئے کہ کریٹ ایک دور اُفتادہ جزیرہ تھا اور خالکس و کورنتھ کے قبضے کی وجہ سے تمام یونان گویا انتی پاتر کے قبضے میں آگیا تھا۔ لیکن خطرہ یہ تھا کہ ایرانی بیڑہ کہیں اس نواح میں بھی بےچینی پیدا نہ کردے اس لئے کہ یونان میں مقدونیہ کے خلاف جو جوش تھا وہ بجائے کم ہونے کے برابر بڑھ رہا تھا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ جنگ اسوس سے پہلے یونانیوں کا عام خیال یہ تھا کہ عنقریب ایرانی مقدونیوں کو کچل ڈالیں گے اور اس سے ایک طرف تو یونانیوں کی آرزو کا اظہار ہوتا ہے اور دوسری طرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ اُن کے اور یونانیوں کے مابین کس قسم کے تعلقات تھے۔

ان تمام واقعات کی وجہ سے سکندر صور کی طرف پیش قدمی کرنے پر مجبور تھا۔ یہ پیش قدمی اس لئے دشوار تھی کہ ایک طرف تو شہر ایک جزیرے پر واقع تھا اور دوسری جانب سکندر کے پاس تو ایک جنگی جہاز بھی موجود نہ تھا لیکن صور کا بیڑہ آراستہ و پیراستہ تھا۔ علاوہ ازیں یہ بالکل ممکن تھا کہ ایرانی بیڑہ جو بحیرۂ ایجئن میں گشت لگا رہا تھا وقت پر صور کی مدد کے لئے آموجود ہو۔ الغرض جس طرح دیونی سیوس نے موتیہ میں ایک فصیل تعمیر کی تھی اسی طرح سکندر نے بھی اقلیمی ساحل سے جزیرے تک ایک دیوار بنائی، لیکن انھیں سکندر کو دیونی سیوس سے کہیں زیادہ مشکلات کا سامنا کرنا پڑا اس لئے کہ دیونی سیوس کے برخلاف اُسکے پاس ایک بھی جنگی جہاز نہ تھا اور دوسرے جہاں موتیہ کے قریب کا سمندر اُتھلا تھا وہاں صور کے قریب کا سمندر نہایت عمیق تھا۔ پھر بھی ان تمام دقتوں کے باوجود دیوار بننی شروع ہوگئی لیکن جب وہ شہر پناہ کے قریب تک آگئی تو صوریوں نے اُس کی تعمیر کو جبراً روکا اور اُس پر جو لکڑی کے برج بنائے گئے تھے انھیں آتشی کشتیوں کے ذریعے سے بالکل نیست و نابود کردیا۔ اسی دوران میں سکندر نے اسّی فنیقی، بارہ قبرصی، دس رھوڈزی اور ۱۴ دوسرے مقامات کے جہازوں کا ایک بیڑا جمع کرلیا تھا، اور اب وہ اس قابل ہوگیا تھا کہ سمندر

باب ۳۱

کی طرف سے بھی شہر پر حملہ کر دے۔ صوریوں کی پہلے تو یہ خواہش ہوئی کہ کسی نہ کسی طرح سے بحری لڑائی ہو جائے، لیکن یہ دیکھتے ہی کہ سکندر نے ایک کافی وسیع بیڑا جمع کر لیا ہے، انھوں نے اپنے جہازوں کو دونوں بندرگاہوں میں رکھ چھوڑا جن میں سے ایک کا رخ شمال کی طرف اور دوسرے کا جنوب کی طرف تھا۔ سکندر کو ایک دقت یہ بھی پیش آئی کہ صوریوں نے سمندر میں عین مقدونوی بیڑے کے مقابل بڑے بڑے پتھر ڈال دئے تھے، اور سکندر کے ملاحوں کو نہ صرف آگے بڑھنے کیلئے جنگ آزما ہونا پڑتا تھا بلکہ ان پتھروں کو بھی اپنی جگہ سے ہٹانا پڑتا تھا۔ آخر کار صوریوں نے اس بیڑے کے ذریعے سے جو شمالی بندرگاہ میں پڑا ہوا تھا، مقدونوی بیڑے کے اُس حصے پر حملہ کیا جو اُس کے مقابل میں تھا۔ اُنھیں سب سے بڑا فائدہ یہ تھا کہ وہ نہایت اطمینان سے اپنے شہر میں بیٹھے بیٹھے تمام میدان کارزار پر نگاہ ڈال سکتے تھے۔ صوریوں نے اپنے بیڑے کو سکندر کی تیزی کی طرف سے متنبّہ کر دیا تھا، لیکن سکندر جنوب سے چل کر شمال میں اس پھرتی سے آموجود ہوا کہ صوری جہازوں کو بندرگاہ میں واپس چلا جانا پڑا۔ یہ زک اٹھانے کے بعد صوریوں نے بحری لڑائی کا خیال ترک کر دیا اور محض اپنی فصیل کی حفاظت کرنے پر اکتفا کیا۔ سکندر نے بحری حرکت کے بعد فوراً شہر پر چاروں طرف سے حملہ کرنا شروع کر دیا تھا، اور اُس نے بہت جلد جنوب کی طرف شہر پناہ کو اس قدر نقصان پہنچا دیا کہ اب ایک جگہ تو ایسی تھی کہ مقدونوی ملاح چاہتے تو اپنی کشتیوں سے سیڑھیاں لگا کر عین شہر پناہ پر چڑھ جاتے۔ سکندر نے اب یہ طے کر لیا کہ وہ اسی راستے سے شہر میں گھسنے کی کوشش کرے گا، اور باشندگان شہر کی توجہ دوسری طرف منعطف کرنے کی غرض سے اُس نے یہ حکم دیا کہ فصیل کے طول اور دونوں بندرگاہوں پر بیک وقت حملہ کر دیا جائے، اور جب اُس کے جہاز جنوبی بندرگاہ کی مدافعت کا خاتمہ کر کے شمالی بندرگاہ میں گھسنے لگے تو وہ خود چند چیدہ چیدہ سپاہیوں کو لے کر جنوبی منہدم فصیل

باب ۲۳ کے راستے سے شہر میں داخل ہو گیا۔ مقدونیوں کو اس لئے اور بھی زیادہ غصہ تھا کہ اُن کے دیکھتے دیکھتے صوریوں نے چند مقدونوی قیدیوں کو فصیل پر لے جاکر مار ڈالا تھا اور اُن کی لاشیں سمندر میں پھینک دی تھیں۔ اس لڑائی میں آٹھ ہزار صوری کام آئے اور دوسری جانب مقدونیوں کے کل چار سو سپاہی مارے گئے جن میں سے "سپر برداروں" کا افسر ادمےتوس بھی تھا جو خود بادشاہ کی ہمراہی میں شہر میں داخل ہوا تھا۔ سکندر نے اُن لوگوں کو عام معافی دے دی جو ہرقل کے بت خانے میں جاکر پناہ گزیں ہوئے تھے، جن میں شاہ ازے ملکوس اور قرطاجنی سفراشامل تھے، اور تیس ہزار صوریوں کو غلام بنا کر فروخت کرنے پر اکتفا کیا۔ سکندر کا یہ سلوک اکراگاس کی فتح کے وقت قرطاجینوں کے سلوک سے کس قدر مغائر تھا اس لئے کہ وہاں تو فاتحوں نے شہر کے زن و مرد کو تہ تیغ کر دیا تھا۔ اس کے بعد سکندر نے اپنے جد امجد ہرقل کے اعزاز میں عید منائی اور اُس کے بت خانے میں وہ منجنیق بطور چڑھاوے کے رکھ دی جن کے ذریعے سے فصیل کو شق کیا گیا تھا (اگست ۳۳۲ ق م)۔

جب صور کا محاصرہ ہی ہو رہا تھا تو دارا نے سکندر کے پاس ایک اور پیام بھی بھیجا[۵۳] جس میں اُس نے اپنی بیوی بچوں کی رہائی کے معاوضے میں دس ہزار تالنت دینے پر آمادگی ظاہر کی اور ساتھ ہی ساتھ یہ وعدہ کیا کہ وہ اپنی بیٹی کی شادی سکندر کے ساتھ کر دے گا اور دریائے فرات تک تمام ایشیائے کوچک سے دست بردار ہو جائے گا۔ یہ پیام سُن کر پارمے نیو کہنے لگا کہ میں سکندر ہوتا تو اُسے ضرور قبول کر لیتا، جس پر سکندر بول اُٹھا کہ بھائی اگر میں پارمے نیو ہوتا تو میں بھی ایسا ہی کرتا، اور فوراً دارا کو یہ جواب

[۵۳] دارا کے پیغامات صلح، آرین ۲، ۲۵۔

باب ۲۳ دیا کہ ملک اور روپیہ پیش کرنا بالکل بیکار اور بے سود ہے؛ رہا نکاح کا معاملہ تو دارا چاہتا ہے تو سکندر بھی اُس کے لئے آمادہ ہے اور اگر دارا کی کچھ اور خواہش ہے تو وہ شاہ مقدونیہ کے پاس خود آکر اُسے پیش کرے۔

صور کی تسخیر کے بعد مصر کا راستہ بالکل کھلا ہوا تھا، اور اگر راستے میں غزّہ حائل نہ ہو جاتا اور اطاعت سے انکاری نہ ہوتا تو سکندر بے کھٹکے مصر پہنچ جاتا۔[۴۵] غزّہ کی تسخیر سکندر کے اثر کے لئے نہایت ضروری تھی۔ یہ شہر سمندر سے بیس فرلانگ کے فاصلے پر ایک سطح مرتفع پر واقع تھا اور اُس کے قریب جو سمندر تھا وہ کچھ ایسا زیادہ عمیق نہ تھا۔ اُس کی شہر پناہ اتنی اونچی اور مضبوط تھی کہ مقدونوی مہندسوں نے یہ حکم دیا کہ اُس کے انہدام کے لئے جتنے اونچے منجنیقوں کی ضرورت ہے اُتنے اونچے منجنیق نہیں بن سکتے۔ یہ سُن کر بادشاہ نے اُس کے دامن سے ایک پشتہ بنوانا شروع کیا اور اُس کے سہارے شہر پر حملہ کر دیا۔ لیکن یہ ابتدائی حملہ ناکام ہوا اور اس میں خود شاہ مقدونیہ بھی زخمی ہو گیا۔ اس کے بعد اُس نے دوسری تدبیر کی یعنی تمام شہر کو مٹی کی ایک مدور دیوار سے گھیر لیا جو ڈھائی سو قدم اونچی اور ۱۲۰۰ قدم چوڑی تھی، اور ساتھ ہی ساتھ غالباً کسی خالی جگہ فصیل کے نیچے ایک سرنگ تیار کر لی۔ اس کے بعد شہر پر دھاوا بولا گیا اور چوتھے حملے پر آخر کار اُس پر سکندر کا قبضہ ہو گیا۔ قبضہ ہوتے ہی شہر کے جملہ مرد تو تہ تیغ کر دئے گئے اور عورتوں اور بچوں کو غلام بنا دیا گیا (نومبر ۳۳۲ قبل مسیح)۔

[۴۵] محاصرۂ غزّہ، آرین ۲، ۲۶، ۲۷۔ ہیگیے سیاس نے اس ناقص سلوک کو اپنی مقفیٰ عبارت میں بیان کیا ہے جو سکندر نے غزّہ کے مدافع باتس کے ساتھ روا رکھا۔ گروٹ (جلد ۱۰، صفحہ ۹۲) اسے باوثوق سمجھتا ہے، ڈروائے سن نہیں۔ ہمارے نزدیک خطابہ لازماً مستند نہیں ہوتے۔

باب ۲۳ یہاں سے چل کر سکندر مصر میں داخل ہوا جہاں کے صوبہ دار مازاکیس نے اپنی بے بسی کا اندازہ کر کے ہتھیار ڈال دئے مصریوں اور ایرانیوں کے مابین ازل سے عناد رہتا تھا، دوسرے بعض یونانی اجیروں نے جو جنگ اسوس کے بعد یہاں بھاگ کر آئے تھے، بہت بُرا برتاؤ کیا تھا؛ اور پھر چونکہ صوبہ دار مصر کے پاس ایک ایرانی سپاہی بھی موجود نہ تھا اس لئے اُسے ہتھیار ڈال دینے کے سوا چارہ کار ہی نہیں تھا۔ جب سکندر ممفس پہنچا تو اُس نے آپیس اور دوسرے مصری معبودوں کے نام کی قربانی کر کے مصریوں کو اپنا ہمنوا بنا لیا، لیکن ساتھ ہی ساتھ اُس نے یونانی دیوتاؤں کی بھی تعظیم وتکریم میں فرو گذاشت نہیں کی اور اُن کے اعزاز میں ورزش موسیقی کے عام مقابلے کا انعقاد کیا۔ واضح ہو کہ موسیقی کے ایسے مقابلے اکثر وبیشتر ناٹک کے کھیلوں پر مشتمل تھے، اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یونانی ادبیات نے سکندر کی سرپرستی میں کس طرح دیار مشرق میں فروغ حاصل کیا۔

اب سکندر دریائے نیل کے راستے سمندر کی طرف چلا اور شہر کانوپوس کے قریب ایک موقع کو پسند کر کے وہاں ایک جدید شہر کی بنیاد ڈالی اور اُس کا نام اسکندریہ رکھا۔ جب اُس کے چوکوں اور سڑکوں کے نشانات ڈالتے ڈالتے کھریا ختم ہو گئی تو سکندر کے ساتھیوں نے آٹے سے نشان ڈالنے شروع کئے جس پر کسی نے یہ پیش گوئی کی کہ اس جدید اسکندریہ کا مستقبل نہایت شاندار اور درخشاں ہوگا۔ یہاں سے (بہار ۳۳۱ قم میں) وہ ریگستانی خانقاہ عمون گیا۔ ظاہر ہے کہ جب سیکڑوں برس سے لوگ اس مقدس مقام کو تیرتھ کے لئے جاتے ہوں گے تو یقیناً اُس کا راستہ ہر شخص کو معلوم ہو گا، لیکن روایت ہے کہ سکندر کے آگے آگے دیوتاؤں کے فرستادہ دو سانپ اُسے راستہ بتاتے ہوئے چل رہے تھے۔ بہرحال اس بت کدے پر پہنچ کر

باب۳۲ اُس نے فال گو سے مستقبل کی بابت استفسار کیا تو (آرین کے قول کے بموجب) فال گو نے سکندر کی مرضی کے مطابق جواب دیا جس پر ایک افواہ یہ پھیل گئی کہ اُس نے شاہ مقدونیہ کو زیوس کا فرزند ہونا تسلیم کرلیا ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ اس میں ایک مذہبی لٹک ضرور تھی جو اُسے اپنی ماں سے ورثے میں ملی تھی۔ یونانی مصر کو مدت دراز سے بڑے بھاری فہم و استدراک کا منبع تصور کرتے تھے، اور خانقاہ عمون کی شہرت یونانی مذہب کے مصر میں قائم مقام رہنے کی وجہ سے اُس کی شہرت چار دانگ یونان میں پھیلی ہوئی تھی۔ ہمارے نزدیک یہ امر بالکل حسب حال تھا کہ جب عمون کے پجاریوں کو معلوم ہوا کہ جو واقعات اس وقت تک روایتی نیم معبودوں کے متعلق مشہور تھے وہ خود سکندر کے حالات پر منطبق ہوتے ہیں تو وہ یہ سمجھنے لگے کہ سکندر دراصل اُن کے معبودوں کا بیٹا ہے اور انھیں کا فرستادہ انسانوں کے درمیان اپنا کروفر دکھانے کے لئے آیا ہے۔ اسی طرح ہمارے نزدیک یہ بھی فطری حالات کے مطابق تھا کہ خود سکندر کو اس بات کا یقین ہوگیا کہ پجاری سچ کہتے ہیں اور وہ واقعی ایک غیر معمولی انسان ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اس تیرتھ سے واپس جانے کے بعد وہ اپنے آپ کو یونانیوں کا سپہ سالار سمجھنے کی بجائے ایک ایسا بادشاہ تصور کرنے لگا جس کی قسمت میں دُنیا کی تسخیر لکھی ہوئی ہو۔ اُس نے ممفس آکر حکومت کو از سر نو منتظم کیا اور اس صوبے کے دیوانی معاملات کو پہلے دو اور پھر ایک "نومارخ" کے سپرد کر کے فوج کو متعدد سپہ سالاروں کے متعلق کر دیا۔ اُس نے کلیومنیس ساکن نئوکراتس کو جسے اُس نے قریب کے عربی اضلاع کا صوبہ دار مقرر کیا تھا، مصر کا جامع محاصل مقرر کیا۔ آرین کا خیال ہے کہ اُس نے ان تبدیلیوں سے مصر کے اُس انتظام کی پیش بندی کی جو زمانۂ مابعد میں رومنوں نے اس اہم صوبے کا کیا تھا۔[۵]

[۵] سکندر مصر میں، آرین ۳، ۱ تا ۵ - درروائے سن ۱، ۱، ۴، ۳۰ وغیرہ۔

باب ۲۳

مصر سے وہ صور واپس آیا، اور یہاں بھی اُس نے ورزش اور موسیقی کا ایک میلا منعقد کیا۔ اسی مقام پر اُسے ایتھنز کے سفیر ملے جو اپنے وطن سے پارالوس نامی کشتی میں سوار ہوکر آئے تھے، اور اُنھوں نے اُسی سے استدعا کی کہ گرانی کوس کے میدان میں جو ایتھنزی گرفتار ہوئے تھے اُنھیں رہا کر دیا جائے۔ اُس نے فوراً اُن کی جملہ استدعاؤں کو منظور کرلیا۔ ساتھ ہی اُس نے سو جہازوں کا ایک بیڑا پیلوپونیز روانہ کیا جہاں اس وقت تک برابر بےچینی جاری تھی۔ اُس نے اپنے ساتھیوں میں سے ایک مسمی ہارپالوس کو جنگی ناقابلیت کی وجہ سے خازن مقرر کیا تھا، اور وہ جنگ اسوس سے ذرا پہلے

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ اسکندریہ کی تعمیر، آرین، ۳، ۱، ۲۔ ارڈمان اپنی کتاب "یونانیوں کا فن تعمیر بلدیات" Erdmann: Zur Kunde der hellenistischen Staedtegruendungen (اشٹراس برگ ۱۸۸۳ء) میں اُس کی ابتدا ۲۰ جنوری ۳۳۱ ق م کو ہونا بتاتا ہے۔

ایرانی بیڑے کی حرکات وسکنات، آرین ۳، ۲، ۳ تا ۷؛ مقابلہ کرو ڈروائےسن ۱، ۱، ۳۱۳ تا ۳۱۶۔

زیوس عمون کے نخلستان کو جانا، آرین، ۳، ۳، ۴؛ مقابلہ کرو ڈروائےسن، حسب بالا۔

ڈروائےسن کا خیال ہے کہ اس خانقاہ کے پجاریوں کے عقیدے کے مطابق معاد یقینی تھا اور مذہبی پوجا اور ملوکیت کے مابین ضرور کسی نہ کسی قسم کا تعلق تھا۔ اگر پجاریوں نے سکندر کو عمون را کا فرزند قرار دیا (مقابلہ کرو میئر: "تاریخ مصر" Meyer: Gesch Aegyptens ص ۲۵۲ ۳۲۷ وص ۲۹۰) تو ممکن ہے کہ سکندر نے اُن کی بات کو واقعاً یقین کرلیا ہو۔ اس لئے کہ اس قسم کے خیالات اُس کی فطرت میں داخل تھے۔ حکومت مصر آرین ۳، ۵؛ مقابلہ کرو ڈروائےسن ۱، ۱، ۳۲۴۔

باب ۲۳ ایک صندوق لے کر فرار ہو گیا تھا۔ اب سکندر نے اُسے بھی معافی دے دی اور اُسے اُس کے پرانے عہدے پر بحال کر دیا۔ لیکن اس مرتبہ پھر بہت سا خزانہ لے کر یونان بھاگ گیا اور وہاں بہت کچھ گڑبڑ مچائی۔[۵۶]

سکندر نے صور سے چل کر قلب ایران کی طرف حرکت کی۔ اس وقت تک تمام ایسے ممالک جن کا یونان سے کچھ بھی تعلق تھا، یعنی ایشیائے کوچک، فنیقیہ اور مصر، یہ سب کے سب اُس کے مطیع و منقاد ہو چکے تھے؛ اب اُن ممالک کی باری آئی جن سے یونانی محض بالواسطہ یعنی اپنے سیاحوں اور سپاہیوں کے ذریعے سے واقف تھے، اور سکندر اُن پر چڑھائی کرنے کے لئے اس وجہ سے مجبور تھا کہ دارا نے اس وقت تک اپنی شکست کو تسلیم نہیں کیا تھا۔

---

۵۶ سکندر کی دریائے فرات کی طرف پیش قدمی، آرین ۳، ۶۔

باب بست وچہارم

گوگامیلا

سکندر سر دریا کے کنارے

۳۳۱ ق م تا ۳۲۹ ق م

تھپساکوس کے مقام پر مازائیوس کی سرکردگی میں ایک ایرانی لشکر پڑا ہوا تھا، لیکن یہ لشکر سکندر کے راستے میں حائل نہیں ہوا چنانچہ شاہ مقدونیہ نے نہایت اطمینان سے دریائے فرات کو عبور کر لیا۔[1] تھوڑی دیر شمالی سمت چلنے کے بعد وہ پہاڑوں کے قریب مشرق کی طرف مڑا اور دجلہ پر گزرتا ہوا حسب سابق جنوب کی راہ لی۔ اُسے قدیم شہر ننوہ کے قریب گوگامیلا پر شہنشاہ ایران کی ایک عظیم الشان فوج ملی جس میں سر دریا اور فرات کے درمیانی علاقے کے اکثر قبائل شامل تھے، اور بعض مورخوں کے بیان کے مطابق اس میں دس لاکھ

لہ سکندر کی پیش قدمی فرات سے گوگامیلا تک، آرین ۳، ۷ تا ۱۰۔ سکندر اور یار سے نیوہ، آرین ۳، ۱۰۔ سکندر جنگ کو قدیم یونانی نقطۂ نظر سے دیکھتا تھا اور وہ الیغی کرائیمس کی طرح محض اجیروں کا سپہ دار نہیں تھا۔

باب ۲۴ پیادے، چالیس ہزار سوار، دو سو تلوار دار رتھ، پندرہ ہاتھی اور بہت سے یونانی اجیر سپاہی موجود تھے۔ دارا نے اپنا پڑاؤ ایک ایسے میدان میں ڈالا تھا جسے اُس نے خاص طور پر انتخاب کیا تھا اور جہاں رتھ کھڑے کرنے کی غرض سے اونچی نیچی زمین کے ایک حصّے کو ہموار کیا گیا تھا۔[۲۵] جب سکندر دشمن کے مقابل آیا تو اُس نے سب سے پہلے تو اپنے لشکر والوں کو آرام کرنے کی اجازت دی اور کہا کہ جس دشمن نے میدان جنگ کا انتخاب کیا ہے وہی پھر وقت کا تعین بھی کرے۔ ساتھ ہی اُس نے میدان کا اس نظر سے معائنہ کیا کہ کہیں اس میں خندقیں تو نہیں ہیں اور لکڑیاں تو نہیں گاڑھی گئیں، چنانچہ معائنہ کرنے کے بعد اُسے میدان سے اتنی ہی واقفیت ہو گئی جتنی خود انتخاب کنندہ کو ہوگی۔ جب پارمے نیو نے اُسے یہ صلاح دی کہ ایسے موقع پر شبخون کا طرز عمل ہی مناسب ہوگا تو سکندر نے اس طرح سے "چوری سے فتح پانے" سے انکار کر دیا اس لئے کہ اُس کے نزدیک ہر ایک جنگ بغیر باضابطہ مخالفت کے قدیم یونانی معیار پر پوری نہیں اُترتی۔ دارا سے یہ غلطی سرزد ہوئی کہ سکندر تو لڑائی کے لئے تیار ہو رہا تھا، لیکن دارا اپنی فوج والوں سے سنتریوں کا مسلسل کام لیکر تھکا رہا تھا جب لڑائی چھڑی تو دارا اپنے فوجی خط کے بالکل وسط میں کھڑا ہو گیا اور اپنے چاروں طرف ایران کے اعیان و کبار اور وہ یونانی اجیر سپاہی کھڑے کر دئے جن کا اُس پر سب سے زیادہ اعتماد تھا۔ چونکہ سکندر کو اس بات کا اچھی طرح سے احساس تھا کہ دشمن کے سپاہی

---

۲۵ جنگ گوگا میلا، آرین ۳، ۱۱، ۲۵۔ مقدونیوں نے ایرانیوں کے چہروں پر وار کئے۔ جنگ فارسالوس میں بھی سب سے پہلا شخص جسنے میدان چھوڑا وہ خود مغلوب فوج کا سپہ سالار تھا۔ سکندر کروتون کو مال غنیمت روانہ کرتا ہے، پلوٹارک ؟ سکندر ۳۴۔

تعداد میں اُس کے سپاہیوں سے کم و بیش بیس گُنا زیادہ ہیں لہذا اوّل تو اُس نے اپنے میسرے کی سیادت پارمے نیو کو سونپی، جنگ کے اصلی خط کے علاوہ ایک دوسرا خطِ مدافعت قائم کیا تاکہ ضرورت کے وقت دشمن کی جناحی حرکت کو روک دیا جا سکے۔ زاں بعد ۳۱ اکتوبر ۳۳۱ ق م کو اُس نے آخر کار پیش قدمی اس طرح شروع کردی کہ اُس کا میلان اپنے داہنے بازو کی طرف ذرا زیادہ تھا، اور ساتھ ہی برابر اس موقع کی تلاش میں رہا کہ کسی طرح سے ایرانی صفوں کو چیر کر دوسری طرف نکل جائے۔ دارا نے پہلے کی لڑائیوں سے کہیں زیادہ میدان جیتنے کی کوشش کی۔ حملے میں اُسی نے پیش قدمی کی اور پہلے تو اُس نے اپنے رتھ دشمن کی طرف روانہ کئے، لیکن جب اُن سے مقدونیوں کو کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچا تو اپنے پیادوں کو وار کرنے کا حکم دیا۔ یہ حکم اُس کے لشکر کے لئے مہلک ثابت ہوا اس لئے کہ ایرانیوں کے بڑھتے ہی اُن کی صفیں شق ہوگئیں اور ان دراڑوں میں سکندر اپنے نیزہ برداروں اور "مقدونوی جتھے" کو لے جا داخل ہوگیا۔ مقدونیوں نے ایرانی اعیان واکابر کو اپنا نشانہ بنایا جس کی وجہ سے وہ اتنے ہی خوف زدہ ہوئے جتنے دمن خار سانوس میں ہو گئے تھے۔ دارا اُسی طرح اس مرتبہ بھی فرار ہوگیا جیسے وہ اسوس کے بعد فرار ہوا تھا، اور اُس کے فرار سے لڑائی کی قسمت پر گویا مُہر ثبت ہوگئی۔ سکندر کو دارا کے جانے کے بعد بھی اپنے میسرے کی نگہداشت کرنی تھی، اسلئے کہ اُس پر دشمن کا نہایت زبردست دباؤ پڑ رہا تھا؛ لیکن جب ایرانیوں کو اس محاذ پر بھی شکست مل گئی تو اُس نے فوراً دارا کا تعاقب کرنا شروع کیا۔ جنگ گوگا میلا میں ۱۰۰ مقدونوی پیادے اور ایک ہزار سوار کام آئے؛ اس کے برعکس بیان کیا جاتا ہے کہ تیس ہزار ایرانی موت کے گھاٹ اُتارے گئے اور اس سے کہیں زیادہ گرفتار ہوئے۔

باب۲۲ اس لڑائی کے بعد دارا کو ایک جدید لشکر مہیا کرنا بالکل ناممکن ہو گیا۔ پہاڑوں کو عبور کرنے کے بعد پہلے تو وہ مدیہ پہنچا، اور چونکہ اس عرصے میں سکندر بابلستان کو زیر کر رہا تھا اس لئے اُسے تھوڑا بہت آرام مل گیا۔ سکندر کے واسطے یہ یقینی نہ تھا کہ اُسے بابل آسانی سے مل جائے گا، لیکن جب وہ اُس مقام پر پہنچا تو شہر نے فوراً ہتھیار ڈال دیئے اور بابلیوں نے باہر نکل کر اُس کی اطاعت کو قبول کر لیا[۴۳]۔ اُس نے یہاں کی مقامی خانقاہ کو، جسے زرکسنز نے مسمار کر دیا تھا، از سر نو تعمیر کیا اور خالدیہ کے طریق پر بیل دیوتا کے نام پر قربانی کی۔ اس صوبے کا کاروبار تین عہدہ داروں یعنی صوبہ دار، سپہ سالار اور افسر مالیہ کے سپرد کیا گیا اور اس طرح گویا قدیم ترین تمدن کا مرکز اب شاہ مقدونیہ کے قبضے میں آگیا۔ بابل سے وہ سوس گیا جہاں اُسے پچاس ہزار نقرئی تالنت اور بعض ایسے فنی شاہکار ملے جنہیں زرکسنز یونان سے لایا تھا، ان میں ہرمودیوس اور ارسطو گی تون کے مجسمے بھی تھے جنہیں سکندر نے فوراً واپس یونان بھجوا دیا۔ سوس میں اُس نے ایک یونانی میلے کا انعقاد کیا جس میں ورزشی مقابلے اور مشعل دوڑ نمایاں تھے، اور چند روز قیام کرنے کے بعد اُس نے ڈسمبر سنہ ۳۳۱ ق م میں مشرق کی راہ لی۔ سطح مرتفع ایران پہنچنے کے لئے اُسے بعض ویران پہاڑوں اور متعدد دحلیوں میں ہو کر گزرنا پڑتا جنہیں صرف پہاڑی دروں کے ذریعے سے عبور کیا جا سکتا تھا[۴۴]۔ پہلے تو یہ اکسیوں کے ملک میں

---

۴۳ سکندر بابل میں، آرین، ۳، ۱۶۔ سوس کے باقیات کی حالت کو دیولافوا نے اپنی کتاب "قلعۂ سوس" Dieulafoy: L'Acropole de Suse (پیرس، جلد ا، سنہ ۱۸۸۹ء) میں بیان کیا ہے۔

۴۴ سطح مرتفع ایران کے راستوں کے لئے دیکھو گروٹ، لندن سنہ ۱۸۸۸ء، جلد ا، صفحہ ۱۱۶ وغیرہ، "دروازئے سن" ۱۹، ۴، ۳۵ وغیرہ، شپیگل، "قدیمیات ایران" ۲، ۲۲۱ وغیرہ، ستولتزے، "تاریخ جغرافیہ" Stolze: Verh. der Ges. f. Erdkunde برلن سنہ ۱۸۸۳ء

باب ۲۴

ہو کر گزرا اور جس کے بعد اُس راستے پر گزر کر جو باہان سے قلعۂ سفید کو جاتا ہے ایک تنگ درے پر آیا جو ہر چار طرف فصیل سے گھرا ہوا تھا اور جس میں چالیس ہزار پیادے اور سات سو سوار حفاظت کے لئے موجود تھے ۔ ظاہر ہے کہ ایسے مقام پر محض دھاوے کر کے قبضہ کرنا ناممکن تھا، چنانچہ سکندر نے یہ ترکیب چلی کہ اپنی فوج کا ایک حصّہ اپنے ساتھ لے کر وہ خود اُس کے عقب میں پہنچ گیا اور سامنے سے کراتے روس سے حملہ کرا دیا۔ الغرض ایرانی فوج پس پا ہوئی اور سکندر کے لئے اصطخر کا راستہ کھل گیا۔ اُسے اس شہر پر قبضہ کرنے کے بعد اُسے بے شمار روپیہ ملا جس کا دیو دوروس ایک لاکھ بیس ہزار تالنت کا اندازہ کرتا ہے۔ سکندر نے یہاں کے شاہی قلعے میں آگ لگا دی تاکہ تمام ایشیا کو معلوم ہو جائے کہ ایران کے تزک و احتشام اور قوت و سطوت کا خاتمہ ہو گیا اور دُنیا کی قسمت ایک جدید حکمراں کے ساتھ وابستہ ہو گئی۔[ش]

ش۔ پرسی پولس (اصطخر) اور پاسارگادے کو بعض مرتبہ ایک ہی مقام سمجھا جاتا ہے؛ دو مورّخ جو ان دونوں مقامات کو ایک دوسرے سے الگ تصوّر کرتے ہیں اُن کا خیال ہے کہ موخرالذکر یا تو اصطخر کے قریب تھا ورنہ اسے فسا کے نزدیک تصوّر کرتے ہیں؛ جو شیراز کے جنوب و مغرب میں واقع ہے؛ مقابلہ کرو شپیگل: "قدیمیات ایران" Spiegel, Eran. Alterthumk unde جلد ۲، صفحہ ۶۱۶ تا صفحہ ۶۲۱؛ نیولدیکے؛ "مقالہ متعلقۂ تاریخ ایران" Noeldeke Aufs. zur pers. Geschichte لائپزگ ۱۸۸۷ء، صفحہ ۱۳۵ تا صفحہ ۱۴۶؛ نقشہ جات متعلقۂ یوستی کی کتاب "تاریخ ایران قدیم" Justi Gesch. des alt, Pers. (برلن ۱۸۷۹ء) میں وینیز سپرونر منکے Spruner—mencke کی کتاب جلد ۴ میں دئے ہوئے ہیں؛ لیکن موخرالذکر کا پیمانہ غلط معلوم ہوتا ہے۔ بہرنہج پرسی پولس کے کھنڈر اس مقام پر پہچانے جا سکتے ہیں جسے آج کل "تخت جمشید" کا لقب

باب ۲۴

پرسس (لارستان) میں کچھ عرصہ قیام کرنے کے بعد سکندر سنہ ۳۳۰ ق م کے موسم بہار میں مدیہ کی طرف چلا۔ اُسے یہ خبر ملی تھی کہ دارا اُس سے پھر جنگ آزما ہونا چاہتا ہے لیکن یہ بالکل غلط تھی۔ دارا شمال کی طرف بھاگ گیا تھا، اور اب ہمدان میں بعض معاملات طے کرنے کے بعد وہ بحر خزر کے درّوں میں ہوتا ہوا اُس کے تعاقب میں اُس راستے سے روانہ ہوا جو بحر خزر کی طرف جانے کے بجائے

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ دیا جاتا ہے اور یہ کھنڈر غالباً انھیں عمارات کے ہیں جو ہخامنشی خاندان کے زمانے میں بنی ہوں گی۔ ان عمارات سے کچھ فاصلے پر شمال کی جانب چار مقبرے ہیں جنھیں "نقش رستم" کہتے ہیں، اور اُن سے تھوڑا سا شمال مشرق کی طرف موجودہ مرغاب کے قریب ایک عمارت ہے جو قدیم مؤرخوں کے بیان کردہ مقبرۂ کورش کے مطابق معلوم ہوتی ہے۔ نیولد کے اور بعض دوسرے مستشرق اسی کو پاسارگادے کا مقام خیال کرتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ پاسارگادے ہی ایران کا قدیم پایۂ تخت تھا اور دارا یوش اوّل نے اسے ہٹا کر اپنا مستقر پرسی پولس (اصطخر) کو قرار دیا جسے ابتدا میں یونانی پرسائے کہتے تھے، پرسی پولس کا لفظ پلوٹارک نے سب سے پہلے استعمال کیا ہے۔ یونانیوں کو اس شہر کا علم سکندر سے پہلے نہیں ہوا تھا، جس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ حکومت اور شاہی دربار کا مستقر اکثر سوس ہی میں رہتا تھا۔

سکندر نے اصطخر میں جو کچھ کیا اُس کی تزئین افسانوں کے ذریعے سے کی گئی ہے۔ دیودورس ۱۷، ۷۰ اور کرتیوس ۵، ۶، ۶ کے بیان کے بموجب پرسی پولس کی فتح کے وقت قتل عام بھی کیا گیا تھا۔

۵۶ بحر خزر کے درّوں کے لئے دیکھو شپیگل ۱، ۶۳۱ اور ۲، ۵۲۲۔ مورٹ مان Mordtmann کی رائے ہے کہ دارا کو سمنان میں گرفتار اور دولت آباد میں قتل کیا گیا ہوگا۔ زور اکارتا یا تو عین اُسی مقام پر آباد ہوگا جس جگہ اس وقت استر آباد ہے ورنہ اُس کے نزدیک ہی ہوگا، شپیگل ۲، ۵۲۷۔ ہرکانیہ (ورکانہ) اور

باب ۲۷ | اُس کے ساحل کے متوازی کوہ البرز کے جنوب میں ایران کی سطح مرتفع کا

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ دریائے گرگان کے لئے دیکھو شپیگل ۱، ۶۰؛ پارتھیا کے لئے ۲، ۶۳۔ اس صوبے کا صدر مقام ہکاتوم پی لوس تھا جو یا تو دامغان کی جگہ ہوگا ورنہ شاہ رود کی جگہ؛ شپیگل ۲، ۵۳۶۔ ماردیوں کے ملک کے لئے شپیگل ۲، ۵۳۸؛ یہ دماوند کے قریب ہوگا۔ جیلان و مازندران کے لئے شپیگل ۱، ۶۶، ۶۷۔

سکندر اترک ہو کر وادی مشہد میں داخل ہوا۔ درانگیانا، شپیگل ۲، ۵۴۱؛ شپیگل کے نزدیک اریاسپائے دراصل درانگیوں کی ایک شاخ تھے۔ سجستان کے نیم دشنیاتی خاندان کیانیان، خصوصاً زال و رستم کے لئے دیکھو شپیگل ۱، ۵۶۵ وغیرہ اراخوتوس، شپیگل ۲، ۵۴۳۔ "اسکندریہ بملاک قفقاز" شپیگل ۲، ۵۴۳؛ ممکن ہے کہ شہر دراب ساکا وہی ہو جسے آجکل اندراب کہتے ہیں، شپیگل ۲، ۵۴۴ نیز دیکھو شپیگل ۱، ۱۱ و ۶۴ ہ

سکندر کے شمال کی طرف جانے کے راستے کے لئے دیکھو ڈروائسن ۱، ۲، ۳۵ وغیرہ؛ بختیاری و سغدیئی، ۱، ۲، ۳۸۔ شپیگل ۱، ۴۰۳ کے مطابق یہ دونوں قبیلے ایک قسم کی ایرانی بولی بولتے تھے اور یہاں کے تجارت پیشہ لوگ اور کاشتکار بھی ایرانی الاصل تھے؛ لیکن ان کے ہر طرف غیر ملکی نسلوں کے خانہ بدوش آباد تھے جنھیں ایرانی "ساکائے" یا "شک" کہتے تھے۔ آرین کہتا ہے کہ یہ "اسکیتھی النسل" تھے (۳، ۸، ۳) اور ہیروڈوٹس کے بیان کے مطابق ایرانی سب اسکیتھیوں کو "ساکائے" ہی کا لقب دیتے تھے۔ یہ کسی نسل کے ہی کیوں نہ ہوں دارا کے حلیف تھے (آرین ۱، ۱)۔ لیکن ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ واقعی تورانی صرف وہی لوگ تھے جنھیں "سکیوتھائے" کا لقب دیا جاتا ہے اور جن سے سکندر سردریا کے قریب لڑا تھا۔ شپیگل مرکندا اور سمرقند کا ایک ہی ہونا تسلیم نہیں کرتا۔

سکندر نے سات شہر آباد کئے؛ شپیگل ۳، ۵۴۸۔

دور کرتا ہے، اور اس طرح سلطنت ایران کے موجودہ پائے تخت یعنی باب ۲۴
طہران کے مشرق میں پہنچ گیا۔ یہاں اُسے معلوم ہوا کہ بہت سے ایرانی
سردار دارا کے مخالف ہو گئے ہیں اور وہ خود بعض ذی اقتدار صوبہ داروں
کے قبضے میں ہے جو اُس کے نام سے جنگ جاری رکھنا چاہتے ہیں
ان صوبہ داروں میں سب سے ممتاز باختر کا صوبہ دار بیسوس تھا اور سکندر
کے لئے یہ نہایت اہم تھا کہ کسی طرح سے یہ اُس کے قبضے میں آجائے،
چنانچہ اپنی رفتار کو تیز کر کے وہ تھوڑی سی فوج اپنے ہمراہ لے کر آگے
بڑھ گیا۔ بیسوس اپنے ساتھ ساتھ دارا کو جگہ جگہ لئے پھرتا تھا اور اُسے
اُتار کر خود تخت پر بیٹھ گیا تھا۔ آخر کار تعاقب کرتے کرتے سکندر نے
اُنھیں جا پکڑا اور بہت جلد مدافعت کا خاتمہ کر دیا۔ جب ایرانی سرداروں
نے دیکھا کہ وہ مقدونوی جال میں گرفتار ہونے کو ہیں تو وہ اپنے بادشاہ
پر ایک کاری ضرب لگا کر اُسے چھوڑ کر چلے گئے، اور جب جولائی
۳۳۱ ق م میں سکندر پہنچا تو دارا مر چکا تھا۔ سکندر نے شاہ ایران کی
لاش اصطخر بھیج دی جہاں وہ شاہی مراسم کے ساتھ سپرد خاک کر دی گئی۔
اس کے بعد بحر خزر کے جنوب و مشرقی صوبوں یعنی ہرکانیہ اور فارس نے
ہتھیار ڈال دئے۔ یہاں سے وہ مغرب کی طرف ماردیوں کے ملک
یعنی موجودہ گیلان کی طرف بڑھا جو بحر خزر کے مغرب کی طرف واقع ہے۔
دارا کے یونانی اجیر سپاہی سب کے سب ایرانی فوج سے علیحدہ ہو گئے
تھے، اور جب اُن کے آخری رسالے نے جس میں ڈیڑھ ہزار نفر تھے
سکندر کی اطاعت قبول کی تو اُس نے اُنھیں فوراً نوکر رکھ لیا اور اُن کی
اتنی ہی تنخواہ مقرر کر دی جتنی اُنھیں دارا کے خزانے سے ملتی تھی۔ انھی
میں بعض اسپارٹی سفیر بھی تھے، جنھیں اُس نے گرفتار کر لیا۔ اُس نے
ہرکانیہ کے مستقر "زدراکارتا" میں دو ہفتہ قیام کرنے کے بعد (جہاں
اُس نے یونانی طرز کا ایک ورزشی میلا منعقد کیا)، مشرق کی راہ لی۔
پہلے تو وہ ہری رود کے سیراب شدہ حصّے میں رکا جو ایران اور ریگستان کے

باب ۲۴

مابین واقع ہے اور جس کا موجودہ مستقر مشہد مقدس ہے۔ یہ حصہ اُس زمانے کے صوبۂ آریہ کا مرکز تھا جو سلطنت ایران کا سب سے شمالی صوبہ تھا۔ اُس کا والی ایک ایرانی مسمی ستی بازان تھا، اور اُس نے سکندر کے پہنچتے ہی نہ صرف اُس کی اطاعت قبول کر لی اور چالیس مقدونوی سپر برداروں کو بطور اپنے محافظ کے اپنے پاس رکھ لیا۔ بادشاہ نے یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ سب سے پہلے وہ بیسوس صوبہ دار باختر کا خاتمہ کرے گا، لیکن اُس کی پیٹھ مڑتے ہی ستی بازان نے چالیسوں مقدونیوں کو تہ تیغ کر دیا چنانچہ سکندر فوراً واپس آیا تاکہ اس بغاوت کو فرو کر دے، ورنہ خطرہ تھا کہ یہ مقام سازشیوں کا جائے پناہ بن جائے گا۔ یہی وہ مُلک ہے جسے آج کل افغانستان کہتے ہیں اور جو ایران، ترکستان اور ہندوستان کے مابین واقع ہونے کی وجہ سے آج بھی اُتنا ہی اہم ہے جتنا سکندر کے عہد میں تھا۔ سکندر کا خیال تھا کہ وہ ستی بازان کو ارتاکوانا میں جو موجودہ ہرات کے قریب ہی واقع تھا، پکڑ لے گا، لیکن وہ اپنا مستقر چھوڑ کر باختر بھاگ گیا۔ بہرحال یہاں سے سکندر پھر جنوب کی طرف زارنگیوں کے ملک درانگیانا میں گیا جہاں کے صوبہ دار بارسنت، جو دارا کے قاتلوں میں سے ایک تھا، ہندوستان بھاگ گیا تھا؛ ہندوستانیوں نے اُسے سکندر کے حوالے کر دیا اور اُس کا وہیں خاتمہ کر دیا گیا۔

اُس زمانے میں اُس مُلک میں جو دریائے ہلمند کے کنارے پر واقع ہے اور جسے اب سیستان کہتے ہیں، ایک قوم آباد تھی جس کا نام یونانی کتابوں میں یوئرگتائے بتایا گیا ہے؛ اُس نے سکندر کو خوش آمدید کہا۔ یہاں (خزاں سنہ ۳۳۰ق م میں) سکندر کو معلوم ہوا کہ اُس کے محبوب ترین مصاحب پارمے نیو کے فرزند فلوتاس کو اُس کے خلاف ایک سازش کا علم ہے اور اُس نے اُسے اس وقت تک پوشیدہ رکھا ہے۔ اُس نے مقدونوی رواج کے مطابق اُسے

باب ۲۴ فوجی عدالت کے سامنے پیش کیا جس نے اُسے سزائے موت کا حکم سنایا[۱]، اور اُس پر سکندر نے نہ صرف اُس کی گردن اُڑا دی بلکہ جب

[۱] گروٹ (لندن ۱۸۸۸ء) فلوتاس کے مقدمے کے دوران میں سکندر کے برتاؤ کو نہایت بُری نظر سے دیکھتا ہے۔ (جلد ۱۰، ۱۲۸) اور فلوتاس کو معصوم خیال کرتا ہے۔ ظاہر ہے کہ ہم یہ حکم نہیں لگا سکتے کہ واقعی فلوتاس سکندر کے خلاف سازش میں شریک تھا یا نہیں، اور گو اس قسم کے اشارے نظر آتے ہیں، لیکن ممکن ہے کہ ان میں مبالغہ آمیزی ہو۔ ساتھ ہی اس کے جرم کے خلاف بھی قطعی طور پر حکم نہیں لگایا جا سکتا۔ اس بات کا ہمیں اچھی طرح سے علم ہے کہ بہت سے مقدونوی اعیان سکندر کے مخالف تھے اور سازشیں اور قتل مقدونوی سرداروں کے لئے بعید از قیاس نہیں تھے۔ ان امور کے مدنظر اگر ایک مقدونوی عدالت نے فلوتاس کو مجرم قرار دیا تو ہمیں اس تجویز کے خلاف اپنی آواز بلند کرنے کا کونسا حق ہے؟ گروٹ کو کچھ ایسا تعصب ہے کہ وہ اس امر کو ظاہر نہیں کرتا کہ ایک دوسرا سپہ سالار امین تاس جو اس عدالت کے سامنے ماخوذ ہوا تھا، اُسے چھوڑ دیا گیا (آرین ۳، ۲۷) در انحالیکہ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عدالت نے اپنی آنکھوں پر پٹی ہرگز نہیں باندھی نہ یہ کہ اُس نے نامناسب تعجیل سے کام لیا۔ علاوہ ازیں وہ لوگ جو جا و بے جا سکندر کو مطعون کرتے ہیں ایک واقعے کا ذکر تک نہیں کرتے جس سے فلوتاس کی سزا حق بجانب ثابت ہوتی ہے۔ فلوتاس نے اپنا یہ فرض ادا نہیں کیا تھا کہ اگر بادشاہ کے خلاف کوئی سازش ہو تو وہ اُسے ظاہر کر دے گا اور گروٹ اس واقعے سے منکر نہیں ہے۔ اس طرح گویا سکندر کے ساتھ ایک ایسا افسر رہتا ہے جو سپہ سالار رہنے کے علاوہ مخبر بھی ہے، اور چونکہ اُس نے اپنا یہ فرض ادا نہیں کیا اس لئے سازشوں کی کامیابی کا خطرہ اور بھی زیادہ بڑھ جاتا ہے۔ اگر دوران جنگ میں اس قسم کا طرز عمل فوجی عدالت کے سامنے نہیں لایا جائے اور اُس سپہ سالار کو جس نے اس طرز کار کو روا رکھا ہے سزا نہ دی جائے تو پھر فوج میں کسی قسم کی تادیب کا تو دو دن میں خاتمہ ہو جائے گا۔ ہمارے لئے یہ حکم لگانا بالکل

باب ۲۴ وہ ہمدان پہنچا تو گو پارمے نیو کے خلاف کسی قسم کا الزام نہ تھا لیکن اُسے بھی مروا ڈالا۔ اسی دوران میں ستی بازان بھی گرفتار ہو کر قتل کرا دیا گیا۔ اب بادشاہ اراخوزیہ (قندھار) ہو کر شمال و مشرق کی طرف چلا اور اُس زنجیرے کو عبور کر کے جو وادیٔ کوفن (دریائے کابل) کا احاطہ کئے ہوئے ہے، وسط سرما میں ہندوکش کے عظیم الشان زنجیرے کی جنوبی شاخوں تک پہنچ گیا جو ایران اور ترکستان کے مابین واقع ہے سنہ ۳۳۰ قم کے اختتام یا سنہ ۳۲۹ قم کی ابتدا میں اُس نے اس پہاڑ کو ۱۳۲۰۰ فٹ بلند ایک برفیلے درے میں ہو کر عبور کیا جس سے ہنی بعل کی پیش قدمی کوہ الپ کی یاد تازہ ہوتی ہے، اور اندراب کے قریب وہ ترکستان تک پہنچ گیا۔ اس ملک کا مغربی حصہ کچھ ایسا میدان بے آب و گیاہ ہے کہ اُس پر ہو کر صرف خانہ بدوش اقوام ہی گزرتی ہیں، مگر اس کا مشرقی حصہ، جسے امو دریا اور سیر دریا سیراب کرتے ہیں، اُس زمانے میں آج کل سے کہیں زیادہ زرخیز تھا۔ ان ممالک میں سکندر کے عہد میں بختیاری اور شاک کے سے متمدن اور مہذب قبائل آباد تھے جو مقامی خانہ بدوشوں کو قابو میں رکھے ہوئے تھے۔ یہی نواح ایرانی مذہب کے مقامات مقدسہ میں سے ایک تھا اور اگر ایران کو قابو میں رکھنا تھا تو اس ملک پر غلبہ پانا نہایت ہی ضروری تھا۔ سکندر نے بہت جلد شہر بکتر (بلخ)

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ ناممکن ہے کہ فلوتاس کے لئے صحیح سزا کونسی ہوتی، لیکن کم از کم اتھنزی تو اس سے کمتر جرم پر اپنے سپہ سالاروں کو سزائے موت کا ہی مستحق سمجھتے تھے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ فلوتاس کی موت کچھ مستثنیات سے نہیں تھی۔۔ اس کے برعکس پارمے نیو کا قتل مطلق العنانی محض کا فعل تھا۔ باختر اور سغدین کی مہمات کے لئے دیکھو فون شوارتز "سکندر اعظم کی مہمات ترکستان" F. Von Schwarz: Alexanders des Gr. Feldzuege in Turkestan میونخ سنہ ۱۸۹۳ء مع نقشہ جات۔ اس کتاب کو آرین اور کرتیوس کی ایک اچھی تفسیر کہا جا سکتا ہے۔

باب ۲۴ پہنچ کر ایک پہاڑی قلعے پر قبضہ کر لیا جسے یونانی آورنوس کہتے تھے۔ آمو دریا کو عبور کرنے کے بعد اُسے اطلاع ملی کہ سپی تامیس اور داتا فرنز بلیسوس کو اُس کے حوالے کرنے کے لئے تیار ہیں چنانچہ اُس نے بطلیموس ولد لاگوس کو اُس پر قبضہ کرنے کے لئے روانہ کیا؛ لیکن بلیسوس لڑے بغیر قابو میں نہیں آیا۔ جب سکندر نے بلیسوس سے دریافت کیا کہ اُس نے اپنے آقا سے ایسا بُرا سلوک کیوں کیا تو اُس نے مثنا جواب دیا کہ اس لئے کہ میں حضور کا معتمد علیہ ہو جاؤں! بہر حال سکندر کے حکم سے پہلے تو اُس کے دُرّے لگائے گئے اور پھر اُس کا سر قلم کر دیا گیا۔ اس کے بعد بادشاہ مرکندا (؟ سمرقند) ہوتا ہوا سِر دریا پہنچا جہاں اُس نے ایک شہر کی بنیاد ڈالی جو غالباً موجودہ خوجند ہے۔ اُس کی غیبت میں سپی تامیس نے مرکندا پر قبضہ کرنے کی کوشش کی تھی؛ اور جب سکندر کو اس کا علم ہوا تو وہ فوراً پلٹ پڑا اور سپی تامیس سے جنگ آزما ہوا۔ اس لڑائی میں سپی تامیس کو ناکامی ضرور ہوئی اور اُسے جنگل کی طرف بھاگ جانا پڑا لیکن مقدونیوں کو بھی زک اُٹھانی پڑی اور اُن کا ایک رسالہ بمقام سغرشان کام آیا۔

حقیقت یہ ہے کہ سکندر کو اپنے مشکلات کا اُسی وقت علم ہوا جب وہ اُن شمالی ممالک اور ہندوستان پہنچا، اس لئے ان مقامات میں اُسے ایسے قبائل سے دوچار ہونا پڑا جو مطلق العنانی سے کوسوں دور تھے اور جہاں کے حکمران اور رعایا دونوں نہایت بہادر اور جری تھے۔

باب بست و پنجم

سکندر کی مہمات جنگ دریائے جہلم تک۔

۳۲۹ق م تا ۳۲۶ق م

۳۲۹ق م کے ختم پر سکندر نے بلخ کے قریب زریاسپا پہنچ کر موسم سرما بسر کیا[1]۔ یہاں اُسے اسکیتی سفرا اور فرس مان شاہ خوارزم ملے۔ سفیروں نے تو یہ خواہش ظاہر کی کہ سکندر اُن کے حکمراں کی بیٹی سے شادی کرے اور شاہ خوارزم نے اُس سے مغرب کی طرف کوچ

---

[1] مقابلہ کرو گئیگر: "سکندر کی مہمات سغدیانہ" Geiger: Alex. Feldzuege in Sogdiana (Neust. a. d. H. ،۱۸۸۴ء) ۔ طے شدہ نہیں ہے کہ "زریاسپا" اور "بکترا" ایک ہی مقام کے دو نام تھے۔ گروٹ اور کیپرٹ Kiepert (۵۹) اس مفروضے کو مانتے ہیں، لیکن ڈرواۓسن (۱، ۲۶۳) اسے تسلیم نہیں کرتا بلکہ اُس کے نزدیک زریاسپا دراصل اندشوئی کا دوسرا نام ہے جو بلخ کے مغرب میں واقع ہے، اور شپیگل اس بحث کو غیر مختتم سمجھتا ہے۔ مشرقی اور مغربی ایران کے مابین جو فرق ہے اُسے نظرانداز نہیں کرنا چاہئے، اور ہمیں یہ سمجھ لینا چاہئے کہ بہ نسبت مشرقی ایران کے مغربی ایران میں مطلق العنانی کہیں زیادہ سرایت کئے ہوئے تھی۔ مقابلہ کرد کیپرٹ: "جغرافیہ" Kiepert: Geographie ۵۶ و ۵۷۔

باب ۲۵ کرنے کے لئے کہا[۱] جس کا سکندر نے یہ جواب دیا کہ ہندوستان کی فتح تک وہ کسی طرح پیچھے نہیں مڑ سکتا۔ جب وہ زریاسپا ہی میں تھا تو اُس نے اُن شمالی سرحدی صوبوں میں امن و امان قائم کرنے کے لئے مختلف تدبیریں اختیار کیں۔ اُسے اس نواح میں دوسرے مقامات سے کہیں زیادہ مشکلات کا سامنا کرنا پڑا تھا، جس کی وجہ یہ تھی کہ ایک طرف تو یہاں کے باشندے نہایت جری اور بہادر تھے اور ساتھ ہی وہ اپنے مذہب کے پکے بھی تھے، اور دوسری جانب نہ صرف یہاں کے پہاڑی قلعے اس قدر مستحکم تھے کہ اُن تک پہنچنا تقریبًا ناممکن تھا بلکہ یہاں کے مفرور بآسانی تمام قریب کے صحرائیں نظر سے اوجھل ہو سکتے تھے۔ سکندر نے مختلف مقامات پر اپنی فوج کے دستے روانہ کئے اور بعض جگہ خود بھی گیا۔ اس دوا دوش سے تنگ آکر آخر کار قبیلۂ مساگےتائے نے، جن کے ملک میں سپی تامنیس نے آکر پناہ لی تھی، ہتھیار ڈال دئے اور اُس کا سر کاٹ کر بطور تحفہ سکندر کے پاس بھیج دیا۔ بادشاہ موسم گرما ۳۲۸ ق م تک برابر انھیں مقامات میں رہا اور جب سردی کا زمانہ آیا تو وہ آگے بڑھ کر اموں دریا کے مقام نوتاکا پہنچا جہاں اس نے ۳۲۸–۳۲۷ ق م کی سردی بھر قیام کیا[۲]۔

---

[۱] فرسمانیس نے سکندر سے کہا تھا کہ اُسے کولکس کے باشندوں اور امیزنوں کے ملک میں ضرور جانا چاہئے۔ خوارزم ("خیوستان") یعنی نشیبی اموں دریا کے لئے دیکھو شپیگل ۱، ۷۴؛ کیپرٹ "جغرافیہ قدیم" Kiepert; Lehrb-d-alten Geogr ص ۶۰۔

[۲] شپیگل ۲، ۴۴۵ کے مطابق نوتاکا کے موقع کا قطعی طور پر یقین نہیں ہو سکتا۔ عام طور سے اُسے نکشب یا کرشی کے مترادف تصور کیا جاتا ہے جو بخارا سے جنوب و مشرق کی طرف ایک مقام کا نام ہے۔

باب ۲۵

کلی توس کا قتل سکندر کی زندگی کے افسوس ناک ترین واقعات میں سے ایک ہے، اور یہ اس تبدیلی کا ایک مظاہرہ سمجھنا چاہیئے جو

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ سغدینیوں کی زوردار مدافعت کی بابت شنیگل (۳، ۴۹) کہتا ہے کہ غالباً اس کا سبب مذہبی مخالفت ہوگا اس لیے کہ سپی تامنیس خاص زردشت کی نسل سے تھا اور خود بھی پیشوائے دین تھا۔

۵۵ کلی توس کا قتل آرین ۴، ۸، ۹؛ کرتیوس ۸، ۱، ۲؛ پلوٹارک: "سکندر" ۵۰ تا ۵۲؛ ڈروائے سن ۱، ۲، ۷ وغیرہ۔

کالس تھینیس اور نوجوانوں کا انجام آرین ۴، ۱۰ تا ۱۴؛ کرتیوس ۸، ۵، ۸؛ پلوٹارک: "سکندر" ۵۳ تا ۵۵؛ ڈروائے سن ۱، ۲، ۸۔

میں ڈروائے سن سے اس رائے میں متفق نہیں (۱، ۲، آ، ۱۹؛ ۲۳؛ ۹۰، ۲۷۳) کہ سکندر نے مقدونیوں اور یونانیوں سے مشرقی طرز پر اپنی تعظیم و تکریم جو کرائی تو اس میں وہ حق بجانب تھا۔ ڈروائے سن کہتا ہے کہ شاہی اقتدار کے یہ ظاہری نشانات مشرقیوں کے لئے بے حد اہم تھے اور سکندر اپنی رعایا میں نامناسب امتیازات روکنے کے لئے مقدونیوں اور یونانیوں سے بھی اپنی تعظیم و تکریم کرانے پر مجبور تھا۔ اس نقطۂ نظر میں جو مغالطہ ہے وہ یہ ہے کہ اس سے مملکت سکندری کی اخلاقی حالت کا صحیح اندازہ نہیں کیا گیا اس لئے کہ بادشاہ کی نظر میں مقدونیوں اور یونانیوں کی حیثیت ایرانیوں سے کہیں بالاتر تھی، چنانچہ اگر محض وحدت سلطنت کی خاطر اول الذکر کو اپنی سطح سے گرانا ضروری تھا تو پھر یہ سلطنت دنیائے خارجہ کے لئے بالکل بیکار تھی۔ زیادہ سے زیادہ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ سکندر بھی انسان ہی تو تھا اور انسان خطا کا پتلا ہے۔ ڈروائے سن کہتا ہے (۱، ۲، ۲۷۳ وغیرہ) کہ "یونانیوں نے اُسے اپنا معبود جو تسلیم کیا وہ دراصل پہلا قدم اُس راستے پر تھا جس میں اُنھیں ایشیائی اسلوب کی تعظیم و تکریم کا آخر کار عادی بنادیا گیا اور تعظیم و تکریم کا یہی عنصر سکندر کے نزدیک اس کے اقتدار کی سب سے بڑی بنیاد تھی۔" ڈروائے سن گویا یہ تسلیم کرلیتا ہے کہ سکندر کی پرستش صرف دکھاوے

باب ۲۵ | مختلف النوع واقعات وحالات کے اثر سے اُس کی سیرت میں پیدا

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ کے لئے تھی، لیکن اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ سکندر کا یہ خیال صحت پر بھی مبنی تھا۔ دوسرے اُس کا یہ خیال خود یونانیوں کے متعلق ایک مغالطے پر مبنی ہے۔ وہ یونانی یقیناً نہایت ہی عجیب وغریب انسان ہوں گے جو محض اس عادت کی وجہ سے سکندر کی الوہیت کا یقین بھی کرنے لگے ہوں گے! حقیقت یہ ہے کہ یونانیوں کے نزدیک سربسجود ہونا کسی مخصوص عقیدت کے ساتھ وابستہ نہ تھا بلکہ محض ایک لغو اور قابل تضحیک رسم تھی۔ ایسقراطیس (Paneg. ۱۵۱) یہ کہہ کر کہ ایرانی "فانی انسانوں کے سامنے سربسجود ہوتے تھے" اُن کی تخریب کرتا ہے؛ اور اب خود یونانیوں کو بھی اُسی طرح سکندر کے سامنے جھکنا پڑتا تھا، واقعہ یہ ہے کہ ایشیا میں بھی اس قسم کے رسوم بالکل بیکار تھے، جیساکہ باگواس اور بے سوس کے واقعات سے صاف ظاہر ہوتا ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ سکندر کو اس بات کا خوب اچھی طرح سے علم ہوگا، اور اگر اُس نے اسے نظر انداز کردیا تو اس کی وجہ صرف یہ معلوم ہوتی ہے کہ جاہ وحشمت کی آرزو نے اُسے اندھا بنا دیا تھا ورنہ یہ بات اُس کے خیال میں آنا کچھ زیادہ مشکل کام نہ ہوتا کہ مختلف تمدنوں اور تہذیبوں کے دو اقوام کو اس طرح نہیں مخلوط کیا جا سکتا کہ ایک کو اپنی اونچی سطح سے گراکر دوسری کی نیچی سطح پر لایا جائے اور اُس کی حیثیت واختیار کو سلب کر کے ناحق کردیا جائے۔ ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہئے کہ سکندر کی لاثانی کامیابی کی وجہ سے اس کا سر پھر گیا ہوگا اور ممکن ہے کہ اسی کی وجہ سے اُس سے یہ عجیب وغریب حرکات سرزد ہوئے ہوں۔ اُس کی دو مختلف فطرتوں کے مابین جو قدرتی تضاد تھا اُس کی وجہ سے ایک قسم کا نقیض پیدا ہو گیا؛ وہ صرف ایک معبود ہونے پر قناعت نہیں کر سکتا تھا بلکہ انسانوں کے ساتھ انسانوں کی طرح بھی برتاؤ کرنے اور اُنھیں اپنا آلۂ کار بناکر محظوظ ہونے کا خواہاں تھا۔ وہ یہ نہیں چاہتا تھا کہ اُس کی الوہیت مقدونوی اور یونانی زندگی کے راستے میں حائل ہو؛ اور ظاہر ہے کہ الوہیت اور انسانیت ایک دوسرے کے بالکل متضاد خیالات ہیں۔ ایک ایسے حکمراں کی شان کے لئے جو خدائی کا دعوے کرے یہ شایان نہیں ہے کہ وہ ان لوگوں کے ساتھ ساتھ

ہو گئی تھی۔ اس میں شبہہ نہیں کہ دُنیا کی سب سے بڑی سلطنت کی فتح سے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ جن سے وہ اپنی پوجا کرانا چاہے شراب و کباب میں مشغول و سرشار ہو۔ شہنشاہان ایران اس راز سے واقف تھے، سکندر اس سے بےخبر۔ کلی توس کا قتل اور کالس تھنیس کی تذلیل دونوں واقعات نشے کی حالت میں پیش آئے اور وہ وقت ایسا تھا کہ بادشاہ کے مصاحبوں اور اُن کے دوستوں کی زبان سے وہ الفاظ نکلے جو شاید خودی کی حالت میں کبھی نہ نکلتے۔ ڈرواءِ سن ارسطاطالیس کے اس خیال کی تردید کرتا ہے کہ یونانیوں کو بربریوں پر حکومت کرنی چاہیے (۱، ۲، ۱۵ وغیرہ)" اور یہ پسند نہیں کرتا کہ سکندر کے ذریعے سے "یونانی ایشیا کے مال و متاع سے استفادہ حاصل کرکے اُسے غربت و افلاس کی حالت میں چھوڑ دیں اور اپنی خود غرضی اور جرأت آمیز چالاکی سے ناجائز فوائد حاصل کریں" (۱۶)۔ لیکن سکندر کے فتوحات کا اثر مقدونیوں پر انتہا ہی خراب پڑا اور ان میں سے بہت سے "خراب ترین معنی میں ایشیائی بن گئے" (۱۹)۔ لیکن ظاہر ہے کہ اس کا علاج سر بسجود ہونا نہیں تھا، اور وہ لوگ جو اس حکم کے موافق ہیں جو ڈرواءِ سن نے یونانیوں اور مقدونیوں پر لگایا ہے وہ شاید یہ خیال کریں کہ کاش سکندر نے سرزمین ایشیا پر کبھی قدم نہ رکھا ہوتا۔ ڈرواءِ سن نے سکندر کی کوششوں کے اندرونی معنی یعنی مشرق و مغرب کے مخلوط کرنے کے مقصد کو اچھی طرح سے سمجھ لیا ہے۔ لیکن اس کے حصول کے لئے سکندر نے جو طریقے استعمال کئے اُن کی من و عن تائید نہیں کی جا سکتی۔ اگر کوئی قوم کسی دوسری قوم پر حملہ آور ہو تو اُس کے یہ معنی نہیں کہ وہ مفتوحہ قوم کو اپنے سے برتر تصوّر کرنے لگے، اور ہمارے نزدیک یونانیوں کا ایشیائیوں پر تفوّق کم سے کم وقتی طور پر ضرور رہی تھا لیکن اپنی نوجوانی کے جوشش میں سکندر اپنے زمانے سے آگے بڑھ جانا چاہتا تھا۔

اس کے لباس کے لئے دیکھو Plut de Al. M. Fort. ۴۶-

باب ۲۵ اُس کے احساس خودداری میں بہت کچھ اضافہ ہو گیا تھا اور اگر کسی وجہ سے اُس میں ذرا بھی ٹھیس لگتی تو اُس کے غیظ و غضب میں بے حد جوش پیدا ہو جاتا تھا۔ مدت سے اُس کے خیالات ایک مقدونوی بادشاہ کے خیالات سے ہٹ کر ایک ایرانی شہنشاہ کے سے ہو گئے تھے، اور اس میں کسی شک کی مطلق گنجائش نہیں کہ حکمران ایران کی الوہی حیثیت کا ایک ایسے شخص پر بڑا اثر ہوا ہوگا جس نے اپنے آپ کو زیوس دیوتا کا فرزند مشہور کر رکھا ہو۔ سکندر کے اس خیال کو ایشیائیوں کی چاپلوسی اور یونانیوں کے مکر و فریب کی وجہ سے بہت کچھ تقویت پہنچی، اور اگر کوئی مقدونوی امیر اُس کی کسی بات کو بھی رد کر دیتا تو یہ اُس کے واسطے قطعًا ناقابل برداشت ہو جاتا۔ اس کا اثر مقدونوی امرا پر امید کے بالکل خلاف پڑا یعنی بجائے اس کے کہ وہ محض شاہی مصاحبوں کی حیثیت اختیار کر لیتے، وہ اپنی رائے پر پہلے سے بھی زیادہ مضبوط ہو گئے۔ ہوا یہ کہ جب بادشاہ سمرقند ہی میں تھا تو شراب و کباب کی ایک دعوت کے موقع پر سکندر اور کلی توس (جس نے گرانی کوس کی لڑائی میں اُس کی جان بچائی تھی) دونوں موجود تھے۔ کلی توس نے اپنے آقا کے روبرو نہ صرف اُس کے اور دیوسکوری و ہرقل کے مابین کسی قسم کا مقابلہ یا موازنہ کرنے سے انکار کر دیا بلکہ اُس کے باپ شاہ فیلقوس کی تعریف کرنے لگا اور کہنے لگا کہ سکندر کسی نہج معبود نہیں ہو سکتا اس لئے کہ معبود تو جو چاہیں کرتے ہیں لیکن سکندر کو اپنے فتوح کے لئے اپنے ہم ملکوں کی مدد پر حصر کرنا پڑتا ہے؛ یہ کہکر وہ یک بیک یہ بول اٹھا کہ اور تو اور میں نے ہی تو حضور پر برا وقت آنے پر حضور کی جان بچائی تھی! یہ سُن کر سکندر بس آگ بگولا ہو گیا۔ کلی توس کو لوگ کمرے سے باہر کھینچ لے گئے لیکن وہ واپس آ گیا اور اُسے دیکھتے ہی بادشاہ نے اُس کے بدن میں ایک نیزہ بھونک دیا۔ یہ حرکت شنیعہ سرزد ہونے کے بعد سکندر کا ضمیر اُس سے سخت ترین نفرین کرنے لگا اور اُس نے چاہا کہ خود اپنے ہاتھوں اپنی جان لے لے، لیکن اُس کے حالی موالیوں نے

اُسے اپنے ارادے سے باز رکھا۔ وہ اپنی حرکت بد پر اس قدر نادم تھا کہ باب ۲۵
اُس نے اسی رنج و غم میں تین شبانہ روز دانہ پانی سے پرہیز کیا اور اس کے بعد
اُس سے ایسا فعل کبھی پھر سرزد نہیں ہوا۔ اُس نے فوری جذبے کے جوش
میں اپنے ایک جاں نثار دوست کا کام تمام کر دیا تھا، اور اُسے اس سے
اس قدر ملال ہوا کہ ظلم و ستم کے اس راستے میں اُس کا پہلا قدم در اصل اُس کا
آخری ہی ثابت ہوا۔

لیکن باوجود ان تمام باتوں کے سکندر کے اس خیال میں سرمو فرق
نہیں پیدا ہوا کہ ایشیا پر ایشیائیوں کی طرح ہی حکومت کرنی مناسب ہے،
اور اس کی وجہ سے اُس کا تصادم مقدونیوں اور یونانیوں سے متعدد مرتبہ
ہوا۔ اُس نے ایک بڑی حد تک ایرانی لباس اختیار کر لیا تھا، اور یہ امر
یونانیوں کے تنفر کے لئے بالکل کافی تھا؛ لیکن اس سے بھی زیادہ اُس کا یہ حکم تھا
کہ ہر شخص، خواہ وہ مقدونوی ہی کیوں نہ ہو، اُس کے سامنے آتے ہی
سربسجود ہو جائے، اور یہ حکم اُس کے ہمقوموں کے لئے قطعاً ناقابل برداشت
تھا۔ زمانۂ حال میں سکندر کے جو مدح خواں ہیں اُن کے نزدیک سکندر
اس پر مجبور تھا کہ وہ دربار ایران کے رسوم کا اتباع کرے۔ ہمارے نزدیک
بھی اس میں مطلق کوئی بُرائی نہیں تھی کہ جب کبھی وہ ایشیائیوں سے ملے اس وقت
وہ ایشیائیوں کا سا برتاؤ کرے، لیکن اُس کا یہ طرز عمل ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ
اُس نے یونانیت کو خیرباد کہہ کر بالکلیہ ایشیائی مطلق العنان کی روش کیوں اختیار
کر لی۔ سکندر کے لئے یہ بدرجہا بہتر ہوتا کہ وہ اُن رسوم سے دست کش ہو جاتا
جن کے باعث امرائے ایران نے اپنے بادشاہ کا کام تمام کر دیا اور جو
اُس کے لئے قطعاً بیکار تھے۔ ساتھ ہی ساتھ ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہئے
کہ شاید پہلا شخص جس نے الوہیت کا دعوے کیا وہ خود ایک یونانی یعنی
لیساندر تھا، اور یہ یونانی ہی تھے جنھوں نے سکندر کو کج روی پر اکسایا؛
مثلاً اُس پر سوفسطائی اناکسارخوس کا بہت بڑا اثر پڑا جسے کلی توس کی موت
کے بعد بادشاہ کو دلاسا دینے کے لئے بھیجا گیا تھا، لیکن اُس نے بھی

باشیل

یہی کہا کہ جو کام الوہی ہستی سے سرزد ہوا ہو ہمیشہ اچھا ہوتا ہے۔ اسی طرح کالس تھنیس ساکن اولینتھوس نے بھی جسے ارسطاطالیس نے سکندر کے وقائع لکھنے کے لئے بھیجا تھا" بادشاہ کی تاریخ کچھ ایسے الفاظ میں لکھی جن سے بجائے مورخ کے وہ شاہ مقدونیہ کا مدح خواں مشہور ہو گیا۔ لیکن کالس تھنیس ایک قدم آگے بڑھ گیا اور اپنے آپ کو گویا سکندر کا ہومر تصور کرنے لگا اور کہنے لگا کہ میرے بعد سکندر کی شہرت بھی قائم نہیں رہ سکتی۔ کالس تھنیس کو سکندر کی پوجا نہایت ہی ناپسند تھی اور اسے وہ بادشاہ کی خودنمائی اور خودپسندی پر محمول کرتا تھا۔ ایک میلے کے موقع پر ایسا ہوا کہ سب تو بادشاہ کے سامنے جھکنے میں مشغول تھے اور بادشاہ ہر ایک کو ایک ایک بوسہ بطور نشان عطوفت کے دینے میں مصروف تھا لیکن کالس تھنیس کی باری آئی تو اُس نے جھکنے سے صاف انکار کر دیا، اور جب بادشاہ نے اُس کا بوسہ نہیں لیا تو وہ فوراً پکار اٹھا کہ بہت خوب ہم بغیر بوسے ہی کے اچھے رہے! اس پر سکندر آگ بگولا ہو گیا اور جب کچھ مدت بعد اُسے نوجوانوں کی ایک سازش کا علم ہوا اور ساتھ ہی ساتھ کالس تھنیس بھی اس میں ملوث نکلا تو اُسے یہ سزا دی گئی کہ وہ لشکر کے ساتھ ساتھ ایک پنجرے میں بند پھرتا پھرے، چنانچہ وہ اسی حالت میں مر گیا۔

دوسرا اہم واقعہ ایک ایشیائی لڑکی روشنک سے شادی کا قصہ اس طرح پیش آیا۔ سکندر سغدین کے ایک پہاڑی قلعے کا محاصرہ کر رہا تھا جس پر اوکسیارتیس کا قبضہ تھا۔ یہاں کے لوگ اس قلعے کو بالکل ناقابل تسخیر سمجھتے تھے، چنانچہ مدافعت کرنے والوں نے سکندر سے طعنتہً کہلا بھیجا کہ اگر وہ واقعی اُس پر چڑھنا چاہتے ہیں تو پہلے انھیں اُڑنا سیکھ لینا چاہئے۔ اس پر سکندر نے اعلان کر دیا کہ جو کوئی سب سے پہلے اُس کی چوٹی پر پہنچیگا اُسے بارہ تالنت، جو اُس کے بعد پہنچیگا اُسے گیارہ تالنت انعام ملیں گے، اور اسی طرح بارھویں شخص تک ایک نہایت ہی گراں بہا انعام کا مستحق

باب ۲۵

تصوّر کیا جائے گا۔ اُس کے لشکر والوں میں سے اکثر نے چڑھنے کی کوشش کی اور بعض تو قلعے سے بھی اونچی چوٹی تک پہنچ گئے۔ چنانچہ اوکسیارتیس نے مقدونوی بادشاہ کی برتری کا اندازہ کر کے ہتھیار ڈال دئے، اور سکندر نے قلعے پر قبضہ کر لیا۔ جس وقت بادشاہ کی نظر اُس کی بیٹی روشنک پر پڑی تو وہ اُس پر ہزار جان سے فریفتہ ہو گیا چنانچہ اُسے اپنے عقد میں لے آیا اور اس طرح فاتحوں اور مفتوحوں کے باہمی تعلقات کو پہلے سے بھی زیادہ مضبوط کرنے میں مدد دی[۵]۔ اس نکاح کے منظر کو ایک نقاش نے بہت خوب پیش کیا ہے، اور اُس کی تصویر اس وقت روما کے ایوان فارنے زینا میں موجود ہے۔ روشنک کے سوانح حیات میں صرف یہ بات اور معلوم ہے کہ ۳۲۳ ق م میں اُس کے بطن سے ایک بیٹا پیدا ہوا جس کا نام بھی سکندر ہی رکھا گیا۔ سکندر کی وفات کے بعد یہی روشنک اپنی سوکن یعنی دختر داریوش کی موت کا باعث ہوئی، اور ۳۱۱ ق م میں اُسے اور اُس کے بیٹے کو کاساندر نے مروا ڈالا۔

جب شمالی صوبوں میں بظاہر امن و امان قائم ہو گیا[۶] تو بہار ۳۲۷ ق م

---

۵ اوکسیارتیس کے قلعے کی بابت شپیگل مفصلۂ ذیل رائے کا اظہار کرتا ہے (۲: ۵۵۶) "یہ امر تقریباً متفق علیہ ہے کہ یہ قلعہ اُس تنگ درّے کے قریب واقع تھا جو کش کے مشرق میں ہے اور جس کا نام بعد میں دربند کلوگا پڑ گیا۔ کش کے لئے دیکھو ڈروائے سن ۳، ۲، ۴، ۳۲۴۔ نیز مقابلہ کرو ڈروائے سن ۱، ۲، ۷۔ یہ بخارا کے جنوب مشرقی ضلع میں پہاڑی زنجیرے کے جنوبی ڈھلاؤ پر واقع ہے۔ سکندر نے جن پہاڑی قلعوں کو فتح کیا اُن کے لئے دیکھو نیز Niese صفحہ ۱۲۲ حاشیہ ۱۔

۶ ڈروائے سن یہ فرض کر لیتا ہے کہ سغدین اور ملک ماوراء امو دریا کو سکندر نے تقریباً آزاد چھوڑ دیا تھا اسی طرح اُس نے ہندوستان کی سرحد پر ایک طرح کا سرحدی صوبہ ترکیب دیا۔ ان شمالی ممالک میں بہت سے یونانی شہر تھے، (ڈروائے سن ۱، ۲، ۳، ۸) سکندر

باب ۲۵ میں سکندر نے ہندوستان کا رخ کیا۔ اس مہم کی بابت سب سے پہلے تو یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ اُسے سر کرنے کی نہ تو کوئی فوجی ضرورت تھی نہ کوئی سیاسی وجہ، بلکہ سکندر نے اس ملک کا رُخ صرف دُنیا کو یہ دکھا دینے کے لیئے کیا تھا کہ وہ درحقیقت ایک سورما اور ہرقل ثانی ہے؛ نیز اُسے غیر معمولی جاں بازیوں کی امید اس سرزمین کی طرف کھینچے لیئے جاتی تھی اور وہ ایسے ملک کو فتح کرنے کا خواہاں تھا جو عجائب و غرائب سے مملو تھا۔ الغرض اُس نے تقریباً ایک لاکھ بیس ہزار پیادے اور پندرہ ہزار سوار لے کر ہندوستان کا رُخ کیا[۵]۔ وادی کابل (کوفن) پہنچ کر اُس نے

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ ایرانیوں کو اصطخر میں سزا دیتا ہے؛ لیکن باختر اور سغدیین میں وہ دیسیوں کا ہمنوا ہو جاتا ہے اور آئندہ دیگر ممالک میں بھی یہی طرزِ عمل روا رکھتا ہے۔

۵ ہندوستان کی طرف کوچ کے لیئے دیکھو لاسین: قدیمیاتِ ہند" Lassen ind. Alterthumskunde جلد ۲، جس کے جغرافی نتائج کی تلخیص شپیگل ۲، ۵۶۲) میں دی ہوئی ہے؛ اے کننگھم: قدیم جغرافیۂ ہند" A. Cunningham Anc. Goegraphy of India لندن ۱۸۷۱ء؛ لیف مان: "ہندوستان کی تاریخ قدیم": Lefmann Geschichte des alten Indians برلن؛ گروٹ؛ لینزیوس: "سکندر اعظم کی مہم ہند" Lezius De Al.M.Exp. Indica ڈورپٹ فیلڈ ۱۸۸۷ء؛ شوفرٹ: "سکندر اعظم کی ہندوستانی مہم" Schuffert Schuffert Ae. d. Gr. ind. Feldzug سنہ ۱۸۸۶ء۔

سکندر کا کوچ باختر سے وادی کابل تک، ڈرواسے سن، ۱، ۲، ۱۰۱ وغیرہ۔ ڈرواسے سن اُس درے کا تعین نہیں کر سکا جس میں ہو کر سکندر ہندوستان آیا؛ لیکن شپیگل کہتا ہے کہ یہ درۂ کاوک ہوگا۔ نیسا (آرین ۵، ۱)؛ ڈرواسے سن ۱، ۲، ۱۰۹، ۱۱۰۔ ان پہاڑوں میں جو لوگ رہتے ہیں انگور کی کاشت کرتے ہیں؛ مقابلہ کرو شپیگل ۱، ۳۹۶ وغیرہ؛ ۳، ۵۱۔ ممکن ہے کہ شاہ آگاتھوکلیس کے سکوں میں (جن میں باکھوسی شکلیں کندہ ہیں) اسی قوم کا حوالہ ہو۔ (ہیڈ: "تاریخ مسکوکیات" Head: H. N. ۲۰۴)۔ دریائے کابل سے شمال میں جو مقامات ہیں اُن کے لیئے شپیگل ۲، ۵۶۴۔ لیف مان کے نزدیک

باب ۲۵ اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا جن میں سے ایک تو ہیفئسٹیون اور
پردکاس کے تحت براہ راست دریائے سندھ کی طرف روانہ ہوا اور
دوسرا حصہ خود بادشاہ کی سپہ سالاری میں دریائے کابل کے شمالی
معادنوں کی وادیوں میں ہو کر چلا۔ یہاں اُس نے قلعۂ اورنوس پر قبضہ کر لیا
جس کی بابت یہ مشہور تھا کہ خود ہرقل بھی اُسے مسخر نہیں کر سکا، اور اس کے
بعد وہ کوہ مور کے قریب نیسا پہنچا جسے یونانیوں کی دانست میں دیونی سوس
نے آباد کیا تھا۔ اُسے اس موخر الذکر مقام پر ایک خاص قسم کی بیل

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ اورنوس دراصل اورنا کی بگڑی ہوئی شکل ہے (۴۵،۷) لیکن ڈرواسے سن کے نزدیک یہ رانی گڑھ ہوگا جو دریائے کابل کے دہانے کے قریب واقع ہے؛ مقابلہ کرو شپیگل ۲، ۵۶۵ [نیز مقابلہ کرو وی اے سمتھ "تاریخ ہند قدیم" V. A. Smith: Early History of India باب ۳ ضمیمہ د۔ مترجم اردو] ٹکسا شیلا میں "یونانی لشکر میں ہندوستانی فقیروں کو پہلی مرتبہ دیکھا" (ڈرواسے سن، ۱، ۲، ۳۴۳ ۱)۔ ٹکسا شیلا اور پاڑروا دراصل شاہی خاندانوں کے نام ہیں (شپیگل ۲، ۵۶۶؛ کیپرٹ؛ ۳۶)؛ لیف مان صفحۂ ۴۶ ۔ سکندر و پورس کے باہمی معرکے کے لئے مقابلہ کرو ڈرواسے سن ۱، ۲، ۱۲۹، جس میں الفنسٹن کی کتاب "کابل" Elphinstone: Kabul ۱، ۱۳۲ کا اتباع کیا ہے؛ شپیگل ۲، ۵۶۷؛ لیف مان صفحۂ ۴۷؛ کننگھم ۱۵۹ وغیرہ۔ "کاتھائیوائی" غالباً کھشتری کے لئے استعمال ہوا ہے۔ لاسین کہتا ہے کہ سنگالا سے مراد امرتسر ہے؛ مقابلہ کرو لیف مان ۴۹۔ دریاؤں کے ناموں کے لئے دیکھو شپیگل ۲، ۵۷۰؛ کیپرٹ ۳۶؛ لیف مان ۵۰۔ ہیداسپیس سنسکرت "وتستا" ("تیزرو")؛ "چیندربھاگا" کا نام (جس کا تلفظ "ساندروپھاگوس" جیسا ہے) یونانیوں نے بدل کر "اکےسی نیس" (یعنی "معالج الالام") رکھ دیا؛ ہیدراؤتیس = سنسکرت اراوتی (= دریائے راوی)؛ ہی پاسس = سنسکرت "وساپا" ("آزادرو")۔ ان سب کے بعد ستدرو یعنی ستلج آتا ہے جس میں آجکل وساپا یعنی بیاس بہتا ہے۔ واضح ہو کہ دریائے بیاس کی قدیم تہ اب بالکل خشک ہے۔

[ان ناموں کے لئے دیکھو کیمبرج کی تاریخ ہند جلد ۱ صفحہ ۳۴۶ Cambridge History of India مترجم اردو]

باب ۲۵

سدا بہار اور انگور ملے، چنانچہ یہاں یونانیوں نے دیونی سیوس کے اعزاز میں میلے بھی منعقد کیئے۔ اس مقام پر فوج کی دونوں شاخیں مل گئیں اور انھوں نے غالباً اٹک کے مقام پر دریائے سندھ کو عبور کیا۔ اس کے مشرق میں سندھ اور جہلم کے مابین جو قطعہ ہے اُس پر تکشا سیلا کا راجہ حکمراں تھا، اور اُس نے سکندر کے پہنچتے ہی اُس سے مخالفہ کر لیا۔ لیکن جہلم پار کا راجہ پورس اطاعت کی طرف مائل نہیں تھا، چنانچہ وہ سکندر سے جنگ آزما ہوا اور دریا کے مشرقی کنارے پر اپنے قبضے کو مستحکم کر لیا۔ یہاں سکندر کے لئے گرانی کوس اور اسوس کے طرز کار پر عمل کرنا ناممکن تھا اس لئے کہ جہلم اور پیناروس، پورس اور دارا کے مابین زمین و آسمان کا فرق تھا جس کی وجہ سے سکندر مجبور ہو گیا کہ اپنی عمر میں شاید پہلی مرتبہ "چوری سے" یعنی دھوکا دے کر دشمن کو شکست دے وہ اپنے لشکر کے بیشتر حصے کو ساتھ لے کر ایک ایسے مقام پر چلا گیا جہاں سے وہ بآسانی تمام پورس کی نظر سے اوجھل ہو کر دریا کو عبور کر سکتا تھا، اور کراتے روس کو تھوڑی سی فوج کے ہمراہ پورس کے روبرو چھوڑ دیا تاکہ وہ دھوکے میں آجائے اور سمجھے کہ مقدونوی فوج یہی ہے۔ ہندوستانی اُس وقت تک صحیح صورت حال سے آشنا نہیں ہوئے جب تک سکندر دریا پار نہ ہو گیا؛ جب پورس کو اصلی حالت سے واقفیت ہوئی تو اُس نے اپنے بیٹے کی کمان میں اپنی فوج کا ایک جزو سکندر کے مقابلے پر بھیجا، لیکن لڑائی میں سکندر ہی کو فتح ہوئی اور اُس کا مدمقابل کام آیا۔ اب اُس نے خود پورس پر حملہ کر دیا۔ اُس کے سواروں کو دشمن کے سواروں پر فوقیت حاصل تھی، لیکن ہندوستانی فوج کے ایک سو اسّی ہاتھیوں کی وجہ سے مقدونوی فوج خطرے سے خالی نہیں تھی اس لئے کہ گھوڑوں کا خاصہ ہے کہ ہاتھیوں کو دیکھتے ہی ہیبت زدہ ہو جاتے ہیں۔ اگر پورس

باب ۱۸

حملے میں پیش قدمی کرتا تو بہت ممکن تھا کہ میدان اُسی کے ہاتھ رہتا، لیکن اُس نے سکندر کے حملے کا انتظار کیا۔ سکندر نے ہندوستانی سواروں پر دھاوا بول دیا اور انھیں شکست فاش دے دی۔ اس پر ہندوستانی فیلبانوں نے ہاتھیوں کو بڑھا کر اُن کے ذریعے سے ایک مقدونوی حصے پر دباؤ ڈالا؛ لیکن مقدونوی سواروں نے جناحی حرکت کر کے ہندوستانیوں کو ایک تنگ مقام پر ڈھکیل دیا جہاں پہنچنے کے بعد سراسیمہ ہاتھی خود اپنے لشکر کے لئے بلائے بے درماں بن گئے۔ الغرض ہندوستانیوں کو اس معرکے میں ایک کاری ضرب لگی اور اُن کے بیس ہزار نفوس اور ایک سو ہاتھی مارے گئے اور جو بچے تھے انھیں مقدونیوں نے گرفتار کر لیا۔ سب سے آخر میں پورس زخم خوردہ ہاتھی پر بیٹھا ہوا، میدان سے گیا۔ سکندر برابر اُس کی بہادری اور تنومندی پر غور کر رہا تھا، اور جب میدان سرد ہوا تو اُس نے راجہ ٹکسا شیلا کو اُسے بلانے کے لئے بھیجا تاکہ وہ اُسے ہتھیار ڈالنے پر آمادہ کرے۔ لیکن اُس کے جواب میں پورس نے اُس پر نیزے کا وار کیا، اور جس وقت تک وہ تھک کر گر نہ گیا اُس وقت تک اُس نے ہتھیار نہیں ڈالے۔ جب وہ سکندر کے روبرو آیا تو اُس نے دریافت کیا کہ تمھارے ساتھ کس قسم کا برتاؤ کیا جائے، جس پر اُس نے جواب دیا کہ ویسا ہی برتاؤ جیسا کسی بادشاہ کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ اس پر سکندر نے کہا کہ یہ تو میں خود ہی کروں گا تو راجہ نے جواب دیا کہ میرے جواب میں سب ہی کچھ آ گیا، اب اس پر کسی قسم کا اضافہ کرنے کی حاجت نہیں ہے۔ سکندر کا خاصہ تھا کہ وہ ہمت و جرأت والوں اور اس قسم کے سیدھے اور سچے جوابوں کی داد دیتا تھا، چنانچہ اُس نے راجہ کی مکمل راجدھانی مع بعض اضافہ جات کے اُسی کے سپرد کر دی اور راجہ اپنی طرف سے ہمیشہ کے واسطے سکندر کا حلیف بن گیا۔

باب ۲۵ اس کے بعد سکندر مشرق کی طرف چلا اور چناب اور راوی کو عبور کرتا ہوا "چھتریوں" (کاتھائیوں) کے ملک میں پہنچ کر اُس نے قلعۂ سنگالا کو مسخر کیا۔ یہاں سے وہ دریائے بیاس کے کنارے پہنچا جو آج کل تو پنجاب کے آخری دریا یعنی ستلج سے مل کر بہتا ہے لیکن اُس زمانے میں اُس کی تہ بالکل جداگانہ تھی۔ سکندر کبھی ستلج تک نہیں پہنچ سکا۔ وہ اُسے بھی عبور کرنا چاہتا تھا، لیکن عین پیش قدمی کے وقت اُس کے آلۂ کار یعنی فوج نے قدم بڑھانے سے انکار کر دیا۔ غالباً سپاہیوں کو یہ معلوم ہو گیا ہو گا کہ یہ ایک قدرتی سرحد ہے اور اس کے شمال میں جو اراضی ہے وہ نہایت زرخیز ہے، چنانچہ اگر سکندر اس دریا کو عبور کرے گا تو دوسرے کنارے پر اُسے نئی نئی سلطنتیں ملیں گی اور اُسے نئی نئی قوموں سے دوچار ہونا پڑے گا۔ مقدونی سپاہی اب زیادہ جنگ و جدال کے خواہاں نہیں تھے؛ اُن کے لئے کم و بیش آٹھ برس کی مسلسل لڑائی بالکل کافی تھی؛ اس کے برعکس اُن سپاہیوں کے ہاتھ جو حال ہی میں بھرتی ہوئے تھے، زیادہ مال غنیمت نہیں لگا تھا۔ حق تو یہ ہے کہ اس وقت تک معاملات میں یکسوئی رہنا ہی بہت غنیمت تھا۔ سکندر اور اُس کا لشکر تھیبز اور ایتھنز کے درمیانی فاصلے سے سو گنا دور تھے۔ سکندر نے اپنے سپاہیوں کو ذاتی طور پر آگے بڑھنے پر آمادہ کرنے کی کوشش کی اور کہا کہ وہ اس وقت برابر فاتح و ناصر رہے ہیں اور آئندہ بھی وہ کبھی نیچا نہیں دیکھیں گے؛ اُس نے اُنھیں اُن کی عزت و آبرو کا بھی واسطہ دیا؛ اُس نے یہ بھی کہا کہ عالی منش شخص کے لئے کسی کام کے انجام دینے کے لئے اُس کی نوعیت پر غور کرنا چاہئے؛ اُس نے اپنے مہمات کا خاکہ اُن کے سامنے پیش کیا اور کہا کہ عنقریب وہ دریائے گنگ پہنچ جائیں گے جو بحیرۂ ہیرکانیہ میں جا کر گرتا ہے جس کے بعد بحر ہند اور بحر فارس آتے ہیں؛ وہاں سے لیبیہ ہو کر وہ ستون ہائے ہرقل پہنچیں گے اور اس طرح

باب ۲۵

تمام ایشیا اور تمام لیبیہ انھیں کے ہو جائیں گے؛ آخر میں اُس نے انھیں مخاطب کر کے کہا کہ اگر انھوں نے اُس کے کہنے پر عمل نہ کیا تو تمام پچھلی فتوح بیکار ہو جائیں گے اور اُن کی انجام دہی میں جو جان و مال صرف ہوا ہے وہ بالکل بے نتیجہ ثابت ہوگا۔ یہ سب کہنے کے بعد سکندر رُکا کہ شاید کوئی اُس کا جواب دے، لیکن سب کے سب ساکت رہے۔ اس کے درس جغرافیہ کی بابت بیچارے سپاہی کیا کہہ سکتے تھے اس لئے کہ مختلف ممالک کے متعلق اُن کے معلومات بمنزلہ صفر کے تھے۔ اُنھیں کچھ اس قسم کا شبہہ تھا کہ شاید خود سکندر بھی اُن کا ہم رائے ہے لیکن اپنے اصلی خیالات کا اظہار نہیں کرتا۔ آخر کار اُس کے اعلیٰ افسروں میں سے ایک یعنی کوئے نوس بولا کہ جہاں پناہ، جو آپ فرماتے ہیں سب سچ ہے، لیکن کچھ بھی ہو آپ کے سپاہی اب ایک قدم بھی آگے نہ بڑھیں گے، اور ممکن ہے کہ وہ یہ بھی کہہ دیتا کہ ستر دن کی مسلسل بارش نے سپاہیوں کی قوت کو بالکل سلب کر دیا ہے[۱]۔ کوئے نوس کے بعد جتنے سپاہی موجود تھے سب یک زبان ہو کر بول اُٹھے کہ ہم سب کوئے نوس کی دل سے تائید کرتے ہیں۔ اس پہ سکندر نے جواب دیا کہ اچھا میں صرف چند منتخب جاں بازوں

---

۱ بارش ۔ آرین ۵، ۲۴، ۹؛ دیو دوروس ۱۷، ۹۴۔ آرین ۵، ۲۶، ۱ میں سکندر یہ نہیں کہتا کہ ہر کام کا وجود خود اُس کام کے لئے ہے، لیکن نہ معلوم ڈرو ائے سن (۱، ۲، ۱۵۷) اور سن تینس کیوں اسے فرض کر لیتے ہیں۔ اگر سکندر اس قسم کی کوئی بات کہتا بھی تو اُس کا کون یقین کرتا؟ حقیقت یہ ہے کہ آرین نے اس کی تقریر جو نقل کی ہے اُس میں وہ صرف یہ کہتا ہے کہ "ہر کام کا ایک پیمانہ ہے" (یعنی ہر کام ختم ہونا چاہئیے) واضح ہو کہ آرین میں لفظ "نیپاس" کے معنیٰ انجام کے ہیں، مقصد کے نہیں۔ نیز ۵ (۱۳۹) کہتا ہے کہ سکندر ہندوستان کے اندر زیادہ جانا نہیں چاہتا تھا اور اُس کی یہ تقریر مورخوں نے صحیح طور پر نقل نہیں کی ہے بلکہ در اصل کسی لسان کی فکر کا نتیجہ ہے۔

باب ۲ کو ساتھ لے کر اپنی پیش قدمی جاری رکھوں گا اور یہ کہہ کر وہ سید ھا اپنے ڈیرے میں چلا گیا جہاں سے وہ مسلسل تین روز تک باہر نہیں آیا۔ اُسے اب بھی یہ امید تھی کہ شاید لشکر مان جائے لیکن یہ امید کبھی پوری نہیں ہوئی۔ اب اُس نے اپنے معبودوں سے قربانی کے ذریعے سے مشورہ کیا، لیکن یہاں سے بھی ٹھیک جواب نہیں ملا، چنانچہ اُس نے آخر کار واپسی کا تہیہ کر لیا۔ یہ فیصلہ سُن کر تمام سپاہی جوش سے اُچھل پڑے اس لئے کہ اُن کے سامنے ایک ایسی شخصیت تھی جو ناقابل تسخیر سمجھی جاتی تھی اور جو محض اُن کی اپنی کوشش سے گویا مسخر ہو گئی تھی۔ سکندر نے پلٹنے سے پہلے حکم دیا کہ بارہ عالی شان منارہ نما قربان گاہیں بنائی جائیں اور ایک ورزشی اور اپسی میلا لگا کر مغرب کی راہ لی۔ وہ چناب کو پار کر کے جہلم پہنچا اور دو شہروں یعنی نکائیہ* اور بوکے فالا# کی تعمیر مکمل کر کے گھر کی راہ لی۔

حقیقت یہ ہے کہ سکندر نے دیار ہند کا صرف ایک گوشہ یعنی پنجاب دیکھا تھا۔ اس مُلک کے باشندوں کی ذہنیت اور اُن کا تمدن یونانی ذہنیت اور تمدن سے بالکل مغائر تھا۔ یہ وہ دُنیا تھی جس میں ہو کر دریائے گنگ بہتا تھا اور جس میں باغوں اور سبزہ زار کی فراوانی تھی، وہ دُنیا جس میں راہب اور جوگی دھیان گیان میں مشغول تھے، وہ دُنیا جس میں مقدس وید اور عظیم الشان رزمیہ نظمیں لکھی گئی تھیں اور جو دو ہزار سال کے بعد یورپی قوموں کو نئے سبق پڑھانے والی تھی۔ اس دُنیا کا صرف کنارہ ہی سکندر دیکھ سکا۔ سکندر جیسے جری اور محقق شخص نے یقیناً یہ معلوم کر کے آٹھ آٹھ آنسو بہائے ہوں گے کہ وہ ایسے مُلک کی گویا دہلیز سے واپس جا رہا ہے جسے وہ ہمیشہ ایک بعید الفہم خطہ سمجھے ہوئے تھا۔ کون کہہ سکتا ہے کہ ہندوستان کے قلب میں پہنچنے کے بعد فاتح ایک محقق نہ بن جاتا۔ اُسے قسمت نے

* ؟ سکھ چین پور [مترجم اردو] # ؟ شہر جہلم [مترجم اردو]۔

برھم دیو اور مہاتما بدھ کا ملک اچھی طرح دیکھنے کی اجازت نہیں دی بلکہ اُسے محض اس پر قناعت کرنی پڑی کہ وہ تہذیب و تمدّن کے صرف چار ہی بڑے بڑے مرکزوں یعنی یونان، دیار سامیہ، مصر اور ایران کی حتّی الوسع نگرانی کرے، اور ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس مقصد کے حصول میں وہ اپنے پیش رووں اور جانشینوں دونوں سے آگے بڑھ گیا۔ ایک ایسی سلطنت جس میں یہ چاروں مرکز شامل ہوں تاریخ عالم میں بالکل لاثانی ہے، اور سکندر اعظم کے لئے بھی اُس کا ہی بار اٹھانا کچھ آسان کام نہ تھا۔

باب بست و ششم

سکندر کی حکومت کے آخری ایام

اگس و ہرپالوس

۳۲۶ ق م تا ۳۲۳ ق م

سکندر نے محسوس کرکے کہ اب اُسے ضرور واپس ہونا پڑے گا[1] یہ طے کیا کہ واپسی پر اُسے غیر معلوم ممالک کی تحقیقات کرنی چاہیئے۔ ہندوستان آنے سے پہلے اُس کا خیال تھا کہ دریائے نیل اور دریائے سندھ دونوں ایک ہی مقام پر سمندر سے ملتے ہیں، اور جب یہاں آنے پر اُسے معلوم ہوا کہ یہ واقعہ نہیں ہے تو اُسے دریائے سندھ کے دہانے کا معائنہ کرنے کی آرزو پیدا ہوئی، چنانچہ وہ تھوڑے سے سپاہی اپنے ساتھ لے کر دریائے جہلم پر کشتیوں میں بیٹھ گیا اور حکم دیا کہ باقی ماندہ فوج دریا کے کنارے کنارے اُس کے ساتھ ساتھ چلے، اور کشتیوں کی کمان نیارخوس کے سپرد ہو۔ آرین کہتا ہے کہ

[1] سکندر کا کوچ سمندر کی طرف، آرین ۶، ۱ وغیرہ۔ سکندر کا زخم، آرین ۶، ۶ تا ۱۲۔ اوکسیدرکا ے اور مالوئے دراصل کشُدرکاوں اور مالویوں کے مترادف

باب ۲۶

جہازوں کی آواز اور لشکر کی کثرت کی وجہ سے جگہ جگہ قرب وجوار کے گاؤں والے دریا کے قریب آکر تماشا دیکھتے اور اپنی زبان میں گیت گاتے۔ سکندر چاہتا تھا کہ وہ کسی طرح سے یک بیک کشدر آکوں اور مالویوں کے ملک میں پہنچ جائے، چنانچہ وہ نہایت تیزی کے ساتھ جنوب کی طرف روانہ ہوا۔ جب وہ اُس جگہ پہنچا جہاں جہلم اور چناب ملتے ہیں تو اُس نے اپنا بیڑہ تو جہلم اور راوی کے سنگم کی طرف بھیج دیا اور فوج کو لیکر خود مالویوں کے ملک میں گھس گیا۔ یہاں وہ ایک شہر میں پہنچا جہاں کے باشندے دیکھتے ہی اُس کے حملے کی مدافعت کرنے کی غرض سے قلعے میں پناہ گزیں ہو گئے۔ جب سکندر نے یہ دیکھا تو وہ مٹھی بھر ساتھی لے کر سیڑھی کے ذریعے سے فصیل پر چڑھ گیا۔ لیکن جیسے ہی وہ چوٹی پر پہنچا فصیل ٹوٹ گئی اور سکندر اور اُس کے ساتھی یکہ وتنہا رہ گئے۔ اب بجائے انتظار کرنے کے وہ فوراً اوپر سے کود پڑا اور

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ الفاظ ہیں، دیکھو شپیگل ۲، ۵۶۹، لیف مان ۹، ۷۴۔ مالویوں کا شہر جس میں سکندر زخمی ہوا، غالباً ملتان تھا (کننگھم)، دیکھو ڈروائے سن ۱، ۲، ۱۸۳ تا ۱۸۵۔

آرین ۶، ۱۵ میں جن زاتھرائے کا ذکر ہے انھیں بعض مورخ دیو دوروس (۱۷، ۱۰۲) والے "سودرائے" کے مترادف سمجھتے ہیں، لیکن اول الذکر کشتریوں کا اور ثانی الذکر شدروں کا ہم معنیٰ معلوم ہوتا ہے، لیکن یہ سب قیاس ہی قیاس ہے۔ ڈروائے سن کے نزدیک سغدینی دراصل شدر ہی تھے۔ سندینی اسکندریہ کے موقع کا تعین نہیں ہو سکا! ڈروائے سن ۱، ۲، ۱۹۰، لیف مان ۵۲، ۷۔ موزیکانوس دراصل موشِک نامی ایک خطے سے مشتق ہے۔ ڈروائے سن کا خیال ہے کہ برہمنوں کے زیر اثر ہونے کی وجہ سے جنوبی قبائل سکندر کے مخالف تھے (۱، ۲، ۱۹۴ وغیرہ)۔ شپیگل (۲، ۵۷۲) کے نزدیک پٹالہ کا اصل موقع کا تعین نہیں ہو سکا، لیکن لیف مان (۷۵۳) اُسے حیدرآباد سندھ سمجھتا ہے۔ دریائے سندھ کے مشرقی کے دہانے کے متعلق دیکھو لیف مان ۷۵۳، جو کننگھم کا اتباع کرتا ہے۔

باب ۲۶

کچھ دیر تک وہ اور اُس کے ساتھی جن میں سے پیوکستاس، ابریاس اور لیونا توس خاص طور پر قابل ذکر ہیں، دشمن کا نشانہ بنے رہے۔ خود سکندر کے سینے میں زخم آیا اور وہ زمین پر گر پڑا، جس پر پیوکستاس نے اُس مقدس ڈھال سے اُس پر سایہ کر لیا جو ألیوم کے تبکدۂ اتھینے سے لی گئی تھی اور جس کا سپر بردار خود وہ تھا۔ اس مدت میں بعض دوسرے مقدونوی بھی قلعے میں گھس گئے اور شہر والوں کو بلا کم و کاست تہ تیغ کر دیا۔ جو نیزہ بادشاہ کے سینے میں لگا تھا اُسے کاٹ کر نکالا گیا اور جب اُسے اُٹھا کر لے جا رہے تھے تو راستے میں اس قدر خون نکلا کہ سکندر بے ہوش ہو گیا اور اُس کی وفات کی خبر پھیل گئی، چنانچہ جب راوی کے کنارے وہ اپنے سپاہیوں کے سامنے پہنچا اور اُنھیں دکھانے کے لئے اپنا ہاتھ ہلایا تو وہ فرط مسرت سے پھولے نہیں سمائے اور شکر ادا کرنے لگے کہ محض لاش کی شکل میں نہیں بلکہ جیتا جاگتا بادشاہ اُن کی طرف آ رہا ہے۔ اُن کے قریب پہنچ کر وہ گھوڑے پر سوار ہو گیا، اور جب وہ لشکر کے وسط میں پہنچا تو سپاہیوں کے جوش کی انتہا نہیں رہی، چنانچہ کبھی تو وہ اُس کے گھٹنے کبھی ہاتھ کبھی دامن چھوتے اور رنگ برنگ کے فیتوں اور پھولوں کی بوچھار کرتے۔ پھر پھر اب وہ دریائے سندھ کے راستے شاہ "موزی کانوس" کے مُلک میں پہنچا۔ اس حکمراں نے پہلے تو اُس کی اطاعت کا وعدہ کیا لیکن پھر بغاوت پر کمر بستہ ہو گیا، جس کی وجہ سے سکندر نے اُسے گرفتار کر کے سزائے موت کا حکم سنایا۔ اب اُس نے اپنے لشکر کا ایک تہائی حصہ تو کراتیروس کی کمان میں براہ ایران مغرب کی طرف روانہ کیا اور خود پٹالے کے راستے، جہاں دریائے سندھ کے دو حصے ہو جاتے ہیں، سمندر کی طرف کوچ کر کے آخر کار کنارے پر پہنچا اور یہاں کے مدّ و جزر کی کیفیت کا بغور معائنہ کیا۔

باب ۲۶

اب اُس نے ایک ایسا راستہ اختیار کیا جس کی نظیر ملنی دشوار ہے، یعنی اپنا بیڑہ تو سمندر کے راستے جدید ممالک کی تحقیقات کے لئے فرات اور دجلے کے دہانے کی طرف بھیجا اور خود فوج لیکر ساحل گدروزیہ کے متوازی چلا تاکہ بیڑے کے ساتھ رسل و رسائل جاری رکھ سکے۔ یہ کوچ نہایت ہی تکلیف دہ تھا اور اس کا راستہ بلوچی ریگستان سے ہو کر تھا جو دُنیا کے گرم ترین خطّوں میں شمار کیا جاتا ہے[۱]، جس کی وجہ سے اُسے گدروزیہ کے پایۂ تخت پورہ (بام پور) پہنچنے، یعنی پانچ سو میل طے کرنے کے لئے دو ماہ کا طویل زمانہ درکار ہوا جس میں فوج والوں کو طرح طرح کی سختیاں اور تکلیفیں جھیلنی پڑیں۔ سکندر کے لئے صرف یہ امر اطمینان دِہ تھا کہ وہ ایک طرح سے سمی رامس اور کورش دونوں پر سبقت لے گیا اس لئے کہ اوّل الذکر تو صرف بیس سپاہیوں سمیت اپنی منزل مقصود تک پہنچی تھی، اور کورش کے پاس صرف سات سپاہی رہ گئے تھے، درانحالیکہ سکندر جتنے سپاہی لے کر چلا تھا اُس میں سے اب بھی ۷۵ فی صدی زندہ اور تندرست تھے۔ اس سفر میں کئی باتیں ایسی پیش آئیں جو قابل ذکر ہیں ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ جب فوج ایک بے آب و گیاہ حصّے میں ہو کر گزر رہی تھی، تو ایک سپاہی سکندر کے پاس ٹوپی میں بھر کر تھوڑا سا پانی لایا اور کہا کہ یہاں صرف یہی پانی دستیاب ہوا ہے۔ بادشاہ نے یہ سنتے ہی ٹوپی ریت میں اُلٹ دی تاکہ ہر شخص کو معلوم ہو جائے کہ اُس کی

[۱] ریگستان میں ہو کر پیش قدمی، آرین ۶، ۲۱ وغیرہ؛ ڈرواۓ سن ۱، ۲، ۲۱۳ وغیرہ۔ "عربیس" دراصل دریائے پورالی کا ہی نام ہے؛ دیکھو شپیگل ۲، ۲ ۵۷۔ ابھی تک شہر رمباکیہ کا تعین نہیں کیا گیا جس کے قریب اسکندریہ کی بنیاد ڈالی گئی تھی۔ شپیگل ۲، ۵۷۳۔ گدروزیہ، ایضاً ۵۷۳۔ لفظ "پورہ" ہندی الاصل ہے۔
سکندر کا پانی کو پھینک دینا؛ آرین ۶، ۲۶، ۳۔

باب ۲۶ معمولی سے معمولی سپاہی کی حیثیت میں سرِ مو فرق نہیں - ایک مرتبہ ایسا بھی ہوا کہ مقامی رہبر راستہ بھول گیا، چنانچہ خود سکندر نے تلاش کر کے راستہ دریافت کیا - بادشاہ پورہ سے کرمان گیا جہاں اُسے کراتیروس مل گیا[۵۳] - اُس نے کرمان پہنچ کر شکرانے کے طور پر قربانیاں کیں اور اپنے محافظ دستے میں جس میں اُس وقت تک صرف سات افسر یعنی لیوناتوس، ہفاستیون، لیزی ماخوس، ارسطونوئس، پردکاس، بطلیموس ولد لاگوس، اور پیتھون تھے اپنے بچانے والے پیوکستاس کو بھی شامل کرلیا - یہاں نیارخوس بھی اُسے آملا اور اپنے تجربات کے قصے سنا کر اُسے محظوظ کیا[۵۴] - کرمان سے سکندر پسارگاد آئے گیا جہاں اُس نے اپنی سلطنت کا از سرِ نو جائزہ لیا - اُس کے طویل غیاب میں، اُس کی سلطنت میں بڑی افراتفری پھیل گئی تھی اور طرح طرح کے نقائص اُس کی بنیاد کو کھائے جاتے تھے، مثلاً اُس نے سنا کہ بریاکسنز نامی ایک ایرانی نے اپنی بادشاہی کا اعلان کردیا ہے، اور اصطخر کے صوبہ دار اور کسی نیس نے بعض مقدس مقامات کو لوٹ لیا ہے، جس پر اُس نے ان دونوں کو تلوار کے گھاٹ اتروا دیا اور موخر الذکر کی جگہ پیوکستاس کو صوبہ دار مقرر کردیا - اسی طرح سوس کے صوبہ دار اور اُس کے بیٹے کو بھی بدعنوانیوں پر سزائے موت دی گئی[۵۵]

---

۵۳ کراتیروس کا کوچ، آریین ۶/ ۱۵/ ۵؛ ڈروائسے سن ۱/ ۲۲۱، ۱۹۹ - معلوم ہوتا ہے کہ کراتیروس درۂ بولان اور قندھار ہو کر گیا ہوگا - اس راستے کی اہمیت آج بھی اُتنی ہی ہے، چنانچہ انگریزوں نے اسے ریل بنا کر ہندوستان سے ملا دیا ہے اور کوئٹہ میں اپنی چھاؤنی بنا دی ہے - ساتھ ہی ضرورت ہو تو کوئٹہ کے مغرب میں جو مصنوعی سرنگ ہے اُس میں ہو کر قندھار فوج فی الفور روانہ کی جا سکتی ہے -

۵۴ نیارخوس کا سفر، ڈروائسے سن ۱/ ۲۲۵ تا ۲۴۴؛ نیز دیکھو صفحہ ۱۵۲ -

۵۵ گروٹ ۱۸۰/۶۰ سے معلوم ہوتا ہے کہ کس طرح سکندر کا یہ کوچ اور صوبہ داروں کی سزا دہی خود اُس کی سیرت کی تخریب میں استعمال کی جا سکتی ہے - واقعہ یہ ہے کہ

باب ۲۶ سکندر کا قاعدہ تھا کہ جہاں وہ ملزموں کو سزا دیتا تھا وہاں وفاداروں
کو انعام واکرام سے مالا مال بھی کر دیتا تھا، اور اُس کی عظیم الشان سلطنت
کی رعایا اس بات کو اچھی طرح سے سمجھے ہوئے تھی کہ اُس کی نظر میں ایشیا
اور یورپ دونوں کی وقعت مساوی ہے۔ سوسن پہنچنے پر اُس نے
کرۂ زمین کے اُن دو بڑے حصّوں کو چشم زدن میں ملا دینا چاہا۔[۵۶]
دو ایرانی لڑکیوں یعنی دارا کی بڑی بیٹی برسینہ ("ستاترہ") اور اخوست
کی چھوٹی بیٹی پروشیاتی کے ساتھ نکاح کر لیا۔ اسی طرح اُس نے دارا کی
دوسری بیٹی ہفاشتیون کی نذر کی، اور کراتیردس، پروکاس، بطلیمایوس،
یومنیس، نیارخوس، سلیوکوس بہت سے دوسرے امرائے کبار کی بھی (جنکی
تعداد اسّی کے قریب ہوتی ہے) اعلیٰ طبقے کی ایرانی لڑکیوں کے ساتھ
شادیاں کر دیں اور اُن کے اعزاز میں بڑی دھوم دھام سے محفل شادی
منعقد کی جس میں سکندر نے اُن دس ہزار مقدونیوں کو جنھوں نے
ایشیائی عورتوں سے نکاح کئے تھے، تحائف سے بالا مال کر دیا۔ پھر جب
اُسے معلوم ہوا کہ باوجود مال غنیمت ہاتھ لگنے کے اب بھی بہت سے
سپاہی مقروض ہیں تو اُس نے یہ اعلان کیا کہ جو لوگ اُسے اپنے اپنے
قرضوں کی مقدار سے آگاہ کر دیں گے اُن کے قرضے وہ شاہی خزانے
سے ادا کرے گا۔ اوّل تو اس ڈر سے کہ شائد اس ضمن میں طرح طرح کی باتیں
پوچھی جائیں، بہت کم سپاہی سامنے آئے، لیکن جب لوگوں نے
دیکھا کہ واقعی بادشاہ اُن کا بوجھ ہلکا کرنا چاہتا ہے تو لوگ جوق جوق
آ آ کر اپنے قرضوں کی فہرست پیش کرنے لگے۔ سکندر نے اپنی دریا دلی
کا یہ ثبوت دیا کہ خزانۂ عامرہ سے بیس ہزار تالنت اُن قرضداروں میں

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ گروٹ کے نزدیک جو بات سکندر کی مخالفت میں کہی جائے
اُس کی صحت میں کبھی شبہ نہیں۔

[۵۶] سوس میں شادیاں، ڈرڈائے سن ۱، ۲۱، ۲۴۳ وغیرہ۔

باب ۲۶

تقسیم کرادئے اور کسی کے نام تک کا اپنے دفتر میں اندراج نہیں کیا۔ اسی سلسلۂ شادمانی و مسرت میں اُس نے پیوکستاس، ہفائستیون، نیارخوس اور شاہی کشتی کے ناخدا اونی سیکرتیوس کو اُن کی کارگزاریوں کے عوض طلائی گھیرے انعام میں دئے۔

لیکن باوجود اس مہربانی اور تلطف کے مشرقی عناصر کی ترویج کی وجہ سے مقدونیوں میں بےچینی پیدا ہوگئی۔ اس سے پہلے بھی ہتائری سوارے میں ایک مشرقی رسالہ تھا جس میں باختری، سغدینی، اور بعض دوسری مشرقی اقوام کے قائم مقام شامل تھے، اور اسی طرح فوج کے بہترین حصے یعنی اگیما میں بہت سے ایشیائی موجود تھے جو مقدونوی نیزوں سے مسلح تھے۔ لیکن اب سکندر کے حکم سے ان کے علاوہ تیس ہزار ایشیائی نوجوانوں کو فوج میں بھرتی کرنے کیلئے منتخب کیا گیا، اور یہ اضافہ آزمودہ کار مقدونوی سپاہیوں کے لئے قطعاً ناقابل برداشت تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جب بادشاہ جولائی ۳۲۴ء ق م میں سوس سے چل کر اوپس پہنچا تو یہ بےچینی عملی شکل میں رونما ہوگئی، اور جب خود اُس نے یہ اعلان کیا کہ وہ عنقریب معمر سپاہیوں کو یورپ واپس بھیج دے گا تو تمام سامعین ہمزبان ہو کر کہنے لگے کہ بہتر ہو اگر جہاں پناہ ہم سب کو بیک وقت واپس روانہ فرما دیں[۲]۔ اوّل تو سکندر نے

[۱] اوپس = تل منجور؛ آرین، ۱، ۲، ۷، ۲۵۔ سکندر کی تقریر کو، جو آرین، ۷، ۹، ۱۰ میں دی ہوئی ہے گروٹ اُس کی خودنمائی اور خودپرستی پر محمول کرتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ آیا اس تقریر میں کہیں بھی غلط بیانی کا شائبہ ہے؟ ہم دیکھتے ہیں کہ اس میں واقعات ہی کا اعادہ کیا گیا ہے، اور اگر یہ واقعات صحیح ہیں تو "خودنمائی" صرف اپنے متعلق بعض صحیح واقعات کے اعادے پر ہی مشتمل ہوگی۔

[۲] "بھائی بندی"، آرین، ۷، ۹، ۶۔ زمانۂ مابعد میں اس لفظ "سیوننگے نیس" کے معنی دربار شاہی کے سرداروں کے ہوگئے۔ مقابلہ کرو رائنخ: "متھرہی داتیس" Reinach: mithradite صفحہ ۲۵۳۔

باب ۲۶ ان شورہ پشتوں کے رہبروں کو پکڑوا کر تلوار کے گھاٹ اُتروا دیا،
لیکن جب اس سے کچھ فائدہ نہ ہوا تو اُس نے امن و امان پیدا کرنے
کی دوسری ترکیب چلی۔ اُس نے اُنھیں یاد دلایا کہ جب اُس کا باپ
فیلقوس تخت نشیں ہوا تھا تو مقدونیوں کی کیا حالت تھی، کس طرح
اُس نے اُن کی حالت کو سدھارا، کیسے اُس نے ایشیا آکر ظفر و نصرت
کا دروازہ کھول دیا، کیسے اُس نے اپنی ذات کے لئے کچھ نہ رکھا بلکہ
جو کچھ ملا اُس میں اُن سب کو اپنا سہیم و شریک بنایا، اور کس طرح اُن کے
دوش بدوش ہر قسم کی تکلیفیں اور صعوبتیں اُٹھانے میں کبھی عار نہ کیا۔
"اگر یہ سب کچھ سننے کے بعد بھی تم لوگ اپنے اپنے گھر واپس جانا چاہتے
ہو اور اپنے بادشاہ کو مفتوحہ بربریوں کے ملک میں یکہ و تنہا چھوڑے
جاتے ہو تو تمھیں اختیار ہے، چلے جاؤ۔" یہ کہہ کر وہ سیدھا اپنے ڈیرے
میں گیا اور وہاں مسلسل دو روز تک بند پڑا رہا، تیسرے دن اُس نے
چند ایسے ایرانیوں کو، جن پر وہ اعتماد و اعتبار کر سکتا تھا، بلایا اور اُن سے
کہا کہ آج سے تم سب میرے بھائی اور عزیز ہو۔ اس وقت تک مقدونوی
گومگو میں تھے اور جائے ماندن نہ پائے رفتن کا مصداق ہو رہے
تھے، لیکن جب انھوں نے سنا کہ سکندر نے ایرانیوں کو اپنا بھائی بند
بنایا ہے تو اُن کی مایوسی کی کوئی حد نہ رہی اور وہ اپنے ہتھیار شاہی خیمے
کے سامنے ڈال کر بآواز بلند کہنے لگے کہ جب تک سرکار ہم پر
مراحم خسروانہ سے پیش نہیں آئیں گے اُس وقت تک ہم یہاں سے
ٹس سے مس نہیں ہوں گے۔" یہ سن کر بادشاہ اپنے خیمے سے باہر نکلا۔
اُسے دیکھ کر سواروں کا ایک افسر کالی نیس نے اُسے مخاطب کر کے
کہا کہ "جہاں پناہ! جس چیز سے ہمیں سخت ترین روحانی اذیت پہنچی ہے
وہ یہ ہے کہ حضور نے ایرانیوں کو تو اپنا عزیز اور رشتہ دار بنا لیا ہے
لیکن آج تک ہمیں کبھی ایسے خطابات سے سرفراز نہیں فرمایا۔" اس پر
سکندر نے جواب دیا کہ "بھائیو! تم سب میرے عزیز اور رشتہ دار ہو، اور

باب ۲۶ آئندہ میں ہمیشہ تمھیں اسی نام سے مخاطب کیا کروں گا۔" یہ سن کر چاروں طرف سے واہ واہ، مرحبا کے نعرے بلند ہوئے اور اس مفاہمت کے اعزاز میں ایک بڑی دعوت ترتیب دی گئی جس میں بادشاہ سے ملے ہوئے تو مقدونوی بیٹھے اور اُن کے بعد ایشیائی۔ نیز سکندر کے حکم سے یونانی پجاریوں اور ایرانی مذہبی پیشواؤں نے اپنے معبودوں کے نام پر چڑھاوے چڑھائے اور دعا کی کہ دونوں قوموں کے باہمی اعتبار و اعتماد میں روز افزوں ترقی ہوتی رہے۔ ان تمام باتوں سے بظاہر یہ معلوم ہوتا تھا کہ اس مبارک دن یورپ اور ایشیا کی باہمی مفاہمت اور ایک دوسرے کے اعزاز و احترام کی ابتدا ہوگئی ہے۔

یہاں سے سکندر نے تقریباً دس ہزار ایسے مقدونیوں کو جو یا تو بہت بوڑھے تھے یا کسی وجہ سے میدان جنگ میں کام نہیں دے سکتے تھے، ایک ایک تالنت انعام دے کر کراتیروس کے تحت رخصت کر دیا، اور یہ حکم دیا کہ ان کے جو بچے ایشیا میں پیدا ہوئے ہیں اُن کی پرداخت ایشیا ہی میں کی جائے اور بڑے ہونے پر انھیں یورپ بھیجا جائے۔ جب یہ سب کچھ ایشیا میں ہو رہا تھا تو اُدھر یورپ میں (۳۳۱ ق م میں) آگس شاہ اسپارٹا میگالوپولس پر حملہ آور ہوا[۵۸] اور ساتھ ہی ساتھ ایتھنز نے بھی بغاوت کی دھمکی دی، چنانچہ بظاہر محسوس ہوتا تھا کہ شاید مغربی برّ اعظم میں سیادت مقدونیہ کے دن گنے ہوئے ہیں۔ یہ دیکھ کر انتی پاتر سیدھا پیلوپونیز پہنچا اور نہ صرف یہ کہ

[۵۸] آگس کی مہم کا آرین نے ذکر نہیں کیا، لیکن کرتیوس (۱، ۶)، دیودوروس (۱۷، ۶۲، ۶۳) اور جسٹن (۱۲، ۱) نے اس کا تذکرہ کیا ہے، اور ان کے علاوہ دوسری کتابوں میں بھی کہیں کہیں اس کے حوالے نظر آتے ہیں۔ مقابلہ کرو ڈرو اسے سن ۱، ۱، ۵ ۳۹؛ ۱، ۲، ۲۶۶ وغیرہ۔ نیز Niese کے نزدیک (۱، ۷، ۹۴ وغیرہ) جنگ میگالوپولس ۳۳۱ ق م میں ہوئی ہوگی۔

باب ۲۶

اُس کے ہاتھوں آگس کو شکست ملی بلکہ میدان کارزار میں خود شاہ اسپارٹا کام آگیا۔ اس طرح انتی پاتر مقدونیہ کے عزت و وقار کی حفاظت کرنے میں کامیاب ہوا تھا اور آڑے وقت میں اپنے ملک کے کام آیا تھا۔ لیکن اُس میں سب سے بڑا نقص یہ تھا کہ وہ اولمپیاس مادر سکندر کے ساتھ ہمیشہ کوئی نہ کوئی جھگڑا مول لیتا رہتا تھا اور اُس کے خلاف شکایتوں کا طومار باندھتا رہتا تھا۔ ظاہر ہے کہ سکندر سا اپنی ماں کی مخالفت تو کرہی نہیں سکتا تھا، اور جب اُس کے کان میں انتی پاتر اور اولمپیاس دونوں کی شکایتیں پہنچیں تو وہ بولا کہ "انتی پاتر کو معلوم ہو کہ میری پیاری ماں کا ایک آنسو اُس کے ہزار خطوط سے بھی زیادہ میرے دل کو نرم و گرم کرنے کے لئے کافی ہے"، اور اُس نے فوراً یہ تہیہ کر لیا کہ جلد یا بدیر وہ مقدونیہ کی حکومت میں ضرور تبدیلی کرے گا، چنانچہ جب مقدونوی سپاہیوں کے واپس جانے کا موقع آیا تو اُس نے یہ حکم بھی بھیج دیا کہ انتی پاتر حکومت کا جائزہ فوراً کراتیر دس کو دے دے۔

اوپس سے سکندر ہمدان گیا جہاں اُس نے ورزش اور موسیقی کا ایک عظیم الشان مقابلہ منعقد کیا اور ساتھ ہی ساتھ اپنے دوستوں کے ساتھ شراب و کباب میں مشغول ہو گیا۔ اس موقع پر ہفائستیون یک بیک بیمار پڑ گیا اور قبل اس کے کہ سکندر اُس تک پہنچے اُس نے جان دے دی۔ سکندر کو اُس کی موت نہایت درجہ شاق گزری اور وہ اپنے محبب کی لاش سے مل کر زار زار رویا۔ ہمدان سے لاش کو بابل لے گئے جہاں اُسے ایک چتا پر رکھ کر جس کی قیمت کا اندازہ دس ہزار تالنت (یعنی تقریباً چار کروڑ روپیہ) کیا جاتا ہے اُس کی لاش کو جلا دیا گیا۔

۳۲۴/۳۲۳ ق م کے موسم سرما میں سکندر نے کوسائیوں کے خلاف مہم سر کی جو سوس کے قریب ہی رہتے تھے، اور وہاں سے

باب ۲۶ وہ بابل گیا تاکہ اس شہر کو مرکز بناکر قریب وجوار کے علاقوں کو اپنا مطیع ومنقاد کرے۔ جب شہر کے قریب پہنچا تو وہاں کے پجاری اُس سے ملنے کے لئے آئے اور استدعا کی کہ "براے خدا آپ شہر میں داخل نہ ہوجیے ورنہ آپ کو کوئی بڑا بھاری نقصان پہنچ جائے گا"۔ جب اُنھوں نے دیکھا کہ وہ اُن کے کہنے کی پروا نہیں کرتا تو اُنھوں نے اُس سے عرض کی کہ "اچھا اگر حضور شہر میں داخل ہوتے ہی ہیں تو بجائے مشرق کے مغرب کی طرف سے داخل ہوجیے"! لیکن اُن کی صلاح پر عمل کرنے کی بجائے اُس نے سمجھا کہ شاید وہ اُس کے راستے میں حائل ہوتے ہیں اور یہ نہیں چاہتے کہ میں بابل میں داخل ہوں۔ اُس کا شبہہ اس خیال سے اور بھی زیادہ مضبوط ہوا کہ شائد اُنھوں نے شاہی حکم سے بے پروائی برت کر بیل دیوتا کے بت کدے کی تعمیر سے گریز کیا ہے۔

بہرحال ان سب باتوں سے بے پروا ہوکر وہ بابل میں داخل ہوا، اور یہاں اُس کی وفاشعاری کا اعلان کرنے کے لئے اُسے قریب وبعید ممالک کے سفیر ملے جس سے اُس کی کامیابیوں میں گویا چار چاند لگ گئے۔ ان سفیروں میں یونانی، حبشی، اسکیتھی، کلٹی، ہسپانوی، لیبیائی، بروتئی، لوکانی، قرطاجنی، ترہےنیانی (یعنی اٹروری) اور شائد رومن سفیر شامل تھے۔ آرین کہتا ہے کہ بطلیمایوس اور ارسطوبولس دونوں میں سے کوئی رومنوں کا نام نہیں لیتے اس لئے وہ ان میں شامل نہ ہوں گے، لیکن اب یہ خیال کیا جاتا ہے کہ شاید یہ دونوں مورخ انھیں ترہےنیانیوں میں شامل سمجھتے ہوں گے۔ ظاہر ہے کہ جس شخص نے نہ صرف دنیائے ایران بلکہ دوسرے ممالک بھی اس قدر تھوڑے زمانے میں

۹ بابلی پجاریوں کی تنبیہ بالکل یونانی طرز کے بموجب ہے (آرین ۷، ۱۶، ۵)، اور اُس کے الفاظ کچھ اس قسم کے ہیں کہ "بہتر ہو اگر کوئی مصیبت نازل نہ ہو"۔

فتح کر لئے تھے اُسے دیکھ کر اور اُس کے حالات سُن کر دوسری قومیں جتنا بھی عش عش کریں کم ہوگا، اور لوگ ضرور یہ کہتے ہوں گے کہ جس شخص نے محض نوعمری ہی کی حالت میں یہ سب کر دکھایا ہے وہ آگے چل کر خدا جانے اور کیا کیا نہ کرے گا!

سکندر بحری مہمات کی ضرورت کی طرف سے بھی غافل نہ تھا، چنانچہ اُس نے بحیرۂ ہیر کانیہ (بحیرۂ خزر) پر ایک بیڑا تیار کرایا جس کا مقصد یہ تھا کہ اس جھیل کے چاروں طرف جو ممالک آباد ہیں اُن کی تحقیقات کی جائے۔ اُسے بابل میں بہت سے فنیقی جہاز ملے جنھیں خشکی کے راستے دریائے فرات تک پہنچایا گیا تھا؛ ان کے علاوہ خود بابل میں بھی بہت سے جہاز بنوائے گئے اور ایک بندرگاہ تعمیر کی گئی جس میں ایک ہزار کشتیوں کے لئے جگہ تھی۔ سکندر اس بیڑے کے ذریعے سے مُلک عرب کو فتح کرنا چاہتا تھا جس کی بابت یہ مشہور تھا کہ اس میں طرح طرح کی قیمتی اور نفیس پیداوار ہوتی ہے؛ چنانچہ اُس نے تین جہاز انکشاف و تحقیقات کے لئے روانہ کئے، لیکن ان میں سے ایک بھی اس جزیرہ نما کا دور کرنے میں کامیاب نہیں ہوا۔ خود سکندر نہر پالا کو پاس ہو کر ساحل پہنچا اور اُس کے قریب اُس نے ایک شہر آباد کیا۔ یہاں ایک واقعہ پیش آیا جس سے اُس زمانے کے خیالات کا پتا لگتا ہے۔ ایک مرتبہ وہ ایک کشتی پر بیٹھا تھا کہ اُس کا عمامہ جو بمنزلہ تاج تھا، اُڑ کر پانی میں گر گیا۔ اس پر ایک شخص فوراً دریا میں کود پڑا اور عمامے کو اپنے سر پر رکھ کر واپس کنارے کی طرف تیر آیا۔ سکندر کے لئے یہ بہت ہی بُرا شگون سمجھا گیا کہ اُس کا تاج کسی دوسرے کے سر پر رکھا جائے، اور بعد میں یہ مشہور رہا کہ یہ شخص سلیوکوس تھا جو سکندر کے بعد مُلک شام کا بادشاہ بنا۔ سکندر چاہتا تھا کہ اپنی فوج کو از سرِ نو منظم کرے اور مختلف رسالوں کی قوت میں اضافہ کرے۔ اُس کا یہ خیال تھا کہ "جتھے" کی ابتدائی تین صفوں اور اور آخری صف میں تو مقدونی کھڑے کئے جائیں جن کے ہاتھوں میں

باب ۲۶ لمبے لمبے برچھے ہوں، اور اندرونی بارہ صفوں میں ایرانی ایستادہ کئے جائیں جن کے ہاتھ میں تیر کمان اور چھوٹے چھوٹے نیزے ہوں۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ وہ یہ بھی چاہتا تھا کہ ایشیائیوں کو یورپ لاکر آباد کرے۔ لیکن عمر نے وفا نہ کی اور یہ سب منصوبے خاک میں مل گئے[10]

سنہ ۳۲۴ ق م میں سکندر نے یونانیوں سے دو مطالبے کئے جن کی وجہ سے اُن میں بہت کچھ بےچینی پیدا ہوگئی۔ پہلا مطالبہ تو یہ تھا کہ وہ اُسے اپنا معبود تسلیم کرلیں[11] اور دوسرا یہ کہ جتنے شہریوں کو جلاوطن کیا گیا ہے انھیں واپس بلا لیا جائے[12]۔ ہمیں اس کا تو علم نہیں کہ پہلا مطالبہ کس ذریعے سے یونانیوں کے سامنے پیش کیا گیا، لیکن سکندر یہ ضرور چاہتا تھا کہ اُس کا اعلان نہایت درجہ تزک و احتشام سے کیا جائے۔ یونانیوں نے خاموشی سے سرِ تسلیم خم کیا اور اسپارٹا نے اپنے مخصوص انداز سے یہ پیام بھیجا کہ اگر سکندر چاہتا ہے کہ لوگ اُسے اپنا معبود بنالیں تو اُسے ہماری طرف سے اس کی اجازت ہے! ہم نہیں جانتے کہ سکندر کے مقاصد کے حصول کے واسطے اس قسم کا فعل شنیعہ کیوں ضروری تھا اور اُسے یہ معلوم ہونا چاہئے تھا کہ معبود ہونے سے وہ برترین انسان کی حیثیت سے گر کر ارزل ترین معبود بن جائے گا، اور اس قسم کی معبودیت صرف اُس وقت تک برقرار رہتی ہے جب تک قوت و سطوت قائم رہے۔ دوسرے

---

۱۰ فوج کی اس تنظیم سے "جتھے" کا امتیاز خصوصی جاتا رہتا۔ دیکھو ڈرواسے سن ۱، ۲، ۲۳۳ وغیرہ۔

۱۱ "الی سے سکندر کے معبود تسلیم کرنے پر متفق و متحد ہونے کے لئے کہا جائے" Plut. Apoph. Lac.

۱۲ جلاوطنوں کی واپسی کے لئے دیکھو ڈروائے سن ۱، ۲، ۴۷۲۔ ڈٹن برگر ۱۱۹ والے نوشتے میں یہ مذکور ہے کہ سکندر "ساموسیوں کو اُن کی مملوکات" واپس دینا چاہتا تھا۔ یونانیوں کے سپہ سالار کیلئے اس قسم کا حکم دینا کیسے ممکن تھا؟ مقابلہ کرو شیفر؛ "دیموس تھنیس" ۱، ۹۹۔

اوئے نیاواسے پر ایتولی قبضہ؛ پلوٹارک؛ "سکندر اعظم" ۴۹؛ ڈروائے سن ۱، ۱، ۲۹۶۔

سکندر نے کانور کے ذریعے سے ۳۲۴ ق م کے اولمپیائی میلے کے موقع پر یونانیوں کو پیام بھیجا کہ جلاوطنوں کو واپس بلالیا جائے۔ ان میں سے بیس ہزار خود اس میلے کے موقع پر موجود تھے، اور اس قسم کے اعلان سے یقیناً ان کی خوشی و مسرت کی انتہا نہ رہی ہوگی، لیکن اس میں بھی شبہ نہیں کہ اس کا اثر مختلف ریاستوں پر بُرا پڑا ہوگا، اور گو ممکن ہے کہ یہ حکم انصاف پر مبنی ہو، لیکن یہ یاد رکھنا چاہئے کہ سکندر کو سپہ سالار مقرر کیا گیا تھا مقنن نہیں، چنانچہ اس کا قانونی پیرایہ حد درجہ مشکوک و مشتبہ تھا جس کی وجہ سے اس کے نفاذ میں طرح طرح کی دقتیں اور دشواریاں پیش آئیں۔ ایتولیہ اور ایتھنز کی حکومتوں نے یہ کیا تھا کہ جن لوگوں کو ملک بدر کیا گیا ان کی جائداد پر حکومت قابض ہو گئی تھی، اور ان دونوں کو یہ خوف لگا ہوا تھا کہ جلاوطنوں کی واپسی پر وہ اپنی قدیم ملکیت کا مطالبہ کریں گے۔ مثلاً ایتولیوں کے قبضے میں اکارنانی شہر اوئےنیادائے تھا جس پر انھوں نے سنہ ۳۳۰ ق م میں قبضہ کرلیا تھا، اسی طرح ایتھنز ۳۶۵ ق م اور سنہ ۳۶۱ ق م میں ساموس کے اصلی مالکوں کو نکال کر اور اپنی نوآبادیاں قائم کرکے اس جزیرے پر قابض ہو گیا تھا۔ ایتھنز نے سکندر کی معبودیت کے مسئلے سے کہیں زیادہ اس مسئلے کی بابت مستقل مزاجی دکھائی اور سکندر کے اس حکم کی تعمیل سے صاف انکار کردیا کہ چار ہزار ایتھنزی آبادکاروں کو اپنی جدید زمینداریوں سے بے دخل کردیا جائے۔ یہ سب ہو ہی رہا تھا کہ ایک ایسا واقعہ پیش آیا جس سے ایتھنزیوں کو معلوم ہو گیا کہ سکندر کا ستارہ اب زوال کی طرف مائل ہے اور اس کے احکام کی مخالفت ناممکن نہیں ہے۔

ہوا یہ کہ سکندر کا خازن ہارپالوس پانچ ہزار تالنت (یعنی تقریباً ڈیڑھ کرور روپیہ) لے کر فرار ہو گیا، اور موسم بہار ۳۲۴ ق م میں تیس جہاز اور چھ ہزار سپاہیوں کے ہمراہ پرائیوس پہنچا۔ اس کا اس پر وثوق تھا کہ ایتھنزی اپنے ایک ہم وطن کی درخواست کو قبول کریں گے، چنانچہ

باب ۲۶ اُس نے اپنے اُترنے کی اجازت کی استدعا کی۔ جب ایتھنزیوں نے اُسے اجازت دینے سے انکار کر دیا تو وہ تینیٔ ناروم گیا جہاں اُس نے بہت سا روپیہ خرچ کر دیا اور کئی جہازوں اور متعدد سپاہیوں کو برخاست کر دیا۔ اب اسی زمانے میں سکندر کا حکم یونان پہنچا کہ جلاوطنوں کو واپس آنے کی اجازت دی جائے، جس کی وجہ سے ہارپالوس کو یقین ہو گیا کہ یونانیوں اور خاصکر ایتھنزیوں کی بےچینی کی وجہ سے صورت حال پہلے سے کچھ بہتر نظر آتی ہے۔ چنانچہ فوج وہیں چھوڑ کر یہ سیدھا ایتھنز گیا جہاں اُسے اس مرتبہ خوش آمدید کہا گیا۔ یہ سن کر سکندر کے ایک دوسرے خزانہ دار نے، جس کا نام فلوکسے نوس تھا، ہارپالوس کی واپسی کا مطالبہ کیا، لیکن ایتھنزیوں نے صاف انکار کر دیا اور دیموس تھنیس کی صلاح پر یہ طے کیا کہ تاوقتیکہ سکندر اپنا خاص مندوب ایتھنزیوں کے پاس روانہ نہ کرے اُس کا روپیہ تو حکومت اپنے قبضے میں کرے اور خود اُسے نظر بند کر لے۔ ظاہر ہے کہ ایتھنزیوں کو اس قسم کا طرز عمل روا رکھنے کا پورا اختیار حاصل تھا لیکن ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ وہ نہایت ہوشیاری سے چال چل رہے تھے، اس لئے کہ کس کو معلوم اس دوران میں کیا کیا ہو گا کیا نہ ہو گا۔ بہرحال روپیہ اکروپولس منتقل کر دیا گیا اور ہارپالوس کو نظر بند کر دیا گیا لیکن ایک روز ہارپالوس یک بیک غائب ہو گیا اور اپنی قید و بند سے آزاد ہو کر پہلے تو وہ تینیٔ ناروم گیا اور وہاں سے کریٹ کی راہ لی جہاں آخرکار اُس کے ایک ہمراہی نے اُس کا کام تمام کر دیا۔ اب عجیب بات یہ ہے کہ جو روپیہ اکروپولس میں جمع کیا گیا تھا اُس میں روز بروز کمی ہوتی جا رہی تھی۔ اُس کے منتقل ہونے کے وقت اُس کی نگرانی کے لئے ایتھنزیوں نے ایک خاص ماموریہ مقرر کیا تھا، جس کا دیموس تھنیس رکن ہی نہیں بلکہ شاید صدر بھی تھا۔ ہارپالوس نے اُس کے کان میں یہ بات ڈال دی تھی کہ اُس کے پاس سات سو تالنت (یعنی تقریباً ۱۹ لاکھ روپے) ہیں،

باب ۲۶

اور یہ افواہ آگ کی طرح تمام ایتھنزی علاقے میں پھیل گئی تھی لیکن دیموس تھنیس نے کبھی یہ ظاہر نہیں ہونے دیا کہ فی الواقع کس قدر رقم اکروپولس منتقل کی گئی گو لوگوں میں یہ مشہور ہو گیا کہ نسبتہً کم رقم وہاں منتقل ہوئی ہے اور آخر کار پتا چلا کہ صرف ۳۵۰ تالنت ہی اکروپولس میں موجود ہیں۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ باقی ماندہ تقریباً دس لاکھ روپے کا کیا حشر ہوا؟

دیموس تھنیس نے جب سنا کہ لوگوں میں اس کی بابت چہ میگوئیاں ہو رہی ہیں تو اُس نے اریوپاگوس سے (جس میں بڑی حیثیت کے معمر اراکین نشست کرتے تھے) مکمل تحقیقات کرنے کی استدعا کی اور کہا کہ اگر یہ ثابت ہو جائے کہ میں نے اس رقم کا ایک حبہ بھی خورد برد کیا ہے تو میں اپنے آپ کو سزائے موت کا مستحق گردانوں گا۔ اریوپاگوس نے متعدد خفیہ نشستیں کر کے تحقیقات کی تاکہ جملہ امور کو ایسا طے کیا جائے کہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو۔ اس میں سب سے اہم جو کاغذ پیش ہوا وہ ایک بہی کھاتہ تھا جو ہارپالوس کے خازن نے فلوکسے نوس کے پاس بھیج دیا تھا اور وہاں سے وہ ایتھنز پہنچا دیا گیا تھا۔ اس کھاتے میں رقم کو اکروپولس منتقل کرنے تک کا مکمل حساب تھا اور یہ بھی مندرج تھا کہ کس قدر رقم منتقل کی گئی، اور ساتھ ہی بہت سے ایتھنزیوں کے نام اور لیتے لکھے ہوئے تھے جن کی ہارپالوس نے مٹھی گرم کی۔ لیکن اس فہرست میں دیموس تھنیس کا نام کہیں نظر نہیں آتا تھا۔ یہ تو ظاہر ہے کہ ہارپالوس کے بہی کھاتے سے یہ کسی طرح سے معلوم نہیں ہو سکتا تھا کہ اکروپولس کو انتقال کے بعد رقم ۷۰۰ سے ۳۵۰ تالنت کیسے رہ گئی، چنانچہ اس مبحث پر مزید شہادت کی ضرورت داعی ہوئی۔ بہرنہج اس تحقیقات کی تکمیل اور اُس کی روداد پیش ہونے پر معلوم ہوا کہ دیموس تھنیس نے بھی ہارپالوس سے ۲۰ تالنت وصول کئے ہیں۔ اس ابتدائی کارروائی کے بعد ملزم عمومی عدالت کے سامنے پیش ہوئے، جس نے محض وکلائے فریقین کی بحث سننے پر قناعت کی۔ واضح ہو کہ جن لوگوں نے

باب ۲۷ دیموس تھنیس پر استغاثہ دائر کیا تھا اُن میں نہ صرف "مقدونیہ پسند گروہ" کا ایک رکن دینارخوس تھا بلکہ خود دیموس تھنیس کے فریق کا ایک فرد ہی پریدکیس بھی تھا۔ بالآخر دیموس تھنیس نے یہ تسلیم کر لیا کہ اُس نے ۲۰ تالنت (یعنی تقریباً ساٹھ ہزار روپیہ) لیا ہے، لیکن ساتھ ہی ساتھ یہ حجّت بھی نکالی کہ دراصل یہ رقم اُس نے ایک پرانے قرضے کے تادیئے میں پائی ہے جو اُس نے ایک مرتبہ اپنی صدارت کے زمانے میں تھیوری کون کو دست گرداں دی تھی۔ واقعہ یہ ہے کہ اس قدر بڑی رقم تمام ایتھنزیوں کے میلوں اور عیدوں کے لئے سال بھر کے واسطے کافی تھی۔ بہرنہج اُس پر یہ الزام ثابت ہو گیا کہ اُس نے محافظ زر کی حیثیت سے رشوت لی ہے، چنانچہ اُس پر پچاس تالنت جرمانہ کیا گیا، اور جب اُس نے جواب دیا کہ وہ کسی طرح سے اس قدر بڑی رقم کا انتظام نہیں کر سکتا تو اُسے قید خانے میں ڈال دیا گیا جہاں سے وہ کسی نہ کسی طرح سے فرار ہو گیا۔ اسی طرح دوسرے ایتھنزیوں کو اسی قسم کے الزام پر مجرم گردانا گیا اور سزا دی گئی۔[۱۳]

[۱۳] مقدمۂ ہارپالوس کے واقعات شیفر: "دیموس تھنیس" ۳، ۳۲۰ وغیرہ اور ا، کارتولت کی کتاب "مقدمۂ ہارپالوس" A. Cartault: De causa Harpalica (پیرس، ۱۸۸۱ء) میں جمع کر دئے گئے ہیں۔ یہاں میں صرف اہم ترین نکات پر غور کروں گا۔
(۱) پہلا سوال تو یہ ہے کہ آیا دیموس تھنیس نے اپنی مٹھی گرم کی تھی یا نہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اُس نے ضرور روپیہ لیا جس کا وہ خود بھی مُقر ہے اور اُس کے مداح بھی، مثلاً شیفر اپنی "حیات دیموس تھنیس" (۳، ۳۲۲) میں اس کا اقرار کرتا ہے۔ اس رقم کی مقدار ۲۰ تالنت تھی، چنانچہ ہارپالوس کے منشی نے یہی لکھا ہے، میں جو اندراج نہیں کیا اُس سے کچھ نتیجہ نہیں نکالا جا سکتا، اور معلوم ہوتا ہے کہ دیموس تھنیس نے یہ رقم اُس وقت لی تھی جب روپیہ ایتھنزی ماموروں کے حوالے کیا جا رہا تھا۔
(۲) دیموس تھنیس کو حق بجانب کرنے کی کوشش۔ Hyp. Dem. 10 کے مطابق (شیفر

باب ۲۶ | اب ایتھنز یوں نے سکندر سے استدعا کی کہ وہ انھیں جلا وطنوں کی

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ ۳، ۳۲۳) اُس نے یہ کہا کہ میں نے تھیوری کون کو ۲۰ تالنت قرض دئے تھے اور جب ہارپالوس کا روپیہ آیا تو اس میں سے وہ رقم نکال لی۔ ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ طرز عمل کس نہج سے حق بجانب قرار دیا جاسکتا ہے۔ ہارپالوس والی رقم دراصل سکندر کی ملک تھی اور اکروپولس میں محض امانت کے طور پر جمع تھی جس کی نگرانی دیموس تھنیس اور دوسرے اموروں کے سپرد کی گئی تھی (شیفر ۳، ۳۱۰)۔ ایسی حالت میں کیا یہ معیار ایمانداری کے مطابق تھا کہ ان اموروں میں سے ایک نہایت اطمینان سے کسی پہلے کے قرضے کی واپسی کے لئے اس امانت میں سے روپیہ منہا کر لے؟ لیکن ہماری رائے میں اغلباً دیموس تھنیس نے تھیوریکون کے حساب میں حکومت کو روپیہ کبھی قرض نہیں دیا ہوگا اس لئے کہ اوّل تو اُس زمانے میں ۲۰ تالنت اس قدر بڑی رقم سمجھی جاتی تھی کہ دیموس تھنیس اُسے کسی طرح سے خفیہ طور پر منتقل نہیں کرسکتا تھا، دوسرے اس قسم کی دادوستد کا ذکر تھیوریکون کے حساب دکتاب میں ضرور رہتا اور ہارپالوس کے بیس تالنت تھیوریکون کے ذمے رہتے۔ ان امور کو ملحوظ رکھ کر ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ دست گرداں رقم کا کُل قصہ محض من گھڑت تھا، اور دیموس تھنیس یقیناً ۲۰ تالنت کو، جو اُس کے اپنے نہ تھے، مختلف مصارف میں لے آیا۔ (۳) تیسرا سوال یہ ہے کہ ایتھنز کا ایک وطن دوست، ہی پریدیس، اپنے رہبر دیموس تھنیس کے مخالفوں میں کیوں شامل ہوا؟ اس کا جواب دیموس تھنیس کے مداح یہ دیتے ہیں کہ گو ہی پریدیس کو دیموس تھنیس کے بے گناہ ہونے کا یقین تھا لیکن وہ اُس سے صرف اس لئے ناراض تھا کہ اُس نے سکندر کے خلاف کافی زور نہیں دکھایا تھا۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب خود دیموس تھنیس نے روپیہ لینے کا اقرار کر لیا تو پھر ہی پریدیس اُسے کس طرح سے معصوم قرار دے سکتا تھا۔ ہمارے نزدیک ہی پریدیس کی روش کا سمجھنا نہایت آسان ہے، وہ یہ کہ خود وطن پرست دوست فریق یہ مشہور کرنا نہیں چاہتا تھا کہ وہ بحیثیت ایک سیاسی گروہ کے تغلّب کا مرتکب ہوا ہے۔ اغلب امر یہ ہے کہ دیموس تھنیس نے روپیہ اُس فریق کے اخراجات کے لئے خورد برد کیا ہوگا،

باب ۲۶ واپسی پر مجبور نہ کرے، جس پر بادشاہ نے اپنے معمول کے مطابق

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ لیکن جب اُس کے اراکین نے یہ دیکھا کہ اُس سے اُنھیں کسی قسم کا نفع نہیں پہنچا تو پھر اُنھوں نے یہ طے کیا کہ اس تحقیقات میں جس میں گویا اُن کے فریق کی ایمان داری کو کسوٹی پر رکھا جا رہا تھا اُنھیں علیٰحدہ لینا چاہیئے۔ اگر گروہ کی ایمانداری پر بٹہ نہیں لگتا تھا تو دیموس تھنیس کو اپنے ناموس کی قربانی کرنی ضروری تھی۔ لطف یہ ہے کہ ہی پر یدیس کی مخالفت کے باوجود اُس کے اور دیموس تھنیس کے باہمی تعلقات میں کوئی فرق نہیں آیا۔ اسکے علاوہ دیموس تھنیس کے خلاف غلط استغاثے کے نظریے سے مستغیث کی سیرت پر بہت بڑا حرف آتا ہے اس لئے کہ اگر مستغیث کی نیت یہ ہے کہ کسی پر تغلب کا جھوٹا الزام لگائے تو اُسے پہلے اُس کی ذہنیت کا اندازہ کرلینا چاہیئے۔ ظاہر ہے کہ فوکیون جیسے شخص پر تغلب کا الزام لگانا مضحکہ آمیز ہوتا؛ لیکن دیموس تھنیس، اُس کی تو نوعیت ہی جداگانہ تھی! (۴) جب دیموس تھنیس کے جرم پر بحث کی جاتی ہے تو علی العموم صرف نصف الزام زیر بحث لایا جاتا ہے۔ اُس پر جو الزام لگایا گیا وہ یہ تھا کہ اوّل تو اُس نے روپیہ خورد بُرد کیا اور دوسرے اُس نے یہ نہیں ظاہر کیا کہ ہارپالوس کی کس قدر رقم اکروپولس میں جمع کی گئی تھی یا یہ کہ اُس کے محافظوں نے اُس کی کما حقہٗ حفاظت نہیں کی۔ (”دس خطابوں کی سوانح زندگی“ Vita X or. ۸۴۶) شیفر: ”دیموس تھنیس“ ۳، ۳۲۲۔ جہاں تک فرض منصبی کی ادائگی کا سوال تھا اُس کی سزا یقینی تھی اور اُس کا تعلق روپیہ خورد بُرد کرنے کے الزام سے کوئی نہ تھا۔ خود شیفر بھی (۳، ۳۱۱) اُس کی بابت یہ کہتا ہے کہ ”ہم نہیں جانتے کہ دیموس تھنیس یہ اطلاع دینے سے کہ اصل میں کس قدر روپیہ جمع ہوا تھا کیوں باز رہا؛ ممکن ہے کہ اُس کا مقصد صرف یہ ہو کہ اُن لوگوں کو پناہ دے جنھوں نے واقعی اپنی جیبیں بھری تھیں اور روپیہ جمع کرکے اُنھیں عوام النّاس کے غصے اور سزا دہی سے بچا لے“ ہمارے نزدیک اس قسم کے عذرات سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ دیموس تھنیس کا طرز عمل کسی طرح سے حق بجانب نہیں ٹھہرایا جا سکتا۔ اگر ایسا ہو تو گویا لوگوں کو اُس عہدہ دار پر

ایتھنز کے ساتھ مہربانی آمیز سلوک کیا اور اُن کی درخواست کو قبول کر لیا، چنانچہ باب ۲۶

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ پورا اعتماد قائم رہتا جیسے اپنے جائزہ والے روپے کے اڑ جانے کا پورا علم تھا اور جس نے محض رحم کھا کر صرف اس لئے تغلب کرنے والوں کی شکایت کا حکم اپنی زبان پر نہیں آنے دیا تھا تاکہ انھیں روپیہ واپس کرنے کی مہلت مل جائے۔ اگر اُس کا واقعی مقصد یہی تھا تو اُس نے چوروں کو اس کی اطلاع ضرور کر دی ہوگی اور خود بھی گویا اُن کا معین و مددگار ہوگا۔ لیکن ایسی حالت میں یعنی اگر چوروں کا ساتھی خود ایک عہدہ دار حکومت تھا، تو پھر انھیں لوٹ اُگلنے کی ضرورت کیا تھی۔ الغرض دیموس تھنیس کی نیک نفسی کا صرف ایک نتیجہ ہو سکتا تھا، وہ یہ کہ لوٹ دل کھول کر کی جاتی۔ حقیقت یہ ہے کہ چالاک دیموس تھنیس نے اس واقعے کو جو پوشیدہ رکھا اُس کا سبب اُس کی نیک نفسی نہیں تھی۔ گروٹ کہتا ہے (۱۰، ۲۴۱) کہ دیموس تھنیس پر جو الزام لگایا گیا تھا اُس کی بنیاد واقعات پر نہیں ہو سکتی تھی، اس لئے کہ ۵۰ ۳ تالنت جیسی خطیر رقم دوران انتقال میں نہیں چرائی جا سکتی تھی اور اغلباً ہارپالوس کی رقم بجائے دیموس تھنیس کے محکمے کے ایتھنز ہی عہدہ داران مالیہ کے جائزے میں ہوگی۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ یہ رقم اُن عہدہ داروں کے پاس ہونے کی بجائے ایک ماموریہ کے سپرد تھی جس کا ایک رکن دیموس تھنیس بھی تھا؛ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مفصّلۂ بالا الزام بالکل درست تھا اور محافظوں کی غفلت کا خود دیموس تھنیس ذمہ دار تھا۔ علاوہ ازیں گروٹ نے استدلال کا جو پیرایہ اختیار کیا ہے اُس سے یہ استنتاج ہوتا ہے کہ اوّل تو سرے سے تغلب ہی نہیں کیا گیا، اور اگر کیا گیا تو اُس کے مرتکب "باضابطہ عہدہ داران مالیات" ہی ہوئے اس لئے کہ روپیہ نہ صرف دیموس تھنیس کے محکمے سے باہر تھا بلکہ کوئی خانگی شخص اُسے چھو بھی نہیں سکتا تھا، لیکن کسی نے ان عہدہ داران مالیات پر کوئی الزام نہیں لگایا، جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ نہیں بلکہ دیموس تھنیس ہی کے ذمّے روپے کی حفاظت کا کام تھا۔ اگر ہم اس صورت حال کو تسلیم کر لیں تو پھر یہ بات صاف ہو جاتی ہے کہ جوں ہی ۵۰ ۳ تالنت کے تغلب کی خبر پھیلی اُسی وقت دیموس تھنیس کی سزا یقینی ہو گئی خواہ اُس نے خود روپیہ لیا ہو یا نہیں،

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ اور جو شخص قدیم ایتھنزیوں کی فطرت سے اور حساب کتاب میں اُنکی صفائی سے واقف ہے وہ یہ حکم لگا سکتا ہے کہ وہ شخص کم سے کم پچاس تالنت کے جرمانے کا یقیناً مستحق تھا جس نے سکندر کے ۳۵۰ تالنت کے قرضے کا بوجھ کسی وجہ سے ایتھنزیوں کے سر پر ڈال دیا تھا۔ تاریخ میں ایسی مثالیں ملتی ہیں کہ اس سے کمتر الزام پر اُنھوں نے مجرم کو سزائے موت دی ہو۔ الغرض دیموس تھنیس پر صرف ۵۰ تالنت کے جرمانے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اُس کی خاص رعایت ملحوظ رکھی گئی اور غالباً یہ اس لئے کہ شاید اُس نے ۳۵۰ تالنت خود سکندر کے خلاف تیاریاں کرنے میں صرف کئے تھے۔ یہ ممکن تھا کہ سکندر ایشیائی ریگستانوں میں ناگہانی آفت کا شکار ہو جائے۔ ایسی صورت میں غالباً یونان کسی غیر ملکی اقتدار کے خلاف بغاوت کرے گا۔ اور اگر سکندر کے خزانے کا ایک حصہ ایتھنزیوں کے ہاتھ لگ جائے تو کیا وہ اُسے کام میں نہیں لائیں گے؟ کم از کم فی الفور تو مملکت اُسے کام میں نہیں لاسکتی تھی (گو زمانۂ مابعد میں جو روپیہ بچا اُسے جنگ لامیہ میں کام میں لایا گیا؛ دیودوروس ۱۸، ۹ اور اُس وقت اُس کا بڑا افسوس کیا گیا کہ دیموس تھنیس نے روپے کا کچھ حصہ نکال کر خرچ کر ڈالا تھا) لیکن دیموس تھنیس مملکت کی بجائے خود رقم کو خرچ کر سکتا تھا"

(نیز دیکھو اسی کتاب کا باب ۱۹ باب ۲۰)۔ اس میں ناکامی ہونے کی وجہ سے دیموس تھنیس کو خود ہی اپنے سر پر الزام لے لینا پڑا۔ لیکن جیسا "نقلی دیموس تھنیس" اپنے دوسرے خط میں کہتا ہے Pseudo-Dem-Letter 2,14. وہ زیادہ دن تک محبوس نہیں رہا اس لئے کہ ہر شخص اس امر پر متفق تھا کہ اس نرتیاہ پاس کرنا چاہئے جس کا رکن رکین دیموس تھنیس ہے اور اُن کی جان کو خطرے میں نہیں ڈالنا چاہئے۔

اس امر پر بحث کرنے میں میں نے اس واقعے کو نظر انداز کر دیا ہے کہ ہائپریدیس ایک دوسرا الزام دیموس تھنیس پر لگاتا ہے یعنی یہ کہ وہ سکندر کا تنخواہ یاب ملازم تھا؛ دیکھو بلاس Blass ۳، ۲ ۶۵ وغیرہ۔ اگر یہ الزام صحیح ہے تو اس میں شبہ نہیں کہ دیموس تھنیس بنی نوع انسان کے بدترین افراد میں سے ایک تھا لیکن ہمیں ایک ایتھنزی خطاب کے اقوال کو آیت و حدیث سمجھنا نہیں چاہئے۔

پر قابض رہے اور اس لحاظ سے دوسرے یونانیوں سے کہیں زیادہ فائدے میں رہے۔

سکندر اپنے جدید منصوبوں میں سے کسی کو پایۂ تکمیل تک نہ پہنچا سکا ہفائستیون کی بیش قیمت چتا کے مئی ۳۲۳ء ق م میں بھسم ہونے کے چند ہی روز بعد اُسے بخار آگیا جس سے وہ جاں بر نہ ہو سکا، اپنے سپاہیوں کو ایک نظر دیکھنے کے بعد ۲۸ دائے سیوس ۳۲۳ء ق م کو وہ راہیٔ ملک عدم ہوا[161] اور سکندر کے ساتھ ہی یونان کی درخشاں و تاباں ترین ہستی کا ہمیشہ کے واسطے خاتمہ ہو گیا!۔

---

[161] سکندر کی وفات۔ آرین ۷، ۲۶ میں جو لفظ "Dexiousthai" استعمال ہوا ہے اُس کے معنی ڈر وائے سن (۱، ۲، ۳۳۹) اور دیدو Didot کے لاطینی ترجمے میں "ہاتھ نکالنے" کے دئے ہوئے ہیں، لیکن اس کے اصلی معنی ہاتھ ہلانے کے ہیں۔ مقابلہ کرو باؤئر: "سکندر اعظم کا یوم وفات" Bauer, Der Todestag Alex d. gr. جریدۂ مدارس آسٹریا Zeitschr. Für d. Osterr. Gymn ۱۸۹۷ء صفحہ ۱ تا صفحہ ۱۲۔ تاریخ ۲۹/ دائے سیوس تھی۔

یادداشت متعلق باب بست و ششم

گروٹ کے باب ۹۴ کے آخری فقرے پڑھنے کے قابل ہیں لیکن جب وہ یہ کہنے لگتا ہے کہ "جہاں تک مقاصد اور خیالات کا تعلق ہے، کوئی شخص سکندر سے زیادہ یونانیت سے ہٹا ہوا نہیں ہو سکتا تھا" تو ہم یہ کہنے پر مجبور ہو جاتے ہیں کہ وہ خود یونانیت کا صحیح مفہوم نہیں سمجھ سکا۔ اس پر ہم آیندہ باب میں بحث کریں گے۔

باب بست و ہفتم

سکندر کے اوصاف، کارنامے اور تاریخی اہمیت

سکندر ہر لحاظ سے یونانی تھا۔ اوّل تو وہ نسلاً یونانی تھا اس لئے کہ وہ مقدونیہ و ایپائرس کے شاہی خاندانوں کا جانشین تھا جنھیں خود یونانی اپنا ہم نسل تصور کرتے تھے۔ دوسرے جہاں تک تعلیم و تربیت کا تعلق ہے، شاید ہی کسی آزاد یونانی ریاست کے شہری کو ایسی انفیس اور اعلیٰ تعلیم میسر آئی ہوگی جیسی لیونیداس، لیزی ماخوس ساکن اکارنانیہ اور ارسطاطالیس سے سکندر کو ملی، اور مشکل سے کسی دوسرے شخص نے اس قسم کی تعلیم سے اُس کے برابر نام پیدا کیا ہوگا۔ سرزمین یونان کے بڑے بڑے مدبروں کو دو شقوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے، ایک تو وہ جنھوں نے دوسروں کے دلوں میں اپنے طرز عمل کے حق بجانب ہونے کا یقین پیدا کیا اور دوسرے وہ جنھوں نے اپنا کہا محض اپنی قوت اور زور سے دوسروں سے منوایا۔ پہلی نوع کے تحت اس قسم کے مدبر رکھے جاسکتے ہیں جیسے اگےسی لائوس، سولون، فارقلیس اور اپامنونداس جو یونانیوں کی تینوں سربرآوردہ مملکتوں یعنی اسپارٹا، ایتھنز اور تھبز کے فرداً فرداً قائم مقام ہیں؛ دوسری نوع میں جو لوگ نظر آتے ہیں اُن کا کام ذرا دقت طلب تھا، اور اس میں یونانی خودسر شامل ہیں۔ اسی دوسری شق میں سکندر کو بھی رکھنا چاہئے۔ اگر اُس کا نشوونما کسی

باب ۲۷ جمہوریہ میں ہوتا تو شاید وہ اپنا عزیز وقت بیکار جھگڑوں ٹنٹوں میں صرف کرتا، لیکن چونکہ وہ مقدونیہ کے ایک بادشاہ کے محل میں پیدا ہوا تھا اس لئے اُسے اپنے منصوبوں کے حصول میں غیر معمولی کامیابی حاصل ہوئی۔ ساتھ ہی ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ گو وہ پوتڑوں کا شہزادہ تھا تاہم اُس میں یونانی عنصر اُتنا ہی غالب تھا جتنا شاید خود فارتلیس میں ہم خود سروں کو تاریخ یونان میں شامل کرتے ہیں، اور اگر ہم یونانی اعتبار سے سکندر کو بھی اسی زمرے میں رکھیں تو ہم دیکھیں گے کہ سکندر جملہ یونانی شخصی حکمرانوں سے کہیں بہتر حکمراں تھا۔ دراصل وہ تاریخ یونان کے عروج کے زمانے کساد وطرح سے یعنی اپنے ذاتی اوصاف اور اپنے کارہائے نمایاں کے اعتبار سے گویا قائم مقام ہے اور تاریخ یونان سے سکندر کے ذکر کو نکال دینا بالکل ایسا ہی ہوگا جیسا جسم سے دل کو کاٹ کر پھینک دینا۔ اگر ہم محض اس ایک بات کو پیش نظر رکھیں، کہ اُس نے یونانیوں کے فطری احساسات میں سے ایک کو پورا کر دکھایا، اور یہ کونسا؟ وہی جس کی وجہ سے انھوں نے امتیاز خاص پیدا کیا تھا یعنی یونانی وغیر یونانی کے مابین تضاد کا احساس، تو بھی ہم اُسے تاریخ یونان ہی کا ایک فرد فرید تسلیم کرنے پر مجبور ہوں گے۔ ہم دیکھ چکے ہیں کہ جمہوریتوں نے ایرانیوں سے رشوتیں لی تھیں۔ اس میدان میں بھی سکندر نے یونان کا بول بالا رکھا جس کے باعث اُسکا اُس ملک کی تاریخ میں ایک خاص پایہ ہو گیا۔ زمانۂ مابعد میں اُس نے ایک اعلیٰ نقطۂ نظر کو ملحوظ رکھ کر اس تخالف کو مٹانا چاہا جو ایشیا اور یورپ کے مابین نظر آتا تھا، اور اسکے اس خیال کے باعث بھی ہماری نظروں میں اُس کی وقعت بڑھ جاتی ہے۔

الغرض سکندر کا عہد ہماری دانست میں دو اعتبار سے اہم ہے، ایک اُس کے تدبّر کی حیثیت سے اور دوسرے اُس کی انسانیت کی حیثیت سے۔ ہمارے نزدیک سکندر کی تصویر دونوں اعتبار سے دل خوش کُن ہے اور وہ نقائص جو اُس کی سیرت میں نمایاں ہیں، اُس

باب ۳۷

تصویر کی تابناکی و درخشانی کو ماند نہیں کر سکتے۔ بطور ایک انسان کے سکندر میں ایک ایسا وصف تھا جو اُس کے ہم رتبہ لوگوں میں بہت کم نظر آتا ہے اور یہ اُس کی سچائی اور حق پسندی تھی۔ ساتھ ہی وہ اپنے باپ کا تابعدار بیٹا اور اپنے ساتھیوں کا وفادار دوست بھی تھا۔[1] اُس کی زندگی کا تاریک ترین پہلو کلی توس اور پار مے نیو کی موت میں نظر آتا ہے؛ ان میں سے کلی توس کا کام اُس نے فوری غیظ و غضب کے جذبے میں تمام کیا اور اس کے بعد خود اپنے اوپر نفرین کی؛ رہا پار مے نیو کا قتل، تو یہ اُسکی پہلی تدبری غلطی تھی، اور اُس کے تمام سوانح حیات میں یہی ایک تدبری غلطی ہے جس کا ہمیں علم ہے۔ سکندر کے ذاتی اخلاق بھی بغایت پاک وصاف تھے، اور یہ وصف ایسا ہے جو اُس عہد کی تاریخ میں بہت ہی کم نظر آتا ہے، اس لئے کہ صرف تین ہی ایسے شخص نظر آتے ہیں جن کا نام بد اخلاقی کے ساتھ نہیں لیا جاتا اور یہ اپا منونداس، فوکیون

---

[1] دیکھو گیوٹلنگ: "اوصاف سکندر اعظم" اُس کے "مقالہ جات تاریخی میں" Göttling. Zur. Charakteristik Al. Gr, Gesch Abh. و نیز پلوٹارک: "سکندر کے کارہائے نمایاں اور اُس کی بہادری"۔ سکندر کے جس قسم کے تعلقات اُس کی ماں سے تھے وہ انتی پاتر کی بابت جو اُس کی رائے تھی اُس سے ظاہر ہوتے ہیں۔ انتی پاترا در اولمپیاس کے باہمی تعلقات کچھ اچھے نہیں تھے اور اوّل الذکر بادشاہ سے اُس کی شکایت کیا کرتا تھا (پلوٹارک: "سکندر" ۳۹)۔

اُسے دوستی کو نباہنے کا خاص ملکہ تھا، اور یہ اُسکے اور ہفائستیون کے واقعات سے معلوم ہوتا ہے۔ گٹشمٹ اپنی "تاریخ ایران" Gutschmid: Gesch. Irans (صفحہ ۱۴۲) میں ہفائستیون کو "بیکار شخص" کہتا ہے، لیکن اپنی رائے کے ثبوت میں وہ واقعات نقل نہیں کرتا (اور پلوٹارک: "سکندر" ۴۷ سے کسی طرح سے اس کا بیکار ہونا ثابت نہیں ہوتا)، درانحالیکہ ڈرڈائے سن کے نزدیک وہ عالی نفس تھا (۱، ۲، ۳۱۱)۔ ہمارے نزدیک سکندر کو دیا دوخی اور ایپی گونی کے زمرے میں رکھنا چاہئے اس لئے کہ موخر الذکر کا مطمح نظر صرف خود غرضی تھا اور وہ سکندر کی نقالی ہی نقالی کرتے تھے۔

باب ۲۷ اور سکندر رہیں۔ اُس کے نزدیک کمینے پن سے زیادہ کوئی بات قابل نفرت نہیں تھی۔ یہ بات ابھی پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچی کہ وہ شراب و کباب کا مشتاق تھا یا نہیں، گو مقدونوی رواج کے مطابق وہ پینے پلانے کا مرد تھا جس کی وجہ سے اُسے بہت کچھ نقصان اُٹھانا پڑا۔ بلاشبہہ اُس کے اکثر اوصاف اُس کی تعلیم و تربیت پر مبنی تھے، لیکن اگر اُس میں اُس کی لاثانی فطری قابلیتیں نہ ہوتیں اور اگر اُس نے اس بات کا تہیہ نہ کر لیا ہوتا کہ کچھ ہو، وہ اپنے فرائض منصبی کے ادا کرنے میں کبھی کوتاہی نہیں کرے گا تو شاید اُسے اتنی کامیابی حاصل نہ ہوتی۔

اُس کے دوسرے ذاتی اوصاف کے ساتھ ساتھ اُسے کام کرنے سے گویا عشق تھا، اور چونکہ اسے ایسے امور انجام دینے پڑتے تھے جو اس سے پہلے کسی اور کو انجام دینے نہیں پڑے تھے اس لئے وہ اُن میں دل و جان سے منہمک رہتا اور ذاتی آرام و آسائش کا خیال تک نہ کرتا تھا۔ فرائض منصبی ادا کرنے میں وہ فارقلیس کا مشابہ نظر آتا ہے، اور جس طرح ایتھنزی مدبّر یونانی عموم کا اصلاح کار تھا اسی طرح یونانی حکمرانوں میں سکندر کا ایک خاص رتبہ ہے۔

سکندر کے اوصاف میں ممتاز ترین اُس کا سپاہیانہ انداز اور فوجی قابلیت تھی، اور اس میدان میں اُس کی جو عظمت تھی اُسے اُس کے معترضوں نے بھی تسلیم کر لیا ہے۔ اگر سپہ سالار کی قابلیت کا معیار یہ ہے کہ وہ اُن باتوں کا صحیح اندازہ کرے جو فتح و نصرت کے لئے ضروری ہیں اور انھیں پورے زور کے ساتھ تکمیل کو پہنچائے اور ساتھ ہی ساتھ اپنے مقصد کے حصول کے لئے نہایت تن دہی کے ساتھ بہترین ذرائع کام میں لانے کی کوشش کرے، تو اس میں شبہہ نہیں کہ سکندر دنیا کے اعلیٰ ترین اور قابل ترین سپہ سالاروں میں سے تھا۔ اُس کا طرز عمل یہ تھا کہ کسی خاص نقطے پر پہنچنے کے لئے انتہائی جاں بازی سے کوشش کرتا تھا اور وہی نقطہ بالآخر اہم ترین ثابت ہوتا تھا۔ اُس کا اپنے سپاہیوں پر جو اثر تھا

باب ۲۷

اُس کی نظیر بہت ہی کم سپہ سالاروں میں پائی جاتی ہے، اور اس کے ساتھ ہی ساتھ وہ جانتا تھا کہ کن کن مواقع پر سر تسلیم خم کرنا ہی مناسب ہے۔ بعض نقادوں کے نزدیک سکندر اپنی زندگی کو زائد از ضرورت مواقع پر معرض خطر میں ڈال دیتا تھا، لیکن ہمارے خیال میں اُس کی تیزروی اور کامیابی کا راز یہی تھا، اور ہم دیکھتے ہیں کہ بہت سے ایسے سپہ سالاروں تک نے جو اُس سے کہیں زیادہ معمر تھے، بعض مرتبہ اپنی جانوں کو نامناسب انداز سے خطرے میں ڈالا ہے۔ سکندر کا قاعدہ تھا کہ ضرورت کے وقت تامل سے کام لیتا، اور جب اُس کے مقاصد کے لئے جرأت و ہمت کی حاجت ہوتی تو اُس میں بھی نہ چوکتا۔[۲]

ساتھ ہی ساتھ سکندر فوجی انتظامات میں بھی فرد فرید تھا۔ فیلقوس کے عہد سے لے کر سکندر کے بعد تک مقدونوی فوج کا مدار جتھے پر تھا جس میں ہر سپاہی کے ہاتھ میں سوا پانچ گز لمبا نیزہ ہوتا تھا۔ لیکن سکندر نے بہت سے میدانوں میں محض اپنے سواروں کی وجہ سے فتح پائی، اور معلوم ہوتا ہے کہ اُس نے انکی تنظیم میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا تھا۔ یونانی زبان میں وزنی اسلحہ والے پیدلوں کو پیزلے تائری اور مقدونوی سواروں کو ہے تائری کہتے تھے،

۲ سکندر کی فوجی تنظیم کے لئے دیکھو ڈرو ائے سن: "سکندر اعظم کی فوج" "ہرمیس" ۱۲؛ نیز ڈرو ائے سن: J. G. Droysen: A. des Grossen Armée. H. Droysen: Ueber A. Des Gr. "سکندر کا طرز عمل و سپہ سالاری" فرائبرگ ۱۸۸۵ء؛ مقابلہ کرو اُس کا مضمون Heerwesen und Kriegsführung "جنگ زمانۂ قدیمہ" جو ہرمان کی "کتاب قدیمیات یونان" Kriegsalterthümer in Hermann's اشاعت ششم میں شامل ہے؛ نیز باؤئر: "جنگ زمانۂ قدیمہ" Lehrb. dr. Griech. Antiquit. جو میولر کے کتابچہ میں شامل ہے. Bauer's Kriegsalt in Muller's Handbuch. جلد ۴ ص ۳۱۲-۳۱۸

باب ۲

جن میں سے موخر الذکر لفظ کا اصل مفہوم "دوستوں" سے ہے جن سے اصل میں وہ سپاہی مراد تھے جو محض دوستی کی خاطر بادشاہ کی خدمت کرتے اور اُسے دل سے چاہتے تھے۔ اس کے علاوہ مقدونوی فوج میں ہی پاس پستائے نامی ہلکے ہتھیاروں والے پیدل بھی تھے۔ بہ نسبت اسپارٹا اور دوسری یونانی مملکتوں کے مقدونوی فوج میں مرکزیت زیادہ تھی اور ہر سپاہی اپنے افسر بالادست کا حکم ماننے پر مجبور تھا، درانحالیکہ اسپارٹا وغیرہ میں اوپر کے طبقے والے افسروں میں فوجی تادیب کی بہت کچھ کمی تھی۔ ہر پلٹن کے چند سپاہی منتخب کر کے شاہی محافظ رسالے میں شامل کئے جاتے تھے جیسے آگے یا کہتے تھے، لیکن یہ یاد رکھنا چاہئے کہ یہ رسالہ "ذاتی محافظوں" (سوماتوفی لاکیس) سے علیحدہ تھا جن میں فوج کے قابل ترین افسر شامل ہوتے تھے فوج کے مختلف حصوں پر افسر بروقت مقرر کئے جاتے تھے۔ مقدونوی لشکر میں یونانی بھی نظر آتے تھے، لیکن یہ اکثر و بیشتر پیشہ ور سپاہی ہوتے تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ سکندر نے مختلف ریاستوں سے سپاہیوں کی نسبتہً کم تعداد طلب کی تھی، لیکن تھسلی اس سے مستثنیٰ تھی اس لئے کہ اُسے وہ اپنی خانگی جاگیر تصور کرتا تھا اور وہاں سے سپاہیوں کی کثیر تعداد بھرتی ہونے میں وہ کچھ مضائقہ نہیں سمجھتا تھا۔ فوج کے ساتھ ساتھ باربرداری کی قطار بھی چلتی تھی۔ ہر سپاہی کو دس ستاتر (یعنی ۲۰ درہم ماہوار تنخواہ اور خوراک ملتی تھی جس میں سے وہ بہت کم پس انداز کر سکتے تھے۔ اس کے علاوہ جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ انھیں ہر جگہ مال غنیمت بھی دستیاب نہیں ہوتا تھا تو ہم خواہ مخواہ اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ مقدونوی فوج کے سپاہیوں کو مرفہ الحال بننے کا موقع مشکل سے ملتا ہوگا۔ ظاہر ہے جب کبھی فوج کسی مقام پر مثلاً سغدیانہ یا باختر میں چند روز کے لئے پڑاؤ ڈالتی تو وہاں سپاہیوں کی زندگی آرام سے گزرتی۔ جب سکندر کسی مقام پر کوئی نیا شہر آباد کرتا تو وہاں فوج والوں کو اراضی ضرور تقسیم کرتا۔

باب ۲۷

بہت سے سپاہی جنھوں نے مدّت تک فوجی خدمت انجام دی تھی یا جو لڑائی میں بیکار ہو گئے تھے اُنھیں تحائف دے کر واپس گھر بھیج دیا جاتا۔

سکندر نے اپنے اکثر فتوح سواروں کی مدد سے حاصل کئے۔ یہ واقعہ خاص طور پر اس لئے اہم ہے کہ ایرانی ہمیشہ اپنے سواروں پر فخر کیا کرتے تھے، اور اُن کی فوج کا یہ حصّہ اتنا طاقتور تھا کہ ہوپ لیت اُسے شکست تو دے سکتے تھے لیکن اُن کا خاتمہ نہیں کر سکتے تھے۔ سکندر نے اپنے سواروں کی مدد سے نہ صرف ایرانیوں کو شکستیں دیں بلکہ اُن کا تعاقب کر کے اُن کا خاتمہ کر دیا، اور اس طرح اپنی جنگی حرکات وسکنات کی برتری و فوقیت ثابت کر دی۔

علاوہ ازیں اپنی سلطنت کو منظّم کرنے میں بھی سکندر نے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا[۳] ہمارے نزدیک ایشیا میں قدم رکھتے ہی اُسے اپنی سلطنت کے انتظامات کا خیال پیدا ہوا ہوگا، اس لئے کہ جنگ گرانی کوس کے بعد سارڈس پہنچنے پر اُس نے جو انتظامات کئے وہی اُس کے جملہ انتظامات مابعد کی گویا بنیاد تھے۔ یہاں پہنچ کر اُس نے تین مساوی الحیثیت عہدہ داروں کا تقرر کیا، جن میں سے ایک قلعہ دار تھا، دوسرا حاکم اعلیٰ اور تیسرا محصّل مالگزاری، اور ان تینوں کو براہ راست اپنا زیر نگیں بنا لیا۔ علاوہ مصر کے دوسرے صوبوں میں بھی اُس نے اسی حکمت عملی کو جاری

---

۳ ۔ سکندر کے انتظامات ۔ سکندر اکثر ایرانی طرز کار کا اتباع کرتا تھا؛ اس کے لئے دیکھو ڈنکر، ۴ (۴)، ۵۳۴ وغیرہ؛ شپیگل ۳، ۶۲۸ وغیرہ ۔ ایشیائے کوچک کے انتظامات کے متعلق دیکھو ڈروائے سن ۱، ۱، ۲۳۱؛ نیز اسی کا مضمون "متعلق مسئلۂ انتظام اندرونی سلطنت سکندر اعظم" Beitr. z. Frage uber die innere Gestaltung des Beiches A. des Gr. ، جریدۂ ماہانہ اکادمی برلن، ۱۸۷۷ء۔

باب ۱۷ رکھا؛ صرف مصر میں اُس نے ان اُصول سے ذرا ہٹ کر انتظام کیا۔ اُس نے یہاں کے صوبہ دار کو دوسرے ضلعواری حکام کا افسر اعلیٰ مقرر کیا، اور اس کے علاوہ اُس نے ایک محصّل مالگزاری اور تین فوجی افسر مقرر کیے جن میں سے ایک بڑی فوج کا سپہ سالار، دوسرا بیڑے کا امیر البحر اور تیسرا اجیر سپاہیوں کا فوجدار تھا۔ سکندر کا یہ طرز عمل جس کی رو سے مالیات، فوج، اور اندرونی حکومت کا انتظام علیحدہ علیحدہ افسروں کے سپرد کیا گیا، ایرانی طریقے سے کہیں بہتر تھا، جس میں جملہ امور کا نگران ایک صوبہ دار ہوتا تھا اور اس کے کام کی تنقیح ایسے افسر کرتے تھے جو مختلف حصہ جات ملک میں دورہ کرتے رہتے تھے۔ ظاہر ہے کہ سکندر کے طرز عمل سے حکومت اور رعایا دونوں کے مفاد کی حفاظت پہلے سے کہیں بہتر ہوتی تھی۔ کبھی ایسا بھی ہوا کہ سکندر نے خود ملک والوں کو وسطی و مشرقی صوبوں کا جائزہ دار مقرر کرکے اس طرح ایشیائیوں کی خودداری کا پاس و لحاظ کیا، لیکن ایسی صورت میں صوبہ دار کے اختیار سے مالیات اور فوجی انتظامات دونوں ہٹا لئے گئے، اور جب تبدیلی کا وقت آیا تو اُس نے از سر نو مقدونیوں کو صوبہ دار مقرر کر دیا۔ آخر میں یہ قاعدہ بنا دیا گیا کہ مدیہ، فارس، اور پاروپانی سادائے کے ملک میں نسبی حکمراں ہی صوبہ داری کے فرائض انجام دیں گے۔ خود روشنک کا باپ بھی اُس شمالی ملک کا حکمراں تھا، اور شاید سکندر نے خیال کیا ہو گا کہ اگر میں اُس کی بیٹی سے شادی کر لوں گا تو وہ میرا ہمیشہ مطیع و منقاد بنا رہے گا۔ ان باتوں کو پیش نظر رکھ کر ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ صوبوں کی حکومت میں سکندر ہمیشہ واقعات و حالات کا اتباع کیا کرتا تھا۔

اُس نے مرکزی حکومت کو بھی ایرانی نمونے پر منتظم کیا[۱۹]۔ لیکن اُس

---

[۱۹] مرکزی حکومت۔ اغلب امر یہ ہے کہ سلطنت ایران میں وزیر اعظم کا عہدہ مستقل ہو گا

باب ۲۷ فرق کے ساتھ کہ وہ خود شہنشاہان ایران سے کہیں زیادہ نظم و نسق سلطنت میں

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ اور آج کل کے وزیر اعظم سے بہت کچھ مشابہ ہوگا۔ اسمیں شک نہیں کہ پانچویں اور چوتھی صدی ق م کے اسناد سے ہمیں اس کی بابت کوئی قطعی معلومات نہیں ملتیں؛ تاہم شپیگل کی رائے درست ہے کہ کتے سیاس "پرسیکا" ۴۶ میں جس "ہزا باری تیس" اور Hesych میں جس "ہزار اپاتیس" کا ذکر ہے وہ در اصل ارمنی "ہزار اپت" کا مترادف ہے اور اس سے مراد شہنشاہ ایران کے وزیر اعظم سے ہے۔ مغربی مصنفوں نے اس کا نام "خلیارخ" رکھا ہے اس لئے کہ اس لفظ کے معنی بھی وہی ہیں جو "ہزاری" کے ہیں۔ مقابلہ کرو نیپوس: con. ۳، اور دیودوروس ۱۸، ۴۸۔ عام طور پر اس سے محض فوجی عہدے سے مراد لی جاتی ہے، اور بلاشبہہ خارجی اعتبار سے یہ فوجی افسر ہی معلوم ہوتا تھا۔ جیسا نپرڈے Nipperdey نے اس نفیس حاشیے میں جو اُس نے نیپوس ۴ پر لکھا ہے (ہرمیس ۶، ۱۴) - ایرانی "یک ہزاری" کو یہ خطاب اس لئے دیا جاتا تھا کہ وہ ایک ہزار سپاہیوں کا کماندار تھا۔ سکندر کے خلیارخ فوجی کماندار بھی تھے؛ لیکن انھیں میں سے ہفائستیون اور اُس کا جانشین پردکاس بھی تھے جن میں سے موخر الذکر سلطنت مقدونیہ کا متولی بنا؛ علاوہ ازیں ہفائستیون کا رتبہ دوسرے خلیارخوں سے بڑھا ہوا تھا اور اُسے ایک مخصوص پرچم ساتھ رکھنے کا اختیار تھا۔ اس سے ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ سکندر کے ایک خلیارخ کو دوسرے خلیارخوں پر فوقیت حاصل تھی، اور اگر ہم اُسے پرانے ایرانی یک ہزاری کا جانشین اور سلطنت سکندری کا وزیر اعظم سمجھیں تو غلطی نہ ہوگی؛ مقابلہ کرو ڈرواے سن ۲، ۱۴۱۔ میولرڈ "اسلام" جلد ۱ صفحۂ ۵۷، ۴، برلن) کی رائے ہے کہ وزیر کے عہدے کی ابتدا اور اصل شہنشاہ ایران کے "چشم و گوش" سے ہوئی؛ لیکن میولر کی رائے غلط ہے، اس لئے کہ شہنشاہ کے "چشم و گوش" متعدد تھے۔ "یک ہزاری" کے علاوہ سلطنت ایران میں مفصلۂ ذیل وزرا تھے: محرر اعلیٰ آریان؛ صدر دفتر شاہی اور میر بخشی، جو غالباً خازن اعلیٰ بھی ہوتا تھا۔

باب ۲۷

مداخلت کرتا تھا۔ اُس کا مددگار خاص یومنیس ساکن کارڈیہ تھا جسے بعض مورّخ اُس کے معتمد اعلیٰ کا لقب دیتے ہیں اور جس کا منصب وہی تھا جو وزیر اعظم کا ہوا کرتا ہے۔ یومنیس سرکاری دفتر کا نگراں تھا اور جملہ کاغذات سلطنت اُسی کے جائزے میں رہتے تھے۔ سکندر اُس کی دل سے قدر کرتا تھا، اور بوجہ اپنی قابلیت اور جنگی اہلیت کے وہ اُس اعتبار و اعتماد کا مستحق بھی تھا۔ وہ خود بھی اپنے عہدے کی اہمیت سے واقف تھا اور یہ نہیں چاہتا تھا کہ کوئی دوسرا شخص اُس کے اقتدار کے پیچھے پڑے۔ بعض مرتبہ ایسا ہوتا تھا کہ ہفائسٹیون، جو بادشاہ کا منظور نظر تھا، اُس کا مدمقابل بن جاتا تھا۔ ہفائسٹیون بادشاہ کا فوجی صلاح کار تھا اور سکندر نے اُسے "خلیارخ" (یعنی "یک ہزاری") کا معزز خطاب بھی عطا کیا تھا جس کی وجہ سے اُس کی حیثیت تقریباً وہی ہوگئی تھی جو سلطنت ایران میں وزیر اعظم کی ہوتی تھی۔ الغرض ایک کا اقتدار اور دوسرے کا اختیار وسیع ہونے کی وجہ سے دونوں کے مابین کبھی کبھی جھگڑا ہو جایا کرتا تھا۔ جس کی وجہ سے بادشاہ کو بہت کچھ دقّت اُٹھانی پڑتی تھی۔ ہمارے نزدیک قدیم زمانے کے مورّخ، جن کا نشو و نما اور تعلیم و تربیت جمہوری فضا میں

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ شپیگل کہتا ہے کہ دیوان شہنشاہی یعنی سرکاری دفتر کا تعلق خزانۂ عامرہ سے تھا (۶۳۵،۳)۔ ان سب باتوں کو ملحوظ رکھ کر ہمیں ہفائسٹیون اور یومنیس کے تعلق کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ ہفائسٹیون "خلیارخ" یا وزیر تھا اور یومنیس "ارخی گراماتیوس" یا معتمد اعلیٰ تھا۔ پلوٹارک: "حیات یومنیس" ۲ میں جو قصّہ مندرج ہے اُس میں عدم صحت کا امکان ہے، اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شاید یومنیس کا تعلق دفتر میر بخشی اور محافظ خانے سے بھی تھا۔ اس سے ہم یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ یومنیس ہفائسٹیون سے کمتر درجے کا عہدہ دار تھا۔ لیکن چونکہ موخر الذکر مدبر نہ تھا اس لئے کاروباری معاملات کو اکثر یومنیس ہی کو سلجھانا پڑتا تھا، جس کی وجہ سے رفتہ رفتہ اُس کا تعلق حکومت سے قریب تر ہو گیا۔ اسی وجہ سے دونوں کے مابین تنازعات برپا رہنے لگے۔ (آرین، ۷، ۱۳)۔

ہوئی تھی، ان واقعات اور ماحول کا اس قدر صحیح اندازہ نہیں کر سکتے تھے جیسا ہم کر سکتے ہیں، اس لئے کہ بہ نسبت اُن کے ہم وسیع ممالک اور بڑے بڑے درباروں کے حالات سے کہیں زیادہ واقف ہیں۔

ہم اوپر پڑھ چکے ہیں کہ مختلف صوبوں کے انتظامات میں یکسانی نہیں تھی۔ نہ صرف یہ بلکہ سکندر کا طرز عمل یہ تھا کہ جہاں تک ہو سکے اپنی سلطنت کے مختلف حصوں کے انتظام میں جو خصوصیتیں قدیم سے چلی آتی تھیں اُن میں اُس حد تک مداخلت نہ کرے جب تک وہ اُس کی حکومت کے سدّراہ نہ بنیں۔ یہ تنوّع خصوصیت کے ساتھ مغرب میں نمایاں ہوتا ہے اور یہی وہ حصہ ہے جس کی بابت ہم مشرق سے زیادہ واقف ہیں۔ اُس نے لیدویوں کے قدیم اختیارات کا احیا کیا، لمطہ تک تمام ایولیائی اور ایونیائی شہروں کا انتظام عمومی حکومتوں کے سپرد کیا اور اُن پر خراج (جو قبل ازیں وہ عمّال شہنشاہی کو ادا کرتے تھے) معاف کر دیا۔ اصل میں یہ اضلاع اُس کی پیش قدمی کے مزاحم نہیں ہوئے تھے، اسی لئے اُس نے انکے ساتھ یہ رعایت کی تھی۔ لیکن کاریہ کے یونانیوں اور نیم یونانیوں کو (جن کا ذکر باب ۲۱ میں کیا جا چکا ہے) بزور شمشیر فتح کرنا پڑا تھا، چنانچہ یہاں کے انتظام نے ایک دوسری شکل اختیار کی یعنی یہاں کے تخت پر ملکۂ اداایٹھا دی گئی۔ معلوم ہوتا ہے کہ فنیقیہ کے اُن حصوں میں جہاں کے باشندوں نے اُسے خوش آمدید کہا تھا، اُس نے مقامی حکمرانوں کو نہیں چھیڑا۔ سلطنت سکندری کا زمانۂ وسطیٰ کی سلطنت جرمنی سے دو اعتبار سے مقابلہ کیا جا سکتا ہے، ایک تو اس اعتبار سے کہ دونوں کی نوعیت جاگیری تھی، دوسرے اس وجہ سے کہ دونوں میں ذاتی آزادی کے اُصول کو برقرار رکھا جاتا تھا۔ خود ایرانیوں نے یونانی بلدیات کی آزادی کو روا رکھا تھا؛ سکندر نے ایک قدم آگے بڑھایا، اور ایسے مقامات میں بلدیات آباد کر کے جہاں اُن کا پہلے سے وجود نہ تھا، اس نے نہ صرف یونانی تمدّن کو ترقّی دی بلکہ آزادی اور خود اختیاری کے اصول کو بھی آگے بڑھایا۔

باب ۲۷

سکندر نے جو نئے شہر تعمیر کئے اُن کی تعداد ستر سے زیادہ بیان کی جاتی ہے، اور گو ان میں سے صرف چند ہی ایسے ہیں جن کی آبادی کا ہمارے پاس قطعی ثبوت ہے، لیکن یہ اندازہ غلط نہیں معلوم ہوتا۔ اس کے برعکس کسی شہر کے اسکندریہ نام ہونے سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ یہ شہر سکندر ہی نے آباد کیا ہوگا، اس لئے کہ جیسے اُس کے بعد کے حکمرانوں نے اپنے سکوں پر اُسکا نام کندہ کرایا اسی طرح ممکن ہے کہ انھوں نے شہروں کے نام بھی اسکندریہ ہی رکھ دئے ہوں[۵۵] ہمارے نزدیک

۵۵ شہروں کی بنیاد - پلوٹارک: De fort. Al. ۱/۵ کے مطابق سکندر نے مختلف مقامات پر ستر شہر آباد کئے - اس موضوع پر جو کچھ مواد دستیاب ہوا وہ سب ڈروائے سن نے جمع کر دیا ہے (۳/۲، $\frac{۱۸۷}{۲۵۶}$)؛ میں نے یہاں صرف ضروری واقعات کا شمار کیا ہے، باقی امور کے متعلق ناظرین کرام کو شپیگل اور ڈروائے سن کا مطالعہ کرنا چاہیئے - الیوم؛ استرابو ۱۳، ۵۹۳-

اپولونیہ (بیلک افروجیہ) جسے آجکل اولوبرلا کہتے ہیں، کیلائے نائے کے مشرق میں تھا؛ اُس کے سکوں پر سکندر کو بطور "بانی" کے دکھایا گیا ہے؛ ڈروائے سن ۱۹۷؛ ہیڈ: "تاریخ مسکوکیات" ۵۸۹-

اسکندرون ونکوپولس؛ ڈروائے سن $\frac{۲۰۰}{۲۰۱}$

ایمانھیا؛ Liban. ant. 297 R. ، ڈروائے سن ۲۰۱-

سکندر نے صور اور عزہ کی آبادی میں اضافہ کیا؛ لیکن Gos. Bell. Jud. ۲، ۶، ۳ میں صرف عزہ ہی کو "یونانی شہر" کا لقب دیا گیا ہے-

اُن شہروں کے لئے جن کا فلسطین میں آباد ہونا فرض کیا جا سکتا ہے، دیکھو ڈروائے سن ۲۰۲-

پیلا؛ استرابو ۱۶، ۲، ۱۰؛ ڈروائے سن ۲۰۶-

اسکندریہ مصری کے لئے دیکھو جلد ۴-

ایدلیبہ کے قریب جو کارھے ہے اسے ۳۱۲ سنہ ق م جیسے بعید زمانے میں بھی

باب ۲۷ | اُس نے مغربی ایشیائے کوچک میں جدید الیوم اور افروجی اپولونیہ آباد کیا

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ "مقدونوی نوآبادی" کا لقب دیا گیا ہے۔

گوگامیلا کے میدان میں، اسکندریانہ؛ ڈروائےسن، ۲۱۰۔

پولی بیوس ۱۰، ۲۷ کا قول ہے کہ مدیہ کے ہر چہار طرف یونانی بلدیات تھے اور یہی کیفیت کوسائیوں، اکسیوں اور ماردیوں کی بھی تھی جن کا ذکر آرین: "اندیکا" ۴۰ میں ہے۔

رھاگائے کے قریب ہرقلیہ، استرابو، ۱۱، ۱۴، ۵۔ ڈروائےسن ۳۱۴۔

اسکندروپول پارتھیا میں، پلینی ۶، ۱۱۳۔

اسکندریہ انطاکیہ (پلینی ۶، ۴۶) بلاشبہ وہی مقام ہے جسے اب مرو شاہجہاں کا لقب دیا جاتا ہے اور جو مرغاب زیریں کا سب سے اہم شہر شمار کیا جاتا ہے۔ یہ قدیم شہر ایک نہایت زرخیز ضلع میں واقع ہے اور مقامی روایت کے اعتبار سے اُسے شاہ طہمورث نے آباد کیا تھا، اور اس سے تورانی خانہ بدوش اقوام کی مدافعت کا کام لیا جاتا تھا۔ شپیگل ۳، ۱۰۔

پروفتھازیا .St. B "فراداء"۔ اس کا نام سکندر ہی نے بدلا تھا۔ ڈروائےسن ۲۱۶۔ شپیگل (۲، ۵۴۱) کی رائے میں یہ فرح کے قریب ہوگا، جس کے موقع کے لئے دیکھو شپیگل ۲، ۳۴۔ اس کے شمال و مشرق کی طرف قندھار (ڈروائےسن ۲۱۷) کو غالباً سکندر ہی نے آباد کیا تھا؛ شپیگل ۱، ۲۸۔

"قفقازی" اسکندریہ کے محلِ وقوع کا پورے طور پر تعین نہیں ہوا۔ یہ شہر بامیان کے موقع پر نہیں تھا بلکہ کابل کے شمال میں تھا؛ شپیگل ۲، ۵۴۳۔

باختر اور سغدین میں بارہ شہر؛ یوستی نوس ۱۲، ۵؛ استرابو کے نزدیک ان ممالک میں صرف آٹھ ہی شہر تھے (۱۲، ۵۱۷)۔ آرین (۴، ۱۶، ۳) کہتا ہے کہ سکندر نے ہفائستیون کو "شہر آباد کرنے کے لئے سغدین روانہ کیا"۔

"اسکندریۂ اقصیٰ"؛ آرین ۴، ۴، ۱؛ پلینی ۶، ۴۶۔ یہ شہر غالباً موجودہ خوجند کے مقام پر ہوگا؛ شپیگل ۲، ۵۴۸۔ شہنشاہ ہرقل کے عہد میں تھیوفی لاکتوس ۷، ۹ دو شہر[illegible]

باب ۲۷ جن میں اپولونیہ اپنا مبدأ سکندر کو قرار دیتا ہے۔ ساتھ ہی یہ معلوم

بقیۂ[۵۵] حاشیۂ صفحۂ گزشتہ توگست اور چوب دان کا ذکر کرتا ہے جنھیں سکندر نے آباد کیا تھا، اور ان پر بحث کرتے وقت ڈروائےسن شوٹ Schott کا اتباع کرتا ہے۔ ان ممالک میں سکندر کی بابت جو قصّے مشہور ہیں اُن کے لئے دیکھو رتر: "ایشیا" Ritter: Asien ۵، ۸۲۱ وغیرہ۔

بقیہ (آرین ۴، ۲۲) غالباً اُن شہروں میں سے تھا جنھیں سکندر نے ایک ایک منزل کے فاصلے پر بسایا تھا؛ یہ دریائے کابل کے شمال میں واقع تھا (ڈروائےسن ۲۲۹) لیکن قطعی محل وقوع کا پتا نہیں لگا۔

نقیہ اوربو کے خالہ کے محل وقوع کا جو دریائے جہلم پر واقع تھے، صحیح تعیین نہیں ہوا؛ ڈروائےسن ۲۳۰۔ (لیکن دیکھو وی، اے سمتھ: "تاریخ ہند قدیم" V A. Smith: Early History of India صفحۂ ۳۶ و صفحۂ ۶۴۔ مترجم اردو)۔

اسکندریہ بدریائے چناب۔ غالباً موجودہ وزیر آباد ہوگا۔ ڈروائےسن ۲۳۰۔

اسکندریہ بدریائے سندھ؛ آرین ۶، ۱۵، ۲؛ ڈروائےسن ۲۳۰۔

اسکندریہ سغدینہ (آرین ۶، ۱۶، ۴) شہر بھکر کے قریب جہاں درۂ بولن کی سڑک کی ابتدا ہوتی ہے، ڈروائےسن ۲۳۰۔ دریائے سندھ کے دہانے، ملک گدروزیا اور کرمان میں جو شہر آباد کئے گئے اُن کے متعلق ڈروائےسن $\frac{۲۳۱}{۲۳۶}$۔

بابل کے قریب شہر؛ آرین ۷، ۲۱، ۷؛ ڈروائےسن ۲۳۷۔

دجلہ کے دہانے پر سکندریہ؛ ڈروائےسن ۲۳۷۔

ان شہروں کو آباد کرکے سکندر نے گویا اُس خواہش کو پورا کر دکھایا جو ایسقراطیس نے کی تھی Phil. $\frac{۱۲۰}{۱۲۲}$)۔ معلوم ہوتا ہے کہ گروٹ سے یہ پارہ نظر انداز ہو گیا ہوگا۔ ورنہ وہ سکندر کی اتنی نوآبادیوں کے وجود پر شک و شبہہ کی نظر نہ ڈالتا (۱۰، ۶، ۲۰۳)۔ دیکھو اُس کا مضمون پاؤلی۔وسووا Pauly-Wissowa جلد ۱ میں جہاں اُس نے اُن شہروں پر

ہوتا ہے کہ اس نے ان شہروں کی تعمیر کا اُس وقت حکم دیا ہوگا جب وہ باب ۲۷
اُن سے آگے بڑھ گیا تھا، اس لئے کہ بظاہر یہ استعمار کے طرز عمل
پر اُس وقت تک عمل پیرا نہیں ہوا جب تک وہ جنگ اسوسس
کے بعد غیر یونانی ممالک تک نہیں پہنچ گیا۔ ایشیا کے اس حصّے
میں اسوسس کے جنوب میں شہر اسکندریہ (موجودہ اسکندرون)
ونکوپولس، اور شام میں ایماتھیہ ہے جو زمانۂ مابعد میں انطاکیہ کا ایک
حصّہ بن گیا۔ اُس نے صور اور غزہ کی آبادی میں اضافہ کیا جن کے
جدید باشندوں کا بیشتر حصّہ خاص یونانیوں پر مشتمل تھا۔ ہم فلسطین
میں دیوم اور پیلا کا ذکر سنتے ہیں جن سے اُن کے ہمنام مقدونوی
شہروں کا خیال پیدا ہوتا ہے۔ ہمارے نزدیک دریائے اورونتیس
کے قریب شہر اپامیا کو بھی سکندر ہی نے آباد کیا ہوگا اس لئے کہ
اُس نے اُس کے قریب ہی بوتیائی زیوس کے نام کی قربان گاہ تیار
کی تھی۔ اس کے بعد مصر کے مشہور و معروف اسکندریہ کا نام آتا ہے
جس کی طرف ہم بعد میں رجوع کریں گے۔ دریائے فرات کو عبور کرنے
کی جگہ تھپساکوس کے مقام پر نیکے فوریوم آباد کیا گیا اور اس سے ذرا بالاتر
ایک معادن کے کنارے سکندر کے راستے میں ایک دوسرا یونانی
شہر کارھائے ملتا ہے جسے یقیناً اُسی نے آباد کیا ہوگا۔ یہ امر پایۂ تیقن
کو نہیں پہنچا کہ گوگامیلا کے میدان پر کوئی شہر مسمی اسکندریہ بسایا گیا یا نہیں
ان شہروں کے بعد آرین صرف شمالی شہروں کا شمار کرنے پر اکتفا کرتا ہے،
لیکن ہمارے نزدیک اغلب امر یہ ہے کہ بادشاہ نے اس پہاڑی ملک
میں بھی جو ایران کی سطح مرتفع اور عراق کے مابین واقع ہے ضرور چند شہر

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ بحث کی ہے جن کا نام سکندریہ تھا (ص ۱۳۰۶/۱۳۹۰)۔ علاوہ پخشٹائن
Puchstein کے مضمون کے جو اُس نے مصری اسکندریہ پر لکھا ہے، دیکھو اندریاس
Andreas کا مضمون سکندریہ بہ دہانۂ دریائے دجلہ ص ۱۳۹۰/۱۳۹۵۔

باب ۲۱ آباد کیے ہوں گے اس لیے کہ پولی بیوس کہتا ہے کہ تمام مُلک مدیہ یونانی شہروں سے گھرا ہوا تھا۔ رعاگے کے قریب ایک شہر ہرقلیہ تھا اور پارتھیا میں ایک اسکندروپول۔ ذرا شمال کی طرف دریائے مرغاب پر مرغیانہ ملتا ہے جس کا نام تبدیل ہو کر انطاکیہ یا مرو شاہجہاں پڑ گیا۔ جب ستی برزان کی بغاوت کے بعد سکندر کو آریہ جانا پڑا (باب ۲۴) تو اُس نے ہری رود کے کنارے پر اسکندریہ بسایا جسے اب ہرات کہتے ہیں اور جو اب تجارتی راستوں کا سنگم ہونے کی وجہ سے نہایت اہم ہے۔ جنوب کی طرف درانگیانا میں، جہاں فلوتاس کی سازش کا انکشاف ہوا تھا (دیکھو باب ۲۴) وہ پروفتازیا آباد کر کے اراخوزیہ کی طرف بڑھا جہاں اُس نے ایک اور اسکندریہ (موجودہ قندھار) کی بنیاد ڈالی اور پاروپامسادے کے ملک میں کوہ ہندوکش کے جنوبی دامن میں ایک اور اسکندریہ بسایا۔ یوستی نوس کہتا ہے کہ سکندر نے بلخستان اور سغدین (مُلک بخارا) میں بارہ شہر سپاہیوں سے آباد کیے، لیکن ان سپاہیوں نے بیس ہزار پیدلوں اور تین ہزار سواروں کی مدد سے بغاوت کر دی۔ استرابو صرف آٹھ شہروں کا ذکر کرتا ہے، لیکن ہم اُن کا پتا لگانے سے بھی قاصر ہیں اور ہمیں صرف اسکندریۂ اقصیٰ کا جو سر دریا پر تھا (یعنی خوجند) اور ایک اسکندریہ کا جو امو دریا پر تھا علم ہے۔ مُلک بخارا (سغدین) میں سکندر کے قائم مقام کی حیثیت سے ہفائستیون نے بہت سے شہر آباد کیے، اور زمانۂ مابعد میں ان اضلاع میں بادشاہ کے متعلق جو قصے مشہور ہوئے اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس نے بہت سے یورپیوں کو یہاں لا کر بسایا ہوگا۔ ہمیں اس کا قطعی علم ہے کہ اُس نے دریائے کابل پر ایک نقیہ کی بنیاد ڈالی، لیکن جہلم والے نقیہ اور بو کے فالہ کے محل وقوع کا ہنوز قطعی طور پر تعین نہیں ہوا۔ دریائے چناب پر اسکندریہ (جو شاید زمانۂ موجودہ کا نصیر آباد ہے)، ذرا نیچے کی جانب دریائے سندھ پر اسکندریہ، موزیکانی کے ملک اور پٹالہ کے قلعے بھی اُسی کی طرف

منسوب کئے جاتے ہیں۔ یہ وہ مقامات ہیں جہاں مدت دراز تک یونانی خودمختار بادشاہ حکومت کرتے رہے اور یونانی تہذیب وتمدن کا ڈنکا بجتا رہا، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان سرحدی ممالک میں عہد سکندری میں بہت سے یونانی جاکر آباد ہوئے ہوں گے۔ دریائے سندھ کے دہانے کے مغرب میں اور یتانیون کے ملک میں ہفائستیون اور لیوناتوس نے ایک ایک شہر آباد کیا، اور یہی شاید گدروزیا اور کریان میں دو دو شہروں کے بانی ہوئے۔ اسی طرح بابل کے قریب جھیل رومیہ پر ایک شہر بسایا گیا جس کا تعلق نہر پالاکوپاس کے ساتھ تھا، اور دجلے کے قدیم دہانے کے قریب اُس جگہ جو اب مٹی جمنے کی وجہ سے ساحل سے بہت دور جاپڑی ہے، اسکندریہ آباد کیا گیا جسے اب محمرہ کہتے ہیں۔ یہ شہر سکندر کے اُن عظیم الشان منصوبوں کا گویا مرکز تھا جنھیں وہ اپنی زندگی کے آخری ایام میں سوچا کرتا تھا جن میں منجملہ دوسرے خیالات کے ملک عرب کے الحاق اور دجلہ وفرات کے ڈلٹاؤں کی ترقی کے مسائل بھی شامل تھے۔ | باب ۲۷

ہمیں یاد رکھنا چاہئے کہ یونانیوں کے خیال کے بموجب یہ ممکن تھا کہ کوئی جدید شہر کسی قدیم شہر کے محل وقوع پر ہی آباد کیا جائے۔ مذکورۂ بالا شہروں کے ذکر کے علاوہ ہم پڑھتے ہیں کہ بڑے بڑے رسالے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتے تھے[۶] مثلاً ہم پڑھتے ہیں کہ بعض خیوسی ایلی فانتین کے شہر کو روانہ کئے گئے اور سماریہ کے حاکم کو ہدایت کی گئی کہ وہ آٹھ ہزار سپاہیوں کو مصر لے جائے جہاں پہنچ کر وہ تھبز کے نواح میں آباد کردئے گئے۔

۶؎ خیوسی مصر میں، آرین ۳، ۲، ۷۔ سماریہ سے مصر کو سپاہی بھیجے جاتے ہیں، (Jos. Ant) ۱۱، ۸، ۶: ڈرواسے سن ۲۴۱۔ فوجی آبادکاروں کو "کاتوئے کوئی"، مواضط رسالوں کو "پارے پدے مونتیس" اور دیسی سپاہیوں کو "انخوریوئی" کہتے تھے۔

باب ۲۷ ان شہروں کے قیام میں سکندر کو تین مقاصد ملحوظ تھے، ایک فوجی، دوسرا مالی، اور تیسرا تمدنی؎۔ فوجی اعتبار سے اُس کا مقصود یہ تھا کہ ان نوآبادیوں کے ذریعے سے سلطنت محفوظ و مامون رہے گی، مالی مقصد یہ تھا کہ ان کی وجہ سے تجارت کو فروغ پہنچے گا اور مختلف اضلاع کے مابین رسل و رسائل میں پہلے کی بہ نسبت آسانی ہو سکے گی، اور تیسرا مطمع نظر یہ تھا کہ تہذیب و تمدن کے اعتبار سے جو قومیں پیچھے پڑی ہوئی ہیں اُن میں تمدن کا پرچم اُڑایا جائے اور مشرق و مغرب کے مابین اتحاد پیدا کیا جائے۔ موخر الذکر مقصد اُس کے دل میں اس قدر جاگزیں تھا کہ وہ یورپ میں ایشیائیوں کو لاکر آباد کر دینا چاہتا تھا۔ ان بلدیات کے محل وقوع کے تعین میں فوجی و تجارتی حالات بھی ممد و معاون ہوئے ہوں گے لیکن ہم اس موقع پر اس امر پر مفصل بحث نہیں کریں گے۔ بہر حال اُن کے

؎ سکندر چاہتا تھا کہ غیر یونانی آبادی شہروں میں رہے تاکہ خانہ بدوشی کی جگہ وہ زراعت کا پیشہ اختیار کرلے (آرین: "اندیکا" ۴۰)۔ ہمارے نزدیک اس خواہش میں بہبودیٔ بنی نوع انسان اور یونانیت دونوں عناصر موجود تھے۔ جدید شہروں کی تنظیم کے لئے دیکھو ڈروائے سن ۳، ۱/۲۳ وغیرہ۔ موسن (تاریخ روما" .Mommsen R. G جلد ۵، ۴۵۰) کہتا ہے کہ "سکندر نے مشرق میں قدیم مقدونوی موروثی سلطنت کی بجائے یونانی طرز حکومت کو مروّج کیا"۔ ڈروائے سن (۱/۲، ۲۹۲) اُس اراضی کے مسئلے پر بحث کرتا ہے جو جدید آباد کاروں کو ملی ہوگی۔ پلوٹارک: "فوکیون" ۱۸ میں کہتا ہے کہ سکندر نے فوکیون کے سامنے متعدد شہر پیش کئے۔ قدرتی پیداوار کے متعلق یہاں یہ بیان کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ شٹاڈے اپنی "تاریخ بنی اسرائیل" Stade : Geschichte des Volkes Israel ۲، ۲۷۶ میں کہتا ہے کہ شام کے شہروں کو ان شہروں سے تیل جاتا تھا، جس کے یہ معنی ہوئے کہ ان شہروں کے متعلق ایسی اراضی تھی جس کی پیداوار میں وہ یونانی حصہ دار تھے جو اُن میں آکر آباد ہوئے تھے۔

باب ۲۷
تمام مقصد پر غور کرنے کے بعد ہم اُن کے اندرونی انتظامات کی طرف رجوع ہوتے ہیں۔ کیا اچھا ہوتا اگر اس بارے میں ہمارے معلومات ذرا زیادہ وسیع ہوتے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ جدید شہریوں کے قبضے میں جو اراضی گئی ہوگی وہ وہی ہوگی جس سے پرانے شہری بیدخل کئے گئے تھے۔ ان پرانے شہریوں کے بے دخل کرنے میں کچھ زیادہ دقت پیش نہیں آئی ہوگی اس لئے کہ سکندر گویا قدیم شہنشاہان ایران کا جانشین تھا، چنانچہ وہ اپنے پیش روکی طرح رعایائے ایران کے ساتھ جیسا چاہتا برتاؤ کرسکتا تھا؛ بلکہ اُسے در اصل دوہرا حق تھا، ایک تو بحیثیت فاتح کے اور دوسرے بحیثیت شہنشاہ ایران کے۔ جب اُس نے فوکیون کے سامنے شہر پیش کئے تو اُس نے گویا وہی کیا جو زرکسز نے تمسطاکلیس کے ساتھ کیا تھا۔ بہت سی اراضی جو نئے شہریوں کے حوالے کی گئی ہوگی بلاشبہہ شاہی ملک ہوگی، اور غالباً وہی زمین چھوڑی گئی ہوگی جو بت خانوں کے متعلق تھی۔ سکندر کا مقصد یہ تھا کہ ہر نئے شہری کو کچھ نہ کچھ زمین ضرور مل جائے۔ اس طرز عمل میں خود یونانی نقطۂ نظر سے کوئی جدت نہیں تھی اس لئے کہ قدیم زمانے میں بھی جب یونانی کوئی شہر آباد کرتے تو ضرور کسی نہ کسی سے زمین لے کر اُسے تقسیم کردیتے۔ آخر میں صرف یہ کہنا باقی ہے کہ غالباً اصلی باشندے آبادکاروں کو کچھ نہ کچھ خراج ضرور ادا کرتے ہوں گے۔

ان بلدیات کی تنظیم کے متعلق ہم مصری اسکندریہ کی مثال سے یہ فرض کرسکتے ہیں کہ جب ایک ہی چار دیواری کے اندر مختلف اقوام یکجا ہوتی تھیں تو ہر قوم خود اپنے ہی قوانین پر حصر کرتی تھیں اور اُن کا دارومدار خود اُنھیں کے قومی رسم و رواج پر ہوتا تھا۔ ہمارے نزدیک ایشیائی یونانیوں کی تنظیم عمومی اصول پر کی گئی ہوگی[۵] اس لئے کہ ہماری

۵ ایشیا کے بہت سے بلدیات میں سکندر نے عمومیت کا از سر نو احیا کیا۔

باب ۲۷ معلومات کے بموجب نہ صرف سکندر نے اُن شہریوں میں عمومیت کا احیا کیا جو اندرون ایشیا میں واقع تھے بلکہ واقعات کے حسب حال اُن لوگوں کے حقوق کے درمیان جو کسی جدید شہر میں وقت واحد میں سکونت پذیر ہوئے ہوں، کسی قسم کا فرق، یا امتیاز روا نہیں رکھا۔

اسکندریہ، مصر اور دوسرے بلاد میں یونانیوں کو فیولوں یعنی قبیلوں میں تقسیم کیا جاتا تھا، اور غزہ میں ایک مجلس کا حال بھی سننے میں آتا ہے لیکن ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ افراد کے اُن حقوق میں، جن کا تعلق مرکزی حکومت کے ساتھ تھا یکسانی نہیں تھی۔ مثلاً اسکندریہ میں یہ حقوق نہایت درجہ محدود نظر آتے ہیں۔ ان نئے بلدیات کے جو نام رکھے گئے وہ ایک طرح سے ممتاز ہیں اور بطور نظیر کے استعمال کیئے جاتے ہیں۔ ان میں سے جو شہر باعتبار اپنی اہمیت کے سب پر فوقیت لئے ہوئے تھے اُن کا نام اسکندریہ رکھا گیا، اور زمانہ مابعد میں بہت سے ایسے شہروں کی بنا ڈالی گئی جن کا نام یہی تھا لیکن ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ بالکل نئی بات تھی کہ کسی شہر کا نام اُس کے بانی کے نام پر رکھا جائے۔ اس وقت تک صرف ایک ہی ایسا شخص گزرا تھا جس نے اپنے نام پر شہر آباد کیئے ہوں، اور وہ فیلقوس تھا، جیسے فلپی اور فلپوپولس آباد کئے۔ ان میں سے ثانی الذکر لفظ کے معنی تو محض "فیلقوس نگر" کے ہیں، اور یہ کوئی نام میں نام نہیں، لیکن پہلے نام میں ایک عجیب وغریب بات ایسی ہے جسے اس وقت تک نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ لفظ فلپی "فلپ" کی جمع ہے، اور سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس سے آخر مراد کیا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ شہر اتھنز کے مقابلے کے لئے بسایا گیا تھا، اور ممکن یہ ہے کہ اس نام سے یہ مطلب ہو کہ

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ آرین ۱، ۱، ۱۱/۱ (ایفی سوس جس سے اُس کی شہرت ہو گئی ہے)
۲، ۵، ۸ (سولی)۔ اسکندریہ کے لئے دیکھو ڈروائے سن ۳، ۱، ۳۴۔

باب ۲۷ زمانۂ مستقبل میں "فلپی" • اتھے نائے" سے زیادہ طاقتور ثابت ہوگا لیکن یہاں دوسرا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یونانی لوگ لفظ "فلپی" سے کیا مطلب سمجھتے ہوں گے؟ کیا اس لفظ کے معنیٰ "متعدد فیلقوسوں" کے لئے جاتے تھے یا یہ صرف ان طلائی سکوں کا نام تھا جو وہاں مسکوک ہوتے تھے؟ بہرنہج اس لفظ میں کوئی نہ کوئی خاص مفہوم ضرور پوشیدہ ہوگا۔ اس وقت تک جتنے اس نوع کے نام تھے وہ سب مختلف دیوتاؤں کے نام پر رکھے گئے تھے، مثلاً ہرقلیہ (جو پانچویں صدی ق م کے بسائے ہوئے دو شہروں کا نام تھا)، پوسئیڈونیا، پوتی دیا، اپولونیا، ہیرائیہ، تین دارس، دیوم وغیرہ۔ جب سکندر نے پہلے پہل اپنا نام اپنے آباد کردہ شہر کو دیا تو اُس نے اپنی اس خواہش کا گویا اعلان کردیا کہ وہ محض پرانے سورماؤں کی طرح عزت و احترام کا ہی جویا نہیں بلکہ ایک معبود کی طرح اپنی پوجا کرانا چاہتا ہے۔ چنانچہ یونانی قوم نے اُس کی اس خواہش کا اچھی طرح سے اندازہ کرلیا تھا۔ ہمارے نزدیک سب سے پہلا شہر جو سکندر کے نام پر منتسب ہوا وہ مصری اسکندریہ تھا جسے بادشاہ نے زیوس عمون کے نخلستان کی طرف جانے سے پہلے آباد کیا تھا۔ اس سے پہلے لیساندر نے بھی اس بیت خانے کے پجاریوں سے مشورہ لیا تھا، اور سکندر اچھی طرح جانتا تھا کہ دودوناا ور دیلفی کے پجاریوں سے کہیں زیادہ آسانی کے ساتھ یہ ہموار کئے جاسکتے ہیں اور دُنیائے مشرق میں اس مرکز کی جو اہمیت اور وقعت تھی وہ شاید دوسرے مرکزوں کی نہیں تھی۔ بہرحال سکندر کے جانشینوں نے بھی بہت سے شہروں کو اپنے ناموں پر معنوں کیا، چنانچہ ہمیں جگہ جگہ سلیوکیہ، انطاکیہ، بطلیماس کے سے نام جگہہ جگہہ ملتے ہیں۔

اس کے ساتھ ہی ساتھ ہمیں یہ یاد رکھنا چاہئے کہ ان شہروں کے قیام کا ایک منشا یہ بھی تھا کہ مشرق و مغرب کے اتحاد کو مستحکم کیا جائے۔

باب ۲۷ ایشیا اور یورپ کے مابین ازل سے جو رقابت فارقلیس اور ہیروڈوٹس کے زمانے سے بلکہ ان سے بھی پہلے سے چلی آتی تھی وہ جنگ پیلوپونیز کے آخری دس سال سے برابر کم ہو رہی تھی اور ایشیا کو یورپ کی توانائی کا احساس اور یورپ کو ایشیا کے زر و مال کی قدر ہو گئی تھی۔ زینوفون نے ایرانیوں کو دکھا دیا تھا کہ غیر قومیں یونانی سپاہیوں کو زک نہیں پہنچا سکتیں، چنانچہ اُسی وقت سے ایرانی حکمران اور صوبہ دار یونانیوں کو اپنی اپنی فوجوں میں بھرتی کرنے لگے تھے اور دوسری جانب یہ سپاہی بھی اپنے نئے آقاؤں کی خدمت بغایت وفاداری سے انجام دیتے تھے۔ ہم کہیں نہیں پڑھتے کہ انھوں نے غداری کی ہو، یا کم از کم معمولی سپاہیوں کی غداری کا تو ذکر تک سننے میں نہیں آیا، گو بعض مرتبہ اُن کے رہبر ایک طرف سے دوسری طرف چلے جانے میں مضائقہ نہیں سمجھتے تھے۔ بہر حال ہم یہ حکم لگا سکتے ہیں کہ فی الجملہ یونانی سپاہی وفادار تھے۔ سکندر کے مہمات سے اس کا اندازہ ہو سکتا ہے کہ یونانی عنصر کس حد تک ایرانی فوج میں سرایت کئے ہوئے تھا۔ میدان گرانی کوس میں بیس ہزار اجیر سپاہی تھے ہمیں ملطہ اور ہالی کارناسوس میں بھی اجیر سپاہی ملتے ہیں؛ اسوس کے میدان کارزار میں ایرانی فوج میں تیس ہزار یونانی تھے اور گوگامیلا کے موقع پر بھی ایرانی صفیں یونانیوں سے خالی نہ تھیں۔ یہ یونانی اجیر ہی تھے جنھوں نے دارائے ایران کو بیسوس کی سازش سے مطلع کیا اور انھیں میں سے آخری پندرہ سو نے زدرا کارتا کے مقام پر آخر کار ہتھیار ڈال دئے۔ ہمارے نزدیک یہ مبالغہ آمیزی نہ ہو گی کہ دارا کی فوج میں کم و بیش ایک لاکھ یونانی اجیر سپاہی تھے۔[۹]

---

۹ یونانی اجیر سپاہی: گرانی کوس کے میدان میں، ڈروائے سن ۱/۱، ۴ ۱۹؛ اسوس پر، ڈروائے سن ۱/۱، ۸ ۲۵؛ ... ۸ یونانی اجیر سپاہی ایران جاکر آگسس کی ملازمت اختیار کر لیتے ہیں، دیوڈوروس ۱۷، ۴۸؛ کرتیوس ۴، ۱، ۳۹ - دارا اور بیسوس کے ساتھ یونانی اجیر، ڈروائے سن ۱/۱، ۴۷۳؛ زدرا کارتا میں، ڈروائے سن ۱/۱، ۳۸۶ -

باب ۲۷

ظاہر ہے کہ ان سپاہیوں کی وساطت سے ایشیا اور یورپ کے مابین طرح طرح کے تعلقات قائم ہو گئے ہوں گے اور ہم دیکھتے ہیں کہ مین تور اور میم نون کا سربرآوردہ ایرانیوں سے رشتہ تھا، اور اسی قسم کی عزیز داری کی وجہ سے بہت سے یونانی شہنشاہ ایران کے خدمت گزار اور رعایا ہی نہیں تھے بلکہ اب یونانیوں اور مشرقیوں میں پہلے کی سی رقابت بھی باقی نہیں رہی تھی[۱۷۵] یہ بالکل ممکن تھا کہ ان دونوں قوموں کے درمیان جو بُعد باقی تھا اُس میں سکندر اضافہ کردے اور اپنے اتالیق یعنی ارسطو کے اس مقولے پر عمل کرے کہ یونانیوں اور غیر یونانیوں کے مابین ایک فطری فرق ہے، لیکن اُس نے اس کے بالکل برعکس عمل کیا۔ شاید سکندر کے مخصوص طرز عمل کی ایک وجہ یہ ہو کہ یونانی قوم اُس کی مہمات سے الگ تھلگ رہی، اور جب وہ مشرق میں برسرپیکار تھا تو یونانی اُس کی سلطنت کے مغربی حصے میں طرح طرح کی فتنہ پردازیاں کر رہے تھے درانحالیکہ اُن کے برعکس ایرانی صرف میدان جنگ ہی میں اُس کا مقابلہ کرتے تھے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ سکندر کو ان دونوں اقوام کی مفاہمت پسندیدہ معلوم ہوئی ہو۔ الغرض اسباب خواہ کچھ بھی ہوں، اُس کا طرز عمل یہ تھا کہ یونانیوں اور ایشیائیوں کے درمیان امن داماں کی کیفیت پیدا ہو جائے، اور ان دونوں کی باہمی رقابت کو دور کرنے کے لئے اُس نے جو طریقے اختیار کئے وہ اُس کے غیر فانی کارناموں میں شمار کئے جانے کے قابل ہیں۔ بلاشبہہ ہم اُس کے جملہ تدابیر کے موید نہیں ہو سکتے۔ مشرقی ملبوسات اختیار کرنا فی نفسہٖ کوئی جرم نہ تھا بلکہ مقامی

---

[۱۷۵] استرابو (۱، ۶۶) کے مطابق بعض لوگوں نے سکندر کو صلاح دی کہ وہ یونانیوں کو اپنا دوست اور غیر یونانیوں کو دشمن سمجھے۔ کہا جاتا ہے کہ اس زمرے میں ارسطاطالیس بھی شامل تھا۔

باب ۲۷ آب و ہوا کا لحاظ کیا جائے تو ایک نہایت ہی مناسب طرز عمل معلوم
ہوگا؛ لیکن اسی فعل کو یونانی اور مقدونوی شخصی حکومت اور مطلق العنانی
کی طرف سکندر کے رجحان کا ایک مظاہرہ سمجھتے تھے۔ دوسرے
اُس کے دعوئے الوہیت کی کسی طرح سے تائید نہیں کی جا سکتی،
نہ اس دعوے سے اُسے کسی قسم کا کوئی فائدہ ہوا۔ اول تو مصریوں
کے علاوہ کوئی ایشیائی کسی انسان کو معبود کا رتبہ دینا پسند نہیں کرتا تھا،
اور ان میں سے بعض ایسے تھے جو وقت پر تو کسی کو ابن اللہ کا لقب
دے دیتے تھے لیکن موقع پاتے تو ابن اللہ کی جان تک لینے میں
دریغ نہیں کرتے تھے[۱۱]۔ رہے یونانی، تو وہ اس قسم کے دعاوی کی ہنسی
اڑاتے تھے۔ بہرنہج ان میں سے کسی چیز کا سکندر کی طرز حکومت پر مطلق
کوئی اثر نہیں پڑا اور اُس نے کبھی اپنی تجاویز یا آراء کو الوہی جامہ پہنانے
کی کوشش نہیں کی۔ اُس کی زندگی مسلسل ایسے مقدونوی حکمراں
کی طرح کی رہی جسے یونانی طرز کی تعلیم و تربیت دی گئی ہو؛ اور وہ آخر
تک برابر بنی نوع انسان کے اعلیٰ مقاصد کا مداح رہا اور نہ صرف اُسکی
یہ رائے کبھی نہیں ہوئی کہ یونانی تہذیب و تمدن کو خیرباد کیا جائے
بلکہ وہ اکثر یونانی طرز کی ورزشن اور موسیقی کے مقابلے منعقد کرتا رہتا
تھا۔ بہت سے شہر آباد کر کے اُس نے آزاد یونانی بلدیہ کو ہی اپنی سلطنت
کی گویا بنیاد قرار دیا، جس کی ترتیب انواع و اقسام کے عناصر سے
ہوئی تھی۔ یوروپی یونانی کی نگاہ میں اُس کی حیثیت محض ایک رہبر
کی سی تھی، اور اسپارٹی تو آخر زمانے تک اس سے الگ تھلگ رہے۔

---

[۱۱] اے مے یر: "تاریخ مصر" E. Meyer : Gesch. Aegyptens صفحہ ۵۸، مصری
اپنے بادشاہوں کو اپنا معبود تصور کرتے تھے۔ حکمرانوں کی پوجا کے لئے دیکھو
اے ہرش فیلڈ: "تاریخ تمدن شہنشاہی روما" O. Hirschfeld : Zur Gesch. der
roemischen Kaiser-Kultus روداد اکاڈمی برلن، ۱۸۸۸ء، ۱۹ر جولائی۔

باب ۲۷

اسی طرح بعض ایشیائی یونانی بھی اُس کے خودمختار حلیف تھے (مثلاً بحیرۂ افشین پر ہرقلیہ کا طاقتور بلدیہ) اور ان کے علاوہ ایسے ایشیائی قبائل بھی تھے جو پہاڑوں میں رہتے اور بالکل آزادانہ زندگی بسر کرتے ہیں اس کا پوری طرح سے علم نہیں کہ فوج کی تنظیم میں کیا اُصول مدنظر رکھا جاتا تھا اور غالباً سکندر نے اسکی تکمیل کو کسی دوسرے موقع کے لئے اُٹھا رکھا تھا۔ ہم نے سکّوں کے مسئلے پر ایک حاشیے میں غور کیا ہے[۱۲]۔

[۱۲] سکندر کے سکّے۔ خصوصیت کے ساتھ مطالعہ کرو ل' میولر: "سکّہ جات سکندر اعظم" L. Mueller Numismatique d' Alexandre le Grand کوپن ہاگن ۱۸۵۵ء؛ امہوف بلومر: "سکّہ جات یونان" Imhoof-Blumer : Monnaies grecques ۱۸۸۳ء؛ خاصکر ص ۱۱۸ تا ۱۲۳؛ اور تمام مبحث کا لبِ لباب' ہیڈ: "تاریخ مسکوکیات" : Head H. N. صفحہ ۱۹۷ وغیرہ۔ سکندر کے باپ فیلقوس ہی نے سکّہ سازی میں ایک خاص جدت کی تھی۔ وہ فلپی کے سونے کی کانوں کا مالک تھا' چنانچہ اُس نے جو طلائی سکّے بنوائے اُن پر لفظ "فلپون" کندہ تھا اور انہیں اُن سے پہلے کے سکّوں کی بجائے رائج کیا جن پر الفاظ "تھاسیون ایپائرو" کھدے ہوئے تھے۔ رفتہ رفتہ شہر کا نام نکال دیا گیا اور یہ سکّہ تمام قلمرو مقدونیہ میں رائج ہو گیا (ہیڈ: "تاریخ مسکوکیات" ۱۹۲)۔ لیکن فیلقوس اپنے نقرئی سکّے فنیقی معیار پر بنواتا تھا جس کی ایک چودرہمی ۲۲۴ گرین کی ہوتی تھی' جس کی وجہ سے تیس درہموں کی قیمت ایک طلائی استاتر کے برابر ہوتی تھی اس لئے کہ چاندی اور سونے کی باہمی مناسبت ۱ : ۱۲ $\frac{1}{2}$ کے مساوی تھی (ہیڈ: "تاریخ مسکوکیات" ۱۹۲)۔ فیلقوس کے سکّوں پر ایک طرف تو زیوس' اپولو اور ہرقل کی شبیہیں نظر آتی ہیں اور دوسری جانب مختلف قسم کے ورزشی کھیلوں (مثلاً سواری کے گھوڑوں) وغیرہ کی شکل نظر آتی ہے۔ تختنشینی کے بعد ابتدا میں تو سکندر نے سکّوں کو ہاتھ نہیں لگایا اس لئے کہ اُس کے پاس سونے چاندی کا اس قدر ذخیرہ نہیں تھا کہ جدید سکّے بنوا سکے۔ جب اس کے پاس کافی ذخیرہ ہو گیا تو (جیسا امہوف کا بیان ہے) اُس نے سب سے پہلے نقرئی سکّے بنوائے جن کے

باب ۲۷ | وہ ہمیشہ اُن تمام تحریکات کی پشت پناہی کرنا اپنا فرض سمجھتا تھا جو

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ ایک طرف زیوس کی شبیہہ اور دوسری جانب ایک عقاب اور گرتی ہوئی بجلی کی شکل کندہ ہے جس کے چہار طرف "الگزندرو ڈ" لکھا ہوا ہے۔ اس سلسلے کی جو چودرہمیاں ہیں وہ بھی فینقی معیار ہی کی ہیں (۲۷ء۳ گرین) لیکن درہم، تیوبولی، دواوبولی اور اوبول یہ سب اٹیکائی معیار کے ہیں اور زمانۂ مابعد میں سکندر نے اپنے جملہ سکّوں کو اسی معیار پر ڈھالنا شروع کیا۔ سکّوں کے میدان میں یہ اُس کی سب سے بڑی جدّت تھی کہ اس نے چودرہمیوں اور دوسرے تمام سکّوں کے لئے اٹیکائی معیار کو رائج کردیا۔ نام نہاد "اسکندری" سکّوں کی بے شمار تعداد موجود ہے جن سے وہ سکّے مراد ہیں جن پر یہ لفظ "الگزندروؤ" کندہ ہے؛ مثلاً چودرہمیاں جن کے ایک طرف شیر کی کھال پہنے نوجوان ہرقل اور اور دوسری طرف زیوس تخت پر بیٹھا نظر آتا ہے؛ اور طلائی سکّے، جن کے ایک طرف پالاس کا سر اور دوسری طرف ایستادہ نیکے ہے۔ لیکن ابھی تک متبصرین سکہ جات اس بات پر متفق نہیں ہوئے کہ ان سکّوں میں سے کتنے خود سکندر نے مسکوک کرائے ہوں گے اور کتنے اُس کے جانشینوں نے، اور عام طور پر یہ مان لیا جاتا ہے کہ ان سکّوں میں سے اکثر و بیشتر سکندر کے جانشینوں کے ہی زمانے کے ہوں گے۔ اپنی فتوحات کے زمانے میں مختلف شہروں کے اتنے سکّے اُس کے تصرف میں تھے اور اتنی دارائیاں مال غنیمت کے طور پر اُس کے ہاتھ لگی تھیں کہ مدت دراز تک اُس کے اپنے سکّے کی ضرورت ہی پیش نہیں آئی۔ انواع سکہ جات کی بابت گارڈنر کے خیالات (انواع Types صفحۂ ۵۱) دلچسپ ہیں :- سکندر سے پہلے مقدونیہ کے سکّوں پر وہاں کے موروثی معبودوں یعنی آرلیس اور اپولو کی شبیہیں کندہ تھیں؛ لیکن سکندر نے اپنے طلائی سکّوں کے لئے پالاس اور اُس کی خادمہ نیکے اور اپنے نقرئی سکّوں کے لئے ہرقل اور اولمپوسی زیوس کا انتخاب کیا، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ شاید اُن تمام اعلیٰ مرتبت معبودوں کو اپنا ہمنوا بنانا چاہتا تھا جو ہم الیوم کے موقع پر یونانیوں کے مدد و معاون قرار دئے گئے تھے؛

باب ۲۷

اُس کے نزدیک کارآمد ہوں ۔ ایشیا کے عظیم الشان خزانے، جو اُس کی موت کے بعد بھی تقریباً ویسے کے ویسے ہی رہے، صرف سپاہیوں کی مٹھی گرم کرنے یا بے ایمان حکام کی جیبیں بھرنے کے لئے نہیں سمجھے گئے، بلکہ سکندر نے اُنھیں بابلستان کے نظام نہری کی مرمت کو یائی جھیلوں کی نکاسوں کی صفائی اور یونان کے مسمار شدہ بت خانوں کی تعمیر پر لگایا اور اس آخری کام کے لئے اُس نے دس ہزار تالنت بالکل علیحدہ رکھ دئے ۔ ہم پڑھتے ہیں کہ اُس نے کلازومے نائے کی بندرگاہ میں ایک پشتہ بنوایا، اور اس شہر کے قریب جو خاکنائے ہے اُسے کٹوا کر راستہ نکالنے کی کوشش کی ۔

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ اس لئے کہ اُس کے نزدیک الیوم کی مہم اُس کے لئے گویا ایک نمونہ تھی ۔ ہم دیکھتے ہیں کہ اگامیمنون کی فوج کی محافظہ تو پالاس تھی، لیکن زیوس کی عنایت کی وجہ سے اُسے کامیابی کا سہرا ملا، اور ہرقل کچھ عرصے پیشتر ٹروائے کو تاراج کر چکا تھا ۔ یہاں یہ بیان کرنا مناسب ہے کہ ایشیا میں قدم رکھنے سے پہلے سکندر نے زیوس، اتھینے اور ہرقل کے نام پر قربانیاں کی تھیں؛ یہ آرین ۱، ۱۱، ۶ میں منقول ہے، اور یہ پارہ اس طرز بیان کی ایک نہایت نفیس مثال ہے کہ کس طرح مسکوکیات و تاریخ ایک دوسرے کی مثال پیش کرتے ہیں ۔" اب سکندر نے ان معبودوں کی شکلوں سے اپنے سکّوں کو مزیّن کیا جو ایشیا اور یورپ کے مختلف ممالک میں رائج تھے اور جس طرح سکندر کے سپہ سالاروں کو اُس کی جنگی تدابیر اور اس کے مفتوحہ ممالک ورثے میں ملی تھیں اسی طرح یہ معبود بھی گویا اُسی سے انھیں ملے ۔ سکندر کے جدید سکّوں کے ساتھ ساتھ پرانے بلدی سکّے اور بعض صوبہ داروں (مثلاً سکس کی رائے کے بموجب مازائیوس والی بابل) کے سکّے بھی رائج رہے، اور اس میدان میں بھی سکندر نے نہایت ہی کم مداخلت کی۔ نیز مقابلہ کرو ٹروائے سن ۱، ۱۱، $\frac{۳۰۲}{۳۰۸}$، ۳۳، ۲۳۳ ۔ شہروں کو محض سکندری سکّوں کے استعمال پر مجبور نہیں کیا جاتا تھا۔ سکندر نے تانبے کے سکّے اپنی تمام سلطنت کے لئے نہیں بنوائے بلکہ ان کی ٹکسیک صرف مقدونیہ ہی کیلئے کافی سمجھی گئی؛ دیکھو بابلوں: "شاہان سوریہ" (Babelon : Rois de Syrie) صفحۂ xiii

باب ۱۷

نیارخوس کو تحقیقاتی مہم پر روانہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ سکندر حکمیاتی انکشافات کا بغایت دلدادہ تھا۔ ہم پڑھ چکے ہیں کہ اُس نے ہندوستانی جوگیوں سے بھی روابط پیدا کئے جن کا مقصد کوئی مادّی فائدہ حاصل کرنے کے بجائے صرف علم پروری تھی۔ وہ شاعروں، فلسفیوں اور نقّاشوں کی دل سے قدر کرتا تھا۔ جب ارسطاطالیس نے موالید ثلاثہ کے میدان میں تحقیقات و تجسّس کر کے اُس کے نتائج بادشاہ کے سامنے پیش کئے تو اُس نے اُسے آٹھ سو ٹالنٹ (یعنی تقریباً تین لاکھ روپے) انعام دیا۔ ہم ڈروائے سن (۱، ۲، ۲۹۶) سے متفق ہو کر اس روایت کو باور کرنے میں مضائقہ نہیں سمجھتے اس لئے کہ یہ رقم گویا اُن سب علوم و فنون کا انعام تھا جن کا ارسطاطالیس ماہر تھا اور جن میں اس فلسفی نے غیر معمولی قابلیت کا ثبوت دیا تھا۔ اس میدان میں بھی ہم سکندر کو دُنیا کے عظیم ترین حکمرانوں میں شمار کرتے ہیں، اور جب ہم دیکھتے ہیں کہ وہ جنگی مہمات میں مسلسل منہمک رہتا تھا تو ہمارے دل میں اُس کی عظمت المضاعف ہو جاتی ہے۔ اپنی زندگی کے آخری ایّام میں بھی اُسے مزید جنگی مہمات کی تیّاری سے بمشکل فرصت تھی۔

ہم یہ متعدّد مرتبہ دیکھ چکے ہیں کہ یونانیوں نے دو قسم کے خیالات کو بہت کچھ ترقی دی، ایک تو اپنی حکومت خود اختیاری کا ارتقا اور دوسرے اُن غیر یونانیوں سے جنگ جن کے مقابلے میں وہ اپنے آپ کو یونانی تصوّر کرتے تھے۔ ایتھنز نے دونوں باتوں کی تکمیل کے لئے کوشش کی لیکن دراصل وہ صرف پہلے ہی مسئلے کو حل کر سکا۔ جو کام ایتھنز سے پورا نہ ہو سکا وہ سکندر نے نہایت تیزی و تابناکی کے ساتھ پورا کر دکھایا، اور ان دونوں مقاصد کی انجام دہی ہی کی وجہ سے وہ دُنیا کے عظیم الشّان انسانوں میں شمار کرنے کے قابل ہے۔ ہمارے خیال میں مطلق العنانی کی طرف اُس کا جو میلان نظر آتا ہے اُس سے اُس کی

باب ۲۷

عظمت میں کوئی بدیہی فرق پیدا نہیں ہوتا۔

ہماری رائے میں اگر یونانیوں نے سکندر کی مہمات میں ذرا زیادہ ہمدردی کا اظہار کیا ہوتا تو نتیجہ اس سے بھی زیادہ قابل اطمینان ہوتا، اور اُن یونانیوں میں سے جو روپیہ لے کر ایرانی فوج میں بھرتی ہو گئے تھے، نصف بھی سکندر سے آ ملتے تو نئی مملکتوں کو اس مقدونوی نمونے کی شخصی حکومت قائم کرنے کی ضرورت پیدا نہ ہوتی جو اُن میں نظر آتی ہے لیکن یونانیوں نے مہمات سکندری میں مطلق کوئی حصہ نہیں لیا جسکی وجہ سے جو کچھ کامیابی اُن میں ہوئی اُس کے مستحق مقدونوی ہی قرار پائے اور بنی نوع انسانی کو اُس سے بدیہی نقصان پہنچا۔ عجیب بات ہے کہ جس قسم کا برتاؤ یونانی اجیر سپاہیوں نے دارا کے ساتھ کیا اس سے بدتر برتاؤ تنخواہ دار مقدونوی سپر برداروں نے یومنیس کے ساتھ کیا جو خود ایک یونانی تھا۔ پردکاس کی موت کے باعث خود مقدونوی ہوئے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ بلخستان و ہندوستان میں جو یونانی سلطنتیں قائم ہوئیں وہ نسبتہً زمانۂ دراز تک رہیں، جس کی وجہ شاید یہی ہوگی کہ اُن کے رہبر واقعی یونانی الاصل تھے[۵۱۳]۔ بہر نوع ہم اس کتاب کی چوتھی جلد میں دیکھیں گے کہ خود دیادوخی سلطنت یونانی فکر اور یونانی تمدن کا گویا ایک قدرتی پیداوار تھی۔

سکندر کی غیر معمولی اہمیت اُن افسانوں اور قصوں سے ظاہر ہوتی ہے جو رفتہ رفتہ اُس کے نام کے ساتھ وابستہ ہو گئے۔ ان افسانوں کی ابتدا اُس کی موت کے بعد ہی مصر میں ہوئی اور قدیم اور وسطی دونوں زمانوں میں اُنمیں اضافے ہوتے رہے تخت نشینی کے بعد اُسکی زندگی کا بیشتر حصہ مشرق میں بسر ہوا تھا اسلئے اُسکی بابت جو قصے اور افسانے بعد میں زباں زد خاص و عام ہوئے اُن کا منبع مشرق ہی میں تھا، اور مغرب نے صرف اسپر اکتفا کیا کہ مشرقی تخیل کے اس پیداوار کو لے کر زیادہ قطع و برید کئے بغیر اُن سے محظوظ ہو۔ اس قسم کے ادبیات کی مثال

۵۱۳ شپیگل (۲، ۵۸۱) کہتا ہے کہ ایران کی فتح سے خود اُس ملک کو فائدہ پہنچا۔

باب ۲۷

کے طور پر وہ تاریخ پیش کی جاتی ہے جسے کالس تھنیس کے ساتھ منسوب کیا جاتا تھا اور جس کا یولیوس والے ریوس والا لاطینی ترجمہ اس وقت تک موجود ہے۔ اس افسانے کے مطابق سکندر فیلقوس کا بیٹا نہیں بلکہ ایک مصری بادشاہ نکتانے بوس کا فرزند ہے، جو ایک نجومی کا بھیس بدل کر مصر سے فرار ہوتا ہے اور پیلا آکر پناہ لیتا ہے۔ اپنی ابتدائی مہمات میں سکندر صرف تھبز پر ہی نہیں بلکہ ایتھنز پر بھی قبضہ کرتا ہے، اور وہاں سے اٹلی جاکر رومنوں کو بھی اپنا مطیع و منقاد کرتا ہے۔ اُس کی ایشیائی جاں بازیوں کے سلسلے میں بعض عجیب و غریب قصے پرو دیئے گئے ہیں، مثلاً بڑے بڑے چیونٹے اُس کی سدّ راہ بنتے ہیں؛ وہ ستون ہائے ہرقل جاتا ہے؛ وہ ایسے انسانوں سے دوچار ہوتا ہے جن کے چھ چھ ہاتھ پاؤں ہیں؛ ایسی مچھلیاں دیکھتا ہے جو ٹھنڈے پانی میں پکائی جاتی ہیں اور جن کے معدوں میں ایک چمکدار پتھر ہوتا ہے؛ وہ قنطوروں سے جنگ آزما ہوتا ہے؛ وہ انتی گونوس کے بھیس میں میروے کی ملکہ کنداکے سے ملتا ہے*؛ وغیرہ وغیرہ۔ اس فسانے کے بموجب سکندر کو زہر دیا جاتا ہے، لیکن موت سے پہلے اُس کا وفادار گھوڑا بوکے فالوس آکر روتا ہے اور اُس غلام کو جس نے زہر دیا تھا مار کر خود بھی مر جاتا ہے*۔

اسی قسم کے بہت سے افسانے جن کا منبع و مصدر مصر تھا، بہت جلد دیار مشرق میں پھیل گئے۔ بعض کو نظم کا جامہ بھی پہنایا گیا، جن میں سے اہم ترین وہ افسانے ہیں جنھیں فردوسی نے اپنی مشہور و معروف نظم موسومہ شاہنامہ میں شامل کیا ہے۔ لیکن شاید چونکہ فردوسی خود ایرانی النسل تھا اس لئے اُس نے سکندر کو بجائے مصری کے ایرانی

* میروے (حبش) کی ملکہ کنداکے دراصل پہلی صدی ق م میں تھی۔ (مترجم اردو)۔
* بوکے فالوس میدان دریائے جہلم ہی میں مر چکا تھا۔ (مترجم اردو)۔

باب ۲۷

بنایا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ دارابِ شہنشاہ ایران فیلقوس رومی (یعنی یونانی) کی لڑکی سے شادی کرتا ہے، لیکن اس کے بعد ہی اُسے طلاق دیکر ایک دوسری عورت سے نکاح کرلیتا ہے۔ اُس کے دو بیٹے ہوتے ہیں، ایک تو سکندر "رومی" شاہزادی کے بطن سے اور دوسرا دارا دوسری بیوی کے بطن سے۔ ہمارے نزدیک ان افسانوں میں جو بات ملحوظ ہے وہ یہ ہے کہ مشرقی اقوام کسی غیر کے ہاتھ سے اپنے زیر ہونے کے قصّے سننا پسند نہیں کرتیں، چنانچہ مصری سکندر کو اپنا اور ایرانی اُسے اپنا ہم وطن بنا لیتے ہیں۔ بہرحال سکندر دارا کے مقابلے کے لئے جاتا ہے اور اُس کی اور اُس کے حلیف فور ہندی کی متحدہ افواج کو شکست دیتا ہے۔ اس کے بعد سکندر ملکۂ معظمہ کا رخ کرتا ہے، نیطقون (انتی گونوس) کا بھیس بدل کر ملکۂ قیدافہ + سے ملتا ہے، اور دنیا کا چکر لگاتا ہے۔ فردوسی دراصل اُن مہمات کو جو فرضی کالس تھنیس نے بیان کی تھیں، چاروں سمتوں میں تقسیم کر دیتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ سکندر شمال کی طرف حضرت خضرؑ کے ساتھ ظلمات کی طرف گیا لیکن راستے میں بھٹک جانے کی وجہ سے وہ سرچشمۂ آب حیات تک نہیں پہنچ سکا۔ اُس نے پانچ سو گز اونچی پیتل کی دیوار بنائی تاکہ یاجوج و ماجوج کی دست بُرد سے بچ سکے جن کے سر گھوڑوں اور اونٹوں کے سے تھے اور جن کے کان اتنے بڑے تھے کہ ایک کو بچھا لیتے تھے اور دوسرے سے خیمے کا کام لیتے تھے۔ باوجود اس تن و توش کے وہ سکندر کو زیر نہیں کرسکتے۔ اس کی لاش کے لئے رومی (یورپ) اور ایرانی جھگڑا کرتے ہیں اس لئے کہ اپنی موت سے پہلے اُس نے ارسطاطالیس کے کہنے سے یہ حکم دیدیا تھا کہ ایران کے عمائد و کبار کو اُس کی سلطنت کا ایک ایک حصّہ دیدیا جائے۔

+ معلوم ہوتا ہے کہ فاضل مولّف کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ قیدافہ کسی ملکہ کا نام نہ تھا بلکہ "بادشاہ اندلس" کا نام تھا (مترجم اردو)۔

باب ۲۷ فال گویہ حکم دیتا ہے کہ اُس کی لاش اسکندریہ میں رہے۔ اسی قسم کے دوسرے قصّے عرب مصنّفوں کی تحریروں میں بھی ملتے ہیں، جن میں سے مسعودی والا قصّہ اس لئے دلچسپ ہے کہ اس میں پہلی مرتبہ سکندر اور ایک قدیم افسانی سورما "ذوالقرنین" کو ایک دوسرے کا مترادف بتایا گیا ہے۔ "ذوالقرنین" کا قصّہ قرآن مجید میں مرقوم ہے، جس میں بیان کیا گیا ہے کہ اُس نے یاجوج و ماجوج سے اپنے مُلک کی حفاظت کرنے کی غرض سے دو پہاڑوں کے درمیان ایک دیوار بنائی۔ لفظ "ذوالقرنین" کے معنی دو سینگوں والے کے ہیں، اور ممکن ہے کہ یہ خطاب "فرزند عمون" کے لئے انسب ہو۔ لیکن بعض مصنّف اس میں شک کرتے ہیں کہ قرآنی "ذوالقرنین" سے مراد واقعی سکندر ہی ہوگا۔ اگر یہ دونوں ایک ہی شخص کے دو نام ہیں تو پھر وہ بھی مسلمانوں کے نزدیک حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ کی طرح ایک پیغمبر ہوا۔ جب اسلام اپنے پیشرو مذاہب کو آسمانی تسلیم کرتا ہے اور اُس کے بانیوں کو پیغمبر مانتا ہے تو پھر (مصنّف کتاب ہذا کے نزدیک) یہ ممکن تھا کہ وہ سکندر کو اُس یونانی قوم کا قائم مقام سمجھے جو اُسے اپنا بادشاہ، سورما بلکہ معبود مانتی تھی۔ عیسائی یورپ نے دوسرے افسانوں کی طرح سکندر کا افسانہ بھی ایشیا سے لیا اور اُسے مختلف مُلکوں کے رزمیہ کارناموں میں سب سے ہر دلعزیز جگہ ملی۔ اُسے مختلف فرانسیسی و جرمانی سانچوں میں ڈھالا گیا جن میں سے بہترین لامبر یخت کا قصّہ ہے جو بارھویں صدی عیسوی میں مرتب ہوا تھا۔ اس نظم کا زورِ بیان، سلاست و لطافت نہایت درجہ لائق تحسین ہیں اور اُس میں سورما کی جاں بازیاں بالکل اوڈیسی کے سے پیرائے میں منظوم کی گئی ہیں۔ سکندر کے ایک خط کی نقل کی گئی ہے جس میں مرقوم ہے کہ کس طرح وہ جنت میں جانا چاہتا تھا اور کیسے وہ آخر کار اس نتیجے پر پہنچا کہ وہ محض "تکبّر" کی وجہ سے آگے نہیں بڑھ سکتا نہ سلطنت الٰہیہ میں داخل ہو سکتا ہے۔ اہل مغرب کی ہمیشہ یہ خواہش رہی ہے کہ انھیں کسی طرح سے

باب ۲۷

مشرقی عجائب وعزائب سے واقفیت حاصل ہوجائے، اور سکندری افسانوں سے یہ خواہش ایک حد تک پوری ہو جاتی ہے۔ اس طرح ہم ان نظموں سے واقعی تاریخ سکندری کی گویا ابتدا تک پہنچ جاتے ہیں۔ سکندر چاہتا تھا کہ کسی طرح وہ اکی لیس ثانی بن جائے چنانچہ اُسے کسی ہومر کی ضرورت تھی۔ یونانیوں نے اُس کے رتبے کو اکی لیس سے بھی بڑھا دیا اور وہ سمجھنے لگے کہ اکی لیس اور اگے میم نون دونوں گویا اس میں حلول کئے ہوئے ہیں اس لئے کہ اُس نے جو کچھ کیا وہ ٹروائے والے سورماؤں سے کہیں زیادہ تھا۔ باوجود اس کے یونانیوں نے تو اُس سے اپنی علٰحدگی کا اعلان کیا، لیکن اسلامی ایشیا اور عیسائی یورپ کی قوموں نے جو اُس کے زیر کردہ تمدن کی گویا جانشین تھیں، ایرانیوں اور سامانیوں کے اس فاتح کو ایک ہومر دے دیا اور اس طرح اُس کے مقصد کو اُس کی موت کے بعد پورا کر دیا۔ ہمارے اس موجودہ عہد انتقاد میں اُسکی شخصیت کے متعلق مورخوں کے مابین جو مباحث ہو رہے ہیں اُنسے اس عظیم الشان انسان کی قدر و منزلت کا اندازہ ہو سکتا ہے اور یہی ایک ناچیز ہدیہ ہے جو ہم اُس کی نذر کر سکتے ہیں [۱۱]۔

---

[۱۱] سکندر کی بابت جو قصے مشہور ہوئے اُن کے لئے دیکھو شلیگل ۲، ۵۸۲۔ فرضی کالس تھنیس کی تصنیف کی ادارت ک۔ میولر نے (پیرس ۱۸۴۶ء) اور ا؛ تساخر A. Zaoher "فرضی کالس تھنیس" (ہالے ۱۸۶۷ء) نے کی ہے۔ نیز دیکھو بج: "سکندر اعظم کی زندگی اور اس کی جاں بازیاں E. A. W. Budge: The Life and exploits of Alexander the Great کیمبرج یونیورسٹی پریس ۱۸۹۶ء؛ اسمیں فاضل مصنف نے نہایت عمدگی سے بعض اتھیوپی (حبشی) قلمی نسخوں جو نوادر خانۂ برطانیہ اور پیرس کے کتاب خانۂ قومی میں موجود ہیں، مرتب کیا ہے اور اُنھیں انگریزی ترجمے کے ساتھ چھاپ دیا ہے۔ (واضح ہو کہ اس کتاب کی

باب بست و ہشتم

سسلی و اٹلی

جس تابناکی و درخشانی کے ساتھ یونانی تہذیب و تمدّن نے

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ طباعت و اشاعت لیڈی میوک کی مرہون منت ہے) جناب مدیر کہتے ہیں کہ یہ تواریخ محض اُن عربی اصل کے تراجم ہی پر مشتمل نہیں ہیں جو محرروں کے پیش نظر تھے، بلکہ اُن سے عیسائی حبشیوں کا یہ خیال بھی ظاہر ہوتا ہے کہ ایک نہایت طاقتور اور فاتح و ناصر بادشاہ کو کیسا ہونا چاہیئے۔ مقابلہ کرو پ۔ میئر: "زمانۂ وسطیٰ کے فرانسیسی ادبیات میں سکندر اعظم کا رتبہ" P. Meyer : Alexandre le Grand dans la litterature francaise du moyen age ۲ جلد، پیرس ۱۸۸۶ء۔ یہ عجیب و غریب بات ہے کہ فرضی کالس تھنیس میں خود دیوس تھنیس سکندر کی موافقت میں ایک تقریر کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ لیف مان اپنی "تاریخ ہند" Lefmann : Gesch. Indians صفحۂ ۷۵۴ میں کہتا ہے کہ "ہندوستان میں اس مقدونوی فاتح کی یاد بالکل محو ہو گئی ہے اور یہاں اُس کی حکومت کا مطلق کوئی اثر باقی نہیں رہا۔ دیکھو گرویئوس: "تاریخ نظم المانی" Gervinus : Gesch. der Deutschen Dichtang جلد ا، ص ۲۱۱ ۲۳۱ ۔گو یہ مصنّف ہمیشہ عمومی خیالات کا راگ الاپتا ہے تاہم وہ سکندر کے متعلق مفصلۂ ذیل رائے کا اظہار کرتا ہے (صفحۂ ۲۱۳): "اس عجیب و غریب انسان کو حال ہی میں وہ رتبہ دیا گیا ہے جس کا وہ

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ مستحق ہے، اور ابھی تک ایسا کوئی مورخ پیدا نہیں ہوا جو سکندر کے کارناموں اور تاریخ عالم کے مابین جو تناسب ہے اُس کا صحیح اندازہ کر سکتا ہو۔ مشرق اور مغرب دونوں میں سکندر نے گویا ایک نئی دُنیا کا انکشاف کیا، اور دونوں کے شعرا اور ادیبوں نے اُس کی ولادت اور اُس کی فتوحات کی عزت کا خود اپنے اپنے ملکوں کو مستحق گردانا ہے، دونوں نے انسانی عظمت کے جملہ عناصر کو اُس کے ساتھ وابستہ کرنے کی کوشش کی ہے اور عیسائی و غیر عیسائی اقوام نے جنت کے دروازے اُسکے لئے گویا کھول دئے ہیں۔ حضرت مسیح کی بعثت سے سیکڑوں برس پہلے سکندر نے عیسائیوں کے عقیدۂ مساوات بنی آدم کے واسطے گویا راستہ صاف کر دیا اور اُن تعصبات کو مٹا دیا جو مدارج انسانی کے متعلق یونانیوں اور مقدونیوں کے دلوں میں جاگزیں تھے اور جن کے مطابق انسان کو یونانیوں اور بربریوں میں تقسیم کر دیا گیا تھا۔ ہماری رائے میں اگر دیار مشرق میں یونانی تمدن نہ پھیل جاتا تو شائد عیسوی مذہب کی بنیاد اس قدر مضبوط ہونا ممکن نہ ہوتا۔" موجودہ جلد کے متن میں مجھے سکندر کے محض ذاتی کارناموں پر اکتفا کرنا پڑا ہے، اور گروٹیوس نے جو آخری بات اُٹھائی ہے اُس کے و نیز سکندر کی شہنشاہیت کے تاریک پہلو کے لئے چوتھی جلد کا انتظار کرنا پڑے گا۔

سکندر کی اپنے عہد کے لئے ایک نہایت ممتاز شخصیت تھی، اس لئے کہ اُسکے زمانے میں بجو اس کا فیشن تھا درآنحالیکہ وہ عمل کا پتلا تھا؛ اُس کا عہد تنگ لوگوں سے بھرا تھا اور اُس میں عوام الناس کے تنگ ترین خیالات کو رام کرنے کی کوشش کی جاتی تھی، لیکن خود اُس میں عزم و استقلال بھرا ہوا تھا اور وہ بنی آدم کے اعلیٰ ترین جذبات پر انحصار کرتا تھا۔ اُس کا بچوں کا سا اعتماد و اعتبار اور مردانہ وار توانائی، اُس کی تیز طبیعت اور تیز تر چلت پھرت، اس کی مکمل ذہنی کیفیت اور علوم و فنون کی سرپرستی، اُس کا فوجی زندگی سے عشق اور عظیم الشان انتظامی قابلیت،

باب ۲۱ اُسے سسلی میں طرح طرح کی دقتیں پیش آتی ہیں اور اٹلی سے اُسے ہٹ ہی جانا پڑتا ہے[۱]

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ ان سب صفات و عادات کے یک جا ہونے سے نہ صرف تاریخ یونان بلکہ تاریخ عالم میں اُس کا رتبہ نہایت ارفع و اعلیٰ ہے۔ ہمارے خیال میں وہ گویا تمام یونانی خصوصیات کا ایک شاعرانہ مجسمہ ہے۔ اس میں اکی لیس اور اپامینونداس دونوں کے خصائص پائے جاتے ہیں، اس لئے وہ یونانی زندگی کا ایک پورا قائم مقام ہے؛ بلکہ حق تو یہ ہے کہ اُس میں فارقلیس کی سی سیاسی دور رسی، حق پرستی و حسن پسندی بھی پائی جاتی ہے۔ قدرت نے اُسے الکبیادیس سے کہیں زیادہ اپنی قوت کا مظاہرہ بنایا، لیکن الکبیادیس کے برعکس سکندر کی زمین ثمر آور ثابت ہوئی اس لئے کہ سکندر کو جو تعلیم و تربیت ملی تھی اُس کے ذریعے سے وہ اپنی قابلیتوں سے بڑے بڑے کام نکالنے لگا اور اپنی قلیل زندگی میں اُس نے نقصان کم کیا اور فائدہ زیادہ پہنچایا۔ خود موم سن بھی Mommsen : Roem. Gesch. (جلد ۵، صفحۂ ۴۴۶) کہتا ہے کہ سکندر کا عہد یونانی تہذیب و تمدن کی "معراج کمال" کا ایک نمایاں مظاہرہ تھا۔

[۱] سسلی کے لئے دیکھو ہولم: "تاریخ سسلی بزمانۂ قدیمہ" Holm : Geschichte Siciliens in Alterthum ۲ جلد؛ میلتزر: "تاریخ قرطاجنہ" Meltzer Gesch. der Karthager ایک جلد، برلن ۱۸۷۹ء؛ کاوالاری و ہولم: سرقوسہ کی آثاری توصیف" Cavallari and Holm : Topografia archaeologica do Siracusa پالرمو، ۱۸۸۳ء مع ایک کتاب نقشہ جات؛ جرمانی ترجمۂ لوپوس Lupus "بلادیۂ سرقوسہ بزمانۂ قدیمہ" Die Stadt Syrakus im Alterthom اشٹراس برگ ۱۸۸۷ء۔

اوّل الذکر دو کتابوں میں مخصوص تصانیف کا ذکر دیا ہوا ہے۔ پلوٹارک اور دیودوروس کے استناد کے مابین حکم لگانے کے وقت (مثلاً تمولیون کے حالات کے سلسلے میں) میں نے اوّل الذکر کو ترجیح دی ہے۔ کلاسین Klassen نے

ہم اس کتاب کے گیارھویں باب میں پڑھ چکے ہیں کہ سسلی سے باب ۲۸
جلاوطن ہو جانے کے بعد دیون کے بہت سے دوستوں نے افلاطون
کے شاگرد سپیوسی پوس کے ذریعے سے اُس سے یہ استدعا کی کہ وہ
آکر سرقوسہ کو آزاد کرائے جسے دیون نے منظور کر لیا۔ اُسے اجیر سپاہی
مہیّا کرنے میں کچھ زیادہ دقّت اُٹھانی نہیں پڑی اس لئے کہ اُس زمانے
میں ہر جگہ اُن کی افراط تھی، اور دیونی سیوس کے خزانے کی کشش ایسے
لوگوں کے لئے بہت موثر ثابت ہوئی۔ بہرحال سنہ ۳۵۷ ق م میں دو تین
بار برداری کی کشتیوں اور دو تیس چپوؤں والے جہازوں میں آٹھ سو
سپاہی اور بہت سا سامان رسد و اسلحہ لے کر زاکینتھوس کی طرف
چلا۔ اوّل تو ہوا نے اُسے خلیج سیرتس اعظم پہنچا دیا، لیکن آخرکار اُس نے
سسلی کے جنوبی ساحل پر قرطاجنی شہر منوا کے قریب لنگر ڈالا جس کا
والی ایک یونانی تھا جو دیون کا دوست بھی تھا۔ اُس نے دیون کے
اقدام کی مزاحمت سے احتراز ہی نہیں کیا بلکہ سرقوسہ کی طرف اُس نے
جو پیش قدمی کی اُس میں ممد و معاون ہوا، اور چونکہ دیونی سیوس اُس وقت
اطلی میں تھا اس لئے اس موقع کو غنیمت جان کر جب دیون فوراً
سرقوسہ کی طرف بڑھا تو والیٔ منوا نے اس کی اعانت کی۔ راستے میں
اس کی فوج میں برابر اضافہ ہوتا گیا تا آنکہ اُس کی تعداد بیس ہزار تک ہو گئی۔
جب وہ سرقوسہ میں داخل ہوا تو ہر کس و ناکس نے اُسے خوش آمدید کہا

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ حالات تمولیون کی بابت جن خیالات کا اظہار کیا ہے ان میں وہ
اس رائے کے موافق نہیں ہے؛ دیکھو سالیانہ" N. Jshrbueh سنہ ۱۸۸۶ء و سنہ ۱۸۸۸ء۔
اس کی رائے میں دیودوروس کے بیان کو جس کی بنا تھیوپومپوس پر ہے، پلوٹارک
پر ترجیح ہونی چاہئے اس لئے کہ آخر الذکر کا مآخذ تمائیوس تھا جو خود ایک مخصوص فریق کا پیرو
تھا۔ لیکن کیا دیودوروس کا وہ قصہ جس میں وہ للی بائیوم کے مقام پر قرطاجنیوں کے خوف زدہ ہونے
کی کیفیت بیان کرتا ہے، اور جس کا ذکر متعاقب دیا ہوا ہے، تمائیوس سے نہیں اخذ کیا گیا؟

باب ۲۸ لیکن جزیرۂ اورتی گیہ اور اقلیمی ساحل کے بعض حصوں پر برابر دیونی سیوس کے اجیر سپاہیوں ہی کا قبضہ رہا۔ دیونی سیوس نے چال چل کر دیون کے ساتھ اثنائے گفتگو میں اُس پر حملہ کر دیا لیکن اس میں اُسے کامیابی نہیں ہوئی۔ اب اُس نے دوسری تدبیروں کے ذریعے سے اپنا مقصد حاصل کرنا چاہا۔ دیون اُس کا قریب کا عزیز تھا، چنانچہ خودسر نے اپنی رعایا کو یہ باور کرایا کہ دراصل دیون آزادی وحریت کا دل سے خواہاں نہیں بلکہ خودسرانہ حکومت کا موید ہے اور خود حکمراں بننا چاہتا ہے، اور جب ایک سرقوسی مسمی ہرقلیدیس چند جہاز اور اجیروں کی فوج لے کر دیونی سیوس کے خلاف جنگ آزما ہوا تو وہ چشم زدن میں دیون سے زیادہ ہردلعزیز بن گیا۔ الغرض ایک طرف تو دیونی سیوس کا اقتدار برابر قائم رہا اور دوسری جانب ہرقلیدیس اور دیون کے مابین کشمکش شروع ہوگئی لیکن ۳۵۶ ق م میں ایک بحری معرکے میں دیونی سیوس کو شکست فاش ہوئی جس میں مشہور مورخ فلستوس جو اُس کا دوست تھا، کام آیا اور خود دیونی سیوس کو اپنی فوج اپنے ایک بیٹے کے تحت چھوڑ کر اٹلی بھاگ جانا پڑا۔ اب سرقوسیوں نے خیال کیا کہ وہ دیون کے بغیر ہی اپنا کام نکال سکتے ہیں، چنانچہ انھوں نے اُسے معزول کر دیا اور خود اُسے بھی لیون تینی چلا جانا پڑا۔ لیکن اجیر سپاہیوں کے ایک افسر مسمی نیپ سوس نے، جو نیپلز سے آیا تھا، قلعے سے نکل کر شہر پر چھاپا مارا اور اُس میں وہ کامیاب ہوا۔ اب شہریوں کو یہ محسوس ہوا کہ دیون کے بغیر وہ کچھ نہیں کر سکتے اسلئے انھوں نے اُسے واپس بلالیا اور اُس نے آتے ہی حملہ آور سپاہیوں کو قلعے میں چلے جانے پر مجبور کیا۔ باوجود اسکے عوام الناس کی دانست میں یکسوئی پیدا نہیں ہوئی اور دیون کو اس وقت بھی کما حقہٗ ہردلعزیزی حاصل نہیں ہوئی جب دیونی سیوس کے بیٹے اپولوکراتیس نے ۳۵۵ ق م میں قلعے کی کنجیاں اُس کے

باب ۲۸ حوالے کردیں۔ اب دیون کو اپنے تدبر و فراست کو کام میں لانے کا موقع تھا؛ اُسے چاہئے تھا کہ فوراً قلعہ مسمار کر کے عمومی دستور کا احیا کر دیتا، لیکن حکیم افلاطون کے چیلے ہونے کی وجہ سے وہ عمومیت کے منافع سے متاثر نہیں تھا اور اُس کی عین خواہش تھی کہ ایک معلمی دستور کی بنیاد ڈالے۔ اس کے لئے اُسے کورنتھ کے چند صلاح کاروں کی آمد کا انتظار تھا۔ جب روز بروز ہرقلیدیس کی مخالفت بڑھتی گئی تو آخرکار اُس نے اُسے قتل کرا دیا اور اس طرح خود ایک خودسر کی حیثیت اختیار کر لی۔ اُس نے مقتول ہرقلیدیس کے جنازے میں جو تزک و احتشام دکھایا اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس کی خصلت میں ایک قسم کی کمزوری تھی جس کے ہوتے ہوئے وہ ہرگز اس عالی مرتبے کا مستحق نہیں سمجھا جا سکتا۔ اُس کا اعتبار و اعتماد اجیر سپاہیوں پر روز بروز بڑھتا جاتا تھا، اور آخرکار انھیں میں سے ایک شخص مسمی کالی پوس جو ایتھنز کا باشندہ تھا اس کا سب سے زیادہ منظورِ نظر ہو گیا۔ کالی پوس کا قاعدہ تھا کہ وہ ہمیشہ دیون کے کان بھرتا رہتا تھا یہاں تک کہ بہت سے لوگ اُس کے مخالف ہو گئے اور اُنھوں نے اُسے جان سے مار ڈالا اور اس طرح اس ردّ عمل کا گویا خاتمہ ہو گیا جو دیونی سیوس کے خلاف ہوا تھا۔ یہ خاتمہ اس لئے اور بھی یاد لازمی تھا کہ جو شخص اُس کا بانی مبانی تھا وہ اُس طرزِ عمل کو بالکل غلط سمجھتا تھا اور اُس کے اُصول بھی بالکل غلط تھے۔ اگر اُس کا مطلب یہ تھا کہ لوگ تبدیلی انتظامات میں دلچسپی لینے لگیں تو پھر انھیں سیاسی حقوق و اختیارات ملنے چاہئے تھے یعنی شہر میں عمومی اُصول کی ترویج کی جانی چاہئے تھی؛ اس کے برعکس اگر دیون صرف یہ چاہتا تھا کہ شہریوں کو محض فلسفیانہ خیالات کی تعلیم دے کر انھیں خوش رکھے تو اس ضمن میں بھی اُس نے کچھ نہیں کیا۔ لیکن برسرِ اقتدار خودسر کے زوال کے درپے ہونا، اور وہ بھی صرف اس لئے کہ خود اُس کا جانشین بن جائے، اور پھر تامّل اور جھجھک کا مظاہرہ، یہ ایک ایسی حکمت عملی تھی کہ خود

باب ۲۔ سرقوسیوں کو بھی نوادر سے معلوم ہوتی تھی جن کے اپنے تجربات نہایت درجہ عجیب وغریب تھے۔

چونکہ کالی پوس (۳۵۴ء ق م میں) اپنے پیش رو کے قتل کا مرتکب ہوا تھا اس لئے پہلے پہل اُس نے آزادی کا جامہ پہن کر حکومت کرنی شروع کی۔ لیکن بہت جلد وہ برہنہ شمشیر بن گیا اور آخر کار ۳۵۳ء ق م میں اُسے ہپارنیوس نے، جو نوعمر دیونی سیوس کا سوتیلا بھائی اور دیون کا بھتیجا تھا، اُسے تخت سے اُتار دیا۔ سرقوسہ سے بھاگ کر کالی پوس نے پہلے توکتانہ اور پھر ریجیوم پر قبضہ کیا لیکن ثانی الذکر مقام پر اُسے قتل کر دیا گیا۔ ۳۵۱ء ق م میں ہپارنیوس کے انتقال پر اُس کا بھائی نیزائیوس تخت نشین ہوا اور اُس نے ۳۴۶ء ق م تک حکومت کی۔ اسی سال دیونی سیوس سرقوسہ واپس آگیا اور اُس نے شہر پر از سر نو قبضہ کر لیا۔ ہپارنیوس، نیزائیوس اور دیونی سیوس دوم سب کے سب اپنی ناقابلیت اور خرابی اخلاق کے اعتبار سے مساوی الرتبہ تھے۔ آخر الامر اپنی انتہائی مایوسی اور ناامیدی کے وقت سرقوسیوں نے لیون تینی کے خودسر ہکے تاس سے مدد چاہی جو اُن کے نزدیک دیونی سیوس کے برابر ناکارہ نہیں تھا۔ لیکن قبل اس کے کہ ہکے تاس سرقوسہ کے لئے کچھ کرے، ایک نئے غنیم نے سسلی پر حملہ کر دیا۔ یہ قرطاجنی ماغون تھا، جس کا مقصد یہ تھا کہ کسی نہ کسی طرح سے سرقوسہ کو زیر کرے۔ چونکہ اُس کے ساتھ ہکے تاس بھی ہو گیا اسلئے سرقوسیوں کو کوئی دوسرا دروازہ کھٹکھٹانا پڑا۔ اسپارٹا کا تو ذکر ہی کیا تھا، اُس نے تو جمہوریت پسند سرقوسہ کے معاملات میں کبھی زیادہ دلچسپی نہیں لی تھی؛ لیکن کورنتھ ہمیشہ سرقوسیوں کی آزادی میں کوشاں رہا تھا، چنانچہ قدیم یونانی رواج کے مطابق سرقوسہ نے اپنی مادر وطن کورنتھ ہی کے سامنے دست استمداد پھیلایا۔

جنگ فوکس کے بعد کے امن وامان کے زمانے میں بھی

باب ۲۸

کورنتھ اس قدر طاقتور نہ تھا کہ وہ اپنی فوج سسلی روانہ کرسکتا، چنانچہ سرقوسہ کی استدعا پہنچنے پر اُس نے صرف ایک سپہ سالار بھیجنے پر اکتفا کیا، جس نے وہ کر دکھایا جو بڑی سی بڑی فوج مشکل ہی سے کر سکتی تھی۔ جب کورنتھیوں سے دریافت کیا گیا کہ کون ایسا ہے جو فوج کے ساتھ سرقوسہ جانے پر راضی ہے تو پینسٹھ برس کا ایک بڈھا اپنی جگہ سے اُٹھا اور اپنی خدمات پیش کیں۔ یہ تمولیون تھا، جو بعض مخصوص حالات و واقعات کے باعث بیس سال پیشتر ہمدردی عامّہ کا مرکز بن چکا تھا۔ وہ خود اپنے بھائی یعنی کورنتھ کے خودسر تموفانتیس کے قتل میں شریک تھا، لیکن جب اُسکے ضمیر نے اُسے اس کریہ جرم کے ارتکاب کی بابت ملامت کی تو اُس نے یہ تہیہ کرلیا کہ وہ اب ایماندار لوگوں کے دوش بدوش معاملات بلدی میں حصّہ لینے کے قابل نہیں رہا اور یہ سوچ کر وہ گوشہ نشین ہوگیا۔ اس وقت اُس نے سپہ سالاری کا عہدہ اس لئے قبول کیا کہ اگر وہ ایک دوسری خودسری کا امن وامان کے ساتھ خاتمہ کردے تو اُس کے دامن سے اُس کے پہلے جرم کا دھبّہ چھوٹ جائیگا۔

جب ہکے تاس نے تمولیون سے کہا کہ اُسے جلدی نہیں کرنی چاہیئے تو اس کی وجہ سے تمولیون کا جوش بجائے کم ہونے کے پہلے سے بھی بڑھ گیا اور یہ ظاہر ہو گیا کہ ہکے تاس دراصل اس کورنتھی سے ڈرتا ہے۔ اس وقت تک ہکے تاس نے میدان جنگ میں بہادری دکھائی تھی۔ جب ۳۴۴ق م میں تمولیون دس جہاز لے کر چلا ہے تو اس سے پہلے ہی وہ دیونی سیوس کو ادرتی گیا اور قلعے کے اندر بھگا چکا تھا۔ تمولیون ریھے گیوم ہی میں تھا کہ ہکے تاس اور قرطاجینیوں نے یہ اعلان کردیا کہ وہ اُسے سسلی میں نہیں گھسنے دیں گے، لیکن تمولیون قرطاجنی سفیروں کو دھوکا دے کر جہاز میں بیٹھ گیا، اور سسلی پہنچنے پر اُسے توروے نیوم کے حکمران اندروماخوس نے خوش آمدید کہا۔ اسی اثنا میں قرطاجینیوں نے بندرگاہ سرقوسہ پر قبضہ کرلیا جس کی وجہ سے

باب ۲۸ شہر کی حالت نازک تر ہو گئی، لیکن ہکے تاس کو تمولیون کے ہاتھوں ہدر انون کے مقام پر شکست ملنے کی وجہ سے صورت حال میں تبدیلی پیدا ہو گئی یعنی ثانی الذکر کو جگہ جگہ حلیف مل گئے اور کتانہ و مامرکوس کے حکمرانوں نے اُس کے ساتھ عہد و پیمان کر لئے۔

آخر کار جب وہ سرقوسہ کی فصیل کے سامنے پہنچا تو دیونی سیوس نے یہ دیکھ کر کہ اب مدافعت کی کوئی شکل باقی نہیں، اُس کے ساتھ ایک عہد نامہ کر لیا جس کی رو سے دیونی سیوس کو کورنتھ میں اپنی عمر کے باقی ماندہ ایام گزارنے کی اجازت مل گئی اور سرقوسہ کا قلعہ مع جملہ اسباب و اسلحہ کے تمولیون کے قبضے میں آگیا۔ اس واقعے کے بعد مدت تک دیونی سیوس کورنتھ میں عزت و وقار کے ساتھ رہا اور اُس نے اپنے عجیب و غریب افعال و کردار کی وجہ سے اپنی پرانی حرکتوں کو محو کرنے کی کوشش کی۔ وہ کبھی بدکاری، کبھی بجاری، کبھی مکتب کا ملا بن جاتا اور اس قسم کے خوارق میں کوئی بھی اُس کا مدمقابل یا ستد راہ نہ بنتا۔ کورنتھیوں نے اس "جلا وطن حکمراں" کو نہ صرف سڑکوں پر در بدر پھرنے کی اجازت دی، بلکہ جب فیلقوس شاہ مقدونیہ کورنتھ آیا تو وہ اُس کا جلیس بن گیا، اور اپنی لفاظی سے اُس نے یہ دکھا دیا کہ وہ کورنتھ کے دوسرے عجوبۂ روزگار یعنی دیوجانس کلبی کا ایک نہایت ہی عمدہ مثنّیٰ ہے۔

لیکن تمولیون کو حسب دلخواہ کامیابی حاصل نہیں ہوئی۔ کورنتھ سے جو کمک بھیجی گئی تھی اُسے تھوری والوں نے بروتیوں کے خلاف مدافعت کرنے کے لئے روک لیا، اور جب سرقوسہ کی ناکہ بندی ہکے تاس اور اُس کے قرطاجنی حلیف کر رہے تھے تو تمولیون ہکے تاس کے ہاتھوں ہدر انون کے مقام پر کام آنے سے بال بال بچ گیا جس وقت غنیم اس کوشش میں لگا ہوا تھا کہ کتانہ سے تمولیون کو بیدخل کر دے اُس وقت کورنتھیوں نے اورتی گیہ سے نکل کر اخرادینا پر قبضہ کر لیا۔

باب ۲۸ اب کورنتھ سے کمک بھی پہنچ گئی تھی جس کی وجہ سے تمولیون اس قابل ہو گیا کہ اپنے دونوں دشمنوں یعنی ہکے تاس اور ماغون کا مقابلہ کرے۔ (سنہ ۳۴۳ ق م) عجیب بات یہ ہے کہ عین اس موقع پر ماغون غالباً قرطاجنہ کی اندرونی مشکلات کے باعث میدان سے ہٹ گیا جسکی وجہ سے ہکے تاس کی حالت نازک ہو گئی' اور گو اب بھی وہ سرقوسہ کے پانچ میں سے تین محلّوں پر قابض تھا تاہم تمولیون نے ایک چال چل کر اُسے اُن سے بھی بیدخل کر دیا۔

اب سب سے پہلے تمولیون سرقوسہ کو ایک آزاد خود مختار ریاست بنانے کی کوشش میں لگ گیا۔ یہاں کا قلعہ مسمار کر دیا گیا اور اُس کے موقع پر عدالتوں کا ایوان تعمیر کر دیا گیا۔ چونکہ سرقوسہ اور سسلی کے دوسرے یونانی شہر تقریباً خالی ہو گئے تھے اس لئے تمولیون نے جلاوطن صقالویوں کو اپنے اپنے شہروں کو واپس بلانے کا انتظام کیا۔ تمولیون کے ان خانگی امور کی تنظیم میں مہیب جنگوں اور فتنہ پردازیوں کی وجہ سے بہت کچھ رکاوٹیں پیدا ہوئیں۔ اوّل تو اُسے جزیرے کے مشرقی حصّے کے خودسروں کو نیچا دکھانا پڑا' اس کے بعد قرطاجنیوں کے خلاف فوج کشی کرنی پڑی جنھوں نے (دیودوروس کے سلوی تسلسل کے مطابق) سنہ ۳۳۹ ق م میں ایک بڑا لشکر سسلی کی طرف روانہ کیا تھا۔ چونکہ وہ اُن کے خلاف بہت سے سرقوسیوں کو روانہ نہیں کر سکتا تھا اس لئے اُس نے اُن کی بجائے اجیر سپاہی بھیجے' جن میں سے بعض نے راستے میں غدر کر دیا۔ بہر حال اُس کے اور قرطاجنیوں کے مابین دریائے کریمیسوس کے کنارے پر لڑائی ہوئی جس میں موخرالذکر کو زک اُٹھانی پڑی۔ حقیقت یہ ہے کہ اس فتح کا دار و مدار خود تمولیون پر تھا اس لئے کہ اُس نے اپنے بھاری ہتھیار والی سپاہ قرطاجنیوں کے خلاف ڈال دی جن کی تعداد نسبتہً بڑی تھی اور جو ہر طرح کے ساز و سامان سے آراستہ و پیراستہ تھی۔ عین اُس وقت جب لڑائی کا میدان

باب ۲۸ گرم تھا، خدا کی طرف سے کڑک اور چمک کا طوفان آگیا جس کے باعث ایک طرف تو غنیم کے ہاتھ پاؤں پھول گئے اور دوسری جانب زمین پھسلوان ہو جانے کی وجہ سے بھاری ہتھیار والی سپاہ کو بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ قرطاجنیوں کے پاس لڑائی کے رتھ بھی تھے، لیکن اُن سے تمولیون کے یونانیوں کو اُتنا ہی کم نقصان پہنچا جتنا چند سال بعد ایرانی رتھوں سے سکندر مقدونوی کی فوج کو۔[۵۲] تمولیون کے ہاتھ بیشمار مال غنیمت لگا۔ چونکہ تمولیون کو جزیرے کے مشرقی حصّے کی طرف واپس آنا تھا جہاں اب بھی ہکے تاس بر ابر اڑا ہوا تھا اور جہاں مامرکوس نے بھی اُس کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا تھا، اس لئے اُس کی فوج نے شکست خوردہ غنیم کا دور تک تعاقب نہیں کیا۔ اُدھر قرطاجنہ نے سسلی کو مزید کمک روانہ کی، جس نے تمولیون کے بعض اجیر سپاہیوں کو

۵۲ جنگ دریائے کری می سوس اور سکندر کی مہمات میں یہ بات مشترک ہے کہ تمولیون نے دشمن کے مرکز پر حملہ کر کے اُسے شکست دی۔ اسمیں شبہ نہیں کہ قرطاجنی ہوپ لیت ایرانیوں سے بہتر سپاہی تھے۔ یہ امر تمولیون کے لئے باعث تعریف ہے کہ جس قوم نے رومنوں کو بار بار شکست دی اُنھیں اُس نے مغلوب کو دیا تھا، اور مورخوں کو اس پر اتّفاق کرنا پڑے گا کہ تمولیون کو فن حرب میں کمال حاصل تھا۔ اُس کے اور سکندر کے فوجی حرکات میں یہ فرق تھا کہ تمولیون نے اپنے سوارے پر حصر نہیں کیا، اور چونکہ اُس کے سواروں کی تعداد زیادہ نہ تھی اس لئے وہ شکست خوردہ قرطاجنیوں کا اُتنی شدت سے تعاقب نہیں کر سکے جیسے سکندر نے ایرانیوں کا کیا۔ قصّہ مشہور ہے کہ جب شکست خوردہ فوج للی بیوم پہنچی تو وہ معبودوں کے غیظ و غضب سے اس قدر خوف زدہ تھی کہ اُس نے سمندر کے راستے فرار ہونا مناسب نہیں سمجھا (دیودوروس ۱۶، ۸۱)؛ اور اگر ہم تمائیوس کے مبالغہ آمیز الفاظ کا سیدھی سادی عبارت میں ترجمہ کریں تو اُس کے یہ معنیٰ ہوں گے کہ چونکہ اُنھیں کسی قسم کا خطرہ نہیں تھا اس لئے اُن کو افریقہ بھاگ جانے کا خیال بھی پیدا نہیں ہوا۔

باب ۲۸

شکست بھی دی، لیکن یونانیوں نے اس شکست کو بھی معبودوں کی خوشنودی کی ایک نشانی تصور کیا، اس لئے کہ یہ مغلوب اجیر فوکس کے رہنے والے تھے، اور انھوں نے خیال کیا کہ تمولیون کو یونانی عبادت گاہوں کے اُن لٹیروں سے چھٹکارا مل جانا فی نفسہ اس بات کا ثبوت ہے کہ دیوتا اُس سے ناخوش نہیں۔ الغرض وہ سسلی والوں کی نگاہ میں گویا اسی طرح ایک مقدس ہستی بن گیا جیسے خود ہمارے زمانے میں گاری بالڈی۔ تمولیون نے قرطاجنہ والوں کے ساتھ ایسی شرائط سے صلح کرلی جو اُس کے لئے ناموافق نہ تھے، یعنی آئندہ کے لئے دونوں قوموں کے مابین دریائے ہالی کوس (پلاتانی) سرحد قرار پایا۔ اس سے فراغ پاکر یہ خود دسروں کی طرف بڑھا، انھیں شکست دی اور مامرکوس کو ملک عدم پہنچایا۔

اب تمولیون نے اپنی توجہ نہ صرف سرقوسہ بلکہ جملہ بلدیات جزیرہ کے اندرونی معاملات کی طرف منعطف کی۔ اُس نے قدیم اور مشہور و معروف شہروں مثلاً کامارینہ، گیلا، اکراگاس کے باشندوں کی تعداد میں اٹلی اور خاص یونان کے یونانیوں کو لاآباد کرکے اضافہ کیا۔ اُس زمانے میں دُنیائے یونان میں بڑی بےچینی پھیلی ہوئی تھی؛ لوگ مشرق سے مغرب کی طرف اور مغرب سے مشرق کی طرف جارہے تھے، مختلف مملکتوں کی فوجوں میں لبطور تنخواہ دار سپاہیوں کے بھرتی ہو رہے تھے اور جدید نوآبادیوں اور نئی سلطنتوں میں جاکر آباد ہو رہے تھے۔ لیون تینی والوں کو سرقوسہ جانا پڑا۔ اور سسلی والوں کو ایک شہر سے دوسرے شہر کو منتقل ہونا ایسی روزمرہ کی بات ہوگئی تھی کہ بعض بعض مواقع پر بڑے بڑے عمومیوں کو بھی اس اُصول پر عمل کرنا پڑتا تھا۔[۳۱]

[۳۱] اس قسم کے قومی ترک وطن کی سب سے پہلی مثال "دس ہزار" کی ہے جن سے اجیر سپاہیوں کے ادارے کی بھی بنیاد پڑتی ہے۔ اس کے بعد ایران و فوکس کے

باب ۲۸

بہر حال تمولیون نے اپنی باقی ماندہ زندگی سرقوسہ میں بسر کی۔ یہاں اُس کی بڑی عزت کی جاتی تھی اور اُسے صقالیوں اور خصوصیت کے ساتھ سرقوسیوں کا حکم سمجھا جاتا تھا۔ اُس کا انتقال ۳۳۶ ق م میں ہوا۔ مختلف شہروں کی آبادی اور یونانی عنصر کے تحفظ کے مسئلوں میں اُس کے طرز عمل کو ایک گونہ استقلال نصیب ہوا تھا، لیکن اس کے برعکس اُس نے جس آزادی کا بیج بویا تھا اُسے بہت ہی جلد اگاتھوکلیس نے نابود کر دیا۔ ہمارے نزدیک تمولیون اس قابل ہے کہ اُسے سکندر و اپامنونداس کا ہم پلہ قرار دیا جائے۔ اپامنونداس کی طرح اُسے جذبۂ حریت وخرق منکسر المزاجی سے، اور سکندر کی طرح یونانیت سے گویا عشق تھا، اور وہ اپنی کامیابی کا راز معبودوں کی مہربانی (اوتوماتیہ) کو تصور کرتا تھا۔

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ تنخواہ دار فوجوں کا حال پڑھنے میں آتا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ تھریس اور بعض جزائر مثلاً ساموس سے لوگ دوسرے مقامات میں جاکر آباد ہوئے۔ ۳۴۰–۳۳۸ ق م میں یونانی جوق جوق سسلی میں اور ۳۳۴ ق م میں ایشیا میں داخل ہوتے ہیں؛ اس کے بعد وہ جو ایرانیوں کے دوش بدوش سکندر سے لڑے ہیں وہ یونان واپس آتے ہیں اور راس تینئ ناروم یا کریٹ میں آکر مل جاتے ہیں۔ ۳۲۲ ق م میں ساموسی اپنے وطن واپس آتے ہیں۔ یونانی اپنی تاریخ کی ابتدا ہی میں بھی خانہ بدوش تھے اور ہمیشہ خانہ بدوش ہی رہے۔ پہلے تو قومی ترک وطن، پھر نو آبادیوں کا قیام، پھر اُن تنخواہ دار سپاہیوں کی جاں بازیاں؛ یہ سب اس قوم کے خصائص میں سے ایک کا دلچسپ مظاہرہ ہیں۔ جب اُنھوں نے اجیر سپاہیوں کا پیشہ اختیار کیا تو عام طور پر اُنھوں نے دیانت داری اور وفاشعاری کے اصول پر عمل کیا جس کے ثبوت میں "دس ہزار" کا طرز عمل اور ان اجیر سپاہیوں کا فعل جو داریوش کے ساتھ فرار ہوئے پیش کئے جا سکتے ہیں۔ فوکس میں بھی عام سپاہیوں کا کردار اچھا تھا اور اُن سے کسی قسم کی زیادتی منسوب نہیں کی جاتی۔

باب ۲۸

جنگی معاملات میں بھی وہ ان دونوں کی طرح یکتائے روزگار تھا چوتھی صدی ق م کا زمانہ دُنیا کی دلچسپ ہستیوں کی فراوانی میں ممتاز ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ اُس عہد کے مسائل میں ایک طرح کی اختصاصی کیفیت پیدا ہو گئی تھی اور اُن کے سلجھاؤ کے لئے پہلے کی بہ نسبت کہیں زیادہ ضرور مختلف النوع قوائے ذہنیہ کے کام میں لانے کی ہو گئی تھی؎ اس عہد میں اپامنونداس

؎ چوتھی صدی ق م کی ممتاز شخصیتوں کو تین شقوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے: (۱) وہ جو خود اپنے مخصوص دائروں میں ممتاز تھے؛ (۲) وہ جن کی عظمت میں کلام نہیں، لیکن جن میں کوئی نہ کوئی بڑا نقص ضرور پایا جاتا تھا؛ (۳) نسبتہً معمولی رتبے کے لوگ۔ میری رائے میں پہلی شق میں مفصلۂ ذیل رکھے جا سکتے ہیں:- اپامنونداس جس کی سیرت صاف اور تدبیر جنگ یکتا تھی (اور جس کا گویا تتمہ پیلو پداس تھا)؛ تمولیون، ایثار کرنے والا اور قابل سپہ سالار؛ سکندر، جس کے میلانات مطمحیت لئے ہوئے تھے جو اپنی غلطیوں کا علی الاعلان کفارہ دینا پسند کرتا تھا، جس نے فن حرب میں سب کو نیچا دکھایا تھا، اور تدبر میں جس کا کوئی ثانی نہیں تھا؛ حکیم افلاطون جو اوّل درجے کا مفکر اور مصنّف تھا؛ زینوفون، جو حق پسند تھا اور جس کے کردار میں حوصلے کا نام نہ تھا؛ اگیسی لاؤس، جو اسپارٹیوں کے لئے گویا ایک نمونہ تھا؛ ایسقراطیس جو قدیم عہد کا سب سے پہلا اور سب سے بڑا سیاست داں تھا۔ دوسری شق میں: فیلقوس، جو بڑا آدمی ضرور تھا لیکن کبھی کبھی ذاتی تعلقات میں اُس سے بربریت کا اظہار ہو جاتا تھا؛ دیموس تھنیس جو فن خطابت اور ایتھنز کے عشق میں یکتا تھا لیکن اوّل درجے کا سوفسطائی اور جھگڑالو تھا، اور جیسا وائل (خطبات" Weil: Harangues صفحہ ۱۰) کہتا ہے کہ "معلوم ہوتا تھا کہ اُس کی روح نے خوش و خرم ہونے کی قابلیت کو خیرباد کہہ دیا ہے" اور یہ وہ جذبہ ہے جس کے بغیر کوئی شخص حقیقی معنی میں بڑا آدمی نہیں بن سکتا؛ فوکیون جس میں کافی تدبر نہ تھا؛ دیون جو ایک کم زور مطمحی تھا؛ دیونی سیوس اوّل جو ایک بڑا حکمران ہوا لیکن اچھا آدمی نہ تھا۔ تیسری شق میں میری دانست میں مفصلۂ ذیل شامل تھے:- ائس خنیس اور جملہ ایتھنزی مدبر

باب ۲۰ (جو قدیم یونانی مملکتوں کا گویا قائم مقام تھا) اور سکندر کے بعد (جس کے تابان و درخشاں کارناموں کا ذکر ہم پڑھ چکے ہیں) تمولیون ہی عظیم ترین شخصیت شمار کئے جانے کے قابل ہے اور ہر آئین مغربی یونان کا سورما کہلائے جانے کا مستحق ہے۔

ہم باب ۱۱ میں دیکھ چکے ہیں کہ عہد دیونی سیوس اکبر کے اختتام پر دیونی سیوس اور اُس کے زیردست لوکری اٹلی کے مغربی گوشے کے جنوب ترین حصّے پر حکمراں تھے جسے زمانۂ حال میں کالابریہ کہتے ہیں، اور اُس کا شمالی حصّہ لوکانیوں کے ماتحت تھا جو کروتون کے شمال میں اُس ضلع میں رہتے تھے جسے فلوک تے تیس کا مسکن سمجھا جاتا تھا۔ خلیج تارنتوم پر تھوری، میتاپونتوم اب بھی یونانی ہی تھے اور ہرقلیہ تارنتوم کے ماتحت تھا۔ ہم اس سے واقف نہیں کہ تارنتوم کا علاقہ کہاں تک پھیلا ہوا تھا اور کون کونسی مسافی اقوام اُس کی مطیع تھیں۔ بحیرۂ ترصینیہ میں پوسئیدونیہ اور شاید لاؤس پر بھی لوکانی اثر غالب ہو گیا تھا اور اس طرح لوکانیوں کا حکم ایک ساحل سے دوسرے ساحل تک چلتا تھا۔ آخر میں کمپانیہ کا شہر نیپلز برابر آزاد تھا۔

دیونی سیوس اصغر نے اٹلی میں اپنی حکومت کی اُسی طرح امن و اماں سے ابتدا کی تھی جیسے بڑے بڑے جنگجوؤں اور سورماؤں کے بیٹوں کا قاعدہ ہوتا ہے، مثلاً اُس نے رِھےگیوم کو اپنے قدیم مرتبے تک پہنچایا، قرطاجنیوں سے امن و امان کا برتاؤ کیا، اپولیہ میں دو شہر آباد کئے، اور لوکانیوں کے ساتھ جنگ آزما ہوا گو اس میں اُس نے زیادہ جلیت پھرت نہیں دکھائی۔ جب دیون نے اُس پر حملہ کیا ہے تو وہ سال بحیرۂ ایونیہ کے

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ اور سپہ سالار، جن میں سے شاید ممتاز ترین الفکراتیس و تمودیوس تھے، کونون کی بابت ہمیں بہت کم معلومات ہیں، اور یہی کیفیت یاسولو ساکون فیرائے کی ہے۔

باب ۲۸ شہر کاؤلونیہ میں تھا۔ لیکن سرقوسہ سے خارج ہونے کے بعد اُس کی طبیعت میں ایک فطری کمینہ پن کی لہر دوڑ گئی، اور اُس نے لوکری والوں کے ساتھ بہت بُرا سلوک کیا۔ اُس کے تارنتوم سے بہت اچھے تعلقات تھے، چنانچہ اُس نے انھیں ایک بہت بڑا شمع دان نذر کیا جس میں اُتنے ہی چراغ تھے جتنے ایک سال میں دن ہوتے ہیں اور ارخی تاس کی استدعا پر اُس نے افلاطون کو رہائی دے دی، جو نہ صرف فلسفیانہ اعتبار سے فیثاغورس کا پیرو تھا بلکہ اُس نے سپہ سالاری میں بھی کمال حاصل کیا تھا اور تارنتوم پر کچھ مدت کے لئے حکومت بھی کی تھی۔ اُس کی موت کے بعد تارنتوم والوں کو لڑائیوں اور جنگوں میں زکیں پہنچنے لگیں۔ وہ ابھی سے عیش و عشرت اور نسائیت میں محو ہو جانے کی وجہ سے بدنام ہو چکے تھے اور جب قسمت نے اُن کے صلاح کار، فلسفی اور مدبّر کو اُن کے ہاتھوں سے چھین لیا تو اُنھوں نے اپنی باگ گویا کاہلی اور سستی کے عفریت کے ہاتھ میں دے دی۔ وہ بجائے اپنی قوت کے اپنی دولت و ثروت پر اعتماد کرنے لگے اور خیال کرنے لگے کہ روپے کی وجہ سے ہر چیز پر غلبہ حاصل ہو جائے گا۔ تقریباً اولمپیاد ۱۰۸، ۳/۴ (۳۴۶/۵ سنہ ق م) میں اُنھوں نے اپنی مادر وطن یعنی اسپارٹا سے ایک سپہ سالار بھیجنے کیلئے اُسی طرح درخواست کی جیسے سرقوسیوں نے کورنتھ سے کی تھی، اور اس کے جواب میں اسپارٹیوں نے اپنے بادشاہ ارخی داموس کو اُسی طرح اجیر سپاہیوں کی ہمراہی میں بھیج دیا جیسے اس سے پہلے تمولیون کو بھیجا گیا تھا۔ لیکن ان دونوں سپہ سالاروں کے مابین بہت بڑا فرق تھا، اور دوسری طرف سرقوسیوں کی بہ نسبت تارنتیوں میں کہیں زیادہ نسائیت تھی۔ ساتھ ہی ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ تارنتوم کی حالت ایسی نازک نہیں تھی جیسے سرقوسہ کی۔ چنانچہ تارنتوم نے اس سپہ سالار کو اُتنے جوش کے ساتھ خوش آمدید نہیں کہا۔ ارخی داموس میسا پیون کے خلاف لڑا اور جنگ ماندیریوم میں شائد اُسی روز کام آیا جس دن فیلقوس نے

باب ۲۱ اپنے دشمنوں کو میدان خئیرونیہ میں شکست دی ہے (۳۳۸ قم)۔ فاتحوں نے بادشاہ کی لاش کو تارنتوم والوں کے حوالے کرنے سے انکار کردیا؛ اس کے جواب میں تارنتوم نے اولمپیا میں اُس کے نام کا ایک مجسّمہ نصب کرایا۔ اجیر سپاہیوں میں بہت سے فوکسی بھی شامل تھے، اور انھیں میں سے ایک فالائے کوس بھی تھا جو مال غنیمت کی تاک میں اٹلی آیا تھا لیکن جب اُسے یہاں ناکامی کا مُنھ دیکھنا پڑا تو وہ جاں بازوں کے اُس میدان کشمکش یعنی کریٹ گیا جہاں وہ اپنے بہت سے ہم خیال لوگوں کی طرح کام آیا[۵]۔

اسی زمانے میں نشیبی اٹلی کے یونانیوں کو ایک دوسرے دشمن یعنی بریتیون یا بروتیون کا مقابلہ کرنا پڑا۔ اس قوم کا ذکر قطعی طور پر سب سے پہلی مرتبہ اولمپیاد ۱۰۶ (۳۵۶ قم) میں پڑھنے میں آتا ہے، اور انکی بابت قدما کا خیال ہے کہ ان کی نسل ملک کے اصلی باشندوں اور غیر ملکی غلاموں کے میل سے چلی تھی؛ لیکن بعض کے خیال میں وہ دراصل لوکانی النسل تھے۔ بہر نہج ہم اس امر سے واقف ہیں کہ نہ صرف یونانیوں

ھ۵ تارنتوم کے لئے دیکھو لورنتز: "معاملات تارنتوم قدیم" Lorentz : Vet. Tar. res gestae جلد ۱۔ ایونز کا مضمون موسوم "سواران تارنتوم" Evans : Horsemen of Tarentum 'جریدۂ مسکوکیات' ۱۸۸۹ء جلد ۱ و ۲، جس سے متعاقب استفادہ حاصل کریں گے، تاریخ تارنتوم کے لئے ایک قابل قدر ذخیرۂ معلومات ہے۔ فالائے کوس کے لئے دیکھو لورنتز، ۱، ۱، ۲۳۔ تھبرون کریٹ سے سرنہ جاتا ہے۔ تئے نارومؔ کریٹ اور سرنہ کی وجہ سے بحیرۂ روم تھرم قسم کے بحری قزاقون کا آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ ارخی داموس، دیو دو سدس ۱۶، ۶۲، ۶۳، ۸۸؛ پہلے تو اس کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ ارخی داموس ۳۴۶ قم میں مرا ہوگا، لیکن پھر وہ اُس کی موت کی تاریخ ۳۳۸ قم بتاتا ہے اور کہتا ہے کہ اُس کی وفات ماندونیوم میں ہوئی؛ درانحالیکہ لیوی ۸، ۲۷، ۱۵ کے مطابق اُسے ماندیریوم پڑھنا چاہیئے۔

کے خلاف بلکہ لوکانیوں کی مخالفت میں بھی انھوں نے اپنا علم بغاوت بلند کیا۔ انھوں نے ترینہ کو تاراج کیا، ہپونیوم پر قبضہ کرلیا، اور ہم یہ دیکھ چکے ہیں کہ کس طرح کورنتھیوں کی ایک جماعت نے جو سسلی جارہی تھی، ان کے مقابلے میں تھوریوں کی مدد کی تھی۔ بروتیوں کے صفحۂ تاریخ پر نمودار ہونے کی تاریخ و مقام سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنا نام محض دیونی سیوس کی سلطنت کے زوال کے باعث ہی پیدا کرسکے۔ اس کی حکومت کو ۳۵۷ ق م میں ضرب لگی ہے اور اس کے صرف ایک سال بعد یعنی ۳۵۶ ق م میں ہم بروتیوں کے نام سنتے ہیں اور نشیبی اٹلی میں وہ اس کے گویا جانشین بن جاتے ہیں۔ الغرض جوں ہی اس خود سر کو زوال ہوتا ہے جس نے اس حصے کی یونانی آزادی کا گویا خاتمہ کردیا تھا، کہ اس عنصر کو عروج ہوتا ہے، جس کی وجہ سے یہ گمان ہوتا ہے کہ شاید ملک کے اصلی باشندے یہی ہوں گے۔ وہ لوکری کو فتح کرنا چاہتے تھے، لیکن اس میں وہ ناکام ہوئے، گو انھوں نے شاید کاؤلونیہ کو مسخر کرلیا۔ ان کے سکوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں یونانی تہذیب و تمدن کا اثر سرایت کئے ہوئے تھا اور چونکہ وہ دیونی سیوس کی رعایا رہ چکے تھے اس لئے یہ بالکل قرین قیاس بھی ہے[۶]۔ باب ۲۸

۶؎ بروتیوں کے لئے دیکھو ہولم: "تاریخ سسلی" ۲، ۲۰۰ و ۴۶۷؛ نیسن توصیف اطالیہ Niessen : Ital. Landeskunde ۱، ۵۲۶، ۵۴۳۔ نیسن صفحہ ۵۲۶ پر یہ کہتا ہے کہ اس قوم کا ذکر سب سے پہلے ۳۵۶ ق م میں سننے میں آتا ہے اور یہاں اس کا ماخذ دیودوروس ۱۲، ۲۲ ہے۔ لیکن دیودوروس کے ۴۴۵ ق م والے فقروں سے معلوم ہوتا ہے کہ ۴۴۵ ق م کے بعد تک انھوں نے دریائے ترائس والا سیبارس تاراج نہیں کیا، اور اس واقعے کی قطعی تاریخ کا تعین نہیں کیا گیا۔ ترائس کا موجودہ نام تریونتو ہے جو روسانو کے قریب ایک ندی ہے۔

باب ۴۵ چونکہ بروتی قوم کے مساکن اور تارنتوم میں بہت بُعد تھا اس لئے وہ اس شہر کو دھمکی نہیں دے سکتی تھی۔ اس کے برعکس مساپی اور لوکانی قوموں سے اُسے ہمیشہ خطرہ رہتا تھا، چنانچہ تارنتیوں نے ارخی داموس کی موت سے تھوڑے ہی دن بعد ایک دوسری نواح سے مدد حاصل کر لی۔ یونان کے شمال میں جو قومیں آباد تھیں وہ اُسی

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ منیرٹ Mannert نے بھی اپنی کتاب ("اطالیہ" Italia) میں اس قوم کی بابت بہت سی مفید باتیں لکھی ہیں۔ اس واقعے پر اس وقت تک کافی زور نہیں دیا گیا ہے کہ بریتیوں کے سیاسی وجود اور سیاسی قوت کی بنیاد دیونی سیوسی خودسری کے زوال پر تھی، اور وہ جنوب مغربی اٹلی کے یونانی عنصر کی کمر توڑ کر گویا براہ راست و بالواسطہ ایسے عناصر کے ابھرنے میں مدد و معاون ہوا تھا، اور اُس کے زوال کے بعد اس حصۂ جزیرہ نما میں صرف ایک قوت ایسی رہ گئی جو اُس کی جانشینی کر سکے۔ یہ قوت دیسی بریتیوں کی تھی۔ لیکن یہ مدت مدید تک یونانی تہذیب و تمدن سے متاثر ہوتے رہے تھے اور اُن کے سکّوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن میں یونانی روح گویا سرایت کئے ہوئے تھی۔ یہاں اُن کے اور لوکانیوں کے مابین جو فرق ہے وہ صاف عیاں ہو جاتا ہے اس لئے کہ ثانی الذکر نے یونانیوں کے سامنے کبھی پورے طور سے سرِ تسلیم خم نہیں کیا، چنانچہ لوکانیوں کے سکّوں میں یونانیت کا اثر نسبتہً کم ہے۔ اسی طرح لوکانیوں نے اپنی آزادی خود حاصل کر لی در انحالیکہ بریتیوں کو اُس وقت آزادی حاصل ہوئی جب اُن کے حکمرانوں کے بُرے دن آئے ورنہ شاید وہ برابر ماتحت قوم بنے رہتے۔ ان اسباب کی وجہ سے ہیڈ Head ("تاریخ مسکوکیات" H. N. ۷۷) کے اس خیال سے ذرا اختلاف ہے۔ بریتی قوم اپنی آزادی کی وجہ سے متمدن ہوئی، اور ہیں نے جو رائے ظاہر کی ہے اُس سے اُس تمدن کا سبب واضح تر ہو جاتا ہے۔ بریتی قوم تیریتہ، ہپونیوم اور تھوری پر ۳۵۶ ق م میں قبضہ کر لیتی ہے (دیودوروس ۱۶، ۱۵)، اور استرابو ۶، ۲۵۵ کے مطابق ایک ایسے سال میں جس کا تعین ابھی نہیں کیا گیا، تیمیسہ بھی لے لیتی ہے۔

باب ۲۸ زمانے میں ذی اقتدار بنتی جاتی تھیں، چنانچہ مولوسیوں کے بادشاہ سکندر نے جو اولمپیاس کا بھائی تھا، اب اٹلی کا رخ کیا تاکہ جیسے دیار مشرق میں اُس کا بھائی اپنے لئے ایک سلطنت پیدا کر رہا تھا اُسی طرح وہ دیار مغرب میں اپنا حلقۂ اختیار وسیع کرے۔ یہ تہیہ کر کے وہ ۳۳۴ سنہ ق م میں پندرہ جنگی جہاز اور بے شمار بار برداری کی کشتیاں لے کر اٹلی آیا۔ پہلے تو وہ مساپیوں سے جنگ آزما ہوا، لیکن پھر اُس نے اُن کے ساتھ محالفہ کر لیا۔ اس کے بعد وہ بروتیوں اور لوکانیوں سے لڑا اور اُن کے بہت سے شہر فتح کر لئے جن میں سے کون سن تیہ (کوسنزا) اور کوہ گارگانوس کے قریب سپونتیوم بھی تھے۔ اُس نے تارنتوم کی بھی مخالفت کی، جس کی ایک وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ وہ نشیبی اطالویوں کے بعض میلوں کو، جو اس وقت تک ہرقلیہ میں منعقد ہوتے تھے، تھوری منتقل کرنا چاہتا تھا۔ تارنتیوں کا اثر ہرقلیہ پر بہت تھا، لیکن اُس کے جنوب میں جو شہر تھے وہ اس قدر زیادہ متاثر نہیں تھے۔ اس کے کچھ ہی زمانے کے بعد کون سن تیہ کے قریب سکندر اُن جلا وطنوں کے ہاتھوں دریائے اخیرون کو عبور کرتا ہوا مارا گیا جو اُسکی فوج میں شامل تھے اور ۳۳۰ سنہ ق م میں اُس کی لاش ایپائروس لائی گئی۔ اُس کی موت کے بعد لوکانی اور بروتی دونوں برابر تارنتوم اور نشیبی اٹلی کے یونانیوں کو دق کرتے رہے۔[۵۷]

---

[۵۷] مولوسی سکندر اٹلی میں، Just ۱۲، ۲؛ متقابلہ کرو ڈرو ائے سن، ا، ا، ۱۶۰۔ لیوی نے اس کی موت کا ذکر لکھا ہے ۸، ۲۴، لیکن یہ پارہ نہایت ہی ناقص ہے اور اس کا مطلب لینورمان Lenormant نے غلط سمجھا ہے "تاریخ یونان" ا، ۴۴۴ وغیرہ لینورمان کے توصیفی نتائج جنھیں دوسرے مورخوں نے تسلیم کر لیا ہے، میری دانست میں غلط ہیں اور اس کا استناج اس لئے درست نہیں کہ اُس نے اسناد کو ٹھیک سمجھا ہی نہیں۔
سکندر نے تنظیم کی جو کوششیں کیں اُن کے لئے دیکھو استرابو ۶، ۲۸۰، لیکن اگر

باب ۲۸

تقریباً اُسی زمانے میں یونانی تمدن کو رومنوں کے ہاتھ کمپانیہ میں ایک اور زک پہنچی، اور یہ تاریخ روما میں پہلا موقع ہے کہ رومنوں نے یونانیوں کے امور میں کسی قسم کی مداخلت کی ہو۔ جب ۴۲۱ ق م میں کیمے کمپانی یعنی اوسکانی اثر میں آگیا تو یہاں کے یونانیوں نے نیپلز جاکر پناہ لی تھی، لیکن اس واقعے کی تھوڑی ہی سی مدت کے بعد اس شہر کو بھی ایک کمپانی عنصر کو خوش آمدید کہنا پڑا۔ جس کی وجہ سے کمپانیوں اور رومنوں کی باہمی جنگ کے موقع پر اُسے بھی مجبوراً اُنہیں شامل ہونا پڑا۔ ۳۴۳ء ق م میں روما نے کاپوا سے (یعنی کمپانیوں سے) محالفہ کرلیا جس کی وجہ سے پہلے تو روما و سامنیوم کے مابین اور پھر روما و لاتیوم کے مابین جنگ چھڑ گئی، اور آخر الذکر جنگ کی وجہ سے اکثر لاتینیوں کو رومن شہریت کے حقوق مل گئے۔ جس زمانے میں کاپوا کے ساتھ محالفہ ہوا ہے اُسی زمانے میں کیمے، اکیرائے اور سوئے سولا رومنوں کے قبضے میں آگئے، اور شاید یہی حشر پوتیولی (دکائے آرخیہ) کا بھی ہوا۔ ان فتوحات کی وجہ سے رومن اقتدار گویا نیپلز کی فصیل تک پھیل گیا۔ نیپلز کے یونانیوں کو رومنوں سے کوئی پرخاش نہ تھی، لیکن جب قریب ہی کا شہر نولا، جس کے ساتھ آبادی نیپلز کے کمپانی عنصر کے نہایت گہرے تعلقات تھے، روما سے آمادۂ پیکار ہوا، تو نیپلز بھی جنگ میں شامل ہوگیا اور ۳۲۸ء ق م میں نولا کا طرفدار بن گیا۔ شہر کی حالت اچھی تھی، چنانچہ غنیم اُس کا محاصرہ کامل دو برس کیئے پڑا رہا لیکن اُسے حسب دلخواہ کامیابی حاصل نہیں ہوئی تاآنکہ تیسرے سال عمائد نیپلز سے مل کر وہ جبراً شہر میں داخل ہوگیا۔ اب نیپلز روما کے ساتھ

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ ہم اس واقعے کو پیش نظر رکھیں کہ دریائے اکالاندروس تھوریٔ کے علاقے میں ہوکر شاید نہ گزرتا تھا تو پھر یہ بارہ مشکوک ہوجاتا ہے۔ یونانیوں کے باہمی اتحاد کا مظاہرہ ایک پانے گیورس یا دعوت عامّہ کے ذریعے سے ہوتا تھا، لیکن اُس نے کبھی سیاسی حیثیت اختیار نہیں کی۔

مستقل مخالفہ کرنے پر مجبور رہا جس کے بموجب اُس کی خود مختاری تسلیم کر لی گئی اور ساتھ ہی اُس نے اعلان کر دیا کہ جنگ کے موقع پر وہ رومنوں کو بحری امداد سے دریغ نہیں کرے گا ۔ [ش۵]

وہ سال جس میں روما کو یہ اہم حیثیت حاصل ہوئی (یعنی ۳۲۶ سنہ ق م) وہی تھا جس میں سکندر ستلج سے چناب واپس جا رہا تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر مسیلیہ کو نظر انداز کر دیا جائے تو اُس عہد میں سرزمین یونان نیپلز سے دریائے سندھ تک پھیلی ہوئی تھی، اور اس رقبے میں یونانی حس اور یونانی قوّت کا ہر جگہ بول بالا تھا۔

عہد ماقبل کی طرح (باب ۱۱) اس عہد میں بھی مشرق اور مغرب کے ارتقا میں یکسانی نظر آتی ہے۔ سب سے پہلی یکسانی تو یہی ہے کہ شاہ ایپاڑوس کی مہم بالکل اسی طرح کی ہے جیسے سکندر کی مہم، لیکن اس سے زیادہ مشابہت کا اندازہ ممکن ہے۔ ہم دیکھ چکے ہیں کہ کس طرح مشرقیوں نے مشرق و مغرب دونوں پر بیک وقت حملہ کیا، یعنی ایک طرف تو ایرانی اور دوسری جانب قرطاجنی ۴۸۰ سنہ ق م اور ۴۰۹ سنہ ق م میں یونانیوں پر حملہ آور ہوئے، اور اس میں بہت ہی کم شبہہ معلوم ہوتا ہے کہ دونوں قوموں میں کسی نہ کسی قسم کا تعلق ضرور رہا ہوگا۔ پھر کیا یہ قرین قیاس نہیں کہ ۳۴۰ سنہ ق م میں بھی ایسا ہی ہوا ہو؟ کیا یہ ممکن ہے کہ سرقوسہ پر قرطاجنیوں نے حملہ کیا ہو، اور انھیں تمولیون نے شکست دی ہو لیکن انھوں نے ایرانیوں سے مخالفہ نہ کیا ہو جو اُس وقت میں تور و میم نون کی

ش۵ کیمے کے لئے دیکھو بلوخ: "کمپانیہ" صفحہ ۳۱۔ نیپلز و روما کے معاہدے اور ان تاریخی مسائل کی بابت جن کا ان سے تعلق ہے، دیکھو ہولم: "تحقیقات متعلق تاریخ کمپانیہ" Holm: Ricerche Sulla Storia antica della Campania کاغذات تاریخی متعلق صوبۂ Archivio Stor. per le prov. napoletane. سال ۱۱، نیپلز، سنہ ۱۸۸۶ء۔

باب ۲۸ سیادت میں ایشیا میں بڑے زور و شور سے اپنا کام کر رہے تھے؟۔
یہاں اس باب کے اختتام پر ہم یونانیوں اور بربریوں کے باہمی تعلقات دکھائیں گے۔ اس زمانے اور زمانۂ ماقبل دونوں میں یونان گویا یعنی مشرقی، وسطی اور مغربی حصوں میں منقسم تھا۔ مغربی مجموعے کی طرح مشرقی یونان کو بھی مدت دراز سے برابر غیر یونانیوں کی طرف سے خطرہ لگا ہوا تھا، لیکن وسطی حصہ اپنے جغرافی محل وقوع کے سبب سے اُن سے محفوظ تھا اور اُس کے ارتقا میں اتنا زور تھا کہ بوقت ضرورت مشرقی و مغربی یونان کو بھی مدد دے سکتا تھا۔ لیکن ۳۶۰ق م کے بعد اس صورت حال میں بڑی بھاری تبدیلی پیدا ہو گئی، اور وسطی یونان کو اپنے دشمنوں کے سامنے سرنگوں ہو جانا پڑا۔ لیکن فرق صرف یہ تھا کہ یہ دشمن محض بربری نہ تھے، اور اس کے بعد یہی قومیں جو وسطی یونان کی جمہوری آزادی میں سدّ راہ بنی تھیں، وہی مشرقی یونان کی محافظ بن گئیں اور جہاں کہیں وہ گئیں وہیں یونانی مفاد کے لئے صفحۂ تاریخ کو اپنے درخشاں کارناموں سے مزین کرتی گئیں۔ کیا عجیب بات ہوتی اگر سکندر والی ایپائرُس مغرب میں بھی وہی کرتا جو سکندر والیِ مقدونیہ نے مغرب میں انجام کو پہنچایا۔[۹۵]

---

۹۵ سسلی اور نشیبی اٹلی کے سکے ہمیں اُس عہد کی تاریخ کے مسائل حل کرنے میں بہت کچھ مدد دیتے ہیں۔ میں اس مضمون پر یہاں مجمل بحث ہی کر سکتا ہوں لیکن مجھے امید ہے کہ میں کچھ نہ کچھ نئی بات ضرور پیدا کر سکوں گا۔
ہم دیکھ چکے ہیں کہ سسلی میں علاوہ بعض شہروں کے تانبے کے سکوں کے، صرف دیونی سیوس اکبر ہی اپنی سلطنت میں سکے ڈھالتا تھا۔ اُس نے سرقوسہ کے قدیم سکوں ہی کو جاری رکھا جن کے ایک طرف تو ایک زنانہ سر اور دوسری جانب

باب بست و نہم

تمدّن عصر

ہم اب اُس ترقی کا مختصر بیان کر کے، جو یونانیوں نے

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ گھوڑوں کی تصویریں کندہ تھیں۔ اُس کے بیٹے نے اُسی کا اتباع کیا۔ اس کے بعد دیون کی باری آئی، جس نے ممکن ہے کہ بعض جدید سکّے مسکوک کرائے ہوں، بلکہ واقعًا الکترون کے ایسے سکّے موجود ہیں جو اُس کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں جن کے ایک طرف اپولو کا سر اور دوسری جانب مختلف اشیا (مثلاً تپائی) کے تصاویر کندہ ہیں (ہیڈ: "تاریخ سکوکیات" Head : H. N. ۱۵۶)۔ یہ اندرونی اعتبار سے بعید از قیاس نہیں کہ دیون ہی نے ان سکّوں کو بنوایا ہو، جس کے ثبوت میں یہ امر پیش کیا جا سکتا ہے کہ زاکینتھوس کے ایسے سکّے موجود ہیں، (ہیڈ ۲۶۰) جن پر یہی تصاویر کندہ ہیں اور ساتھ ہی ساتھ لفظ "دیونوس" کھدا ہوا ہے؛ یہ سکّے غالبًا دیون نے اُس وقت مسکوک کرائے ہوں گے جب وہ زاکینتھوس میں اجیر سپاہی بھرتی کر رہا تھا۔ (پلوٹارک: "حیات دیون" ۲۲)۔ اس خیال کو اس سے پہلے روما نو بھی ظاہر کر چکا ہے (دیکھو میری "تاریخ سسلی" ۲، ۴۶۲) اور میں اُس سے متفق ہوں۔ بیشک اس خیال کی مخالفت میں یہ کہا جاتا ہے کہ سرقوسہ میں دیون کا عہد اس قدر مختصر اور اتنا مختلف فیہ تھا کہ اُسے سکّہ سازی میں جدت کرنے کی مہلت کہاں ملی ہو گی اور کس طرح اُس نے سونے کے سکّوں کی بجائے الکترون کے سکّے

باب ۲۹ میدان ذہنیات میں کی، اس کتاب کو ختم کردیں گے۔

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ بنائے ہوں گے، چنانچہ بعض مورخوں نے ان سکّوں کو زمانۂ مابعد کی طرف منسوب کیا ہے، اور اسی طرح سے بعض سونے کے سکّوں کو جن کے ایک طرف عورت کا سر اور دوسری جانب یا تو ہرقل شیر کا گلا گھونٹتا ہوا اور یا کھلا ہوا گھوڑا نظر آتا ہے، زمانۂ ماقبل کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ (ہیڈ: سکہ جات سرقوسہ" Head : Coins of Syr. صفحۂ ۲۰؛ "تاریخ مسکوکیات" H. N. ۱۵۴)۔ باوجود ان سب باتوں کے، اُس رائے کے بعد جو میں نے باب ۱۲ کے حواشی میں ظاہر کی ہے، اور اس امر کو پیش نظر رکھتے ہوئے کہ شیر کش ہرقل اور چھٹا ہوا گھوڑا دونوں میں سے کوئی بھی کسی خودسرانہ حکومت کے نشانات نہیں ہوسکتے، میری رائے میں یہ خوبصورت طلائی سکے عہد دیونی سیوس کی طرف منسوب نہیں کئے جاسکتے۔

انھیں کیفیات سے متاثر ہوکر ایونز نے اُن سکّوں کو جن پر گھوڑے اور شیر کش ہرقل کی تصویر بنی ہوئی ہے، اُس عہد کی طرف منسوب کیا ہے جو ایتھنزیوں پر سرقوسی غلبے کے بعد آیا ("تمغہ جات سرقوسہ" Medallions صفحۂ ۹۵ و ۹۶)۔ وہ بیان کرتا ہے کہ کس طرح یہ آخری نمونہ، جس کا موجد شاید یوائے نے توس تھا، اٹلی میں "اطالوی یونانیوں کے وفاقی سکّوں میں سب سے پہلے نظر آتا ہے"، اور اس کا اتباع تارسوس اور مالوس میں بھی کیا جاتا ہے، دیکھو باب ۱۱ حاشیہ ۳۔ نیز مقابلہ کرو "جدیدۂ مسکوکیات" Zeitschrift f. Numism. جلد ۱۷، ص ۱۶۷/۱۶۹ و تصویر ۱۔ اگر مفصلۂ بالا رائے میں بہت کچھ شک و شبہہ کی گنجائش ہے، تو یہ امر بھی یقینی ہے کہ بالکل جدید طرز کے نقرئی سکّے جو اُس عہد کے بعد سرقوسہ میں عام ہیں، تمولیون کے رائج کردہ ہیں۔ یہ وہ سکّے ہیں جن کی پشت پر پیگاسوس کی تصویر ہے جو تمولیون کے شہر کورنتھ کی خاص علامت تھی۔ ان سکّوں کے بعض کے ایک طرف زیوس ایلیوتھیریوس کی شبیہہ ہے جو آزادی دہندہ کے لئے نہایت مناسب نشانی ہے، اور بعض میں کورنتھی طرز کا پالاس کا سر ہے جو کورنتھی خود پہنے نظر آتا ہے۔ آزادی کے اُس عہد کی طرف تانبے کے وہ سکّے بھی

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ منسوب کرنے چاہئیں جن کے ایک طرف تو زیوس الیو تھیریوس یا ہیلانیکوس یا پالاس کی شبیہیں کندہ ہیں (ہیڈ: تاریخ مسکوکیات" ۱۵۷) اور دوسری جانب مختلف ہیولات مثلاً گرتی ہوئی بجلی، کندہ ہیں اور جن کی طرف میں ناظرین کی توجہ تھوڑی دیر کے بعد مبذول کروں گا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تمولیون کے عہد میں بعض دوسرے شہروں کی طرح سرقوسہ کے سیاسی و تجارتی تعلقات کورنتھ سے ہو گئے تھے، لیکن اگاتھوکلیس کے زمانے میں صورت حال بالکل بدل گئی۔
دیونی سیوس کے خاندان کے زوال کے ساتھ ہی نہ صرف سرقوسہ میں بلکہ تقریباً تمام جزیرۂ سسلی میں آزادی کی ایک لہر دوڑ گئی، اور اس کا سلسلہ بھی ہم سکوں کے مطالعے سے معلوم کر سکتے ہیں۔ ہم دیکھ چکے ہیں کہ خود سرانہ حکومت کے دور میں صرف سرقوسہ ہی میں ٹکسال تھی؛ لیکن اب بہت سے شہروں میں سکے ڈھالے جانے لگے، اور اکراگاس، گیلا، اور لیونتی نی کے سکے از سر نو نظر آنے لگتے ہیں، جن میں سے لیونتی نی کا تعلق کورنتھ سے اس قدر قریب کا ہو جاتا ہے کہ وہ پیگاسوس والے سکے ڈھالنے لگتا ہے (ہیڈ، ۱۳۱)۔ کاما رفیہ اور مسانہ میں تانبے کے سکے ڈھالے جاتے ہیں۔ یہ جذبۂ حریت صرف یونانی شہروں ہی میں نہیں بلکہ دیسی شہروں میں بھی نظر آتا ہے۔ ایتنا، اگیریوم اور الائسا اپنے سکوں پر زیوس الیوتھیریوس کی شبیہہ کندہ کراتے ہیں؛ الائسا، ہربیسوس اور مورگن تینے کے سکوں پر ایک زنانہ سر ہے، اور الائسا کے ایک سکے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سر "صقالیہ" کا ہے۔ یہ گویا پہلی مرتبہ کسی فنی شے پر جزیرے کی مشخصہ شبیہہ کندہ کی گئی تھی اور یہ ایسے شہر میں جو بہ نسبت یونانی ہونے کے اپنے صقالی ہونے پر فخر کرتا تھا (ہیڈ ۱۱۰)۔ ان میں سے بہت سے تانبے کے سکے تمولیون کے سکوں ہی سے بنائے گئے تھے؛ ہوتا یہ تھا کہ صقالوی شہر اپنا ٹھپا سرقوسی ٹھپے کے اوپر کندہ کر دیتے تھے، لیکن سرقوسی ٹھپا اس سے بالکل محو نہیں کیا جاتا تھا تاکہ دنیا کو دکھایا جا سکے کہ ان میں جذبۂ حریت کس قدر سرایت کئے ہوئے ہے۔ الائسا کے سکوں سے جن کا ابھی

باب ۲۹ | اور نثر کی ابتدا کی جا رہی ہے - یہاں غور طلب یہ امر ہے کہ سیاسیات

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ - ذکر کیا جا چکا ہے ایک اور عجیب و غریب واقعے کا انکشاف ہوتا ہے - ان میں سے بعض پر ایک کتبہ "الائے زیزن سیوماخیکون" کندہ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ تمولیون کی سیادت میں کوئی لیگ ہو گی جس کا مقصد یہ ہو گا کہ تمام جزیرے کو آزاد کرا دے؛ اس لئے کہ اُسی سکّے پر جس پر لفظ "سیوماخیکون" (بغیر "ال") کندہ ہے اُسی پر صقالیہ کی بھی شبیہہ ہے۔

لیکن سسلی کی مکمل آزادی حاصل نہیں ہوئی، اس لئے کہ جزیرے کا مغربی حصّہ برابر قرطاجنیوں کے قبضے میں رہا، اور یہ بھی سکّوں سے ظاہر ہوتا ہے، اس لئے کہ مغربی حصّے میں دیونی سیوسی نمونے کے پرانے سکّے برابر جاری رہے جن پر زنانہ سر اور گھوڑوں کی تصاویر کندہ تھیں (جیسے پانورموس میں) - ہرقلیہ، منوا اور ایرکس کے سکّوں پر فنیقی کتبے کندہ تھے؛ انتیلا کے سکّوں پر (جہاں کمپانی رہتے تھے) یونانی کتبہ "کمپانون" نظر آتا ہے، اور عجیب بات یہ ہے کہ ان پر بھی پیگاسوس یا چھٹے ہوئے گھوڑے کی شبیہہ ہے (ہیڈ ۱۲۰)، چنانچہ اس قسم کے گھوڑے کو بعض دیونی سیوس ہی کا مخصوص نشان قرار دیتے ہیں۔

اٹلی میں بہت سے مجموعوں کا امتیاز کیا جا سکتا ہے، جن میں سے تاراس، تھورئی، لوکری اور نیاپولس کو جملہ شہروں کا گویا قائم مقام سمجھنا چاہئے۔ سسلی کی طرح یہاں بھی وہ اثرات جو مشرق سے یعنی یونان سے آ کر یہاں پڑے، بہت اہم ہیں۔ لیکن ہمیں یہ یاد رکھنا چاہئے کہ سسلی کی بہ نسبت اٹلی کے سکّوں میں زیادہ تسلسل پایا جاتا ہے اور پرانے طریقوں کی زیادہ پابندی کی جاتی ہے - بہت سے شہر دیونی سیوسی خودسری سے بچ گئے تھے، اور ان میں عام طور پر قدیم طرز کے سکّے برابر مسکوک ہوتے رہے؛ نہ صرف یہ بلکہ غیر ملکی سپہ سالاروں نے، جن کے لئے بیرونی نمونوں کو رائج کرنا دشوار نہ تھا، اٹلی میں یہ اُصول اتنا رائج نہیں کیا جتنا تمولیون اور دیون نے سسلی میں کیا تھا؛ اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ یہ سپہ سالار غلام شہروں کی آزادی کے احیا کے لئے نہیں آئے تھے بلکہ اُن کی آمد کا مقصد

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ صرف یہ تھا کہ وہ بربریوں کے خلاف یونانیوں کی مدد کریں۔ اس طرح ان سپہ سالاروں نے آزادی کے مقصد کو زیادہ مدد نہیں دی، جس کی وجہ سے ان کا اثر مقامی سکوں پر اتنا نہیں پڑا جتنا تولیون کا پڑا تھا۔

تاراس کے سکوں پر برابر اُس کے سوار اور مچھلی پہ بیٹھی ہوئی "تاراس" کندہ ہوتی رہی۔ ان انواع کی شکل میں جو فرق ہے وہ نہایت قلیل ہے، اور یہ صرف اُن شبیہوں کے بیٹھنے کے ڈھنگ میں اور اُن کے متعلقات میں ہے لیکن اس میں بھی اے، جے، ایونز A. I. Evans کو باریک بینی کا بہت موقع مل گیا ہے (دیکھو ااھ بالا) اور اس سے اُس نے سکوں اور تاریخ کے درمیان نہایت ہی دلچسپ انداز سے تعلق بتایا ہے۔ مثلاً (صفحۂ ۶۶ پر) وہ کہتا ہے کہ تارنتوم کا طلائی سکے میں نوجوان تاراس کے ملتجیانہ انداز سے اپنا ہاتھ اپنے باپ پوسئیدون کے سامنے اُٹھانے سے، جو اُس کے روبرو بیٹھا ہے، یہ مطلب ہے کہ شہر تاراس اپنے مادر وطن یعنی اسپارٹا سے مدد کے لئے استدعا کرتا ہے اور اُس کا ثبوت یہ پیش کرتا ہے کہ راس تینے نارم والا پوسئیدون تارنتوم کا معبود تھا۔ ایونز کا یہ بھی خیال ہے کہ تاراس کے ایک سکے پر "تاراس" کی جو شبیہ ہے جس میں وہ ہاتھ میں اپنی خود لئے ہوئے سوچ میں پڑی ہوئی ہے (تصویر ۴، ۱۰، ۱۱) اس سے دراصل شاہ اسپارٹا کی افسوسناک وفات مطلوب ہے جو جنگ ماندیریوم میں ہوئی، اس لئے کہ نشستہ شبیہوں کے ہاتھ میں خود کا ہونا کچھ غیر معمولی بات نہیں، لیکن اس سکے میں تاراس کے قریب دو ستارے بھی نظر آتے ہیں جن کی مراد غالباً اسپارٹا کے رکھشک یعنی دیوسکوری سے ہوگی۔ مسکوگیات پر سیاسیات کا اثر مولوسیوں کے بادشاہ سکندر کے اٹلی میں آنے کے زمانے میں اور بھی زیادہ نظر آتا ہے۔ اس حکمران کے چاندی اور تانبے کے سکے تو ایپائرس ہی میں

باب ۲۹ | نمایاں ہے۔ سیاسی اعتبار سے شہری آزادی کی تکمیل کا سہرا ایتھنز کے

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ ڈھالے گئے تھے، لیکن اغلب امر یہ ہے کہ اُس کے طلائی سکے اٹلی ہی میں بنے تھے (ہیڈ، ۲۷۲)۔ اس کے ساتھ ہی اس سکندر نے نشیبی اٹلی کے مقامی سکّوں پر بھی اپنا اثر ڈالا جیسے اپولیہ کے شہر روبی (رُوُوو) کا چھوٹا سا سکہ جو سکندر کے سکّوں کے بہت مشابہ ہے (ایونز تصویر ۵، ۶ تا ۸) اور جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس بادشاہ تارنتوم اور راطالوی شہروں کے درمیان ضرور معاہدہ ہوگا۔ (واضح ہو کہ روبی ان برتنوں کے لئے بھی مشہور رہے جو اُس کے مقبروں میں برآمد ہوئیں۔

تارنتوم کے ایک دوسرے سکّے پر لفظ "سیوم" کندہ ہے جس سے مراد اُسی لیگ سے ہوگی۔ سکندر کے اثرات کا مزید ثبوت اس امر سے دیا جاسکتا ہے کہ ان سکّوں میں گرتی ہوئی بجلی کی علامت کو اختیار کیا گیا ہے جو دراصل دودونی زیوس کا نشان تھا (ہیڈ ۲۷۲) اور یہ سکندر کے سکّوں اور تارنتوم کے سکّوں دونوں میں نظر آتا ہے۔ ہمیں اس واقعے کا علم ہے کہ سکندر کی خواہش تھی کہ وہ مغرب میں اپنا اثر وسیع کرلے۔ چنانچہ اُس میں اور تارنتوم میں نزاعات پیدا ہوگئے؛ سکّوں پر اُس واقعے کی بھی علامتیں پائی جاتی ہیں، اس لئے کہ اسمیں شبہہ نہیں کہ اُس عہد کے میتاپونتوم والے سکّوں پر زیوس کا جو سر اور گرتی ہوئی بجلی کی تصویر ہے، اور لوکری وسسلی کے سکّوں پر جو اسی قسم کی تصویریں ہیں (جن کا متعاقب بیان کیا جائے گا) ان سے مراد انھیں نزاعات سے ہوگی (ایونز صفحۂ ۸۲؛ ہیڈ صفحۂ ۶۴؛ ایونز صفحۂ ۸۷)۔

میتاپونتوم کے وہ سکّے جن پر زیوس الیوتھے ریوس کی شبیہہ ہے اور جسے ہیڈ (صفحۂ ۶۴) سنہ ۳۵۰ ق م سے پہلے کے بتاتا ہے، غالباً اُسی عہد کے ہوں گے۔ علاوہ ازیں اب سکّوں پر اُس شہر کے دشمنیاتی بانی لیوکی پوس کی شبیہہ بنی ہوئی ہے جس کی کورنتھی خود کی وجہ سے وہ پیگاسی کے مشابہ ہوجاتا ہے۔ سکّوں کی دوسری طرف پہلے کی طرح اناج کی بال بنی ہوئی ہے۔

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ۔ ہرقلیہ میں قدیم سکّے برابر رائج ہیں جن پر اتھینا اٹیکائی خود پہنے ہوئے اور شیر سے لڑتی ہوئی نظر آتی ہے (ہیڈ ۵۹) لیکن ساتھ ہی بعض سکوں پر کورنتھی خود بھی موجود ہے جس سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ میتاپونتوم کی طرح یہاں بھی تھولیون کی شہرت اور اُس کا اثر اپنا کام کئے بغیر نہیں رہے۔ اس کے برعکس ان دونوں شہروں کا تارنتوم کے ساتھ ایک قسم کا تعلق پایا جاتا ہے، وہ یہ کہ شاید دونوں کے سکّے ایک ہی مُہرکن نے بنائے ہوں گے (ایونز ۷۳)۔ ہرقلیہ کے بعض درہموں پر زیتون کی ڈالی پر اُلو بیٹھا ہوا نظر آتا ہے (ہیڈ ۵۹) جس سے اس شہر اور دور دراز شہر ایلیہ کے مابین تعلق نظر آتا ہے جہاں یہی علامت استعمال کی گئی ہے (ہیڈ ۷۵)۔ پہلے کی طرح ایلیہ کے سکوں پر پالاس کا سر ایتھنزی خود پہنے ہوئے ہے اور دوسری جانب ایک شیر ایک ہرن کو پھاڑتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ (ہیڈ ۷۵)۔

تھوریئی میں بھی اسی نمونے کی پابندی کی گئی ہے جس پر ایک طرف تو اتھینے کا سر ایتھنزی خود پہنے ہوئے اور دوسری جانب اڑتا ہوا بیل بنا ہے (ہیڈ ۷۲)۔ یہ ۳۵۶ ق م کے قریب تھوریئی بریتیوں کے قبضے میں آگئی (دیودوروس ۱۶، ۱۵) لیکن ہماری رائے میں اُسے بہت جلد آزادی مل گئی ہوگی۔

کروتون کے نقرئی سکّے جن کے ایک طرف اپولو کا سر اور دوسری جانب ایک تپائی کی شکل کندہ ہیں، اور جنھیں (ہیڈ ۸۳) زمانۂ ماقبل کا قرار دیتا ہے، غالبًا اُسی عہد کے تھے (دیکھو بالا باب ۱۱) اس لئے کہ یہ سرقوسہ کے الکترون کے سکوں کے مشابہ ہیں۔ ہم جو کچھ اوپر کہہ آئے ہیں اس کے بعد یہ ممکن معلوم ہوتا ہے کہ یہ سکّے دیون کے عہد کے ہوں اور اُس نے کروتون پر اثر ڈالا ہو۔ دیون زاکینتھوس کی طرف گیا تھا۔ ہم اس سے پہلے بھی زاکینتھوس اور کروتون کے درمیان تعلقات سے واقف ہیں (دیکھو حواشی باب ۵)۔

ہیپونیوم کو بریتی قوم نے تقریبًا ۳۵۶ ق م میں مغلوب کیا تھا۔ اس شہر کے

باب ۲۹ | زندہ منظاہرہ ہے، اسی طرح جو شخص ایتھنز کو مقدونیہ کے خلاف

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ بعض سکوں کو جن کے ایک طرف زیوس اولمپیوس اور دوسری جانب گرتی ہوئی بجلی پر ایک عقاب نظر آتا ہے، ہیڈ نے عہد سکندر شاہ ایپائروس کی طرف منسوب کیا ہے۔

لوکری نے اپنے سکّے چوتھی صدی ق م تک ڈھالنے نہیں شروع کئے اور یہ وہ زمانہ ہے جب اس شہر نے خاندان دیونی سیوس کی غلامی سے نجات حاصل کرلی تھی۔ اس شہر نے کورنتھی سکّوں کو اختیار کرلیا جن کے ایک طرف پالاس کا سر اور دوسری جانب پیگاسوس کی شبیہہ کندہ ہے اور جس سے تمولیون کی مہم کے اثرات عیاں ہو جاتے ہیں۔ لیکن ایک بات نہایت درجہ عجیب و غریب ہے، وہ یہ کہ ان سکّوں کے تقریباً ساتھ ساتھ لوکری میں ایک دوسرے انداز کے سکّے بھی نظر آتے ہیں جن کا اسلوب اور وزن دونوں بالکل مختلف ہیں۔ اوّل الذکر ۱۳۵ تا ۱۳۰ گرین کی دو درہمیاں ہیں اور ثانی الذکر کا وزن صرف ۱۲۰ تا ۱۱۵ گرین ہے۔ یہ دوسرا معیار اطالوی معیار ہے جو کمپانیہ میں ملتا ہے۔ چنانچہ ہیڈ کی رائے میں یہ اطالوی معیار داخلی یعنی اطالوی تجارت و داد و ستد کے لئے اختیار کیا گیا تھا۔ لوکری کے ان سکّوں کے ایک طرف ایک ریشا ئیل سر کندہ ہے جو پتّوں کا حلقہ پہنے ہوئے ہے اور ساتھ ہی لفظ IEYS کندہ ہیں؛ دوسری جانب ایک بیٹھی ہوئی عورت کی تصویر ہے جس کے ہاتھ میں چوبداروں کی چوب ہے اور الفاظ Eirene Lokron " (یعنی " لوکری کی امن ") کندہ ہیں۔ یہ امر قابل غور ہے (اور اس کی طرف خود ہیڈ نے توجہ مبذول کی ہے " سکّہ جات سر قوسہ " : Head Coins of Syracuse صفحہ ۲۳) کہ زیوس کے اس سر میں ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس کے بال گردن سے ہٹے ہوئے ہیں، اور یہ شبیہہ بجنسہٖ اُسی انداز سے سر قوسہ کے اُن تانبے کے سکّوں میں نظر آتی ہے جس کی دوسری جانب گرتی ہوئی بجلی ہے۔ اس موخر الذکر سکّے کو پیش نظر رکھ کر ریونز نے اس رائے کا اظہار کیا ہے کہ ممکن ہے کہ

ابھارنے میں سب سے زیادہ حصّہ لیتا ہے وہی فن نثر نویسی اور | باب ۲۹

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ - اس قسم کے سکّوں میں سسلی والوں نے مولوسیوں کے بادشاہ کی طرف اشارہ کیا ہو اس لئے کہ اُس سے اُن کی بڑی بڑی امیدیں وابستہ تھیں - ہمارے نزدیک یہ مفروضہ بعید از قیاس نہیں (الیونز صفحہ ۴۰م) لوکری اور سکندر کے باہمی تعلقات کے متعلق ایک نقرئی سکّہ پیش کرتا ہے جس پر ایک طرف گرتی بجلی اور "لوک" اور دوسری جانب "نشستہ مولوسی الو" کی شبیہیں ہیں - ان تمام امور کو مدّنظر رکھ کر ہم اس نتیجے پر پہنچنے میں حق بجانب ہیں کہ لوکری میں دو اثرات خاص طور پر ظاہر ہوئے، پہلا اثر تو وہ جو پیگاسوس کی شبیہوں سے ظاہر ہوتا ہے اور جس سے جمہوری کورنتھ کی طرفداری ٹپکتی ہے، اور دوسرا اثر وہ جو ان سکّوں سے ظاہر ہوتا ہے جس پر مولوسی علامات نظر آتی ہیں اور جس سے ایک طاقتور اور جری حکمران کی جانبداری معلوم ہوتی ہے -

میدما لوکری کی ایک نو آبادی تھی (Seymn. ۳۰۸) - اُس کے سکّے یا تو (۱) کورنتھی استاتر تھے، (جنھیں بعض سکوکیٹین مسانہ کی طرف اس لئے منسوب کرتے ہیں کہ اُن پر حرف Me کندہ ہے (۲) تانبے کے سکّے (ہیڈ - ۸۹) - ہیڈ کا بیان ہے کہ اس شہر کو سنہ ۳۸۹ ق م میں دیونی سیوس نے لے کر لوکریوں کے حوالے کر دیا؛ لیکن میں خود دیودوروس ۱۴، ۱۰۷ میں اس قسم کا ذکر صرف کاؤلونیہ اور ہپونیوم کا پاتا ہوں؛ دیودوروس ۱۴، ۷۸ کے مطابق سنہ ۳۹۶ ق م میں یہاں کے باشندے دیونی سیوس کی رعایا میں شامل دکھائے گئے ہیں اور یہ بیان کیا گیا ہے کہ دیونی سیوس نے ان میں سے بہت سوں کو سسلی بھیج دیا - ان وجوہ کی بنا پر میری رائے ہے کہ ہیڈ کو یہ نتیجہ نکالنے میں ضرور غلطی ہوئی ہوگی -

تریینہ (ہیڈ ۹۸) کے سکّے بھی کورنتھی پیگاسیوں اور تانبے کے سکّوں پر مشتمل ہیں - جو کچھ ہم ابھی کہہ چکے ہیں اُس کی بنا پر غالباً ہیڈ نے جو انھیں سنہ ۳۸۸ ق م سے

باب ۲۹ اور ہیاست کی رسمی شکل کا ممتاز ترین قائم مقام ہے، درآنحالیکہ

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ ۳۵۶ ق م تک کے زمانے میں رکھا ہے اس میں اُسے غلطی ہوئی ہے بلکہ اس کی بجائے وہ تقریباً ۳۴۴ ق م کے ہوں گے۔ اس میں شک نہیں کہ دیودوروس ۱۶، ۱۵ کے مطابق ترینہ کو بریتیوں نے ۳۵۶ ق م میں مغلوب کیا؛ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اتنے بعید زمانے میں اس شہر میں کورنتھی نوع نے کیسے فروغ پایا ہوگا؟ کیا اس کی بجائے ہم یہ فرض کرنے میں حق بجانب نہ ہوں گے کہ ۳۴۴ ق م میں ترینہ تمولیون کی مہم کے اثر سے از سر نو آزاد ہو گیا تھا؟ ہیڈ یہ فرض کرتا ہے کہ ہیپونیوم کو (جس کی حیثیت ترینہ کی سی تھی) آزادی حاصل ہو گئی، اور تھوریئی کی بابت بھی یہی قیاس کیا جاتا ہے۔ ایک اور قابل لحاظ بات یہ ہے کہ اُس زمانے میں ترینہ اور ہیپونیوم دونوں کے سکوں پر ایک بحری پری یعنی پندرینہ بیٹھی نظر آتی ہے، اور اس سلسلے میں ہمیں یہ یاد رکھنا چاہئے کہ یہ دونوں مقامات ایک دوسرے سے قریب قریب واقع تھے۔

اُس زمانے میں رھےگیوم میں بھی (۱) کورنتھی استاتر اور (۲) تانبے کے سکّے رائج تھے۔ ثانی الذکر کے ایک طرف تو شیر کا مُنھ اور دوسری جانب اپولو کا سر نظر آتا ہے، اور یہی علامات ترینہ کے اُن سکّوں پر جنھیں ہیڈ (۹۸) تقریباً ۳۷۲ ق م کا بتاتا ہے لیکن جو بلاشبہ چوتھی صدی کے ہیں، اور ایک چھوٹے سے شہر نوکریہ کے سکّوں پر بھی بنی ہوئی ہیں (جیسے لینورمان: تاریخ یونان "۲، ۸۷، میں نوچیرا بدریائے ساؤتو کے مطابق بتاتا ہے)۔ ان سب باتوں کو پیش نظر رکھ کر ہیڈ یہ صحیح نتیجہ نکالتا ہے کہ رھےگیوم، ترینہ اور نوکریہ کے مابین ضرور حلفے کی کیفیت ہوگی۔

اپنے خیالات کا یکجائی اظہار کرنے سے پہلے کمپانیہ کے سکّوں پر بحث ضروری ہے۔ یہاں نیاپولس میں اُس کے پُرانے سکّے جاری ہیں، گو ۳۲۶ ق م اُس نے روما سے محالفہ کر لیا ہے۔ نولا یونانی نو آبادی نہیں تھی، لیکن جیسا کہ مقبروں سے برآمد شدہ اشیا کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے، اُس کے باشندوں میں یونانیت

باب ۲۴
سکندر کا اتالیق اپنی توجہ معلومات عامہ کے دائرے کی توسیع کی

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ سرایت کیے ہوئے تھی، اور اُس میں اب پہلی مرتبہ سکے ڈھلنے لگتے ہیں؛ یہ نقرئی دو درہمیاں ہیں جو نہ صرف نیاپولس کے سکوں کے ہم وزن (یعنی تقریباً ۱۱۴ گرین) بلکہ اُن کی تصاویر بھی ایک سی ہیں۔ اٹلی کے ان وسطی حصوں میں یونانی اثر اس قدر نمایاں ہے کہ خود رومن بھی اُس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتے۔ روما میں ۳۳۵ء ق م میں (مومسن Mommsen) پہلی مرتبہ چاندی ڈھالی جاتی ہے، اور یہ نئے سکے کمپانی دو درہمیوں کے وزن کے ہیں جن کے ایک طرف ایک سر اور دوسری جانب ایستادہ "نیکے" مع لفظ "رومانو" کے کندہ ہے۔

اب ہم ان سب حالات سے چند عام تاریخ کے نتائج اخذ کریں گے۔ چوتھی صدی ق م کے وسط میں اٹلی اور سسلی کے یونانیوں کی حالت نہایت زبون ہے۔ دیونی سیوس اوّل کا اقتدار عرصے تک رہا تھا۔ اُس نے سسلی میں ایک طاقتور یونانی مملکت قائم کر کے جو قرطاجنیوں کی سدّ راہ بنی، یونانیوں کی بہت بڑی خدمت کی تھی لیکن ساتھ ہی اپنی مطلق العنانی کے طرز عمل کی بدولت اُس نے اپنی یونانی رعایا کے اخلاقی اور ذہنی قویٰ کو شدید نقصان پہنچایا، اور اٹلی میں تو غیر یونانیوں سے مخالفہ کر کے انھیں اس قابل کر دیا کہ وہ یونانیوں کے ملک میں دست درازی کریں۔ لیکن اُس کے نالائق بیٹے نے چند روز ہی حکومت کی تھی کہ دیار مغرب کے یونانیوں کو چاروں طرف سے مصائب نے آگھیرا۔ دیون کی کوششیں سب عملی اعتبار سے بیکار تھیں، اُس کی کمزوری کی وجہ سے افراتفری اور بھی زیادہ ہو گئی اور مغرب والے بالکل بے یار و مددگار ہو گئے۔ لیکن یونانی مادر وطن میں اب بھی تھوڑا بہت دم خم باقی تھا، چنانچہ یہاں سے متعدد مرتبہ اٹلی و سسلی کو بچانے کی کوشش کی گئی۔ تمولیون اور ارخی داموس دونوں نے تقریباً ایک ہی زمانے یعنی ۳۴۵/۳۴۷ ق م میں مہمات سر کیں؛ تمولیون کو تو کامیابی ہوئی لیکن ارخی داموس ناکام ہوا۔ اس میں شبہ نہیں کہ

باب ۲۹ کوشش میں مرکوز رکھتا ہے۔ یہاں سب سے پہلے ہم اٹیکائی نثر،

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ اس ناکامی کے نتائج ایسے خراب نہیں نکلے اس لئے کہ ارخی داموس کو تارنتوم نے طلب کیا تھا، اور تارنتوم کو ایسا زیادہ خطرہ نہ تھا۔ تاہم اٹلی کو اب بھی مدد کی ضرورت تھی، چنانچہ تقریباً ۳۳۴ یا ۳۳۲ ق م میں سکندر نے اپنا ہاتھ بڑھایا۔ لیکن اس بادشاہ کی مہم اور تمولیون و ارخی داموس کی مہمات میں بہت بڑا فرق تھا۔ تمولیون نے آزادی کی خاطر اپنی جان جوکھوں میں ڈالی تھی، اور ارخی داموس کم از کم یونانی قومیت کی خاطر میدان میں آیا تھا، اور اگر اُس کا مقصد ایک حد تک خود غرضانہ تھا، تاہم اس میں بھی شبہ نہیں کہ وہ اسپارٹی نوآبادی کا بھی بول بالا چاہتا تھا۔ لیکن مولوسیوں کے بادشاہ کی کیفیت بالکل جداگانہ تھی اس لئے کہ نہ تو وہ تمولیون کی طرح جمہوریت پسند تھا اور نہ ارخی داموس کی طرح اُسے اپنے ہم وطنوں کی خدمت کرنی مقصود تھی، بلکہ وہ اپنے عظیم الشان مقدونوی بھانجے کی طرح محض اپنے نام و نمود کی خاطر اٹلی آیا تھا اور جس طرح سکندر مقدونیہ مشرق میں اپنی سلطنت کے حدود وسیع کرنا چاہتا تھا اسی طرح سکندر مولوسیان دیار مغرب میں اپنا سکہ جمانے کا خواہاں تھا۔ اس واقعے سے اُس کے اور تارنتوم کی تنازعات کی اصلی وجہ سمجھ میں آجاتی ہے اور یہ بھی صاف ہو جاتا ہے کہ کیوں اس جھگڑے کے بعد مغرب کی طرف وسیع تر میدان عمل کی تلاش میں چلا تھا۔ ساتھ ہی یہ بھی سمجھ میں آتا ہے کہ اُس کی تیزی اور شدت عمل اُس کے راستے میں کہیں حائل نہیں ہوئے بلکہ اسی کے برعکس محض اُس کی خصلت کی وجہ سے بہت سے ایسے بلدیات نے جنھیں تارنتوم سے زیادہ خطرہ تھا اس پر حصر کیا۔ پیتاپونتوم، لوکری، رھے گیوم، ہیپونیوم، ترینہ اور نوکو یہ کی کیفیت بس یہی تھی، اور ان شہروں کے سکوں پر ایپائرس کی شبیہوں سے ہم یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ اُن کی اُس کے ساتھ بہت سی امیدیں وابستہ تھیں۔ علاوہ ازیں یہ امر بعید از قیاس نہیں ہے کہ ان کے علاوہ اور بہت سے نواحات کو اُس سے امید تھی، جیسے خود سسلی میں جہاں کی حالت تمولیون کی

باب ۲۹

بالخصوص دیموس تھنیس پر بحث کریں گے، لیکن اس اتیمنز کا ذکر بحیثیت مدبّر کے نہیں بلکہ بحیثیت ایک خطیب و مقرر اور ماہر فن و مبصّر ادبیات سے کیا جائے گا۔[1]

لقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ موت کے بعد یعنی تقریباً ۳۲۱ سنہ ق م میں بہت کچھ نازک ہو گئی۔ اس میں شبہہ نہیں کہ ہمیں اس جزیرے کے متعلق جو کچھ تھوڑی بہت معلومات حاصل ہیں وہ سب دیودورس کی تاریخ اگاتھوکلیس سے ماخوذ ہیں، لیکن اس سے ایک بات صاف ہو جاتی ہے، کہ سرقوسہ میں عدیدی تمدّن کا اثر برابر بڑھ رہا تھا اور ممکن تھا کہ سکندر جیسا سپاہی اُس کے خلاف عموم کا حلیف بن جائے؛ ہم دیکھتے ہیں کہ اس کے کچھ ہی عرصے کے بعد اگاتھوکلیس جیسے شخص کے ساتھ اس قسم کے امور میں رواداری برتی گئی۔ کم از کم یہ تو یقینی ہے کہ بیرونی مدد سے بہت کچھ کام نکل آتے۔ خود تمولیون بھی تو غیر ملکی تھا۔ جس وقت لوگ تمولیون کی خصلت سے واقف ہوئے اُسی وقت بے شرموں سے بے شرموں کو بھی اُس کی اخلاقی طینت کی نفاست کے سامنے سر جھکانا پڑا؛ اور اس کے برعکس مقامی شہری جو بڑے بڑے عہدوں پر مامور تھے، اُن کے حکم کی بعض نیک شہری بھی پروا نہیں کرتے تھے۔ ہمارے نزدیک ایک ایسا شہر جو سالہا سال کے انقلابوں کے بعد کہیں ترقی کے راستے پر گامزن ہوا تھا، اُس کے لئے ایک زبردست حکمران کی ضرورت تھی۔ یہی وجہ تھی کہ وہاں والوں نے سکندر والیِ ایپائرس کے ساتھ اپنی امیدیں وابستہ کیں، اور خود سرقوسہ میں مولوسی علامات جیسے زیوس کا سر، گرتی بجلی اور عقاب کی شبیہیں سکّوں پر بنائی گئیں جن کی طرف ایونز (صفحہ ۸۳) ہماری توجّہ مبذول کرتا ہے۔

[1] یہاں میں جو کچھ دیموس تھنیس کی بابت کہوں گا وہ صرف وہی باتیں ہوں گی جس کی طرف اس وقت تک کم توجّہ کی گئی ہے یا جو اس وقت تک بالکل ہی نظر انداز کر دی گئی ہیں۔

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ - (۱) دیموس تھنیس ایک مقرر کی حیثیت سے - اس کا اسلوب اس وجہ سے قابل غور ہے کہ وہ اس طرز بیان سے گریز نہیں کر سکا جسے مصنوعی بلاغت کہا جاتا ہے اور جس سے آجکل کے مقرر اور خطاب گریز کرتے ہیں - بیشک وہ خالی کھو کھلے جملوں میں کبھی نہیں پڑتا اور کبھی ایسی بات اپنی زبان سے نہیں نکالتا جس کا تعلق امر زیر بحث سے براہ راست نہ ہو، کبھی اپنے سننے والوں کو اُس دھندلی فضا میں نہیں لے جاتا جس میں اشاروں کنایوں یا طوالت کے ذریعے سے مبہم احساسات پیدا ہوتے ہوں، لیکن صریح خیالات پیدا نہیں ہوتے لیکن وہ اکثر سوفسطائی بھی بن جاتا ہے - اُس کے زمانۂ حال کے معترفوں کا بھی خیال ہے کہ وہ اکثر دھوکا دینا چاہتا ہے - بلاس Blass کہتا ہے کہ یہ عین فطرت کے مطابق ہے (۳، ۱، ۱۰۵) اس لئے کہ آخر دیموس تھنیس ایک وکیل ہی تو ہے؛ دیکھو بلاس ۳، ۱، ۱۳۷ و ۱۶۱ - وہ کہتا ہے کہ دیموس تھنیس "وقتاً فوقتاً چھوٹی چھوٹی باتوں میں واقعی حقیقت سے گریز کر جاتا ہے مثلاً جب وہ کہتا ہے کہ فیلقوس نے امن و امان کا حلف لینے کے بعد تھریسی قلعے مسخر کئے"........" لیکن یہ محض ثانوی امور ہیں، اور انھیں مقرر کسی بات کے ثبوت کے لئے نہیں بلکہ محض زور بیان کی رو میں کہہ جاتا ہے" بلاس ۳، ۱، ۱۰۵) لیکن بلاس کا یہ استدلال کم از کم فیلقوسی ۳، ۱۵ پر تو یقیناً صادق نہیں آتا اسلئے کہ تیسری فیلقوسی میں دیموس تھنیس کا مکمل استدلال اسی بات پر مبنی ہے کہ فیلقوس نے کہا تو یہ کہ ہم میں تم میں امن ہے، لیکن عمل دشمنوں کا سا کیا - اور اگر دیموس تھنیس محض "زور بیان میں" اپنے مدمقابل پر دروغ حلفی کا الزام ایسی حالت میں لگا سکتا ہے جب وہ جانتا ہے کہ اُس نے دروغ حلفی نہیں کی، تو یہ یقیناً نہایت ہی خطرناک بات ہے - بلاس ۳، ۱، ۸۲ میں بالکل سچ کہتا ہے کہ "دیموس تھنیس ہمیشہ واقعات کے مطابق تقریر نہیں کرتا، اور حقیقت یہ ہے کہ وہ مورخ کے مخصوص میدان میں قدم نہیں رکھنا چاہتا، نہ وہ یہ چاہتا ہے کہ شہنشاہی

باب ۲۹

معلوم ہوتی ہے۔ جس طرح حکیم افلاطون کی کتابوں سے ہمارے سامنے

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ طرز عمل کا ہو (خواہ بن جائے)۔ چنانچہ ہم نے بلاس کے اس حکیم کو جہاں تک ہو سکا ہے پیش نظر رکھا ہے۔ بلاس نے ائس خنیس پر جو حکم لگایا ہے (۳، ۲، ۲۳۴) کہ دھوکے اور فریب کی چالبازیوں کی وجہ سے اُسے ہم طبیعتاً شریف نہیں کہہ سکتے اور نہ اُسے بڑے بھاری مقرروں میں شمار کیا جا سکتا ہے، تو بجنسہ یہی بات دیموس تھنیس کے متعلق بھی کہی جا سکتی ہے، اور قدما کے اس مشہور خیال کا بھی کہ ائیوسس اور دیموس تھنیس دونوں اس وقت بھی شک کی نظر سے دیکھے جاتے تھے جب وہ بظاہر حق کے جانبدار تھے، یہی مطلب ہے۔ دیموس تھنیس کی سوفسطائیت کا گویا شاہکار تیسری فیلقوسی ہے، جو اسلوب کے نقطۂ نظر سے نہایت اعلیٰ درجے کی تقریر ہے لیکن جس میں فیلقوس کی قوت کے متعلق دو نہایت نمایاں غلط بیانیاں ہیں (۱۱ و ۱۵) ایک حال کی بابت اور دو ماضی کے واقعات کی بابت؛ دیکھو بالا باب ۱۸، حاشیہ ۹۔

"حیات برک" (لنڈن ۱۸۰۹ء صفحہ ۴۸۱) میں مور لے کے بعض فقروں سے دیموس تھنیس کی شخصیت کا صحیح اندازہ ہو سکتا ہے؛ یہ وہ مقام ہے جہاں وہ برک کے آخری تحریرات متعلق انقلاب فرانس پر اس رائے کا اظہار کرتے ہیں: "اب یہاں برک کے اُصول و خیالات کی بجائے ہم چند مخصوص افعال اور بعض مخصوص طرز عمل کی طرف میلان کی فریقیانہ تحریب پر آتے ہیں۔ ہمیں اس خاص طرز عمل کی پسندیدگی و ناپسندیدگی کا اختیار ہے؛ لیکن یہاں ہمارے نزدیک بحیثیت ایک مفکر کے اور بحیثیت سیاسی فہم و ادراک کے معاون کے برک کا خاتمہ ہو جاتا ہے، اور اس کی حیثیت بجنسہ وہی رہ جاتی ہے جو دیموس تھنیس کی جب وہ فیلقوس کے خلاف زمین آسمان ایک کرتا تھا، یا سسرو کی جب وہ مارک انٹونی کے خلاف

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ زہر اگلتا تھا۔" اکثر جرمن مورخ اس سے بے حد مشتعل ہوں گے کہ ایک لبرل مدبر اپنی رو میں آکر ایتھنزی مدبر کو "دیموس تھنیس جو آسمان و زمین ایک کرتا تھا" کہتا ہے گویا کہ اُس کے جوش و خروش کو وہ اعلیٰ درجے کے اخلاق نہیں سمجھتا۔ بہت سے علما اب بھی خیال کرتے ہیں کہ اگر وہ کسی یونانی مدبر کے طرز عمل کے موافق ہوں اور وہ مدبر اپنے کسی مخالف کو بدمعاش کہتا ہوا پایا جائے تو وہ مخالف ضرور بدمعاش ہوگا؛ چنانچہ جو کچھ دیموس تھنیس نے فیلقوس کی بابت کہا ہے اُس پر وہ آمنّا و صدقنا کہنے کے لئے تیار ہیں۔ انھیں چاہیئے کہ انگلستان کے ایک ممتاز مدبر یعنی لارڈ روزبری نے جو کچھ پٹ اور فوکس کے باہمی تنازعے کے کے بارے میں لکھا ہے اُسے پڑھیں اور سمجھیں؛ اور وہ اپنی "حیات پٹ" (صفحہ ۲۹) میں کہتے ہیں: "اصل میں انتہائیت کے زور ہی سے خطیب اور اور مقرر بنتے ہیں اور اُن کے لئے یہ بالکل لابد اور لازمی ہے۔ یہ اتفاق شاذ ہی ہوتا ہے کہ پارلیمنٹ میں ایسے مقرر کوئی اعلیٰ درجے کی تقریر کر سکیں جنھیں یہ یقین نہ ہو کہ نہ صرف وہ حق پر ہیں بلکہ اُن کا مدمقابل قطعاً ناحق پر ہے اور یہ کہ اُن کے مخالف ساتھ ہی اوّل درجے کے نامعقول اور پاجی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اس سے کمتر زور، اس سے کمتر گرمی سے بنی نوع انسان کے متنوع خصائص میں تہیج پیدا کرنا ناممکن ہے۔" ہمارے نزدیک بجنسہٖ یہی حکم دیموس تھنیس و ائس خنیس پر بھی لگایا جاسکتا ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ دیموس تھنیس کو ہمیشہ نہیں تو کم از کم وقتاً فوقتاً یہ یقین تھا کہ ائس خنیس اور فیلقوس دونوں "اوّل درجے کے بدمعاش تھے"، اور کم از کم اوّل الذکر کے متعلق تو اُس نے یہ صاف صاف کہہ دیا تھا؛ لیکن اگر ہم اُس کی اس رائے کو دو ہزار برس کے بعد انھیں الفاظ کو دہرائیں تو یہ ہماری انتہائی سادگی کی دلیل ہوگی۔

اس امر پر بھی پورے طور پر بحث نہیں کی گئی ہے کہ دیموس تھنیس نے چند

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ مخصوص قواعد اسلوب کی کس طرح تعمیل کی۔ یہ موضوع محض علمی دلچسپی کا موضوع نہیں ہے۔ لارڈ بروم کی رائے میں (جس کا اقتباس بلاس نے ۳/۱/۷۷ امیں دیا ہے) قدیم زمانے کے خطابت آج کل کے مقرروں سے مواد کے لحاظ سے بہت پیچھے اور اسلوب کے لحاظ سے بہت آگے تھے۔ لارڈ بروم یہ بھی کہتا ہے (بلاس ۲/۱/۱۹۸) کہ دیموس تھنیس کے بیان میں اگر ایک لفظ کا بھی اضافہ کیا جائے تو اُس سے نفس مطلب میں کمزوری یا اُسے نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے، لیکن بروم دیونی سیوس کے ایک قول کا صحیح انطباق نہیں کر سکا جس میں اُس نے دیموس تھنیس کی اُس کوشش کا ذکر کیا ہے کہ اُس نے مقفیٰ عبارت مرتب کرنے کی کوشش کی اس لئے کہ بروم کی تحریر تک اُس کی کافی وضاحت نہیں ہوئی تھی، اور بلاس نے اُس وقت تک اس کی مثالیں نہیں دی تھیں۔ دیموس تھنیس نے یا تو اس طرز کو تقریر کرنے کے وقت استعمال کیا ورنہ اُس کی اشاعت تک استعمال نہیں کیا؛ اگر ان تقریروں نے اشاعت تک موجودہ شکل اختیار نہیں کی تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ اتنا بڑا مقرر نہیں تھا جتنا بڑا مصنف؛ اور اگر تقریر ہی میں اُس نے کمال حاصل کر لیا تھا تو دوسری بات ہے۔ بلاس کہتا ہے: "ہمارا خیال ہے کہ دیموس تھنیس کی نثر اور پنڈار کی نظم میں اُس سے کم فرق ہے جتنا پنڈار اور ہومر کے درمیان نظر آتا ہے" اور بلاشبہہ یہاں بلاس کی اس سے مراد مقفیٰ عبارت سے ہے۔ لیکن ہمیں یہ یاد رکھنا چاہئے کہ سیاسی تقریریں یا عدالتی بحث نظم سے مختلف ہو گئی ہے۔ آپ اشعار سے ایک خاص اثر پیدا کر سکتے ہیں لیکن کوئی تحریک کرنے کے لئے اشعار سے کام نہیں چل سکتا۔ اگر ہم اس اُصول کو پیش نظر رکھیں تو ہم اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ اگر وزن کا خیال تقریر کے وقت رکھا گیا تھا تو بلاس کی رائے گویا دیموس تھنیس پر بحیثیت ایک مدبّر کے ایک حملہ ہے اور بروم کی رائے کی کچھ زیادہ وقعت نہیں ہے، بلکہ اگر دیموس تھنیس کے اسلوب کا

باب ۲۹ | درخشاں ترین نمونہ دیموس تھنیس ہے - زمانۂ حال کے علمائے قدیم

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ - اتباع کیا جائے تو بجائے زور کے کمزوری پیدا ہونے کا اندیشہ ہے - اگرچہ مخصوص حالات کے تحت مسلسل سات چھوٹے چھوٹے اجزا سے ایک خاص اثر پیدا ہوتا ہے (دیکھو Pind. Ol. ۱'۸) تو پھر ایسے مواقع کو نظر انداز کر دینا نہایت ہی تنگ نظری ہوگی - یہی رائے حروف علت کی تکرار گریز پر بھی صادق آتی ہے - اصل میں ان پارٹیکیول کا بانی الیسقراطیس ہے لیکن یہ اُس کی پہلے سے تیار کی ہوئی نفیس تقاریر ہیں تو بیجا نہیں (اور جب خود الیسقراطیس نے اثر پیدا کرنا چاہا تو وہ ان قواعد سے گریز کر کے نسبتہً سادہ عبارت لکھنے لگا) لیکن کسی جمعیت عوام یا عدالت کے سامنے تقریر یا بحث کے دوران میں اس قسم کے قواعد سے بڑی رکاوٹ پیدا ہوتی ہے اور اسی قسم کا اثر پیدا ہونے کا اندیشہ ہے جیسے اگر آجکل کا کوئی پارلیمنٹی مقرر بے قافیہ نظم میں کسی جماعت مقننہ کے سامنے تقریر کرنے کھڑا ہو جائے - اصل میں دیموس تھنیس کی تقریروں سے جو کچھ بھی اثر پیدا ہوا اُس کی وجہ کچھ اور ہی تھی - اگر وہ الیسقراطیس کے قوانین اسلوب کا مکمل اتباع کرتا تو وہ اُنھیں نقاشوں کی طرح ہو جاتا جو بغیر سوچے سمجھے دوسروں کے بنائے ہوئے قاعدوں کا مختلف النوع حالات میں اتباع کرتے ہیں، جیسے سترھویں اور اٹھارھویں صدی عیسوی میں قدیم طرز کے درویہ نویسوں نے "تین وحدتوں" کا اتباع کرنا چاہا، اور ایسی صورت میں وہ باعتبار اسلوب کے افلاطون کی سطح سے بہت کچھ گر جاتا - لیکن اس کا کسی طرح یقین نہیں ہے کہ دیموس تھنیس کی مقفیٰ عبارت مع اوقاف واوزان کے درحقیقت تمہید، انتاج اور بعض مرکزی پاروں سے کچھ بھی آگے بڑھتی ہے - حقیقت یہ ہے کہ دریوں تک میں ایتھنزی اس سے کہیں زیادہ تنوع کے خواہاں تھے - ہمارے نزدیک باوجود بلاس کی تحقیقات کے دیموس تھنیس کی تکمیل اسلوب کا مسئلہ ابھی تک اپنی ابتدائی حالت میں ہے اور علمائے متعلقہ ابھی تک اس تحقیقات پر ذرا سوچ سمجھ کر بھروسہ

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ۔ کرتے ہیں۔

۲- تقریر "متعلق تاج" اِٹس خنیس کی تقریر کے برعکس اس تقریر میں کوئی منطقی تسلسل نہیں پایا جاتا، گو اس قسم کا تسلسل دریافت کرنے کے لئے بیحد کاوش اور جانفشانی کی گئی ہے؛ مقابلہ کرو و۔ فوکس: "تجزیۂ تقریر دیموس تھنیس متعلق تاج" W. Fox: Die Kranzrede des Demosthenes analysirt لائپزگ سنہ ۱۸۸۰ء، اور وائٹ مان کی اشاعت کے صفحہ ۱۸۷ اور ۱۰ حواشی۔ ان خیالات سے طبیعت پر اتنا کم اثر ہوتا ہے کہ ا۔ کرشہوف نے تو اس تقریر کے دو مسودوں کو جو ایک دوسرے کے ساتھ مخلوط کر دئے گئے تھے، پہچان لیا ہے (اکاڈمی برلن" سنہ ۱۸۷۵ء)۔ بوالو Boileau کا قول ہے کہ "اکثر بے ترتیبی ہی فنی زاویۂ نگاہ سے ایک خاص اثر پیدا کرتی ہے" چنانچہ شاعر ہی اپنا مقصد بے ترتیبی سے حاصل نہیں کرتے بلکہ مقرر بھی اس طریقے سے اپنا اثر سامعین پر ڈالتے ہیں بشرطیکہ ایک ہی مسئلہ بار بار پیش کیا جائے، اور اس پر جو مباحثہ ہو اُس کے دوران میں وقتاً فوقتاً سامعین کو ذہنی غذا بہم پہنچائی جائے۔ بجنسہٖ یہی کیفیت دیموس تھنیس کی "تقریر متعلق تاج" کی ہے۔

ایک نہایت ہی نفیس تمہید کے بعد دیموس تھنیس ایک ایسے مسئلے پر بحث کرتا ہے جسے استغاثہ کی طرف سے چھوا ابھی نہیں گیا، یعنی صلحنامۂ فلوکراتیس (۱۸، ۵۲) اور اُسے اِٹس خنیس پر ایک وار کر کے ختم کرتا ہے۔ اب وہ خاص استغاثے پر آتا ہے اور کہتا ہے کہ میں "انعامی کھِیدے" کا مستحق ہوں، اور یہ ثابت کرنے کے پہلے خارجی (۶۰-۱۰۱) اور پھر داخلی (۱۰۱-۱۰۹) سیاسیات پر بحث کرتا ہے۔ اس کے بعد وہ قانونی مسئلے پر آتا ہے (۱۱۰-۱۲۵) اور ایک جگہ اِٹس خنیس کو اسی دوران میں بُرا بھلا کہتا ہے (۱۲۱)۔ یہاں تقریر کو ختم کر دینا چاہئے تھا، لیکن چونکہ اِٹس خنیس نے اُس کی تخریب کی ہے اس لئے اب اُسے اِٹس خنیس کے متعلق "ضروری باتیں" بیان کرنی لازمی ہیں۔ یہاں وہ اِٹس خنیس پر نہایت پر زور حملہ کرتا ہے (۱۲۷-۱۳۱)؛

باب ۲۹ تفصیل کے ساتھ مطالعہ کیا ہے، اور ہم بھی اُس کے تقاریر کی مختصر آجانچ

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ - اس کے بعد ائس خنیس کو بحیثیت ایک سیاست داں کے سامنے رکھ کر اُس پر یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ امفیسا کے معاملے کی وجہ سے وہی سکندر کے یونان آنے کا باعث ہوا (۱۴۱-۱۵۹) - اس موقع (۱۶۰) سے کام نکال کر اب دیموس تھنیس خود اپنی طرف رجوع ہوتا ہے اور بیان کرتا ہے کہ جب فیلقوس کا ایلاتیہ پر قبضہ ہو گیا تھا تو اُس نے کیا کیا (۱۶۹) وغیرہ؛ مشہور علو ۱۷۹؛ ائس خنیس کو ایکٹر بتاتا اور اس کی تضحیک (۱۸۰)؛ اور کہتا ہے کہ محض کامیابی کی وجہ سے کسی پر حکم لگانا کسی طرح مناسب نہیں (۱۹۲ وغیرہ)، اور پھر ایک نہایت ہی نفیس انداز میں کہتا ہے کہ اگر بالفرض اتھنز کو اسکا کسی طرح سے پہلے سے علم ہو جاتا کہ اُسے جنگ میں شکست ملیگی پھر بھی وہ اپنے فرض سے ہرگز نہ چوکتا اور بہر حال جنگ کی ابتدا کرتا - ۲۰۸ میں وہ فقرہ ہے جسے روزن برگ "نہایت موثر" اور "علو بیانی کا نمونہ" کہتا ہے اور اس کے بعد ائس خنیس کی انتہائی توہین وتذلیل شروع ہوتی ہے (۲۰۹) جس پر روزن برگ بالکل صحیح اندازہ کرتا ہے کہ "ایک ہی قسم کے خیالات سنتے سنتے شاید سامعین تھک گئے ہوں گے اور خود مقرر کو اسس کا احساس ہونے لگا ہوگا" (لیکن کیا ان خیالات کا بہت زبردست اثر پڑا" ؟) "کہ سامعین کسی قسم کی دل خوش کن بات سننا چاہتے ہیں"۔ اسکے بعد پھر اصل قصہ شروع ہوتا ہے، گو جگہ جگہ لوگوں کے محظوظ ہونے کے لئے یا تو کسی کو بُرا بھلا کہا جاتا ہے ($\frac{۲۴۲}{۲۴۳}$) ورنہ کوئی مزاح آمیز بات کہہ دی جاتی ہے- اب دیموس تھنیس "قسمت" کا ذکر کرتا ہے اور اُسے ائس خنیس اور اُس کے والدین پر ہزل گوئی کا بہانہ بناتا ہے ($\frac{۲۵۶}{۲۶۵}$)؛ لیکن ۲۷۰ میں وہ "معاملات عامہ" کی طرف رجوع ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ میں اس کی بابت "کچھ اور بیان کرنا چاہتا ہوں" لیکن اس سے قبل سامعین دو مرتبہ اور محظوظ کئے جاتے ہیں (۲۸۴ و ۳۱۳) -

اس تقریر میں دیموس تھنیس کی خوبی یہ نہیں ہے کہ اس نے جملہ مواد کو

باب ۲۹ کے ساتھ کرنا چاہتے ہیں اس لئے کہ خطابت ایک ایسا فن ہے جو یونانیوں

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ۔ منطقی اعتبار سے مرتب و منتظم کیا ہے، بلکہ ہر شخص اسے تسلیم کرتا ہے کہ یہ تقریر (ح ۱۰۹) سے از سر نو شروع ہوتی ہے۔ اس کا طرز بیان دراصل یہ ہے کہ ضروری امور کا اعادہ کیا گیا ہے اور ان اعادوں سے پیشتر جگہ جگہ دل خوش کن اور مناسب قصّے بیان کئے گئے ہیں۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ سامعین کو تر و تازہ رکھا جائے اور کبھی حملہ یا مدافعت، کبھی ہمدردی اور کبھی سب و شتم، کبھی سرد مہری اور کبھی دردی بیان کے ذریعے سے اُن کی توجہ مبذول کی جائے۔ دیموس تھنیس "گریز" کا اُستاد ہے (جس کا ذکر ایسقراطیس Phil ۲۶ کے تحت کرتا ہے)، اور یہ گریز نہ صرف طرز بیان میں بلکہ مواد و واقعات میں بھی کیا جاتا ہے۔ اُس کی شخصیت میں فارقلیس اور ارسطو فانیس دونوں جمع ہوتے ہیں، اور اسی مجموعے سے ایتھنزیوں کی ایک بڑی کثرت بہت کچھ محظوظ ہوتی تھی۔ اُسے کامیابی کا اس قدر یقین ہے کہ وہ اسکی نیس کے لگائے ہوئے الزامات کے جواب دینے کی تکلیف گوارا نہیں کرتا، اور اُسے اپنے سامعین پر اس درجہ اعتبار ہے کہ ۲۰۹ اور ۲۰۸ میں وہ منتہائے عروج سے منتہائے کمال کو ایک بڑی زقند لگانے میں مضائقہ نہیں سمجھتا۔ دیموس تھنیس ایک ایسا مقرر ہے جو اپنی آواز، لہجے اور حرکات کو یک بیک بدل سکتا، اور ساتھ ہی تسلسل بھی جاری رکھ سکتا تھا، چنانچہ اگر ہم اُسے ایک اوّل درجے کا ایکٹر کہیں تو بیجا نہ ہوگا۔ مقابلہ کرو وائل Weil کے خیالات اس حصّے پر۔

دیموس تھنیس کی اس خاص قابلیت کے اصلی انداز کے لئے ہم آجکل کے زمانے کا ایک ہمشکل واقعہ بیان کریں گے۔ ڈاکٹر بیسنٹ نے اپنی کتاب موسومہ "پچاس سال گزرے" (لندن سنہ ۱۸۹۲ء) میں گرانٹ Grant کی کتاب "اِدھر اُدھر کی یاد" Random Recollections سے اوکونل O'Connel کے فن تقریر کا مفصلۂ ذیل بیان اخذ کیا ہے: اوکونل کی تقریریں شاید سب سے زیادہ قابل لحاظ یہ امر ہے کہ وہ ایک موضوع سے دوسرے موضوع تک نہایت ہی

باب ۲۹ | ایک حد تک مخصوص ہے اور گویا اُن کی طبیعت میں سرایت کئے ہوئے ہے

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ آسانی اور سہولت سے پہنچ جاتا ہے اور اُسے سنجیدگی سے مزاح اور زندگی بخش سے درشتی آمیز موضوعات تک اُتر آنے میں ذرا بھی تکلف نہیں ہوتا، بلکہ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس ارتقا سے بالکل ہی بے خبر ہے۔ میں نے خود اپنے کانوں سے سنا ہے کہ وہ اپنی تقریر کی ابتدا میں کچھ ایسی باتیں کہتا ہے جس سے سامعین کے دل پر ایک خاص اثر ہوتا ہے اور اُن لوگوں میں بھی جو اس قسم کے اثرات عام طور پر قبول نہیں کرتے، ایک قسم کی ہمدردی کا جذبہ پیدا ہو جاتا ہے۔ میں نے خود اپنی آنکھوں سے ایسے لوگوں کی آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے دیکھے ہیں جو علی العموم پسیجتے بھی نہیں، اور ایک ہی لمحے میں جب مقرر سنجیدہ گوئی سے مزاح کی طرف پلٹتا تو پھر انھیں سامعین کے ہنستے ہنستے پیٹ دکھ جاتے ہیں۔ اس کے برعکس بعض مرتبہ وہ اپنی تقریر کو نہایت لطیف و دل خوش کن پیرائے میں شروع کرتا ہے اور پھر یک بیک درد آمیز پیرایہ شروع کر دیتا ہے اور اُس مقام پر جہاں ایک لمحہ پیشتر قہقہوں کی آوازوں سے آسمان گونج رہا تھا، اب موت کی خاموشی چھا جاتی ہے۔ میں نے کبھی کسی کو اس سے زیادہ لوگوں کے احساسات و جذبات کو اپنے قابو میں لاتے ہوئے نہیں دیکھا؟ اور اُس کی تقریر کا اتنا ہی اثر "دُنیا کی اعلیٰ ترین جماعت شرفا" (یعنی پارلیمنٹ) کے ارکین پر پڑتا ہے جتنا ڈبلن کی ان پڑھ اور چیتھڑوں میں لپٹے ہوئے جم غفیر پر۔ اکثر مقرر اپنے کسی مخصوص انداز میں کمال پیدا کرتے ہیں، مثلاً درد آمیز پیرایہ یا دل خوش کن و مسرت آفریں فقرے، یا کمال اسلوب، یا منطقی استدلال؛ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ او کونل کی طرح دیموس تھنیس ہر معنی کر کے لاثانی تھا، اور اُسی کی طرح چشم زدن میں ایک لہجے سے دوسرے کو نہایت آسانی سے چلا جاتا تھا، اور یہ ایسا وصف ہے جو بہت کم مقرر اپنے سننے والوں کے احساسات کو ٹھیس لگائے بغیر کام میں لا سکتے ہیں۔ جب دیموس تھنیس اُس خنیس کے

اور دیموس تھنیس اس فن کے منتہائے کمال کی ایک جیتی جاگتی تصویر ہے۔ باب ۲۹

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ استدلال کا خاتمہ کر رہا ہوتا ہے تو وہ بجنسہٖ وہی ترکیبیں اختیار کرتا ہے جو اوکونل اختیار کرتا تھا۔ اس کے برعکس ائس خنیس میں صرف ایک ہی ایسی صفت تھی جس میں اُسے کمال حاصل تھا، اور وہ اُس کا رکھ رکھاؤ اور خودداری کا احساس تھا۔

تقریر "متعلق تاج" کی کیفیت تقریباً وہی ہے جو "بے ایمان سفارت" والی تقریر کی ہے، اور ان دونوں پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ ان میں ترتیب وتنظیم کا فقدان ہے (دیکھو وائل Weil کے حواشی)۔ ہمارے نزدیک یہ تقریر ایک اعلیٰ درجے کا فنّی کارنامہ ہے۔ یہ موقع محل کی ذہنیت کے اعتبار سے دی گئی ہے اور اس کا مقصد اوّل یہ ہے کہ کسی نہ کسی طرح سے سامعین کو رام کر لیا جائے۔ اگر اس قسم کی تقریر میں خطابی یا اخلاقی نقائص بھی پائے جائیں تاہم اُس کی عظمت یا کمال میں کسی قسم کا فرق نہیں پیدا ہوتا۔ ۲۴۴ پر دیموس تھنیس کہتا ہے کہ وہ خیئرونیہ کا ذمہ دار نہیں تھا، لیکن یہ صرف زور بیان کی غلطی معلوم ہوتی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میں نے بجنسہٖ وہی کیا جو کوئی دوسرا خطاب کرتا، یعنی تیاریاں کیں، (۲۴۶) اور وہ اس بات کو چھپاتا ہے کہ امن میں بغیر یہ سوچے ہوئے سدراہ ہوا کہ ایتھنز کے پاس جنگ کو جاری رکھنے کے لئے کافی تعداد قابل سپہ سالاروں کی ہے بھی یا نہیں ہم اس قسم کی باتوں کو ایک وکیل کی تقریر میں قابل معافی سمجھتے ہیں، اور اسی طرح اُس نے یہ بات جو چھپائی ہے کہ قانوناً کتےسی فون کو سزا ملنی چاہیئے تھی تو یہ اس تقریر کی اخلاقی لغزش ہے، اس لئے کہ کم از کم کسی عمومیت پسند کو تو خلاف قانون کارروائیوں کو معمولی بات نہیں سمجھنا چاہیئے۔ جب بلاس (۳، ۱، ۳۷۹) کہتا ہے کہ "یہ واقعہ صرف قانون دانوں کے لئے اہم ہوگا کہ ائس خنیس قانوناً ایک حد تک حق پر تھا" تو وہ قانون کی قدر و منزلت کا صحیح اندازہ نہیں کرتا، دیموس تھنیس نے ارسطقراتیس کے خلاف جو تقریر کی، تو اُس میں قانون کا نسبتۃً صحیح تر اندازہ کیا، اور

باب ۲۹

سب سے پہلی چیز جو ہمیں تحسین و آفرین پر مجبور کرتی ہے وہ مفصلۂ ذیل اسالیب بیان ہیں:- تضاد (Antithesis)، مساوی فقروں کی ابتدا میں تکرار لفظی (Anaphora)، ٹیپ کا لفظ (Antistrophe)، فقرے کے آخری لفظ کی آئندہ فقرے میں تکرار (Anasrophe)، تکرار حرف ربط (Polysyndeton)؛ اسی طرح ہمیں اسالیب خیالی بھی ملتے ہیں، جیسے نُدبۂ سادہ، خود مقرر کے قول پر اعتراض (Hypophora) تخاطب اشخاص فرضی (Apostrophe)، دوسروں کی فرضی تقریر (Prospopoeia)، ایسے امور کا یک بیک اخفا جن کا اظہار ممکن تھا لیکن جن کی طرف محض اشارہ ہی کافی سمجھا گیا، کسی فقرے کے بیچ میں رُک جانا (Aposiopesis)، تصحیح بیان (Epidiorthosis)، وقتی گھبراہٹ کا حیلہ جس سے سامعین کو معلوم ہوتا ہے کہ مقرر کو کوئی خیال فی البدیہہ پیدا ہوا ہے، کسی شخص کے نام سے لاعلمی کا اظہار جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مقرر نے پہلے سے تیاری نہیں کی۔ دیموس تھنیس طعنہ اور تضحیک کا بھی مرد ہے۔ یوں تو کوئی تجربہ کار خطیب ان سب

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ اور اُس میں اپنی "تاج" والی تقریر کو "بے شرمی کی داستان" بتایا۔ ہم سمجھ سکتے ہیں کہ اپنا مقدمہ جیتنے کے لئے دیموس تھنیس نے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا، لیکن یہ ہمارے لئے صحیح معیار نہیں بن سکتا۔ اگر بالفرض والتسلیم اَئس خنیس کا رتبہ باعتبار ایک انسان اور باعتبار ایک مدبّر کے دیموس تھنیس سے کم بھی تھا تاہم یہ ایتھنز اور دوسرے یونانی بلدیات کے شہریوں کا مفاد اسی میں مضمر تھا کہ عدالتیں اصل منشائے قانون کے خلاف تو نہیں جاتیں۔

تقریر متعلق "تاج" (۲۸۰) میں دیموس تھنیس نہایت ہوشیاری سے یہ ظاہر کرتا ہے کہ اَئس خنیس کا احساسات عامّہ سے تعلق نہیں ہے۔

لی کر گوس کیلئے دیکھو ڈیوراش ایتھنز کا مقرر لیکر گوس Duerrach; L'Orateur Lycurgue، پیرس، سنہ ۱۸۹۰ء۔

طریقوں کو ہر وقت فی الفور کام میں لاسکتا ہے، لیکن اب ہم اس کا ثبوت
دیں گے کہ جس قدر آجکل سمجھا جاتا ہے اُس سے کہیں زیادہ دیموس تھنیس
اپنی تقریروں کی پہلے سے تیاری کرتا ہوگا۔ اُس کے فن کے تین
خصوصیات ہیں اور انھیں من وعن ایسقراطیس سے اخذ کیا گیا ہے
(دیکھو باب ۱۲)۔ پہلا تو حروف علّت کی یکجائی سے گریز؛ دوسرے دو
سے زیادہ چھوٹے چھوٹے حرفوں کے تسلسلات، جس کی وجہ سے
اُس کی تقریر میں ایسے ایمبوس یا ناٹک کے مکالموں کی شکل اختیار
کرلیتی ہیں جن میں دو جزوی اور سہ جزوی رکن بھرے ہوں، درانحالیکہ
مزماری نظم میں متعدد چھوٹے چھوٹے اجزا پر بھی اعتراض نہیں
کیا جاتا۔ تیسری خصوصیت نثر کی مسجّع ترکیب ہے جس کے مطابق
مختلف مصرعے، جو تقریباً مساوی ہوتے ہیں، دو دو یا دو سے زیادہ باہم دیگر
مطابق اجزا میں منقسم ہوتے ہیں جنھیں "کولا" کہتے ہیں۔ اس ترکیب کے باعث مکمل توازن
قائم ہوجاتا ہے اور پڑھنے والا خودبخود پندار کی نظموں کا خیال کرنے لگتا ہے۔ لیکن یہ یاد
رکھنا چاہیئے کہ نفس مطلب کے لحاظ سے دیموس تھنیس اتنا باقاعدہ نہیں ہے،
اور یہ بے ترتیبی خاص طور پر اُس کی مشہور و معروف تقریر موسومہ "تاج"
میں پائی جاتی ہے۔ اس تقریر و نیز اُس سے پہلے کی تقریروں میں ہمیں
اُس عہد کے مخصوص تمدن کی بابت اس قدر معلومات حاصل ہوئے
ہیں کہ یہاں ہم بعض واقعات کی طرف خاص طور پر اپنی توجہ مبذول
کریں گے۔

جنگ خئیرونیہ کے بعد دیموس تھنیس نے اتھنز کی قلعوں کی مرمت
کرا کے مملکت کی جو خدمت کی تھی اُس سے متاثر ہوکر ایک شخص
مسمیٰ کتےسی فون نے سنہ ۳۳۱ ق م میں یہ تحریک کی کہ عید دیونی سیۂ عظمیٰ
کے موقع پر ایک (طلائی گھیرایا) تاج اُس کی نذر کیا جائے۔ اس پر
ائس خنیس نے کتےسی فون پر قانون شکنی کا الزام لگایا اور اپنے دعوے
کی دلیل میں مفصلۂ ذیل واقعات پیش کیے:۔ (۱) دیموس تھنیس

باب ۲۹ اس اعزاز کا مستحق نہ تھا۔ (۲) اُس نے اپنے عہدے کے زمانے کے معاملات کی حساب فہمی نہیں کرائی اس لئے یہ سب کارروائی خلاف قانون تھی (۳) اس خاص مقدمے میں تماشاگاہ میں اس قسم کے گھیرے کا پیش کیا جانا بالکل خلاف قانون تھا۔ الغرض اس اعتراض کی وجہ سے تاوقتیکہ اس الزام کی پوری طور پر تحقیقات نہ کرلی جائے اُس وقت تک یہ پیش کش ملتوی ہو۔ اس کی تحقیقات کی گئی جو برابر چھ سال تک جاری رہی اور گھیرا اُس وقت تک نذر نہیں کیا گیا جب تک سکندر اپنی فوج سمیت باختر نہ پہنچ گیا۔ بظاہر نظر آتا ہے کہ اٗئس خنیس کو دیموس تھنیس پر حملہ کرنے کے لئے بہت اچھا موقع تھا؛ لیکن واقعتاً ایسا نہیں تھا، اس لئے کہ یہ وہ زمانہ تھا جب عوام میں مقدونیہ کے خلاف جذبات بھڑکے ہوئے تھے۔ بالآخر جب بحث کا وقت آیا تو دونوں مقرروں کی تقریریں سننے کے لئے ہزاروں آدمی جمع ہوئے۔ شاید کبھی دو ایسے باوقعت ومقتدر خطیبوں نے ایک دوسرے کا مقابلہ اس سے زیادہ درشتی سے نہ کیا ہوگا۔ دونوں میں اٗئس خنیس زیادہ قابل تھا، اور اپنی شخصیت، خیالات، اور اسلوب بیان میں اُن سب قاعدوں کی پوری پابندی کرتا تھا جو ائمۂ خطابت وبلاغت نے بنا رکھے تھے۔ دیموس تھنیس بعض امور میں اُس سے آگے بڑھا ہوا تھا؛ وہ عقل وفہم میں فرد فرید اور اول درجے کا نقاش تھا، جو وقتی اثر پیدا کرنے کے لئے موضوعہ قواعد بالائے طاق رکھنے پر ہر آن تیار رہتا تھا، لیکن ساتھ ہی ساتھ تفصیل کی تکمیل کرنے کی غرض سے فن پسند ایتھنزیوں کو متاثر کرنے کی ہر تدبیر کو کام میں لاتا تھا۔ اٗئس خنیس نے استغاثے کی طرف سے اپنی تقریر اس طرح شروع کی کہ حضرات! تاوقتیکہ دیموس تھنیس اپنے زمانے کا حساب کتاب پیش نہ کردے اُس وقت تک اُسے کوئی انعامی گھیرا نہیں دیا جا سکتا۔" اس کے بعد اُس نے یہ کہا کہ اس قسم کا جلسہ تماشاگاہ میں کرنا قطعاً خلاف قانون ہے

باب ۲۹

اور دیموس تھنیس کسی قسم کے اعزاز کا مستحق نہیں۔ اُس نے کہا کہ یہ بات غلط ہے کہ دیموس تھنیس ہمیشہ فیلقوس کا مخالف رہا ہے، بلکہ اُس نے فلوکراٹیس کے ساتھ تعاون کر کے امن کرائی، اور فیلقوس کے خلاف اُس وقت تک آواز نہیں نکالی جب یہ اُس کی ہر دلعزیزی کے لئے ناگزیر نہ ہوگئی۔ اس کے بعد اُس نے ایتھنز اور تھبز کے مابین ایک نہایت ہی افسوسناک محالفہ کر کے عین اس وقت انھیں خطرات سے گویا گھیر دیا جب فیلقوس انھیں طرح طرح کی دھمکیاں دے رہا تھا، جس کی وجہ سے بہت سے ایتھنزیوں کو اپنی جانیں تک دینی پڑیں۔ جب سکندر نے ایشیا میں اپنی مہمات شروع کر دئے تھے اُس وقت دیموس تھنیس کو مقدونیوں پروار کرنے کا بہت بڑا موقع تھا، لیکن اُس نے اس موقع سے فائدہ نہیں اُٹھایا۔ آخر میں ائس خنیس کہتا ہے کہ دیموس تھنیس کی زندگی ایسی نہ تھی کہ اُسے اتنے بڑے اعزاز سے بہرہ اندوز کیا جائے۔

ہم اس سے واقف نہیں کہ اس کے جواب میں کتے سی فون نے اپنی برأت میں کیا کیا کہا، لیکن ہم اُن دلائل سے واقف ہیں جو دیموس تھنیس نے اس تقریر کے جواب میں پیش کئے۔ سب سے پہلے تو وہ ائس خنیس کے اس قول کا ابطال کرتا ہے کہ اُس نے اُس پر (یعنی دیموس تھنیس پر) صرف اس لئے استغاثہ دائر کیا ہے کہ اُس سے کتے سی فون کی تحریک کا خلاف قانون ہو جانا ثابت ہو جائے گا، اور کہتا ہے کہ اگر اُس کے طرز عمل میں ائس خنیس کو اتنے نقائص نظر آتے تھے تو اُسے یہ استغاثہ بہت پہلے دائر کرنا چاہیئے تھا۔ اب چونکہ ائس خنیس نے یہ استغاثہ دائر کرنے کی جسارت کی ہے اس لئے وہ اپنے استحقاق کو ثابت کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اُس نے ایتھنز کے عزت و وقار کی خاطر بڑی بڑی قربانیاں کی ہیں۔ اُس نے یوبیہ و بیزنطہ

باب ۲۹ کو دشمن سے جو محفوظ رکھا اُس پر وہ مفصّل بحث کرتا ہے، اور تریارخیہ کی تنظیم پر زور دیتا ہے، لیکن اس مسئلے کے قانونی پہلو کو محض سرسری انداز سے دیکھتا ہے اور کہتا ہے کہ اُس نے قلعہ بندی کے لئے جو روپیہ مملکت کے سپرد کیا تھا صرف وہی طلائی گھیرے کے استحقاق کے لئے کافی ہے۔ پھر وہ کہتا ہے کہ جو روپیہ بطور نذرانہ کے دیا جائے اُس کا حساب کتاب کیسا؟ اس کے بعد وہ ائس خنیس پر ذاتی حملہ کرتا ہے اور تخریب کے جوش میں اُس کی ماں پر وار کرنے سے بھی نہیں چوکتا؛ آخر میں وہ خود اپنی چلت پھرت کی طرف سامعین کی توجہ مبذول کرتا ہے، اور کہتا ہے کہ ایتھنزیوں کو محض کامیابی اور ناکامی کے معیار سے اپنے افعال کو پرکھنا نہیں چاہیئے بلکہ انصاف کو پیش نظر رکھنا چاہیئے، اور دعویٰ کرتا ہے کہ اگر ایتھنز کو اپنی ناکامی کا علم بھی ہوتا تاہم وہ یقیناً ایتھنز سے جنگ آزما ہوتا۔

اس کے بعد کتے سی فون فوراً بری ہو گیا، اور چونکہ ائس خنیس کے موافق عادلوں کی ۱/۵ آرا بھی نہیں آئیں اس لئے اُسے ایک ہزار درہم بطور جرمانے کے ادا کرنے پڑے۔ اس پر ائس خنیس نے ایتھنز کو خیر باد کہا، اور پہلے تو ایفی سوس گیا، وہاں سے رھوڈز میں کچھ مدت ٹھہر کر آخر کار ساموس میں مستقل سکونت اختیار کر لی اور وہیں اس کا انتقال ہو گیا۔

اسے ہر شخص تسلیم کرتا ہے کہ دیموس تھنیس کی تقریر ائس خنیس کی تقریر سے فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے بڑھی ہوئی ہے۔ دیموس تھنیس کی تقریر میں باریک ترین نکتے بھی ہمیشہ امور پیش نظر کے متعلق ہوتے ہیں۔ وہ حب وطن کی لئے اختیار کرتا ہے، اور اُس میں اُس کا مطلق کوئی ثانی نہیں۔ جب کبھی وہ دوسروں پر حملہ کرتا ہے تو صرف تنوع اور اثر پیدا کرنے کی خاطر۔ ساتھ ہی ساتھ اس میں بھی شبہہ کی گنجائش نہیں کہ

قانونی اعتبار سے اس تقریر میں بہت سے اسقام ہیں، اور اگر ارکان جیوری خود اپنے ذاتی جذبات سے متاثر نہ ہو جاتے تو بلا شبہہ کتے سی فون ہی کو ملزم قرار دیا جاتا۔ دیموس تھنیس نے ائس خنیس کی ماں کو جو لتیھڑا ہے اس پر مدت در از قبل حکم لگایا جا چکا ہے۔

دیموس تھنیس اور ائس خنیس کے بعد دو اور مدبروں یعنی لیکر گوس اور ہی پر یدیس کی خطابت مشہور آفاق تھی۔ لیکر گوس کی ایک تقریر مشہور ہے جو اُس نے ایک بزدل شخص لیوکری تیس کے خلاف دی تھی، اور اس میں لیکر گوس حب وطن کے جوش میں آکر بہت کچھ بُرا بھلا کہتا ہے۔ ہی پر یدیس مقدونیہ کے جانی دشمنوں میں سے تھا، اور اُس کی تقریروں سے، جو مصر میں بر آمد ہوئی ہیں، معلوم ہوتا ہے کہ وہ فن خطابت میں یکتائے روزگار تھا اُس نے فرینے کی طرف سے جو پیروی کی اُس سے پتا لگتا ہے کہ وکالت کے فن میں اُس کا مرتبہ بالکل لاثانی تھا۔

السقراطیس کے دو شاگردوں یعنی الیفوروس اور تھیوپومیوس کی تصانیف میں فن بلاغت اور علم تاریخ کا گویا اتصال ہوتا ہے۔ الیفوروس کیمے کا باشندہ تھا، اور اپنے طالب علمی کے زمانے میں ذرا کاہل الوجود تھا جس کی وجہ سے اُسے ہمیشہ کہنے سننے کی ضرورت پڑتی رہتی تھی۔ اُس کا اُستاد اس سے کہا کرتا تھا کہ اگر تمھیں ایسے کام کی تلاش ہے جو تمھاری فطری اہلیت کے عین مطابق ہو تو مناسب ہے کہ تم تاریخ لکھو۔ اُس نے جو تاریخ مرتب کی اُس کی تیس جلدیں تھیں، اور یہ خاندان ہرقل کے مہمات سے شروع ہو کر فیلقوس کے محاصرۂ پرنتھوس پر ختم ہوتی تھی۔ اس کی بابت ہمیں زیادہ تر معلومات دیودوروس کے تصانیف میں دستیاب ہوتے ہیں، اور اغلب یہ ہے کہ دیودوروس نے واقعات پر تبصرہ کرنے میں جو یکسانی دکھائی ہے وہ الیفوروس ہی سے ملخوذ ہے۔

باب ۲۹ ہمارے پاس اس کا کوئی ثبوت نہیں کہ اُس نے مختلف اشخاص کے خصائص لکھنے میں جانبداری کا برتاؤ کیا ہو۔ اس کے تصانیف کو اُس کے بیٹے دیمو فیلوس نے مکمل کیا۔

الیفوروس کے ہم مدرسہ تھیوپومپوس ساکن خیوس کی طبیعت کی اُفتاد اُس سے بالکل مغائر تھی اور یہاں خود اُستاد کو اس کی روک تھام کرنی پڑتی تھی۔ وہ ۳۸۰ سنہ ق م میں پیدا ہوا، اور جب اُسے مقامی عمومیت پسندوں نے جزیرے سے نکال دیا تو ایتھنز چلا آیا۔ ۳۵۵ سنہ ق م میں وہ خیوس واپس گیا لیکن سکندر کی موت کے بعد اُسے پھر جلا وطن کر دیا گیا جس پر وہ مصر چلا گیا۔ ہمیں اُس کی موت کے مقام یا سال کا مطلق علم نہیں۔ وہ اکثر ایک خطیب کی حیثیت سے عوام کے روبرو آیا اور اُس نے موسولوس کی تعریف و توصیف کرنے پر انعام حاصل کیا۔ اُس نے دو کتب تاریخ تالیف کیں، ایک توطوسی ویدش کے سلسلے میں ۴۱۱ سنہ ق م سے ۳۹۴ ق م کی تاریخ، اور دوسری تاریخ عہد فیلقوس، جن میں سے آخرالذکر بیشمار جملہ ہائے معترضہ کے ذریعے سے جملہ دیار یونان کی مبسوط تاریخ بن گئی۔ اس کے لئے بھی ہمیں دوسروں کی کتابوں کا رہین منت بننا پڑتا ہے، جن سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ روایات کے بموجب اُس کی طبیعت الیفوروس کی طبیعت سے بالکل مغائر تھی۔ اس کے بیان میں الیفوروس سے زیادہ زندہ دلی پائی جاتی ہے، اور جب وہ واقعات پر تبصرہ کرتا ہے تو خود اپنے ذاتی اثرات کو اس میں نسبتہً زیادہ جگہ دیتا ہے۔ وہ مروجہ رسم و رواج کو بیان کرنے اور دوسروں کے مقاصد کی تہ کو پہنچنے کا بڑا مشتاق تھا۔ اُسے دوسروں کی بری عادتوں کو مشتہر کر کے انھیں رسوا کرنے میں لطف آتا تھا، چنانچہ اسی سے اسے تیمائیوس اپنی کتاب میں جگہ جگہ اُسکے اقتباسات دیتا ہے۔

باب ۲۹

ہمیں یہ کہنے کا کوئی حق نہیں کہ الفوروس اور تھیوپومپوس کا مقصد اولین حق پسندی نہیں تھا، لیکن اُن کے مخصوص انداز سے (جس کا ایک جزو تو انھیں دوسروں سے ورثے میں ملا تھا، اور دوسرے کے وہ خود بانی مبانی تھے) ہم یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ بحیثیت اصلی مورخوں کے اُن کی سطح طوسی دیدش یا زینوفون سے کہیں زیادہ پست تھی۔

ان خطیبوں کے طریقے کا تباین ارسطاطالیس کی تصانیف میں نظر آتا ہے، جو دیموس تھنیس کے گویا ساتھ ساتھ ۳۸۴ق م میں پیدا ہوا اور اُسی کے ساتھ ساتھ ۳۲۲ق م میں مرا۔ لیکن ان دونوں کے سوانح حیات میں کس بلا کا تباین پایا جاتا ہے!

ارسطاطالیس[۵۲] نکوماخوس کا بیٹا تھا، جو نسلاً اسکلے پی تھا،

---

۵۲ ارسطاطالیس کے لئے منجملہ دیگر کتابوں ومضامین کے دیکھو زیلر .Zell پاؤلی کی "محیط المحیط" (Pauby' R. E.) ۲٫۱ ۴، ۱۶۳۴ تا ۱۴۹۹ "تفاخر" کے لئے ارسطاطالیس: "اخلاق نکومیکی" (Ar. Eth. Nic.) ۴، ۳۔

و۔ ہرتز: "ازمنۂ وسطیٰ کے سکندری افسانوں میں ارسطو کا تذکرہ"

W. Hertz: Aristoteles in den Alexanderdichtungen des Mtlelalters

میونخ سنہ ۱۸۹۰ء؛ نیز پاؤلی ویسوا جلد ۲ میں گرکے کے لکھے ہوئے جدول نمبر ۱۰۱۲–۱۰۵۵۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ حال ہی میں "دستور اتھنز" پر جو کتاب برآمد ہوئی ہے (جس کا ذکر جلد ۲ صفحہ ۳۴۶ میں کیا گیا ہے) وہ ارسطاطالیس کی دستور اتھنز پر وہی کتاب ہے جس کے اقتباسات بہت سے قدیم لغت نویسوں اور دوسرے علما نے دئے ہیں۔ اس کتاب کی اندرونی شہادتوں سے پتا لگتا ہے کہ یہ ۳۲۹ق م سے ۳۲۲ق م تک کے زمانے میں لکھی گئی ہوگی۔ اتھنز کی دستور اور سیاسیس کی تاریخ کے لئے یہ کتاب نہایت ہی وقیع ہے، لیکن بہت سی تفصیلات نظر

باب ۲۹ اور امین تاس شاہ مقدونیہ کا طبیب خاص تھا۔ وہ ستاگیرا میں پیدا ہوا شاید ۳۶۷ ق م میں ایتھنز آیا، اور جب افلاطون سسلی سے واپس آیا تو اُس کے درس میں شریک ہو گیا۔ چونکہ اُسکے خیالات

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ رہ جاتی ہیں۔ سوال صرف یہ باقی رہ جاتا ہے کہ آیا یہ تالیف خود اس حکیم کی تالیف ہے یا اُس نے اُس مواد کو جمع کر دیا ہے جو اُس کے شاگردوں نے فراہم کیا تھا اور اُس میں (ارسطو نے) اپنے سیاسی خیالات کا اظہار کر کے تواحد کی کیفیت پیدا کر دی ہے۔ میرا خیال ہے کہ ہمیں اس دوسرے نظریئے کی تائید کرنی پڑے گی اور یہ صورت نہ صرف "دستور ایتھنز" کی ہے بلکہ اس کے علاوہ اس سلسلے کے ۱۵۷ دوسرے دساتیر کی۔ جب ارسطا (طالیس) موالید ثلاثہ اور فلسفہ کے مسائل پر اس قدر عمیق مباحث ضبط تحریر میں لانے میں مصروف ہوگا تو پھر یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ اُس کے پاس ۱۵۷ شہروں کے دساتیر جمع کرنے کے لئے کہاں سے وقت نکلا ہوگا۔ اگر یہ خیال درست ہے تو پھر انفرادی واقعات کی ذمہ داری ارسطو کے سر سے ہٹ جاتی ہے اور ساتھ ہی اُس کی تصانیف میں تاریخی عنصر میں غلطیوں کا امکان بھی ہو جاتا ہے۔ مثلاً یہ ممکن ہے کہ "دستور ایتھنز" میں قوانین دراکون کی بابت صحیح رائے کا اظہار نہیں کیا گیا اور تمسطاکلیس کی شخصیت کا صحیح اندازہ نہیں لگایا گیا کم از کم ہم پر یہ لازم ہے کہ ہم اس تالیف کے تاریخی حصے کو گہری تنقیدی نظر سے دیکھیں اور اُسی کسوٹی پر پرکھیں جس پر ارسطو سے کمتر درجے کے مولفوں کی کتابوں کو پرکھتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ "دستور ایتھنز" کے مطالعے سے جو مسئلے ذہن میں آتے ہیں اُن کا جواب دینا لازم ہے۔ ان کے لئے جو مواد ہے اس کا مختصر ترین اور بہترین ملخص بوسولٹ کی "تاریخ یونان" جلد ۲، اشاعت دوم، ص ۱۴/۵۵ میں ملے گا۔ اس میں جن اشاعتوں کا ذکر ہے اُنمیں سے سینڈیز Sandys کی اشاعت سب سے زیادہ کارآمد ہے، لیکن اس فہرست میں بلاس Blass کی حال کی اشاعت (لائپزگ ۱۸۹۵ء) کا اضافہ کرنا چاہئے۔

اپنے اُستاد کے خیالات سے بالکل مغائر تھے اس لئے قدیم تذکرہ نویسوں نے اس اختلاف کو استاد و شاگرد کی باہمی رنجش پر محمول کیا ہے اور ارسطاطالیس کو اُس کی ناشکری پر بُرا بھلا کہا ہے۔ لیکن ہمارے پاس اس کا مطلق کوئی ثبوت نہیں کہ یہ اختلاف ذاتی رنجش کی وجہ سے پیدا ہوا تھا۔ خود ارسطاطالیس کہتا ہے کہ فلسفی کے لئے حق پسندی کا پلڑا اُستاد کی محبت سے زیادہ وزنی ہونا چاہئیے "افلاطون میرا دوست ہے، لیکن مجھے سچائی سے جو لگاؤ ہے وہ اُس سے بھی زیادہ ہے"۔ اگر یہ واقعہ ہے کہ افلاطون کی زندگی ہی میں ارسطاطالیس نے بھی درس دینا شروع کر دیا تھا تو یہ درس فن بلاغت پر ہوتے تھے اور ان میں وہ (الیسقراطیس کے اصول کے برعکس) اصلی اور واقعی حالات پر زیادہ زور دیتا تھا۔ افلاطون کی موت کے بعد ارسطاطالیس اپنے دوست میزیہ کے شہر اتاریوس کے خودسر ہرمیاس کے پاس گیا جو خود شاید افلاطون کا شاگرد تھا، اور جسے مشہور غدار مین تور نے جل دے کر قتل کر دیا۔ اس کے بعد ارسطو متی لنہ چلا گیا۔ ۳۴۲ قم میں اُسے فیلقوس نے اپنے بیٹے سکندر کی اتالیقی کے لئے مقدونیہ بلوایا اور اُس سے اُس نے یہ مشہور الفاظ کہے کہ "جب میرے بیٹا پیدا ہوا تھا تو میں بڑا خوش تھا، اور مجھے اس سے اور بھی زیادہ خوشی ہوئی کہ وہ تمھارے زمانے میں پیدا ہوا اس لئے کہ تم اب اُسے تعلیم و تربیت دے سکتے ہو"۔ غالباً ارسطو نے سکندر کو زیادہ سے زیادہ تین سال تک تعلیم دی۔ ہمیں اُستاد و شاگرد کے باہمی تعلقات کی بابت کسی قسم کے خاص معلومات حاصل نہیں، لیکن اس میں شک کی گنجائش نہیں کہ ارسطو کا سکندر پر بہت ہی بڑا اثر پڑا ہوگا۔ نوجوان بادشاہ کی تشنگی علم اور اُس کے علمی انطباق کی خواہش کو ضرور اُستاد نے المضاعف کر دیا ہوگا، اور یہ امر یاد رکھنے کے قابل ہے کہ تاریخ میں جس شخص نے

باب سب سے زیادہ شہر آباد کیے، اُس کے اُستاد کو یہ فخر حاصل ہے کہ اُس نے یونانی و غیر یونانی شہروں کا سب سے پہلے غائر مطالعہ کیا۔ اگر اسلوب کے اعتبار سے سکندر کا پایہ اتنا بلند نہیں سمجھا جاتا تھا جتنا اُس کے باپ کا، تو ممکن ہے کہ اس کی وجہ یہ ہو کہ ارسطو نے فلسفۂ ایسقراطیس کو زیادہ اہمیت نہیں دی، بلکہ شاید اس خیال کو چھپایا بھی نہیں کہ وہ ایسقراطیس کا مرتبہ کچھ ایسا بلند نہیں سمجھتا، وہ خود محض اپنی ذات حقیقی پر غور کرتا تھا۔ چنانچہ اغلب امر یہ ہے کہ اُس نے اپنے شاگرد کی توجہ بھی اسی کی طرف مبذول کی ہوگی۔ وہ کچھ مدت تک دربار مقدونیہ میں رہا، اور یہاں اُس نے اپنی جائے پیدائش یعنی ستاگیرا کی مرمت کی کوشش میں (جسے فیلقوس نے برباد کر دیا تھا) اپنے اثرات کو کام میں لایا۔ اس کے بعد وہ ایتھنز واپس گیا جہاں اُس نے فلسفے اور خطابت پر درس دینے شروع کیے، اور چونکہ اُس کا طریقہ یہ تھا کہ لی کیوم میں چلتے پھرتے تقریر کرتا تھا اس لئے اُس کے مخصوص مسلک کا نام مسلک "مشائین" پڑ گیا۔ یہ امر بالکل فطری تھا کہ اُس کے درس میں ہر قسم کے افراد شریک تھے اور ان میں سے ہر طبقے کو درس دینے کا طریقہ بالکل جدا گانہ تھا۔ سکندر کی وفات کے بعد ارسطو کے لئے ایتھنز میں قیام کرنا وبال جان ہو گیا، اور اُس پر یوریمدون نامی پجاری نے ایک شخص دیموفیلوس سے مل کر اُس پر لامذہبی کا الزام لگایا اور یہ کہا کہ اُس نے ہرمیاس کے لئے، جو کوئی معبود نہیں بلکہ انسان محض ہے، ایک بھجن مرتب کیا ہے۔ ممکن ہے کہ اس استغاثے سے ارسطو کے کلنگ کا ٹیکا لگ جاتا، لیکن وہ فوراً شہر خالکس چلا گیا جس کی حفاظت ایک مقدونوی دستے کے سپرد تھی، اور وہیں ۳۲۲ق م میں وہ راہی ملک عدم ہوا۔

ارسطاطالیس اُن فلسفیوں میں سے تھا جو علم و ادراک میں کمال

باب ۲۹

رکھتے ہوں۔ نہ صرف تعداد کے اعتبار سے بلکہ اہمیت کے لحاظ سے بھی اُس کے تصانیف و تالیفات کا نمبر اوّل ہے۔ اُس نے اپنے زمانے کے علوم انسانی کے میدان کو عبور کیا اور ہر علم کی ترقی میں کوشاں ہوا۔ اُس نے مطمحی افلاطونی دُنیا کے برخلاف ایک حقیقی اور واقعی دُنیا کا خیال پیش کیا ہے۔ وہ گویا "اعتدالِ متناسب" کا قائم مقام ہے اور یہی وہ اصول ہے جس پر اُس کا تمام فلسفہ مبنی ہے۔ مطمحی گروہ کے نزدیک برترین، بالالتزام بہترین بھی ہوتا ہے، اور وہ اسی جانبدارانہ طرز کا قطعاً مخالف ہے۔ ہمارے نزدیک وہ اپنے تناسب کے حس کی وجہ سے یونانی ذہنیت کا صحیح قائم مقام ہے (جلد ۱، باب ۱)۔ اُس نے جس اولوالعزم شخص کا ذکر کیا ہے وہ تقریباً اُسی نوع کا ایک فرد ہے جیسے طوسی دیدش کی نگاہ میں فارقلیس یا بعض دوسرے مورخوں کی نگاہ میں اپامنونداس۔ اُن تالیفات کی شکل، جو اس وقت تک اُسی کے نام سے مشہور ہیں کچھ زیادہ قابل اطمینان نہیں ہے، اور اغلب امر یہ ہے کہ یا تو یہ محض غلط نویسی کی وجہ سے ہوگا، ورنہ یہ بھی ظن غالب ہے کہ اُن کی اور ارسطاطالیس کی زبان دراصل خود اُس کی نہیں بلکہ اُس کے شاگردوں کی یادداشت پر مشتمل ہیں۔ ہمیں یہ پوری طور پر معلوم ہے کہ ان کتابوں کی اشاعت خود مولف کی زندگی میں نہیں ہوئی۔ اُس کی لکھی ہوئی کتابیں اُس زمانے کے رواج کے مطابق فلسفیانہ مکالموں کی شکل میں ہیں اور اُن کا اسلوب بیان بالکل مکمّل ہے۔ اُس کے بہت سی تصانیف کے محض اجزا ہی باقی رہ گئے ہیں۔ انہی زمرے میں ۱۵۲ بلدیات کے وساتیر، ناٹک کی تاریخ موسومہ دیدسکالیہ، جو نوشتوں پر مبنی ہے) رسم و رواج کا ایک مجموعہ، ایک کتاب موسومۂ "سکندر" جو دراصل نو آبادیوں کی تاریخ ہے، یہ سب شامل ہیں۔ زمانۂ مابعد کے

یونانیوں کا تمام علم وفضل، جسے فی الجملہ "اسکندریہ" کا لقب دیا جاتا ہے، ۲۹۔ باب
اُسی کی تحریروں پر مبنی ہے اور گویا اُسی کے خیالات کی تصویر ہے۔
سکندر کی جو حیثیت سیاسیات میں ہے وہی ارسطا طالیس کی ادبیات
میں ہے، اور دونوں سے ایک عہد کا اختتام اور دوسرے کی
ابتدا ہوتی ہے۔ اس کا بھی بجنسہٖ سکندر کی طرح آنے والے زمانے
پر نہ صرف طرزِ کار کے اعتبار سے بلکہ عملاً بھی بڑا بھاری اثر پڑا۔
عملی اعتبار سے اس لئے کہ اُس نے جو مواد جمع کیا تھا اُس کی مقدار
نہایت عظیم الشان تھی، اور طرزِ کار کے اعتبار سے اس لئے کہ وہ فلسفے
اور دوسرے علوم کے مطالعے کے طریقوں کا ذکر کرتا ہے۔ اُس نے
منطق، سیاسیات اور عروضیات پر جو کتابیں لکھیں اُن سے اب بھی
سند لی جاتی ہے۔ ہم اس جلد کے اختتام سے پہلے اُس کی سیاسیات
کا حوالہ دیں گے۔ سب سے عجیب بات یہ ہے کہ سکندر کی طرح
ارسطو کا نام بھی دیارِ مشرق میں شائد خود دُنیائے یونان کے نام سے
زیادہ درخشاں ہے۔ پہلے تو اُس کی تصانیف کا سریانی و ارمنی زبانوں
میں، اور ان زبانوں سے عربی میں ترجمہ ہوا، اور مسلمان علما و فضلا
نے اُس پر نہایت جاں فشانی سے حاشیئے لکھے۔ زمانۂ وسطیٰ میں
یہودی عالموں نے اس عربی ترجمے کا لاطینی میں ترجمہ کر کے مغربی
عیسائیوں کو اُس کے تبحّر اور معلومات سے معمور کیا، جن میں سے
مشہور ڈومینکی راہب البرٹ اعظم اور طامس اکوئی ناس نے خاص
طور پر اُس کی نشر و اشاعت میں حصّہ لیا۔ وہ زمانۂ وسطیٰ کی مدرسیت
کی گویا بنیاد تھا، اور جس طرح عہدِ سکندری سے شہنشاہی اُصول اخذ
کئے گئے اسی طرح ارسطاطالیس کی تحریرات پر کیتھولک عقائد اور
اور پاپائیت کا مدار رہے۔ نشأۃ جدیدہ کے زمانے میں افلاطون نے
ارسطاطالیس کی جگہ لے لی، جس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ ارسطاطالیس
کا نظام کسی ایسے عہد کے مطابق نہیں ہے جو جوش و خروش سے

باب ۲۹

لبریز ہو۔ جب دل سے آواز نکلتی ہے تو افلاطون ہی کے خیالات کو تفوق حاصل ہوتا ہے لیکن جب فہم وادراک کا دور دورہ ہوتا ہے تو لوگ اُسی فلسفی کی بات سنتے ہیں جس نے دُنیائے حقیقی کا غائر مطالعہ کیا ہے۔ اُس کے شاگرد سکندر کی طرح اُس کی شخصیت بھی زمانۂ وسطیٰ کی نظم میں سرایت کر گئی ہے۔

اس عہد میں نثر نے نظم کی جگہ لے لی ہے، اور اگر ان دونوں کا موازنہ کیا جائے تو ہمیں محسوس ہوگا کہ اب نظم ہماری توجہ کی زیادہ مستحق نہیں رہی ہے۔ یونانی فنّی حس نے نظم کی بجائے فنون لطیفہ کی شکل میں مظاہرہ کیا جس میں تعمیر، سنگ کاری اور رنگ سازی زیادہ تر ممتاز ہیں۔

تعمیر کاری میں مشرق وسطیٰ اور مغربی یونان سے بازی لے گیا۔[۳۹] اس عہد میں سادہ دوریاتی طرز کی بجائے متنوع وخوش گوار ایونی طرز تعمیر کا رواج ہوا، اور ساتھ ہی ساتھ ایک جدید طرز تعمیر یعنی کورنتھی نمایاں ہونا شروع ہوئی، جس کے اکتشاف کا سہرا دائیناکالی ماخوس نامی سنگ کار کے سر رکھا جاتا ہے۔ جہاں تک ہمیں معلوم ہے سب سے پہلے جس عمارت میں کورنتھی طرز استعمال کیا گیا تھا وہ اسیتھنے آلیہ کا بت خانہ تھا جو اولمپیاد ۹۶ یعنی ۳۹۴ ق م میں تعمیر ہوا تھا، لیکن اس میں اُس کا استعمال محض ثانوی تھا، اور علی العموم یہ طرز تعمیر اس عہد میں دوریانی کے برابر ممتاز نہیں۔ اس کا ایک ممتاز تعمیر گار دیٔ نوکراتیس تھا جو مقدونوی یا ایشیائی تھا۔ اُس نے سکندر کے لئے بہت سے ایوانات تیار کئے اور الفی سوس کے

---

[۳۹] تعمیر۔ ڈرم: "یونانیوں کا طرز تعمیر" Durm: Die Baukunst der Griechen ص ۱۸۹-۱۹۱۔ رائیے (Rayet) اپنی کتاب: "مطالعہ جات آثاریات" Etudes d' Archeologie ص ۸۶-۱۶۶ میں بالکل ٹھیک کہتا ہے کہ اب تک جو کچھ تحقیقات ہوئی ہے وہ فنون لطیفہ کی تاریخ کیلئے بالکل ناکافی ہے۔

باب ۲۹

بت خانے کو، جو سکندر کی ولادت کے سال جل گیا تھا، از سر نو تعمیر کیا۔ اس کے علاوہ فیثوس، ہرموگنیس، اور ارگی لیوس (یا تھارگی لیوس) بھی اُس عہد کے ممتاز تعمیر کار گنے جاتے تھے۔ انمیں سے فیثوس سب سے مشہور تھا، اور تینوں ایشیائے کوچک ہی میں اپنی قابلیت کے جوہر دکھاتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ پری اینے دالابت کدۂ اتھینے اور مقبرۂ ہالی کارناسوس فیثوس نے، شہر ترالیس کا اسکلے پیوم، ارگے لیوس نے، مگنیشیہ کا بت خانہ ارتےمس اور تیوس میں معبد دیونی سیوس ہرموگنیس نے تعمیر کئے تھے۔ ہمیں اس کا علم نہیں کہ ملطیہ میں اپولو دیدی مایوس کا بت خانے کی تعمیر از سر نو کس نے کی۔ تقریبًا ان سب عمارتوں، یعنی بت کدۂ ایفی سوس، بت کدۂ پری اینے، موسولیوم، مگنیشیہ اور تیوس کے معبد، اپولو دیدی مایوس کا بت خانہ سب کے کھنڈر اس وقت تک موجود ہیں اور اُس عہد کے فنی خصوصیات پر ایک دلچسپ روشنی ڈالتے ہیں۔ ہمارے اس مختصر باب میں ان سب عمارتوں کا مفصل حال بیان کرنا ناممکن ہے البتہ یہاں موسولیوم کا ذکر کرنا ضروری ہے جسے اُس زمانے کے ہفت عجائبات عالم میں سے شمار کیا جاتا تھا۔[۵۴] موسولیوم در اصل موسولوس شاہ کاریہ کا مقبرہ تھا جسے اُس کی بیوہ ارتےمیزیہ نے چوتھی صدی ق م کے تقریبًا وسط میں بنوایا تھا۔ یہ ۱۴۰ فٹ بلند تھا، اس کی کرسی نہایت مرتفع تھی، اور اُس پر ایونی وضع کے ستونوں کی قطار سے گھرا ہوا ایک بت خانہ تھا جس کی چھت کی بجائے اہرامی انداز کی سیڑھیاں بنی ہوئی تھیں۔ اس کے بلند ترین حصے پر شاہ موسولوس کا

[۵۴] موسولیوم کے لئے دیکھو بؤمیئسٹر صفحہ ۸۹۳ وغیرہ۔ برلن کی انجمن آثاریات کے ایک جلسے میں ٹرنڈیلین برگ (Trendellenberg) نے موسولیوم کی تعمیر کی بابت چند جدید خیالات کا اظہار کیا ہے۔ کینیدوس کے لئے دیکھو جلد ۱، صفحہ ۱۵۲۔

مجسمہ ایک چوکڑی گاڑی پر بیٹھا ہوا نظر آتا تھا۔ اگر غور کیا جائے تو یہ ایشیائی طرز کی ایک عمارت تھی جسے یونانی طریقے پر سجایا گیا تھا، چنانچہ اُس کی ندرت صرف وقتی طور پر ہی اس نفیس تزئین سے چھپ سکتی تھی، اور اُس کا عظیم الشان حجم اور بلندی دونوں ایشیائی خیالات کے عین مطابق تھے۔ اس سلسلے میں بعض دوسرے مورخوں نے اپنا یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ موسولیوم کا فنی تعلق قریب کے مقبرہ ہائے لیکیہ سے تھا، جن میں عام طور پر ایک مربع کرسی پر ایک طرح کی عبادت گاہ کچھ اس طرح پر بنی ہوئی تھی کہ تمام عمارت کی حیثیت فی الجملہ ایک منار کی سی ہو جاتی تھی (اسی قسم کے مقبرے نیرائی دائے کے بھی تھے جن کا ذکر بعد کو کیا جائے گا)۔ اوّل تو مشرقی قومیں بڑی بڑی عمارتوں کی ویسے بھی شوقین ہوتی ہیں، جیسے ایشیائے کوچک کے قلعے جو عام طور پر میناروں کی شکل کے تھے؛ دوسرے مُلک کی عام کیفیت بھی اسی قسم کے طرز کی مقتضی ہے۔ لیکیہ میں بڑے بڑے مقبروں کی تعمیر اس لئے بغایت ضروری تھی کہ اُن کے قریب میں بڑے بڑے پہاڑ واقع ہونے کی وجہ سے چھوٹے مقبروں کے ماند پڑ جانے کا اندیشہ تھا۔ یہاں ہمیں اپنی اس رائے کا اظہار ضروری ہے کہ اس طرز تعمیر کا فنون لطیفہ پر بڑا اثر پڑا، اور یہ ایک ایسا واقعہ ہے جس کا اس عہد میں ایشیائے کوچک کی اُس اہمیت سے براہ راست تعلق ہے جس کی طرف ہم ناظرین کی توجہ اس سے پہلے مبذول کر چکے ہیں۔ اس قسم کی مناری تعمیر کا رواج یورپ میں بھی ہو گیا، چنانچہ علاوہ چھوٹی چھوٹی عمارتوں کے یہاں بعض نہایت نفیس ایوان بنائے جانے لگے، مثلاً ایتھنز میں لی سکراتیس کا ایوان، ۳۳۵ ق م میں محض اس لئے بنایا گیا تھا کہ ایک انعامی تپائی فاصلے سے صاف نظر آ سکے۔ یہ ایوان چھوٹا سا گول بت خانہ ہے جس میں ایک بلند ٹھوس کرسی پر ہر چہار طرف نصف ستون بنے ہوئے ہیں۔ اگر ہم غور کریں تو یہ سب عمارت محض ایک تپائی کے اظہار کی غرض سے بنائی گئی ہے،

باب ۲۹ اور اس طرح مقصد تعمیر اور ضخامت ایوان کے مابین کسی قسم کی مناسبت نہیں پائی جاتی، لیکن خود عمارت کے مختلف اجزا میں اس درجہ تناسب ہے کہ اصل مقصد بالکل نظر انداز ہو جاتا ہے، چنانچہ دیکھنے والا تپائی کو صرف چھت کی تزئین کے لئے سمجھنے لگتا ہے اور اس کی وہی حیثیت رہ جاتی ہے جو ان تپائیوں کی تھی جو پہلے زمانے کی عمارتوں میں سر مثلث کی تزئین کیلئے بنائی جاتی تھیں۔ الغرض اس طرح ایتھنزی فنون لطیفہ منارہ نما عمارتوں کے اس نیم بربری طرز کے رہین منت ہوئے۔ لیکن ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اس قسم کی عظیم الشان عمارتوں کا رواج اس عہد کے دوسرے حیااکیث میں بھی اثر انداز ہوئے بغیر نہ رہا۔ معلوم ہوتا ہے کہ ہیروڈن والی اکراگاس کا مقبرہ اسی زمانے میں بنا ہوگا؛ یہ ایک بت خانہ کے انداز کی عمارت ہے جو ٹھوس اور نسبۃً تنگ کرسی پر بنائی گئی ہے۔ واضح ہو کہ کرتا میں ملیپسا کا مقبرہ اور تریو کے قریب اِگل والا ستون دونوں زمانۂ مابعد کی عمارتیں ہیں۔ موسولیوم کا بنیادی اصول اواخر زمانۂ وسطیٰ میں ویرونا کے مشہور مقبرۂ خاندان سکالی جر میں نظر آیا ہے، جہاں مختلف النوع طرز ہائے تعمیر کی ایک بلند و بالا عمارت پر ایک چھوٹا سا مجسمہ کھڑا کر دیا گیا ہے۔ پرگاموم میں جنوبی ایشیائے کوچک کے اس مخصوص طرز کی ایک درخشاں ارتقا کی کیفیت سامنے آتی ہے۔ جیول باشی کے ہیروڈن اور ینرائی دا ئے کی عمارت سے معلوم ہوتا ہے کہ ایشیائے کوچک کے تعمیر کاروں نے ٹھوس کرسی کی یکرنگی کو مٹانے کیلئے منبت کاری کے حاشیے کا اضافہ کر دیا اور پرگاموم والوں نے بھی اپنی عمارتوں پر اسی اصول کا انطباق نہایت ہمت اور آزمودہ کاری سے کیا۔ اصل میں پانچویں صدی ق م کے ایتھنزی فنون اور دوسری صدی ق م کی پرگاموم کی عمارتوں کے مابین جو تسلسل ہے وہ چوتھی صدی ق م کے جنوبی ایشیائے کوچک کے فنون سے قائم ہوتا ہے۔

۱

باب ۲۹

سنگ تراشی میں اُس عہد کا سب سے ممتاز نام لی سپوس ساکن سکیون کا ہے جس کی زندگی باعتبار زمانہ و نیز سکندر اعظم کی زندگی کے مطابق ہے اور اس سے اُس کا اندرونی تعلق بھی ہے معلوم ہوتا ہے کہ لی سپوس اولمپیاد ۱۱۶ (۳۱۶ سنہ ق م) تک زندہ تھا۔ ابتدا میں وہ لوہار کا کام کرتا تھا، اور جو کچھ قابلیت اُس نے اپنے فن میں پیدا کی وہ محض مطالعے کے ذریعے سے تھی۔ واضح ہو کہ آخر زمانے تک وہ محض تانبے ہی کے مجسمے بناتا رہا۔ قدما اُس کی طرف تقریباً ڈیڑھ ہزار مصنوعات منسوب کرتے ہیں، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس کی مصنوعات کی تعداد دوسرے کاریگروں سے کہیں زیادہ ہوگی۔ لیکن جو شاہکار اُس کے ہمارے پاس تک پہنچے ہیں اُنکی تعداد بہت ہی کم ہے۔ وہ خاص طور پر تنا ور مردانہ جسم کا مصور تھا۔ اُس نے مختلف دیوتاؤں کے جو مجسمے تیار کئے ہیں ان میں سے زیوس کے مجسمے خاص طور پر مشہور تھے، اور اُس کا بنا ہوا ایک عظیم الجثہ مجسمہ تارنتوم میں بھی تھا جسے دیکھ کر لوگ خواہی نخواہی تعریف و توصیف پر مجبور ہوتے تھے۔ ہم تک کورنتھی پوسئیڈون کی ایک نقل پہنچی ہے جس کی اصل کو غالباً اسی لی سپوس نے بنایا ہوگا۔ اُس کی مصنوعات کی فنی کیفیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس نے سورماؤں کے بت ضرور بنائے ہوں گے، لیکن ہم صرف ثانوی طور پر ہرقل کے مجسموں کا ذکر پڑھتے ہیں۔ یہ فرض کر لیا گیا ہے کہ نیپلز میں فارنیز ہرقل کا مجسمہ جس پر یہ نوشتہ ہے کہ اُسے گلی کون نے بنایا تھا، وہ دراصل لی سپوس کے مجسمے کی ایک نقل ہی ہے اُس نے کائروس یعنی موقع و محل مناسب کا جو مجسمہ بنایا وہ نہایت ہی لطیف تھا، اور اُس کے سر پر آگے کی طرف بڑے بڑے اور پیچھے چھوٹے بال تھے، جس سے یہ دکھانا مقصود تھا کہ موقع ہاتھ سے نکل جانے کے بعد پھر واپس نہیں آتا۔ ظاہر ہے کہ

باب ۲۹

بڑے بڑے صنّاع اپنے سنجیدہ کاروبار سے تھک کر اس قسم کی چیزوں میں وقت صرف کر سکتے تھے۔ اسی عہد میں فنون لطیفہ کے ماہر افراد کی قدردانی کا لحاظ بھی کرنے لگے، اور انسانی تصویریں بنانے لگے۔ لی سپوس ہی ایسا سنگ کار تھا جس نے سکندر کے مجسمے بنائے اس لئے کہ سکندر اُس کے علاوہ کسی دوسرے کو اس کی اجازت نہیں دیتا تھا۔ سکندر کے انفرادی مجسّموں کے علاوہ اُس کے متعدّد مجموعے بھی بنائے جن میں سے دو کا ذکر خاص طور پر پڑھنے میں آتا ہے یعنی ایک تو وہ جس میں سکندر دریائے گرانیکوس کے کنارے اپنے ساتھیوں کی ہمراہی میں نظر آتا ہے اور دوسرا وہ جس میں وہ شیر کا شکار کر رہا ہے۔ لی سپوس سے بہت پہلے سے شکار یونانی فنون لطیفہ کا موضوع بنا ہوا تھا، لیکن لی سپوس نے پہلی مرتبہ غیر رسمی مجموعوں کے چربے اُتارے۔ یہ بات بہ آسانی سمجھ میں آسکتی ہے کہ اس موضوع کو خاص طور پر ایسے صنّاع نے کیوں پسند کیا جو ہمیشہ زوردار و تنومند انسانی جسم بنانے کا خواہاں رہتا تھا۔ ہم عنقریب لیوخاریس کا ذکر کریں گے، جس نے لی سپوس کو ان مجموعوں کے بنانے میں مدد دی۔ معلوم ہوتا ہے کہ لیوخاریس جانوروں کی شبیہیں بنانے میں کمال رکھتا تھا۔ لی سپوس نے حکیم سقراط کا سینے تک کا مجسّمہ بنایا جو بہت مشہور تھا، اور اسی طرح اپوکسیومینوس کا مجسمہ بھی جس میں یہ لڑکا ورزش گاہ کی مٹّی کھرچتا ہوا نظر آتا ہے، مشہور و معروف تھا، اور اُس کی سنگ مرمر کی ایک نقل اس وقت تک موجود ہے۔ اس مجسّمے میں، و نیز اُن تمام مجسّموں میں جن میں صنّاع نے زندہ اصل کی ہو بہو تصویر اُتارنے کی ضرورت نہیں سمجھی، لی سپوس نے شبیہہ کے سر کو دوسرے اعضائے جسمانی سے ذرا چھوٹا کر کے اور بدن کو ذرا نازک بنا کر پولیکلے توس کے موضوعہ قواعد سے ایک گونہ انحراف کیا۔ دراصل یہ تبدیلی لوگوں کے مذاق میں تبدیلی کی وجہ سے کرنی پڑی نہ کہ فطرت کی نقل اُتارنے کی وجہ سے،

اور اگر اسے نظر انداز کر دیا جائے تو لی سپوس کو ہم حقیقت نگار کا لقب دے سکتے ہیں۔ واضح ہو کہ بجنسہ اسی طرح اٹھارھویں صدی عیسوی میں اعضا کی نزاکت اسی طرح مقبول عام تھی، اور یہ کو دو دِ ئے کس کی نقش نگاری سے ظاہر ہوتا ہے۔

لیو خاریس جس نے زندہ اشخاص کے مجسمے بھی بنائے اور ساتھ ہی موسولیوم پر بھی کام کیا، غالباً ایتھنزی تھا۔ اُس کا ایک مجسمہ جس میں اُس نے عقاب کو گنی میڈ لے جاتے ہوئے دکھایا تھا، مشہور آفاق تھا، اور اُس کی ایک نقل سنگ مرمر کے ایک مجموعے میں جو قصر ویٹی کان میں رکھا ہے، اس وقت تک موجود ہے۔

اس عہد کے مشہور و معروف مصنوعات میں جو اس وقت تک موجود ہیں، سب سے اہم وہ منبت کاریاں ہیں جو لی سکرائیس کے مقبرے پر بنی ہیں اور جن میں ترعینی بحری قزاقوں کی سزایابی کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔ اس میں بیٹھے ہوئے اور جھگڑتے ہوئے لوگوں کو نہایت خوبی سے دکھایا گیا ہے۔ مولوسیوم کے مجسّموں کے باقیات پر، جو اس وقت تک موجود ہیں، سکوپاس، بریاکسس، تموذیوس اور لیو خاریس نے کام کیا ہے اور ان میں سے بعض نیوٹن کی وساطت سے نوادر خانۂ برطانیہ میں پہنچ گئے ہیں۔ ایک کھڑے ہوئے مرد کا مجسمہ ہے جسے خود شاہ مولوسوس بیان کیا جاتا ہے، اور یہ فنی اعتبار سے خاص طور پر قابل لحاظ ہے۔ ساتھ ساتھ حاشیئے کے منبت کے باقیات بھی موجود ہیں جس میں گاڑی دوڑ اور امیزنوں و معبودوں کی باہمی لڑائیاں دکھائی گئی ہیں۔ نیوٹن نے قریب کے شہر کنیدوس میں بھی کھدائی کی ہے، اور یہاں سے جو فنی نمونے لندن لائے گئے ان میں نشستہ دیمیتر کا ایک نفیس مجسمہ اور بیٹھے ہوئے شیر کی ایک شبیہہ قابل دید ہیں۔ ان میں سے

باب ۲۹ اوّل الذکر کو توبراکسی تلیس کی بناوٹ سمجھا جاتا ہے، جس نے کنیدوس کے لئے افرودیت کا مشہور بت تیار کیا تھا۔ اس میں شیر کو سنگ مرمر کے ایک بڑے مقبرے میں بیٹھا ہوا دکھایا گیا تھا جس کی چھت پر پتھر کی ایک سل رکھی تھی۔ اس سے تھیوڈورک کی قبر کی، جو شہر راوینہ میں ہے، یاد تازہ ہوتی ہے، اور دل پر ایک ایسے فن کا اثر پڑتا ہے جیسے نیم بربری عناصر کو جذب کر لینا پڑا ہو۔

آخر میں ہم لیکیہ کے شہر زانتھوس میں نیرائی وائے کے مقبروں کی طرف آتے ہیں، جن کی شکل اسی قسم کی منارہ نما ہے جس کا اوپر ذکر کیا گیا ہے۔ پہلے اسے ہارپاگوس کا مقبرہ سمجھا جاتا تھا اور عام خیال یہ تھا کہ یہ اسی ہارپاگوس کی قبر ہے جس کی شبیہہ اس پر بنی ہوئی ہے اور اسے پانچویں صدی ق م کی طرف منسوب کیا جاتا تھا۔ لیکن اب اسے چوتھی صدی ق م کا سمجھا جاتا ہے، اور کہا جاتا ہے کہ یہ لیکیہ کے ایک حکمران مسمی ارقلیس کا مقبرہ ہے جس نے چوتھی صدی ق م کے ابتدائی زمانے میں شہر تلمے سوس کو فتح کیا تھا۔ اس میں جو منبت کاری کی گئی ہے اس میں ایک محاصرہ اور بعض دوسری لڑائیاں دکھائی گئی ہیں، اور اس میں آگے بڑھتی ہوئی نیرائے وائے کے کپڑوں سے قصر وینی کانا کے نیوبیوں کی یاد تازہ ہوتی ہے۔ دراصل اس ایوان میں ایک اونچی کرسی پر، جس کے ہر چہار طرف منبت کاری کی گئی تھی، ایونی وضع کا ایک ستون دار دالان بنا ہوا تھا۔

اس عہد کے فنون کے دلچسپ باقیات میں پختہ مٹی کی وہ مورتیں ہیں جن میں سے بہت سوں کا انکشاف ۱۸۷۳ء کے بعد خاص طور پر ضلع تناگرا میں ہوا ہے۔ شہر تناگرا اٹیکا کی سرحد پر وادی اسوپوس میں واقع تھا، اور یہاں آکر بہت سی سڑکیں ایک دوسرے سے ملتی تھیں۔ ان سڑکوں کے دورویہ بے شمار مقبرے برآمد

ہوئے ہیں جن میں سے آٹھ ہزار سے زیادہ تو اس وقت تک کھودے جا چکے ہیں۔ بہت سے مقبروں میں رنگین مورتیں نکلی ہیں جن کی اوسط بلندی آٹھ انچ سمجھنی چاہیئے، اور ایسی ہی مورتیں ان مقبروں کے چاروں طرف بھی ملی ہیں۔ خود قبروں کا اندرونی حصہ بھی رنگین استرکاری سے ڈھکا ہوا تھا۔ واقعہ یہ ہے کہ کچھ مدت قبل تک ان میں سے کسی ایسی قبر کو ماہرین آثاریات نے نہیں کھولا تھا جس میں یہ رنگ آمیزی کی گئی ہو یا جس میں مورتیں رکھی ہوئی ہوں، بلکہ ان میں ایسے لوگوں نے دست بُرد کی تھی جو حکومت کی مداخلت کے بغیر برآمد شدہ اشیا کو اطمینان سے بازار میں فروخت کر کے اپنی جیبیں بھرنا چاہتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ان مورتوں کی ساخت کا صحیح تعین کرنے کا ہمارے پاس مطلق مواد نہیں ہے، لیکن ان کی فنی ترکیب سے پتا چلتا ہے کہ یہ چوتھی صدی ق م کے نصف آخر کی ہوں گی۔ یہ مورتیں بے انتہا خوش نما و حسین ہیں، اور معبودوں کی شبیہیں نہیں بلکہ اُن مردوں عورتوں کے مجسمے ہیں جو اُنکے زمانہ صنعت میں بیوتیہ میں رہتے تھے، اور اُنھیں مردوں کے ساتھ اس لئے دفن کیا گیا تھا کہ یہ مردے موت کے بعد بھی اُسی طرح سے حظ اٹھا سکیں جیسے وہ اپنی زندگی میں محظوظ ہوتے رہتے تھے۔ یہی وجہ مقبروں کے اندرونی تزئین کی بھی تھی۔ ان مورتوں کا اسلوب اور مٹی ہمیشہ یکساں نہیں، مثلاً ایک نوع کی ابتدا شہر تھسبے کی طرف منسوب کی جاتی ہے جو بیوتیہ کے مغرب میں تھا، اور دوسری نوع کا مسکن شہر آدکس کو بتایا جاتا ہے۔ ان میں زنانی مورتیں خاص طور پر لطیف ہیں، اور اُن کی عجیب و غریب ٹوپیاں، اُن کے پنکھے جو کھجور کے بنے ہوئے معلوم ہوتے ہیں، اور اُن کے نفیس کپڑے انسان کی توجہ مبذول کرنے کے لئے بالکل کافی ہیں، اور معلوم ہوتا ہے کہ بہت سی مورتیں ایسی عورتوں کی ہیں جو گھر سے چہل قدمی

باب ۲۹

کے لئے نکلی ہوں۔ اسی قسم کے مجسمے دوسرے مقامات کے مقبروں سے بھی دستیاب ہوئے ہیں۔ شہر پالرمو (سسلی) کے قریب سولنت کی مورتیاں تو مدت سے معروف تھیں؛ حال ہی میں بہت سی مورتیاں ایشیائے کوچک سے نکلی ہیں، لیکن ان میں سے کوئی بھی تناگرا والی پتلیوں سے مقابلہ نہیں کر سکتی[۵۰]۔

یونان کے تمام اضلاع سکوں کی خوبروئی میں چوتھی صدی ق م کی ابتدا سے سکندر کی مہمات تک ایک دوسرے کا مقابلہ کرتے ہیں۔ نشیبی اٹلی، تاراس، ہرقلیہ، تھوری، کروتون اور ترینہ کے سکوں پر، سسلی، سرقوسہ کے مشہور سکوں پر، شمالی یونان یانتی کاپیوم، امفی پولس، اور فیلقوس شاہ مقدونیہ کے سکوں پر بجا فخر کرسکتے ہیں۔ یونان خاص میں تھبنز، لیگ ہمسایگاں، اور ایلس و آرکیڈیا کے سکے فنی اعتبار سے ممتاز ہیں۔ جنوب میں کریٹ کے سکوں کی طرف ہماری توجہ مبذول ہوتی ہے، اور ایشیا اپنے فنون کا مظاہرہ خاص طور پر کیزِکوس ولمپساکوس میں، و نیز بعض صوبہ داروں کے سکوں میں کرتا ہے۔ بعض مقامات میں، جن میں دیار مغرب کو امتیاز حاصل ہے، صناعوں اور کاریگروں کو اپنے نام اپنے ساختہ سکوں پر مثبت کرنے کی

---

۵۰ لی سیوس اور لیو خاریس کے لئے دیکھو بؤمیئسٹر کے مضامین۔
نیرائیڈ والے کے مقبرے کے لئے، ایضاً ۱۰۱۳ وغیرہ؛ لیکیہ والے فارقلیس اور تل مے سوس کی باہمی جنگ کا ذکر تھیوپومپوس ۱۱۱ میں دیکھا جائے۔
تناگرا کی پتلیوں کے لئے، اے، رایے: "مطالعہ جات آثاریات" : A. Rayet
Etudes d'Areheolog ۲۷۵/۳۲۴؛ پوتیئے: "پختہ مٹی کی پتلیاں"
Pottier : Les Statuettes de terre cuite پیرس، ۱۸۹۰ء صفحہ ۷۹ وغیرہ؛
مرے۔ کتابچۂ آثاریات یونان Murray : Hand book of Gr. Archeology
صفحہ ۳۱۰ وغیرہ۔

باب ۲۹

اجازت تھی۔[6]
اس عہد کی رنگ کاری میں سب سے ممتاز نام اپے لیس کا ہے جو ایونیہ کا باشندہ یعنی ایفی سوس یا کولوفون کا رہنے والا تھا۔ اُسے فیلقوس شاہ مقدونیہ نے پہلا بلوایا، لیکن سکندر کی مہمات کی ابتدا ہی میں یہ واپس ایشیاے کوچک چلا گیا اور ایفی سوس میں رہنے لگا۔ وہ سکندر کا درباری رنگ کار تھا، اور روایت بیان کی جاتی ہے کہ ایک مرتبہ بادشاہ نے اپنی ایک تصویر کے معاوضے میں اُسے بیس تالنت جیسی خطیر رقم دی۔ سکندر کی موت کے بعد وہ دوسرے میدانوں، مثلاً وثنیات، کی طرف اپنی توجہ مبذول کرنے لگا۔ اسکی بنائی ہوئی انادو مینے کی تصویر مشہور آفاق تھی، اور یہی عیب جوئی کی تمثیلی تصویر کی بھی کیفیت تھی جس میں بہت سے لوگوں کی شبیہیں بنی تھیں۔ اس تصویر کا ذکر لوسین نے کیا ہے، جس کے بیان کو پیش نظر رکھکر زمانۂ مابعد کے بہت سے نقاشوں، خصوصاً بوتی چیلی نے اسی موضوع پر پھر اپنی کوچی چلائی ہے۔ ہمیں لی سیوس کی مثال سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس عہد کے صناعوں کو معموں میں باتیں کرنے کا بڑا شوق ہوگا۔ عہد قدیم کے صناعوں میں اپے لیس مشہور آفاق تھا۔ اگر ہم قدیم روایات پر بھروسا کریں تو اُسکی تصاویر اصل سے بہت کچھ مشابہ تھیں لیکن عوام کی دانست میں بہترین تصویر وہی تھی جس میں نظری دھوکا ہو۔ وہ اپنے انکسار کے سبب سے

---

[6] چوتھی صدی ق م کے نفیس ترین سکّوں کا بہترین مجموعہ گارڈنر: "انواع سکہ جات یونان" Gardiner : Types of Greek Coins تصاویر ۹ تا ۱۰، کیمبرج ۱۸۸۳ء میں ملیگا۔ سکہ سازوں کے ناموں کے لئے فون سالیٹ Von Sallet اور وائل Weil کی مشہور تصانیف خصوصاً ایونز کی کتاب "سرقوسی تمغے اور ان کے صنّاع" Syracusan medallions and their engravers لندن ۱۸۹۲ء دیکھنی چاہئیں۔ ایونز Evans نے بالکل جدید اور اہم نتائج اخذ کیے ہیں۔

باب ۲۹ زیوکسس اور پرھازیوس پر فوقیت لئے ہوئے تھا اور شائد اسی وجہ سے سکندر کی نظر میں اُس کی وقعت بڑھ گئی ہو گی۔

اپے لیس کا مشہور ترین مدمقابل پروتو گنیس یا تو کاریہ ور نہ لیکیہ کا باشندہ تھا لیکن اُس نے اپنی بود و باش جزیرۂ رھوڈز میں اختیار کر لی تھی۔ اُس کی دیننیائی تصاویر اور ذاتی شبیہوں کا ذکر سننے میں آیا ہے جس میں سے ایک تصویر ارسطاطالیس کی ماں کی بھی تھی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اُس کا مقصد بھی یہی تھا کہ نقل تو کرے لیکن اُس میں تھوڑے سے مغالطے کا پیرایہ بھی ہو۔ لیکن ہمیں اس کا علم نہیں کہ یہ قول کس حد تک حقیقت پر مبنی ہے اُس عہد کے دوسرے رنگ کاروں کا بھی ذکر پڑھنے میں آتا ہے جن میں سے یوفرانور صرف رنگ کار ہی نہیں بلکہ سنگ کار بھی تھا، اور اُسی نے ایتھنز کے چوک میں زیوس الیوتھے ریوس کی پیشگاہ پر رنگ آمیزی کی تھی۔

اُس عہد کی رنگ کاری کے نمونے صرف برتنوں پر پائے جاتے ہیں، اور اُنھیں سے اس عہد کے اعلیٰ درجے کے شعور کا اندازہ ہوتا ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ ہم یہ پتا نہیں لگا سکے کہ اُن کا واقعی صنّاع کون کون تھا۔ بعض برتن سرخ شبیہوں سے مزیّن ہیں اور بعض میں مختلف اللون شبیہیں بنی ہوئی ہیں، بعض میں سنہری رنگ استعمال کیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں ایسے برتن بھی ہیں جو اعلیٰ درجے کی گلکاری کا نمونہ ہیں اور جن پر شبیہیں منبت کی ہوئی ہیں۔ ان میں سے نفیس ترین وہ برتن ہیں جو ایتھنز کے قریب کے مقبروں، کریمیہ، کمپانیہ اور اپولیہ میں برآمد ہوئے ہیں۔ اپولیہ والے بہت سے برتن نیپلز کے نوادر خانے میں ہیں اور ان میں بعض نہایت حسین دستوں والے ظروف ہیں جن پر شبیہیں بنی ہیں۔ نولا کے پیالے اعلیٰ درجے کے سیاہ روغن کی وجہ سے ممتاز ہیں، اور کریمیہ

باب ۱۹

میں جو برتن دستیاب ہوئے ہیں اُن میں سے بہت سے غالباً ایتھنز ہی سے آئے ہوں گے ۔ اُس عہد کے حسین ترین ظروف میں سے دو پیٹرزبرگ میں ہیں، یعنی ایک تو مارکوئیس کمپانا والا برتن جسے کیمے کا بیان کیا جاتا ہے اور جس پر الیوسس کے معبودوں کی مورتیں سنہری منبّت میں بنی ہیں، اور دوسرے آرہی بالوس جو کرچ میں ملا ہے؛ اس پر داریوش اور دوسرے ایرانیوں کے شکار کی تصویر ہے، جن کے نام بھی حاشیئے پر لکھے ہیں۔

سکندر کے عہد حکومت سے پہلے اور اُس کے بعد بھی مشرقی یونان ہر قسم کے ذہنی ارتقا میں یونان خاص کی ہمسری کرتا ہے، اور اپنے کارہائے نمایاں کی درخشانی وتابانی میں کسی طرح اُس سے کم نہیں۔ فنّی اعتبار سے یہ تمدّن اسکیتھیہ تک پھیلا ہوا ہے، اس لئے کہ وہ اشیا جو سلطنت بوسفوروس، خصوصاً پانتی کاپیوم میں دستیاب ہوئے ہیں، اکثر چوتھی صدی ق م کے آخری تین دہائیوں

ا رنگ کاری ۔ دیکھو فون روڈن کے مضامین بوُمئیسٹر میں، بالخصوص صفحہ ۱۸۶۸ وغیرہ۔

یوفرانور کے لئے دا خسموتھ: بلدیۂ ایتھنز" Wachsmuth : Die Stadt Athen ۱، ۵۸۸، ۲، ۴۴۴۔

ظروف؛ فون روڈن: ظرف سازی" Von Rohden : Vasenkunde بوُمئیسٹر، خصوصاً صفحہ ۲۰۰۲ وغیرہ۔

اکثر ظروف ابولیہ، تارنتوم کی ساخت ہیں ۔ ہمیں استرابو ۵، ۲۴۳ سے پتا چلتا ہے کہ سنہ ۴۲۰ ق م کے بعد بھی کمے میں یونانی وضع کے ظروف بنتے تھے۔

ظروف کے متعلق عام معلومات کے لئے دیکھو کولی نیون: "کتابچۂ آثار یاستِ یونانی" Colignon : Manuel d'Archeologie grecque، پیرس، صفحہ ۲۶۴ وغیرہ۔

باب ۲۹ میں بنے ہوں گے، اور ان میں سے کم از کم طلائی اشیا ضرور مقامی ساخت کے ہوں گی۔ اس اعتبار سے عہد زیر بحث میں سسلی و اٹلی ذرا پیچھے ہیں، جس کی وجہ یہ ہے کہ انھیں بربریوں سے لڑنا پڑا ہے، چنانچہ انھیں اس کا موقع ہی نہیں ملا کہ حکمت یا فنی ارتقا کے میدان میں اپنے لئے جگہ پیدا کریں۔

تتمہ

یونان کا قانون عامّہ

۱- میں اب اس جلد کو یونان کے قانون دستوری پر اپنے چند خیالات کا اظہار کر کے ختم کرتا ہوں، اور یہ مبحث یونان کے عہد جمہوریت کے اختتام پر کسی طرح نامناسب نہ ہوگا۔ خصوصاً اس لئے کہ اس وقت تک اس پر کافی بحث نہیں کی گئی ہے۔ یونانی مملکت، یعنی "پولس" کا تخیل دو مختلف عناصر پر مشتمل ہے، یعنی ایک تو خارجی آزادی اور دوسرے اندرونی تنظیم۔ اوّل الذکر کو یونانی "اوتونومیا" یعنی "خودمختاری" کہتے تھے، اور دوسرا عنصر ایک "آرخے" یا "اقتدار اعلیٰ" پر مبنی تھا، جس سے مراد یہ تھی کہ مملکت میں کسی کو ایسے احکام صادر کرنے کا اختیار حاصل ہے جس پر عمل کرنا ہر ایک شہری کا فریضہ ہے، جس سے دوسرے الفاظ میں مراد یہ ہوئی کہ مملکت میں حکومت کا وجود لازمی ہے۔ جو لوگ اس حکومت کو چلاتے تھے وہ اپنے افعال کے ذمہ دار تھے۔ قدیم ترین ایّام میں یہ اقتدار بادشاہوں کے ساتھ وابستہ تھا، اور چونکہ ان کے اختیارات صرف رسم و رواج سے محدود تھے اس لئے یہ تحدید مبہم تھی، تاہم

تتمہ

یہاں بھی ذمہ داری کا عنصر ایک حد تک موجود تھا۔ زمانۂ مابعد میں ایتھنز میں آرخنوں نے بادشاہوں کی جگہ لے لی، اور اس مملکت کے دستور سے ہمیں کما حقہ واقفیت حاصل ہے؛ لیکن امتداد زمانہ سے آرخنوں کے اختیارات میں روز بروز تحدید ہونے لگی، اور ان کا حیطۂ اقتدار نہایت ہی تنگ ہو گیا۔ اُن کی بجائے اقتدار اعلیٰ رفتہ رفتہ عوام کے ساتھ وابستہ ہو گیا، گو عملاً اُسے افراد ہی کے ذریعے سے استعمال کیا جاتا تھا، جو اپنی تحریکات (یعنی "لیپسے فزماتا") کے پورے طور پر ذمہ دار تھے۔ مقابلہ کرو جلد ۲ باب ۱۶، جہاں یہ امر بالکل صاف کر دینا چاہئے کہ بولے کی قرارداد کو کبھی تحریک کا رتبہ نہیں دیا گیا بلکہ اُس کی نوعیت محض ایک رائے کی سمجھی جاتی تھی، اور چونکہ لیپسے فزما میں ذمہ داری کا عنصر نہایت نمایاں تھا اس لئے اُس کی تحریک صرف ایک ہی شخص کی جانب سے ہوتی تھی۔ بدیں سبب ایتھنز میں جس کا جی چاہتا حکومت کا کام چلا سکتا تھا، بشرطیکہ وہ عوام پر اپنا اثر قائم کر سکتا، اور یہ حکومت ذاتی اثر اور حکومت عامہ کے مابین ایک طرح کی مخلوط حکومت تھی۔ کلس تھنیس کے زمانے کے بعد دفتری "اقتدار" (جو رومن امپیریوم کے ہم شکل تھا) بہت ہی کم رہ گیا۔ سچ پوچھو تو عمال ایتھنز کو صرف راہ ہٹانے اور راستہ ہموار کرنے کا ہی اختیار تھا، اور اُن کے حیطۂ عمل میں ایسے اثباتی ہدایات دینے کا وجود نہ تھا جن سے شہریوں کی پابندی کی جائے۔ اس قسم کے ہدایات کا منبع صرف عوام ہی بن سکتے تھے۔ لیکن یہ امر نہایت ہی اہم تھا کہ اس مقصد کے لئے جملہ عوام طلب کئے جاتے تھے، اور دستور ایتھنز میں کسی قسم کے نیابتی طریقے کا وجود نہ تھا۔ یہ وہ بات ہے جسے فریمین نے اپنی تاریخ حکومت وفاقی "Freeman : History of Federal Government" جلد ۱ (اے ان سنہ ۱۸۶۳ء) میں دکھایا ہے۔ یونانی صرف ایک خاص معاملے میں استثنا کرتے تھے یعنی جملہ قوم کے تعامل کے بغیر

تتمہ قوانین منظور کر لئے جاتے تھے؛ اس کے لئے دیکھو جلد ۲ باب ۱۶
قوانین کا منفذ عقل و دانش کو سمجھا جاتا تھا، اور عوام کے خیال میں
یہ صرف خاص خاص افراد میں پائی جاتی تھی۔

۲ - یونان میں بہت سی آزاد مملکتیں تھیں، اور چونکہ یونانی اپنے
ملکی حقوق کو اپنے قائم مقاموں کے واسطہ سے استعمال کرنا نہیں
جانتے تھے اس لئے باہمی اتفاق کا ذریعہ ملنا ناممکن ہو گیا۔ جب
قانون عامہ کی بنیاد ہی جملہ ارباب رائے کی قرار دادوں پر تھی تو پھر
اس پر رائے دینے کا کونسا طریقہ قابل قبول ہو سکتا تھا؟ یہ ممکن تھا کہ
مختلف ریاستیں جملہ امور طے کریں، لیکن پھر سوال یہ تھا کہ اگر بالفرض
کسی امر مشترک کی بابت ایک ریاست دوسری ریاست کے
خلاف اپنی رائے کا اظہار کرے تو پھر کیا ہوگا اور کس کی قرار داد کو
تفوق حاصل ہوگا۔ حقیقت یہ ہے کہ کسی لیگ کا قیام صرف اس
شرط پر ممکن تھا کہ خود مختار ریاستیں اپنے چند حقوق اپنے قائم مقاموں
کے تفویض کر دیں، اور اس پر ان میں سے کوئی بھی تیار نہ تھی۔ بعض
حالتوں میں محالفے ضروری ہو جاتے تھے، جیسے جنگ کے
زمانے میں، لیکن تاریخ شاہد ہے کہ جنگ میں کسی قسم کے مرکزی انتظام
کا قیام کس درجہ دشوار گزار امر تھا، اور جیسا پلاٹیہ کے واقعات سے
معلوم ہوتا ہے خاص میدان جنگ میں بھی محکوم ہمیشہ مطیع نہیں ہوتا
تھا۔ اگر مختلف ریاستیں ایک پوری مہم کے لئے فوج بھیجتی تھیں
تو اصول یہ برتا جاتا تھا کہ ہر ایک رسالہ اپنی ہی ریاست کے سامنے
اپنے افعال و کردار کے لئے ذمہ دار ہو (دیکھو جلد ۲ باب ۲۴)،
چنانچہ عام طور پر سپہ سالار کے اختیارات صفر کے برابر رہ جاتے
تھے۔ یہی وجہ ہے کہ محالفوں میں کبھی زور نہیں پیدا ہوتا تھا،
اور جب ایتھنزیوں نے اپنی "عہدیت" کو "سلطنت" کی شکل میں
بدلا ہے تو وہ اس کے پورے مفہوم سے اچھی طرح سے واقف تھے،

اور اسی طرح جب اسپارٹیوں سے ہوسکتا وہ بھی اپنے حلیفوں کے ساتھ آمریت کا برتاؤ کرتے تھے، چنانچہ الیسقراطیس Phil. 47 اسے "سیادت" ("دی ناستیہ") کا لقب دیتا ہے۔ یونانیوں میں معمولی سی معمولی بات بھی بغیر جبر کے پوری نہیں ہوتی تھی۔ دیموس تھنیس (آزادی رہوڈز Rhod. Eleuth ۲۹) یونانی قانون عامہ کی تعریف کرتا ہے کہ یونان کی مملکتوں میں ہمیشہ قوی اور طاقتور کا بول بالا رہتا ہے۔ اس میں شبہہ نہیں کہ جیسا دوسری ایتھنزی لیگ کی تاریخ سے معلوم ہوتا ہے مختلف مملکتوں کے باہمی معاملات میں نیابت کا اصول تسلیم کیا جاتا تھا، لیکن دوسری ایتھنزی لیگ زیادہ دن تک قائم نہیں رہی اور اُس کے ارکین میں سے ایک یعنی تھبز نے شائد کبھی اکثریت کی قراردادوں کی پروا نہیں کی۔ لہذا خود حلیفوں کا مفاد اس میں مضمر تھا کہ سیوناخیا یعنی "سیادت" کی جگہ آرخے یعنی سلطنت قائم ہو۔ لیکن یونانیوں کے نزدیک "آرخے" سے مختلف تحتانی ریاستوں کی آزادی میں فرق آتا تھا، اور کوئی یونانی اس قسم کی مداخلت کا زیادہ مدت تک روادار نہ تھا۔ تتمہ

۳۔ لیکن ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ یونان میں ایسے اضلاع موجود تھے جن کے درمیان یا تو مستقل محالفے پہلے سے تھے ورنہ جن کے لوگ مستقل محالفوں کے خواہاں تھے۔ یہ وہ علاقے تھے جن پر ایک ہی "پولس" یا مملکت کا قبضہ نہیں تھا بلکہ مختلف مملکتوں میں منقسم تھے، لیکن جو اپنے آپ کو ایک جدّی سمجھتے تھے۔ یہاں مختلف "پولس" مل کر ایک "کوئے نون" یا وفاقیت بنتے تھے اور اکثر اُن کی ایک متفقہ مجلس بھی ہوتی تھی جسے "سینیدریون" کہتے تھے۔ ایسے اضلاع تھسلی، بیوتیہ، فوکس، اکائیہ، آرکیڈیہ، کریٹ، وغیرہ تھے۔ لیکن اس مجلس میں نیابت کا کوئی مستقل اصول نہیں تھا، اور فی الجملہ عام رجحان یہ مہین تھا کہ تصفیۂ عامّہ پر زیادہ تر امور چھوڑے جائیں

تتمہ

جزیرۂ کریٹ میں جس کی یکرنگی کی وجہ سے ارسطاطالیس اُسے "کریٹی دولت عامّہ" کا لقب دیتا ہے، اس قسم کی مرکزی مجالس (سنکریٹسموس) کا خیال صرف بیرونی خطرے کے وقت پیدا ہوتا تھا، اور جب جزیرے کو خطرات سے دوچار ہونا نہیں پڑتا تھا تو وہی بلدیات ایک دوسرے سے لڑنے سے بھی پرہیز نہیں کرتے تھے۔ اسی طرح مفصلۂ بالا دوسرے اضلاع میں بھی خانہ جنگی کی کیفیت غیر معمولی نہیں اور جس وقت اُن کے بلدیات میں سے کوئی اتحاد و اتفاق کو زیادہ مستحکم کرنے کی کوشش کرتا تو فوراً باہمی مناقشے اور خوں ریزی شروع ہو جاتی۔ عام طور پر خود مختار بلدیات کا مستقل اتفاق اس قدر غیر ضروری سمجھا جاتا تھا کہ ارسطاطالیس اپنی "سیاسیات" میں اس کا ذکر تک نہیں کرتا، اور ظاہر ہے کہ اگر اس قسم کا اتحاد پسندیدہ نظر سے دیکھا جاتا تو ارسطاطالیس اس کے تذکرے سے کبھی بھی نہ چوکتا۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ اس قسم کے "کوئے نون" یا وفاقیت پر بالکل قلم نہیں اٹھاتا، اور جب "پولس" سے وہ بحث کرتا ہے وہ بس اتنا بڑا ہونا چاہیے کہ وہاں کے شہری ایک دوسرے سے واقف ہو جائیں (دیکھو ارسطاطالیس: "سیاسیات" ۷، ۴، ۷)۔ اُس نے جن وسائیٹر کو بیان کیا ہے وہ اسی قسم کے "پولس" کے متعلق ہیں، لیکن زمانۂ حال کے اکثر مؤرخوں نے اس بات کو بالکل نظر انداز کر دیا ہے، چنانچہ جن اداراتِ کو وہ اور دوسرے یونانی محض "پولس" کے لئے مناسب سمجھتے تھے، اُن کا آجکل "ہم نسل" قوم پر انطباق کیا جاتا ہے۔ اُس کے نزدیک "پولس" کی اس کیفیت سے یونان کی کافی حفاظت ہو سکتی ہے اور موجودہ صورت حال سے وہ اس قدر کم متردد ہوتا ہے کہ اُس کے نزدیک باوجود فیلقوس اور سکندر کے اُسے یونان کی آزادی کی بابت کسی قسم کا ڈر نہیں ہے (۷، ۷، ۱) جب تک باہر والوں نے مختلف مملکتوں کے اندرونی انتظامات میں مداخلت نہیں کی اُس وقت تک پولس کی قدیم حیثیت برقرار رہی، اور ارسطاطالیس اچھی طرح جانتا تھا کہ مقدونیوں کی یہ خواہش نہیں ہے کہ وہ اندرونی معاملات میں مداخلت کریں۔ بلاشبہہ افلاطون یونانی پولس سے

تتمہ

بالکل ناامید ہو چکا تھا، لیکن یہ صرف اس لئے کہ اُس کے محدود "پولس" کے ذریعے سے اُس کی ضروریات پوری ہونا بالکل ناممکن تھا۔ عین اُس عہد میں جسے ہم یونانی آزادی کا آخری زمانہ سمجھتے ہیں، ارسطاطالیس یونانیوں کے روایتی نقطۂ نظر کی طرف از سرِ نو رخ کرتا ہے اور کہتا ہے کہ پولس یونانی ضروریات کے لئے بالکل مکتفی ہے۔ لیکن ارسطاطالیس کہتا ہے کہ صرف ایک ہی چیز ایسی ہے جو اُس سے پوری نہیں ہوتی؛ وہ یہ کہ اگر یونان دوسری اقوام پر حکومت کرنے کا خواہاں ہے تو اُسے ایک مشترک دستور بنانا پڑے گا۔ لیکن شاید اس لئے کہ وہ خود اس دستور کا تعین اپنے خیال میں نہیں کر سکا، وہ یہ نہیں بتاتا کہ یہ دستور کس نوع کا ہونا چاہیئے۔ اُس کا مطلب دراصل مقدونیہ سے ہے۔ بلاشبہہ یونانی مملکتیں اپنے شہریوں کو خوش و خرم کر سکتی ہیں، لیکن اُنھیں دوسری اقوام پر حکومت کرنے کی جو خواہش ہے اُسے دوسروں کے سپرد کر دینا پڑے گا۔ ہمارے نزدیک ارسطاطالیس کا یہ خیال غلط نہیں تھا۔

۴۔ الغرض جب ایسے اضلاع میں پہلے سے زیادہ مرکزیت قائم کرنے کی کوشش کی گئی جہاں کی خود مختار مملکتوں کو اپنے باہمی تعلق کا احساس تھا، تو یہ سوال پیدا ہوا کہ آخر یہ مشترک مفاد کن اصول پر مبنی ہوگا؟ یہ مملکتیں ہرگز نہیں چاہتی تھیں کہ اپنے مشترک مقاصد کو اپنے قائم مقاموں کے سپرد کر دیں چنانچہ علی العموم مختلف اطراف کے شہری جمع ہوتے تھے، مل کر بیٹھتے تھے اور قرار دادیں منظور کرتے تھے اور اس طرح گویا مختلف "پولس" مل کر ایک بن جاتے تھے۔ یہ صورت حال ایتولیہ اور اکائیہ اور شائد آرکیڈیا میں پائی جاتی تھی (دیکھو باب ۹، حسب بالا)۔ لیکن ظاہر ہے کہ اس قسم کی تنظیم نہایت ہی غیر مکمل حالت میں تھی، اس لئے کہ اگر اُس کے جلسوں میں نسبتہً کم آدمی آئے تو پھر اس کا اخلاقی دباؤ کیا باقی رہے گا؟ واقعہ یہ ہے کہ علی العموم صرف مرفہ الحال شہری ان میں حصہ لینے کے سفر کی تکلیف گوارا کرتے تھے۔ ان اتحادوں میں وہ اندرونی عضوی ارتقا کی کیفیت نہیں

تتمہ

پائی جاتی تھی جو ہر پولس میں نمایاں تھی بلکہ یہ ادارے متعدد پولسوں کو باہمی متحد کر کے بنے تھے۔ علاوہ ازیں یہ اتحاد صرف اس حالت میں ممکن تھا جب آبادی حصۂ ملک کے مختلف حصوں یا چھوٹے چھوٹے شہروں میں مساوی طور پر پھیلی ہوئی ہو، اس لئے کہ جب اس رقبے میں متعدد شہروں کو تفوق حاصل ہوتا تو وہ ہمیشہ ایک دوسرے کے سدّ راہ ہوتے رہے (دیکھو آرکیڈیا کا حال، باب ۹)، اور جب ایک ہی کو فوقیت ہوتی تو وہ باقی سب پر غلبہ حاصل کرنے کی کوشش کرتا، جس کی وجہ سے لڑائی جھگڑے پیدا ہو جاتے۔ بیوتیہ میں، باوجود نسلی یکرنگی کے، اور خومینوس تقریباً اتنا ہی تھبز کا مخالف تھا جتنا متی لنہ ایتھنز کا۔ ایسے اضلاع میں چھوٹے بلدیات کو بڑے بلدیات سے ہمیشہ نفرت رہتی تھی، اور بڑے چھوٹوں پر جبر کرنے پر مجبور ہوتے تھے۔ ایسا بھی ہوتا تھا کہ اگر کسی چھوٹے شہر کے شہری سر تسلیم خم نہیں کرتے تھے تو شہر اُن سے خالی کرا لیا جاتا تھا اور اُن کی جگہ دوسرے آباد کر دئے جاتے تھے۔ پھر جب موقع ہوتا تو اصلی باشندے واپس آ جاتے اور از سر نو مدافعت کرتے تا آنکہ سب کے سب تہ تیغ کر دیے جاتے۔

(دیودورس ۱۵، ۵۷، ۷۹)۔

الغرض جب باوجود ہزار کوشش کے مختلف اضلاع کا اندرونی اتحاد ناممکن تھا تو تمام ملک یونان کے اتحاد کی کونسی شکل پیدا ہو سکتی تھی؛ اور مختلف اضلاع کے حصوں میں تو تھوڑا بہت تعلق بھی پایا جاتا تھا یونان کی آبادی کے مختلف عناصر میں تو کسی قسم کا کوئی تعلق نہیں تھا اس لئے کہ تمام یونان کی کبھی کوئی "کوئے نون" یا وفاقیت قائم نہیں ہوئی۔ شمٹ نے خوب کہا ہے کہ یونانیوں میں کبھی نہ کوئی کیف ہاؤزری Kyffhauser پیدا ہوا نہ باربروسہ Barbarossa ایسی کوشش کا نتیجہ یہ ہوا کہ کسی ایک مملکت نے غلبہ حاصل کر لیا، اور

تتمہ

اگرچہ اسپارٹا اور اتیھنز کی سیادت محو بھی ہوگئی تھی تاہم جب تھیبز والوں نے اپنے دعاوی آزادئ یونان کے عین برخلاف یہ مطالبہ کیا کہ اتیھنز اپنا بیڑا ساحل پر کھڑا کر دے تو اُسوقت یہ ثابت ہوگیا کہ بلا ناقابل برداشت جبر و اکراہ کے یونانی مملکتوں کے مابین کسی قسم کا اتحاد ممکن ہی نہیں۔

۵ - یونانیوں کی یہ کوتاہ نظری کہ پولس اُن کی ضروریات کے لئے بالکل مکتفی ہے، عام حالات کے اعتبار سے اُس وقت بھی نقصان رساں تھی جب انھیں کسی بیرونی دشمن کا مقابلہ کرنا نہیں تھا۔ یہ یقینی بات ہے کہ مستقل محالفے یونانی زندگی کا جزو لاینفک بن گئے تھے، لیکن ان کا وجود کلیتہً فریقین کی مرضی پر منحصر تھا، اور انھیں یہ اختیار تھا کہ جب چاہیں وہ ان محالفوں کو منسوخ کردیں۔ بدیں سبب جس مملکت کو تفوق حاصل تھا وہ ہمیشہ یہ دیکھتی رہتی تھی کہ کہیں دوسرے بلدیات کے سر میں علٰحدگی کی تو نہیں سمائی، یعنی دوسرے الفاظ میں اُس کا اور ان کا دونوں کا مفاد ایک ہی ہے یا نہیں۔ ممکن ہے کہ ان دونوں کو کسی خاص تجارتی حکمت عملی میں اپنا مفاد نظر آئے، لیکن بالعموم اُس کی بنا محض سیاسی ہوتی تھی، مثلاً اعیانی بلدیات دوسرے شہروں کی اعیانی حکومت پر بھروسہ آسانی سے کرسکتے تھے، اور اگر ان شہروں میں اعیانی حکومت نہیں تھی تو پھر اُسے قائم کیا جاتا تھا اور برسر اقتدار فریق کو جلاوطن کردیا جاتا تھا ورنہ سازش اور بغاوت کا ہمیشہ خطرہ لگا رہتا تھا۔ اِس صورت حال کا عجیب و غریب نتیجہ یہ نکلا کہ اگر تمام یونان ایک ہی دستور کے تحت رہتا تو شاید اُس کے مختلف حصّوں میں اتنی مداخلت نہ کی جاتی جتنی موجودہ حال میں جب ہر ایک پولس بجائے خود بالکل آزاد تھا، اس لئے کہ اس آزادی ہی کی وجہ سے برسر اقتدار مملکت اپنے کمزور ہمسایوں کے اندرونی امور میں وقتاً فوقتاً دخل اندازی میں مضائقہ نہیں سمجھتی تھی۔ تمام ملک ایک ہی سلسلے میں منسلک نہیں تھا جس کی وجہ سے جب خودمختار حصے ایک دوسرے سے

متصادم ہوتے تھے تو افراد کو کہیں زیادہ نقصان پہنچتا تھا بہ نسبت اُس صورت حال کے کہ تمام ملک مختلف ریاستوں کی وفاقیت کی شکل میں ہوتا۔

۶۔ الغرض گو یونان میں کسی قسم کا مکمل اتحاد عمل اس لئے ناممکن تھا کہ تمام ملک میں واحد اقتدار اعلیٰ کا وجود ناقابل برداشت خیال کیا جاتا تھا، تاہم سیاسی دائرے کے اندر بھی کسی نہ کسی قسم کا اتحاد عمل پسندیدہ سمجھا جاتا تھا، اور یہ اصول تسلیم کر لیا گیا تھا کہ اس اتحاد عمل کے لئے کسی سربراہ کار، کسی قائد، کسی رہبر کی ضرورت ہے۔ چوتھی صدی ق م کے بعد، اور یہ وہ زمانہ تھا جب سیادت کے اس مسئلے پر ہر خاص و عام غور کر رہا تھا، اس کو اصطلاح میں "ہیگیے مونیا" یا قیادت کہتے تھے۔ آجکل کے زمانے میں جب کوئی شخص تاریخ یونان کے مسائل پر غور کرتا ہے تو وہ اس لفظ کو اس سے زیادہ وسیع معنی میں سمجھتا ہے جس میں خود یونانی سمجھتے تھے، چنانچہ آجکل اُس کا مفہوم بہ نسبت قدیم مفہوم کے زیادہ عام سمجھا جاتا ہے۔ پانچویں صدی ق م میں اس لفظ کے معنی صرف جنگ کے زمانے کی قیادت کے تھے، اور اس سے زمانۂ امن کی سیادت سے مطلب نہیں لیا جاتا تھا۔ طوسی دیدش ۱، ۹۵ وغیرہ کے مطابق جنگ میکالے کے بعد الونیائیوں نے ایتھنزیوں سے استدعا کی کہ وہ ایرانیوں کے خلاف اُن کے "قائد" بن جائیں اس لئے وہ اس "قیادت" کو دوریانیوں کے قبضے میں نہیں چھوڑنا چاہتے تھے، چنانچہ ایتھنزیوں نے اُن کی استدعا کو منظور کر لیا (طوسی دیدش ۱، ۹۶)۔ بلاشبہہ اُس زمانے میں یہ اصول تسلیم کر لیا گیا تھا کہ زمانۂ امن میں بھی مختلف مملکتوں کا مفاد مشترک ہو سکتا ہے، جو محض مذہبی مرکزوں، بت خانوں اور فال گاہوں سے پورا نہیں ہو سکتا، اور اس مفاد کا سب سے اہم جزو زبردست کی دست بُرد سے زیردست کی حفاظت پر مشتمل ہے۔ یہ فرض یونان کی سب سے

تتمہ

طاقتور مملکت پر عائد ہوتا تھا۔ لیکن وہ مملکت جسے یہ عزت نصیب ہوتی تھی اُسے "قائد" کا لقب نہیں دیا جاتا تھا بلکہ اُسے "پروستاتیس" یا "محافظ یونان" کہتے تھے۔ مثلاً ہیروڈوٹس (۵، ۱، ۶۹) کہتا ہے کہ کرنیسوس کو اس کی خبر ہے کہ اسپارٹا "یونانیوں کا محافظ ہے"، اور ۵، ۹۴ میں ارسطاغورس اسپارٹیوں سے کہتا ہے کہ "یونانیوں کی حفاظت کرو" لفظ "حفاظت" سے یہاں جو مفہوم ہے وہ وہی ہے جو عام طور پر سمجھا جاتا ہے۔ ایتھنز میں جو غیر ملکی "میتوئیکی" آباد تھے اُن کا "محافظ" ایک ایتھنزی شہری ہوتا تھا، مختلف مدبر "شہریوں کی حفاظت" کرتے تھے (دیموس تھنیس: اولمپیائی تقریر ۳، ۲۷) "سپہران عموم" عموم کے محافظ ہوتے تھے (زینوفون: "ہیلے نیکا" ۳، ۲، ۲۷)۔ اس "محافظ" کا ان لوگوں پر قابو نہیں ہوتا جن کی حفاظت اُس کا فرض ہے، بلکہ وہ اُن کا قائم مقام ہوتا ہے اور وہی اُن کے مفاد کی حفاظت کرتا ہے۔ اگر ہم اس خیال کو تمام یونان پر منطبق کریں تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ اسپارٹا کا یا اُس مملکت کا جو فی الوقت "محافظ یونان" ہو یہ بڑا بھاری رتبہ سمجھا جاتا تھا، اور بجائے اس کے کہ محافظ مملکت کو حقوق زیادہ حاصل ہوتے، اُس کے فرائض بڑھ جاتے تھے۔ یونانی مصنفوں کی کتابوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ چوتھی صدی ق م میں ... انی اس اُصول کے لئے (جو "قیادت یا ہیگے مونیہ" کے اصول سے بالکل مغائر تھا) برابر لفظ "حفاظت" یا "پروستاتائے" استعمال کرتے تھے۔ مثلاً زینوفون (ہیلے نیکا ۵، ۱، ۳۶) کہتا ہے کہ "اسپارٹا محافظ امن" تھا، اور دیموس تھنیس یہ کہ ایتھنزیوں کو "قوم کی اور آزادی کی حفاظت کرنی چاہئے" (۱۵، ۳۰) ایسقراطیس اپنی تصنیف موسومہ "امن" ۱۴۴ میں بھی اسی قسم کے الفاظ استعمال کرتا ہے۔ آزادی کے محافظ سے مراد اُس کے "پروستاتیس" سے ہی تھی۔ یونانیوں کا نقطۂ نظر یہی تھا؛ جملہ بلدیات بالکل آزاد تھے؛ لیکن اس کی ہمیشہ ضرورت

رہتی تھی کہ ایک ایسا "محافظ" ہو جو زیردست کو زبردست کے ظلم و تعدی سے بچائے۔ مثلاً دیموس تھنیس ("ارسطقراتیس" ۴ ۱۲۴) کہتا ہے کہ اتھنزیوں کا "دعویٰ ہے کہ وہ یونانیوں کی آزادی کے محافظ ہیں" (Dem: Cor ۲۰۰)، اور یہ کہ "اتھنز اس قابل ہے کہ دوسروں کی حفاظت کر سکے" (Isocr Panegr ۵۷)۔ ارسقراطیس (Phil ۱۶) کہتا ہے کہ فیلقوس کو چاہیئے کہ وہ "یونانیوں کی حفاظت کرے اور بربریوں کے خلاف فوج کشی کرے" اور اسی طرح ایک دوسرے موقع پر (۱۷) وہ لفظ اپی ستراتیس کا استعمال کرتا ہے۔ زینوفون ("ہیلینیکا" ۴، ۸، ۲) کہتا ہے کہ مستی لنہ والے تمام جزیرۂ لسبوس کے "محافظ" بن جائیں گے۔ ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ بعض مرتبہ (مثلاً دیموس تھنیس: فیلقوسی ۳، ۲۳ میں) یہ لفظ حاکم کے لئے بھی استعمال کیا جاتا ہے، لیکن ذرا ہلکے معنی میں۔ مقابلہ کرو زینوفون ۴، ۱، ۸۔

جہاں تک مجھے معلوم ہے اسی مادے سے کوئی ایسا حاصل مصدر نہیں ہے جو "پروستاتیس" کے مفہوم کو واضح کرے۔ ابتدا میں تو اس کے لئے کوئی لفظ ہی نہ تھا، لیکن زمانۂ مابعد میں (Isocr Paneg ۲۰۴) لفظ "قیادت" یا "ہیگے مونیہ" اس معنی میں استعمال ہوتا ہے، اور اس سے بھی بعد کے زمانے میں (Dexippa. P. Phot. صفحہ ۶۴) لفظ "کیدے مونیہ" کا "حفاظت ملکی" کے معنی میں استعمال ہونے لگا۔ لیکن اگر مجھ سے غلطی نہیں ہوئی اور کوئی "مجرد" لفظ اس مادے سے نہیں نکلا تو یہ بہت ہی قابل لحاظ بات ہے۔ اگر ایسا لفظ ہوتا تو اس سے ایک مستقل عہدے کا مفہوم واضح ہوتا، اور یونان کی گویا "صدارت" کا خیال عام خیال میں تقویت پا جاتا۔ یہی وہ بات ہے جو یونانیوں کو کسی طرح مرغوب نہیں تھی۔ وہ صرف یہ چاہتے تھے کہ بعض ضرورت کے وقت "پروستاتیس"

تتمہ

آ موجود ہو، اور اُس کے فرائض محض واقعات وحالات کے مطابق ہوں۔ پر وکلیس (زینوفون ۶، ۵، ۴۳) اس لفظ کو بالکل مختلف معنوں میں اس وقت استعمال کرتا ہے جب وہ ایتھنزیوں کو اسپارٹیوں سے مل جانیکی ترغیب دیتا ہے اور کہتا ہے کہ ایتھنزیوں کو اسپارٹیوں کے دوبدو نہیں بلکہ دوش بدوش کھڑا ہونا چاہیئے۔

۷۔ رفتہ رفتہ یونانیوں میں یہ خیال پیدا ہوگیا ایک واقعی مشترک دستور میں بھی بہت سے فائدے ہیں، لیکن کوئی شخص ایسا نہیں تھا جو یہ بتا سکے کہ یہ دستور کن شرائط پر مشتمل ہونا چاہیئے۔ ان کے خیالات بس اُس حد تک جا سکے کہ پہلے لفظ ہیگے مونیہ سے مراد قیادت بزمانہ جنگ سے تھی (مثلاً ہیروڈوٹس ۷، ۸، ۱۵۸ تا ۱۶۰)، لیکن اب اس لفظ کا انطباق زمانۂ امن میں بھی ہونے لگا۔ اس لفظ کے عام سیاسی معنی زینوفون تک پیدا نہیں ہوتے (اور یہ ایک ایسی بات ہے جس پر اس وقت تک کافی توجہ نہیں کی گئی) بلکہ خود اس لئے بھی اس لفظ کو یک بیک استعمال نہیں کیا تھا۔ ۳، ۵، ۱۴ میں یہ فوجی معنی میں استعمال کیا جاتا ہے، جب وہ کہتا ہے کہ ایتھنزیوں کو اسپارٹا کے خلاف بمنزلہ "شاہ قائد" کے ہو جانے کا موقع ہے۔ ۴، ۱، ۸ اور ۴، ۲، ۱۳ میں بھی یہ لفظ فوجی مفہوم ہی میں استعمال کیا جاتا ہے، اور میں ۷، ۱، ۳۳ تک اس کے وہ معنی نہیں دیکھتا جو زمانۂ حال کے مصنفوں نے اُس پر لگائے ہیں۔ الیسقراطیس اُسے پرانے معنی ہی پہناتا ہے (مثلاً Panegyr. ۱۸، ۲۰ وغیرہ)، لیکن ایک جگہ یعنی ۱۰۳ میں اس کے سیاسی معنی لئے جاتے ہیں۔ نیز دیکھو "امن" ۶۴۔ Dem. cor. ۶۵ میں اس سے مراد تمام یونان کی قیادت کی نہیں، گو یہ سیاسی معنی میں استعمال ہوا ہے۔

الغرض گو یونانیوں کی رائے تھی کہ اُن کے مُلک کے لئے یہ اچھی بات ہے کہ ایک ایسا محافظ ہو جو مظلوموں کی حفاظت کرے

تتمّہ

لیکن اس قسم کا کوئی مستقل عہدہ قائم نہیں کیا گیا۔ لیکن چوتھی صدی ق م سے پہلے تو صرف عام یونانی جنگوں میں ہی ہیگےمونیہ یعنی قیادت کے اصول پر ایک سربراہ کار مقرر کیا جاتا تھا۔ اس کے بعد تھبز جیسی مملکتوں نے زمانۂ امن میں بھی اس قسم کے عہدے کی خواہش کی جانے لگی، اور لوگوں میں یہ خیال جاگزیں ہونے لگا کہ سیاسیات میں بھی ایک واحد مملکت ملک کی رہبری کر سکتی ہے، لیکن یہ خیال صرف نظریئے تک ہی محدود رہا چنانچہ جب کبھی اس سیاسی قیادت کے اصول پر عمل ہوا فوراً مختلف قسم کی مشکلات حائل ہو گئے۔ مثلاً اسپارٹا نے، جو یونان کا قدیم "محافظ" تھا کبھی کسی دوسری مملکت کو "قائد" تسلیم نہیں کیا، گو چند ہی روز کے لئے یعنی ۳۳۸ ق م میں ایتھنز کو تھبز کی قیادت کے سامنے سر تسلیم خم کر لینا پڑا۔

اس کتاب کی چوتھی جلد میں ہم دیکھیں گے کہ اس عہد کے بعد یونان کے اتحاد کے لئے کس کس قسم کی قابل تعریف کوششیں کی گئیں۔

لیکن ہمیں یہ یاد رکھنا چاہئے کہ ایک خاص قسم کے "آرخے" یا "اقتدار" کو یونانی ہمیشہ تسلیم کرتے تھے، اور یہ سیادت بحری تھی جس کا دعویٰ ایتھنزیوں نے پانچویں اور چوتھی صدی ق م میں کیا تھا۔ اس "سیادت بحری" کی سرزمین یونان میں ایک طویل تاریخ ہے جو وثنیاتی دور تک چلی جاتی ہے (دیکھو جلد ۱، باب) لیکن ہم کو اُس قدیم سیادت بحری کے متعلق (جس کا بانی مینوس سمجھا جاتا تھا) بہت ہی کم معلومات حاصل ہیں، خصوصاً ہم اس امر سے واقف نہیں ہیں کہ آیا اس لفظ سے مراد کسی ایک شہر کے عملی تفوق سے تھی، یا یہ کہ اسکے ساتھ چند سیاسی حقوق بھی اُس سے اسی طرح سے مستقل طور پر وابستہ تھے جیسے ایتھنزی سلطنت میں۔ یہاں مناسب ہے کہ ہم اس

تتمہ

واقعے پر زور دیں کہ ابتدائی بحری تفوق کو جس کی تاریخ بہت کچھ مشکوک ومشتبہ ہے، کرانوس کہتے ہیں جس سے مراد ایسا دائرۂ اقتدار ہے جو فی الواقع ہو اور اس کے برعکس پانچویں اور چوتھی صدی ق م میں جو سیادت ہے اُسے "آرخے" کہتے ہیں یعنی ایسی حکمرانی جو قوانین کے مطابق ہو۔ ان دونوں میں ایک مناسبت تھی، وہ یہ کہ جہاں تک ہمارا مبلغ علم ہماری رہنمائی کرتا ہے دونوں محض بحیرۂ ایجین تک ہی محدود تھے۔ Isocr. Paneg. ۷۲ کے مطابق "سیادت بحری" کی ابتدا ایتھنزیوں نے اُس وقت کی جب ایونیانیوں نے انھیں جنگ ایران کی سپہ سالاری پیش کی۔ ایتھنزیوں نے اُس کی اس طرح تاویل کی کہ الفاظ "بحری" کے لغوی معنیٰ لے کر بحیرۂ ایجین کی سطح ایتھنز کا مملوکہ قرار دے دیا، چنانچہ جیسا ہم جلد ۲ باب ۲۴ میں دیکھ چکے ہیں کہ جب اسپارٹا نے اپنی فوج سمندر کی راہ ایپی دوروس بھیجی (طوسی دیدش ۵، ۵۶) تو ایتھنز نے اُسے اپنی مملوکہ سمندر میں مداخلت بیجا قرار دیا۔ نیز اُن کا یہ دعویٰ اسپارٹیوں کی اُن سخت کارروائیوں سے ہوتا ہے جو جنگ پیلوپونیز کی ابتدا میں اسپارٹیوں نے کیں (دیکھو طوسی دیدش ۲، ۶۷)۔ ہم دیکھ چکے ہیں کہ ایک مرتبہ اسپارٹیوں نے اُن تمام قیدیوں کو جنھیں اُنھوں نے بحیرۂ ایجین میں قید کیا تھا، جان سے مار ڈالا ہے اور یہ صرف اس لئے کہ ایتھنزیوں نے بحیرۂ ایجین کے ایتھنزی علاقہ ہونے کا اعلان کر دیا تھا۔ یہ عام قاعدہ ہے کہ جو شخص دشمن کی اراضی پر پکڑا جائے اور اپنے آپ کو دوست ثابت نہ کر سکے تو وہ دشمن قرار دیا جائے گا۔ بلاشبہہ اسپارٹیوں کا یہ طرز عمل اس مفروضے پر بھی نہایت ہی ظالمانہ ہوتا۔ لیکن اگر ایجین کو ایتھنزی علاقہ نہ سمجھ لیا جاتا تو پھر اسپارٹی گرفتاروں کو چھو بھی نہیں سکتے تھے۔ ۴۰۴ ق م میں ایتھنز کو زوال کے ساتھ اُس کے بحری تفوق کا بھی خاتمہ ہو گیا۔

تتمہ

لیکن اس کے بعد جلد ہی اُس نے پھر اپنے پر پرزے جھاڑے اور اس کا از سر نو دعویٰ کیا، لیکن اس کے ساتھ ہی ایتھنز نے اس کو صاف کر دیا کہ آئندہ اُس کی یہ خواہش ہرگز نہیں کہ صرف وہی لوگ ایجئن میں اپنے جہاز چلا سکیں جو اسے خراج ادا کریں، گو اب بھی ایتھنز میں ایسے لوگ موجود تھے جو اس حق پر زور دیتے تھے اور ایجئن کو "ایتھنز کی جھیل" تصور کرتے تھے۔ ایسقراطیس اپنی تقریر "متعلق امن" ۲۱ میں ایتھنزیوں کو صلاح دیتا ہے کہ وہ اس دعوے سے ہمیشہ کے لئے دست بردار ہو جائیں اس لئے کہ یہ اُن کے سیاسی نشو و نما میں سدِ راہ ہے۔ وہ اس نامنصفانہ "سلطنت" اور سچی "قیادت" ("ہیگیے مونیہ") کے درمیان اس قدر تفاوت دیکھتا ہے کہ وہ (۷،۴) آخر میں کہتا ہے کہ ایتھنزیوں کو "سلطنت" ("آرخے") کا خیال چھوڑ دینا چاہئے تاکہ انھیں "قیادت" حاصل کرنے کا موقع حاصل ہو جائے۔ یہ قیادت کچھ اسی قسم کا ادارہ سمجھنا چاہئے جیسے اسپارٹا کی ملوکیت جسکے لئے لوگ اپنی جانیں قربان کرنے کے لئے طیار تھے اور جس سے غلطی کا امکان نہ رہے حقیقی "قیادت" ("ہیگیے مونیہ") سے مراد یہ تھی قائد کو ہمیشہ "طیار رہنا" پڑتا تھا تاکہ وقت پڑ "مظلوموں کی مدد کرے" گو یا کہ ایتھنز کو "پروستاتیس" یا "محافظ" سمجھنا چاہئے۔

۹۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ چوتھی صدی ق م میں ایتھنز واقعی اپنے بیڑے کے ذریعے سے دوسروں پر ظلم و ستم کرنا چاہتا تھا، اور اس سے اس دعوے کی اصلیت ظاہر ہوتی ہے جو پیلوپیداس نے سوس میں کیا (زینوفون ۷،۱، ۳۶) کہ ایتھنزیوں کو اپنے بیڑے سے دست بردار ہونا چاہئے۔ ظاہر ہے کہ اس قسم کا مطالبہ ایتھنز سے کرنے کے لئے ایران کا واسطہ ڈھونڈنا ایک تو سخت بدتمیزی تھی اور دوسرے حب وطن کے

تتمہ عین مخالف تھا، اس لئے کہ اگر ایتھنز کے پاس جہاز نہ رہے تو اُسکی جگہ کونسی مملکت لے گی؟ لیکن اگر ہم یہ سوچیں کہ بہت سے یونانیوں کی نگاہ میں اپنے جہازوں کا بے جا استعمال کیا تھا تو ہم کم از کم جذبات کو سمجھ سکیں گے جن کے تحت یہ لغو استدعا کی گئی تھی۔ اب بھی ایتھنزی یہ کہہ سکتے تھے کہ "سیادت بحری" سے وہ ملک کی ایک بڑی خدمت کر رہے ہیں اس لئے کہ انھوں نے ان سب بلدیات کی حفاظت اپنے ذمے لے لی ہے جو ان پر اعتبار و اعتماد کریں۔ لیکن چونکہ بہت سے ایسے ایتھنزی بھی تھے جن کے نزدیک ایتھنز کو صرف اُنھیں بلدیات کی حفاظت کرنی چاہیئے تھی جو اُسے "خراج" ادا کریں اس لئے بہت سے یونانی اسے پسند نہیں کرتے تھے۔ اس طرح ہماری سمجھ میں فیلقوس کا یہ مطالبہ بھی آجاتا ہے کہ بحری حفاظت کے شرائط میں اس کے لئے بھی کچھ ہونا چاہیئے (۳۴۲ ق م)۔ ہیگیسیپوس نے اس بنا پر اس مطالبے کو مسترد کر دیا کہ "اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ ایتھنزی فیلقوس کی مدد کے بدون ایتھنزی سمندر کی حفاظت نہیں کر سکتے" (دیکھو Sch. D. ۳۶ ہم کا حاشیۂ تقریر De Haloun. ۱۴ اپر)۔ امر زیر بحث محض سمندر کی حفاظت کا مسئلہ نہیں تھا بلکہ قیادت بحری کا مسئلہ تھا اور ایتھنزی یہ پسند نہیں کرتے تھے کہ کسی ایسی مملکت کو ایجیئن میں بیڑا رکھنے کی اجازت دی جائے جس سے اُس کے اقتدار میں کمی ہو جائے۔ اگر صرف انھیں کا ایک بیڑا وہاں رہتا تو وہ جس انداز سے چاہتے اپنا حق سیادت کام میں لاتے، لیکن دوسرے بیڑے کی موجودگی میں اُس کا خاتمہ یقینی تھا۔

۱۰۔ ایتھنزیوں کے دعاوی اور دوسرے یونانیوں کی

مخالفت سے عہد قدیم اور عہد حاضر دونوں کے چند واقعات ذہن میں آتے ہیں۔ جس طرح ایتھنزیوں نے بحیرۂ ایجئن پر اپنی سیادت کا دعوےٰ کیا اسی طرح فینیقی مغربی بحیرۂ روم اور بحر اوقیانوس پر سیادت کے مدعی ہوئے اور وینس نے اڈریاٹک کو بلا شرکت غیرے اپنا سمجھا۔ لیکن جب پرتگیزوں نے بحر ہند اور ہسپانویوں نے امریکی سمندروں کے مدعی ہوئے تو اُس وقت قانون عامہ کے مبصروں میں طرح طرح کے خیالات پیدا ہوئے اور اُنھوں نے مقالے لکھنے شروع کئے۔ بعد میں پرتگیزوں کی جگہ ہسپانویوں نے لے لی، جس سے ولندیزی ملاحوں میں بیچینی کے آثار نمودار ہوئے، چنانچہ جب ہیگوگروتیوس نے اپنی کتاب "بحری آزادی" (Mare Liberum) ۱۶۰۹ء میں شائع کی تو اُس نے صرف بنی نوع انسان کی خدمت نہیں کی بلکہ خاص طور پر ولندیزی مفاد کی حفاظت بھی کی۔ بحری آزادی کا اصول علی العموم پسند کیا گیا اور ایک انگریز یعنی سیلڈن کی "پابندیٔ بحری" Selden: Mare Clausum کی اشاعت سے اس اصول میں کسی قسم کا فرق نہیں آیا۔ لیکن عملی میدان میں گروتیوس کی کتاب سے اب بھی مباحث پیدا ہوتے رہتے ہیں، اور ممالک متحدہ امریکہ کا یہ خیال کہ بحیرۂ بہرنگ کے نصف مشرقی پر خاص طور پر اپنے قدم جمائے اس ضمن میں نہایت دلچسپ کوشش ہے۔ بعض طاقتور مملکتوں کا یہ وتیرہ رہا ہے کہ اس قسم کے مخصوص استحقاقات حاصل کریں، اور بحری آزادی کا مسئلہ جس کی وجہ سے یونانیوں میں یہ کچھ جھگڑے ہوئے، اب بھی باوجود گروتیوس کی کتاب کے قطعی طور پر طے شدہ نہیں کہا جا سکتا۔

تمت

اصطلاحات تاریخ یونان قدیم

جلد سوم

(۱) تاریخ یونان

The Cyclades	کیکلادیس، جزائر مدوّر۔
Ethnos	نسل۔
Hero-Worship	سورما پوجا
Hetairi	یاران شاہی۔
Koinon	وفاقیت۔
Mythical	وثنیاتی۔
Nomothetai	مقنّن۔
Pentacontaetia	خمسینی۔
Phalanx	فوجی جتھا۔
Politeia	دولت عامّہ۔
Prostates	حامی، محافظ۔
Psephisma	قرار داد عوام۔
Sacred Bond	قشون مقدّس۔
Social War	جنگ حلفا۔
Stoa Poikile	ایوان بوقلمون۔
Synoikismos	ارتباط باہمی۔

(۴) تاریخ وسیاسیات

Annals	وقائع۔
Anabasis	اقدام۔
Assembly	جمعیت۔
Buffer	حاجب۔
Confederation	عہدیت۔
Casting vote	فیصلہ کن رائے۔
Cavalry	سوارہ
Centre (of the army)	قلب۔
Chronology	سنویت، وقت نگاری۔
Chamberlain	عرض بیگی۔
Club	دائرہ۔
Cooperation	تعامل۔
Chivalry	فروسیت۔
Crisis	بحران۔
Common-wealth	دولت عامّہ
Commission	ماموریہ۔
Decarchy	عشاریہ۔
Defensive	دفاعی۔
Demagogue	سرانبوہ۔
Delegate	مندوب۔
Dialects	بولیاں۔
Disturbance	سیاسی اختلال۔
Discipline	تادیب۔
Dictator	آمر۔
Engineer	مہندس۔
Entente	ایتلاف۔
Epigraphy	کتبیات۔
Flank attack	جناحی حملہ۔
Flank movement	جناحی حرکت
Gymnasium	ورزش گاہ
Hegemony	قیادت۔
Indian (American)	اندیانی۔
Left wing	میسرہ۔
Migration of peoples	ہجرت اقوام
Mobocracy	انبوہ سری
Numismatics	مسکوکیات۔
Numismatist	سکہ شناس۔
Nobles	اعیان
Protestentism	احتجاجیت۔
Publicist	متبصر امور عامّہ
Right wing	میمنہ۔
Wedge shaped	میخ نما

(۳) جمالیات، فلسفہ، ادبیات وغیرہ

Actor	سانگی۔
Antithesis	تضاد۔
Architecture	تعمیر کاری۔
Artist	صنّاع۔
Allegorical	تمثیلی۔
Basin of a river	ظرف دریا۔
Bed of a river	تہ دریا۔
Blank verse	بے قافیہ نظم۔
Categorical imperitive	امر مطلق۔
Chiaroscuro	ظلّ و ضَو۔
Climax	علو۔
Crescendo	زور بیان۔
Cynicism	کلبیت۔
Dactyl	سہ جزوی رکن۔
Dainomion	ندائے غیبی۔
Dramatis personae	اشخاص ناٹک / ناٹک منش۔
Engraving	نقش کاری۔
Esoteric	اہل باطن۔
Exoteric	اہل ظاہر۔
Exclamation	ندبہ۔
Frieze	حاشیہ۔
Fresco	دیواری تصویر۔
Hiatus	تکرار حرف علت
Iambic	دو جزوی رکن۔
Innuendo	کنایہ۔
The Infinite	لامحدود۔
Impeachment	مواخذہ۔
"The Laws"	کتاب النوامیس
Lyric	ہزماری۔
Maslerpiece	شہ کار
Museum	نوادر خانہ، ملکات خانہ
Painter	رنگ کار۔
Painting	رنگ کاری۔
Pediment	سر مثلث۔
Perception	ادراک۔
Pyramid	ہرم۔
Reason	عقل۔
Relief	منبت کاری۔
Rhythmical	مقفّٰی
Range of hills	زنجیرۂ کوہی
Scholasticism	مدرسیت۔
Style	اسلوب۔

School (of Philosophers)	مسلک	Tragedy	دردیہ -
Subjective	مضمونی -	Tetrology	چوناٹکا -
Senses	محسوسات -	Types	انواع -
Syllable	کلمہ -	Tributary river	معاون دریا
Sculpture	سنگ کاری -	The three Unities	تینوں حدیں
		Will	ارادہ -

فہرست اعلام

تاریخ یونان قدیم جلد سوم

A

ابائے۔	Abae
ابریاس۔	Abreas
ابی دوس	Abydos
اکان تھوسی۔	Acanthian
اکانتھوس۔	Acanthos
اکارنانیہ۔	Acarnania
اکارنانی۔	Acarnanian
چناب۔	Acesines
اکائیائی۔	Achaeans
اکائیہ	Achaia
اخرادینہ۔	Achradina
اکراگاس۔	Acragas
اکیرائے۔	Accerae
ادا۔	Ada
ادمے توس۔	Admetus
اسے گئے۔	Aegae
ایجیئن۔	Aegean
ایولس۔	Acolis
اسے گوس پوتامی۔	Aegospotami
اسے روپوس۔	Aeropus
ائیس خنیس۔	Aechines
ایتولیہ۔	Aetolia
اسے گی تیس	Aegytes
اگامیم نون۔	Agamemnon
اگے سی پولس۔	Agesipolis
آگیسی لاؤس۔	Agesilaus
آگس	Agis
اگریانیس	Agrianes
اگی رہیوس۔	Agyrrhius
ایاکس۔	Ajax
الابندا۔	Alabanda
آلکے تاس۔	Alcestas
الکبیادیس۔	Alcibiades
آلیہ۔	Alea

Argos	ارگوس-
Argyraspidae	ارگی راس پدائے-
Aria	آریہ-
Ariaeus	آریائیوس-
Ariaspae	اریاسپائے-
Arioborzanes	اریو بارزان-
Aristippus	ارسطی فوس-
Aristogeiton	ارستوگی تون
Aristonous	ارسطونوس-
Aristophon	ارسطوفون-
Aristophanes	ارسطوفانیس-
Aristotle	ارسطاطالیس-
Aristodemos	ارسطودیموس-
Arrhabaeus	ارہابایوس-
Arrian	ارین
Artabazus	ارتابازو-
Artacorna	ارتاکورنا (ہرات)-
Artemis	ارتےمس-
Artaxexes	اردشیر بہمن-
Aryballos	اری بالوس-
Asclepium	اسکلےپیوم-
Aspasia	اسپازیا-
Aspendians	اسپندی
Aspendians	اسپندوسی-
Aspledon	اسپلےدون-
Atarneus	اتارنیوس-
Athenaeus	اتھےنایوس-
Athene-Alea	اتھےنےآلیہ-
Athenian	اتھنزی-
Athens	اتھنز-
Atrometus	اترومیتوس-
Attalus	اتالوس-
Attic	اٹیکائی-
Aulis	اولیس-
Autocles	اوتوکلیس-
Autophradates	اوتوفراداتیس-
Axius	اکسیوس-
Azemilcus	ازےملکوس-

B

Babylon	بابل-
Babylonian	بابلی
Bacchus	باکھوس-
Bactra	بلخ
Bactria	باختر-
Baptae	باپےتائے-
Barsine	برسینہ-
Bel	بیل-
Bessus	بیسوس-

Boeotarch	بیوتارخ۔
Boeotia	بیوتیہ۔
Boeotian	بیوتی۔
Bosporus	باسفورس
Bottiaeans	بوتیائی۔
Bucephala	بوکے فالہ۔
Byzantium	بیزنطہ۔

C

Cabiri	کابی ری۔
Cadmea	کادمیہ۔
Callimachus	کالی ماخوس۔
Callias	کالیاس
Callines	کالی نیس۔
Callipus	کالی پوس۔
Callisthenes	کالس تھنیس۔
Callistratus	کالستراتوس۔
Calydon	کالی دون۔
Camarina	کامارینہ
Camirus	کامی روس۔
Campania	کمپانیہ
Candace	کنداسکے
Canopus	کانوپوس۔
Cappadocia	کاپادوسیا۔
Cardia	کاردیہ۔
Carduchi	کاردوچی۔
Caria	کاریہ۔
Carmania	کرمان۔
Carrhae	کارہے۔
Carthage	قرطاجنہ۔
Carthaginian	قرطاجنی۔
Caryae	کاریائے۔
Cassander	کساندر۔
Caspain Sea	بحر خزر۔
Caulonia	کاؤلونیہ۔
Caunus	کاؤنوس۔
Celaenae	کیلائے نائے۔
Cenchreae	کنکریائے۔
Centrites	کنتری تیس۔
Cephallonia	کیفالونیہ۔
Cephalus	کیفالوس۔
Cephisodotus	کیفی سودوتوس۔
Ceramus	کیراموس۔
Cersobleptes	کرسوبلیپ تیس۔
Cesiphus	کیسی فوس۔
Chabrias	خابریاس۔
Chaerephon	خئے ریفون۔
Chaeronia	خیئرونیہ۔
Chalcedon	خالکیدون۔
Chalcidice	خالکدیس۔
Chalcidian	خالکدیسی۔

خالکس۔	Chalcis
خاریس۔	Chares
خاریدیموس۔	Charidemus
خارون۔	Charon
خاریبدس۔	Charybdis
خرسونیز۔	Chersonese
خیوس۔	Chios
خوے ریلوس۔	Choerilus
خونے۔	Chone
کیلیکیہ۔	Cilicia
کیمون۔	Cimon
کندولی۔	Cindon
کیساداس۔	Cissadas
کتھائے رون۔	Cithaeron
کی تیوم۔	Citium
کلازومے نائے۔	Clazomenae
کلیاندرریداس۔	Cleandridas
کلیارخوس۔	Clearchus
کلس تھنیس۔	Cleisthenes
کلیومبروتوس۔	Cleombrotus
کلومنیس۔	Cleomenes
کلیوپاترا۔	Cleopatra
کلی توس۔	Clitus
کنیدوس۔	Cnidus
کوئے نوس۔	Coenus
کولی فوس۔	Collyphus
کولونوس۔	Colonus
کونون۔	Conon
کوپائے۔	Copae
کوپائس۔	Copais
دریائے کابل۔	Cophen
کورنّا۔	Corinna
کورنتھ۔	Corinth
کورنتھی۔	Corinthian
کورونیہ۔	Coronea
کوس۔	Cos
کوسنتیا۔	Cosentia
کوتی تو۔	Cottyto
کوتیس۔	Cotys
کراتیروس۔	Craterus
کرینے ندیس۔	Crenides
کریٹی۔	Cretan
کریٹ۔	Crete
کریوسس۔	Creusis
کریمیسہ۔	Crimisa
کرینیسوس۔	Crinisus
کری تیاس۔	Critias
کروتون۔	Croton
کتےسی فون۔	Ctesiphon
کتےسی فوس۔	Ctesippus

Cyclades	کیکلا دیس - جزائر مدور
Cylon	کیلون -
Cyme	کیمے -
Cynurians	کنیوری -
Cypriot	قبرسی -
Cyprus	قبرس -
Cyrus	کورش -
Cythera	کیتھرا -
D	
Darius	دارا -
Darius Codomannas	دارا (خودمنش) دارائے سوم -
Delium	دیلیوم -
Delos	دیلوس -
Deinocrates	دی نوکراتیس -
Delphi	دیلفی -
Demades	دیمادیس -
Demaratus	دیماراتوس -
Demarch	دیمارخ -
Deme	دیمے -
Demophilus	دیموفلیوس -
Demosthenes	دیموس تھنیس -
Demostratus	دیموستراتوس -
Demotae	دیموتائے -
Dercyllidas	درکی لداس
Diadochi	دیادوخی -
Dicaearchia	دکائے آرخیہ -
Didymaeus	دوی مایوس -
Diodorus	دیودوروس -
Diomea	دیومیہ -
Dion	دیون -
Dionysia	دیونی سیہ -
Dionysius	دیونی سیوس -
Diphridas	دفرداس -
Dium	دیوم -
Dorians	دوریانی -
Drachma	درہم -
Drangiana	درنگیانہ -
E	
Ecbatana	ہمدان
Ecdicus	ایک دی کوس -
Edessa	ایدیسا -
Elea	ایلیہ -
Elean	ایلیسی -
Eleutherae	ایلیوتھے رائے -
Elimia	ایلی میہ -
Elis	ایلیس -
Epaminondas	اپامنونداس -
Ephesus	اسیفےسوس -
Ephor	الیفور -

Ephorus	الفوروس۔
Epicrates	ایپی کراتیس۔
Epidaurian	ایپی دوروسی۔
Epidaurus	ایپی دوروس
Epirote	اپیائیروسی۔
Epirus	اپیائروس۔
Eretria	ایرتیریا
Ergocles	ارگوکلیس۔
Erigon	ایریگون۔
Eros	ایروس۔
Erytharac	ایریتھرائے۔
Eryx	ایریکس۔
Etna	ایتنہ۔
Etruscan	اتروری۔
Euboea	یوبیہ۔
Euboean	یوبیائی۔
Euclea	اقلیہ۔
Euclides	اقلیدس۔
Eudamidas	یودامداس۔
Eudoxus	یودوکسوس۔
Euergetae	یوئرگتائے۔
Euphrates,	فرات۔
Euridice	یوریدیس
Euripides	یوری پدلیس۔
Euripus	یوریپوس۔
Eutrasians	یوترسے زی۔
Evagoras	ایواغورس۔

G

Galaxidorous	گالاکسی دوروس
Garganos	گارگانوس
Gaugamela	گوگامیلا۔
Gaza	غزہ۔
Gedrosia	مکران۔
Gela	گیلا۔
Gerontes	گیرونتیس۔
Granicus	گرانی کوس۔
Greece	یونان۔
Gorgias	گورگیاس۔
Gylippus	گی لپوس۔
Gytheum	گی تھیوم۔

H

Hadranon	ہدرانون۔
Haemus	ہئے موس۔
Haliartus	ہالیارتوس۔
Halicarnassus	ہالی کارناسوس۔
Halicis	ہالی آئیس۔
Halacmon	ہالیاک مون۔
Halus	ہالوس۔
Harmodius	ہارمودیوس۔
Harpalos	ہارپالوس۔

Hellycus	ہالی کوس-
Hecatomnus	ہکاتومنوس-
Hegesippus	ہیگے سپوس-
Heliast	ہے لیاست-
Helleporos	ہیلے پوروس-
Hellespont	ہیلس پونت-
Helos	ہیلوس-
Helot	ہیلوت-
Hephaestion	ہفائسیتون-
Hera	ہیرا-
Heracles	ہرقل-
Heraclia	ہرقلیہ-
Heraclidae	ہرقلیان-
Heraclides	ہرقلیدس-
Heraea	ہیرائیہ-
Hermae	ہرسے-
Hermione	ہرمیونے-
Hermocrates	ہرموکراتیس-
Hermogenes	ہرگومنیس-
Herodas	ہیروداس-
Herodotus	ہیروڈوٹس-
Heromenes	ہیرومنیس-
Hetairiae	ہتیاے ریاے-
Hicetas	ہکے تاس-
Hiero	ہیرو-
Hipparinus	ہپاری نوس-
Hipponium	ہپونیوم-
Hydaspes	جہلم-
Hypaspistae	ہی پاس پستاسے-
Hypatis	ہی پاتس-
Hyphasis	بیاس-
Hyperbolus	ہی پرلوبوس-
Hyperides	ہی پریدیس-
Hydraotes	راوی-
Hyrcania	مازندران-
Hyrcanium Mare	بحر خزر-

I

Ialysus	یالی سوس-
Iassus	یاسوس-
Iberian	ایبریائی-
Icos	ایکوس-
Idreius	ادریوس-
Illyria	الیریہ-
Illyrian	الیریائی-
Imbros	امبروس
Ionia	ایونیہ-
Ionians	ایونیائی-
Ionic	ایونی-
Iphicrates	ایفیکراتیس-

Magnesia	مگنیشیہ -
Magnetes	ماگینے تیس -
Magon	ماگون -
Malli	مالی -
Mamercus	مامرکوس -
Mandyrium	ماندی ریوم -
Mantinea	مین تی نیہ -
Maracanda	سمرقند -
Margiana	مرغیانہ -
Margos	مرغاب -
Marsyas	مارسیاس -
Massalia	مسالیہ -
Massene	مسینے -
Mazaeus	مازائیوس -
Megara	میگارا -
Memnon	میم نون -
Memphis	میم فس
Mentor	مین تور -
Messenia	میسینیہ -
Metapontum	میتاپونتوم
Methone	میتھونے -
Midias	مدیاس -
Mieza	میے زا -
Miletus	ملطہ -
Mithradates	متھرادا تیس -
Molossi	مولوسی -
Moronea	مورونیہ -
Motye	موتیہ -
Musicanus	موزیکانوس -
Mycale	میکالے -
Mylasa	میلاسہ -
Myndus	میندوس -
Myriandros	میریاندروس -
Mytilene	متی لنہ -
Myus	میوس -

N

Naples	نیپلز -
Naryx	ناریکس -
Naucata	نوتاکا -
Naucratis	نؤکراتس -
Nausicles	ناؤسکلیس -
Nausinicus	نوزی نی کوس -
Neapolitan	نیپلزی -
Nearchus	نیارخوس -
Nectanebus	نکتانے بوس -
Nereidae	نرئی دے -
Nestus	نستوس -
Nicaea	نقیہ -
Nicanor	نکانور -
Nicocles	نکوکلیس -

Nicostratus	نکوستراتوس۔
Niobe	نیوبے۔
Nisaeus	نسیائیوس۔
Nola	نولا۔

O

Odessus	اودیسوس۔
Oeniadae	اوے نیادائے۔
Olympias	اولیمپیاس۔
Olympus	اولمپوس۔
Olynthic	اولنتھوسی۔
Olynthus	اولنتھوس۔
Onesicritus	اونے سیکریتوس۔
Onymarchus	اونی مارخوس۔
Orchomenus	اورخومینوس۔
Orestae	اورستائے۔
Oritae	اوری تائے۔
Orontes	اورونتیس۔
Ortygia	اورتی گیا۔
Oxus	جیحون۔
Oxyartes	اوکسیارتیس۔
Oxydracae	اوکسیدراکائے۔

P

Paeonians	پیونیائی۔
Pagasaean Gulf	خلیج پاگاسائے
Pagasae	پاگاسائے۔
Pammenes	پامنیس۔
Panathenaecus	پان اتھینائکوس۔
Pandosia	پندوسیا۔
Panegyricus	پانے گیے ریکوس۔
Pangaeus	پنگائیوس
Panticapeum	پانتی کاپیوم۔
Paralus	پارالوس۔
Parium	پاریوم۔
Parmenio	پارمے نیو۔
Parnassus	پارناسوس۔
Paropamisadae	پاروپامیسادائے
Parrhasius	پرھازیوس۔
Parthenon	پارتھے نون۔
Parthia	خراسان۔
Parysatis	پری زادی۔
Pasargadae	پسارگادائے۔
Patala	پتالہ۔
Pausias	پاؤزیاس۔
Peithon	فیثون۔
Pella	پیلا۔
Pelopidas	پیلوپی داس۔
Peloponnese	پیلوپونیز
Peloponesian war	جنگ پیلوپونیز
Pelusium	پیلوزیوم۔
Peparethos	پیپاریتھوس۔

Perdiccas	پردی کاس۔
Pergamum	پرگاموم۔
Pericles	فارقلیس۔
Perrhaebi	پرھائبی
Persepolis	اصطخر۔
Peucestas	پیوکستاس۔
Phalaecus	فالائے کوس۔
Pharnabazus	فرنابازوز
Pharasmanes	فرسمان۔
Pherae	فیرائے۔
Philip	فیلقوس۔
Philippeum	فلیپیوم۔
Philippi	فلپی۔
Philippic	فیلقوسی۔
Philippopolis	فلیپوپولس۔
Phillistus	فلستوس۔
Philoctetes	فلوکتے تیس۔
Philocrotes	فلوکراتیس۔
Philoxenus	فلوکسے نوس۔
Phoebidas	فی بداس۔
Phocian	فوکیسی۔
Phocion	فوکیون۔
Phoeincians	فینقی
Phocis	فوکس۔
Phratria	برادری، فراتریہ۔

Phrygia	افروجیہ۔
Phyle	قبیلہ، فیولے۔
Pinarus	پیناروس۔
Pisistratidae	پی سستراتوسی۔
Plataea	پلاٹیہ۔
Plato	افلاطون۔
Plutarchus	پلوٹارخوس۔
Polemarchus	پولیارخوس۔
Polycletus	پولیکلے توس۔
Polycrates	پولیکراتیس۔
Polytimetus	سرافشان۔
Pontus	افشین، پونتوس، بحراسود۔
Poseidon	پوسئیدون۔
Posidonia	پوسیدونیہ۔
Porcus	بھوروا۔
Potidea	پوتی دیا۔
Praxiteles	پراکسی تےلیس۔
Pridias	پریدیاس۔
Priene	پری اینے۔
Procdros	پروئدروس۔
Prodicus	پرودیکوس۔
Protogenes	پروتوگنیس۔
Prytanes	پری تانیس۔
Ptolemaeus	بطلیمائیوس۔
Pura	بامپور۔

پوتیولی۔	Puteoli
پیدنا۔	Pydna
فیثوس۔	Pytheus
فیثیہ۔	Pythia
فیثون۔	Python

R

رھوڈز۔	Rhodes
روشنک۔	Roxana

S

سبازیوس۔	Sabazios
سالامس۔	Salamis
ساموسی۔	Samian
سامنی۔	Samnites
ساموس۔	Samos
ساموتھریس۔	Samothrace
ساردس۔	Sardis
خلیج سارون۔	Saronic Gulf
ستی بارزان۔	Satibarzanus
سکیاتھوس	Sciathos
سکی لوس۔	Scillus
سی پیو اکبر۔	Scipio the elder
سکی ریتائے۔	Sciritae
سکوپاس۔	Scopas
سکی لے تیوم۔	Scylletium
سکی روس۔	Scyros

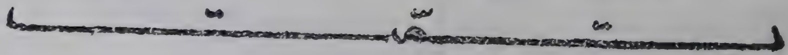
اسکیثی۔	Scythian
سلیوکوس۔	Seleucus
سمی رامس۔	Semiramis
سستوس۔	Sestos
صقالی۔	Sicels
صقالوی۔	Sicilian
سکیون۔	Sicyon
سکیونی۔	Sicyonian
سیدا۔	Sidon
اسنوف۔	Sinope
سپونتوم۔	Sipontum
سقراط۔	Socrates
سولی۔	Soli
سولن، سولون۔	Solon
سوفودریاس۔	Sophodrias
اسپارٹا۔	Sparta
اسپارٹی۔	Spartan
اسپارٹائی۔	Spartiate
سپوسی پوس۔	Speusippus
ستاتیرہ۔	Statira
ستراتوکلیس۔	Stratocles
ستروتھاس۔	Struthas
سوئیسولا۔	Suessula
سوس۔	Suea
سیموریائے۔	Symmoriae

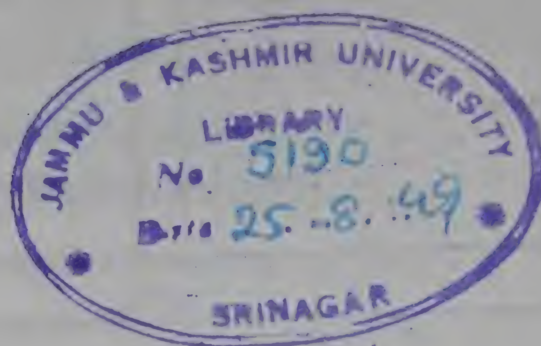
Syracusan	سرقوسی۔
Syracuse	سرقوسہ۔
Syrtis	سیرتس۔
Syssitia	سی ستیہ۔

T

Tachos	تاخوس۔
Taenarum	تیئے ناروم۔
Tagos	تاگوس۔
Talent	تالنت۔
Tanagra	تناگرا۔
Tarentum	تارنتوم۔
Taxila	تکشاسیلا۔
Taxilas	امبھی۔
Tegea	تگیہ۔
Teleutias	تیلیوتیاس۔
Telmessus	تلمے سوس۔
Temenidae	تیمینوسی
Tempe	تیمپے۔
Tenedos	تینیدوس۔
Tennes	تینس۔
Teos	تیوس۔
Thasos	تھاسوس۔
Thapsacus	تھاپساکوس۔
Theagenes	تھیاگنیس۔
Theban	تھیبزی۔
Thebes	تھبز
Theopompus	تھیوپومپوس
Therimachus	تھیری ماخوس۔
Thermaic Gulf	خلیج تھرماسے
Thermopylae	تھرموپلی۔
Thesmophoria	تھسموفوریا۔
Thespiae	تھسپیائے۔
Thessalian	تھسالوی۔
Thessaly	تھسلی۔
Thibron	تھبرون۔
Thimbron	تھمبرون۔
Thisbe	تھسبے۔
Thoras	تھوراکس۔
Thrace	تھریس۔
Thracian	تھریسی۔
Thrasybulus	تھراسی بولوس۔
Thucidides	طوسی دیدش۔
Thurii	تھورئی۔
Tigris	دجلہ
Timanthes	تمانتھیس۔
Timarchus	تمارخوس۔
Timocrates	تموکراتیس۔

Timolaus	تمولاؤس-
Timotheus	تموديوس-
Tiribazus	تری بازو-
Tissamenus	تسامینوس-
Tissaphernes	تسافرنز
Tithroastes	ٹتھ راؤس تیس-
Tralles	ترالیس-
Trapezus	طرابزون-
Triballi	تری بالی-
Trierachia	تریرارخیا-
Triphylia	تری فیلیہ-
Triton	تری تون-
Triopium	تریوپیوم-
Troizen	تروائے زین-
Troizenian	تروائے زنی-
Trophonius	تروفونیوس-
Tyana	تیانہ-
Tyre	صور-
V	
Varna	وارنہ-
X	
Xenoi	زینوئی-
Xenophon	زینوفون-
Xerxes	زرکسز-
Z	
Zadracarta	زودراکارتا-
Zacynthos	زاکینتھوس-
Zarangi	زرنگی-
Zariaspa	زاریاسپا-
Zeus Ammon	زیوس عمون-
Zeuxis	زیوکسس-




JAMMU & KASHMIR UNIVERSITY
LIBRARY
No. 5190
Date 25.-8.-49
SRINAGAR

صحت نامہ

تاریخ یونان قدیم جلد سوم

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴
۴	۱۴	بعد	بعید
۵	۱۰	رہے	رہتے
"	۱۶	کام	نام
۶	"	نام	×
"	۲۳	لیساندر ۲۰ وگروٹ	لیساندر ۲۰- گروٹ
۶	۸	نابازو	فرنابازو
۸	۲۱	Zeg	Zug
"	۲۳	Herzlberg	Herzberg
"	۲۴	Alberthu-mskunde	Alterthu-mskunde
۱۱	۱	اور وہیتوں	اور ونتیوں
"	۲۰	جال بازوں	جاں بازوں
۱۲	۱۵	مسکمہ	مسلمہ
۱۳	۱۹	بارین	بازین
"	۲۳	کرمھوکتنس	کرمیھولتش

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴
۱۳	۲۴	Munoris	Minoris
۱۴	۱۹	اورلمپیا	اولمپیا
۱۵	۱۸	پئوسائناس	پئوسانیاس
۱۸	۲۲	اشپارٹی	اسپارٹی
۱۹	۱۵	کرسکے	کرے
۲۰	۲۰	سی پیواا کبر	سی پیو اکبر
۲۳	۷	شٹروں	شٹرن
"	۸	تعبر	تعبیر
۲۴	۲۴	میں	ہیں
۲۹	۱۲	لقادوں	نقادوں
"	۱۹	گول- بریکر	گول بریکسر
"	۲۰	und	and
۳۰	۸	دونو	دونوں
"	۱۷	اسا	انمیں
۳۲	۲۳	und	and
"	۲۴	Hauq	Haug

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴
		Leben-besehr.	Leben-beschr.
۳۳	۷	شلائنز	شلائتنز
۳۴	۷	Blars	Blass
۳۶	۱۴	ہتیائے ریائے	ہیتائے ریائے
"	۱۷	جذ یے	جذبے
۳۹	۴	۰رالتی	عدالتی
"	۲۱	۱۶۸۰	۱۶۸
"	۲۳	Statdt	Stadt
۴۰	۱۴	دی	دیا
۴۲	۵	ترو	رُو
۴۳	۱۷	تحریک	درخواست
"	۲۵	یمنائے	ہینائے
۴۴	۱۵	ندو وائے علیی	"ندائے غیبی"
۴۶	۲۴	رھوڈر	رھوڈز
۴۸	۲۳	روبلوُسر	امہوف بلوُمر
۴۹	۱۳	مدیدیوں	عدیدیوں
۵۲	۱۳	تھراؤس تیں	ٹھراؤس تیس
"	۱۸	ایے پیکراتیس کی	الے بیکراتیس کی
۵۳	۵	بلاد	بلدیات
۵۴	۱۲و۱۸	پئوسایناس	پئوسانیاس
۵۶	۱۰و۹	سپہ سالار اگےسی پولس	سپہ سالار شاہ اگے سی پولس

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴
		(ولد پئوسایناس) قائم مقام	(ولد پئوسانیاس) کا قائم مقام
۵۷	۲۱	اگےسی لائوسن	اگے سی لاؤس
"	۲۳	زجبہ نولں	زینو فون
۵۸	۱۹	حتی الوسیع	حتی الوسع
۶۰	۱۷	گریسٹ	کریٹ
۶۴	۲۴	صفحہ	صفحہ ۱۷
۶۵	۱۱	Orinth-thiaci	Corin-thiaci
		Aristoer.	Aristocr.
۷۱	۱۸	پئوسایناس	پئوسانیاس
۷۲	۲۴	Beloech	Beloch
۷۴	۱۸	ایک دی کوس	ایک دیچی کوس
۷۶	۶	اسپندیوں	اسپندوسیوں
۷۷	۵	ناکسی بیوس	اناکسی بیوس
۸۳	۵	Pesi	Peri
۸۵	۷	کوزنتھ	کوزنتھ
"	۱۳	مین لی نیہ	مین تی نیہ
۸۶	۲۲	Fenilles de mantinée	Fouilles de Mantinée
۸۷	۲۳	(tineraire میں نمبر ۳۳ نقشہ	Itineraire میں نقشہ نمبر ۳۳

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴
۹۲	۸	خود شمال	شمال
〃	۲۰	دو	تین
۹۴	۱	نظر آتی تھی	نظر آنے لگی
۹۵	۳	عہد سے	عہد
۹۷	۱	بوراکی	بوراکی
〃	۱۲	ؤ	ۂ
〃	۲۰	تنازع	تنازعہ
۹۸	۱۹	اس کتاب کا نواں باب	اس کتاب کے نویں باب کے حواشی اور
۱۰۰	۱۳	تگیاس	نکیاس
۱۰۸	۷	تھ ریا	تھریا
۱۰۹	۱۴	Num. O chron.	Num. chron.
〃	۱۶	حرف.....	حروف Θ E
۱۱۳	۱۱	سیون ٹاکس	سیون ٹاکسس
۱۱۴	۲۳	Deos c.	De soc.
۱۱۶	۸	اسپازٹیوں	اسپارٹیوں
〃	۲۱	آزادگی	آوارگی
〃	۲۲	تھمبنیس پیاپئے	تھمیس پیایئے
۱۲۴	۴	تھمیس پیا	دو
۱۳۰	۲۴	اپامنونداس	اپامنونداس

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴
۱۳۱	۱۸	بومتود	پومتوؤ
۱۴۰	۱۶	مطمح نظر	کا مطمح نظر
〃	۲۴	میں	نے
۱۴۳	۷	ملی	مل گئی
〃	۱۸	(۳)	۹۳
۱۴۳	۳	کازیاسے	کاریاسے
۱۴۴	۱۹	گے سی لائوس	اگے سی لائوس
〃	۲۳	کاریئوس	×
۱۴۶	۶	پانوں	پاؤں
۱۵۹	۱۷	لے	نے
۱۶۳	۱	قبضہ	قبضہ کرنا
〃	۹	ہوجائے	ہوجائیگی
۱۶۶	۳	نے	نے بھی
۱۷۳	۲۲	۵۳۳ ('	۵۳۳ '۱
۱۷۵	۱	ہیرلی کی نیہ	ہیرالاکی نیہ
〃	۱۹	قرطاجنینوں	قرطاجنیوں
۱۷۹	۱۱	لی کی نی	لاکی نی
۱۸۱	۱۰		
۱۸۴	۳		
۱۸۲	۱۲	Grossgrie-chenlend	Grossgrie-chenland
۱۸۹	۲۳	۲۲۲۷-۱۵	ص ۲۲۲

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴	۱	۲	۳	۴
۱۹۱	۲۳	ستراتی گرس	استراتی گوس	۲۴۲	۲۱	وزنبرگ	روزن برگ
۱۹۳	۱۹	ستین	متین	〃	۲۲	فیلقوس کی	فیلقوسی
۲۰۱	۱۰	آزادآنہ	آزادانہ	۲۴۵	۱۹	Akademic	Akademie
۲۰۷	۲۴	۵۴	۵۲	۲۵۵	۱۱	خرمیوتیہ	خرمیوندیس
۲۰۹	۱۱	دبی گئی	کی گئی	۲۵۶	۱۷	لیکر کوس	لیکر گوس
۲۱۳	۷	بچے تھے اسپارٹا	بچے تے انھیں اسپارٹا	۲۵۷	۸	Wiedmann & G. G. curtius	Wiedmann & Curtius G. G.
۲۱۵	۲۰	دساز	دراز	۵۸	۸	Geneologie Ath	Geneologic Ath.
۲۱۸	۱۸	اول اور	اول سے اور				
۲۲۱	۱۲	کوئی سیاسی	کوئی ایسا سیاسی			کے بموجب	کے بموجب
۲۲۴	۵	منطبق	انطباق			۹، ۷، ۴۰	۹، ۷، ۴۰
۲۲۵	۱۹	عام	عامہ	۱۶۱	۱۲	ادوِنس	ادونس
۲۲۷	۱۷	اکادیہ	اکادیمیہ	۲۷۸	۶	اسلئے	کیوں
۲۳۰	۲۳	انی رتی	انی ریتی	۲۸۰	۲۴	ہیلیپونت	ہیلیسپونت
۲۳۲	۲۴	Kunslder-geschichte	Kunstler-geschichte	۲۸۴	۲۴	معاصروں کی کامیابی کے ساتھ محاصرہ کیا	محاصروں کی کامیابی سے ساتھ مدافعت کی
۲۳۳	۹	feoit	fecit				
〃	۱۳	ابعد	مابعد				
۲۳۴	۱۲	Schacfer	Schaefer	۲۹۲	۲۰	کرسولیپ نیس	کرسولیپ تیس
۲۳۶	۱۳	حب	جیب	۲۹۴	۲۳	قفاریر	تقاریر
۲۴۱	۲۴	اُس	ایتھنز	۳۰۱	۲۱	روزنسبرگ	روزنبرگ
۲۴۲	۱۶	دیسٹران	دیسٹریان	۳۰۲	۱۲	انس خنیس	انس خنیس

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴
۳۰۵	۱۲	اور بہت سے	بہت سے
؍؍	۲۲	اب تو	اب
		دیموس تھنیس	دیموس تھنیس
۳۰۷	۱۳	Ctoso-phontea	Ctesi-phontea
؍؍	۲۵	چیز سے	چیز
۳۱۱	۱۸	ایتھنر	ایتھنز
؍؍	۲۲	Plot.	Plut.
؍؍	۲۴	اماں	امان
۳۱۴	۱۲	ادارے	ادارسے
۳۱۹	۱۴	پہلی	پہلی
۳۲۰	۱۴	سیبوتوگوردس	سیبونے گوردس
۳۲۶	۷	دشمن تھے انھوں نے	دشمن تھے لیکن انھوں نے
۳۳۱	۱۲	یونانی سے اپنی	یونانی اپنی
۳۳۵	۱۵	تاکہ	کہ
۳۳۸	۸	یھنزیوں	اتھنزیوں
۳۴۱	۲۲	دوسرے سے اسی لئے تو	دوسرے سے تو

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴
۳۴۴	۶	مسئلہ	سوال
۳۴۵	۲	یہ سوال یہ	یہ سوال
؍؍	۲۰	اعاہ	امداد
۳۴۶	۲	تھسکلی	تھسلی
۳۴۹	۱۶	صادر	صاد
۳۵۴	۲۳	Paec	Pace
۳۵۵	۱۳	Lycnrgo	Lycurgo
؍؍	۲۳	یولنے	بولنے
۳۵۷	۲۱	Fanly	Pauly
؍؍	؍؍	بوتیز	برنیز
۳۵۸	۲۰	ہالو-سے سوس	ہالونے سوس
۳۶۱	۱۷	ہوکہ	ہوک
۳۶۲	۱	کارویہ	کاردیہ
۳۶۳	۲	مفعلہ	مفعلۂ
۳۶۹	۱	کہ ایک	کہ ویلفی میں ایک
۳۷۳	۱۶	ہوفمال	ہوفمان
۳۸۱	۶	کی	کیا
؍؍	۱۱	چلی	چلا
۳۸۸	۱۵	دیموس تھنیس	فیلقوس
۴۰۵	۹	Scrhist	Scr. hist
۴۱۰	۱۰	بختاریہ اور سوگریانا	باختر و سغدین

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴
۴۲۵	۱۵	بنتا	جاری
۴۲۶	۱۱	کیلندریدلس	کیلاندریس
۴۳۳	۱۵	زرکسنہ	زرکسنز
۴۳۹	۸	خاص	خالص
۴۴۱	۱۲	ایبن	آرین
۴۴۲	۶	محالف	مخالف
۴۴۶	۵	نیت	بنت
۴۴۸	۱	جو	جا
۴۵۰	۱۲	اُسے	مجھے
"	۱۷	یہ ا	×
۴۵۴	۲۱	Mislion	Mission
		ریرتز	ـ یرتز
۴۵۶	۱۹	تو ایسی تھی	اس قدر منہدم ہو گئی تھی کہ
۴۵۸	۱۶	کے	کی
۴۵۹	۱۰	ورزش موسیقی	ورزش اور موسیقی
۴۶۵	۷	نہ	کہ
۴۶۷	۱	جس	اِس
"	"	جبر باہان	جو باہان
۴۶۹	۱۳	بختیاری	اہل باختر
۴۷۳	۹	اکپ	آلپ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴
۴۷۵	۱۲	جہ بلخ	جو بلخ
۴۷۷	۳	شیگل	شپیگل
۴۸۴	۱۵ و ۱۶	Leffman : Gesch. des برلن	Leffmann: Geschichte des alten Indiens برلن
۴۸۵	۸	نیزرو	تیزرو
"	۲۰	ہیرراوتیس	ہیدراؤتیس
۴۹۳	۵	چیاب	چناب
۴۹۸	۲۴	Mithra-dite	Mithri-date
۵۰۵	۱	سکافور	نکافورہ
۵۲۱	۲۳	Beiches	Reiches
۵۲۲	۱۸	اُس	ایک
۵۲۶	۱۸	عزہ	غزہ
۵۳۳	۱۱	نسطاکلیس	تمسطاکلیس
۵۴۵	۲۰	یورپ	یوروپی
۵۴۸	۱۵	Dicht-ang	Dicht-ung
۵۵۱	۲۰	سالیانہ	سالنامہ
۵۵۴	۸	پھل	چل
۵۹۹	۲۴	antica= della	antica della

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴
۵۶۹	۲۳	صوبہ	صوبۂ نیپلز
۵۷۱	۹۱	سکوکیات	مسکوکیات
۵۷۵	۱۹	مطلوب	مراد
۵۷۷	۱۳	تھورنی	تھورئی
۵۸۰	۷	سمعنہ	سر
۵۸۱	۱۰	تاریخ کے	تاریخی
۵۸۳	۱	ایتھنز	ایتھنزی
۵۹۰	۳	آمفسا	انفسا
"	۷	بتاتا	بتانا
۵۹۱	۱۶	اپنی آواز	جو اپنی آواز
"	۱۷	تھا	ہے
۵۹۷	۱۳	نہ تھی	نہیں
۶۰۱	"	Pauby	Pauly
"	۲۴	نقشہ	تشنہ
۶۱۰	۱۰	والی	وائے
۶۱۳	۱۵و۱۹	مولوسیوم	موسولیوم
۶۱۷	۱۲	لئوسین	لؤسین
۶۲۷	۲۴	کیف ناؤزری	کیف ناؤزرہی
۶۲۸	۱	دعاوی	دعاوئی
۶۳۰	۱۸	انی	یونانی
۶۳۴	۱۶	کاروائیوں	کارروائیوں

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴
اصطلاحات			
۱	۰	Bond	Band
۲	۰	Masler-piece	Master-piece
"	۰	متقفیٰ	مقفّیٰ
اعلام			
۲	۰	ارخوزیہ	اراخوزیہ
۳	۰	اکیسوس	اکسیوس
۵	۰	کلیاندرریداس	کلیاندریداس
۶	۰	کلومنیس	کلیومنیس
"	۰	کرلے ندیس	کرے ندیس
۸	۰	Helycus	Halycus
"	۰	ہی پرلوبوس	ہی پربولوس
۹	۰	لیسہ	لیسیہ
"	۰	نی سیاس	لی سیاس
۱۲	۰	Phoeincians فیقی	Phoenicians فنیقی
"	۰	پٹوروا	پیٹوروا، فورہندی
		Porous	Porus

تمت

